سراج المبین فی تاریخ امیر المومنین
حضرت علیؑ

مصنفہ:

سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

مطبع یوسفی۔ دہلی

۱۹۰۹ء

فہرست اُن علماء اور اُن کی کتابوں کی جن کے اقوال درج کئے ہیں

علم التاریخ

۹۲۲، ۹۷ اول

شمار	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
۱	تاریخ کامل	سنہ ۶۳۰ ہجری	ابن الاثیر جزری علی ابن محمد ابن محمد ابن عبد الکریم
۲	تاریخ مسعود ذہبی	سنہ ۲۹۳ ہجری	محمد ابن عبد الرحمان
۳	تاریخ الخمیس		علامہ شیخ حسین دیار بکری
۴	تاریخ طبری	سنہ ۳۱۰ ہجری	ابن جریر الطبری
۵	تاریخ ابوالفدا		شاہ اسمٰعیل حموی
۶	تاریخ یافعی مراۃ الجنان	سنہ ۷۶۸ ہجری	عبد اللہ ابن اسعد الیمنی الیافعی
۷	فتوح الواقدی	سنہ ۲۰۳ ہجری	محمد عبد اللہ الواقدی
۸	فتوح العاصم الکوفی	سنہ ۵۴۵ ہجری	احمد ابن محمد العاسمی
۹	روضۃ الاحباب	سنہ ۹۱۱ ہجری	عطاء اللہ ابن فضل اللہ الشیرازی المعروف بہ جمال الدین محدث
۱۰	تاریخ روضۃ الصفا خاوند شاہی		محمود بن محمد خاوند شاہ
۱۱	تاریخ حبیب السیر		
۱۲	فواتح میبذی	سنہ ۸۷۰ ہجری	حسین بن معین الدین الحسینی المیبذی
۱۳	تاریخ الاخیار	سنہ ۱۳۱۵ ہجری	شیخ احمد حاتم دیوبندی
۱۴	تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین علیہ السلام	حی القائم	سید ظہیر حسن صاحب مدرس اول اسکول جگدا دھری

علم السِّیَر

شمار	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
۱۵	تذکرۃ الخلفا	سنہ ۹۱۱ ہجری	عبد الرحمن ابن ابی بکر المعروف بہ جلال الدین سیوطی
۱۶	تذکرۃ خواص الامۃ	سنہ ۶۵۴ ہجری	یوسف سبط ابن جوزی

	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
۱۷	تاجیر السلامتہ		علی ابن برہان الدین شامنی
۱۸	معارج النبوۃ	سنہ ۱۲۰۰ ہجری	محمد صدر عالم
۱۹	مدارج النبوۃ	سنہ ۱۰۵۲ ہجری	شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی
۲۰	کنز العمال		حافظ علی ابن حسام الدین المتقی
۲۱	حدیقتہ الاولیا	سنہ ۴۳۰ ہجری	حافظ ابونعیم الاصبہانی
۲۲	المرتضیٰ	حی لقایم	حافظ عبدالرحمن
۲۳	ارجح المطالب فی عد مناقب علی ابن ابیطالب	”	خواجہ عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری

علم المناقب

	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
۲۴	المناقب	سنہ ۶۳۰ ہجری	طراز المحدثین ابوالموید الموفق بن احمد بن محمد المکی الشہیر خطیب خوارزم
۲۵	زین الفتی	سنہ ۵۴۰ ہجری	حافظ محمد احمد ابن محمد ابن علی العاصمی
۲۶	جواہر العقدین	سنہ ۹۱۱ ہجری	سید نور الدین ابی الحسن علی ابن عبداللہ السمہودی الشافعی
۲۷	ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ	سنہ ۶۹۴ ہجری	حافظ ابوالعباس محب الدین احمد بن عبداللہ بن محمد المکی الشافعی الطبری
۲۸	مودۃ فی القربیٰ	سنہ ۷۸۶ ہجری	سید علی ہمدانی
۲۹	مفتاح النجاۃ	سنہ ۱۳۰۰ ہجری	میرزا محمد معتمد خان
۳۰	اسنی المطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب	سنہ ۸۳۳ ہجری	شمس الدین بن محمد الجزری
۳۱	فرائد السمطین فی فضل المصطفیٰ والمرتضیٰ والسبطین	سنہ ۲۲ ہجری	ابراہیم بن محمد الحموینی
۳۲	شواہد النبوت	سنہ ۶۰ ہجری	عبدالرحمان جامی
۳۳	مناقب مرتضوی کشفی		محمد صالح
۳۴	سفینۃ النجات	سنہ ۱۲۶۱ ہجری	سید کاظم حسین خاں بلگرامی
	المناقب	سنہ ۶۰ ہجری	احمد ابن حنبل

	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
	علم الحدیث		
۳۶	صحیح ترمذی	سنہ ۲۷۹ ہجری	حافظ ابوعیسیٰ بن سورۃ الترمذی
۳۷	مشکوٰۃ المصابیح		حافظ جلال الدین سیوطی بن عبدالرحمان ولی الدین محمد
۳۸	معاجم ثلاثہ طبرانی۔ کبیر اوسط صغیر	سنہ ۳۶۰ ہجری	حافظ ابوالقاسم سلیمان ابن احمد الطبرانی
۳۹	مسند امام احمد حنبل	سنہ ۱۵۱ ہجری	امام احمد بن حنبل
۴۰	مستدرک	سنہ ہجری	ابوعبداللہ محمد عبداللہ المعروف بالحاکم النیشاپوری
۴۱	نہج البلاغت		جناب سید رضی اعلی اللہ مقامہ فی الجنان
	علم التفسیر		
۴۲	تفسیر کبیر	سنہ ۶۰۶ ہجری	امام محمد ابن عمر ملقب بہ فخرالدین الرازی
۴۳	کشاف	سنہ ۵۳۷ ہجری	محمود ابن عمر زمخشری
۴۴	تفسیر کبیر درمنثور	سنہ ۹۱۱ ہجری	امام جلال الدین سیوطی
۴۵	معالم التنزیل	سنہ ۵۱۶ ہجری	حسین ابن مسعود فرا البغوی
۴۶	عمدۃ المطالب		مولوی عبد [illegible] علی صاحب مرحوم
	علم الرجال		
۴۷	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	سنہ ۴۶۳ ہجری	علامہ ابن عبدالبر
۴۸	اسدالغابہ فی تمیز الصحابہ	سنہ ۶۳۰ ہجری	علامہ علی ابن محمد ابن محمد ابن عبدالکریم
۴۹	ریاض النظرۃ	سنہ ۳۶۰ ہجری	حافظ ابوالقاسم سلیمان ابن احمد طبرانی
۵۰	شرح تہذیب التہذیب	سنہ ۸۵۲ ہجری	حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۱	کتاب المعارف	سنہ ۲۷۶ ہجری	عبداللہ ابن مسلم دینوری

نمبر	کتاب	سال وفات	عالموں کے نام
	علم الکلام		
۵۲	صواعق محرقہ	سنہ [illegible] ہجری	حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۳	ازالۃ الخفا	سنہ ۱۱۳۰ ہجری	مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
۵۴	مودت الاسلام		فاضل جونپوری
۵۵	رسالہ تشفی		فخر الحکما حکیم سید علی اظہر صاحب
۵۶	مجلدات کتاب ذوالفقار حیدر		"
۵۷	عبقات الانوار، سادات حایت نور وسرت		فخر المتکلمین مولانا حکیم سید حامد حسن صاحب مرحوم اعلیٰ
	علم الاشعار		
۵۸	دیوان حضرت علی علیہ السلام	سنہ ۴۰ ہجری	امیر المومنین امام المتقین علی ابن ابیطالب علیہ السلام
۵۹	رطب العرب	سنہ ۱۳۰۳ ہجری	شمس العلماء مولوی مفتی میر محمد عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ
۶۰	من وسلویٰ	"	"
۶۱	منظر العجائب		فرید الدین عطار
	انگریزی تاریخیں		
۶۲	اسپرٹ آف اسلام		آنریبل جسٹس سید امیر علیخان - سی - ای - آئی
۶۳	لائف آف محمد		"
۶۴	سکسیز آف محمد		ارڈونگ واشنگٹن
۶۵	اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن		جان ڈیونپورٹ
۶۶	ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ		مسٹر کارلائل
۶۷	رائز اینڈ فال آف رومن امپائر		ایڈورڈ گبن - ممبر پارلیمنٹ

عالموں کے نام	سال وفات	کتاب	ما
سائمن - ڈی اکلی		ہسٹری آف سارا سینز .	۴
خانبہادر سید دلاواحد بی اے سابق انسپکٹر جنرل رجسٹریشن بنگال		شیعاز اف علی اینڈ فالوبرز اسنت	۴

ن کتابوں کے علاوہ اور جن جن کتابوں کی عبارت اس کتاب میں درج ہیں اور اُن کے نام اس فہرست میں نہیں پائے جاتے
ہیں وہ عبارت ہم نے اصل کتاب سے نہیں بلکہ کتاب ارجح المطالب فی عدد مناقب سیدنا و مولانا علی بن ابیطالب علیہ السلام مولفہ مولوی
عبید اللہ صاحب بسمل امرتسری مطبوعہ انارکلی پریس لاہور کے مختلف مقامات سے نقل کی ہیں   **المؤلف** سید اولاد حیدر بلگرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے درتنگ ولوے تو ز آغاز

فضائے نظر بستہ پرواز

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ علی سید المرسلین وخاتم النبیین والسلام علی اخیہ ووزیرہ
ووصیہ امیر المؤمنین وعلی آلہ المیامین المنتجبین

انسان علم تاریخ کے وسیع فوائد اور اسکے بیش بہا اور قابل قدر نتیجے۔ دنیا کی تمام جماعتوں کے پیش نظر ہیں وہ میرے بیان کے کیوں محتاج ہونے لگے مگر تاہم ہم کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تاریخ کے ایسا وسیع علم ہمارے زمانہ میں اپنے تمام اوصاف و اصناف کے ساتھ شرح و مفصل ہو کر تمام ہو چکا اور اس زمانے تا ابد کنار کے بیشمار چشمے جسکے فیض عام سے دنیا کا حصہ حصہ سیراب و شاداب ہے اپنی روانی اور فیض رسانی کو تمام کر چکے نہیں یہ خیال بیجا ہے تاریخ ایسا محدود علم نہیں ہے جس کی نسبت کوئی کہدے اتنا ہی ہے بہر غور ہم جیسی جیسی نظر ڈالی جائے گی اس کی وسعت وادی نظر میں بڑھتی جائے گی۔

دنیا کے وہ کون امور ہیں جن کی بیرونی اور اندرونی حالات تاریخ سے واسطہ نہیں رکھتے مختلف علوم کے ماہرین پر یہ امور پورے طور سے روشن ہے کہ ان کو اپنے مختلف مضامین کی ترتیب و تالیف کے وقت کتنی بار تاریخ کی کتابیں پڑھنی ہوتی ہیں اور کتنے موقعوں پر اسکے بیش بہا نصوص سے مستفیض ہونا ہوتا ہے کسی فلاسفر کا قلم ممکن نہیں ہے کہ فلسفۂ قدیم یا جدید کے مطابق کسی شے کی ماہیت در حقیقت بیان کرتا ہو بغیر تاریخ کی تائید کے نہیں چل سکتا ہے۔ علم ہیئت کے ماہرین اپنی تحقیق کے کسی نمونہ کو تاریخی تجربہ کے مطابق نہ کر لیں اپنی تحقیقات کو کامل نہیں کہہ سکتے علم کیمیا اور صنعت کے واقفین بھی تاوقتیکہ اپنی تحقیقات کے جوہروں کو اس

آئینہ جہاں نما ہیں نہ دیکھ لیں دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں لاسکتے علم الارض کے کاملین بھی کرۂ ارض کے کسی حالات کو پورے
طور سے نہیں بیان کرسکتے کہ جب تک وہ ان پر تاریخ کا پورا حاشیہ نہ چڑھا لیں بہرحال تاریخ وہ ہے جو سب میں ہے اور جس میں
سب ہیں منقولات میں بھی ویسی ہی ضروری جیسا معقولات میں علمی ضرورتوں سے قطع نظر کرکے ملکی احتیاجوں کی طرف گردن
سیاست اور مدن کا تو ایک قدم بھی بغیر تاریخ دانی کے نہیں چل سکتا ملکی انتظام کے متعلق وہ کونسا صیغہ ہے جسمیں تاریخ کی شدید ضرورت
نہیں ہوتی انہیں ضرورتوں کو دیکھکر ساسانی حکیم نے ارسطاطالیس کے اس قول پر صاد دیا ہے کہ تاریخ ان لوگوں کی ضرور عادتیں
جنکی رائیں صائب ہوا کرتی ہیں۔ ہمکو چونکہ علم تاریخ کی اہمیت اور اسکی تمام خوبیوں سے بحث کرنا مقصود نہیں ہے اسلئے ہم ان کو مسلوتکی
تحقیقات سے دلچسپی سے تبلائے دیتے ہیں کہ وہ تاریخ کی پوری حقیقت دریافت کرنے کے لئے علامہ ابن خلدون کی تاریخ العبر اور علامہ
بیہقی کی تاریخ سبکتگینی اور نیز تاریخ روضۃ الصفا کے دیباچے ملاحظہ فرمالیں بہرحال بیضروری اور مفید علم جس کی ضرورت
دنیا کی تمام قوموں میں برابر محسوس ہوتی ہے ہر زمانہ میں ہر طبقے کے لوگوں نے ضروری اور واجب التحصیل سمجھا گیا ہے اسلئے زمانہ نے کسی وقت نہیں
اسکو بیکار نہ سمجھا اور اسکو معطل نہ چھوڑا دیکھو عرب کی جاہل قومیں بھی جہالت کی ترقی کے زمانے میں بھی اسکی کتابوں کا ذریعوں سے حاصل
کرنے میں اگر عاجز نہیں تو انھوں نے اپنے سینوں میں محفوظ رکھکر صرف اپنے زبانی طریقوں سے دنیا میں پھیلایا ہے ان کے قبیلہ
بچے بچے کو اپنے اسلاف کے تمام محامد اور اوصاف جنکو اسکے ساتھ پوری خصوصیت تھی۔ نوک زبان تھی آج اس تنگ ہتہ یا عرب کی
جاہل قومیں اس ایجاد کی موجد ہیں باوجود اسکے کہ وہ اسوقت تک اساس علم سے بالکل معرا نہیں گو اسکی نسبت بہت بڑا ملکہ تھا حفظ
انساب کے لئے وہ اطراف عالم میں ضرب المثل تھے انمیں جو شخص ایسی باتوں میں مہارت نہیں رکھتا تھا اسکو وہ نہایت نفرت اور ذلت کی نظر
دیکھتے تھے انھیں وجوہات سے اسلام کی علمی ترقی کے زمانہ میں علم تاریخ کی اس شاخ نے جسکو سیرت کہتے ہیں اپنی رفعت کو ترقی کے
عرش الکمال تک پہنچایا اہل عرب نے جتنی تاریخیں ظہور اسلام سے اسوقت تک لکھی ہیں اتنی کسی دوسری قوم نے نہیں سیرت کے ساتھ
ہی علم الرجال بھی اہل عرب کی ایجاد ہے۔ بلکہ یہ کہو کہ یہ علم انہیں تک محدود بھی ہے اس علم کی نسبت جتنی ان کی تحقیقات کامل
ہوئی ہیں ویسی کسی کی بھی نہیں اسوقت بھی اور قومیں باوجودیکہ ان کی تحقیقات کے تا حد ترقی کے آسمان تک پہنچے ہوئے ہیں مگر ان
میں بھی اسوقت تک اس علم کا پتہ نہیں لگا۔ حقیقت میں علم الرجال علم التاریخ کا معیار ہے اگر اسلامی مورخ نے زمانے میں اس علم کی
وسعت اور حقیقت کی طرف توجہ نکرتے تو ان کی تاریخیں مسندیں سیرتیں اور تذکرے جنکی صداقت اور دیانت کی دنیا قسم کھاتی ہے
کبھی اس جانچ پڑتال کے زمانہ میں دنیا کے قابل اور ذی لیاقت اہل علم کی قیمتی میزوں اور بیش بہا الماریوں میں اس وقعت اور منزلت
سے جگہیں نپاتی اور بغداد ماوراء النہر۔ سبزوار۔ اصفہان۔ تبریز۔ بخارا۔ بلخ۔ مصر اور عباسیہ کے بوسیدہ کتب خانوں
اور خانقاہی مدرسوں سے ہوکر نکل کر جرمن۔ فرانس اور لیڈن کے مطابع میں اس وقعت اور توقیر سے نہ چھاپی جاتیں یہ انہیں
تصانیف اور تالیف کی برکت تھی جنھوں نے اہل عرب کو مغربی علما کی زبان سے ماسٹرز آف ہسٹری
کا گرانمایہ خطاب دلوایا انیسویں صدی کے یوروپین مورخوں نے تعصب کے تمام پردے اٹھاکر جو کچھ

اسلام کی تاریخوں کی نسبت لکھتا ہے۔ وہ ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے تہذیب کی تاریخ عامہ کے مصنف اسی سے اپنی تصنیف
میں ناقص سبب ہیں جیسے کہ وہ اہل عرب کی تاریخوں سے جاہل اور ناعلم ہوتے ہیں علماء و فضلا کا کوئی گروہ ہو جس کی قوت میں مفید
تاریخ کا سرمایہ بڑا ہوگا وہ وہی ہوگا جو مسلمانوں کے عربی کے مورخوں کی تصنیفات سے مستند و مستفیض ہوتا ہے اس زمانہ کے تمام
اقوام مہذب [illegible] و تعلیم یافتہ کے نزدیک یہ ایک بے بہا سرمایہ [illegible] تاریخ کی تحصیل نہیں ہو سکتی دیباچہ تاریخ ہندوستان پروفیسر کار اللہ [illegible]
عرب میں جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں [illegible] علم الرجال [illegible] کامل ہیں اور ان کا ایک ایک شخص عام ہے کہ وہ ملک سے تعلق رکھتا
یا قوم سے ایسی خاص نہیں ہے [illegible] رواۃ [illegible] صحیح اور [illegible] کہ اس کی صداقت اور اعتبار میں کسی قسم کا شبہ نہیں
یاں ان کے بعد جو تاریخیں لکھی [illegible] علم الرجال کا سلسلہ تعلق نہیں پایا جاتا اسی باعث سے ہمارے
زمانہ کے بعض [illegible] تاریخوں [illegible] ہے میری [illegible] میں بحرف شبہ ہی شبہ ہے اور کچھ بھی نہیں
یوں سمجھنا چاہئے کہ [illegible] جو تفسیر بن منصور [illegible] علم ہو تو تاریخ کی تالیف میں علم الرجال
سے کام لینے میں [illegible] کے ساتھ [illegible] تھا اب اس کے بعد جو تاریخیں تصنیف ہوئیں یا کسی ملک
قوم [illegible] حالات جمع [illegible] علم التاریخ [illegible] ہو کر بذات خاص علم تاریخ کی ایک شاخ
مان لیا جا چکا تھا اور اسی وجہ سے [illegible] علماء [illegible] رجال کی طرف زیادہ توجہ فرماتی اور رجال میں علم الفقہ
علم الحدیث اور علم التفسیر وغیرہ بغرض تمام شرعی مسائل [illegible] میں اس کی تاریخ سے زیادہ ضرورت دیکھی گئی بارے پچھلے
رواۃ کا سلسلہ اپنی تصنیف [illegible] میں اسی لئے خاص کر چھوڑ دیا انکی تاریخوں میں روات کا سلسلہ جہاں تک بیان کیا گیا ہے
جس قدر [illegible] زمانہ کے اعتبار سے [illegible] کے ساتھ تحشیر [illegible] نام سے [illegible] ہیں اب اس زمانہ کے مصنفین بھی اگر
سلسلہ کو قائم رکھتے اور اپنے مصنف میں جو [illegible] سے کوئی سو برس کوئی دو سو برس اور کوئی چار سو برس بعد لکھی گئی ہیں رواۃ
کی سلسلہ اسوقت تک قائم رکھتا اور [illegible] اول سے آخر تک ایک ایک کرکے گنائے جاتے تو واقعات کی تشریح اور تحقیق سے
رواۃ کی تصریح اور تصدیق بڑھ جاتی۔ [illegible] اور تاریخ کا تاریخی واقعات کی تمام خوبیوں کی ان تمام [illegible] کے ساتھ [illegible]
مگر اب ان وجوہ سے ان کی صداقت میں کلام کرنا اور انکو محض افسانہ سمجھنا یا سلاطین کی گرم درباری کو ان کا باعث ٹھہرانا
بیجا ہے عربی تاریخوں کی صداقت میں کسیکو کلام نہیں اور حقیقت میں اسلامی مورخوں نے اپنی تصانیف سے کچھ اپنے قوم ہی
لوگوں پر اپنے احسانات کا زیر بار نہیں بنایا ہے بلکہ غیر قوموں پر بھی ان کے فیوض اور احسانات کا حصہ [illegible] اگر
دیکھو تو اسوقت اہل اسلام سے زیادہ غیر قومیں دور دراز ملکوں میں ان کی [illegible] موجود ہیں [illegible]
اسلام نے اپنی بخت کیوجہ سے انکی کوئی قدر نہیں کی اور [illegible] ان کے دوسری قوم [illegible] آنکھوں سے دیکھا
اپنی تمام ضرورتوں میں اپنا راہبر بنایا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ترقی کے آسمان تک پہنچ گئے اور ہم نے جہالت کے میدان سے [illegible]
بڑھایا۔ اہل اسلام [illegible] کیا آتی شناخت آئی ان کی تمام خوبیاں جنت ہو گئیں حرب میں [illegible] تو [illegible]

سے مناقشہ ہی درہم وبرہم ہو گئیں سلسلہ آل بویہ تک کسی نہ کسی طرح اہل علم کی قدردانی ہوئی مگر تا بکے اس کے تمام ہوتے ہی یہ بھی
تمام ہو گئے سلاطین فاطمیین کی سلطنت میں کچھ لوگ پریشان ہو کر چلے گئے تھے جس کی وجہ سے مصر میں کچھ دن تک اُن کی
گرم بازاری قائم رہی مگر تاتاریوں نے تو کتب مساجد ٹھنڈا کر دیا فارس میں آل صفار سے لیکر ملوک صفویہ تک اہل علم کی ترقی ہوتی رہی
پھر مغلوں کی تاخت نے اس دولت کو بھی تاراج کر دیا۔ ہندوستان کے مسلمان ہمیشہ ایک ہی رنگ میں رنگے رہے
مگر تاہم دو چار اہل علم کے مشہور و معروف اور قابل تعظیم صورتیں ہم دربار اکبری سے لیکر دورہ عالمگیری تک کے بوسیدہ
مرقعوں میں دکھلا سکتے ہیں ان کے آگے بس اللہ کا نام ہے۔ ہندوستان کی اسلامی دیسی ریاستیں بھی یہ جوہر نہ پیدا کر سکیں
ہاں شاہان اودھ نے اپنی توفیق رفیق سے ان کی گئی گذری حالتوں کو سنبھالا۔ بخلاف اس سلطنت کے اگلی مرشد آباد اور حیدر آباد
دکن کی اپنی ہمعصر سلطنتیں ان قدر دانیوں میں اسکے برابر نہ ہو سکیں ایشیا کو خیرباد کہکر ممالک یورپ اور افریقہ میں مسلمانوں کی علمی ترقی
سراغ لگاؤ تو افریقہ کو یورپ سے صرف آگے پاؤ گے مصر میں اسوقت تک قدیم علمی آثار پائے جاتے ہیں مگر وہ بھی فقہ اصول و احادیث کی تعلیم تک محدود ہیں
کچھ مصر پر موقوف نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامیہ میں تعلیم کا لفافہ ایک ہی ہے مصر۔ ایران قسطنطنیہ اور دیگر اسلامی شہروں کے مدرسوں میں
جہاں دیکھو گے وہاں تعلیمی نظام یکساں ہوگا معقولات کی طرف بھی بہت کم رغبت کیجاتی ہے اگر معقولات میں دو چار کتابیں
ہیں بھی تو وہی جو مدت الایام سے اُن کے درس میں چلی آتی ہیں۔ ہمارے ہندوستان کے دو ایک شہروں میں جہاں کہیں
مشرقی علوم کا چرچا باقی ہے وہاں بھی یہی سلسلہ جاری ہے مگر مغربی تعلیم کے اثر نے مسلمانوں میں ضرور ایک نئی روح پھونکی تھی اور انکی
کی علمی توجہات اور تلاش و تحقیقات سے ہمکو توقع اُمید تھی کہ یہ اپنی حالتوں کو ضرور بدلینگے اور اپنے مجتہدین اچھی صورت پیدا کرینگے
گے۔ مگر خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ تھوڑی ترقی کے بعد حالانکہ نہ انہیں ابھی ملکہ پیدا ہوا تھا اور نہ انہوں نے اپنی جدید
تحقیقات کے سامنے اپنے علماء کی قدیم کتابوں کو جنکا صفحہ صفحہ اور سطر سطر بیش بہا جواہروں سے مالامال ہیں بالکل بوسیدہ اور
تقویم پارینہ سمجھا اور ان کی کوئی قدر نہ کی۔ اپنا دار و مدار مغربی علماء کی تصانیف اور تحقیقات پر منحصر رکھا جس کی وجہ سے اُن
کی تمام چیزوں کو تزلزل آگیا نہ اُن کے کلام میں بلند مرتبہ رہا نہ فقہ میں صداقت نہ اصول میں اثبات نہ تاریخ میں تحقیقات
خصوصًا شریعت اور اسکے احکام پر ایسے حاشیے چڑھے جس سے قریب قریب ارتداد کی بو آنے لگی یہ تو ظاہر ہے کہ موجودہ
علماء نے اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ تمہاری ہی کتابوں سے اب اسوقت جو تم اپنی کتابوں میں ان سے ماخذ کرتے ہو تو یہ
تمہاری کورانہ تقلید ہے تم اپنی کتابوں میں انہیں مضامین کو کیوں نہیں دیکھتے مگر بات تو یہ ہے کہ اب تم اُن کے دیکھنے کی لیاقت
ہی نہیں رکھتے دیکھو تو سہی اسوقت تک ہندوستان میں مسلمانوں کی علمی کوششوں کے اظہار اور اسکی وسعت اور ترقی و نیز کو ثبوت میں
سوائے مدرسہ ایمانیہ لکھنؤ و دیگر مدرسہ نظامیہ کہتے ہیں محمڈن اور نیٹل کالج علیگڈھ مدرسہ انجمن حمایت اسلام لاہور اور محمڈن
کالج ہوگلی کے اور زیادہ ہم نہیں دکھلا سکتے ہیں بھی صرف دو مدرسوں میں شریعت کی تعلیم جاری ہے اور باقی دو تعلیمگاہوں میں مغربی علوم
کی تعلیم ہوتی ہے۔ بہرحال کچھ ہوا اور کیا چاہیے ہو ہم اُن کو بھی اسلامی تعلیمگاہوں میں شامل کر کے اُن کے ساتھ

اپنی پوری ہمدردی ظاہر کریں گے۔

مغربی تعلیم کے اثر سے مسلمانان ہند میں **تصانیف** کا شمار اور **مصنفین** کی تعداد روز بروز ترقی پر ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ اگر اُن کی تصانیف مفید ہیں تو ملک کو ضرور فائدہ پہنچائیں گی اور ملک اُن کی کوششوں کی قدر ضرور کرتی ہوگی اور انکو ضرور احترام کی نظر سے دیکھتا ہوگا حقیقت میں یہ بات ہمارے لئے بہت بڑی خوشی کی ہے کہ بیس برس پہلے ہماری قوم کی تحریری قوتوں کی کیا حالت تھی اور اب کیا ہے ہم اُن کی جب ان مختلف فیہ حالتوں کا موازنہ کرتے ہیں تو ہمکو ضرور اپنے مقلب الاحوال کا شکریہ ادا کرنا ہوتا ہے تصانیف جو زمانہ ہٰذا میں ہمارے بعض بزرگوں نے اپنے قدیم علم السیرت کی تجدید و ترمیم کو اپنا مرکز قرار دیا ہے اور بعضوں نے ہی ان میں بہت سے **سلاطین امرا۔ علما اور مشاہیر اسلام** کی سوانحعمریاں لکھی ہیں اگرچہ وہ بھی اکثر اسلامی تاریخوں کے ماخذ ہیں اور انہیں اکثر مغربی تالیفات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے مگر ایسے حوالے قابل اعتراض نہیں ہو سکتے اس اگر نئی بات ہے تو یہی کہ ان تصانیف میں صرف نقل ہی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ تحقیقات اور تلاش بھی ہر واقعات کے ساتھ لازم سمجھی گئی ہے اور تمام مضامین کی تحقیق مغربانہ پیرایہ میں نہایت سلاست سے ادا کی گئی ہے اسوجہ سے قدیم تاریخ اور سیرت کی عبارت سے الفاظ میں اور صحت کا واقعات کے اعتبار سے دونوں مساوی درجہ میں ہیں۔ مگر ابھی تک ہمارے معاصرین کی تلاش صرف تمدن۔ سیاست اور ملکی معاملات کی تحقیقات تک محدود ہیں اسلام اور اہل اسلام کو جس کی تحصیل کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ نایاب سا ہے اُن کے متعلق تصانیف و تالیف کا کام بہت سست ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے سب سے پہلے خاص کر تقدس اور روحانی محاسن کی تعلیم دی تھی اور اس لحاظ سے اسلامی شریعت کو تہذیب اخلاق۔ عادات تقدس۔ ترک علایق۔ استغنا یہانتک کہ تمام ملکی اور مالی۔ قومی۔ غرض تمام دینی اور دنیاوی ضرورتوں کا مجموعہ تمام حاجتوں کے لئے طیار کر دیا تھا۔ وہ شریعت اپنے ایسا کامل رہبر تھا کہ پھر تمکو کسی دوسرے کی مطلق ضرورت نہیں تھی اس سے اپنی تمام ضرورتوں کی نسبت کامل ہدایت پا سکتے تھے مگر جب تم میں ملکگیری کی خواہشیں اور دنیاوی ثروت و اقتدار کی لالچ پھیلی اور بعد چندے تم دنیا میں بہت بڑے دولتمند ہوئے تو تم نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اسکو صرف [illegible] چھوڑ دیا اسلام کے ان فرمانرواؤں کی نسبت امام محمد غزالی نے جو اپنی یادداشت رائے سر العالمین میں لکھی ہے وہ ہم اس کتاب میں آگے درج کر چکے ہیں اگر پہلے نہیں تو اب ہمارے اسلامی بھائیوں کو اسکی ضرورت محسوس ہونے لگی اور دو چار مقدس بزرگوں نے ان تصانیف میں اپنی لیاقتوں کے جوہر دکھلائے ہیں مگر ایسی تصانیف کا شمار ابھی بہت کم ہے۔ اہل اسلام کو بہت جلد اس طرف توجہ کرنا چاہئے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان علوم کی ناواقفیت کے باعث انکی تمام دینی اور دنیاوی تمام ضرورتوں میں ضعف اور اضمحلال ہوگیا وہ اپنے کسی ارادے میں ایسی پرہمتی اور پرجوشی سے قدم نہیں بڑھاتے جیسے اُن کے قدیم [illegible] نے اپنے تمام عہد اور رسم بر آوردہ ہونیکی کوششوں میں کچھ اپنی ہی ملک میں نہیں بلکہ دور دراز میں غیر قوموں کے سامنے اپنی عالی ہمتی اور [illegible] کا کام لیا تھا مدبر ہیں جیسے لیا انکو سیاست میں دخل نہیں تھا تمام تر دخل ہے انکے تدبر اور سیاست کی مثال اپنے زمانہ میں دکھلا سکتے ہیں دیکھو انکی متعدد فتوحات تمام دینی اور دنیاوی محاسن کا مجمع تھی وہ جیسے مدبر تھے ویسے ہی مقدس بھی اُن کی کوئی تدبیر یا [illegible]

کے اصول کے ساتھ اپنی شریعت کی تمام احکام کی پورے طور سے پابندی کی اور کبھی دنیاوی اقتدار کی کوششوں میں اپنے دینی اغراض کو فوت نہیں سمجھا اپنے زمانہ میں ملک اور قوم کو دنیاوی ثروت کی تحصیل کے ساتھ تمام روحانی تعلیم کی پوری ہدایت فرمائی جس طرح **تمدن۔ سیاست** اور **تدبر** کی طرف انکو متوجہ فرمایا اسی طرح انکو تزکیۂ نفس **اخلاق۔ استغنا** اور **تقویٰ** کی کامل تعلیم پہنچائی اور انکو تمام بری عادات سے بچنے اور پرہیز کرنے کے لئے ایک بار نہیں ہزار ہا بار موقع [illegible] ہزار موقع پر مختلف ذریعوں سے اور متفرق قرینوں سے کامل طور سے موعظت فرمائی انھوں نے تمام محاسن اخلاق اور مکارم عادات میں اپنی ذات کو اپنا آپ جواب کر دکھلایا اگر ان میں استغنا تھا تو ویسا ہی زہد و تقویٰ تھا اور ویسا ہی [illegible] اپنی موعظت کی طرف توجہ فرمائی تو اسی مستعدی اور سرگرمی سے ملکی اقتدار اور خلقی کاروبار کی طرف رغبت کی تو اسی [illegible] سے غرض جس انداز سے جس طریقہ پر غور کرو ان کی ذات مجمع الصفات کو تمام محاسن اور محامد کا مجموعہ پاؤ گے۔

لیکن اب تمام اسلامی شاہی خاندان اور سلاطین کو انھیں صفات سے موصوف [illegible] ہو تو ناممکن ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک دو چار مخصوص اوصاف سے ضرور موصوف ہونگے [illegible] محاسن کی گلدستہ ہے [illegible] اور اسلامی مورخین کی [illegible] ایسے [illegible] حالات و واقعات [illegible] عادات کے مستنبط کرنے [illegible] ہے [illegible] سے کہ انھیں کی [illegible] حالات [illegible] انکا دفینہ ہوجاتا اور ان کی پستی اور بری روش کا منصفہ بھی ہم [illegible] اسلام [illegible] ترقی [illegible] ہے اور اہل اسلام کو محض **رہبانیت۔ عزلت گزینی** اور **گوشہ نشینی** [illegible] کے ساتھ [illegible] سے تزکیۂ نفس [illegible] قلب [illegible] سلامت [illegible] کی بھی صرف ہدایت [illegible] اب الوہی اسلامی فرما [illegible] سے کام لے اور شریعت احکام کو اپنی تدبیروں اور تجویزوں کے خلاف [illegible] طبیعت میں [illegible] تو ایسی سیاست [illegible] اپنی کامیابی کی کوششوں میں [illegible] اور ان کے سامان اور اسباب پر [illegible] تو تم کو پورے طور سے معلوم ہو جائے کہ اسلام نے اپنے [illegible] دشمنوں کے مقابلہ میں اپنی استبازی اور صداقت کو کس استقلال سے قائم رکھا ہے [illegible] میں اپنی صداقت کے تمام اچھے نتیجے حاصل کئے ہیں۔ صداقت اور استبازی تمام کامیابیوں کا [illegible] ہے اگر تم [illegible] اور [illegible] تمکو اپنے مخالف کے مکر و حیلہ کی مطلق ضرورت ہوگی مگر اس کے ساتھ تمکو اپنی صداقت اور [illegible] ایسا ہی [illegible] استقلال چاہئے مگر ایسا یقین اطمینان اور استقلال بھی تو مشکل ہے۔ اسلام کو آج [illegible] صداقت ہے جس کے نمونے سے ان کی ترقیوں کے تمام [illegible] ہوئے ہیں اور ان کے کسی کاروبار میں نمایاں سرسبزی اور

والی نہیں ہوتا وہ اسی کے نمونے کا نقش ہے۔ سو دنیاوی ترقیات کے حصول کیلئے جہاں ہی اخلاقی اور روحانی محاسن کی طرف سے بے پروا ہو جانا ہرگز اسلام کا منشا نہیں ہے۔ دنیا کے تمام مذہبوں میں اسلام ہی ایسا یگانہ گوہر ہے جس نے ان دونوں راستوں کو ایک ساتھ طے کرنے کی تمام اجازت دے دی ہے اور یہ امر اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ اگر ہم سلامت روی سے ان دونوں راہوں کو ایک ساتھ طے کر چکے تو ہم ضرور ہی کامیابی کے منزل پر پہنچ جاوینگے اہل اسلام کو فی زماننا بار دیگر ترقی کرنے کے لئے اپنی روحانی اقلیم سے فیضیاب ہونے کے لئے ضرور کوشش کرنا چاہئے اور اس کی تحصیل کی کوششوں کے ساتھ ان بزرگواروں کے احوال پر ضرور نظر ڈالنا چاہئے اور ان کے مقدس حالات اور واقعات کو ضرور پڑھنا چاہئے جنہوں نے اپنے تمام **دنیاوی امور کو دینی اصول** کے مطابق برتا ہے اور اپنی زندگی کے تمام ضروری اور لازمی کاروبار میں اس راستبازی اور دیانت سے کام لیا ہے جس کی تعلیم انہوں نے **بانی اسلام** علیہ السلام کے ہاتھوں سے پائی تھی۔ کیا اچھا ہوتا اگر سلاطین عمائد اور اسلامی مشاہیر کے عوض ہمارے ہم دینی لیاقت معاصرین اسی مقدس اور متبرک طبقہ کی طرف اپنی توجہ فرماتے اور ان کے واقعات اور حالات کی تفریح و تشریح کے لئے اپنے قلم اٹھاتے تو ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ ان کی یہ بیش بہا کوششیں انکی موجودہ ضرورتوں کے لئے سب سے زیادہ مفید ہوتیں اور آج ہمکو ان سے ان امور کے لئے اپنی سفارش کی ضرورت نہ تھی۔ ایسے مقدس بزرگواروں کے احوال پڑھ کر ہمکو پورا یقین ہے اسلامی دنیا میں ضرور پھر ان باتوں کی طرف رغبت ہونے لگتی جو کہ مدت الایام سے بھولے ہوئے ہیں۔ ان کے احوال کچھ صرف دلچسپی کے ہی باعث نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تنبیہ اور ہدایت کے بھی ان کے احوال جیسا ہم اوپر ابھی بیان کر آئے ہیں تمام محاسن اور محامد کے ایسے ہی کامل مجموعے ہیں کہ پھر انکے سامنے کسی دوسرے کے استفادہ کی مطلق ضرورت نہیں رہے گی۔ ان امور کے لحاظ سے ہمارے علماء کی موجودہ جماعت کو بہت جلد اس طبقہ کرام کے احوال جمع کرنے چاہئیں جو تمام ذاتی اور صفاتی جامعیت کے اعتبار سے تمام اہل شہر پر فضیلت اور ترجیح پا چکے ہیں ایسے مقدس بزرگواروں کے بتانے میں ہم سوائے **حضرات اہلبیت طاہرین** علیہ السلام اور کسی کا نام نہیں لے سکتے انہیں کی طرز زندگی اور معاشرت ایسی پاکیزہ گذری ہے جس میں کسی خدشہ کی سر مو گنجائش نہیں ہے انہیں کے روزانہ حالات اسلام کی پوری پابندیوں کے ساتھ ایسے صاف اور ستھرے پائے جاتے ہیں جو اپنی قوم کی اصلاح کے لئے پورے رہبر ہونے کی لیاقت رکھتے ہیں۔ ہمکو اہل اسلام کے احوال درست کرنیکی امید میں اُنسے بڑھکر دوسرا ہادی نہیں مل سکتا ان کے مقدس حالات سے علمی اکتساب کے ساتھ ہی تہذیب اخلاق راستبازی امانت اور صداقت کی پوری تعلیم حاصل ہو سکتی اور اسکا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ اسلام کی تمام پاک ہدایتوں اور ارشادوں کی ابتدا اسی گھر قائم ہوئی تھی۔ خدا کی تمام حجتیں اور دلیلیں اسی گھر سے قائم ہوئیں خدائے سبحانہ تعالیٰ کے مقدس کلام اور مبارک احکام اسی گھر میں آئے فرشتوں کا آنا اور احکام آسمانی کا لانا (اگر ہمارے معاصر اپنے مذاق کی خلاف نہ سمجھیں) تو اسی گھر میں ہوا سب خاص الٰہی

تصنیف۔ احادیث نبوی اور احکام شریعت کی تجمیع اور ترتیب اسی کثرت سے ہوئی ہے کہ اسلامی دنیا کے ہر گروہ اور ہر طبقہ کے علماء اور محدثین نے جو کچھ حاصل کیا وہ ادا کر گئے۔ مگر ایسے اعلیٰ اور عدیم المثال صفت کے احوال کو قلم انداز کرنا اہل اسلام کی موجودہ جماعت پر تغافل۔ کم بینی۔ اور بے پروائی کا سخت الزام لگاتا ہے۔ اسلام کے قدیم مصنفین کی کتابوں میں ان کے احوال کثرت سے موجود ہیں مگر زمانہ کے تغافل کے ہاتھوں ناپرسان۔ اسوقت ہمارے معاصر مصنفین کی ذی لیاقت جماعتیں۔ افسوس ہے ہم کسی ایسے بزرگ کا نام نہیں بتلا سکتے جس کی توجہ کی نظر نے اس طرف دیکھا ہو۔ ابھی حال گذشتہ میں جناب مولوی سید احمد حسین خان صاحب بہادر ریٹائرڈ ڈپٹی مجسٹریٹ و رئیس پریاواں کے سلسلہ تصنیفات جو انہوں نے حضرات ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے احوال میں لکھے ہیں۔ دیکھئے ہمارے معزز اور ذی لیاقت بزرگ نے ان حضرات علیہم السلام کے فضائل اور مناقب ہی تک کے احوال قلمبند کئے ہیں اور عربی اور فارسی مصنفین کے طریقہ تالیف سے زیادہ نہیں بڑھے ہیں حالانکہ یہ امر خوب معلوم ہے کہ مغربی تعلیم کے اثر نے فی زمانا علم السیرت کے لکھنے کا اندازہ بالکل بدل ڈالا ہے اور بہت سی ایسی مفید اور ضروری چیزوں کا اضافہ کیا ہے جن کے نہ لکھنے سے ایک سیرت لکھنے والے کی تصنیف تالیف کبھی کامل نہیں کہی جا سکتی۔

لہذا ہم نے اس مقدس طبقہ کے بزرگوں کے پورے احوال کے لکھنے کی طرف اپنی ہمت کی کمر باندھی ہے خدائے لایزال میری ہمت میں استقلال دے اور اسی وجہ سے پہلے **راس الرئیس اہلبیت الطاہرین نفس سید المرسلین زوج سیدۃ النساء العالمین ابو الائمۃ المعصومین۔ امام المتقین ولی الصالحین یعسوب الدین امیر المومنین اسد اللہ الغالب** مولانا و مقتدانا و سیدنا علی ابن ابیطالب سلام اللہ علیہ وعلی ابنائہ اجمعین کے حالات سات برس کے عرصہ میں جمع کئے اگرچہ اہل اسلام کی کوئی کتاب عام اس سے کہ وہ اہل اسلام کے کسی فرقہ کی ہو ایسی نہیں ہوگی جو جناب علی مرتضیٰ کے احوال سے خالی ہو۔ تاریخ۔ حدیث۔ سیرت۔ رجال کل علم انکے احوال سے مالامال ہیں۔ مسند۔ خصائص۔ مناقب کی کتابیں اسوقت سے اسوقت تک انکے مقدس حالات محاسن عادات اور صفات کو آئینہ کی طرح دکھلا رہی ہیں مثال کے لئے امام نسائی کی خصائص امام فخر الدین رازی کی اربعین طراز المدیح فی خلیفہ اور خطیب خوارزمی کی مناقب دیکھو ابھی انکی ایسی ایسی ضخیم اور بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں جو مخصوص انہیں کے احوال اور کمال کا خزینہ ہیں جنکو سوائے انکے اور کسی دوسرے بزرگ کا نام اسلام کے وسیع دائرہ میں ایسا نہیں ملتا ہے جس کے خصائص فضائل اور مناقب میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہوں انکی موجودگی میں دوسری کتابوں کے لکھنے کی بہت کم ضرورت تھی۔ مگر افسوس جن معتبر اور مستند کتابوں کا ہمنے نام لیا وہ ایک تو زمانہ کی کم اعتنائی کے سبب محض ناپید سی ہو گئی حالانکہ پڑی ہوئی ہیں اور دوسرا ان میں بھی وہی نقص ہے کہ سوائے فضائل و مناقب کے دوسرے حالات نہیں ملتے اور اگر ہیں بھی تو انکی ترتیب التزام میں رہ کر لحاظ نہیں ہے۔ ہمارے زمانہ کے اکثر احباب ان کتابوں میں اپنے وقت کی سوانح عمریوں کی سی ترکیب تلاش کرتے ہیں اور تمام مضامین کو ایک کتاب میں دیکھنا چاہتے ہیں یہ بیجا ہے حالانکہ انکو جب کبھی کسی شخص کی نسبت کچھ لکھنا یا پڑھنا ہوا تو وہ تین مصنفوں کی کتابیں ضرور اپنے پاس رکھیں تاریخ۔ حدیث۔ رجال اس انتظام سے البتہ وہ ایک شخص کے حال کو

حال کو پورا پا سکتے ہیں ورنہ ایک کتاب کے مطالعہ سے ان کی تحقیق کامل نہیں ہو سکتی اگر وہ صرف تاریخ ہی کو دیکھیں گے تو انکو فضائل و مناقب اور خصائل کی ضرورت باقی رہ جائے گی اگر تمام حدیث کی کتابوں پر کفایت کریں گے تو تاریخی واقعات اور ان حالات کے متعلق رہ جائیں گے جو تاریخ اور رجال سے متعلق ہیں علم سیرت خاصکر ان تینوں علوم کا مجموعہ ہے کسی شخص کے حالات لکھنے میں جبتک ان تینوں علوم کی کتابوں میں تلاش نہیں کی جائے گی ممکن نہیں کہ کوئی مؤلف اپنی تالیف کو تمام کر سکے تاہم معاصرین نے اسی انداز میں اپنی تالیفات کا کام شروع کیا ہے جتنے جدید اضافے فی زمانہ سوانحات عمری کے لکھنے میں کئے گئے ہیں وہ نہایت گران قدر مفید اور ضروری ہیں حقیقت میں اگر ان قیود اور التزامات کے ساتھ عام اس سے کہ کیسی ہی تالیف ہو کوشش نہیں کیجاتی تھی انکی تالیفات کا پایہ ترقی اور رتبہ بلند نہیں ہو سکتا جیسے ان اصول پر ابتدا سے اپنی عنایت و رعایت کی توجہ قائم رکھی اور اس کتاب کے جمع کرنے کے وقت ایسا ہی پیرایہ کا لحاظ رکھا اور حتی الامکان وہ تمام ابتدائی اور سیرتی حالات اور واقعات جو ایک سیرت نگار یا مؤرخ تذکرہ لکھنے میں اور سب جمع کر دئے اور انکے ہر ممتاز کا کامل توضیحات اور تصریحات کے ساتھ بیان کر دیا ہماری کتاب سے پہلے تین کتابیں امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے حالات میں ذو قدر معاصرین کے قلم سے نکل چکی ہیں جنمیں سب سے پہلے **اتحاف** الاسلام جو مطبوعہ لکھنؤ ہے جدید لکھنؤ سے چھپکر شائع ہوئی اسکے ہر رسالہ کے مضامین کی خوبی کے اعتبار سے بہت ہی غنیمت اور نادر تھا مگر افسوس ہے کہ صرف تین رسالہ کے ساتھ جناب کے حالات ایک جلد میں تمام ہو گئے اس لئے ہم اسکی نسبت کچھ نہیں لکھ سکتے

دوسرا چھوٹا رسالہ **المرتضیٰ** لاہور سے شائع ہوا اسکے قابل قدر مصنف نے تھوڑے میں سب حالات لکھے ہیں گو ہم انکو جناب امیر المومنین کے حالات کی ایک مختصر فہرست کہہ سکتے ہیں اور زیادہ نہیں ان دونوں چھوٹے رسالوں کے بعد ایک ضخیم کتاب جو شاید دونوں سے زیادہ ضخیم ہے۔ مجاولی پریس امارحی لاہور سے شائع ہوئی اس کتاب کے ذی قدر اور مقدس مؤلف **خواجہ** عبید اللہ صاحب امرتسری ہیں جو مدت الایام تک ریاست رامپور میں عہدۂ جلیلہ پر مامور رہ چکے ہیں یہ کتاب بلا شبہ جامع اور نافع ہے اور مصنف کی اعلیٰ لیاقت اور بیش بہا علمی جوہروں کو بتلا رہی ہے مصنف ممدوح نے اس کتاب میں امیر المومنین کی فضیلت کو سائر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیات قرآنی اور حدیث نبوی صلعم سے اچھے پیرایہ میں اور دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اور مخالف کی تاویلات کا جواب دے کر خواجہ صاحب نے بڑی ہمت اور جانفشانی سے کام لیا ہے اور جابجا اپنے علم کلام کی لیاقتوں کو بھی نہایت متانت سے ظاہر فرمایا ہے بہرحال یہ کتاب اپنی جامعیت کی حیثیت سے ضرور ان کتابوں کے ہمپایہ اور ہموزن ٹھہرائی جائے گی جو قدیم مصنفوں کے دست قلم سے **مناقب** اور **خصائص** میں لکھی گئی ہیں افسوس ہے کہ اسمیں بھی طرز قدیم کی پیروی کی گئی اور ان جدید اضافات کی طرف مطلق توجہ نہیں فرمائی گئی جن کے مفید اور ضروری ہونیکا سارا تمام دنیا میں تسلیم کر لیا گیا ہے باوجودیکہ اس ضخیم کتاب میں وہ سب چیزیں جو ایک سیرت کی کتاب میں چاہیئے موجود ہیں مگر صرف ایک ترتیب اور التزام کے پورے انتظام نہونے سے اس کتاب کا شمار سیرکی کتابوں میں مشکل سے ہو سکتا ہے ان کتابوں کے بعد اور کوئی دوسری کتاب جناب امیر المومنین کے حالات میں میری نظر سے نہیں گذری کیا تعجب ہے کہ خمسہ طیبہ کے متبرک اعداد کے اعتبار سے پانچواں نمبر میری کتاب کا ہو میں نے اس کتاب کے جمع کرنے کے وقت نہایت

لہ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین بارہ جلد مطبوعہ مطبع ترقی دہلی۔ مصنفہ عالیجناب مولانا مولوی السید ظہیر حسن صاحب قبلہ سب سے پہلی کتاب ہے جو حالات امیر المومنین علیہ السلام میں لکھی گئی ہے اور جس کے ... [illegible]

اپنے پاس قدیم کتابوں کا ذخیرہ موجود رکھا جن کے ناموں کی فہرست ہم دیباچہ کے آخر میں طیار یاد کئے مگر ترتیب معذا ۔۔۔
التزام واقعات میں جدید مولفوں کی تقلید کیجو کہ میری تالیف دونوں زمانوں کے مصنفوں کی تصنیف کا مجموعہ ہے اسمیں واقعات
اور حالات تو قدیم کتابوں سے لئے گئے ہیں مگر ان کی ترتیب کا انتظام زمانہ حال کے علما کی طرز پر کیا گیا ہے میں نے لکھنے کو
تو صرف سیرت کی ایک کتاب لکھی ہے مگر جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں تاریخ حدیث اور رجال کی متعدد کتابیں ہر وقت اپنے
مطالعہ میں رکھیں اور جس جس واقعہ کی نسبت مجھے یہ گمان ہوا کہ اسکی پوری تصریح نہیں ہوئی اسکی ۔۔۔ کی ضرورت
یا کسی واقعہ میں زیادہ تحقیقات اور زیادہ کتابوں سے ثبوت کی حاجت ہے ان تمام ضرورتوں کو اپنے ہاتھ ۔۔۔ سے
حل کر لیا اور ۔۔۔ اپنی تالیف میں ابتدا سے انتہا تک ۔۔۔ التزام واقعات کی پوری توضیح انکی روایات کی توثیق ان کا باہمی
اختلاف ۔۔۔ کے فیصلے ان کی تحقیق اور پھر اپنی آزادانہ رائے دینے میں حد درجہ کی کوشش سے کام لیا ہے ۔۔۔ مجبوری سے مجلو
۔۔۔ یا ہے لہذا ۔۔۔ تالیف نے زمانہ ۔۔۔ روز ۔۔۔ صفحہ سے زیادہ نہیں لکھے اس کتاب کی ۔۔۔ باعتبار واقعات کے دو حصوں
میں کیا گیا ہے پہلے حصہ میں خاص سیرۃ النبی کی ۔۔۔ شروع اسلام ۔۔۔ سے لے **آخر خلافت راشدہ** تک کے حالات تمہید کے
۔۔۔ دوسرے حصہ میں امیر المومنین ۔۔۔ تمدن ۔۔۔ سیاست ۔۔۔ انتظام ۔ اخلاق ۔ عادات ۔ صفات اور معاشرت کے متعلق تمام
کمال حوالہ جات ۔۔۔ گئے ہیں اتنی محنت اور جانفشانی کے بعد ہم اپنی کتاب کی نسبت اتنا کہنے کے ضرور مجاز ہوسکتے ہیں کہ ۔۔۔
۔۔۔ آپ کی مقدس زندگی کے تمام واقعات ۔۔۔ سیرت کے جدید پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اس سے پہلے کی جو تصنیفیں ہیں ۔۔۔
۔۔۔ کے فضائل و مناقب ۔۔۔ مضامین سے صرف **اہل کلام** کو فائدہ ۔۔۔ کما ہے یا **ناقلین حدیث** و اہل تاریخ
و سیرت سوانح چند سیدھی سادی باتوں کے اُن کے مضامین سے مستفیض نہیں ہو سکتے یوں تو ہم سے ۔۔۔ کی تالیف ۔۔۔
علمائے کرام کی مختلف کتابیں دیکھیں مگر جہاں کہیں اپنے احوال مستند کئے ہیں فضائل و مناقب اور شجاعت کی بہ نسبت
ساتھ اخلاق اور عادات کے متعلق بھی حالات جمع کر دئے گئے ہیں سیاست اور تمدن کے حالات ۔۔۔ واقعہ کے لکھنے
و عادات کے متعلق بیان کئے گئے ہیں اور کہیں شجاعت اور دلاوری کی فکر ہے اسی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ تمام واقعات کو جمع کر
دیا ہے مگر ان میں کوئی التزام ہے اور نہ کوئی ترتیب ہمارا یہ دعوے نہیں کہ ہماری کتاب میں وہ واقعات ہیں جو علمائے قدیم
کی کتابوں میں نہیں مل سکتے ہیں ہرگز نہیں میرا یہ خیال نہیں ہو سکتا ہماری تمام کتاب محققین کی تالیفات اور احسانات کی زیر بار ۔۔۔
ہے مگر بات اتنی ہے کہ اس زمانہ کی طرز تحریر کے جیسے جن مضامین کے ساتھ یا جن سرخیوں کے نیچے تم انکو دیکھنا چاہتے ہو ان کے
ساتھ یا اُن کے نیچے نہیں پاؤ گے کیونکہ اسوقت تک علم السیرت میں ایسے مضامین لکھنے کا طریقہ نہیں جاری ہوا تھا ۔۔۔
ایک مستقل مولف کا فرض ہے کہ وہ اپنی پہلی کوشش انہیں واقعات کے دریافت کرنے اور اسکی ترتیب ۔۔۔ ہے ۔۔۔
بیشک تاریخ ۔۔۔ کے مطالعہ سے پہلے فضائل مناقب اور حدیث کی کتابوں کی سیر کی اور اُن سے زیادہ تر ان واقعات کا پتہ لگایا اور ان
کتابوں کے انتخاب سے فرصت پا کر اپنے اس منتخبات کو تاریخی حیثیت سے جیسا چاہئے تھا ان کو انکا ہم زبان اور ہم داستان بنا دیا تب

تب اُن [illegible] مناسب [illegible] مقاموں پر مندرج کردیا مجکو اپنی کتاب لکھنے سے پہلے جیسے ہمارے بعض احباب
[illegible] یہ خیال تھا [illegible] تالیف بھی اگرچہ سیرت کے جدید طرز پر لکھی جائے گی مگر تاہم وہ مناقب کی کتاب زائد نہوگی
[illegible] ان واقعات کی تلاش کی وجہ سے میرا خیال غلط ثابت ہوگیا اور مجکو سیرت کے متعلق اس کثرت سے ان امور
[illegible] اور حالات کا سرمایہ [illegible] میں [illegible] وقت محسوس [illegible] دلا دیئے گئے اور پھر مجبور ہو کر مجکو اپنے منہاج سے بھی
[illegible] ضرورت ہوئی اصل یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی نسبت ہمارے احباب کے بھی ذہن نشین ہو رہا تھا جس قدر
[illegible] اپنے علماء کی کتابوں میں دیکھتا [illegible] پڑھتے [illegible] علماء [illegible] سے یا اُن کے منبر [illegible] قلموں سے جناب امیر
کے حالات کے سننے میں [illegible] مناقب کی طرح [illegible] سے مرفوع ہیں
[illegible] کی وجہ [illegible] لکھی جا چکی
[illegible] زیادہ توجہ [illegible] بیان
[illegible] دلچسپی [illegible] کی سیرت اپنا [illegible]
[illegible] حقیقت [illegible] صاحب کی [illegible]
[illegible]
[illegible] صفات سے لوازم
[illegible] کہ ہوا [illegible] نام [illegible]
[illegible] ہی حالات [illegible]
[illegible] تمام اوصاف [illegible] دیکھنا [illegible]
[illegible] خاص ضروری طور [illegible] کتابوں [illegible]
سمجھ کر نظر انداز کردیں اور ان کی بجائے صرف مناقب کو محض افسانہ کو خیال کریں [illegible]
[illegible] داخل اور [illegible] کی وجہ [illegible] کتابوں میں ہمارے
نقد ہے اُنھوں نے جو لکھا ہے وہ اپنے زمانہ کے اعتبار سے اور اپنی طرز [illegible] بہت ہی اچھا ہے
ہمارے اعتراض کی نسبت بھی اُن کی طرف اٹھ نہیں سکتیں اور ہمارے غرور کا سر کچھ [illegible] احسان کی ممنون کو نیچا نہیں
کرسکتا بات تو اتنی ہے کہ وہ اس زمانہ کے ایسا کر گئے تم اور اب ہم اپنے زمانہ کے ایسا کرنے جو انصاف کا مقتضی ہے
ہے کہ جس لیاقت سے وہ کام کر گئے تم بھی اسی [illegible] دوسرے کام سے جاو میری کتاب کا علاحدہ تو نہیں [illegible] دنیا کی نگاہ میں جلد
معلوم ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ جناب امیر کے حالات [illegible] معمولی طور پر پڑھے وہ فضائل وغیرہ سے غیر مقید حدود تک محدود تھی
اور وہ زیادہ [illegible] کہ جناب امیر کو اپنا مقتدا اپنا پیشوا اور اپنا مفترض الطاعۃ امام سمجھیں اور آپکے احکام کو اُن کتابوں میں ملاحظہ کریں

مدن کے وہ احکام فرمان اور وہ ضروری اور طولانی ہدایت نامے اور دستور العمل کے واقعات اس کثرت سے پائیں گے جو انکی آنکھوں میں ضرور غیر معمولی طور پر بالکل نئے معلوم ہوں گے اسکا اصلی باعث یہی ہے کہ اُن کے مطالعہ سے جتنی کتابیں گذری ہیں وہ عموماً ان مضامین سے خالی ہیں اور انہیں وجہوں سے ایک محض غلط خیال ہر طبقہ کے لوگوں میں یہ عالمگیر ہو رہا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں ان حالات کا پتا نہیں لگ سکتا بعض کوتہ بینوں نے تو نہایت شوخ چشمیوں سے لکھدیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام میں سیاست و مدن کی صلاحیت ہی نہ تھی ہمکو پوری امید ہے کہ ہماری کتاب ان مضامین سے ان غلط فہمیوں کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور وہ آنکھیں کھولکر امیر المومنین علیہ السلام کی کثرت سے ان احکام۔ فرمان۔ قواعد اور قوانین کو جو سیاست ملکی کے ہر ایک صیغہ کی نسبت اس کثرت سے درج پائیں گے جن کی مثال وہ اپنے زمانہ کے موجودہ مدبران ملکی کے سوانحات میں مشکل سے دکھلا سکتے ہیں یعنی ملکی انتظام کی نسبت کچھ سیاست مدن اور تفقد احوال رعایا کے مضامین سے جناب امیر المومنینؑ کی استعداد اور محاسن لیاقت کے اظہار کو تمام نہیں کر دیا ہے بلکہ وہ چھوٹے بڑے واقعات اندرونی اور بیرونی حالات جو انتظام ملکی کے متعلق ہیں تمام صیغوں میں پائے جاتے ہیں عام اس سے کہ صنعت و حرفت ہو تعلیم کا صیغہ ہو یا فتوحات کے معاملات قضا کا محکمہ یا تحفظ رعایا کا بندوبست افواج کا سررشتہ ہو یا تحصیل کا دیوان جس توجہ اور جس دلچسپی اور بیدار مغزی سے امیر المومنین علیہ السلام نے انمیں سے ہر ایک کی پوری خبر گیری کی اور ان کی درستی اور ترتیب میں جن کوششوں اور عرقریزیوں سے کام لیا وہ دنیا کے کارنامے میں اپنی آپ مثال ہیں تم مشکل سے ہمکو دنیا کے کارناموں میں جناب امیر المومنین علی ابن ابطالب علیہ السلام کے ایسے مستقل فرماں روا کی مثال دکھلا سکتے ہو اللہ اکبر کچھ کم چار سال کی مختصر اور قلیل ایام حکومتیں جمل کے واقعات سے لیکر **صفین** اور **نہروان** کے معاملات تک اپنے سے دونی جمعیت کا مقابلہ کرنا اور ابتدا سے لیکر اُن کے کسی ظالمانہ اور وحشیانہ مظالم انتہا تک جواب ندینا اور شبانہ روز کے ان شدید مصائب پر صبر کرنا حریف کی تمام قوتوں کو اپنے دلیرانہ حملوں سے ہر مقابلہ اور محاربہ میں کاٹنا اور اسکو شکست کے قریب پہنچا کر دوسری ناگہانی بغاوت کی مدافعت پر اسی مستعدی اور استقلال سے کمر بستہ ہو جانا ان سے مقابل ہونا اور اپنی ہدایت اور موعظت کی اخیر حجتوں کے بعد ان کی تمام و کمال جمعیت کا صرف **نو آدمیوں** کے سوا دسواں زندہ نرہا خاتمہ کرنا پھر اپنے ملک کو حریف کے مخالفانہ اور اندرونی غدر سے محفوظ رکھنا یہ ایسے جوہر ہیں جو امیر المومنینؑ کے استقلال ہمت جگرداری اور قوت داری کے بے مثال ثبوت ہیں جس کی نظیر تم مشکل سے کسی دنیاوی فرماں روا کے واقعات میں دکھلا سکتے ہو غور سے دیکھو تو امیر المومنین علیہ السلام کے تردد پر تردد۔ انتشار پر انتشار کے بعد بڑھتے ہی چلے گئے ۳۹ھ کے اخیر سے **معاویہ** کے بزدلانہ حملے شروع ہو گئے کہیں ضحاک ابن قیس الفہری کے ذریعہ سے **عراق** پر حملہ ہوا کہیں نعمان ابن بشیر الانصاری کے وسیلہ سے **ملک یمن** پر کہیں عمرو ابن حضرمی کی عرفت بصرہ پر تاخت ہوئی۔ کہیں بسر ابن ارطاہ کے ہاتھوں **حرمین** کے لوٹنے کا حکم دیا گیا راہداری کے بندوبست اور **حجاج** کے سالانہ انتظام میں خلل ڈالا گیا حاجیوں کے قافلے لوٹ لئے گئے غرض وہ کون بات تھی جو ملک کے غارت اور رعیت کے تباہ کرنے میں اٹھا رکھی گئی مگر معاویہ کو اتنے مفسدوں میں کسی ایک میں بھی امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ حیات تک کامیابی کا موقعہ ملنا تھا نہ ملا

تم تفصیل سے ان حالات کو اپنے مناسب موقعہ پر پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہو کہ اتنے ترددات میں ایک فرماں روا کا مستقل رہ جانا اس کی دلیری ہمت اور استقلال کو کیسا بے مثال ظاہر کرتا ہے ایسے نازک وقت میں خصوصاً جب مخالف کی قوت کسی قدر ترقی کر گئی ہو اس کی ہر مخالفت کی پورے طور سے خبر لینا اور اس کے تمام باغیانہ کارروائیوں کو عین وقت پر روک دینا اس کے لئے ایسی نادر اور بے نظیر مثال ہوگی جو اور سلاطین اور حکمرانوں کے واقعات میں نہیں ملے گی ہم نے امیر المومنین علیہ السلام کی سیاست اور مدن پر اپنے تمام مضامین سے زیادہ توجہ کی ہے اور اسکو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے صرف فضائل و مناقب ہی سے اجتک تمام بحث کی جاتی ہے اُن کا کوئی معمولی سے معمولی واقعہ بھی ایسا نہ چھوٹا ہوگا جو سوانح یا رسے کم زمانہ حال کی کتابوں میں نہ لکھا گیا ہو اور ان پر اہل زمانہ کی نگاہیں نہ پڑ چکی ہوں مگر اجتک ملکی انتظام اور سیاست و مدن کے احکام سے بحث نہیں کی گئی تھی اور ان میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی لیاقت ۔ متانت اور استعداد کے عدیم المثال اور بیش بہا جوہر نہیں دکھلائے گئے تھے اور وہ **ارشادات ۔ توقیعات ۔ فرامین ۔ احکام قوانین ۔ ملکی اور مالی قواعد ۔ دستور العمل** اور **ہدایت نامے** جن کے حرف حرف سے ملکی انتظام اور بندوبست کی نسبت امیر المومنین علیہ السلام کی پوری لیاقت اور کمال کا پتہ لگتا ہے اجتک ہمارے معاصرین کی آنکھ سے ضرور پوشیدہ تھے ہمیں نے اور واقعات کے مقابلہ میں زیادہ تر انہیں حالات کو پوری تشریح کے ساتھ لکھا ہے اور سیاست و مدن کے ہر صیغہ کو جدا جدا لکھا ہے اور ان کی تفصیل میں بھی یہ انتظام قایم رکھا ہے کہ پہلے ہر صیغہ کی ماہیت لکھی ہے پھر اسکی موجودہ حالت کو قلم بند کیا ہے پھر اس میں جو کچھ کمی یا اضافہ یا فرمانروایان سابق کے انتظام کے بعد موجودہ انتظام میں جو کچھ ترمیم ہوئی ہے وہ بتلا دی ہے اس کے بعد آخر میں جو کچھ واقعات اس کے متعلق ہوئے یا جو احکام اور فیصلے دربار خلافت سے اس کے لئے نافذ ہوئے وہ سب مندرج کر دئے اسی تفصیل سے میں نے تمام ملکی انتظام کے ابواب کو بیان کیا ہے مثال کے لیے دیکھو ۔ والیان ملک کا عہدہ والیان ملک کے تعین اور دیگر معاملات میں ہے یوتی ان کے متعین کے طریقے ان کی ضروری ہدایتیں اُن کی خدمات کی تعمیل کی نسبت تاکیدیں رعایا کے ساتھ محاسن سلوک ملک میں مصالحت کے فوائد خونریزی کے صریح نقصانات اُس کے تشیر اور مشورت ایک مقید سلسلہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں ۔

اُن سے امیر المومنین علیہ السلام کی ان تمام لیاقتوں کا کمال اور اُن کے تمام کاروبار میں پوری استعداد کے تمام جوہر معلوم ہو سکتے ہیں اور ہر شخص صرف والیان ملک کے عہدے اور اُن کے تعین کے طریقے سے اندازہ کر سکتا ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو امور سلطنت میں کیسی فوق دستگاہ حاصل تھی اسلام کے سچے بادشاہ اور خدا کی **بادشاہی** جیسا ذکر قرآن مجید کے علاوہ اور دوسری آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے ایسی ہی ہونی چاہیئے ہم نے نظام حکومت کے باب میں مختلف مقامات پر ان کی طرز حکومت سے بحث کی ہے اگرچہ بلاد اسلامی کی وسعت اسوقت بہت بڑھی ہوئی تھی مگر جناب امیر المومنین کے نظام حکومت نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے اصول سلطنت سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھائے تھے جناب امیر المومنین کا طرز حکومت احکام خداوندی کی اطاعت اور **شریعت نبوی** کی تابعت تھی اور کچھ بھی نہیں بخلاف ان کے اور سلاطین اسلامیہ نے

اپنی اپنی بعض ضرورتوں کے وقت ان اصول کی پابندی اگر قطعی طور سے اٹھا ہی نہیں دی تو بعض احکام اور قوانین میں ان کے ملکی مصالح کے برخلاف کچھ ضروری یا اضافہ کر دیا اور یہ ترمیم ہر صیغہ اور ہر باب میں سلسلہ وار راہ پاتی ہوئی اتنی پھیلی کہ اسباب سیاست کو اصحاب شریعت سے کوئی واسطہ نہ تھا اسلام نے سیاست کے صاف اور پاکیزہ سادے مگر قوی اور مستحکم اصول قایم کئے تھے جن میں مکر حیلہ یا کسی دنیاوی خدعہ کا مطلق اندیشہ نہیں تھا اسکے اصول اسی مساوات کے آئین پر مبنی تھے جو عدالت خداوندی کے عین منشا تھے جسکا اجرا بندگان خدا کے ہر طبقہ پر یکساں ہوتا تھا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے اپنے مختصر ایام حکومت میں ان احکام کی ترمیم اور بارہ دگر ترویج کی طرف جس استقلال اور جس استحکام سے کوشش فرمائی وہ تمام تاریخوں میں درج ہے اور آپکے ہر واقعات سے ثابت ہے خصوصًا وہ بغاوتیں جو ملک میں ایک کے بعد ایک واقع ہوتی گئیں ان کا پہلا سبب یہی تھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے عنان حکومت کو پھر انھیں اصول کی طرف پھیرنا چاہا تھا جو بالکل شریعت سے واسطہ رکھتے تھے برخلاف ان کے زمانہ کی طبیعتیں ان اصول کو بھول چکی تھیں اور اُن ترمیمی قواعد اور قوانین کے خوگر ہو گئی تھیں جو ان سے پہلے فرمارواؤں کی زمانہ میں وضع کئے گئے تھے امیرالمومنین علیہ السلام سے ان کے مخالف ہو جانیکا یہی باعث تھا کہ وہ شریعت کے احکام کو اب گراں سمجھنے لگے تھے اور ان کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے یہ زمانہ کے نافہمانہ تمرّد اور سرکشی تھی اور کچھ نہیں جس نے شریعت کے احکام کو نہایت جبر اور اپنے اجرائے امور اور ادائے مطالب کے لئے بالکل غیر مفید سمجھ لیا تھا حالانکہ یہ بات نہیں تھی اگر اسوقت کے قواعد اور قوانین سیاست اسوقت کے اصول جہانداری اور احکام و فرامین سے ملائے جائیں تو اسوقت بھی وہ اصول سیاست جو شریعت کے بنائے تھے زیادہ نرم سہل اور آسان معلوم ہوں گے اصل میں شریعت احکام خداوندی کا دوسرا نام ہے عامۃ الخلایق کی دل آزاری یا ظلم اور جبر اس میں نہیں ہو سکتا۔ خدا کی سختی جب آجتک بندوں پر ثابت نہیں کی جاتی تو اس کے احکام و فرامین کو جو انھیں کے لئے مخصوص نافذ فرمائے گئے ہیں سخت اور غیر متحمل سمجھنا بے دعویٰ کی دلیل ہے تقسیم بالسویہ کی بحث میں ہم ان امور کو ایک حد تک پورے طور سے لکھ چکے ہیں۔ اور معرکہ صفین کے اسباب میں بھی اس کی تفصیل درج کر چکے ہیں اب یہاں بار دگر اعادہ کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی بہرحال امیرالمومنینؑ کا نظام حکومت بالکل نظام شریعت تھا اس نظام پر اعتراض کرنے سے معترض کو پہلے نظام شریعت یا آئین خداوندی پر اعتراض کرنے کے لئے طیار رہنا چاہئے امیرالمومنینؑ کے چار سالہ ایام حکومت میں جو ہزاروں امور حسنہ کے نئے آجتک اسلام میں یادگار ہے لیکن یہ ایک بات زیادہ غور اور لحاظ کے قابل ہے کہ آپنے نظام ملکی کی خبرگیری اور امور سلطنت کے تمام قائم اور مستحکم رکھنے والے بند و بستوں کے ساتھ جس طرح رعایا کے تحفظ آبادی آسایش کا خیال رکھا اسی طرح خلایق اور بندگان خلایق کی ہدایت اور ان کی روحانی موعظت کا بھی اسی طرح لحاظ رکھا اور جس سختی اور مستعدی سے ملکی کاروبار کی طرف توجہ فرمائی گئی۔ اسی استقلال اور استحکام سے ان امور کی طرف بھی غور کیا گیا جنھے دینیہ تعلیمات کو علحدہ باب میں اسکے تمام صیغوں کے ساتھ جدا جدا بیان کر دیا ہے جس کے متعلق تمام کمال

واقعات کامل تفصیل اور تشریح کے ساتھ مندرج کر دئے ہیں جنکو دیکھکر ہر ایک شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جناب امیر نے اپنی چار سالہ حکومت میں اس کثرت سے دنیا کی ہدایت کے لئے سرمایہ جمع فرمایا تھا جن کی مثال تم مشکل سے ان سلاطین کے احکام اور توقیعات میں پا سکتے ہو جو باعتبار مدت سلطنت کے آپ سے زیادہ دنوں تک حکمرانی کر چکے ہیں ہدایت کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایام حکومت میں اہل اسلام کی ہدایت کا کوئی پہلو یا کوئی موقع اٹھا نہیں رکھا ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے ایام حکومت میں کوئی احکام عام اس سے کہ ملکی ہوں یا مالی عام موعظت اور پند و نصیحت سے خالی نہیں ہے اور اسکی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تخت خلافت پر اہل اسلام کو پھر انھیں محاسن کی تعلیم دینی چاہئے جنکو وہ زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دس گیارہ برس تک حاصل کر چکے تھے مگر امتداد ایام کیوجہ سے اب وہ باتیں اُن کے دلوں سے فراموش ہونے لگی تھیں اور وہ خود ہی اُن کی طرف سے غافل اور بے پروا ہو رہے تھے۔ ہم نے اس کتاب میں بہت سے خطبے اور بہت سے ایسے احکام جو والیان ملک و عمالان مال اور اُن لوگوں کے نام جو بیر و نجات میں قضا کی خدمت پر ممتاز تھے درج کئے ہیں ان کے دیکھنے سے تم پورے طور سے معلوم کر لوگے کہ امیر المومنین علیہ السلام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو سیدھے رستے پر چلانے کی کوششوں میں کتنی سرگرمی اور مستعدی سے کام لیتے تھے اور ملک میں علمی مذاق کے پھیلانے اور ان کو کامل تعلیم پہنچانے میں کسقدر مصروف تھے وہ خطبے جو ہمنے اس کتاب میں درج کئے ہیں چھوڑ کر **ابو الاسود دئلی** کے واقعات اور علم نحو کے ابتدائی حالات جو لکھے گئے ہیں وہ ہمارے بیان کی کامل تصدیق کرتے ہیں ان ہدایتوں کے بعد اپنی کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہوگا امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ارشادات اور مختلف خطبوں میں تمام اہل اسلام کو علمی فضیلت اور کمال پیدا کرنے کی حد درجہ سے رغبت دلائی ہے اور مختلف طور سے ان کی موعظت فرمائی ہے مختلف علوم کی توضیح خود اپنے ارشادات میں فرمائی ہے اور ان کو ان کی طرف ہمیشہ مائل کرنا چاہا ہے مثال کے لئے دیکھو **علم ہیئت۔ ریاضی۔ فلسفہ الٰہی۔ نجوم حساب فصاحت۔ کلام۔ نحو** وغیرہ وغیرہ ہم نے جدا جدا سرخیوں کے نیچے لکھے ہیں ان علوم کے علاوہ **علم الٰہیات** میں ہمکو خیال ہے کہ ہم نے دو خطبے جو تمامی مقاصد اور مطالب کی رو سے جامع اور نافع ہیں لکھتے ہیں اور اپنے مدعا کی تائید کے لئے انھیں کو کافی سمجھا ہے ان خطبوں میں ذات باری تعالیٰ شانہ کا پورا بیان اس کی صفات واجبہ کی پوری تشریح مختلف امثال کے ساتھ درج ہے ایک خطبہ میں علیحدہ اسکے واجب الوجود ازلی منزہ عن الحدوث والانقضاد ممتنع المماثل والمشاکل مستغنی عن الاعضاء والحواس متحکم فی القضا والقدر وغیرہ وغیرہ ہونے کی پوری تشریح اور توضیح پا سکتی ہو اور وہ تمام صفات جو اس کی ذات کے ساتھ لازمی ہے اور وہ ممتنعات جو اس کی شان ربوبیت کے شایان نہیں پورے ثبوتوں کے ساتھ پاؤ گے۔ ایک علیحدہ خطبہ میں صانع عالم کی قدرتیں مختلف طریقوں سے ثابت کی گئی ہیں اور صرف ایک چیونٹی اور ایک ٹڈی کی خلقت دکھلا کر اس کی صنعت کے کمال اور اسکی حکمت کی عظمت دکھلائی

ئی ہے جل جلالہ و جل شانہ اسی طرح ایک دوسرے خطبہ میں انبیا علیہم السلام کی سیرت اور اخلاق حسنہ کی پوری تفصیل
ور اسمیں خصوصاً یہ مسئلہ نہایت وضاحت سے منفصل کر دیا گیا ہے کہ اگر نبوت کے ساتھ حکومت یا سلطنت لازمی بھی
بانی تو پھر خالص الایمانی دشوار ہو جاتی اسیطرح علم القرآن علم القرات علم التفسیر علم الحدیث علم الفقہ وغیرہ وغیرہ غرض
مام دینی علوم کی تفصیل جداگانہ سرخیوں کے نیچے مندرج کی گئی ہیں اسے اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب امیر
لے محاسن ذاتی سے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام علوم کے متعلق کتنا کثیر سرمایہ پایا ہے۔
ب **علم اخلاق** کی طرف نگاہ کرو تو تم کثرت سے اس کتاب میں جناب امیر المومنینؑ کے خطبات اور ارشادات ایسے
ؤ گے جس نے عادات کی درستی اور معاشرت کی شائستگی باہمانہ سالک اور رفتار و گفتار کی خوبی۔ دوست دشمن عزیز
قارب کے ساتھ باہم ملنے جلنے اور پیش آنے کے مستحسن طریقے غرض تمام و کمال وہ باتیں جو انسانی تہذیب کے
متعلق عموماً اور اسلامی اخلاق کے لئے خصوصاً ضروری ہوتی ہیں وہ سب لکھا ہیں ان کے ذیل میں ہم نے زیادہ تر
رشادات سے بحث کی ہے۔ اور اسلام کے وہ محاسن دکھلائے ہیں جن کی تعلیم کے لئے اسلام نے بنا ہیں ظہور کیا
ب ان تعلیموں سے درگذر کرکے **روحانی تعلیم** کی تفصیل کیطرف نگاہ کرو تم اس میں بھی **استغراق فی اللہ ترک**
مدا یتی۔ استغنا۔ توکل۔ زہد۔ ورع۔ تقوی۔ استرضا وغیرہ وغیرہ کے پورے اور کامل سبق سمجھ
ہو ان کے متعلق جتنے ضروری ارشادات دیکھے گئے ہیں وعلی الترتیب ایک جداگانہ باب میں علحدہ ترتیب دیے
گئے ہیں اگر ان تعلیمات کے کثیر مجموعہ میں تم صرف ترک علائق کی طرف غور کرو تو تمکو پورے طور سے معلوم ہو جائے گا
لہ یہ وہی اسلام کا سچا اور سیدھا بتلایا ہوا راستہ ہے جس کے ذریعہ سے خدا کا ایک نیک اور فرمانبردار بندہ اپنے
دنیاوی تعلقات کے ساتھ **تقرب خدا** کی تمامی دشوار گذار منزلیں نہایت آسانی سے طے کر سکتا ہے ان کی نسبت
جو اتنے کثیر نصایح امیر المومنین علیہ السلام کے مختلف ارشادات میں پائے جاتے ہیں اسمیں خاص کر یہی مصلحت تھی کہ اہل اسلام
سوقت ملک گیری اور فتوحاتی وسعت کے خیال پھیلے ہوئے تھے اور ہر شخص ان صیغ کی خدمات اور تمام خدمات پر ترجیح
ترجیح دیتا تھا اگر تاریخوں پر غور کیا جائے تو نہایت آسانی سے اہل اسلام کے اس مذاق کا پتہ اس زمانہ کے احوال سے
بخوبی لگ سکتا ہے امیر المومنین علیہ السلام نے اہل زمانہ کی طبیعتوں سے اس انداز کی افراط و تفریط کی اصلاح کو نہایت
ضروری سمجھ کر زیادہ تر ان نصایح کی طرف توجہ فرمائی اور انکے خیالوں کو ان امور کے کثرت کی طرف سے پھیر
لئے اسلام کے اُن احکام کو پھر تازہ کیا جن کی تعلیم اسلام نے شروع سے انکو پہنچائی تھی اور ان کے محاسن و قبائح
بتلا کر اہل اسلام کو کامل طور سے ہدایت کر دی تھی کہ اگر ان خواہشوں میں اعتدال نیک نیتی اور اسلام کے ان بتلائے
ہوئے اصول سے کام لیا جائے گا جو اس کی معیار ہیں تو کسی کو اعتراض کی گنجایش نہیں رہے گی اور اگر سطوت سلطانی
یا شان و شوکت خسروانی اور خواہشات نفسانی کا لوث پایا جائے گا تو کبھی جہاد فی الاسلام کا اصلی مطلب حاصل نہ ہوگا

ان تعلیم سے قطع نظر کرکے اور اخلاقی موعظت کی نسبت غور کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ اہل اسلام کی عادات۔ اخلاق اور شائستگی کے متعلق کوئی ایسا سلسلہ باقی نہیں چھوڑا گیا ہے جس میں اُن کی ہدایت کا پورا سامان نہ دیا گیا ہو جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے دیوان سے ہمنے زیادہ تر اُن اشعار کا انتخاب کیا ہے جو اخلاقی موعظت اور علم ادب کی نسبت منظوم فرمائے گئے ہیں اس شریف اور وسیع فن میں ترقی کے کمال کا خاتمہ بھی اہل عرب کے ساتھ بتلایا جاتا ہے حقیقت میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اعلیٰ لیاقت اور دستگاہ تامہ کا پورا پتہ لگانا آسان نہیں ہے ہم نے قدیم شعرائے عرب کے کلام سے ان کے منظوم ارشادات کا موازنہ کرکے دونوں کا فرق بتلادیا ہے لیکن اس بحث کو نہایت تفصیل سے ہم سے بہتر ہمارے بزرگ قوم شمس العلماء مولوی سید امداد امام صاحب آثر باتعابہ نے اپنی کتاب **کاشف الحقائق** میں لکھا ہے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا دیوان خاصکر ایسے اشعار کا مخزن ہے جس سے ادب اخلاق شائستگی تہذیب۔ محاسن عقلی اور علمی کے علاوہ روحانی تعلیم کی تحصیل کے لئے کافی اور کامل سرمایہ حاصل ہو سکتا ہے ان اشعار میں سوائے ان مضامین کے دوسرے مضامین کی بھرتی نہیں ہے کہاں ان متقدمین شعرائے عرب کے فواحشات اور کہاں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے مفید اور ضروری ارشادات انہیں اشعار کے ضمن میں جناب امیرالمومنین علیہ کے چھوٹے چھوٹے واعظانہ مقولے اور حکیمانہ اقوال جو وقتاً فوقتاً آپنے اصحاب مخلصین کے سامنے وہ بھی عامۃ الاسلام کی نفع رسانی کی غرض سے ارشاد فرمائے درج کر دئے ہیں اُن کے مضامین جیسے پرمعنی پر اثر اور مفید ہیں وہ میرے بیان کے ہرگز محتاج نہیں ہے ان کو مختصر سمجھکر ہم نے جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے وہ اقوال بھی جمع کر دیئے ہیں جو آج صدہا برس سے اسلام کے قابل بزرگوں کی عمیق نظروں سے گذر کر اپنی عدیم المثالی کی تصدیق کرا چکے ہیں کچھ اسلامی دنیا کے علماء کی تنہا جماعت پر منحصر نہیں یہ حکیمانہ مقالات اور فلسفانہ نکات ایسے ہی بلیغ اور مفید مضامین سے بھرپور ہیں جن کی لطافت اور خوبیوں پر غیر قوم کے علماء نے بھی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی اعلیٰ لیاقت ذہانت متانت اور حکمت کی پوری داد دی ہے ان مقالات کو مسٹر سائمن۔ ڈی۔ اکلی۔ بی۔ ڈی نے اپنی تاریخ ہسٹری اف ایسنس میں کس کس وقعت اور عزت سے یاد کیا ہے حال میں اسی انگریزی ترجمہ سے ان مقولات کا ترجمہ مولوی سید کرار حسین سپرنٹنڈنٹ محکمہ چنگی۔ اردو نے اردو میں کیا ہے جو لکھنؤ کے کسی مطبع سے شائع ہوا ہے مگر ہم نے اپنی کتاب میں نہ اس انگریزی تاریخ سے ترجمہ کیا ہے نہ اس ترجمہ سے نقل کی ہے مگر جسقدر ایسے اقوال اس کتاب میں درج کئے ہیں وہ اصل کتاب نہج البلاغت سے لئے ہیں اور اپنے ترجمہ کو علامہ ابن الحدید فاضل معتزلی کی مشہور و معروف شرح سے مقابلہ کرکے مندرج کیا ہے۔ اتنے علوم کے سلسلہ وار تفصیل کے بعد ہمکو ابھی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ارشادات لکھنے باقی ہیں جو تعلیمات کے متعلق ہیں مگر ان کے تفصیلی بیان کو ضروری خیال نکر کے مجملاً ہم اتنا لکھ دیتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے وہ ارشادات اور فرمان اور احکام جو علم الفقہ علم الاصول علم الحدیث علم القرأت۔ علم الکلام۔ علم الفصاحت علم الہیئت علم الریاضی علوم النجوم وغیرہ وغیرہ کی نسبت اس کتاب میں درج ہیں وہ ثابت کرتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام اپنے زمانہ میں کسقدر علمی مذاق کو اہل اسلام کی جماعتیں وسعت دینے کی کوشش فرماتے تھے اگر اس زمانہ کی طبیعت تحصیل علمی کی طرف مائل ہوتی تو ہمکو قوی امید تھی کہ ان تمام علوم کی اسیوقت تکمیل

ہو جاتی دو سو برس بعد غیر زبانوں سے ترجمہ کرکے عربی کتابوں میں مندرج کئے گئے ہیں اگر تحقیق کی گہری نظر ڈالو تو تمکو معلوم ہو جائے گا کہ ان تمام علوم کی نسبت جناب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے خطبات اور مختلف ارشادات کے ذریعہ سے اہل عرب کو ضرور کافی تعلیم پہنچانی چاہی تھی اور اگر پورے نتیجہ تک نہیں تو انکو ملکے ابتدائی مدارج تک تو ضرور پہنچایا تھا۔ اگرچہ ان علوم کی تعلیم میں زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا گیا ہے اور محض مختصر سی ماہیت کے بعد دو ایک مثالوں سے ہر شئے کی کیفیت اور اصلیت کو بیان فرمایا ہے اس اختصار کا الزام امیر المومنین علیہ السلام پر عائد نہیں ہوتا بلکہ زمانہ کی بدمذاقی اور غفلت پر اگر انکو ان سے دلچسپی ہوتی وہ اسکی تحصیل پر نہایت مستعدی سے طیار ہوتے ایسی حالتیں جناب امیر المومنین علیہ السلام ضرور ان کی تفصیل اور پوری تشریح کی طرف زیادہ توجہ سے کام لیتے اور اہل عرب یا عام مسلمانوں کو یہ لازوال دولت گھر بیٹھے نصیب ہو جاتی اور آج انکو انکی تحصیل کے لئے غیر قوموں کے احسانات کا زیر بار ہونا نہیں پڑتا جناب امیر المومنین کی **شجاعت** کے متعلق ہم نے نہایت اختصار سے کام لیا ہے اس کی تمام جزئیات کو چھوڑ کر امیر المومنین علیہ السلام کے اصول شجاعت سے بحث کی ہے ان کی دلیری۔ شہامت۔ شجاعت ہمت۔ طاقت غرض جہاں تک ان اوصاف کے نام لئے جائیں ایسے مسلم امر ہیں جس کے ثبوت کے لئے نہ ہمکو کسی سند کی ضرورت ہے اور نہ کسی خاص واقعہ کی آپ کی بے نظیر شجاعت اور بے عدیل شہامت کی تفصیل وہی گرانمایہ خدمات ہیں جو غزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بجا لائی گئی ہیں اب ان واقعات سے لیکر تم برابر صفین اور نہروان کے مختلف حالات تک علی الترتیب پڑھ لو عام طور سے یہ حالات اہل اسلام کی تمام تاریخ اور سیر کی کتابوں میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج ہیں اور انہیں واقعات میں تم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ان بے نظیر اصول کو دیکھو گے جنکی مثال تمکو دنیا کے نبرد آزما شجاعوں کے کارناموں میں نہایت مشکل سے ملے گی **دلیری** کے ساتھ ہمدردی اور **سختی** کے ساتھ **نرمی** جناب امیر المومنین کی شجاعت کے مخصوص اصول ہیں دشمن پر قابو پاکر اس کے ساتھ دوستی سے بڑھ کر نرمی کرنا اور پوری قوت کے وقت اپنے مغلوب حریف کے ساتھ سچی ہمدردی سے پیش آنا آپکے محاسن اخلاق کے بے نظیر ہونے کا پورا ثبوت پہنچاتے ہیں اسلامی دائرہ کے علماء کیا بلکہ اسلام کے مخالف دنیا کے مورخ بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ان اوصاف کا نہایت صداقت اور وقعت سے اعتراف کرتے ہیں دیکھو **مسٹر کارلائل** جو گذشتہ صدی کا بہت بڑا مورخ انگلستان میں گذرا ہے اپنی **کتاب ہیروز اینڈ ہیروز ورشپ** میں کس خوبی سے ان اوصاف کو بیان کرتا ہے **مسٹر ایڈورڈ گبن**۔ ام۔ پی **مسٹر ڈیونپورٹ** **مسٹر سائمن ڈی آکلی** وغیرہ وغیرہ نے اپنے مشہور و معروف اسلامی تصانیف میں ان اصول کو نہایت عزت اور وقعت سے جگہ دی ہے اب ان غزواتی واقعات اور جنگی حالات سے قطع نظر کرکے تم صرف اُن ارشادات اور احکام کی عبارت کو غور کرو جو سرداران فوج اور عمال ممالک محروسہ کئے تام فوج کشی محاصرہ یا کسی خاص حملہ کے وقت جاری فرماتے ہیں تو تمکو معلوم ہو جائے گا کہ امیر المومنین کی سچی شجاعت نے حریف کے ساتھ کس نرمی۔ انسانی۔ ہمدردی اور مروت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے امیر المومنین علیہ السلام کے ان اصول نے ان وحشیانہ مسائل کو قطعی اٹھا دیا جو قدیم الایام سے جاہلی قوموں کا تمغہ ہو رہی تھی امیر المومنین کی شجاعت کے دفتر میں انتقام کا نام نہیں ہے کچھ تھا وہی مدافعت وہ بھی ایسی وقتوں میں جب حریف بالکل سر پر آپہنچے اور اسکی تلوار اپنے گلے سے ملجائے دیکھو غزوات رسول اللہ صلعم

بلکہ صفین و نہروان کے معاملات تک برابر یہی اصول قایم رہے۔ قدیم عرب میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی مقابل اپنے مقابل کو مار لیتا تھا تو اسلحہ وغیرہ سے جو کچھ اسکے مقتول یا مردہ جسم پر پایا جاتا تھا وہ اُس کے قاتل کی ملک ہوتا تھا جانبین سے کسی کو اس پر عذر نہیں ہوتا تھا مگر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اصول شجاعت نے اس وحشیانہ قاعدہ کو بھی توڑ دیا اور غزوہ خندق میں عمر ابن عبدوُد کے سلاح حرب لینے سے انکار کرکے اپنی سچی شجاعت عالی ہمتی اور کریم النفسی کی داد اس کی دلبر بہن سے لی جو اس کی لاش پر اس کے قتل ہونے کے بعد روتی آئی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے یہ محاسن اخلاق بھی جنکا اظہار مختلف موقع پر شجاعت اور شہامت کے ذریعہ سے ہوا اہل اسلام کی ہدایت پر مبنی تھا اور آپ کے ان محاسن کے اظہار سے اصلی مطلب یہ تھا کہ اہل اسلام سے خونخواری۔ سفاکی۔ بیدردی کی وہ سخت اور خوفناک مظالم کی عادتیں فراموش ہو جائیں جنکی تعلیم ظہور اسلام سے پہلے وہ جہالت کے ہاتھوں مدت الایام تک پاتے رہے ہیں بخلاف اس کے وہ ان مظالم کی عوض میں سچے شجاع پکے دلیر اور اصلی مرد میدان مشہور ہونے کے ساتھ ہمدرد ذی مروت اور صاحب محبت ثابت ہوں اور اُن حرکات سے قطعی دست بردار ہو جائیں جو انسانیت سے علیحدہ ہوکر حیوانی عادات میں خصوصیت کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ بہرحال امیر المومنینؑ کی کچھ کم چار سال کی قلیل حکومت خدا کی نعمت تھی جسنے بندگان خدا کو عموماً اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصاً ایسے فیض پہنچائے جن سے مستفیض ہونے کی انکو کوئی امید نہیں تھی ان کی اخلاقی روحانی اور تمدنی حالات اور تعلقات کو کسقدر فائدہ ہوا ان کی تہذیب اور شائستگی میں کس قدر درستی آئی اب ہماری یہ غرض کہ اسلامی فرمانرواؤں کی فہرست میں صرف یہی سلطنت تھا ایسی تمام محاسن اور محامد کی ذخیرہ کہی جا سکتی ہے جس کے تمام قواعد اور قوانین اسلام کے مقدس شریعت کی اصلی منشا اور سچے اصول پر قایم تھے پوری ہوگئی اور اسی حکومت کے احکام اور فرامین اُن ارشادات کے پورے پورے نمونے تھے جو زمانہ رسول اللہ صلعم میں نظام ملکی کے متعلق نافذ ہونے تھے ان پہلی حکومتوں میں شریعت کے بعض احکام اسے بمقتضائے مصلحت وقت ضرور چشم پوشی کی گئی اور بعض احکام میں تغیر و تبدل کا بھی ضرور تصرف کیا گیا گو وہ تدبیر سیمی استغنا ایک وقت تک اہل اسلام کی ذاتی اغراض سے ملا جلتا ان کے لئے مفید اور نافع ثابت ہوا ہو مگر آگے چل کر بیس ہی برس کے بعد ان غیر مفید اور نامحدود تصرفات نے ممالک اسلامیہ کی رعایا کو بہت جلد خودسر اور مطلق العنان بنا دیا ان کی دماغوں میں پہلی سی آزادی آچلی اور ملکی فتوحات کے اثر سے ان کی طبیعتوں میں اُس سادگی اور کفایت سے زندگی بسر کرنے کی مطلق اثر باقی نہیں رہی تھی جن کی تعلیم انکو ابتدا سے پہنچائی گئی تھی اب مستعد ہوں آزادی سے بسر کرکے وہ ایسی حکومت سے ضرور مخالفت کریں گے جن کے قواعد اور قوانین اُن کے تمام اغراض اور مقاصد کو اپنے خاص اصول تک محدود رکھتے ہوں ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ کی بغاوتیں انہیں وجہوں پر قایم تھیں اب ان بغاوتوں کی وجہ سے امیر المومنین کے نظام سلطنت پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی دریدہ دہنی اور خیرہ چشمی سے ان میں حکمرانی کی صلاحیت ہی کا نہونا قیاس کر لینا ایسے امور ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ معترض نے تاریخ کی طرف اشارۃً بھی نہیں دیکھا نہ اس نے بغاوت کے معنی سمجھے ہیں اور نہ مخالفت کے مطلب۔

ہم اس بحث کو یہاں پر تازہ کرنا نہیں چاہتے جو کچھ ہمکو اس مسئلہ کے متعلق لکھنا تھا وہ ہم نہایت واضح دلیلوں سے اس کتاب

میں درج کر چکے تاریخیں پکار رہی ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے نظام ملکی میں ہر قسم کی صلاحیت موجود تھی مگر زمانہ کی طبیعت عام صلاحیت سے خالی ہو چکی تھی پھر وہ اُن کے کسی محاسن۔ محامد اور اوصاف سے مستفیض ہونے ہوتو کیسے اور ان کی طبیعت کی ناگواری ان کوششوں کو ان کی آنکھوں میں مفید ثابت کرتے تو کیسے۔ بہر حال ہم نے اس سلطنت کی نظام ملکی کی تفصیل میں احکام۔ منشور۔ فرامین۔ دستور العمل ہدایت نامے۔ توقیعات۔ خطبات۔ فیصلے اور بہت سی مفید اور ضروری ارشادات کی نقل خاص کر اسی لئے کر دی ہے کہ اس عام مغالطہ اور کم فہمی کی اصلاح ہو جائے اور امیر المومنین علیہ السلام کی ذات جمیع الصفات میں بعد کی شان، نظام ملکی کی صلاحیت ڈھونڈنے والی آنکھیں غور کی نگاہوں سے انکو پڑھ کر اور اُن کے مقاصد اور اغراض کو سمجھ کر اور مزید برآں اپنے دوسرے فرماں روایان اسلامی کے احکام و منشور سے مقابلہ کر کے ہمکو یہ دکھلا دیں کہ کسی اسلامی حکومت کے دربار سے ان کی دینی اور دنیوی تعلقات کے رفاہ اور صلاح کی نسبت اسقدر احکام اور فرامین نافذ ہوتے ہیں اور ان کی درستی اور اصلاح میں اتنی توجہ اور رعایت کی کوشش کی گئی ہے ان احکام کو دیکھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نظام ملکی کے متعلق کوئی بات فرو گذاشت کی گئی صرف صیغہ افواج ہی کی طرف غور کرو۔ عمال ان کی نسبت تعین کے وقت سے لیکر ان کی ولایت کے پورے زمانہ تک پڑھو اور غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ امیر المومنینؑ اپنے انتظام ملکی میں کتنی بیدار مغزی اور ہوشیاری سے کام لیتے تھے۔ تنقید رعایا کیطرف غور کرو تو باوجود اتنی بغاوت خونریزیوں کے تم مشکل سے کسی قبیلہ یا کسی قوم کو خلافت کا شاکی پاؤ گے اور نظام ملکی کے بے پروائیوں پر افسوس کرتے ہوئے دیکھو گے ہمارے بعض معاصرین جنکا یہ خیال ہے کہ احکام سلطنت شریعت کے طریقہ پر نہیں چل سکتے وہ ضرور ہماری کتاب کے ان مضامین کو دلچسپی سے پڑھ کر اپنی غلط فہمیوں کی اصلاح کر لیں گے اور یہ واقعات جنکو ہم نے انکے معتبر اسناد سے اپنی کتاب میں لکھا ہے ایکو پورے طور سے ثابت کر دیں گے کہ اسلام کا اصلی منشا دنیاوی حکومت میں ایسی ہی حکومت سے تھا۔ بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کی سلطنت کا زمانہ گو وہ کتنا ہی تنگ ہو اسلام کی سچی ہدایت اور شریعت کے ضروری اور کثیر الفوائد احکام سے بھرپور تھا اور اُس سچی **دنیاوی حکومت** کا نمونہ ضرور تھا جو انبیا اور اوصیا علیہم السلام کو ان کے علم نبوت کے ساتھ ان کے شعور سیاست کی تصدیق کے لئے بھی اس خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی جاتی تھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے حالات ایسی تفصیل اور اتنی تشریح کے ساتھ درج کر کے ہمکو توقع بایں بند ہے کہ ہمارے اپنے اور ہمارے قوم کے ہر طبقہ کے لوگ ان محاسن اور محامد سے جو اسلام کی اصلی مقاصد اور اغراض ہیں اس کی امتیازی خداپرستی سچی حکومت اور اصلی ثروت واقفیت کی حقیقی جوہر ہیں بہت کچھ مستفید اور مستفیض ہوں گے اور وہ تمام فوائد اور منافع جو سوانحات اور واقعات کے لکھنے سے ایک سوانح نگار یا واقعات نویس کے دلی مقصود ہیں وہ حقیقت میں ایسے ہی سوانحات اور واقعات سے حاصل ہوتے ہیں فی زمانہ ان مضامین کی کتابیں جو لکھی گئی ہیں وہ کم و بیش ایک یا دو امور سے زیادہ کی ہدایت کے لئے کافی نہیں ہو سکتی بخلاف اسکے ایسے بزرگواروں کی سوانحات قلمبند کرنا جو تمامی اوصاف کے جامع ہوں قوم کی تمام ضروریات کے لئے مفید ثابت ہونگی میں نے دیباچہ میں اس کی ابتدائی تمہید اٹھائی ہے اور انہیں کو تمام بیان کیا ہے۔

اب ہم اپنے دعوے کی تصدیق میں یہ کتاب جو دو حصول میں منقسم ہے اسی غرض سے پبلک کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ وہ اس کے تمام مضامین پر غور فرما کر آپ تصفیہ کر لیں گے کہ ہماری کتاب اُن کے اخلاقی شائستگی۔ تہذیب غرض تمام دینی اور دنیاوی ضرورتوں میں ان کی ہدایت کے لئے کس قدر اور کس حد تک مفید ہے

اس کتاب میں جا بجا علم کلام کی بحثوں کی نقل کی ضرورت واقع ہوئی ہے میں نے خاصکر ان مقامات میں علمائے کرام کے اُن مختلف اور متعدد اقوال سے عموماً استدلال کیا ہے جو خاصکر اپنے طبقہ میں ثقات معتبر اور مستند شمار کئے جاتے ہیں اور جن کے اقوال اور کلام۔ روایت۔ درایت اور موازنات کے مختلف معیار پر پورے اتر چکے ہیں اور اب ان کی تصدیق میں کسی کو کوئی عذر یا تامل کی گنجایش باقی نہیں ہے اب اتنی تحقیقات پر بھی نکتہ چینی کی عادتیں عموماً اپنی کم بینی کی تقاضے سے اسمیں عذر کریں اور بیجا تاویلیں نکال کر اپنے علمائے سابقین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر الزام لگائیں اور ان کی رد و قدح پر مستعد سرگرم ہو جائیں تو ان کے لئے یا اس تصنیف کے لئے پرنہ میرے عزیز وقت کے پاس کوئی محل ہے نہ خطاب۔ واللہ اعلم بالصواب

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب

الراجی الی رحمۃ اللہ الاکبر عبدہ و ابن عبدہ احقر

سید اولاد حیدر

غفر لہ ذنوبہما و ستر عیوبہما و تجاوز عن خطائہما

کواتھہ

۲۵۔ رجب المرجب یوم الجمعہ

سنہ ۱۳۲۰ ہجری نبوی صلعم

تمت بالخیر والعافیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وَنُصلّی علیٰ رَسُولِہِ الکریم

ولادت سے لے کر سن رشد تک کے حالات

امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام ابی طالب کے صاحبزادے ابی طالب عبدالمطلب کے اور عبدالمطلب حضرت ہاشم کے بیٹے ہیں۔

ہم اس مقام کو مناسب سمجھکر ضرورت کے مطابق اس مقدس اور برگزیدہ خاندان کے تاریخی حالات کسیقدر تفصیل سے ذیل میں درج کرتے ہیں جو ہماری کتاب کے آیندہ مضامین کی توضیحات کے لئے مفید ثابت ہوں گے

خاندان ہاشم مرحوم کے تاریخی حالات

اہل عرب عموماً حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کی اولاد سے ہیں حضرت ابراہیم کی آٹھ پشت نیچے عدنان سے انکے سلسلہ کا آغاز ہے ان سے پہلے جو قومیں عرب میں آباد تھیں اور جو حضرت ابراہیم کی اولاد سے نہیں تھیں وہ بائدہ اور عرب العاربہ کے نام سے مشہور تھیں عرب بائدہ کے اخبار وآثار تو امتداد ایام اور قوم کی جہالت کی وجہ سے بالکل لامعلوم اور معدوم ہوگئے۔ ابوالفداص ۲۳۹ اب رہے عرب العاربہ ان کے احوال جسقدر عرب کی تاریخوں میں پائے جاتے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ لوگ قحطان ابن عامر ابن شالح ابن ارفخشد ابن سام ابن حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کی اولاد سے ہیں جسوقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عالدہ کو لیکر مکہ میں تشریف لائے تو عرب العاربہ کا وہ قبیلہ جو بنی خزیم مشہور تھے مکہ میں بستے تھے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کے آتے ہی ان کی آزادانہ طرز معاشرت نے مکہ کے آیندہ بود وباش کی اجازت نہ دی

علامہ طبری بیان کرتے ہیں کہ ہاشم اور امیہ میں نہ بنی ان کے بعد امیہ کے بیٹے حرب اور عبد المطلب ابن ہاشم کے ماجرے ہیں نہ بنی ان کے بعد ابوسفیان اور ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں نہ بنی تاریخ طبری ص ۲۷۳ ج ۴۔

علامہ طبری نے افسوس ہے یہیں تک اپنی تحقیقات کو ختم کر دیا ہماری نظر جہاں تک ان معاملات کی تحقیق میں کام کرتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخالفت اس وقت تک تمام نہ ہوئی جبتک کہ دو مخالفوں میں سے ایک فریق کا خاتمہ نہ ہو لیا سلسلہ کے لئے دیکھو معاویہ ابن ابوسفیان اور علی ابن ابیطالب کے درمیان جیسے جیسے مخالفانہ اور مخاصمانہ معاملات پیش آئے وہ اس کتاب میں پیش نظر ہیں پھر معاویہ اور امام حسن علیہ السلام کے فیمابین باوجود اس کے کہ صلح بھی ہو گئی مگر یہ چھپی ہوئی مخالفت اور دبی ہوئی چنگاری دس برس تک قایم رہی اور آخر ۵۰ھ ہجری کے شروع میں شربت سم آلود کی صورت میں ظاہر ہو کر اس شبیہ رسول ذمن کی ہلاکت کا باعث ہوئی یزید ابن معاویہ اور جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ والثنا وارد اخالہ لفداہ کے قیامت خیز واقعہ کو کون نہیں جانتا۔ پس اسی طرح ایک ہمسر بنی فاطمہ کا حال اُن کے ہمسر بنی امیہ کے زمانہ میں دیکھ کر اس مخالفت کی پوری تحقیق کر سکتے ہو مگر با ایں ہمہ امیہ کی مخالفت ہاشم کے ذاتی اعزاز کا جس طرح کچھ نہیں کر سکی اسی طرح اپنے زمانہ میں سلاطین بنی امیہ کے اقتدار اپنی ہمسر فاطمہ کے مقدس اور متبرک اعزاز و وقار میں کچھ کمی پیدا نہ کر سکے بلکہ ان سلاطین کی عزت اور وقعت انکے ایوان شاہی اور سریر سلطنت اور امارت پہ اتنی نہیں تھی جتنی ان انفاس ذکیہ اور ان اخیار البریہ کی جاہ وجلالت ان کے بوریائے عبادت اور حصیر توکل و قناعت سے ظاہر ہوتی تھی وھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم بہرحال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں علامہ طبری ہاشم اور امیہ کی مخالفت کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ امیہ کو ہاشم کے ساتھ ہمیشہ ہمسری کا دعوےٰ تھا مگر وہ کبھی اسکو پورا ثابت نہ کر سکا ایکدفعہ امیہ نے ہاشم سے رفادہ کی خدمت کے لئے درخواست کی ہاشم نے اجازت دیدی امیہ نے اجازت پا کر حجاج کی طعام داری کا اپنی طرف سے سامان کیا اور اپنا تمام سرمایہ حاجیوں کی دعوت میں خرچ کر دیا مگر تاہم تمام حجاج کو پورا کھانا نہ پہنچ سکا بہت سے غریب حاجی بھوکے رہ گئے اور ہاشم کی سخت شکایت ہو گئی ہاشم کی مروت اور غیرت فوراً جوش میں آئی اور اپنی بدنامی کو وہ ایک ساعت کے لئے بھی گوارا نہ رکھ سکے فوراً اپنے پاس سے پچاس اونٹ ذبح کئے گئے اور حجاج کی ضیافت کا سامان کر کے ان کی تمام شکایتوں کو اُن کے دلوں سے اور دنیا کی نگاہوں سے دھو دیا۔ ہاشم نے امیہ کو اس حرکت پر بہت ڈانٹا اور وہ پشیمان ہو کر مکہ سے شام کو چلا گیا اور دس سال تک بلکہ پھر مکہ میں منہ نہ دکھلایا طبری ص ۲۷۳ ج ۴ حقیقت میں ہاشم کے اوصاف اور اخلاق ایسے ہی دلربا تھے کہ قریش کی اولاد کو ... عرب کی تمامی قبائل کو ان کی ذات پر ناز تھا ہاشم نے باوجود اتنی قدرت اور ثروت کے کبھی اپنی قوم کے غریب سے غریب اور ضعیف سے ضعیف شخص پر بھی اپنی دولت اور حکومت کا دباؤ نہیں ڈالا بلکہ بخلاف اسکے ان کے ساتھ اپنی مروت اور رعایت کے ایسے سلوک قایم رکھے کہ وہ ان کی متابعت اور فرمانبرداری میں خوشی سے اپنی گردنیں جھکاتے رہے آبائی حکومت اور موروثی امارت کے علاوہ ہاشم نے اپنے زمانہ میں ایسی ہی نمایاں ترقی کی کہ وہ اپنے ابنائے کرام سے عزت اور وقعت اور دولت سب چیز دینے

بنی ہاشم کی فضیلت

ریڈمک تبری ص ۲۰۲ ج ۲۔ عرب کی تمام قومیں جس عزت اور وقعت کی نگاہ سے بنو اسمعیل کو دیکھتی تھیں اور ان کی عظمت و جلالت کو سب پر ترجیح دیتی تھیں اسی طرح ہاشم کی متبرک اور پاکیزہ اولاد کو عرب کی تمام قوموں پر باعتبار عظمت جلالت اور شرافت ترجیح علی الفضائل حاصل تھی اسلام نے اپنے ظہور کے وقت بھی ان کے مدارج اور اعزاز کو اسی عظمت اور شوکت کے ساتھ قائم رکھا اور ان کے فضیلت اور نجابت کے اظہار میں جناب رسولخدا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ذیل کے الفاظ بیان فرمائے جنکو ہم معتبر اسناد سے ذیل میں لکھے ہیں۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال جبرئیل علیہ السلام قلبت الارض مشارقہا و مغاربہا فلم اجد بنی اب افضل من بنی ہاشم (اخرجہ احمد فی المناقب والذہبی فی الملخص والسمرقندی و ابن الجراح ام المومنین عائشہ صدیقہ سے منقول ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہ میں نے زمین کو مغرب سے مشرق تک لوٹا لیکن کسی باپ کے بیٹے کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا عن واثلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ اصطفے من بنی کنانہ قریشا و اصطفے من قریش بنی ہاشم اخرجہ المسلم والترمذی و ابو ہاشم واثلہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلعم نے کہ خدائے سبحانہ تعالی نے بنو کنانہ کو بنی اسمعیل سے منتخب کیا اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب کیا اور قریش سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا سوانح حضرت علی علیہ السلام ص ۲۹۲

حضرت عبد المطلب کے احوال

ہاشم کے صاحبزادے عبد المطلب انکا اصلی نام شیبہ تھا عبد المطلب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہاشم کی وفات کے وقت یہ اپنی ماں کے گھر تھے اس لئے ہاشم نے مرتے وقت اپنے تمام اختیارات اس شرط پر اپنے بھائی مطلب کو دیدئے کہ جب شیبہ بالغ ہو جائے تو یہ تمامی اختیارات اسی کی سپرد کر دئے جائیں مطلب اپنے کاروبار کی کثرت میں بھائی کی وصیت کو بھول گئے اور بھتیجے کے احوال سے بیخبر ہو گئے ہاشم نے شیبہ کو مدینہ میں ایسی کمسنی کے وقت سے پہنچا دیا تھا کہ مکہ کے لوگوں کو ان کا مدینہ رہنا کہاں تک معلوم ہو گا وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہاشم کی کوئی اولاد بھی ہے بہرحال شیبہ ماں کے گھر پرورش پا کر جوان ہوئے اور اپنے کل احوال سے واقف ہوئے تو ایکدن ان کے ہمعصروں میں شرافت نسبی کا ذکر آیا تو شیبہ نے تلوار کھینچکر اپنے نسبی افتخار شرافت اور افتخار کو ذیل کے پرزور اور سچے الفاظ میں بیان فرمایا۔

انا شیبہ ابن ہاشم ابن عبد مناف انا ابن سید البطحا انا ابن سید مکۃ والحجاز انا ابن رئیس کل قریش من سود وعلی سادات العرب مدینہ کے باشندوں میں سے کسی نے یہ خبر مطلب کو پہنچائی تو انکو فورًا بھائی کی وصیت کا خیال آیا یہ مکہ سے اُٹھے اور بھتیجے کو مدینہ سے لیکر پھر مکہ واپس آئے جب مکہ والوں نے شیبہ کو دیکھا تو اُن سے پوچھا یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا ہذا عبدی اسوجہ سے آپ کا نام عبد المطلب مشہور ہوا۔ عبد المطلب کے ذاتی محاسن بھی بالکل ہی اپنے آبائے کرام کے محامد اوصاف اور مکارم اخلاق کے پورے نمونے تھے چاہ زمزم کا بار دیگر سراغ لگانا اور اسکا از سر نو بنوانا یہ انھیں کی فیض رسانی تھی یہ چاہ زمزم ہی کی مرمت تھی جس کے ایفائے نذر کے لئے عبد المطلب نے اپنے بیٹوں میں سے

ایک بیٹے کی قربانی مانی تھی اور اتفاق سے قربانی کا قرعہ بھی ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والد بزرگوار جناب عبداللہ کے نام نکلا جن کے معاوضہ میں سو اونٹ قربانی کئے گئے اور حضرت عبداللہ بچ گئے

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت سے چھ مہینے بعد جناب عبداللہ نے اپنے والد بزرگوار عبدالمطلب کے سامنے انتقال فرمایا اور جناب عبداللہ کی وفات سے تین برس بعد جناب آمنہ (آپ کی مادر گرامی نے) انتقال کیا اور پھر پانچ برس بعد حضرت عبدالمطلب کی رحلت واقع ہوئی۔

حضرت ابی طالب جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے والد بزرگوار کے پورے حالات

حضرت ابوطالب کے حالات

ولولا ابوطالب و ابنہ　لما مثل الدین شخصا وقاما　فذاک بمکۃ آوی وحامی　وھذا بیثرب خاض الحماما

اگر ابوطالب اور ان کے فرزند نہوتے تو کبھی دین اسلام صورت پذیر اور قایم نہوتا۔ ابوطالب نے اسکو مکہ میں پناہ دی اور اسکی حمایت کی اور اس نے علی مرتضیٰ علیہ السلام آپ کے صاحبزادے نے) مدینہ کے معرکوں میں اسلام کے لئے اپنی جان کو تہلکوں میں ڈالدیا تہذیب المتین ص ۱۲ جلد ۱

عبدالمطلب نے اپنی وفات کے وقت حکومت قریش امارت مکہ۔ خدمات کعبہ۔ غرض تمامی خاندانی اور موروثی تعلقات کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پرورش کا اعلیٰ اور مقدس منصب بھی **ابوطالب** اپنے صاحبزادے کے سپرد کیا جو کہ حضرت عبداللہ سے بڑے اور ذاتی وجاہت لیاقت اور متانت کے اعتبار سے سب بھائیوں میں زیادہ مشہور تھے اور حقیقت میں یہ ایک ایسا نمایاں شرف تھا جو آپ کے گیارہ بھائیوں میں سے سوائے آپکے کسی دوسرے کو نہ ملا یہ ابی طالب کی خوش قسمتی کا باعث تھا کہ اپنی موروثی خدمات اور مناصب کے علاوہ جو مدت سے بنو اسمعیل کے معیار عظمت اور جلالت چلے آتے تھے یہ مقدس خدمت بھی جو کسی طرح ضیافت حجاج۔ خدمت کعبہ وغیرہ سے عظمت اور بزرگی میں کم نہیں تھی انھیں کا حصہ ٹھری

حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کی یکجائی محبت

اس خدمت کو یہ نسبت دوسرے بھائیوں کے حضرت ابیطالب کے ساتھ جو خصوصیت تھی وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابیطالب ایک ہی ماں سے تھے اور دوسرے بھائی دوسری ماؤں سے ان دونوں صاحبزادوں کی ماں کا نام بنت عمر ابن عائذ فاطمہ مخزومیہ تھا ابیطالب کو اپنے چھوٹے بھائی حضرت عبداللہ سے ایک مفرط درجہ کی محبت تھی اور ویسی ہی جیسی سنا کرتے ہیں کبھی بھائیوں میں ہوا کرتی ہے جسوقت قربانی کا قرعہ جناب عبداللہ کے نام نکلا اور حضرت عبدالمطلب خدا سے ایفائے وعدہ کے لئے تیار ہوئے تو یہ ابیطالب ہی تھے کہ بھائی کی جدائی کے خیال سے بےچین ہو کر اور اپنے سب بھائیوں کو جمع کرکے باپ کی خدمت میں پہنچے اور جناب عبداللہ کے چھوڑ دینے کے لئے استدعا کی تین مرتبہ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا اور تینوں بار جناب ابیطالب نے ایسی ہی کوشش کی اور عبداللہ کو چھری کے نیچے سے بچا لیا دیکھو تاریخ طبری ص ۲۷۲ ج ۴

ابیطالب کا نام **عبد مناف** ہے اور بعض مورخین نے **عمران** بھی لکھا ہے۔ مگر عرب کی دستور کے موافق بیٹا پنے

نام کو چھوڑ کر کنیت سے مشہور ہوئے سیرۃ النبوۃ میں علامہ سید احمد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کان ابیطالب ممن حرم الخمر علیہ فی الجاھلیۃ کا بیہ عبدالمطلب جناب ابیطالب اُن لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے ایام جاہلیت میں بھی شراب کو حرام سمجھا تھا مثل اپنے باپ عبدالمطلب کے

حضرت ابوطالب کے اوصاف

ابیطالب کی ولادت تقریباً ۲۸۵ء میں واقع ہوئی اور شعلم ایل میں ۵۴ برس کے سن میں یہ اپنی موروثی حکومت اور منصب پر ممتاز ہوئے عرب میں بیضۃ البلد۔ شیخ القریش۔ سید البطحی اور رئیس مکہ کے معزز لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔

ودیعت الہی کا حضرت ابیطالب کی ولایت میں سپرد ہونا ایک ایسا سخت اور دشوار گذار امر تھا جو عموماً نگاہوں میں فضائل و مراتب کے اعتبار سے تو بہت کچھ مسرت اور مفاخرت کا باعث معلوم ہوتا ہے مگر جب اس کے دوسرے پہلو پر غور کیا جائے اور اس کی ادا کاری۔ اسباب حفاظت اور غایت درجہ کی راز داری کی حالتوں پر نگاہ دوڑائی جائے تو صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ محافظت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا منصب خصوصاً اسوقت میں جب ابیطالب کی سپرد کیا گیا ایسا نہیں تھا جس میں بغیر پورے درجہ کے استقلال کے کوئی معمولی طبیعت اور بودے دل والا اس کی بجاآوری کے لئے کافی سمجھا جاتا۔ جناب رسول خدا صلعم کی حفاظت کا ذمہ انھوں نے اپنی جان کے ساتھ لیا تھا اور انھوں نے اپنے اس فریضہ یا اجیر خدمت کی ادا کاریوں میں کچھ اپنی صداقت شفقت اور استقلال ہی کا خاتمہ نہیں کر دیا بلکہ ان تمامی اخلاقی اوصاف کے ساتھ اپنی جان عزیز کا بھی۔ ابن حجر اصابہ فی تمیز الصحابہ میں لکھتے ہیں لما مات عبدالمطلب اوصی بمحمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی ابی طالب فکفلہ واحسن تربیتہ وسافر بصحبتہ الی الشام وھو شاب ولما بعث قام فی نصرتہ وذب عنہ لمن عاداہ ومدحہ عدۃ مدائح منھا قولہ لما استسقی اھل مکۃ فسقوا ؎ وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل جب جناب عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو انھوں نے جناب ابیطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تربیت کے لئے وصیت کی پس جناب ابیطالب نے ان کی عمدہ طرح سے کفالت کی اور تربیت میں اپنے باپ کی وصیت بجا لائے اور آپ کو ساتھ لیکر سفر شام کیا حضرت اسوقت جوان ہو چکے تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے تو جناب ابیطالب آپ کی مدد کرنے کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور جو لوگ کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دشمن ہو گئے تھے ان کے شر کو حضرت کے سر سے دور کیا اور حضرت کی وہاں تک تعریفیں کی جو حد تعریف کرنے کی تھی منجملہ انکے جناب ابوطالب کا وہ شعر مشہور ہے کہ جب ایکدفعہ مکہ کے لوگ خشک سالی میں گرفتار ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی برکت سے باران رحمت نازل ہوا جناب ابوطالب نے آپکی مدح میں کہا تھا جسکا ترجمہ ہے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہایت خوبصورت اور نورانی چہرے والے ہیں جن کی وجہ سے ابر سے مینہ برستا ہے اور آپ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کے پشت پناہ ہیں۔ ابیطالب کے دلمیں یتیم عبداللہ اروا حنالہ الفداہ کی محبت ڈھونڈنا اور اس کے لئے کوئی خاص وجہ قائم کرنا محض نادانی ہے حضرت عبداللہ تھے ہی نہیں حضرت آمنہ کا انتقال ہی ہو چکا تھا حضرت عبدالمطلب بھی رحلت فرما چکے تھے اب گھر میں کون تھا۔ باپ

تھے تو ابیطالب ماں تھیں تو فاطمہ بنت اسد اس محبت و قرابت کے علاوہ راہب بحیرو کی پیشین گوئیوں نے انکو اس ودیعت خدا کی حفاظت پر اور آمادہ کر دیا تھا یہاں تک تو انکو اپنے اس دُرِ یتیم کی حفاظت کا خیال تھا کہ جہاں آپ رہتے انکو رکھتے جب آپ کھاتے انکو کھلاتے جہاں آپ سوتے انکو سلاتے جہاں آپ جاتے اُن کو لیجاتے۔ محدث علی ابن برہان الدین الشافعی انسان العیون میں جناب ابیطالب کی ہمدردی کا حال جو وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ کرتے تھے اسیطرح بیان کرتے ہیں وکان ابوطالب فی کل لیلۃ یامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یاتی فراشہ ویضطجع مکانہ فاذا نام الناس اقامہ وامر احد بنیہ او غیرھم من اخوانہ وابن عمہ ان یضطجع مکانہ خوفا علیہ ان یغتالہ احد ممن یرید بہ السوء جناب ابیطالب ہر شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بستر پر لیٹنے کے لئے کہتے اور جب لوگ سو جاتے تو آپ کو وہاں سے اُٹھا کر اپنے کسی بیٹے یا بھائی یا ابن عم کو آپ کے بستر پر اس خوف سے سلاتے کہ مبادا وہ لوگ کہ آپکے ساتھ لڑائی کا کھٹکا رکھتے تھے آپ کو کوئی تکلیف پہنچائیں اس عرصہ میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مشرکین مکہ نے کیسی کیسی شرارتیں کیں۔ تکلیفیں پہنچائیں تبلیغ اسلام سے باز رکھنے کے لئے کیسے کیسے منصوبے باندھے اور جناب ابیطالب کو پیرانہ سال سمجھکر اپنے جوانانہ حملوں سے کیسا کیسا دھمکایا۔ ڈرایا۔ مگر نہ اُس بانی اسلام کی کوششوں میں فرق آیا اور نہ اس محسن اسلام کی ہمت اور استقلال میں کسی طرح دھبہ لگنے پایا جن میں سے ہم صرف دو واقعے ذیل میں لکھتے ہیں

ایک مرتبہ قریش نے جب دیکھا کہ ابی طالب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت سے ہاتھ نہ اُٹھائیں گے تو اپنی قوم کے ایک رئیس زادے کو جو بہت بڑا وجیہہ اور شاعر تھا ساتھ لیکر جناب ابیطالب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اسکو فرزندی میں لیجئے یہ آپ کے بڑھاپے کا سہارا ہوگا اور اپنے اس بھتیجے کو ہماری سپرد کر دیجئے کہ ہم اسکو قتل کر ڈالیں اُسنے ہماری قوم میں پھوٹ ڈالدی ہے اور ہمارے بڑے بڑے عقلمندوں کو پاگل اور احمق بنایا ہے جناب ابیطالب نے فرمایا کہ کہیں تم نے ایسا دیکھا ہے کہ کوئی شخص اپنے پارۂ جگر کو اس لئے دیدے کہ وہ قتل کر دیا جائے اور دوسرے کے لڑکے کو لیکر پالے طبری ص ۴۰۵ جلد ۴ ابن اثیر ص ۴۸ ج ۲۔

ایک مرتبہ اور ایسا ہی واقعہ پیش آیا جناب رسول خدا صلعم حضرت ابیطالب کے پاس بیٹھے ہوئے منیدیان اسلام کو دین خدا کا سبق دے رہے تھے مشرکین قریش جو اس مدرسہ ایمانیہ کی عمارت میں دل و جان سے ساعی تھے۔ جمع ہو کر اس علوم الہی کے مدرس کی ایذا رسانیوں پر آمادہ ہوئے اور سب سے پہلے ابیطالب کو چھیڑنا شروع کیا جب ان کی ہمت میں کمی نہ دیکھی تو انکو بلا کر کہا کہ تم اسوقت ہمیں محمد صلعم کو حوالہ کر دو جناب ابیطالب نے ایسا پر اثر جواب دیا کہ ان کے پتھر جیسے دل میں بھی قیامت کا اثر ہوا آپ نے کہا کہ اگر اونٹنی اپنا بچہ کسی دوسرے کو سپرد کرنا گوارا کرے تو میں بھی تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حوالہ کردوں منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ محدث دہلوی ص ۳۴ جلد ۲۔

پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی حفاظت ذاتی اور یہی خوبیوں میں حضرت ابیطالب نے جن مستقل مزاجیوں سے کام لیا ہے وہ اپنی

حضرت ابیطالب کی حفاظت رسول کا واقعہ

حفاظت پیغمبر میں ابیطالب کا استقلال

آپ نظیر ہیں اور اس زمانہ کی حالت نہایت بعید قریش رسول اللہ صلعم کے دشمن تھے اور ابوطالب قریش کے سردار جس قوم کے یہ سردار تھے وہی ان کے مخالف عرب کی قبیلہ بندیوں نے اور ان کی قانون کی پابندیوں نے حضرت ابیطالب کو تو اس کام کا بھی نہیں رکھا تھا کہ وہ گھر سے باہر جا کر اپنے اہل وعیال کے اسباب معیشت کو درست کرتے اسوقت اگر ابیطالب اگر ایسے قصد کا اظہار کرتے تو کفار قریش ایسے کیا تھے جو آنکو مکہ سے صیح وسلم باہر قدم رکھنے دیتے علاوہ اسکے ان کو بھی بذات خاص یہ کب گوارا ہو تھا کہ ان کی آبائی جلالت اور ذاتی ہمت میں دھبہ لگتا ان وجہوں سے جناب ابیطالب جناب رسولخدا کو لیکر کہیں باہر بھی نہیں جاسکتے تھے اسوقت کی مجبوریاں بھی کچھ ایسی ہی تہیں جو ابیطالب کو گھر سے باہر نکلنے کی کبھی اجازت نہیں دیتی تہیں۔ مکہ میں جو لوگ بستے تھے وہ ابیطالب کیا خدا ہی سے پھرے ہوئے تھے اگر بنی کلب کا خدا ودّ تھا تو بنی ہذیل کا سُوَاع۔ یغوث کو بنی مذحج پوجتے تھے تو نسر کو ذو الکلاع۔ یعوق کو قبیلہ بنی ہمدان پوجتا تھا لات کو ثقیف مکہ میں ان خداؤں کی پرستش گھر گھر ہوتی تھی ان متعدد قبائل کے ہوتے تنہا ایک بنی ہاشم کے قبیلہ کا کیا وجود تبیس دانتوں میں ایک زبان۔ یا ہزاروں دشمنوں میں ایک جان غضب تو یہ تھا کہ ان خداؤں کا مٹا دینے ابیطالب کے دامن میں پرورش پا رہا تھا اب مکہ والوں سے بنتی تو کیونکر اسلئے قریش نے ابی طالب علیہ السلام کو کیسا کیسا ڈرایا دھمکایا خوف دلایا اور حیل و فریب کی باتوں میں پھنسانا چاہا مگر اس محسن اسلام کی ہمت اور سچی رفاقت میں بل نہ آیا اسپر تلواریں چلائیں تیر آیلکئے مگر وہ اس ودیعت خدا کو اپنی چھاتی سے لگائے رہا اور اپنی آغوش شفقت سے اسکو کبھی جدا نکیا۔ حقیقت میں حضرت ابیطالب کی اعانت اسلام یا شفقت رسول علیہ السلام دوسرے معاونین کی محاسن خدمات سے کبھی وقعت اور قدر میں کم نہیں کہی جاسکتی حضرت ابیطالب کی مصیبتیں ایسی نہیں تھیں جو کوئی اپنی حکمت عملیوں سے کاٹ جاتا یا تلوار اور ہتھیاروں کے ذریعہ سے اُنکو بچاتا یہ مخالفت بھی قریش کی مخالفت تھی نہ جنکو ذرا سی بات پر اپنی جان دینی مشکل تھی اور نہ دوسرے کی لینی پھر جناب رسولخدا کے ہلاک کرنے میں مشرکین کے لئے کونسی چیز مانع تھی یہ تو ظاہر ہے کہ اسوقت تک نہ جماعت انصار تھی نہ گروہ مہاجرین۔ ابیطالب تھے اور معدودے چند بنی ہاشم ان میں بھی نہ اسوقت تک حمزہ ہی مسلمان ہوئے تھے نہ عباس باقی رہا ابولہب وہ تو تازیست جان رسول مقبول کا خواہاں بنا ہی رہا اب محمد کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنے والا اور ان مصیبتوں میں اُن کی تسکین دینے والا سوائے حضرت ابیطالب کے اور کون تھا یہ انہیں کی وجاہت تھی اور انہیں کا استقلال جس نے مخبر کبیر کو اپنے ارادہ میں کامیاب ہونے دیا انہیں کے ذاتی اعزاز نے اُن کے قدموں کو آگے بڑھنے دیا حضرت ابیطالب کبھی قریش کی سخت جدالوں کو دیکھکر نہیں گھبرائے جس مصیبت سے سامنا ہوا اُسپر کمال استقلال سے صبر فرمایا اور خدا کے خزانہ رحمت سے امید لگا کر خاموش رہے اور اسکی اعانت و عنایت کا انتظار کرتے رہے واقعی اگر اتنا استقلال اُنکی طبیعت میں نہ دیا جاتا تو حفاظت اسلام میں بہت بڑی خرابی واقع ہوتی اور جناب رسولخدا کی جان کا بچانا ناممکن الوقوع خیال کیا جاتا۔

ایکمرتبہ قریش خشمناک ہو کر حضرت ابیطالب کے پاس آئے اور جناب رسول خدا کی شکایت کرنے لگے آپنے ان کے سمجھانے کا تو کچھ جواب نہ دیا جب وہ چلے گئے تو جناب رسولخدا سے وہ باتیں دوہرائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ خیال ہوا کہ چچا متفکر نہیں ہو گئے

حضرت ابیطالب کی حفاظت رسول کی خدمات عظمی

جناب ابیطالب اعوان رسول صلعم

اور ہیں ان کی ہدایتوں سے باز رکھنا چاہتے ہیں آپ کے ملول ہونے پر اُن کا دل بھی بھر آیا اور تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنے بیٹے پاؤ جگر کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ میری یہ خواہش نہیں ہے کہ تمکو میں تمھاری ان ہدایتوں سے منع کروں تم خوشی سے اس کار ہدایت کے انجام میں سرگرم اور مستعد رہو جس کے لئے تم منجانب اللہ مامور ہوئے ہو جبتک کہ میں زندہ ہوں کسی دشمن کو تم پر ہاتھ اٹھانے کی جراءت نہ ہوگی اور نہ تمھیں کوئی آزار پہنچا سکے گا اس واقعہ کے یادگار میں حضرت ابوطالب نے چند اشعار بھی نظم فرمائے ہیں اردو وہ یہ ہیں۔

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم حتی اوسد فی التراب دفینا فاصدع بامرک علیک غضاضۃ وابشر وقر بذاک منک عیونا

تیرے دشمن خدا کی قسم تیری طرف نہیں دیکھ سکتے جبتک کہ میں خاک میں دفن نہیں کیا جاتا تم اپنے کاموں کو ظاہر کرو اور کچھ اندیشہ مت کرو تمھاری آنکھیں تمھارے کاموں سے خوش رہیں طبری ص ۱۸۱ جلد ۴

ایسے ہی ایک مرتبہ ایک واقعہ اور پیش آیا جسکو ہم علامہ قرطبی کے کتاب الاعلام سے ذیل میں نقل کرتے ہیں

فقلہ القرطبی فی کتابہ المسمی بالاعلام عن صدق محبۃ ابی طالب لسیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد خرج الکعبہ یوماً واراد ان یصلی فلما دخل فی الصلوۃ قال ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ من یقوم الی ہذہ الرجل فیفسد علیہ الصلوۃ فقام عبد اللہ ابن الزبعری واخذ فرثاً ودماً فلطخ بہ وجہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فانفتل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من صلواتہ واتی ابی طالب عمہ وقال یا عم الا تری ما فعل بی فقال لہ ابوطالب من فعل بک ہذا فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ ابن الزبعری فقام ابوطالب فوضع سیفہ علی عاتقہ ومشی حتی اتی القوم فلما راوہ قد اقبل جعلوا ینہضون فقال ابوطالب واللہ لئن قام رجل جللتہ بسیفی ہذا ثم قال یا بنی من فعل بک ہذا فقال عبد اللہ ابن الزبعری فاخذ ابوطالب فرثاً ودماً فلطخ وجوہہم ولحاہم وثیابہم واساء لہم القول

قرطبی اپنی کتاب اعلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی سچی محبت کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ ایکدن جناب رسالتمآب خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور نماز پڑھنے لگے ابوجہل ملعون نے کہا کہ کوئی ہے کہ ان کی نماز کو فاسد کرے یہ سنکر عبد اللہ ابن زبعری نے اُٹھکر اور خون آنحضرت کے روئے مبارک پر ملدیا آپ وہاں سے اُٹھے اور نماز کو چھوڑ کر اپنے چچا حضرت ابوطالب کی خدمت میں آئے اور کہا اے چچا تم نہیں دیکھتے ہو کہ یہ میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے ابوطالب نے پوچھا کہ یہ گستاخی کس نے کی ہے آنحضرت نے کہا عبد اللہ ابن زبعری نے حضرت ابوطالب نے کہا واللہ کاندھے پر تلوار رکھکر لوگوں کے پاس آئے جب ان لوگوں نے ابی طالب کو اپنی طرف متوجہ پایا تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے جناب ابوطالب نے کہا واللہ اگر تم میں کوئی بھی اُٹھیگا تو میں اسے تلوار سے قتل کر ڈالونگا بعدہ آنحضرت سے پوچھا اے میرے بیٹے کس نے تمسے یہ گستاخی کی ہے آپنے عبد اللہ ابن زبعری کا نام لیا جناب ابوطالب نے لید اور خون لیکر اُن کے چہروں اور داڑھیوں اور کپڑوں پر ملدیا اور بہت سخت وسست باتیں کہیں۔ قریش نے جب ہر طرح سے سمجھ لیا کہ اب ابوطالب محمد کی رفاقت اور حفاظت سے ہاتھ نہ اُٹھائینگے اور نہ ہمارے مکر و فریب یا کید و تہدید کو خیال میں لاوینگے تو تمام اشراف قریش

ابوطالب اور حمایت رسول

دار الندوہ میں جمع ہوئے اور بنی ہاشم کی ایذا رسانیوں کی فکر کرنے لگے آخر کار یہ فیصلہ پایا کہ بنی ہاشم آبادی مکہ سے نکل جائیں
اُن سے صلۂ رحم اور تمامی تعلقات منقطع کر دئے جائیں نہ ان کے ہاتھ کوئی سودا بیچے نہ وہ کسی سے سودا خریدیں (۲) نہ وہ کسی کے پاس
جائیں اور نہ اُن کے پاس کوئی جائے (۳) نہ ان سے کوئی شادی کرے اور نہ وہ کسی سے شادی کریں (۴) یہاں تک کہ نہ کوئی
بنی ہاشم سے شادی کرے اور نہ وہ کسی سے بات کریں ان شرائط کا ایک اقرار نامہ لکھکر اور اسپر تمام صنادید قریش کے دستخط کرا کے
خانہ کعبہ میں آویزاں کرا دیا اسلئے کہ اشاعت عام کے بعد کوئی مسافر یا تازہ وارد جو مکہ میں کسی ضرورت سے آئے وہ بھی اس عہد نامہ کی
عبارت پڑھکر بنی ہاشم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق پیدا کرنے نہ پاوے ابیطالب کی مستقل مزاجی اور حفاظت رسولؐ کے خیالوں نے ان کو
ایسی قید سخت کی جانکاہ اذیتوں پر بھی راضی کر لیا حضرت ابیطالب نے مجبور ہو کر اسیوقت تمام بنی ہاشم کو جمع کر کے ایک تنگ درہ کوہ کی
راہ لی اور وہاں مع جناب رسول خداؐ جس میں صرف ایک ابولہب نہیں تھا چلے گئے اور وہیں رہنے لگے یہ مقام شہر سے کچھ فاصلہ
پر آجتک محفوظ ہے اور **شعب ابیطالب** کے نام سے مشہور ہے اس قید تنگ میں سوائے ایک روزن کے جس میں سے بمشکل
ایک آدمی نکل سکتا تھا اور کوئی دوسری راہ نہیں تھی اب اسکو ہوا کا روزن یا ان کی زندگی کا باعث سمجھ لو یا اُس تاریک زندان
کا دروازہ۔ ایسی بیکسی بے بسی اور تنہائی کی قید سخت میں حضرت ابیطالب نے تین برس کاٹے اس عرصۂ دراز تک نہ وہ کسی کے
پاس آسکتے تھے اور نہ کوئی اُن کے پاس جا سکتا تھا نہ ان کے لئے کھانے پینے کا سامان تھا نہ آرام و آسایش کے اسباب اس مظلوم
کو صرف تائید غیبی اور اپنے حافظ حقیقی کا سہارا تھا جس کی رحمتوں پر وہ آسرا لگائے اس قید سخت کی غیر متحمل اذیتوں کو پڑا آٹھ رہا تھا
بیرحم قریشیوں نے حفاظت رسولؐ کے الزام میں ابی طالب ہی کو نہیں بلکہ تمام بنی ہاشم کو اپنے حسابوں دنیا ہی سے نکال دیا تھا
یہ بیرحم قوم جو قبل اسکے حضرت ابیطالب کو اپنا بزرگ اور رئیس خیال کرتے تھے صرف ایک نصرت رسول اللہؐ کی وجہ سے دفعتًا
ایسے خونخوار دشمن بن اُٹھے اور ایسی سخت اور شدید ایذائیں دینے لگے جس کا اندازہ انسانی فہم و ادراک سے باہر ہے ان ایذا
رسانیوں کے لئے اگر قوم قریش **فراعین مصر** قرار دیجائے تو بنی ہاشم **بنی اسرائیل** یا اگر قریش کو **بخت نصر** کہا جائے تو
بنی ہاشم کو **ساکنین بیت المقدس** کہنا لازم آتا ہے طبری چہارم ص ۲۰۲ جلد ۴ روضۃ الصفا جلد دوم قلمی
ہمکو تو ان واقعات سے یہ ثابت کرنا تھا کہ ایسی ایسی غیر متحمل مصیبتوں میں بھی حضرت ابیطالب نے رفاقت اسلام اور حفاظت
خیر الانام سے منہ نہیں موڑا نہ ان کی نصرت سے پہلو تہی کی نہ انکی شفقت و مرحمت میں کمی کفار کے جو حملے محمدؐ پر ہوئے وہی ابیطالب
نے جھیلے اُس بانی اسلام کو جھیلنا ہوئیں وہی اس محسن اسلام کو مگر نہ اُن کے صبر میں فرق پڑا نہ اُن کے صبر میں غرض ہر طرح سے
ابیطالب نے اپنے محاسن حذمات سے حضرت عبد المطلب کی اُن تمام وصیتوں کو نہایت خوبی سے انجام دیا جو اُنھوں نے اپنے بستر مرگ
پر رسول اللہؐ کی نسبت کی تھیں لہذا اسی کے ساتھ ہی حضرت ابیطالب نے جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
طبع عالی و قسم کی ان امیدوں کو بھی پورا کر دیا جنکی وجہ سے حضرت عبد المطلب نے اُنھیں کو اپنے اور بیٹوں میں ان کی حفاظت کے لئے
منتخب کیا تھا جس زمانہ سے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تفقد احوال اور کفالت کا سلسلہ ایسا ناممکن خیال کیا جاتا تھا

حفاظت رسول میں ابیطالب کی مصیبتیں شعب کی مصیبت اور دوسرے آزار و مصیبتیں

جو سوائے ابیطالبؑ اور کسی کی ہمت اور استقلال سے ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔

حضرت ابوطالب اور رسول اللہ کی فکر معاش

ان مصیبتوں کو جھیل جھیل کر جب جناب رسول خداؐ سن تمیز پر پہنچے تو حضرت ابی طالب کو ایک اور مشکل سے سامنا ہوا جس میں ان کے کامیاب ہونے کی مطلق امید نہ تھی قریش کی ایذا رسانیوں کا غم تو صبر اور خاموشی سے غلط بھی ہو جاتا تھا مگر یہ خیال تو حضرت ابیطالبؑ کے ایسا دامنگیر ہوتا تھا جو ان کی نسبت دل سے نہیں نکلتا تھا اب ابیطالب کو جناب رسولخداؐ کے اسباب معیشت مہیا کرنے کی فکر ہوئی جس کے فراہم کرنے میں انکو اپنا کوئی شریک نہیں نظر آتا تھا حضرت ابیطالب کے پاس جو کچھ تھا وہ کفار قریش کی عداوت اور خصومتوں کے ہاتھوں غارت ہو چکا تھا نہ شام و یمن کی تجارت ہی باقی رہی تھی اور نہ خانہ کعبہ کی خدمت نہ مکہ کی امارت۔ سالہا سال سے ایسے دشمنوں میں گرفتار تھے جو مکہ سے ان کے قدم باہر نکالنے کے بھی روادار نہ تھے ایسے زمانہ میں حضرت ابیطالب کو اپنی جان بچانی مشکل تھی رسول اللہؐ کے اسباب معیشت کی ترتیب ایک ایسا خیال تھا جو سرے سے ناممکن معلوم ہوتا تھا حضرت ابیطالبؑ کا سرمایہ جو تھا وہ اٹھا اور جو باقیماندہ تھا وہ شعب ابوطالب کی قید سخت میں اٹھایا گیا تو سوائے ناداری کے حضرت ابیطالبؑ کے پاس کچھ بھی نہ تھا غرض کوئی ذریعہ ایسا موجود نہ تھا جس سے وہ اپنے پیارے بھتیجے کے اسباب معیشت کو درست کر سکیں۔

حضرت خدیجہ کی تجارت

شعب ابی طالب کی سخت قید سے چھٹکر حضرت ابیطالب کو ہر وقت یہی خیال تھا انہیں دنوں میں شام کو مکہ سے تجارتی قافلہ جاتا تھا **حضرت خدیجہ بنت خویلد** کو جو مکہ کی ایک ممتاز اور متمول تاجر کی بیوہ تھیں ایک امین کی ضرورت ہوئی مکہ میں جناب رسولخداؐ کی امانت و دیانت ایسی مشہور ہو رہی تھی کہ ان کے جانی دشمن تک ان کو **الامین** کے لقب سے پکارتے تھے حضرت خدیجہ نے اسپر اور نیز اس باعث سے کہ بنی ہاشم کہ ہمیشہ سے شام میں تجارت کرتے آئے ہیں بلکہ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس تجارت کا سلسلہ جو مکہ سے شام تک جاری ہے اسکی بنا انہیں کے گھر سے اور ہاشم ہی کے وقت سے ہے یہی خیال کر کے کہ جناب محمد مصطفیٰؐ خود بھی اپنے چچا حضرت ابیطالب کے ساتھ دو بار ملک کا سفر کر چکے ہیں اور وہاں کے تجارتی معاملات کو خوب سمجھ چکے ہیں ان تمام باتوں پر غور کر کے حضرت خدیجہ نے اپنے ملازموں کو جناب ابیطالب کے پاس حصول اجازت کی غرض سے بھیجا حضرت ابیطالبؑ نے جناب خدیجہ کی استدعا کو کئی قرینوں سے پسند کیا

حضرت ابوطالب نے رسول اللہ کے نکاح کی درخواست

(۱) اس سے بڑھکر جناب رسولخداؐ کے اسباب معیشت کے درست ہونیکا دوسرا ذریعہ نہ ہوگا (۲) حضرت خدیجہ کے باعث جناب رسولخداؐ اپنے دشمنوں کی طرف سے ایک گونہ مطمئن رہیں گے اور قریش بھی جناب خدیجہ کی عز و ثروت کے لحاظ سے ان کی ایذا رسانیوں پر جرأت نہ کریں گے (۳) اس علاقہ سے جناب رسولخداؐ کو اشاعت اسلام کا بہت اچھا اور وسیع موقع ملے گا اور یہ ایک ایسی شے ضروری ہے جو ان کی سب ضرورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ حضرت ابیطالب کے یہ خیال کہاں تک صحیح تھے اس کے تصدیق کے لئے تو وہ واقعات موجود ہیں جو تمام اسلامی تاریخوں میں لکھے ہیں ایک حضرت خدیجہ کی ذات سے اس بانیٔ اسلام علیہ السلام کو کیسے کیسے اطمینان تمام اور فائدہ اُٹھے اور ان کی عز و ثروت نے قریش کی سرگرمیوں میں بہت کچھ کمی پیدا کر دی علاوہ اور امیروں کے حضرت ابیطالب کی ان پیش اندیشیوں سے وہ نتیجہ نکلا جیسنے سرے سے مکہ میں اسلام کا گھر بسایا اور جناب خدیجہ نے ایک ہی سال کے اندر تمام

رسولخداؐ کی امانت اور صداقت کا ایسا کامل لطف اُٹھایا اور آپ کے محاسن اخلاق پر ایسی گرویدہ ہوئیں کہ جناب رسولخداؐ سے نکاح کرنے کے لئے حضرت ابی طالب کے پاس کہلا بھیجا ہمکو یہ بتا دینا بھی بہت ضرور ہے کہ جناب خدیجہ وہی عورت تھیں جن کے مال و دولت کی کثرت دیکھ کر عمائد عرب اور اکابر قریش برابر اپنے لئے پیام لاتے تھے اور یہ سب سے انکار کرتی رہیں جناب ابیطالب کو اس نسبت کے قبول کرنے میں کیا عذر تھا آپ نے اسے قبول کر لیا اور جناب رسول خداؐ کو بھی اجازت دیدی ہاں اس مقام میں ہمکو حضرت ابیطالب کے استغنا اور بے لوثی ضرور دکھلانا ہے کہ یہ باوجود قلیل البضاعت ہونے کے ایسے نہیں تھے کہ حضرت خدیجہ کے پیوند کو اپنے لئے کسی منفعت یا غرض کا ذریعہ ٹھیراکر خدیجہ یا خویلد کے قبیلہ سے بنی ہاشم کی ذاتی عزت و شرافت کے افتدار کو شرماتے چنانچہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محفل نکاح میں جو خطبہ حضرت ابیطالب نے پڑھا وہ ہمارے اس دعوی کی پوری تصدیق کرتا ہے ہم اس کی عبارت کو روضۃ الصفا کی جلد دوم سے نقل کرتے ہیں۔

جناب ابیطالب کا خطبہ

حمد و سپاس خدائے را کہ مارا از فرزندان ابراہیم و نسل اسمعیل گردانید و از اصل معد و مضر بدید آورد و مارا محافظان بیت و مشولان حرم خویش ساخت و خانہ را کہ قبلہ و مطاف خلق است و حرمے با من یعنی بنیے کہ ہر انجا برسد و رامان باشد بما ارزانی فرمود لما بعد برادر زادۂ من محمد صلعم کسے ہست کہ قرابت او با من شمارا معلوم ست و اکنوں خواستگاری بکنم خدیجہ بنت خویلد را برائے بہ مہر لبست شتر مایہ از مال من کہ صداق موجل و معجل او ہماں باشد و باللہ کہ محمدؐ را مرتبۂ عظیم و امرے بزرگ درپیش ہست روضۃ الصفا جلد دوم۔ الغرض ہم اپنے سلسلہ بیان میں تمام بیان کرتے آئے ہیں کہ جناب رسولخدا صلعم کی حفاظت صلاح اور رفاہ کے لئے حضرت ابیطالب نے جو جو رستے اختیار کئے انہیں وہ برابر کامیاب ہوتے گئے اب چاہے اسے رسول اللہ صلعم کی برکت سمجھو یا حضرت ابیطالب کی حسن سعادت۔ جو ہو مگر اسلام کی صداقت کا ایک یہ بھی بہت بڑا ثبوت ہے کہ اسنے ابتدا سے ایک ایسے سچے شفیق کے دامن عاطفت میں پرورش پائی اور ایک ایسے مہربان محافظ کی حفاظت میں سپرد ہوا جسکی حفاظت رفاقت اور حمایت میں کبھی خوف دہشت اور طمع کی وجہ سے فرق نہ آیا اور اُن کے دامن استقلال میں کبھی کسی لوث یا کسی ذاتی اغراض کا دھبہ لگا۔

مدح رسول میں ابیطالب کے اشعار

جناب ابیطالب نے اپنی تمام عمر جناب رسولخداؐ کی حفاظت اور خدمت میں صرف کی اور ایک سچے اور خیر خواہ محافظ کے جو جو فرائض منصبی ہوتے ہیں وہ سب نہایت حسن و خوبی سے انجام دئے ابو طالب کا یہ فرمانا کہ جب تک میرے نتھنوں میں دم ہے تجھپر کوئی ہاتھ اُٹھا نہیں سکتا ہر قرینہ سے صحیح نکلا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو (معاذ اللہ) علانیہ مکہ میں ہوتی تھی اور یہ بیہودہ اشعار تمام کوچہ و بازار میں جلسہ گاہوں میں پڑھے جاتے تھے مظلوم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اسوقت تک کوئی نہیں تھا جو ان یاوہ گویوں کی سزا کرتا یا ان کے جواب میں ان کی دھجیاں اڑاتا حضرت ابی طالب نے یہ خدمت بھی اپنے ہی ذمہ لی اور جناب کے اوصاف و محامد میں اشعار کہے قصیدے نظم کئے اور قریش کی گمراہی اور بدبختی دکھلائی انہیں سے چند اشعار ہم ذیل میں لکھتے ہیں

وشق لہ من اسمہ لیجلہ   فذو العرش محمود وھذا محمد

آپ ایسے برگزیدہ اور تمام لوگوں میں چیدہ تھے کہ خدا نے اپنے نام میں سے ان کے اسم مبارک کو مشتق کیا وہ عرش پر محمود اور یہ زمین پر احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام کے زمانہ میں جب یہ شعر

حسان ابن ثابت کی نظروں سے گذرا تو وہ ابیطالب کی تلاش اور ان کے شعر کے حسن مضامین پر لوٹ گیا اور فی الفور اسکو اپنے شعر میں لگا دے وہ یہ ہے

الم تر ان اللہ ارسل عبدہ بایاتہ واللہ اعلیٰ وامجد وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے بندے کو اعلیٰ اور بزرگ بنا کر بھیجا ہے اور اسکو اپنی نشانیاں دی ہیں اسکے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا وہ عرش پر محمود ہے اور یہ زمین پر محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم - ایک اور طولانی قصیدہ حضرت ابیطالب کا مشہور ہے جو بروایت محمد ابن اسحاق (صاحب السیرۃ النبویہ) اسی شعر کا ہے یا زیادہ کا یہ قصیدہ اس سال تصنیف ہوا تھا جس سال مکہ معظمہ میں قحط عظیم پڑا تھا اور تمام لوگ اپنے کاروبار زراعت سے مایوس ہو کر ابیطالب کی خدمت میں دعائے استسقاء کے لئے آئے تھے آپ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو لیکر خانہ کعبہ میں تشریف لائے دعا فرمائی اور آنحضرت کی دعا کی برکت سے پانی خوب برسا سوکھے کھیت ہرے ہو گئے اس قصیدہ کے اشعار ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

یطوف بہ الھلاک من آل ھاشم فھم عندہ فی نعمۃ وفواضل کذبتم وبیت اللہ نبزی محمدا ولما نطاعن دونہ ونناضل ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

یعنی ذکر خدا اور طواف کے لئے اور کوئی نہیں ہے سوائے اہل ہاشم کے اور وہ ہر حال میں اس کی نعمت اور بزرگیوں سے متنعم ہیں قسم ہے خدا کی ہم چھینے نہیں جائیں گے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اور نہ سپرد کرینگے ہم اسکو نہیں اور نہ ہم بھول جائیں گے اپنے فرزندوں کو اور اپنی عورتوں کو حالانکہ نہ ابھی طعن نیزہ ہوئی ہے اور نہ تیر ولی کا مینہ برسا ہے اور نہ ہم گرد میں بھرے ہوئے سو رہے ہیں اے محمد تیرے روئے مبارک کو دیکھکر ابر رحمت مہربان ہوا تیری ذات بیشک یتیموں کے لئے پناہ اور بیوؤں کی عصمت کے لئے جائے محافظت ہے - اس قصیدہ کے علاوہ ایک اور نظم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے محامد و اوصاف دین اسلام کی صداقت اسکے خیر ادیان ہونے کی دلیل میں حضرت ابیطالب نے نظم فرمائی ہے وہ یہ ہے

دعوتنی وعلمت انک صادق لقد صدقت وکنت فیہ امینا ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان دینا

اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم بلایا تو نے مجھکو اسلام کی طرف اور جانا ہم نے کہ آپ اپنے دعوت میں سچے ہیں اور جو کچھ آپنے فرمایا وہ سچ ہے اور میں اسکا امین تھا اور یہ بھی جان لیا میں نے کہ دین محمد تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے۔

اشاعت اسلام کی کوششوں میں بھی حضرت ابیطالب کی مساعی خاموش نہیں تھی ان کی دلی خواہش تھی کہ ہر شخص اسلام کی پوری تقلید کرے اور اسکا دل سے معتقد ہو چنانچہ ایک دن ابیطالب نے جناب رسولخدا اور علی مرتضیٰ کو باہم درہ کوہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسوقت تک نماز کے اعلان پر آنحضرت قادر نہیں تھے ابیطالب کھڑے دیکھتے رہے جب نماز سے ان کو فراغت ہوئی تو اپنے علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی رفاقت اور متابعت میں سرگرم رہو میں یقین کرتا ہوں کہ سوائے بھلائی کے تمہاری برائی کا خواہاں نہیں ہے جاؤ تم دونوں کا خدا حافظ ہے اسیطرح ایک دن حضرت ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سے ملنے کے لئے گئے حضرت جعفر ابیطالب کے منجھلے صاحبزادے بھی ساتھ تھے دیکھا کہ جناب رسولخدا اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام باہم نماز پڑھ رہے ہیں یہ دیکھکر حضرت ابیطالب نے جناب جعفر سے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمھارے بھائی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ایک پہلو خالی ہے حضرت علیؑ ایک طرف کھڑے ہیں تم اُن کی دوسری جانب کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔ کامل ابن اثیر ص ۴۳ سرور المحزون شاہ ولی اللہ صاحب۔

بہر حال جناب ابیطالب حضرت رسولخدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے تمام اسباب معیشت۔ معاشرت اور تمامی تعلقات جو ان کی ذات سے تعلق رکھتے تھے اپنی کوشش اور ہمت سے درست کرکے اپنے باپ کی وصیت کے فرائض اور بھتیجے کے حقوق ولایت سے ادا ہو گئے ابیطالب کا یہ وعدہ کہ جبتک میرے تھنوں میں دم باقی ہے کوئی تجکو اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم آزار نہیں پہنچا سکتا بہت صحیح اور سچا ثابت ہوا۔ الغرض جیسا ہم اوپر لکھ آئے کہ رسول اللہ کی رفاقت اور اعانت کی خدمتوں کے ساتھ ہی جناب ابی طالب نے اپنی جان عزیز کا خاتمہ کر دیا اور اسمیں شک نہیں کہ سوائے اس کام کے جو حقیقت میں خدا کی جانب سے ان کی سپرد ہوا تھا اور کوئی دوسرا کام دنیا میں ابیطالب کا نظر نہیں دیتا اس سے پہلے تجارت کا سلسلہ معلوم ہوتا ہے مگر آگے چلکر پھر وہ بھی منقطع ہو جاتا ہے کفار قریش کی لگاتار مخالفت اور ایذا رسانیاں ہرگز متقاضی اس کی نہوئیں کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر یا ان کے حال سے غافل ہو کر شام میں تجارت کے لئے سفر کیا جائے اگرچہ ایک یا دو بار آنحضرتؐ کو ہمراہ لیکر ابیطالب شام کی طرف گئے مگر کچھ دنوں کے بعد پھر اس سفر کو بھی محض صعوبت اور غیر مصلحت سمجھ کر ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا انھیں سفر میں **راہب بحیرہ** کا واقعہ پیش ہوا اور آنحضرتؐ کی رسالت کی خبر آئی اور اس واقعہ کے بعد سے آپنے اس ودیعت خدا کی حفاظت میں زیادہ کوشش کرنی شروع کر دی بلکہ انھیں خیالوں سے پھر آنحضرت کے باہر نکالنے کا قصد نفرمایا

حضرت ابی طالب کی وفات

ہجرت سے تین برس پہلے یا ۴۹ عام الفیل میں حضرت ابیطالب کو مرض الموت لاحق ہوا اور یہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے جناب رسولخدا کا سن پچاس برس کے قریب پہنچ چکا تھا قریش کی خصومتیں مدہم پڑ گئی تھیں اہل اسلام کی ایک معتدبہ جماعت بھی اگر علی الاعلان نہیں تو پوشیدہ طور سے علیاہ ہو کر اپنے فرائض و عبادت ادا کرنے لگی تھی **بیعت عقبہ** بھی ہو چکی تھی اور وہ دن آگئے تھے کہ اسلام اپنی ترقی کے قدم آگے بڑھائے جناب رسولخدا صلعم بھی کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے اور آپ کی ابتدائی کارروائیوں میں درستی چلی آئی تھی یہ سب کچھ تھا مگر حضرت ابیطالب کو بستر مرگ پر بھی نصرت اسلام اور حفاظت خیر الانام کی یاد فراموش نہیں تھی اسوقت بھی نہ انکو اپنی عیالداری کی فکر تھی نہ ناداری کا اندیشہ اگر خیال تھا تو یہی کہ قریش پھر کہیں شعب ابیطالب کی سی ایذا محمد صلعم کے لئے تجویز نکریں حضرت ابی طالب کا یہ خیال کوئی معمولی خیال نہیں تھا زمانہ کے حالات طبائع کے اختلاف قریش کی عداوت اسلام پر آمادگی غرض ایسی ہی ایسی پیچیدگیاں تھیں جو ابیطالب کے گمان کو یقین کا شبہہ لا رہی تھیں اس

خیال سے یہ اپنا فرض منصبی بھی مرتے دم تک ادا کر گئے اسی حالت میں ابیطالبؑ نے سب سے پہلے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ذیل کے کلمات وصیت فرمائے جس کو ہم علی ابن برہان الدین شافعی کی کتاب انسان العیون سے ذیل میں لکھتے ہیں عن مقاتل ان ابا طالب قال عند موته یا معشر بنی ہاشم اطیعوا محمدا وصدقوا ترشدوا مقاتل سے روایت ہے کہ جناب ابیطالبؑ نے وقت وفات بنی ہاشم کو وصیت فرمائی کہ اے گروہ بنی ہاشم تم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرو اور انکو سچا جانو تو ہدایت پکڑو گے اور رستگاری پاؤ گے سوانح عمری ص ۲۹۸ اسیطرح قریش کو اپنے بستر مرگ کے قریب جمع کیا اور ایک نہایت طولانی خطبہ وصیت کے طور پر سنایا۔ جسکو محدث دہلوی کے ترجمہ مدارج النبوۃ اور روضۃ الصفا جلد دوم کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں حضرت ابی طالب نے فرمایا کہ اے قوم قریش تم دنیا میں خدا کے برگزیدہ ہو تمکو اسوقت محمد مصطفیٰ کی نسبت خیر و نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں اسوجہ سے کہ وہ قوم قریش میں تو امین ہے اور عرب میں صدیق اسمیں وہ تمام باتیں جمع ہیں جس کے لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں وہ ایسی خبر لایا ہے کہ حقیقت میں تمہارا دل تو اُسے قبول کرتا ہے مگر زبان خوف شماتت سے انکار کرتی ہے پس میں برعکس تمہارے دیکھتا ہوں کہ جنگل اور بیابانوں کے نیم وحشی ضعیف اور صحرا نشین عرب اس کی دعوت کو قبول کرتے ہیں اور اسکے حکم و احکام کو مانتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں پس وہی لوگ کابر اور سردار ہو گئے اور تمہارے اکابر ذلیل اور کم نصاب ہو گئے جو مغرور و محتاج تھے محتاج ہو گئے اور محتاج تھے صاحب اختیار حواس سے دور رہیں وہی بالغیب ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ تمام عرب نے اُس کی محبت میں خلوص پیدا کیا ہے اور اپنے دلوں کو اس کی محبت کے لئے کشادہ کر دیا ہے اور نہایت مستعدی سے اسکی متابعت اور خدمت میں سرگرم اور طیار ہیں اے قریش اب تم بھی محمد صلی اللہ علیہ والہ کے دوست بنو اور اسکے گروہ کی حمایت کرو خدا کی قسم وہی اس کی بتلائی ہوئی راہ پر نہ چلیگا جن کی قسمتیں ہدایت نہوگی اور وہی شخص اسکی سیرت اور خصلت کو اختیار کرے گا جو سعادتمند اور نیک بخت ہوگا اگر میری موت میں ابھی کچھ تاخیر ہے اور میری زندگی میں ابھی تک کچھ فرصت کے دن باقی ہیں تو میں ضرور ان کی حمایت کروں گا اور جہاں تک مجھ سے ہو سکیگا انکو شر و آفت سے محفوظ رکھوں گا روضۃ الصفا نے اخیر فقرات کو بلا تبدیل عبارت ویسی ہی تحریر فرما دیا ہے جس طرح انھوں نے عربی کی اصل تاریخ میں ان کلمات کو پایا تھا وہ یہ ہیں ابو طالب گفت وکونوا الولاۃ وفی حربہ حماۃ واللہ لا یسلک احد سبیلہ الا رشد ولا یاخذ احد بھدیہ الا سعد فو اللہ لو کانت لی مدۃ وفی اجلی تاخیرۃ لکففتہ الکرائہ ولدفعت عنہ الدواھی افسوس ابی طالب مرحوم کی یہ اخیر حسرت پوری نہونے پائی اور اجل موعود نے انکو اپنے ایفائے وعدہ کے لئے ذرا بھی مہلت نہیں دی ادھر تو قریش اس بزرگ متفق اسلام کے دوستانہ اور مشفقانہ صلاح پر پیچ و تاب کھا کے جھنجھلاتے چلے گئے ادھر چند ساعت کے بعد ہی حضرت ابیطالب ہی جان بحق تسلیم ہو گئے انا للہ وانا الیہ راجعون اسلام کے سر سے اُس شفیق کا سایہ اُٹھ گیا جو پچاس برس سے اسکی محافظت پرورش اور نگرانی کا ذمہ لئے ہوا تھا مخالفین عرب اور مشرکین مکہ کے زخم زبان اور تیغ و سنان کو اپنے سینہ پر اٹھا رہا تھا اور اس پیرانہ سالی کی حالتوں میں بھی کمر ہمت باندھے اس کی ترقی اور قوت کے لئے کوشش میں لگا تھا اور مخالفین کی حاسدانہ کاروائیوں

پر ایسا مستقل اور مطمئن ہو کر صبر کرتا تھا جو کسی دلیر مجاہد سے میدان جنگ میں ایسا ثابت قدم رہنا دشوار تھا جناب رسول خدا صلعم کی وفات سے کیسا صدمہ پہنچا ہوگا اور آپ اپنے غمخوار عم بزرگوار سے چھٹ کر کتنے متاثر ہوئے ہوں گے وہ تو اسی سے ظاہر ہے کہ آپ اس واقعہ کو سن کر نہایت متاسف ہوئے اور ان کے انتقال کے سال کا نام عام الحزن رکھا ان کے لئے دعائے مغفرت مانگی اُن کے جنازہ کی مشایعت فرمائی اور یہ کلمات ارشاد فرمائے کہ اے چچا آپ نے میرے ساتھ صلۂ رحم ادا کئے اور کبھی کسی مصیبت میں میری رفاقت سے مُنہ نہ موڑا خدا آپ کو اس کی جزائے خیر عنایت فرمائے علامہ سبط ابن جوزی تذکرۂ خواص الائمہ میں لکھتے ہیں عن علی علیہ السلام لما توفی ابوطالب اخبرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبکا بکاءً شدیدا ثم قال اذھب فاغسلہ وکفنہ غفر اللہ لہ فقال لہ العباس یا رسول اللہ اترجو لہ فقال ای واللہ انی لارجو لہ وجعل رسول اللہ یستغفر لہ ایاما ولا یخرج وقال ابن عباس عارض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال وصلتک رحم فجزاک اللہ یا عم خیر الجزاء

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ابیطالب کا انتقال ہوا اور میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر پہنچائی تو آپ بہت روئے اور مجھ سے ارشاد کیا کہ اُٹھو انکو غسل دو اور کفنا دو خدا انکو بخشے عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ انکی مغفرت کی امید رکھتے ہیں فرمایا واللہ میں امید رکھتا ہوں اور اسکے بعد کتنے دنوں تک گھر سے باہر نہ نکلے اور ابیطالب کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلعم نے ابیطالب کے جنازے کے جھکا کیا اور فرمایا کہ اے چچا میں تم سے صلۂ رحم بجا لایا اور اے چچا تمکو اللہ جزائے خیر عنایت فرمائے۔

جناب رسولخدا نے حضرت ابی طالب کی وفات سے ایک گھر کا رنگ اور رئیس قبیلہ ہی نہیں چھوڑا بلکہ آپ ایک ایسے جانثار شفیق سے چھوٹ گئے جو آپ کو دشمنوں کے غیظ و غضب سے برابر محفوظ رکھتا تھا اور ایک ایسے محافظ سے انکا ساتھ چھوٹا ہوا جو کا سرپرست اور معین بھی تھا اور ہمیشہ کفار اور آپ کے درمیان میں آپ کا پورا محافظ بنکر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اسپرٹ آف اسلام جناب ابیطالب کی بیش بہا نصرت اسلام کی تصدیق اُن کی وفات کے بعد ظاہر ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ السلام بھی بیت الحزن ہی میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابی طالب اور حضرت خدیجہ کی وفات پر محزون تھے کہ ادھر قریش نے اپنی عداوت کے شعلوں کو پہلے سے بھی زیادہ مشتعل کر دیا اور جناب رسولخدا کی ایذا رسانیوں پر پہلے سے بھی زیادہ سرگرم اور مستعد ہوگئے ابیطالب کے مرجانے سے انکو پوری ہمت اور پورا موقع مل گیا بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے رئیس کے اٹھ جانے سے پھر کو کافی مدد نہ پہنچا سکا کفار کی ایذا رسانیاں پھر اسی شدت سے شروع ہوگئیں تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے اُن کے ظلم و ستم سے گھبرا کر مکہ سے یثرب کی ہجرت اختیار کی۔

ہو سکتے رہا ہر کائے ساختند ابیطالب کے بعد عباس ابن عبدالمطلب کو جناب رسالتمآب کے ساتھ وہی خصوصیت تھی اور وہی تعصب ابیطالب کے مزاج میں استقلال اس قدر تھا کہ وہ اُسکے مقابلہ میں اپنے دشمنوں کی قوتوں کا کچھ خیال نہیں کرتے تھے

ابیطالب کے اسلام پر ثبوت

محمد کے لئے۔ قریش کے ہاتھوں کیا کچھ نہیں ہوگیا مگر ابیطالب نے کسی حال میں محمد کو اپنے سینہ سے جدا نہیں کیا حضرت عباس ابن عبدالمطلب میں ان مصیبتوں کے تحمل کی قوت نہیں دیکھی گئی اور درگاہ احدیت سے بانی اسلام علیہ السلام کو ان اللہ یامرک بالھجرۃ کا فرمان مل گیا۔

بعض اہل اسلام کو ابیطالب کے ایمان میں اب بھی شبہ ہے ہم نہیں سمجھتے کہ ابیطالب پر کس جرم کی وجہ سے ایسا الزام لگایا جاتا ہے کیا ابیطالب نے محمد کی رفاقت چھوڑ دی اور مشرکین کا ساتھ دیا یا ان سے ڈر گئے اور رسول کی حفاظت سے باز آئے یا اس معلم الاسلام کی تعلیم میں اپنے دین آبائی کی تنک سمجھ کر کچھ فساد ڈالا ایسا بھی تو نہیں ہوا کہ رسول اللہ کے مونھ پر ان کی صداقت کی اور پھر کعبہ میں اصنام کعبہ کی عبادت بلکہ بخلاف اس کے ابیطالب نے محمد کو چھوڑ کر کبھی لات وعزہ کی تعریف نہیں کی اور نہ کبھی اصنام قریش کی پرستش اس دشوار گذار راستہ میں ابیطالب کو اپنے ہم چشم قریشیوں کے ساتھ مباحثے بھی پیش آئے اور مناظرے بھی۔ مگر یہ ہمیشہ اسلام کی صداقت اور اس کے خیر ادیان ہونے کا پلہ سبقت لے ہے اور کبھی مخالفین اسلام کی عالم فریب باتوں میں نہ آئے اگر حضرت ابیطالب نے اسلام کے محاسن کو کامل طور سے نہ سمجھا ہوتا اور اوسکو سچا صحیح اور برحق نہ جان لیا ہوتا تو ضرور تھا کہ اونچاس برس کے عرصہ دراز میں قریش کے ڈر لانے سے دھمکانے سے۔ یا ترغیب دلانے سے کبھی تو ثابت قدمی میں فرق آتا اور کبھی تو وہ مشرکین کعبہ کے متفق اللفظ ہو کر معاذ اللہ رسول اللہ کی تکذیب یا اس کے سچے دین کی تحقیر کرتے اور یہ بھی خدا نا کردہ اپنے ساتھ کے کھیلے ہوئے مشرکین کعبہ کے ساتھ رسول خدا کی ہجو اور خدا کے بھیجے ہوئے احکام کی دھجیاں اوڑاتے۔ ابیطالب نے تو بخلاف اس کے محمد کی ایکبار نہیں کئی بار تصدیق کی اور اپنی قوم کے لوگوں کو جھٹلایا مشرکین نے رسول اللہ کی ہجو میں کہیں ابیطالب نے ان کے مجادلہ میں قصیدے لکھے اگر قریش ان کے پاس ان کی شکایت لائے اور ان سے کہا ان سے باز رکھنے کے لئے فہمائش کی تو انھوں نے انکو سمجھایا اور نصرت اسلام کی ترغیب دلائی۔

ابیطالب کے اشعار ان کے قصیدے اور وہ تمامی واقعات جو ان کے حالات میں ہم نے اوپر درج کیے ہیں اگر ان کی خالص الایمانی کے ثبوت نہو سکیں تو تم صرف اس خطبہ کو ملاحظہ کر لو جو ابیطالب نے اپنے بستر موت پر بنی ہاشم اور تمام قریش کو جمع فرماکر وصیت کے طور پر بیان فرمایا ہے اب ہم ان کی راسخ الایمانی کی نسبت چند علمائے کرام کے اقوال ذیل میں لکھتے ہیں

ابیطالب کی سیرت میں علامہ سید احمد دحلان تحریر کرتے ہیں کان ابو طالب ممن حرم الخمر علیہ فی الجاھلیۃ کا بیٹا عبد المطلب ابو طالب ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا مثل اپنے والد عبد المطلب کے علامہ ابن ابی اسحاق جنکا نمبر اسلامی مورخین میں سب سے اول ہے جن کی تصانیف کی تصدیق امام زہری نے کئی مقاموں پر کی ہے وہ ایمان ابی طالب کے قائل ہیں چنانچہ محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ در روایت اہل اسحاق آمدہ کہ وے اسلام آوردہ بہ نزدیک موت اور ان کے اس قول کی اسناد کو محیط العلم مبین الصحابہ

حضرت عبداللہ ابن عباس تک پہنچاتے ہیں۔ ابن ابی اسحاق کے علاوہ ابن عساکر اپنی تاریخ میں بذیل تذکرہ ابیطالب صاف لفظوں میں لکھتے ہیں انہ اسلم اور پھر آگے چلکر وہ تحریر فرماتے ہیں۔

عن ابی رافع قال سمعت ابیطالب یقول سمعت ابن اخی محمد ابن اخی عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول انہ ربہ بعثہ بصلۃ الارحام وان یعبد اللہ وحدہ لا یعبد معہ غیرہ و محمد الصدوق الامین ابو رافع کہتے ہیں کہ میں نے ابیطالب کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بھائی کا بیٹا محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے صلہ رحم کے لئے بھیجا ہے اور اسکے لئے ہیں ایک خدا کی پرستش کروں اور اسکی سوا کسی دوسرے کو نہ پوجوں اور محمد راستگو اور امین ہیں۔

ان کے ایمان کی نسبت جو علما میں اختلاف ہے وہ کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے وہ کونسا واقعہ ہے جس میں اختلاف نہ اور وہ کونسا مقولہ ہے جس میں علمائے کرام کے مختلف اقوال بیان نہیں کئے جاتے اس اختلاف کی نسبت ثقۃ الحفاظ ابو الکرام علامہ عبد السلام ابن محمد ابن حسن علیہ الرحمۃ نے مناسب فیصلہ فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں اتفق ائمۃ اہل البیت ان ابی طالب مات مسلما و خلاف اہل البیت فی الاسلام غیر معتبر ائمہ اہل بیت علیہم السلام اس امر پر متفق کہ جناب ابیطالب مسلمان مرے ہیں اور اسلام میں جو روایتیں خلاف ائمہ اہلبیت ہیں معتبر نہیں سوانح عمری ۲۹۸

ہم اس بحث کو زیادہ طول دینا چاہتے اور نہ تاریخی مضامین کو مناظرے کے مسائل بنانا ہم نے ایمان ابیطالب کی نسبت مرحوم خلیفہ سید محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ کی رائے دیکھی ہے جسکو خدمت مرحوم نے اپنا کتاب اعجاز التنزیل میں لکھا ہے ہم اسی کی نقل پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

افسوس ہے لوگوں نے ایسے ناصر دین خدا اور محافظ اور مصداق رسول اللہ کے ایمان میں گفتگو کی ہے اور اسکو کافر بنایا ہے مگر اپنا تو عقیدہ یہ ہے کہ اگر کافر ایسے ہی شخص کا نام ہے تو کاش ایسا کافر میں ہوتا تاکہ بقدر اپنی طاقت اور قوت کے اپنے مظلوم رسول کی خدمت و نصرت کرتا اور بسے اس کام میں مجھکو کوئی کافر کہتا خواہ مسلمان مگر میں اپنے خدائے رحیم وکریم سے بھی کہتا ؎ وگر دعوئم رد گنی در قبول من و دست و دامان آل رسول ہم اسکے زیادہ ثبوت کے لئے علامہ برزنجی کی کتاب دیکھو

فاطمہ بنت اسد علی علیہ السلام کی ماں کے حالات

علی مرتضی کی ماں کا نام فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ہے علامہ ابن حجر ان کے ذکر میں لکھتے ہیں فاطمۃ بنت اسد ابن ہاشم بن عبد مناف القرشیۃ الہاشمیۃ ام علی ابن ابیطالب و ہی اول ہاشمیۃ ولدت خلیفۃ قال الزہری ھی اول ہاشمیۃ ولدت ہاشمی فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم ابن عبد مناف علی مرتضی کی مادر مہربان پہلی زن ہاشمیہ ہیں جنسے پہلا شخص ہاشمی متولد ہوا اور زہری علیہ الرحمۃ جنھوں نے سب سے پہلے علم حدیث

مدون فرمایا۔ لکھتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جو ہاشمی مرد ابیطالب سے حاملہ ہو کر ہاشمی بچہ جنی یعنی علی مرتضیٰ وہ پہلے شخص ہیں جو باپ کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں۔ اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں۔

جناب فاطمہ بنت اسد کی نسبت تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ وہ آنحضرت کے ہمراہ ہجرت میں شریک تھیں اور سابقات الاسلام کی فہرست میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد انھیں کا نام درج ہے قال الشعبی اسلمت وھاجرت مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کو اپنی والدہ کے برابر سمجھتے تھے عن انس ابن مالک قال لما ماتت فاطمۃ بنت اسد ابن ھاشم ام علی فدخل علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وجلس عند راسھا وقال رحمک اللہ یا امی کنت امی بعد امی تجوعین وتشبعینی وتعرین وتکسینی وتمنعین نفسک طیب الطعام وتطعمینی تریدین بذالک وجہ اللہ والدار الاخرۃ وقال انس امر بغسلھا فلما بلغ الماء الذی فیہ الکافور اسکبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیدہ علیھا والبسھا قمیصہ وامر عمر واسامۃ ابن زید وابو ایوب الانصاری بحفر قبرہ واد خلھا فیہ ھو وابو بکر والعباس ثم دعا بھذا الدعاء اللھم اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ولقنھا حجتھا ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک محمد والانبیاء الذین من قبلی انک انت ارحم الراحمین وروی ابن عباس نحو ذالک وزاد فقالوا ما رأیناک صنعت باحد ما صنعت بھذہ قال انہ لم یکن بعد ابی طالب ابر بی منھا البستھا قمیصی لتکسی من حلل الجنۃ واضطجعت فی قبرھا لیھون علیھا عذاب القبر وروی من علی علیہ السلام باختلاف یسیر (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ العلامہ ابن اثیر۔

انس ابن مالک سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد ابن ہاشم جناب علی مرتضیٰ کی مادر مہربان کا انتقال ہو گیا جناب رسول خدا ان کے جنازہ پر تشریف لے گئے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں جان خدا تجھ پر رحم کرے تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی تو آپ بھوکی رہتی تھی اور مجھکو کھلایا کرتی تھی تو آپ ننگی رہتی تھی اور مجھے کپڑے پہنایا کرتی تھی تو اپنے نفس کو اچھے کھانے سے باز رکھتی تھی اور مجھے کھلاتی تھی۔ تو خاص خدا کے لئے اور آخرت کے گھر کے لئے یہ حسن سلوک مجھ سے کرتی تھی۔ انس لکھتے ہیں کہ پھر جناب رسول خدا نے ان کے غسل کا حکم دیا جب اس پانی کے ڈالنے کا وقت آیا جس میں کافور ملایا گیا تھا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے انپر وہ پانی ڈالا پھر اپنا پیراہن انکو پہنایا اور عمر بن الخطاب اسامہ ابن زید اور ابو ایوب انصاری کو قبر کھودنے کا حکم دیا جب قبر کھود کر لحد تک پہنچی تو آپ نے اپنے دست مطہر سے اسکو کھودنا شروع کیا اور اس سے مٹی نکالی اور پھر اس میں لیٹ گئے اور پھر ان کی لاش کو حضرت عباس اور ابوبکر کے ہمراہ لیکر قبر میں اترے اور یہ دعا پڑھی اے میرے پروردگار میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسکی دلیل اسکو تلقین کر اس کی قبر کو کشادہ فرما بطفیل اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان دوسرے

ولادت کعبہ کے متعلق حالات

انبیاء علیہم السلام کے جو مجھ سے قبل گذرے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسے ہی مروی ہے انہوں نے اتنی بات کو اپنی روایت میں زیادہ بیان کیا ہے کہ جب جناب رسالتمآب ان کی قبر میں لیٹ گئے تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا ہے جو آجتک کسی کے ساتھ بھی نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ ابطالب کے بعد ان سے زیادہ نیکی کرنیوالا میرے ساتھ کوئی اور نہیں تھا میں نے اس لئے اپنا پیراہن ان کو دے دیا کہ وہ جنت کی پوشاک پہنیں اور ان کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ ان پر عذاب قبر آسان ہو جائے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے بھی اس روایت کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ فاطمہ بنت اسد کی وفات غزوہ احد کے بعد ۳ھ ہجری میں واقع ہوئی۔

ولادت کے متعلق حالات

ولدتہ فی حرم المعظم امہ

طابت ولیدھا والمولد

ان کی مادر گرامی نے ان کو خانہ کعبہ میں جنا پاک ہے وہ ماں اور اسکا بیٹا اور پاکیزہ ہے اس کی جائے ولادت تمام مورخین نے علی مرتضیٰؑ کی جائے ولادت خانہ کعبہ تبلائی ہے اور یہ مستند بین الفریقین ہے شاہ ولی اللہ نے بھی امام حاکم کے حوالے سے لکھا ہے قد تواترت الاخبار ان فاطمۃ بنت اسد ولدت علیا فی جوف الکعبہ یہ ایک ایسا نمایاں شرف ہے جو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ذات سے مخصوص ہے ولادت آپ کی ۱۳ رجب جمعہ کے دن ۳۰ عام الفیل و ۹۱۰ اسکندری مطابق ۵۹۹ء میں واقع ہوئی۔ ولادت کعبہ کے واقعہ میں خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی یہ رباعی مشہور ہے ؎

نوٹ ہمارے معزز اور لایق دوست مصنف رسالہ المرتضیٰ نے ولادت کعبہ کے مضمون پر تحریر فرمایا ہے "اور یہ خصوصیت ان سے پیشتر حکیم بن حزام کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں ہوئی یہ روایت بھی مستدرک کی ہے مگر ضرور ہے کہ ہم اس روایت کو پوری تحقیق کرکے اس کی اصلی کیفیت دریافت کریں یہ روایت تیسری صدی میں بنائی گئی ہے اور یہ زمانہ وضع حدیث کے لئے تاریخوں اور کتب رجال میں نہایت مشہور ہے سوائے مستدرک کے اس حدیث کی سند کا پتہ کسی اور کتاب میں نہیں ملتا حکیم بن حزام کے حال میں حاکم نے اس مضمون کی دو روایتیں لکھی ہیں پہلی روایت کی سند یہ ہے سمعت ابا الفضل الحسن بن یعقوب یقول ابا احمد محمد بن عبد الوہاب یقول سمعت علی بن غنام العامری اس سلسلہ میں سوا محمد بن عبد الوہاب کے سب مجہول العین اور مجہول الحال معلوم ہوتے ہیں ہماری نظر میں ان کا کہیں حال پایا نہیں جاتا دیکھو تہذیب الکمال مزی۔ تہذیب التہذیب۔ میزان الاعتدال کاشف۔ مغنی۔ تقریب۔ مذہب التہذیب۔ انساب سمعانی و کتاب ثقات ابن حبان

دو راویوں کی حالت تو ظاہر ہوئی اب رہے محمد ابن عبد الوہاب ان کی نسبت ابن حجر نے تقریب میں یہ لکھا ہے کہ سوائے امام نسائی کے اور کسی نے صحاح ستہ میں ان سے روایت نہیں لی ہے پھر علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ انکا شمار طبقہ رجال میں حادیہ عشر سے کیا جاتا ہے اور حال یہ ہے کہ طبقہ عشر کے لوگ شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے تبع تابعین سے علم حدیث کو حاصل کیا ہے ان کے بعد حادیہ عشر کا طبقہ ہے جنہوں نے تبع تابعین کی صورت بھی نہیں دیکھی عبد الوہاب کے بعد

نام کی تجویز آنحضرتؐ کی طرف سے علی نام رکھا گیا

دتنیکہ بہ کعبہ مرتضیٰ شد پیدا   در ارض وسما علوہ نماشد پیدا   جبرئیل ز آسماں فرود آمد و گفت   فرزند بخانہ خدا شد پیدا

کسی دوسرے ذہین شاعر نے ان کے اخیر کے مصرعہ کو تھوڑا سا گھٹا کر نہایت صاف مطلع بنا دیا ہے اور ایک ایسی بات پیدا کر دی ہے کہ ان کے مضمون کی لطافت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی وہ یہ ہے ؎ فرزند بخانہ خدا شد   یا بیت رسول کتخدا شد۔

ہندوستان کے فردوسی میر انیس مرحوم نے بھی اس مضمون کو اپنے ایک شعر میں منظوم فرمایا ہے اور حقیقت میں خوب منظوم فرمایا ہے

علی کو حق نے اتارا تو عین کعبہ میں   کھلی جو آنکھ تو پہلے خدا کا گھر دیکھا۔

آپ کی مادر گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد آپ کو خدا کے گھر سے لے کر اپنے گھر آئیں یہ وہ زمانہ ہے کہ جناب رسول خدا حضرت ابیطالب کے ظل حمایت میں مطمئن رہ کر ہدایت کفار کے سامان فراہم کر رہے ہیں اور ان کے دامن شفقت میں پرورش پا رہے ہیں جناب رسول خدا صلعم بیچہ چچہ نے بھائی کی ولادت سے کسقدر مسرور ہوئے وہ ہمارے بیان کا محتاج نہیں اسی سے سمجھ لینا چاہئیے کہ جناب رسالتمآب اس مژدہ کے پاتے ہی خانۂ کعبہ میں تشریف لائے اور جناب علی مرتضیٰ کو ماں کی گود سے لیکر اپنی آغوش میں اٹھا لیا اور محبت سے اپنی زبان ان کے ہونٹوں سے لگا دی۔ جناب علی مرتضیٰ ماں کی طرف سے بھی ہاشمی تھے اور باپ کی طرف سے بھی اسوقت تک قبیلہ بنی ہاشم میں کوئی ایسا نجیب الطرفین نہیں پیدا ہوا تھا جسکو ہم ان کے مقابل میں بتلا سکیں فاطمہ بنت اسد نے اپنے پدر بزرگوار کے نام کی رعایت سے انکا نام حیدر رکھا

بقیہ فوٹ نوٹ علی ابن ہشام عامری ہیں جنکا نشان کسی کتاب میں نہیں اور اگر ہم انکو ثقہ سمجھ دیں تاہم یہ اسی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں جنکی حالت ہم ابھی ظاہر کر چکے۔ دوسری روایت کی سند یہ ہے اخبرنا ابوبکر محمد بن احمد بالویہ حدثنا ابراہیم اسحق الحربی حدثنا مصعب بن عبد اللہ اس روایت کا سلسلہ مصعب بن عبد اللہ پر ختم ہوتا ہے جنکی نسبت میزان الاعتدال میں مندرج ہے وقد تکلم فیہ و توقف فی القرآن امام احمد بن حنبل ان کو ثقیت کہتے تھے

ان تمام بحثوں سے قطع نظر کر کے ہم اب خاص امام حاکم کا فیصلہ ذیل میں لکھتے ہیں جسکو انھوں نے ان دونوں روایتوں کے لکھنے کے بعد مستدرک ہی میں تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے وہم مصعب ابن عبد اللہ فی الحرف الاخیر فقد تواترت الاخبار ان فاطمہ بنت اسد ولدت امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ فی جوف الکعبہ اس اخیر روایت میں مصعب کو وہم ہوا ہے حالانکہ یہ حدیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے کہ فاطمہ بنت اسد نے جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب کرم اللہ وجہہ کو جوف کعبہ میں پیدا کیا۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ خود محدث موصوف کے نزدیک بھی مصعب ابن عبد اللہ نے وہم کیا ہے اور یہ امر بھی پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا کہ امام حاکم کے نزدیک امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی خانۂ کعبہ میں پیدایش اخبار متواترہ سے ثابت ہے پس متعدد اخبار متواترہ اور روایات متکاثرہ کے مقابلہ میں کسی روایت منقطع الاسناد کے اعتماد پر کوئی عاقل توجہ نہیں کر سکتا

ہمارے معزز اور لایق دوست کو تحریر سے پہلے اس روایت کی پوری تحقیق کرنا ضروری تھا جس کو انھوں نے سہواً ترک فرمایا اور اپنی خدمت ہم سے پوری کرائی۔

مولف عفی عنہ

تھا مگر وہ حضرت ابیطالب کی وجہ سے اس کے مشہور کرنے میں سبقت نکر سکیں حضرت ابی طالب بھی نام کی تلاش میں تھے اور اسی فکر میں آپنے دو شعر دعائیہ فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔

یارب یا ذا الغسق الدجی والقمر المبلج المضی بین لنا من علمك المضی ماذا ترٰی فی اسم ذا الصبی

اے اندھیری رات اور چمکتے ہوئے چاند کے پیدا کرنے والے اپنے نورانی علم سے ارشاد فرما کہ اس بچہ کا کونسا نام تجھکو پسند ہے جب ابیطالب نے آپ کا نام علی تجویز فرمایا تو اپنی اس تجویز کو اس باعث سے کہ اسوقت تک عرب میں علی کسی اور کا نام نہیں ہوا تھا۔ انفاً سمجھے اور فوراً یہ اشعار نظم فرمائے۔

خصصتنا بالولد الزکی والطاهر المنتجب المرضی ان اسمه من شامخ علی علی اشتق من العلی

ہم دونوں کو (والدین) خدا نے یہ خاص نعمت اولاد کی عطا فرمائی ہے جو پاک برگزیدہ اور محبوب بارگاہ الٰہی ہے خدائے بزرگ و برتر نے اس کا نام علی تجویز فرمایا ہے علی خدا کے نام سے مشتق ہے ان اشعار کو جناب ابیطالب نے ایک لوح پر کندہ کرکے خانہ کعبہ میں جناب علی مرتضیٰ کی مقدس ولادت کے یادگار کے طور پر آویزاں کر دیا تھا اس لوح کا اسوقت سے لیکر ہشام ابن عبدالملک کے ایام سلطنت تک پتا ملتا ہے اس کے بعد اس کے حال پر پردہ ہے تہذیب المتین جلد اول ص ۲۶ مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۲۹ کشف الغمہ وکفایت الطالب فی مناقب علی ابن ابیطالب اتحاف اہل اسلام ص ۸

علی مرتضیٰ کی پرورش رسول اللہ کے متعلق ہوئی

جناب رسولخدا کی مقدس صحبت۔ خدمت اور رفاقت کا شرف بچپن سے جناب علی مرتضیٰ کو حاصل ہوا جب تک یہ صاحبزادے تھے کنار رسول میں بیٹھنے اٹھنے اور لیٹنے کی عزت پائی اور جب خدا کے فضل نے سن تمیز پر پہنچایا تو پہلو میں بیٹھنے کی توقیر حاصل ہوئی تھوڑے عرصہ کے بعد مکہ میں قحط پڑا اور وہ بھی ایسا سخت کہ غلہ کہاں تک زمین پر نہ لگا لوگوں نے گھر بیچے۔ مویشیاں بیچیں آخر میں لڑکی بالے بیچے تاہم محنت کی گرم بازاری ٹھنڈی نہ پڑی اور پیٹ نہ بھرے جناب رسول خدا نے اپنے شفیق اور مہربان عم بزرگوار کی عیالداری اور ناداری کا خیال فرمایا اور ایسی نازک وقت میں ان کی اعانت اور حمایت کو اپنا فرض ٹھہرا کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور پھر ان سے اس امر میں صلاح لے کر جناب ابی طالب کے پاس آئے اور فرمایا۔ چچا آپ عیالدار ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ ہمارا فرض ہے کہ آپ کی اعانت کریں اب اپنے لڑکوں کو ہم پر تقسیم کر دیجئے جو جس کے حصہ میں آئیگا اسکی پرورش اس کے ذمہ ہو گی اور آپ عیالداری کی زیرباری سے کسیقدر سبکدوش ہو جائیں گے حضرت ابیطالب نے اسے منظور کر لیا اور کہا محمد علی کو لے جائیں۔ عباس جعفر کو عقیل میرے پاس رہیں گے۔

اسیوقت سے جناب علی مرتضیٰ کی پرورش خبرگیری اور تربیت جناب رسولخدا کے ذمے ہوئی۔ اور اسیروز سے جناب علی مرتضیٰ کو ان کی خدمت میں رہکر اپنی صداقت اور حسن رفاقت کے اظہار کا پورا موقع ملا۔ جناب علی مرتضیٰ آنحضرت صلعم کے رفیق اور ہمنشین ہی نہ تھے بلکہ ان کے سچے اور ناصر او معین تھے ان کی وجہ سے اون کے موجودہ حزن و ملال میں بہت کچھ تسکین اور اطمینان ہوا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے دو صاحبزادے پیدا ہوئے تھے حکم الٰہی سے وہ دونوں کمسنی میں یکے بعد دیگرے

قضا کر گئے آنحضرت کو ان دونوں کی مفارقت نے بہت صدمہ پہنچایا ان کی یاد میں آپ پہروں متاسف رہتے تھے آپ کے اس حزن وملال میں اسوقت سوائے علی مرتضیٰ کے کوئی دوسرا شریک نہیں تھا علی مرتضیٰ کی محبت والفت آپ کے دل میں ایسی ہی تھی جو اس غم والم کے ہجوم کو فرو کردیتی تھی اور ان کی خاطر دلجوئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا دل بہل جاتا تھا اسپرٹ اف اسلام۔

سات برس تک رسول اللہ کے ساتھ مصیبت رہی

بیرحم اور خونخوار کفار قریش کے خوف کے باعث جناب رسول خدا نے کامل تیس برس جیسی جیسی مصیبت اور تکلیف میں کاٹے وہ تمام اسلامی تاریخوں میں موجود ہیں گھر سے غار ثور تک جانے میں ایک ایک قدم پر رسول اللہ کو اپنی ہلاکت اپنی گرفتاری کا خوف لگا رہتا تھا اکثر دن بھر اسی غار میں گذر جاتے تھے اور رات کو قریش کی آنکھیں بچاکر گھر میں آتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ رات بھر اسی غار میں گذر جاتے تھے اور رات کو قریش کی آنکھیں بچاکر گھر میں تشریف لاتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات بھر اسی تیرہ وتاریک غار میں گذر جاتے تھے اور گھر آنے کی نوبت نہیں آتی تھی رسول کے لئے خانہ خدا میں جانے کی سخت ممانعت تھی۔ حرم محترم کے دروازے پر محمدؐ کے لئے پہرے بیٹھے تھے اور سخت تاکید تھی کہ رسول خدا اس رستے نہ چلنے پائیں ایسی حالتوں میں خدا کا وہ مظلوم رسول اپنی بھی اور ایک خدا کی عبادت کا فرض ادا کرنے کے لیئے گھر سے نکلتا تھا۔ پہاڑوں میں غاروں میں اور جنگلوں میں نکلجاتا تھا اس روزانہ تکلیف اور مصیبت میں وہ خدا کا سچا یاد کرنے والا ایک منٹ کے لیئے بھی اس کی یاد کو نہ بھولا اور دشمنوں کی سخت ایذارسانیوں پر بھی وہ نہایت صبر سے ثابت قدم رہا

آنحضرت کی عمر کا چالیسواں حصہ پورا ہورہا تھا کہ ایکدن اسی محویت کے عالم میں جو آپ کے قلب نورانی پر یاد الہٰی کے وقت طاری ہوتی تھی وحی خدا کے احساس معلوم ہوئے اور خدا کے سچے قاصد نے اقرأ باسم ربك الذی کی پاک بشارت پہنچائی ان متبرک آیات کے سنتے ہی فرمان الہٰی کی تعمیل کرنے کے لئے آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت مستعدی سے احکام الہٰی کی اشاعت اور خلق خدا کی ہدایت پر آمادہ ہوگئے۔ جناب رسول خدا کی کیا کیفیت ہوی ہوگی اس کی پوری تصویر کھینچنا ہمارے اندازہ سے باہر ہے بہرحال آپ اسی حال میں گھر میں تشریف لائے اور اس خبر مسرت اثر کی نوید سب سے پہلے اپنے اہل بیت کو پہنچائی محمدؐ کی گھر میں سوائے خدیجہ اور علیؑ کے اور کون تھا حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جناب رسول خدا کی تصدیق فرمائی اور اس دولت وثروت کے علاوہ جو ان کو دنیا میں حاصل تھی اسلام کی بیش بہا نعمتوں میں بھی سب سے پہلے یہی سہیم ٹھیریں۔

قبول اسلام

قبول اسلام

ان کے بعد آپ کے چچا زاد۔ چھوٹے بھائی جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جنھوں نے آنکھیں کھول کر پہلی پہل آپ ہی کے جمال مبارک کو دیکھا۔ اور بچپن سے لیکر آج تک آپ ہی کے دامن شفقت میں صداقت۔ امانت۔ حق پسندی اور معرفت الہٰی کی کامل تعلیم پائی تھی کمال استقلال سے آپ کی نبوت کا اقرار کیا

دعوت قریش

دعوت قریش

پانچ برس سے جناب علی مرتضیٰ کو رسول اللہ کی خدمت میں ہر دم و ہر لحظہ حاضر رہنے کا اعزاز حاصل تھا اس عرصہ میں جناب رسالتمآب کی فیضان صحبت نے وہ معجزنما تاثیر پہنچائی تھی جس کے باعث آپنے تصدیق رسول میں ایکساعت کے لئے بھی تامل نفرمایا اور اس استقلال سے اسپر ایمان لائے کہ پھر کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں کیسے کیسے سخت امتحان پیش آئے عرب کے منودار اور جنگ آزما دلیروں سے ہمیشہ مقابلہ ہوئے مگر ان کی کامل الایمانی۔ نصرت اسلامی اور رفاقت نبوی میں سر مو فرق نہ آیا اب وہ وقت آگیا کہ آنحضرت اشاعت اسلام کے احکام جاری فرمائیں جس کے متعلق سب سے پہلے انذر عشیرتک الاقربین کی تجویز ہوئی آنحضرت نے اس دعوت کا تمام اہتمام علی مرتضیٰ کی سپرد فرمایا اور اپنے قبیلہ کے لئے صرف زبانی دعوت پسند نفرمائی بلکہ ان کی ضیافت اور مہمانی کے بھی سامان فراہم کئے آپنے احکام نبوی کی پوری تعمیل کی جب تمامی قریش کعبہ میں جمع ہو لئے اور کھانے سے فراغت ہو چکے تو جناب رسول خدا نے اسلام کی بشارت انھیں پہنچانی چاہی مگر ابھی آپ کچھ کہنے بھی نپائے تھے کہ ابو لہب کی مخاصمانہ تقریر نے اس جلسہ کو فوراً برخاست کر دیا اور لوگ اٹھکر چلے گئے یہ دعوت تو خالی گئی مگر ابو لہب کی اس حرکت سے بھی نہ رسول اللہ ہی کی ہمتوں میں کمی آئی اور نہ علی مرتضیٰ کی ثابت قدمی میں فرق آپ نے علی مرتضیٰ سے دوسرے دن پھر ویسے ہی سامان درست کرنیکا حکم فرمایا آنحضرت کے حکم کی پھر ویسی ہی تعمیل کی گئی قریش خانہ کعبہ میں جمع ہو گئے تو کھانے سے فراغت کر کے جناب رسولخدا نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا یا بنی عبد المطلب۔ قد جئتکم لخیر الدنیا والاخرۃ قد امرنی اللہ تعالیٰ ان ادعوکم الیہ فایکم یوازرنی علی امری ھذا ویکون اخی ووصی وخلیفتی فیکم ٭ تفسیر معالم التنزیل

اے اولاد عبد المطلب میں ایسی خبر لایا ہوں جو بے شک تمھاری دنیا و آخرت کے لئے مفید ہے اور مجکو خدا تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمکو اس کی اطاعت کی طرف بلاؤں تم میں کون ایسا شخص ہے جو اس امر عظیم میں میرا بوجھ اٹھائے اور میرا بھائی۔ میرا وصی اور میرا نائب تم میں ہو۔ جناب رسولخدا کی عداوت جیسی کچھ قریشیوں کے دلمیں تھی وہ ظاہر ہے وہ ایسے کیا تھے کہ دعوت اسلام بھی قبول کرتے اور رسول خدا کی وزارت بھی وہ تو خاموش سر جھکائے بیٹھے رہے اور اسکو انہونی بات سمجھ کر خاموش رہے۔

جناب رسولخدا اپنے سوال کے جواب کے لئے تھوڑی دیر تک منتظر رہے مگر کسی نے کچھ نہ کہا آنحضرت آخر کار اپنے خیالوں میں مایوس ہو چلے تھے کہ دفعتاً اس اکابر قریش کے مجمع سے ایک بلند ہمت مستقل المزاج اور کامل الایمان نوجوان نہایت مستعدی اور سرگرمی سے اٹھکر اہوا اور نہایت پر تاثیر لفظوں میں کہنے لگا انا اخذ تہ سنا یا نبی اللہ انا وزیرک علیہ اگرچہ میں کمسن میں سب سے چھوٹا ہوں مگر اس شکل کے بجا لانے کو تیار ہوں ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس جوان کی دلیرانہ آواز نے اس مجمع میں گونج کر کیسا

سوانح عمری علی علیہ السلام کے ص ۳۰۷ میں اس پورے واقعہ کو مناقب احمد ابن حنبل۔ خصائص امام نسائی سیرت ابن اسحٰق۔ ابن ابی حاتم ابن مردویہ کی اسناد سے لکھا ہے علاوہ انکے اسکے ثبوت میں دیکھو تاریخ طبری جلد چہارم ص ۳۰۰ ابو الفدا ص ۷۷ سیرت ابن ہشام جزو اول ص ۹۵

رعب اور کیسی جلالت پیدا کر دی جناب رسول خدا نے اپنی حیرت اور حسرت کے عالم میں اس آواز کی طرف دیکھا کہ علی مرتضیٰ کھڑے ہیں اور یہ آواز انہیں کی آواز ہے علی مرتضیٰ کے اس مردانہ استقلال اور عالی ہمتی نے جناب رسول خدا کی موجودہ اضطراب میں کیسی مبدل اور کیسی تقویت پیدا کر دی ہوگی آپ نے اسی کیفیت میں بیساختہ علی مرتضیٰ کی گردن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور اس مجمع کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا ان هذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا یہ میرا بھائی بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ تم سب میں ہے تم اس کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو تفسیر معالم التنزیل

قریش ایسے کیا۔ تھے جو اس دعوت با ہدایت کو ایک منٹ کے لئے بھی خیال میں لاتے وہ اسکو ایک مضحکہ سمجھکر اور غصہ میں بھر کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت ابیطالب سے کہنے لگے کہ آج محمدؐ نے تمہیں علی کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ تم ان کی اطاعت کرو۔ ہم تو نہیں کرتے

Mr Carlayall

یوروپ کے مشہور عالم مسٹر کارلائل نے قریش کے اس وحشیانہ کی نسبت ایک نہایت سنجیدہ رائے دی ہے جو ذیل میں مندرج کی جاتی ہے اس مجمع میں ابیطالب بھی ضرور تھے اور وہ محمدؐ کے دشمن بھی تھے تاہم سب کو ایک ادھیڑ عمر کے وہ یعنی محمد صلعم اور ایک سولہا برس کے لڑکے علی کا یہ فیصلہ کرنا کہ ہم دونوں ملکر دنیا بھر کے خیالات کے خلاف میں کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ قہقہہ لگا کر خاموش و منتشر ہو گئے مگر آئیندہ چلکر یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ بات ہنسی کی لائق نہیں تھی بلکہ بہت ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علی ایسا شخص ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اسکو پسند کرے اس امر کی وجہ سے جو اوپر بیان کیا گیا اور نیز اور باتوں کی وجہ سے جو اس واقعہ کے بعد اس سے ظہور میں آئیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صاحب اخلاق محبت سے بھرپور اور ایسا بہادر شخص تھا کہ جسکی آگ کی ایسی تیز اور تند جرات کے سامنے کوئی چیز نہیں ٹھہر سکتی تھی اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طور کی جوانمردی تھی۔ شیر سا نو بہادر تھا۔ مگر باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی، رحم سچائی۔ اور محبت تھی جیسے کہ ہر ایک عیسائی دیندار مجاہد کے شایاں ہے۔

Mr. Edward Gibbon

یوروپ کے دوسرے عالم مسٹر اڈورڈ گبن نے جن کی لیاقت اور شہرت اہل مغرب کی تاریخی دنیا میں مسٹر کارلائل سے ہرگز کم نہیں اپنی مشہور تاریخ کی چوتھی جلد میں دعوت قریش اور جناب علی مرتضیٰ کی اس مردانہ ہمت اور رفاقت کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے دیکھو رائز اینڈ فال آف رومن امپائر ص ۴۸۵

Rise and fall of Roman Empire

علی مرتضیٰ کے اس پر ہیبت اور دلیرانہ تقریر سے جسقدر جناب رسول خدا صلعم سر بلند تھے اسیقدر مشرکین محزون اسوقت تک جناب رسول خدا طواف کعبہ بھی کرتے تھے اور خانہ خدا میں نماز بھی پڑھتے تھے شہر میں لوگوں سے ملتے جلتے بھی تھے قریش دشمن تھے مگر ان کی دشمنی ایسی نہیں تھی کہ رسول اللہ کو وہ محصور کر دیں یا تمام کاموں سے مجبور مگر دعوت قریش کے واقعہ کے بعد ان کی خصومت اور ان کی عداوت روز بروز ترقی کرتی گئی اور فتنہ و فساد کے شعلے مشتعل ہوتے گئے رفتہ رفتہ ان کی ایذا رسانیاں اسقدر بڑھیں کہ رسول اللہ کو گھر سے باہر قدم نکالنا دشوار ہو گیا جہاں کہیں اہل اسلام کا پتا لگا یا کسی کافر کو راستہ میں ملگیا۔ اگر مار انہیں گیا تو

مرنے کے قریب تو ضرور پہنچگیا۔

ابتدائے اسلام میں علی کی خدمت

مسلمانوں کی جماعت قلیل جب کسی طرح ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہ سکی تو جناب رسول خدا نے انکو نہایت مایوسی کی حالت میں **ملک حبش** کی ہجرت کا حکم دیا اور اپنے لئے یہ انتظام فرمایا کہ جسوقت مشرکین قریش کو کاروبار میں غافل پاتے گھر سے باہر نکلجاتے پہاڑوں میں پہاڑوں کے دروں میں اور سنسان کھلے میدانوں میں اُس خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت بجالاتے اس تنہائی کی حالتوں میں آنحضرت کا شریک سوائے جناب علی مرتضیٰ کے اور نہیں تھا سات برس کامل اسی تنہائی اور بیکسی میں علی مرتضیٰ نے جناب رسول خدا کے ساتھ کاٹی اس کی نسبت آپنے خود فرمایا ہے صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سبع سنتہ قبل الناس رسول اللہ کے ساتھ میں نے سات برس سب آدمیوں سے پہلے نماز پڑھی تاریخ کامل ابن اثیر ص۲۰ ج۲

کفار قریش نے تین برس تک تو اسیطرح اپنی خصومت اور عداوت کو قایم رکھا مگر جب ان مصیبتوں بھی انھوں نے اسلام کے قدم پیچھے ہٹتے نہیں دیکھے تو ایک دن **دار الندوہ** میں جمع ہوکر یہ سوچے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قبیلہ ہاشم سے تمام تعلقات قطع کر دے جائیں نہ اُن سے کوئی معاملہ کرے نہ بیع۔ نہ شرانہ نکاح ان شرائط پر ایک عہد نامہ لکھا گیا اکابر قوم نے اسپر دستخط کئے اور خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا۔ ایسے دردناک اور مصیبت کے عالم میں ابیطالب آنحضرت کے شفیق اور مہربان عم بزرگوار نے اپنی رفاقت اور شفقت کی ایسی کامل ثبوت پہنچائے جسکی نظیر تاریخی دنیا میں نہیں ملتی یہ تمام بنی ہاشم کو اکٹھا کر کے شعب ابیطالب میں بیٹھ رہے باپ کے بعد اس کے لائق اور ہونہار بیٹے کو اپنی رفاقت رسول کے اظہار کا موقعہ ملا۔ شعب ابیطالب کی دردناک حالتوں میں علی مرتضیٰ کی حسن خدمات نے آنحضرتؐ کو بہت کچھ آرام اور اطمینان دلایا۔

شعب ابیطالب میں علی مرتضیٰ کی خدمت

مطعم ابن عدی وغیرہ بھی اگرچہ اس عہدنامہ میں شریک تھے مگر تاہم انکو بنی ہاشم کی ہمدردی اور رعایت کا ضرور خیال تھا یہ لوگ اکثر قریش سے چھپکر ان کی دلجوئی اور تسلی کر دیا کرتے تھے **ہشام ابن عمران ربیعہ۔ حکم بن خزام بن خویلد** وغیرہ سے رسول اللہ کو کوئی ایسا ہی ضروری کام آجاتا تھا جو پھر سوائے علی مرتضیٰ کے اور کوئی دوسرا اس شعب میں نہیں انجام دیتا تھا جو اپنی جان ہاتھ پر لیکر رسول اللہ کی احکام بجالاتا اور دشمنوں کی ایذا رسانی اور ظلم و ستم کی ذرا بھی پروا نہ کرتا تھا ایسے موقع پر آپ اکثر راتوں کو شعب ابیطالب سے دشمنوں کی آنکھیں بچاکر نکلتے اور مذکور الصدر لوگوں کے پاس اپنے بزرگوار حضرت ابیطالب اور اپنے برادر عالیمقدار محمد مصطفیٰ صلعم کا پیام لے جاتے اور وہاں سے لوٹتے تو کھانے پینے کے سامان۔ گیہوں۔ جو پیا انا جو کچھ میسر آتا اپنی پیٹھ پر لاتے اور تمام محصورین کا قوت بہم پہنچاتے دیکھو رسالہ تشفی مصنفہ فخر الحکما مولوی علی اظہر صاحب ص ۲۰ باسناد رسالہ ابو جعفر اسکافی معتزلی۔

شب ہجرت کا واقعہ

شب ہجرت کا واقعہ

شعب ابو طالب کے ایام تمام ہونے کے بعد حضرت ابیطالب نے تھوڑے ہی دنوں کے بعد انتقال کیا اور ان سے تین مہینے پیچھے

حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے بھی رحلت فرمائی ان کی مفارقت سے جن مشکلوں کا خیال تھا وہ سب آنحضرت کو پیش آئیں مشرکین مکہ دل کھول کر رسول اللہ کے پیچھے پڑ گئے ابیطالب کے مرتے ہی محمدؐ کا خون مکہ میں حلال ہو گیا ان کے قتل پر انعامی اشتہار شائع ہونے لگے اور ایک معتد بہ رقم آپ کی انمول جان کی قیمت ٹھیری ہزاروں ایمان فروش اس نعمت خدا کے برباد کرنے کی فکر میں سرگرم ہو گئے اور تمام شہر میں محمدؐ کے قتل کے چرچے ہونے لگے۔

اس انقلاب اور اضطراب کے غیر مطئن ایام رسول اللہ صلعم پر کیسے گذرتے ہوں گے ان کا اندازہ ہم سے نہیں ہو سکتا ہے ایسا تاریک زمانہ آ گیا تھا کہ رسول کی بشارت اور اسلام کی ہدایت کہاں تک پہنچاتے آپ کسی دوسرے سے اپنے دلی راز کو بھی نہیں کہ سکتے تھے قریش کی خصومتوں کے جلد سننے والے کان آنحضرت کے اسرار اور آیندہ کارروائیوں کے دریافت پر ہمیشہ لگے رہتے تھے یہ ایسی سخت مجبوری تھی کہ رسول اللہ جو سوچتے تھے وہ نہایت صبر سے اپنے دل ہی میں رکھتے جاتے تھے اور لب تک نہ لا سکتے تھے

آخر کار جب کسی طرح اس مظلوم کی جان بچتی نظر نہیں آئی تو مشیت ایزدی نے یا ایھا الرسول ان اللہ یامرک بالھجرۃ کا فرمان دیا اس حکم کے آتے ہی آنحضرت ہجرت کے لئے طیار ہو بیٹھے مگر اس امر کو جناب رسول خداؐ نے نہایت استقلال سے پوشیدہ رکھا اور مصلحت وقت بھی ایسی ہی تھی مگر تاہم قریش کو خبر لگ گئی کہ محمدؐ مکہ سے مدینہ کی ہجرت کا قصد رکھتے ہیں بس اتنا سننا تھا کہ وہ چونک اٹھے اور اپنے ارادوں میں اسقدر جلدی کرنے لگے کہ فوراً تمامی قریش کو جمع کیا اور یہ تجویز کیا کہ مکہ سے محمدؐ باہر جانے نہ پاویں اور جو کچھ ہونا ہو وہ ان کے لئے یہیں ہو جائے

بڑی کد و کاوش کے بعد یہ صلاح ہوئی کہ آج رات کو محمدؐ کا گھر گھیرے رہو رات گذر جائے تو صبح ہوتے ہی شمع رسالت کو گل کر دو تمام قبیلوں سے ایک ایک دلیر اور جنگ آزما جوان چھنٹنے لگے اور وہ سب کے سب اپنی شامت اعمال سے ایسے ہی تھے جو پیمبر کے خون کا کامل طور سے اقدام کر سکتے تھے **قبیلہ** شام سے ابی جہل **قبیلہ** عدی سے طلحہ بن عدی **قبیلہ** بنی امیہ سے حکم ابن العاص (مروان کے باپ) **قبیلہ** ہاشم سے ابی لہب (خدا برنہ کرے ننگ خاندان نکرے) **قبیلہ** تیم سے نضر بن حارث اور امیہ ابن حلف امیں سے ہر ایک شخص مسلح ہو کر گھر سے نکلا اور جناب رسولخدا کے مکان کے گرد جمع ہو گئے۔

یہاں تو جناب رسالتماب صلعم کی گرفتاری اور ہلاکت کا سامان اس استحکام و اطمینان سے ہوا اب اسلام اور اس سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خبرگیراں اور محافظ کون تھا جہاں تک ہمارا خیال یقین کے ساتھ کام کرتا ہے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس خوفناک اور قیامت خیز موقع پر رسول اللہ کے پاس سوائے علی مرتضیٰؑ کے اور کوئی نہیں تھا اس مضطربانہ حالتوں میں رسول خداؐ کی نصرت اور امداد کی مشتاق آنکھیں چار و نطرف انتہا درجہ کی حسرت اور مایوسی سے نگراں تھیں مگر کہیں علی مرتضیٰؑ کے سوا کسی معین کی ناصر اور کسی شریک کی صورت معلوم نہیں ہوتی تھی وہ دن تو انھیں حسرتوں میں تمام ہو گیا شام ہوئی تو جناب رسول خداؐ نے جناب علی مرتضیٰؑ کو اپنے پاس بلا بھیجا اور فرمایا کہ مشرکین مکہ آج میرے قتل پر آمادہ ہیں تھوڑی دیر میں

وہ مکان کا محاصرہ کر لیں گے ہم مدینہ کو ہجرت کرتے ہیں آج تم ہمارے فرش پر ہماری سبز چادر اوڑھ کر سو رہو اور اہل و عیال سے خبردار رہو میرے پاس اہل مکہ کی کچھ چیزیں امانت ہیں وہ چیزیں اُن کے مالکوں کو پہنچا کر تم بھی میرے پاس مدینہ چلے آنا رسول اللہ کا وہ سچا جاں نثار جو ایسے واقعات کو اپنے اظہار رفاقت کے لئے مغتنمات سے شمار کرتا تھا نہایت لوجہ فرمان رسالت کی تعمیل پر تیار ہو گیا جناب رسالتماب تو بخیریت تمام مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور کفار قریش کو کہیں خبر بھی نہ ہوئی جعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشینٰھم فھم لا یبصرون ہم نے اُن کے آگے اور پیچھے دیوار بنا دی اور پھر اوپر سے ڈھانک دیا پس وہ نہیں دیکھتے تھے اب یہاں وہ فدیہ رسول ہے اور وہ فرقہ گمراہ جو شام سے گھر گھیرے وقت کا منتظر کھڑا ہے اور ہر ایک کو حسرت ہے کہ محمد کے قاتل ہونے کا فخر ہمکو ملے (معاذ اللہ) علی مرتضیٰؑ باطمینان تمام بستر رسول پر اپنے استقلال۔ ثابت قدمی۔ جاں نثاری اور سرفروشی کے جوہر دکھلاتے تھے اسوقت نہ آپ کے دل میں کافروں کا خوف تھا نہ اپنے قتل کی پروا نہ اپنی جان ضائع ہونے کا ملال آپکو اپنے استقلال پر پورا یقین تھا اور ان کا یہ یقین سکینہ الٰہی کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا یہ فرمان رسول کی تعمیل اور ان کی جان کی عوض اپنی جان نثار کرنے کے خیالوں میں ایسے محو تھے کہ نہ کفار قریش کی دہشت ان کی ہمت کو رسول اللہ کی تعمیل فرمان سے پھیر سکتی تھی اور نہ اپنی جان عزیز کی محبت انکو اعانت اسلام اور حفاظت سید الانام سے باز رکھ سکتی تھی۔

صبح ہو گئی۔ کفار جنکو قتل رسول اللہ کے مضطربانہ انتظار نے رات بھر پلک سے پلک لگانے نہیں دی تھی صبح کا سپیدا دیکھکر خانہ رسول میں چلے آئے اور فرش رسول کے قریب جا کر ان کی سبز چادر جو اُٹھائی تو کمال حیرت سے دیکھا کہ رسول اللہؐ تو نہیں ہیں مگر اُن کا فدیہ ان کا جاں نثار اور وہی خیرخواہ جسنے دعوت قریش کے مجمع عام میں ان کی حمایت حفاظت اور اعانت کا بیڑا اُٹھایا تھا نہایت اطمینان سے آنحضرتؐ کی سبز چادر اوڑھے سو رہا ہے مشرکین کی قسمت میں اب سوائے حسرت۔ خجالت اور ندامت کے اور کیا رہا تھا اپنی اس حسرت اور حیرت کا وہ اب کیا علاج کر سکتے تھے سوائے اسکے کہ کف حسرت ملکر اور لب افسوس کاٹ کر رہجائیں اور کیا کرتے انہیں سے ایک کج فہم نے یہ سوچا کہ علیؑ مرتضیٰ کو ڈراؤ اور قتل سے دھمکاؤ شاید اپنی جان کے خوف سے رسول اللہ کا صحیح ونشان دیتہ بتلادیں اس عقل کے دشمن کو یہ نہ سوجھا کہ جو شخص شام ہی سے اپنے قتل پر آمادہ ہو کر صبح تک اپنی موت کا انتظار کرتا رہا ہو اور اپنی جان کا تلف ہونا کسی اور کی جان بچانے کے لئے منذر کر چکا ہو وہ ایک ساعت کی دہمکی کو کیا خیال میں لائے گا وہ کج فہم ان کے پاس آیا اور بروایت امام نسائی نیز چلاتے ان کو بیدار کیا اور پوچھا محمدؐ کہاں گئے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ثابت قدمی ایسی کیا تھی جو ان بزدلانہ حرکتوں کی پرواکرتی آپ فوراً اٹھکھڑے ہوئے اور تلوار پکڑکر اس کے مقابل ہوئے اور آزادی سے جواب دیا کہ محمدؐ کو مجھے تم دے گئے تھے جو مجھسے لینے آئے ہو۔

ابو الفدا ص ۲۹۷ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۳۹۰

شب ہجرت کے واقعہ میں علی مرتضیٰ کا بے نظیر استقلال

شب ہجرت کے واقعہ میں علی مرتضیٰ کا بے نظیر استقلال

عاشق صادق محبت بحقیقت آنست   کہ گرش سر برود از سر پیماں نہ رود

اسلام کی یہ اول رازداری تھی جس پر اسلام کی ہست و بود منحصر تھی اور جو جناب علی مرتضیٰ کی امانت اور صداقت کی سپرد کی گئی تھی کفار کی نگاہوں میں رسول اللہ کے بچ جانے کی باعث علی مرتضیٰ ہوئے اور تھا بھی ایسا ہی مگر ان کے استقلال اور ثابت قدمی میں ذرا فرق نہیں آیا اور رسولخدا کے اس راز کو ایسی مضبوطی اور ثابت قدمی سے محفوظ رکھا کہ وہ اسکو مطلق معلوم نکرسکے دنیا کی تاریخوں میں ہمکو کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جو علی مرتضیٰ کے اس استقلال کی مثال قرار پائے مخالفین اسلام جو حضرت عیسی ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام کی بھی دوستداری غمخواری اور جان نثاری کے بہت بڑے دعوے کرتے ہیں وہ ان استقلال اور ہمت مرتضوی کو غور کی نگاہ سے ملاحظہ کریں اور انکی اس مردانہ ہمت اور حسن رفاقت کو یہودا کی اس بزدلانہ حرکت سے مقابلہ کریں رسول عربی کے ایک معین و ناصر کی نصرت دیکھکر مسیح ابن مریم کے رفیق اور اسکی رفاقت پر غور فرماکر عبرت حاصل کریں۔ عیسی ابن مریم نے بھی یہودا پر اسکی صداقت اور رفاقت کا ویسا ہی اعتبار کیا تھا۔ جیسا جناب رسولخدا نے علی مرتضیٰ پر یہودا کو بھی حضرت مسیح نے اپنا نشان نہ بتانے کے لئے ایسی ہی تاکید کی تھی جیسے رسولخدا علی مرتضیٰ سے وہ دونوں بزرگوار خدا کے بھیجے ہوئے سچے رسول اور یہ دونوں حضرات اُن کے ہمدم۔ رفیق۔ معین اور شریک ساتھ کے بیٹھنے والے۔ ہمیشہ خدمت میں حاضر رہنے والے مگر فرق تھا تو یہ کہ یہودا کا ایمان حضرت عیسیٰ کی ملت پر ایسا کامل نہیں تھا جیسا علی مرتضیٰ کا اسلام محمدؐ کی شریعت پر یہودا کی ایمان میں خوف دہشت اور طمع دنیا دی کا لوث تھا۔ علی کے ایمان میں کاملیت سرفروشی اور جان نثاری کے جوہر بھرے تھے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ یہودا کچھ بھی حضرت مسیح کی تاکیدوں پر نہ ٹھیرا اور اُن کی وصیتوں پر ذرا بھی قایم نرہا صرف تیس روپوں کے لالچ میں پڑکر دشمنوں کو اس مقام پر لاکر کھڑا کردیا جہاں روح اللہ اپنی جان بچانے کے لئے۔ کافروں کے خوف سے زمین پر پڑا ہوا اپنی حفاظت جان کی دعائیں مانگ رہا تھا وہ بیرحم تلواریں لیکر چلے آئے اور حضرت عیسی ابن مریم علی نبینا و علیہ السلام گرفتار ہو گئے "تاریخ الانبیاء جلد اول صحیفہ دانیال ص ۱۳-۱۷۔ ہاں خوب یاد آیا حضرت مسیح کی گرفتاری پر باقیماندہ حواریوں جو حضرت عیسیٰ کی تاکیدوں کے خلاف شام سے گہری نیند سو رہے تھے جاگ اُٹھے اور دست بقبضہ ہو کر ان بیرحم کافروں سے مقابل ہوئے خصوصاً شمعون نے بہت پھرتی سے کام لیا مگر ان کی تمام و کمال جرات صرف ان میں سے ایک کا کان کاٹکر ختم ہو گئی حضرت مسیح نے انکو خونریزی سے منع فرمایا حواریوں کا فرض تھا کہ پیغمبر خدا کے گرفتار ہوجانے پر بھی اپنی رفاقت کے ثبوت میں اسکے ساتھ ساتھ رہتے جہاں وہ جاتے یہ جاتے مگر یہاں تو عیسیٰ مریم گرفتار ہوئے وہاں تمامی حواریوں نے اپنے گھر کا راستہ لیا۔

تاریخ الانبیاء جلد اول صحیفہ دانیال ص ۱۴-۱۷

ہماری اس بحث کی نسبت اگر یہ عذر پیش کیا جائے کہ پولوس حواریون عیسیٰ میں شامل نہیں تھا بلکہ وہ تابعین مسیحؑ
میں سے ایک معمولی شخص تھا تو ہم انہیں حواریوں کی پہلو تہی۔ بہل انکاری اور پست ہمتی۔ جو انھوں نے اپنے مظلوم
رسولؑ کی اعانت اور حفاظت میں ظاہر کی انھیں کی مقدس کتاب سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔
مقدس فطرس نے جو مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سب سے اوّل گنے جاتے ہیں گرفتاری کی رات کو بڑے دعوؤں
کے ساتھ جناب موصوف سے کہا تھا " کہ اگر سب تیرے سبب ٹھوکر کھائیں تو کھائیں۔ میں کبھی ٹھوکر نہ کھاؤں گا۔ اور
اگر تیرے ساتھ مجھے مرنا بھی پڑے تو بھی میں تیرے ساتھ دینے سے انکار نکروں گا " ان کے ایسا ہی اور حواریوں
نے بھی کہا تھا دیکھو **انجیل متی** کا باب ۲۶
لم بخت جان ایسی ہی پیاری اور عزیز شئے ہے، کہ خوف کا شبہہ پاتے ہی۔ سب کے سب دشمنوں میں عیسیٰ ابن مریم علی نبینا و
علیہ السلام کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور خود مقدس فطرس جسکو کہا جاتا ہے کہ مردے جلاتا تھا پانی پر چلتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ
جب امتحان کا وقت آیا تو معاذ اللہ جناب موصوف پر لعنت کرنے لگا اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں پہچانتا جیسا کہ
انجیل مذکور کے باب ۲۶ آیت ۷۴ میں ہے اور وہ بات ٹھیک نکلی جو اُس مظلوم رسولؑ نے اُسی رات کو اُن لوگوں کو
مخاطب کرکے فرمائی تھی کہ دعا مانگو کہ امتحان میں نہ پڑو **باب ۲۶ آیت ۴۱** انجیل متی۔
اب فطرس کی نسبت اگر یہ دکھلایا جائے کہ اُس وقت تک یہ روح القدس کے فیضان صحبت سے مستفیض نہیں ہوا
تھا تو اُنکو چھوڑ کر **پولوس** کو کیا کریں کہ جنکو بقول اُن کے حضرت مسیح نے خود اس میں ظہور فرما کر فیضان صحبت روح القدس
پہنچایا تھا اور جو باوجود اسکے جان کے خوف سے ٹوکرے میں بیٹھکر
شہر دمشق کی فصیل سے کود گیا دیکھو رسالہ اعمال **باب ۹ آیت ۲۳-۲۴-۲۵** اور خود مقدس پولوسؑ کا نتیجہ ہوں کے
دوسرے خط کے گیارھویں باب کی تیسویں اور تینتیسویں آیت میں ہے۔ اعجاز التنزیل ص ۹۴۔
اگر ان واقعات پر انصاف کی نظر ڈالی جائے۔ تو آج اسلام کے مقابلہ میں دوسرے مذہب والے عام اس سے کہ عیسائی ہوں اور اپنے پیغمبر
کی حفاظت۔ رعایت اور رفاقت کا ذرا بھی دعوے کر نہیں سکتے اور نہ جناب علی مرتضیٰؑ سے ناصر و معین کی نظیر اپنے مذہب میں بتلا سکتے
ہیں۔ ایسے خوفناک اور نازک مقام میں جہاں اُمم سابقہ کے بڑے بڑے صلحا کے دل الٹ گئے۔ نفتیں بدا اگیئیں علی مرتضیٰ نے عین
اس معرض خطر میں اپنی سرفروشی اور جانبازی کے وہ جوہر دکھلائے جنسے رسول اللہ ہی کو نہیں بلکہ اسلام ہمیشہ کے لئے برحم
قریش کے اندیشوں سے چھڑا دیا جناب عزاسمہ نے **قرآن مجید** کے دوسرے پارے میں علی مرتضیٰؑ کی اس سرفروشی اور جانبازی کی
حسن خدمت کو ایسے صاف اور سُتھرے الفاظ میں بیان فرمایا ہے ومن یشری نفسہ ابتغآء مرضات اللّٰہ واللّٰہ رؤف
بالعباد جو شخص اپنی جان کو خدا کی خوشنودی کے لئے بیچتا ہے۔ خدا مہربان ہے بندوں کے ساتھ

حاشیہ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۱۰۹۰ تفسیر کبیر جلد دوم ص ۲۸۴ سو الخضری حضرت علی علیہ السلام ص ۱۴ باسناد تفسیر ثعلبی وحلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم

جناب علی مرتضیٰ نے اس واقعہ کی یادگار میں یہ اشعار بھی منظوم فرمائے ہیں جن میں اپنی اسلامی جذبات کو نہایت اعزاز سے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہیں۔

وقیت بنفسی خیر من وطئ الحصی
ومن طاف بالبیت العتیق وبالحجر
رسول الالٰہ خاف ان یمکروا بہ
فنجاہ ذوالطول الالٰہ من المکر
فبات رسول اللہ فی الغار امنا
موقی وفی حفظ الالٰہ وفی ستر
اقام ثلاثا ثم زمت قلائص
قلائص یفرین الحصی این ما تفری
وبت اراعیہم وما یثبتوننی
وقد وطنت نفسی علی القتل والاسر
اردت بہ نصر الالٰہ تبتلا
واضمرتہ حتی اوسد فی قبری

میں نے اپنی جان کی عوض اُس عالی منزلت شخص کو بچایا جو پاؤں سے پتھروں یا کنکروں کے روندنے والے ہیں جسکا نام حجر ہو اُنہی نفع آپ رسولخدا کو اندیشہ ہوا کہ دشمن انکو شر پہنچائیں گے پس خدا نے جو قدرت والا اور صاحب فضل وکرامت ہے اپنے پیغمبر کو ان کے شر سے بچا لیا پس مطمئن ہوکر رسولخدا نے غار میں رات کاٹی (اور وہ محفوظ ہے) خدا کی حفاظت اور اسکے حجاب قدرت میں تین دن وہاں ٹھیرے۔ پر ناقوں کو مہار دیگئی جو ایسے تیز رفتار اور سبکرو تھے کہ ہر طرف پتھروں اور کنکروں کو روندتے چلے جاتے تھے اور میں نے دشمنوں کے حملے کے انتظار میں رات کاٹی اور مجھے وہ زخمی اور گرفتار نکر سکے کیونکہ نے شبہہ قتل وقید سے نہ ڈرنا میری جبلی عادت ہے۔ مینے ہر چیز سے قطع نظر کرکے محض خدا کی دین کی لئے یہ سب کیا اور اینده بھی میں نے یہی ٹھان لی ہے کہ جبتک میں قبر میں تکیہ لگا کر نہ سیٹوں گا

اعجاز التنزیل باسناد ناسخ التواریخ ص ۹۲ سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام ص ۱۰۵ باسناد سیرت ابی اسحاق

بہرحال ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں کفار قریش تو اپنے غصہ کی آگ میں جلکر چلے گئے علی مرتضیٰ نے صبح ہی سے احکام رسول کی تعمیل شروع کردی اہل مکہ کو ان کی تمام وکمال امانتیں جو جناب رسولخدا سپرد فرما گئے تھے پہنچا دیں آنحضرت کے بعد جناب علی مرتضیٰ تین دن تک مکہ میں اور رہے اتنے دنوں میں آپ نے اپنے سفر کی ضروری سامانوں کو درست کرلیا چوتھے دن مدینہ کی راہ لی اس دور ودراز سفر میں جس کی مسافت ایکسو پچیس میل سے کبھی کم نہیں تھی جو تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھانی ہوئیں وہ مشرکین کے ظلم وتعدی سے ہرگز کم نہیں کہی جاسکتی یورپ کے قابل مورخ کاسن۔ ڈی پرسیوال کی تحقیقات میں یہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی کے دن۔ گرمی بھی کہاں کی عرب کی کوسوں تک ریگستان جسکا ذرہ ذرہ تمازت میں آفتاب سے کم نہیں تھا راستہ میں نہ کہیں سایہ نہ کہیں پانی نہ درخت مکہ سے پہاڑوں کا سلسلہ جو شروع ہوتا ہے وہ مدینہ تک لگاتار چلا آتا ہے اور وہی عام گذرگاہ ہے علی مرتضیٰ کو اس شدت کی گرمی میں انہیں پہاڑوں کے جلتے ہوئے پتھروں پر ایکسو پچیس میل تک پیادہ پا چلنا ہوا اس حالت کے سفر میں آپکے پاس سواری تک بھی نہ تھی شریک وہمسفر کہاں تک ہونگے ان کی ثابت قدمی اور کامل الایمانی نے ان مشکلوں کو

بھی آسان کر لیا اور نہایت سہولت سے ان دشوار گذار راہوں کو طے فرمایا مشرکین مکہ سے تو آپ مطمئن تھے۔ مگر ان ایمان فروشوں کا ضرور خوف تھا جو انعام کے لالچ میں پڑکر آنحضرت کی تلاش میں ادہر ادھر لگے رہتے تھے اس خیال سے آپ دن کو چھپے رہتے تھے اور رات کو راستہ چلتے تھے مکہ سے مدینہ تک کی مسافت اسی طرح تمام کی گئی مدینہ کے قریب پہنچکر ایک نخلستان میں شبانہ روز کی مسافت کی وجہ سے مجبور ہوکر بیٹھ گئے آپ کے پاؤں پھول گئے تھے تلووں میں چھالے پڑ گئے تھے گرد و غبار سے بدن بھر گیا تھا کپڑے میلے ہو گئے تھے وہاں تھوڑی دیر تک دم لیکر آپنے آبادی کا رخ کیا۔

جناب رسول اللہ کو ان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی آپ کی مشتاق آنکھیں جسپر روز سے کہ آپ نے مدینہ چھوڑا تھا علی مرتضیٰ سے سرفروش اور جان نثار کے دیدار اور دریافت احوال کے لئے بیتاب تھیں آنحضرت اٹھے اور جناب علی مرتضیٰ کو اس حال سے دیکھکر آپ آبدیدہ ہو گئے اور بے ساختہ دوڑکر لپٹ گئے اپنے ہاتھوں سے ان کے جسم کا گرد و غبار پاک کرنے لگے اور ان کے زخموں پر اپنا لعاب دہن لگایا جس کی تاثیر خاصیت میں اکسیر سے ہرگز کم نہ تھی تاریخ کامل ابن اثیر ص ۴۰ جلد دوم

ایسی شدید اور سخت گرمی کے موسم میں پیادہ پا سفر کرنا اور شبانہ روز غربت تنہائی میں پیادہ روی کی مصیبتیں سہنا۔ دن بھر چلنا رات کو سفر کرنا کہ مبادا کفار گرفتار کریں اور پھر ایسے ملک میں جہاں دشمن ہی دشمن ہوں تن تنہا عبور کرنا ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے جسکی نظیر امت اسلامیہ میں تو کیا اور امتوں میں بھی کمتر ملے گی اور اس سے آپ کے ایمان و ایقان صبر و سکینہ تسلیم و توکل ۔ جرات و ہمت شجاعت و شہامت بخوبی ظاہر ہوتی ہے ۔ ذالك فضل اللہ یوتیه من یشاء

المرتضیٰ ص ۱۴۲ اعجاز التنزیل ص ۱

قیام مدینہ

ہجرت کا پہلا سال شروع ہوا یا یوں سمجھو تاریخ کے رجسٹر میں اسلام کا نام آج مندرج کیا گیا اسوقت تک جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قیام قبا میں تھا جو مدینہ سے تھوڑے فاصلہ پر ہے علی مرتضیٰ کے صحیح و سلامت پہنچ جانے سے جناب رسولخدا کو پورا پورا اطمینان ہو گیا اور وہ خوشی جو قریش کی طرف سے ان کی نسبت لگی ہوئی تھی جاتی رہی اسوقت تک ابو ایوب انصاری کے مکان میں مقیم تھے مگر آپ کو ایک مکان کی نہایت ضرورت ہوئی آپ نے اس جگہ کو اپنی بود و باش کے لئے مناسب سمجھا جہاں سواری کا اونٹ بیٹھا تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی نجار میں اس زمین کے مالک دو یتیم لڑکے ہیں آپنے ان دونوں کو اپنے پاس بلوایا اور نہایت اخلاق سے ان کے ساتھ پیش آئے پھر اپنی ضرورت بیان فرمائی اور ان کو اس زمین کی بیع پر راضی کر لیا اور جو اس کی واقعی قیمت ٹھہری تھی ادا کر دی مکان سے پہلے مسجد کی بنا ڈالی اور وہ تھوڑے دنوں میں بنکر طیار ہو گئی ایسی نہیں تھی جس کی زیارت سے ہم فی الحال مشرف ہوتے ہیں صرف ایک مٹی کا چبوترہ تھا اور مٹی ہی کی کچی قنات جسکو صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور جس میں حضرت عمار یاسر نے سب سے زیادہ

محنت کی تھی۔ اگر کوئی مٹی کے دو ڈھیلے اٹھاتا تو یہ تین۔ جناب علی مرتضیٰؑ بھی اُنکے مزدوروں میں تھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی کام کرتے تھے جب مسجد بن چکی تو آنحضرت نے اسی کے قریب اپنا اور علی مرتضیٰؑ کا مکان بنوایا ان کی عمارت بھی بالکل معمولی تھی جب خدا کا گھر ایسا سادہ بنایا گیا ہو۔ تو رسولؐ کا گھر تو اس سے زیادہ سادہ ہونا چاہئے جسوقت تک مکان تیار نہیں ہوا تھا اُسوقت تک آپ ابو ایوبؓ انصاری کے گھر میں رہتے تھے جب مکان بنگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جناب علی مرتضیٰؑ کے ہمراہ ابو ایوب انصاری کے گھر سے اُٹھ آئے اور مسجد میں نماز جمعہ پڑھکر مکان میں داخل ہوئے

اب اسلام کی دُرستی۔ اصلاح اور اشاعت کے تمام وکمال سامان فراہم ہو گئے۔ اب وہ وقت آگیا کہ اسلام اپنی بشارت کے لطیف اور پاکیزہ جوہر دنیا کی مختلف نگاہوں کے سامنے پیش کرے۔ اور اہل زمانہ کی آنکھوں میں جو پانچ چھ سو برس سے تعصب۔ ضلالت۔ اور گمراہی کی ظلمت میں رہ کر بالکل بیکار ہو گئی تھیں۔ حق بینی اور خدا شناسی کے نور پیدا کردے۔

اخوت اسلام کا واقعہ

بانیٔ اسلام علیہ السلام نے۔ اہل اسلام کو اخلاقی تعلیم میں جس چیز کی سب سے پہلے تعلیم دی وہ ہمدردی اور برادرانہ محبت الفت تھی اس کا خیال اسلام کی ابتدا کے لئے کتنا ضروری تھا۔ اہل عرب کی خانہ جنگیاں۔ اُن کی باہمانہ مخاصمت اور آپس کا عناد کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں اور ایام عرب کی مشہور اور طول طویل خانہ جنگیوں کو کون نہیں جانتا اگر پہلے ہی سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کی باہمی موافقت اور آپس کی محبت والفت کے رشتہ کو مستحکم نفرماتے تو پھر یہ اسلام کے عروج اور ترقی کو کبھی استقلال نصیب نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس باہمی اخوت کی تعلیم کوئی معمولی طور سے نہیں دی تھی۔ ایسی نہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے پاس بلایا اور اُسکے کان میں کچھ پڑھکر پھونک دیا۔ چلو وہ تمامی اہل اسلام کا ہمدرد اور شفیق بنگیا۔ بلکہ اس مضبوطی اور استحکام سے تمام مسلمانوں کو اپنے پاس بلا کر اس کی نسبت تاکید کی اور ایک سے دوسرے کی محبت اُلفت اور اخوت کے سچے اقرار لئے جبتک یہ اتفاق اُنمیں قایم نہ رہا کوئی مخالف اُنپر مخاصمت کی آنکھ بھی نہ اُٹھا سکا۔

مسجد نبوی میں اسوقت ایک عجیب۔ دل کش اور پُرتاثیر عالم تھا عید تو نہ تھی روزے تک مفرض نہوئے تھے تمامی اہل اسلام خوش ہوکر باہم گلے مل رہے تھے اور آپس میں معانقے اور مصافحے ہو رہے تھے " انی اخیک وانت اخی " کی پرجوش آوازیں دور تک پھیل رہی تھیں مہاجر۔ انصار سے انصار۔ مہاجر سے باہم گل مل رہے تھے اور ایک مسلمان دوسرے کو اپنا بھائی اور اپنا یک بنا رہا تھا یہانتک کہ تمامی مسلمانوں میں باہمانہ اخوت اور برادرانہ محبت قایم ہو چکی اور کوئی اہل اسلام ایسا نہ بچا جو کسی دوسرے کا بھائی نہ بنا ہو مگر ایک علی مرتضیٰؑ اس مجمع عام میں انکی شرکت یا اخوت اچھوتی رہگئی اور کوئی اُن کا بھائی نہ تھا نہ مہاجرین میں سے اسکا اعزاز کسیکو حاصل ہوا نہ انصار میں سے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام دفعتہً اس مجمع سے اٹھ کر جناب رسول خدا

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور اپنے استثنا کی وجہ دریافت کی تو رسول اللہ نے جیساختہ علی مرتضیٰ کو اپنے سینہ سے لگایا اور ایک عجیب سرور و مسرت کی محویت میں فرمایا "یا علی انت اخی فی الدنیا والآخرۃ"

صحیح ترمذی باب المناقب۔ سوانح عمری ص ۵۲ ابن عبد البر، دارقطنی و استیعاب کنز العمال۔ معجم الکبیر۔ طبرانی مناقب احمد ابن حنبل جمع الجوامع سیوطی۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۰۱-۳ مطالب السؤل ص ۶۲-۶۳

غزوات رسول صلعم

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مشرکین مکہ کے ہاتھوں پریشان ہو کر مدینہ آگئے تھے تاہم کینہ پرور اور حاسد قوم آپ کی فکر سے غافل نہ تھی۔ اسلام کا استیصال اور محمد کی قتل کو وہ کبھی بھول نہیں سکتے تھے ایسی حالت میں اسلام اور اہل اسلام کو ان کی مخاصمتوں سے بچانا اور مدینہ کی قوموں میں امن قایم رکھنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرض تھا اور اس مفید اور ضروری انتظام کے لئے ذیل کے امور لازمی تھے کیونکہ بغیر ان کے قریش سے سخت دل اور بیرحم قوم ان کے مقابل میں حفاظت اسلام اور امن عام کا قایم رکھنا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔

(۱) اس بات کی خبر رکھتے کہ قریش مکہ کیا کرتے ہیں اور کس منصوبے میں ہیں

(۲) جو قومیں کہ مدینہ میں یا مدینہ کے گرد رہتی تھیں ان میں امن کا قایم رکھنا اور قریش کی نہ مدد کرنے کا معاہدہ کرنا مگر اس کے ساتھ ہی عہد شکنی کی حالت میں انسے مقابلہ کرنا اس ارادہ کے لئے ایسا ہی ضروری تھا جیسا امن کا معاہدہ کرنا کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات قایم نہ کی جاتی تو کوئی معاہد اپنے عہد پر قایم نہیں رہ سکتا تھا اور امن مطلوبہ خیال نہیں ہو سکتا تھا۔

(۳) جو مسلمان مکہ میں پھنسے گئے تھے اور موقع پا کر وہاں سے ہجرت کرنا چاہتے تھے ان کی اعانت کرنا کیونکہ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا قریش کو ہمیشہ یہی خیال لگا رہتا تھا کہ شاید اسکے ساتھ کوئی مسلمان کسی حیلے سے بھاگ نہ جائے۔

(۴) قریش کی جو جماعت مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت سے نکلے یا کسی طرح احتمال ہو کہ وہ مدینے پر آنیوالی ہے ہتھیاروں سے اسکا مقابلہ کرنا

(۵) جب کافر ان مسلمانوں کو جو انکے قبضہ میں ہیں۔ تکلیف دیتے ہوں تو ان ظلم رسیدہ مسلمانوں کی اعانت اور خلاصی کے لئے ان کافروں پر ہتھیار اٹھانا اور انسے مقابلہ کرنا (۶) جب کافر ایسے مسلمانوں کو انکے احکام مذہبی ادا کرنے سے منع کریں جو ان کی عملداری میں بستے ہیں تو انپر ہتھیار اٹھانا اور انسے مقابلہ کرنا اگرچہ ان غزوات کی صورت مذہبی جنگ کی ہو گی لیکن اسلام کا مقصود ان غزوات سے اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنا متصور ہو گا جو کسی طرح قابل الزام نہیں کہا جا سکتا آنحضرتؐ کے زمانہ میں جتنے غزوے اور سرایا واقع ہوتے وہ انہی اصول پر مبنی تھے اسلام کی کامیابیاں اور اسکی اتنی وسیع اور سریع فتوحات پوری طور سے ثابت کرتی ہیں کہ جب کہ جہاد کرنیکا اور دشمنوں سے مقابلہ کرنیکے اسلامی قاعدے ٹھیک ٹھیک برتے جاتے تھے جبتک ان قواعد کی پابندی ہی اسلام کی ظلم و تعدی بد دیانتی اور جابرانہ کشتی کی شکایت دنیا کو نہیں آئی آنحضرت کے زمانہ میں اسلام

جہاں کہیں دست بقبضہ ہونے کی مجبوری ہوئی اس کی اصلی غرض اشاعت دینی تھی غزوہ سریہ دونوں کے معنی جنگ کے ہیں غزوہ اسکو کہتے ہیں جس میں جناب رسول خدا بخود شریک ہوں اور سریہ اسے کہتے ہیں جس میں جناب رسالتمآب کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے ہوں بلکہ آنحضرت نے مقام جنگ پر اہل اسلام میں کسی کو عام اس سے کہ مہاجر ہوں یا انصار سردار لشکر بنا کر لشکر کے ہمراہ بھیجا ہو جناب علی مرتضیٰ عموماً تمامی غزوات میں رسول اللہ کے شریک تھے اور ہر معرکہ میں فوج اسلامی کی علمداری آپ ہی کے لئے مخصوص تھی

عن ثعلبہ ابن ابی مالک قال کان علی اخذ رایۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم بدر و المشاہد کلہا (مناقب امام احمد حنبل) ابن عباس فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر اور تمام دیگر مشاہد میں جناب علی مرتضیٰ آنحضرت کے علمدار تھے سریہ کی خدمات ایکو کم سپرد ہوئی اور سوائے آنحضرت کے آپ کو کسی دوسرے اہل اسلام کی ماتحتی میں کسی خدمت کے بجا لانے کی کم تکلیف دی گئی اس لئے میں نے غزوات کی کیفیت پوری لکھدی اور سرایا کے حالات اپنے مقصود تالیف سے زاید سمجھکر قلم انداز کردئے

غزوہ ودان یا ابوا یہ غزوہ ماہ صفر ۲ ہجری میں واقع ہوا **ودان** مکہ اور مدینہ کے درمیان فرع کی طرف واقع ہے یہ بستی جحفہ سے ملی ہوئی ہے جو یہاں سے چھ میل اور ابوا آٹھ میل ہے ابوا فرع کے متعلقات سے ہے اور یہیں آنحضرت کی والدہ معظمہ حضرت آمنہ خاتون کی قبر واقع ہے جناب علی مرتضیٰ کو لیکر ان کی طرف تشریف لے گئے قبیلہ **بنی بکر** جنکا خاندانی سلسلہ رسول اللہ سے عبد مناف اور کنانہ کی پشت میں ملتا ہے وہاں بستے تھے وہ فوج اسلامی کی آمد دیکھکر کچھ ایسے خائف ہوئے کہ فوراً صلح پر راضی ہو گئے اور فیما بین یہ طے پایا کہ وہ اسلام اور کفار دونوں فریق میں کسی کی طرف نہ ہوں نہ ان کے شریک ہوں نہ اُن کے اس معاہدہ کے بعد آپ اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے کامل ابن اثیر ص ۵۴

غزوہ بواط یہ غزوہ اس کے بعد ربیع الاول میں واقع ہوا بواط ایک چھوٹی سی بستی کوہ جہینہ سے ملی ہوئی پہاڑ **رضوی** کے پاس واقع ہے آنحضرت کو خارجاً معلوم ہوا کہ کفار قریش پورے سامان جنگ کے ہمراہ یہاں تک پہنچکر مدینہ کا ارادہ رکھتے ہیں آنحضرت نے یہ سنکر اسلامی فوج کو تیاری کا حکم دیا اور علی مرتضیٰ کو علمدار لشکر بنایا مگر بواط کے قریب پہنچکر یہ معلوم ہوا کہ یہ خبر افواہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھی کامل ابن اثیر ص ۵۵

غزوہ سفوان یا بدر الاولیٰ بواط کے بعد ہی یہ غزوہ واقع ہوا بدر ایک چشمہ کا نام ہے جو **وادی صفرا** کے آخیر حصہ میں مکہ اور مدینہ کے مابین واقع ہے وہاں سے سمندر کا کنارہ ایک رات کا رستہ ہے چشمہ بدر پر عرب کے دو مشہور قبیلہ **بنی مدلج** اور ان کے حلیف **بنی ضمرہ** آباد تھے اس غزوہ کا یہ سبب تھا کہ کرز بن جابر الفہری نے مدینہ والوں کے مویشیاں لوٹ لئے مدینہ والوں نے انکی شکایت آنحضرت سے کی آپ نے مجرموں کی تنبیہ کے لئے اسلامی لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور علی مرتضیٰ کو علم فوج عنایت فرما کر اُن کی طرف تشریف لے چلے جب آپ چشمہ بدر پر پہنچے تو دونوں قبیلے اپنے قصور پر منفعل ہو کر مصالحت کے خواستگار ہوئے جناب رسول خدا نے ان سے بھی ویسا ہی کیا جیسے بنی بکر سے بواط میں کیا تھا کامل ابن اثیر ص ۵۶

غزوہ ذو العشیرہ یہ غزوہ جمادی الآخر ۲ ہجری میں واقع ہوا ذو العشیرہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ینبوع کی طرف

واقع ہے یہاں بھی یہی قبیلے بستے تھے جو چشمہ بدر پر آباد تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگ بھی اہل اسلام سے خصومت رکھتے ہیں اور مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں آپنے لشکر اسلام کو ان کے مقابلہ کیلئے طیار اور علی مرتضیٰ کو ان کا علمدار بنایا اور مدینہ سے کوچ فرمایا مگر وہاں پہنچکر یہ خبر محض غلط نکلی اور وہ خود صلح پر راضی ہوگئے کامل ابن اثیر ص ۵۲

غزوہ بدر الکبریٰ

یہ پہلا غزوہ ہے جس میں اہل اسلام کو کفار قریش کے مقابلہ میں تلوار اٹھانیکا موقع ملا اہل اسلام کی تعداد ۳۱۳ تھی اور قریش کی جمعیت ۹۵۰ یا ہزار کے قریب تھی کامل ابن اثیر ۲ ص ۴۷ ابو الفداص ۱۲۴

فوج مشرکین کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت دیکھکر کسی کو کامیابی کی امید نہ تھی فوج مشرکین تو بڑے شاہانہ جلوس کے ساتھ مدینہ کی طرف چلی۔ گانے والی عورتیں بھی ساتھ تھیں عیش وطرب کے سامان ساتھ تھے نو نو دس دس اونٹ دونوں وقت ذبح کئے جاتے تھے قریش کے معزز اور مشہور رئیس ہمراہ تھے اور ہر رئیس کی طرف سے ایک روز لشکر کی دعوت ہوتی تھی۔ معاذی العاقبة واقدی ص ۲۶ فوج اسلام میں نہ یہ بندوبست تھے نہ یہ سامان نہ اتنے سواروں کی کثرت تھی نہ اتنے پیادوں کی جماعت لشکر میں کل ۳۱۴ آدمی تھے جن کے لئے سواری بھی پورے طور سے کافی نہیں تھی ۳۱۴- آدمیوں میں کل دو گھوڑے اور ستر اونٹ ایک ایک اونٹ پر باری باری تین آدمی سوار ہوتے تھے یہانتک کہ رسول اللہ صلعم کی سواری کا اونٹ بھی شرکت سے خالی نہیں تھا کبھی جناب رسولخدا سوار ہوتے تھے اور کبھی علی مرتضیٰ اور کبھی زید ابن حارثہ بہرحال فوج اسلام مشرکین سے پہلے چشمہ بدر پر پہنچ گئی اور چشمہ سے کسیقدر فاصلہ پر بالو کے ایک ٹیلہ کے قریب اپنے خیمے نصب کردئے رسول اللہ کو حریف کی تلاش ہوئی اور زبیر العوام اور سعد ابن وقاص کو علی مرتضیٰ کے ہمراہ مشرکین کے تجسس میں روانہ فرمایا جناب علی مرتضیٰ چاہ بدر آبیٹھے انکے آتے ہی ایک حبشی بھی آیا اور چاہ بدر پر کھڑا ہوگیا علی مرتضیٰ اس کی صورت دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ فوج مخالف کا جاسوس ہے اور ہماری خبر دریافت کرنے آیا ہے وہ شامت کا مارا آتے ہی اور اُن کے دیکھتے ہی ایسا گھبرایا کہ سوائے خاموشی کے اس کچھ بن نہ آیا جناب علی مرتضیٰ اس کی گھبراہٹ خوف اور دہشت دیکھکر فوراً اسکی طرف بڑھے اور اسکو گرفتار کرکے رسولخدا کی خدمت میں تشریف لائے وہ کچھ ایسا خائف ہو رہا تھا کہ ذراسے استفسار پر بول اٹھا کہ میں مشرکین کا غلام ہوں اور **عریض** میرا نام ہے میں صرف اسلام کی حقیقت دریافت کرنے یہاں آیا تھا وہ لوگ یہاں سے دو کوس پر اترے ہیں طبری جلد چہارم ص ۲۹۶

جناب رسولخدا مخالف کی خبر سنکر مطمئن ہوگئے دوسرے دن مشرکین بھی آگئے اور لشکر اسلام سے کچھ دور ہٹکر بالو کے ٹیلے کے اس پار اترے وہ دن تو خیر سے گذرا اور کوئی کسی سے مزاحم نہیں ہوا مگر دوسرے دن قریش نے صبح ہی سے اپنی فوجوں کی صفیں آراستہ کیں آفتاب کے نکلتے ہی اسلام کی مخالفت پر ذبانوں کی طرح میانوں سے تلواریں نکال لیں رمضان کی سترھویں تاریخ تھی اور سن اول ہجری کے ختم ہونے کو کل تین مہینے اور ۱۳ روز باقی تھے۔ جناب رسالتمآب نے پہلے ان غلط فہمیوں کے پاس

کہلا بھیجا کہ میں تم سے لڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ بلکہ تمہیں موعظہ کرنے سمجھانے اور خدا کی سیدھی بھی راہ بتلانے آیا ہوں تم میری باتوں کو سنو اور ان خونریزیوں سے باز آؤ مگر وہ ایسے کہاں تھے جو رسول اللہ کی ہدایتوں کی طرف شنوا ہوتے۔

لڑائی شروع ہوگئی اور مشرکین مکہ کی گھنی صفوں سے ایک بارگی تین جرار سلاح پوش رزمگاہ میں اپنے اپنے مبارز طلب کرنے لگے ان میں پہلا شیبہ تھا دوسرا عتبہ تیسرا ولید یہ تینوں اپنے وقت کے نامی آزمودہ کار اور منتخب روزگار پہلوان تھے اور تمامی عرب میں ان کی جرات و ہمت کے چرچے ہر وقت زبانوں پر تھے رسول خدا نے انہیں کے ایسے جوانوں کو دیکھ کر فرمایا تھا ھذہ مکہ القت افلاذ کبدھا مکہ نے اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو سامنے ڈالدیا ہے۔ واقدی ص ۳۷۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے پہلے انصار کی جماعت سے تین جوانوں کو منتخب فرما کر اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا مگر اُن پرجوش مشرکین نے عرب کی قدیم قانون شجاعت کے مطابق اُن اسلامی مجاہدین کو رزمگاہ سے یہ کہکر واپس دیا کہ ہم اپنے کفو سے لڑتے ہیں اور اپنے آپ میں مقابلہ کرتے ہیں ہم نہیں پہچانتے تم کون ہو اور مہاجرین میں بھی ہمارے مبارز جنگ بھیجو۔ مغازی الصادقہ واقدی ص ۴۹ مدارج النبوۃ محدث دہلوی ص ۱۹۵ طبری جلد چہارم ص ۳۹۷۔

مشرکین نے مجاہدین انصار کو واپس دیا اور قریش کو اپنے مقابل طلب کیا۔ ممکن تھا کہ رسول اللہ موجودہ مہاجرین سے تین آدمیوں کو اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجدیتے ایسی نہ کسی اہل سلام ہی کو مجال سخن تھی اور نہ مقابل کو تاب زدن مگر نہیں جناب رسالتمآب کے محاسن اخلاق اور آپ کی مروت و اشفاق کسی طرح اس امر کے متقاضی نہوئے کہ سب سے پہلے مہاجرین مقابلہ کے لئے نکالے جائیں اور بنی ہاشم جو قریش بھی تھے اور مہاجر بھی فوج کی زینت بنا کر حریف کے مقابل سے بچائے جائیں اس عایت اور بے تکلفانہ مروت کا خیال مسلمانوں کے دل میں پیدا ہو کر کیا غضب پیدا کرتا اور اشاعت اسلام کی اُن ابتدائی کارروائیوں میں کیسا تنزل واقع ہوتا مگر آپ کے مروت و اخلاق نے بہت جلد اس مسئلہ کا فیصلہ کردیا کہ عبیدہ ابن حارث ابن عبدالمطلب۔ حمزہ ابن مطلب اور علی ابن ابیطالب ابن عبدالمطلب کو فوراً اُنکے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔

شیبہ ابن ربیعہ کا مقابلہ ابو عبیدہ بن حارث سے ہوا کیونکہ یہ دونوں سنین غریب تھے عتبہ ابن ربیعہ حمزہ کا مقابل ٹھیرا اور ولید ابن عتبہ جو اپنے باپ کی لاجواب دلیریوں کی یادگار تھا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا مقابل ہوا آپس میں دست بقبضہ ہونے سے پہلے۔ تینوں مقابل اپنی اپنی شجاعت اور جرات کے جوشیں رجز خوانی کرنے لگے ولید نے علی مرتضیٰ کو نہ پہچانا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ اُسدن پشمینہ سفید کا سربند باندھے تھے اور تمامی جسم سلاح جنگ سے پوشیدہ تھا ولید کے رجز کے جواب میں جو رجز آپ نے پڑھا وہ یہ تھا۔

نبا و تعساً لك یا ابن عتبه اسقيك من الكاس المنايا شربة ولا ابالي لعل ذالك غبة

اے ابن عتبہ مرگ و ہلاکت تجکو ہو۔ میں تجھے کاسۂ مرگ پلاتا ہوں اور اس کی پروا نہیں کرتا کہ تو پھر کر اب نہ آئے گا۔

تاریخ طبری ص ۳۹۷ ابو الفدا ص ۳۰۴ مغازی الصادقہ ص ۵۶ دیوان علی علیہ السلام ص ۵۶

ان تینوں مقابلوں میں جس نے سب سے پہلے اپنے مقابل کو زیر کیا وہ حضرت علی مرتضیٰ تھے ان کی تیز دستیوں نے ولید ابن عتبہ کو صرف ایک تیر لگا کر ایسا مجبور کر دیا کہ پھر وہ مقابلہ کی تاب نہ لا یا اور شدید ان جنگ چھوڑ کر جاہتا تھا کہ بھاگ کر اپنے باپ عتبہ سے جا ملے جو حضرت حمزہ سے اسوقت تک جنگ میں معروف تھا مگر علی مرتضیٰ کی تیغ تیز نے پہنچکر اس کے رشتہ امید سے پہلے ہی اسکے رشتہ حیات کو منقطع کر دیا اور وہ زمین پر گر کر اپنے خون میں آپ ہی لوٹنے لگا تاریخ طبری جلد چہارم ص ۳۹۶

اپنے حریف کا خاتمہ فرما کر جناب علی مرتضیٰ حضرت حمزہ کی طرف متوجہ ہوئے ان کے آتے ہی حضرت حمزہ نے عتبہ کو دھو لیا مشرکین دو نمود اروں کا جان نثاران اسلام نے یوں خاتمہ فرمایا اب رہا شیبہ جو عبیدہ ابن الحارث الہاشمی سے مقابل تھا شیبہ جنگ سے لیکر اسوقت تک اندونوں میں تلوار چلا کی اور کوئی کسی سے سر نہوا۔ آخر کار شیبہ کا ایک تیر ایسی سختی سے عبیدہ کے پاؤں پر بیٹھا کہ ساق پا کا گوشت استخوان سے چھوٹ کر نیچے لٹکنے لگا جناب علی مرتضیٰ کی تیز دستی ہوشیاری اور ہمت خصوصاً ایسے تنگ موقع پر نہایت قابل قدر تھی انھوں نے دور سے عبیدہ کو اس مصیبت میں گرفتار دیکھا اور فوراً انکی کمک کو جا پہنچے ابھی شیبہ ان کے قتل کی تدبیر ہی میں تھا کہ اسکی موت اس کے سر آ پہنچی اور علی مرتضیٰ کی ایک ضرب نے اس کی تمام سرگرمیوں کو ٹھنڈا کر دیا اور وہ مردہ ہو کر گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔ المرتضیٰ ص ۴۹ باسناد کامل ابن اثیر

اسلام کے مجاہدین نے بہت جلد اپنے مقابل مشرکین کا خاتمہ کر دیا اور دوسروں کا انتظار کرنے لگے مگر فوج کفار میں اپنے نبرد آزما اور دلیر جوانوں کے مارے جانے سے پریشانی اور عدم اطمینانی پھیل چکی تھی اور اب بنی ہاشم کے آیندہ مقابلے کے لئے کسی قریش کا پاؤں نہیں پڑتا تھا واقعی بات بھی ایسی ہی تھی ان مقتولین کی شجاعت اور دلیریوں پر فوج کفار کو بہت بڑی تقویت تھی اگر جوانان ہاشم اپنے اپنے حریفوں پر غالب نہ آتے تو بس آج ہی سے اسلام کا خاتمہ بھی ہو جاتا اور پھر کسی اہل اسلام کے پاؤں میدان جنگ میں نہ ٹھہرتے ان سخت اور خوفناک حملوں کا ذکر کلام مجید میں اسطرح آیا ہے ام حسب الذین اجترحوا السیات ان نجعلھم کالذین الخ کیا وہ لوگ جو بدکار ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کو بھی مثل ان کے کر دیں گے جو ایمان رکھتے ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں اُن کی موت اور زندگی دونوں برابر ہے کیا بُرا ان کا خیال ہے۔ اور ھذان خصمان اختصموا فی ربھم فالذین کفروا قطعت لھم ثیاب من نار یصب من فوق رؤسھم الحمیم نزلت فی الذین برزوا یوم بدر حمزۃ و علی و ابو عبیدۃ بخاری باب المغازی المرتضیٰ ص ۳۱ -

حضرت علی مرتضیٰ پھر دیستے اپنے صف لشکر کو چھوڑ کر دوسرے مشرکین کا انتظار کر رہے تھے قریش پہلے ہی سے غیر مطمئن ہو رہے تھے جیسا اوپر بیان ہوا مگر طعیمہ ابن عدی نے ایکباری فوج مشرکین سے نکل کر سبقت کی اس کی جرات سے قریش کی گئی ہوئی جانوں میں جان آئی۔ علی مرتضیٰ اُسکے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے اور مقابل ہوتے ہی اس کے سر پر ضرب تیغ لگا کر فرمایا کہ جا اب تجھکو کسی سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئے گی۔ اتحاف اہل اسلام ص ۴۸ کامل واقدی ص ۲۹۵ -

طعیمہ تو ٹھے ہو گیا اس کے بعد عاص ابن سعید کو موت کھینچ لائی اور میدان جنگ میں علی مرتضیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا یہ بھی اپنی

قوت وشجاعت میں اپنی آپ نظیر تھا اور عرب کے نمود اروں میں مشہور۔ آتے ہی علی مرتضیٰ پر حملہ آور ہوا مگر نتیجہ یہ نکلا کہ تھوڑی ردّ و بدل کے بعد اس کی جراتوں کے جوڑ کھل گئے تیغ یداللہی کی ایک ضرب سے وہ ہو کر زمین پر آتا رہا۔

علی مرتضیٰ نے ان مشرکین کو کھڑے کھڑے میدان جنگ میں چن لیا انکا بہتا خون دیکھ کر روسا قریش کی آنکھوں میں خون اتر آیا ابوجہل سردار قریش تھا ضرب یداللہی سے مجبور ہو کر مشرکین نے اپنی عقیدت کے خیال سے یہ گمان کیا کہ جو شخص ابوجہل کی ذرہ پہن کر جائے گا وہ بے تنک حیدر کرار کی ضرب گرانبار سے نجات پائیگا ورنہ یہ معمولی سلاحین ان کی تلوار کی برش کو روک نہیں سکتی سب سے عبداللہ ابن منذر ابن ربیعہ نے ابوجہل کی زرہ پہنی اور علی مرتضیٰ سے مقابل ہوا مقابلہ کے ساتھ ہی اس کی موت بھی آ پہنچی اور وہ بھی علیؑ مرتضیٰ کی ضرب سے مقتول ہو کر اپنیں بیجان مشرکین کے ساتھ فرش زمین پر جا لیٹا اس کے بعد حرملہ ابن عمر جنگ کا شایق نکلا وہ بھی علی مرتضیٰ کے ہاتھوں مارا گیا

ابوجہل نے فوج کی ابتر حالت دیکھ کر حملہ کا حکم دیا۔ تمام قریش ایکبار ٹوٹ پڑے جناب علیؑ مرتضیٰ تلوار لیکر اُن کی گھنی صفوں میں دوڑ پڑے اور نہایت غضبناک ہو کر ذیل کے رجز پڑھتے تھے۔

قد عرف الحرب عوان انی یا ذل عامین حدث سنی سخسنج اللیل کانی جنی استقبل الحرب بکل فنی
معے سلاحی و معے مجنی وصادم یذہب کل ضغن اقصی بہ کل عدو عنی لمثل ھذا ولدتنی امی

جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں بار بار کی سخت لڑائیوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ میں نہایت قوی زبردست اور نوجوان ہوں قد پہلوان جو شب بیدار مثل جن کے ہوں جو شب کو نکلتے ہیں میں ایک فن و ہنر کے ساتھ لڑائی میں مقابلہ کرتا ہوں اور میری پیٹھ پر میں رہتی ہے میری وہ ابدار تیغ ہے جو ہر ایک کینہ و عداوت کو نیست و نابود کر دیتی ہے میں اپنی تلوار سے دشمن کو دفع کرتا ہوں اور اسی کام کے لئے مجھے میری ماں نے پیدا کیا ہے اتحاف اہل اسلام ص ۴۹ فواتح میبذی ص ۴۷

جناب علی مرتضیٰ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے اور اِدھر اُدھر حملہ کر کے اپنی قوت اور شجاعت کے بے مثال جوہر دکھلاتے تھے مشرکین کو یہ سامان بھی کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے اس قیامت خیز ہنگامے میں بھی جو ان کے مقابل ہوتا تھا اسکا نتیجہ دو حالوں سے خالی نہیں ہوتا تھا یا تو مارا جاتا تھا یا خوف زدہ ہو کر بھاگ جاتا تھا ایسے سخت محاصرہ میں علی مرتضیٰ کو نصرت اسلام کے ساتھ ہی رفاقت جناب سید الانام کی بھی دل سے لگی ہوئی تھی مخالفین کی یہ کثرت دیکھ کر اندیشہ ضرور ہوتا تھا کہ کہیں مشرکین کی جماعت جناب رسولخدا صلعم کی قصد نکرے آپ ایک جماعت کو توڑ کر فوراً باہر نکل آتے تھے اور رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے روئے مبارک کو دیکھکر مطمئن ہو جاتے تھے اور پھر اسی طرح مخالفین کی گھنی صفوں میں واپس جاتے تھے اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ علیؑ مرتضیٰ نے اسدن مخالفین کی کثیر جماعت پر متواتر تین حملے کئے اور ہر حملہ میں ان کے محاصرہ کو توڑ کر باہر نکل آئے رسولخدا کو دیکھکر مطمئن ہو گئے اور پھر رزمگاہ میں واپس گئے آپکے دو حملوں کے علاوہ آپ کا تیسرا حملہ ایسا سخت اور پرزور تھا کہ جس میں کافروں کے قدم ہی میدان جنگ سے نہیں اُٹھ گئے

بلکہ بہت سے سرداران قریش اور جوانانِ عرب جو اس زمانے میں شجاعت و دلیری کے سرمایۂ ناز تھے دنیا سے اُٹھ گئے اور دم کے دم میں حارث بن زمعہ زمامہ ابن اسود ۔ نوفل ابن خویلد ۔ عثمان ابن کعب عثمان ابن مالک حنظلہ ابن ابو سفیان (معاویہ کے بڑے بھائی) عثمان ابن طلحہ مالک ابن طلحہ بے شمار جرار بے دم ہو کر خاک و خون میں لوٹتے نظر آئے ان مقتولین میں حنظلہ ابن ابی سفیان کے سر پر ایسی سخت ضرب لگی تھی کہ اسکی آنکھیں باہر نکل پڑی تھیں چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ قریش سے مجکو سخت تعجب ہوتا ہے کہ جب وہ میری اس لڑائی کو جو ولید ابن عتبہ کے ساتھ واقع ہوئی اور میری اس ضرب کو جس سے حنظلہ کی آنکھیں نکل پڑیں دیکھ چکے تھے تو پھر کیوں میرے مقابلہ کی جرات کرتے تھے اتحاف ص ۴۹ روضۃ الصفا دفتر دوم ص ۶۸ مغازی الصادقہ کامل واقدی ص ۹۷۳ سوانح عمری ص ۲۳۰ باسناد مطالب السئول وکفایت الطالب

علی مرتضیٰؑ کے اس اجیز حملہ نے فوج مشرکین کے ساتھ وہی کیا جو برق خرمن کے ساتھ کرتی ہے چاروں طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے پھر وہ میدان جنگ میں ایک ساعت ٹھیرنے کی تاب نہ لائے کفار کے بے شمار معاندین کو مقتول اور ان کی گھنی صفوں کو منہزم فرما کر جناب علی مرتضیٰؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے دیکھا کہ آپ اُسی اضطراب اور انتشار کی حالت میں جبین نیاز زمین پر رکھے عجب طرح سے فرما رہے تھے یا حی یا قیوم برحمتک استغیث جناب سرورِ خدا نے دعا سے سر اُٹھایا تو حضرت علیؑ نے بدر کی فتح کا مژدہ سنایا اس خبر فرحت اثر کے سنتے ہی آنحضرت کو کیسی مسرت کیسا سرور کیسا اطمینان حاصل ہوا ہوگا اور مخالفین کے ساتھ علی مرتضیٰؑ کے مردانہ مقابلے اور اُن کے سخت محاصرہ میں آپ کے دلیرانہ حملے جناب رسالتمآب کی نگاہوں میں کیسے قابل قدر ٹھیرے ہوں گے اور اسوقت آپکی نگاہوں میں آپ کی جاں نثاری کی کیسی وقعت ثابت ہوئی ہوگی ان کی محاسن خدمات مقابلہ سے زیادہ محاصرہ کے وقت ظاہر ہوئیں وہ ایسے ہی تھے جن کی اقدام پر کوئی دوسرا عرب کا آزمودہ کار شجاع قدم ڈال نہیں سکتا تھا

اسلامی تاریخوں میں پولیٹکل ذریعوں سے جو درجہ جنگ بدر کو حاصل ہے وہی عیسائی تاریخوں میں قسطنطنین کی بٹیل آف برجز Battle of Bridges کو ہے اگر قسطنطین اپنی لڑائی میں اپنے مخالفین پر فتحیاب نہوتا تو پھر ہماری دانست میں کوئی مذہب عیسائی کا نام لیوا آج دنیا میں نہ نکلتا اسی طرح اگر بدر میں اہل اسلام کو کامیابی نہوتی تو مشرکین نے آج ہی اسلام کا ہمیشہ کے لئے استیصال کر دیا ہوتا کاشف الحقائق مولفہ شمس العلما مولوی سید امداد امام صاحب ص ۴۰۳ ۔

مقتولین کفار کی نسبت اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس لڑائی میں علی مرتضیٰؑ نے مخصوص انھیں لوگوں کو چن چن کر قتل کیا ہے جو عداوت اسلام میں اور دوسروں سے زیادہ سرگرم اور مستعد تھے اور ہمیشہ آنحضرت کی جان کے خواہاں بنے تھے علی مرتضیٰؑ نے پہلے انھیں کی قوتوں کو توڑا اور اپنی تیغ ابدار سے انھیں کو قتل فرمایا مثلاً عتبہ ابن ابی معیط یہ وہ شخص ہے جو علانیہ آنحضرت کی ہجو میں پڑھا کرتا تھا اور شب ہجرت ان کا گھر گھیرے رہا ۔ نوفل ابن خویلد یہ ننگ خاندان حضرت

خدیجہ بھی نیک نہاد اور خالص الاعتقاد مخدومہ کا بھائی تھا قریش کے عام گذرگاہوں میں مجلسوں میں آنحضرت کی نسبت جھوٹی جھوٹی باتیں بیان کرتا تھا۔ ابن معدون کے علاوہ ۔ عتبہ شیبہ ۔ اسود ابن مطلب ابن اسد نوفلی ۔ وغیرہ وغیرہ وہی لوگ تھے جو قبل ہجرت جناب رسالتمآب کو حضرت ابیطالب سے بزور چھینا چاہتے تھے ابو الفداص ۲۰۸ جلد سوم جناب علی مرتضیٰ نے بدر کے واقعہ کی یادگار میں اشعار منظوم فرمائے ہیں جس میں ولید ابن عتبہ کو مخاطب کر کے اپنی بے نظیر شجاعت اور اسلام کی صداقت کی پوری تصویر کھینچی ہے وھو ہذا

یھددنی بالعظیم الولید	فقلت انا ابن ابی طالب
ولید نے مجھے بلا عظیم سے ڈرایا	میں نے کہا میں علی ابن ابیطالب ہوں
انا ابن المبجل بالا بطحین	وبالبیت من سلفی غالب
میں اسکا بیٹا ہوں جو حرمین میں سب کا بزرگ ہے	اور خاص مکہ میں غالب کے اسلاف سے ہوں
ولا تحسبنی اخاف الولید	ولا اننی منہ بالھائب
یہ سمجھو کہ میں ولید سے ڈر جاؤں گا	اور یہ سمجھو کہ میں اسے ڈرنے والا ہوں
فیا ابن المغیرۃ انی امرء	شموخ الانامل بالقاضب
اے مغیرہ کے بیٹے میں وہ جوان ہوں	جسکی انگلیاں شمشیر برندہ سے زیادہ سخت ہیں
طویل اللسان علی الشانئین	قصیر اللسان علی الصاحب
میں اپنے دشمنوں پر طویل اللسان ہوں	اور دوستوں پر قصیر اللسان
خسرتم بتکذیبکم للرسول	تعیبون ما لیس بالعائب
تم رسول کی تکذیب کر کے گھاٹے میں پڑے	تم نے ایسے شخص کو عیب لگایا جو بے عیب ہے دیوان علی
وکذبتموہ بوحی السماء	فلعنۃ اللہ علی الکاذب
تم نے وحی آسمانی کو بھی جھٹلایا	خدا کی لعنت ہو جھوٹوں پر

تزویج جناب سیدہ با حضرت علی مرتضیٰ

عاملے کہ نکوست از بہارش پیدا

نصرت اسلام اور رفاقت حضرت خیر الانام میں حضرت علی مرتضیٰ جن سرفروشی اور جانبازی سے کام لیتے تھے وہ ایسی ہی عدیم المثال تھیں جیسوں نے فتح بدر سے تین مہینے بعد انکو دربار نبوت سے خلعت دامادی دلوایا فتح بدر کے پہلے ہی اہل مرتبت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رجحان طبیعت معلوم ہو گیا تھا مگر جنگ بدر کے دفع ہو جانے سے عمائد قریش انکا عرب

کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام نے بھی آنحضرت سے درخواست کی مگر آپ نے کسی کو کچھ جواب نہ دیا علامہ ابن اثیر اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ میں تحریر فرماتے ہیں عن حارث عن علی علیہ السلام قال خطبت ابابکر و عمر یعنی فاطمۃ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فابی رسول اللہ فقال عمر انت لھا یا علی فقلت مالی من شئی الا درعی فرجھا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حارث جناب علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر و عمر نے واسطے جناب فاطمہ علیہا السلام کے آنحضرت سے خواستگاری کی آنحضرت نے انکار کیا حضرت عمر نے جناب علی مرتضیٰ سے کہا یا علی آپ جناب فاطمہ کی تزویج کے لئے مناسب معلوم ہوتے ہیں انھوں نے جواب دیا میرے پاس تو سوائے زرہ کے اور کوئی سامان دنیاوی نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد جناب رسالتمآب نے علی مرتضیٰ سے ان کا نکاح کر دیا جناب سیدہ کی تزویج سے رسول خدا کے اس روحانی تعلق محبت اور الفت کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے جو آپکو جناب علی مرتضیٰ کی طرف سے حاصل تھے علامہ دیلمی تحریر فرماتے ہیں عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو لم یخلق علی ما کان لفاطمۃ کفو جناب ام المومنین ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ اگر علی نہ پیدا ہوتے تو فاطمہ کے لئے کوئی کفو نہ ہوتا جناب سیدہ کی تزویج یکم ذی الحجہ ۲ھ ہجری روز جمعہ کو ہوئی ان کی عمر ۹ برس کی تھی اور جناب علی مرتضیٰ کا سن اکیس سال کا تھا امام احمد حنبل نے اس واقعہ کو پوری تفصیل سے لکھا ہے ان کی بجنسہ عبارت ذیل میں مندرج ہے۔

عن انس قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فغشیہ الوحی فلما افاق قال لی یا انس اتدری ما جاءنی بہ جبرئیل من صاحب العرش عز و علا قلت بابی انت وامی ما جاءک بہ جبرئیل قال قال لی ان اللہ یامرک ان تزوج فاطمہ من علی فانطلق وادع لی ابابکر و عمر و طلحۃ والزبیر و بعددھم من الانصار قال فانطلقت فدعوتھم فلما ان اخذوا مجالسھم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الحمد للہ الذی المحمود بنعمتہ والمعبود بقدرتہ المطاع بسلطانہ المرھوب الیہ من عذابہ النافذ امرہ فی ارضہ وسمائہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ومیزھم باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم بمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ عز وجل جعل المصاھرۃ نسبا لاحقا وامرا مفترضا وحکما عادلا وخیرا جامعا وشج بہا الارحام والزمہا للانام فقال عز وجل وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا وامر اللہ تعالی یجری الی قضائہ و قضاؤہ یجری الی قدرہ ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو اللہ ما یشاء و یثبت وعندہ ام الکتاب ان اللہ تعالی امرنی ان ازوج فاطمہ من علی واشھدکم انی زوجت فاطمہ من علی علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذلک علی السنۃ القائمۃ والفریضۃ الواجبۃ

یجمع اللہ شملہما و بارک اللہ لہما اطاب اللہ نسلہما و یجعل نسلہما مفاتیح الرحمۃ و معادن الحکمۃ وامن الامۃ اقول قولی ہذا واستغفر اللہ لی ولکم ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متبسما یا علی ان اللہ امرنی ان ازوجک فاطمہ وانی قد زوجتکہا علی اربع مائۃ مثقال فضۃ فقال علی علیہ السلام رضیت رسول اللہ ثم ان علیا خر ساجدا شکراللہ فلما رفع راسہ قال لہ رسول اللہ بارک اللہ لکما وعلیکما واسعد جدکما واخرج منکما کثیرا الطیب قال انس رضی اللہ واللہ لقد اخرج منہما الکثیر الطیب اخرجہ احمد فی المناقب وابو حاتم

انس بن مالک سے منقول ہے کہ میں ایک دن جناب رسولخدا کے حضور میں موجود تھا آپ کو وحی کے سبب غش طاری ہوا جب افاقہ ہوا مجھ سے فرمایا اے انس تو جانتا ہے میرے پاس جبرئیل خداوند عرش کی طرف سے کیا حکم لائے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں جبرئیل کیا حکم لائے ہیں فرمایا کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا ہے کہ اللہ تبارک آپ کو حکم دیتا ہے کہ فاطمہ کی تزویج علی سے کردیں پس تو جا اور میرے پاس ابوبکر عمر طلحہ و زبیر کو اور انہیں کی تعداد کے مطابق انصار میں سے بلا لا انس کہتا ہے کہ میں گیا اور ان کو بلا لایا پس جس وقت وہ لوگ آئے اور بیٹھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ جمیع حمد ثابت ہے واسطے اللہ کے جو محمود ہے بہ اعتبار اپنی نعمتوں کے اور معبود ہے بہ سبب اپنی قدرت کے اور اطاعت کیا گیا ہے بہ سبب اپنے غالب آنے کے اور اس کی طرف لوگ گریز کرتے ہیں اس کے عذاب سے اسکے احکام زمین و آسمان پر جاری ہیں وہ ایسا ہے کہ اس نے خلقت کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے اسکو تمیز دی ہے اور اپنے دین کے سبب انکو عزت دی ہے اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث ان کو بزرگی عطا فرمائی ہے بہ تحقیق اللہ عزوجل نے انسانی رشتے کو نسب تازہ اور امر واجب اور حکم عادل اور خیر جامع گردانا ہے اسکے سبب رحموں کو ملایا ہے اور تمام خلق پر اسکو لازم کردیا ہے اور فرمایا ہے واللہ ایسا ہے کہ اسنے پانی سے آدمی کو پیدا کیا پس اس کے واسطے نسب اور سسرالی رشتہ قرار دیا اور تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے اور خدا کا حکم اسکی قضا کی طرف جاری ہوتا ہے اور اس کی قضا قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور واسطے ہر قضا کے ایک قدر ہے اور واسطے ہر قدر کے ایک زمانہ معین ہے اور واسطے ہر زمانہ معین کے ایک کتاب ہے محو کردیتا ہے اللہ جس چیز کو چاہتا ہے اور ثابت کرتا ہے اور اس کے پاس ہے اصل کتاب اما بعد پس اللہ تعالی نے مجکو حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا عقد علی کے ساتھ کردوں اور میں تمکو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ کا عقد علی کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر کیا ہے اگر علی اسبات پر راضی ہو یہ سنت قایم ہے اور فریضہ واجب پس اللہ تعالی ان دونوں میں جمعیت عطا کرے اور ان دونوں میں برکت دے اور ان دونوں کی نسل کو پاک و پاکیزہ کرے اور ان دونوں کی اولاد کو حکمت کے معدن رحمت کی کنجیاں اور امت کے لیے امان بنا میں اتنا

لیکر اپنے اور تمھارے لئے خدائے سبحانہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتا ہوں یہ کہہ کر جناب محمد مصطفیٰ صلعم متبسم ہوئے اور جناب علی مرتضیٰ سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگے کہ مجکو خدا نے حکم فرمایا ہے کہ میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کو تمھارے ساتھ بیاہ دوں میں نے اُسکا نکاح تمھارے ساتھ چاندی کے چار سو مثقال پر کیا ہے آیا تم راضی ہو جناب علی مرتضیٰ نے فرمایا ہاں میں راضی ہوں اس کے بعد جناب علی مرتضیٰ سجدہ میں گئے جب یہ سجدہ سے فارغ ہوئے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ سبحانہ تم دونوں پر اپنی برکت نازل فرمائے اور تمھاری دونوں کی کوششوں کو نیک کرے اور تم دونوں سے اولاد طاہرہ بکثرت پیدا کرے اس کا قول ہے کہ واللہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان دونوں سے اولاد طاہرہ بکثرت پیدا فرمائی ان دونوں حضرات کے طرز معاشرت بھی آگے چلکر ایسے پاک صاف گذرے جو باہمانہ محبت و الفت اور جاودانہ مسرت کی سچی تصویریں ہیں فی عمرہم نہ امیں سے ایک دوسرے کا شاکی تھا نہ نالاں نہ کسی کو کسی سے شکایت تھی نہ رنج کیوں نہو دونو نے جناب رسولخدا کے آغوش مرحمت میں پرورش پائی تھی اور آپ ہی کے فیض تعلیم میں تعلیم پھر ان کی سلامت النفسی رتبہ شناسی حسن معاشرت اور باہمانہ محبت اور الفت میں نقص رہجانا تو کیسے

مدینہ کے حالات یہودان مدینہ کے قبائل

فتح بدر کے بعد سے جناب رسول خدا کو مشرکین مکہ کی طرف سے چند دنوں کے لئے اطمینان ہو گیا مگر اب مدینہ اور اسکے خاص متعلقات کے باشندے جن لوگوں سے بانی اسلام علیہ السلام نے رسم اتحاد قایم کیا تھا اور ان ذریعوں سے ان لوگوں کو اپنا معاون و غمخوار اور شریک سمجھا تھا۔ بغاوت کے اظہار کرنے لگے اشاعت اسلام کی شروع کارروائیوں میں جیسا کچھ خلل واقع ہوتا یا خلایق کے امن و امان میں جیسا کچھ حرج ہوتا وہ اس بغاوت کے نتیجوں سے ظاہر تھا ان وجہوں سے جناب رسول خدا کو ان کی مدافعت ضرور تھی اسوقت مدینہ کے کیا حالات تھے اور یہاں کس قسم اور کس قبیلے کے لوگ آباد تھے ان کی پوری کیفیت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

مدینہ مکہ سے گیارہ دن کی راہ پر اتر کی طرف واقع ہے اب تو یہ شہر نہایت ہی مستحکم اور مضبوط ہے مگر جناب رسول خدا کے مشہور و معروف تعمیر خندق سے پہلے یہ شہر بالکل کھلا ہوا اور بیرونی حملوں کی خطرگاہ تھا

یثرب کے گرد و نواح میں سب سے پہلے قوم عمالقہ کے لوگ بستے تھے انھیں لوگوں نے اس شہر کی بنیاد ڈالی یثرب انھیں کا نام رکھا ہوا تھا جو زمانہ رسول تک مشہور تھا **بابل**۔ **روم** اور **یونان** کے بدلا لینے والوں سے تنگ آکر یہودیوں کے بہتسے فرقے عرب میں آکر پناہ گزین ہوئے انھوں نے مدینہ کے قدیم باشندوں کو تباہ و برباد کر دیا اور وہ لوگ خود۔ قبیلے قبیلے اور فرقے فرقے ہو کر مدینہ کے چوگرد بس گئے انیں زیادہ مشہور قبیلے یہ تھے **بنی نضیر** خیبر میں رہتے تھے **بنی کنعان** مدینہ میں رہتے تھے **بنی قریظہ** فدک میں رہتے تھے۔ ان میں سے بنی کنعان نے اپنی قوت کے پورے سامان فراہم کر کے

عرب کے اور قریب قریب قبیلوں پر تھے اسوقت ایک ایک قوت حاصل کر لی تھی جسوقت تک کہ بنی قحطان کے دو مشہور قبیلوں نے بھی خزرج اور اوس کی بود و باش مدینہ میں نہیں قائم ہوئی تھی پہلے ان دونوں قبیلوں نے بھی (خزرج و اوس) تھوڑے عرصہ تک ان یہودیوں کی اطاعت قبول کر لی تھی مگر پھر ان لوگوں نے یہودیوں کی پرجوشی کو تھوڑے عرصہ میں ساکت بھی کر دیا اور وہ آپس میں اسوقت سے برابر لڑتے جھگڑتے چلے آتے تھے مگر جناب رسول خدا کی بعثت کے قریب دفعتاً وہ لوگ اپنی سالہا سال کی لڑائیوں کے بعد باہم مصالحت کر لینے میں کامیاب ہوئے اسپرٹ اف اسلام ص ۱۳۲

آنحضرت صلعم نے مدینہ پہنچکر ان یہودیوں کو مسلمان تو نہیں مگر اپنا حلیف ضرور بنا لیا تھا یہ لوگ رسول خدا کی خدمت میں برابر آتے جاتے تھے عبداللہ ابن ابی سلول ان یہودیوں کا سردار تھا وہ اگرچہ اسلام نہیں لایا اور فی عمرہ منافق رہا مگر آنحضرت کی خدمت میں برابر حاضر رہا کرتا تھا دو برس تک ان یہودیوں کے قبیلوں نے تو اسلام کی موافقت ظاہر کی مگر جنگ بدر کے فتح ہوتے ہی ان کے دلوں میں اسلام کی طرف سے بغض و حسد کا مادہ پیدا ہونے لگا اور ان کے چہروں سے صاف صاف بغاوت کے آثار نمایاں ہونے لگے اور تھوڑے ہی دنوں میں ان کے رفتار و کردار سے مشرکین مکہ کی سرکشی اور مخالفت کے انداز نکلنے لگے۔ کہیں مسلمانوں سے لڑ بیٹھتے۔ کہیں اہل اسلام کو ظالم و جابر بنایا کہیں رسول خدا کے وعظ پر اعتراض کیا۔ کہیں اہل اسلام کی آبروریزی کے درپے ہوئے غرض جو باتیں تھیں وہ فساد کی اور جو چالیں تھیں وہ فتنہ کی

غزوہ بنی قینقاع

یہودیوں میں سب سے پہلے۔ بنی قینقاع جو خاص مدینے میں رہتے تھے اسلام کے دشمن بنے اسوقت تک اس قبیلہ کے یہودی مدینہ میں بکثرت تھے مدینہ میں ایک بازار بھی ایک نام سے مشہور تھا جسے سوق بنی قینقاع کہتے تھے اہل اسلام میں کسی کی عورت کسی ضرورت سے ان کے بازار میں آئی کسی یہودی نے اس سے نہایت وحشیانہ مذاق کیا بلکہ برہنتاً اس کی پردہ دری کی اس حرکت پر ایک مسلمان کو حمیت اسلام کا جوش آ گیا اور اس نے بڑھ کر اس یہودی کو ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ مر گیا یہودیوں نے یہ واقعہ دیکھا تو فوراً جمع ہو گئے اور ملکر اس تنہا مسلمان کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا یہ واقعہ اس زمانہ میں ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر میں مصروف تھے جب آپ جنگ سے تشریف لائے تو یہودیوں نے سوچا کہ رسول خدا ہماری سزا ضرور کریں گے یہ سوچکر انھوں نے ایک دفعہ معاہدے توڑ ڈالے اور وہ عہدنامہ جو فیمابین تحریر ہوئے تھے واپس بھیجدیئے کامل ابن اثیر ص ۵۵ جلد دوم

اب اگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہنگامے فساد اور بغاوتیں جائز رکھتے تو اسلام کے امن و امان کے اصول پھر قائم رہ چکتے مدینہ ایک اچھا خاصہ دار الحرب بنکر رہجاتا جس میں مختلف فرقوں کے لوگ بلا مزاحمت

جسکو چاہتے قتل کر ڈالتے اور کوئی کسی کی نہیں سنتا اس نے ان کی تنبیہہ و تہدید ہر طرح سے رسول اللہ کے لئے ضروری تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکے پاس کہلا بھیجا کہ تم اسلام قبول کرو ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہوگا جو بدر والوں کا ابھی ابھی ہوگیا ان کی کینہ پرور اور مفسد طبیعتیں ایسی باتیں سننے کی تاب نہیں لاسکتی تھیں انھوں نے نہایت سختی سے یہ گستاخانہ جواب کہلا بھیجا کہ اے محمد تم اپنی قوم کو شکست دے کر نازاں نہ ہو تمکو ایسے لوگوں سے سامنا ہوا تھا جو ہنر جنگ سے واقف نہیں تھے اگر تم ہم لوگوں سے بھی وہی برتاؤ کرو گے تو تم کو معلوم ہوجائیگا کہ لڑنے والے یوں لڑتے ہیں کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۵

ایسے گستاخانہ جواب نے آنحضرت کو ان کے استیصال پر آمادہ کر دیا فوج اسلام درست کی گئی اور نشان فوج جناب علی مرتضیٰ کو عنایت ہوا بنی قینقاع کا محلہ گھیر لیا گیا وہ تند خو طبیعت کے ایسے بودے تھے یا تو آن بنو اشوری یا ایں بے کلی۔ فوج اسلامی کی شوکت اور جناب علی مرتضیٰ کی ہیبت دیکھ کر ایسے ڈرے کہ گھروں میں چھپ رہے اور اپنے دروازے بند کر لئے یہ غزوہ شوال کے مہینہ میں واقع ہوا پندرہ روز تک رسول اللہ ان کا محاصرہ کئے رہے مگر وہ ایسے دبکے کہ صدائے بر نہ خاست عبد اللہ ابن ابی سلول جس کا ذکر اوپر ہو چکا ان کا حلیف تھا اور منافقانہ طور پر اسلام کا شریک تھا ابن حکم ہوا اور یہ ٹھہرائی کہ بنی قینقاع کے تمام لوگ مدینہ سے نکل جائیں اور شہر خالی کر دیں ایسا ہی ہوا بنی قینقاع اپنا مال و اسباب لیکر مدینہ سے خیبر کی طرف چلے گئے وہاں جاکر ان کی مخالفت اور تیز ہوگئی اور اس نے آیندہ ایک ایسی جنگ عظیم کی بنیاد ڈالی ہے جسے تم سلسلۂ بیان میں قریب پاؤ گے بنی قینقاع کو مدینہ سے شہر بدر فرما کر جناب علی مرتضیٰ لشکر اسلام کے ہمراہ واپس ہوئے۔

غزوہ قرقرۃ الکدر

کدر ایک چشمہ کا نام ہے جو عراق سے مکہ جانے والے راستے پر ملتا ہے اور مدینہ سے تین منزل پر واقع ہے بنی قینقاع کی گوشمالی کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ بنی سلیم اور بنی غطفان یہودیوں کے دو قبیلے فساد پر آمادہ ہیں اور مدینہ پر شبخون مارنیکا قصد رکھتے ہیں اور چشمہ کدر پر جمع ہو رہے ہیں اس لحاظ سے آپ نے فوج اسلامی کو طیار رہنے کا حکم فرمایا اور لشکر خدا کا علم آراستہ فرما کر جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو عنایت فرمایا فوج اسلام چشمہ کدر پر پہنچی تو ان یہودیوں نے بھی اپنے بھائی قینقاع کی پیروی کی سب نے آنحضرت سے مصالحت کی جناب علی مرتضیٰ اونٹ اور بکریاں غنیمت میں لیکر فوج اسلام کے ہمراہ مدینہ واپس آئے۔ کامل ابن اثیر ص ۷ جلد دوم معارج عمری ص ۲۳۲۔

غزوۂ احد

جنگ بدر میں بھی کیا کچھ ہو گیا مگر مشرکین قریش کے غرور و نخوت میں فرق نہ آیا میدان جنگ سے پیٹھ تو پھیر دی مگر یہ کہتے گئے کہ ہم سال آئندہ آکر اپنے مقتولین کا ضرور بدلا لیں گے اسکی تردد اور تلاش میں انکو چھ سات مہینے کا عرصہ گذر گیا اور اب وہ زمانہ قریب آگیا کہ وہ اپنے مقتولین کے قصاص نہایت سرگرمی سے پورا کریں ابوجہل تو جنگ بدر ہی میں مارا جا چکا تھا اور اسکا منصب ابوسفیان کے ہاتھ آیا آنحضرت کی عداوت اور اسلام کی مخالفت میں ابوسفیان کو ابوجہل سے کم رتبہ حاصل نہیں تھا غزوہ سویق کے بعد غزوہ احد ابوسفیان کی حسن انتظامی کا دوسرا نمونہ تھا مشرکین مکہ کی نئی نئی سرداری تھی تو ابوسفیان کو بھی ضرور ارمان تھا کہ اس فوج کشی میں اگر جنگ بدر سے بڑھ کر سامان کیا جائے تو کم بھی نہ ہونا چاہئے اس لحاظ سے ابوسفیان نے نہایت سرگرمی سے احد کی فوج کشی کا سامان وہ مال تجارت جسے خود ابوسفیان شام سے لایا تھا اب تک ویسی ہی بلا تقسیم پڑا ہوا تھا ابوسفیان تو میر سامان ہو ہی چکے تھے سوچے کہ یہی روپیہ جنگی مصارف میں لایا جائے انہیں مشورہ کرکے وہ مال بیچا گیا اور اصل سرمایہ تقسیم ہو کر پچاس ہزار مثقال سونا اور ایک ہزار اونٹ جو منافع کے تھے مہم کی تیاری کے لئے چھوڑ دئے گئے ابوسفیان کو اس کے بعد فوج کا استحکام منظور تھا قریش کی کثیر فوج پر اسے مطلق اطمینان نہ ہوا تو بیرونی کمک کے بھی پہلو ڈھونڈے عرب کے مختلف قبائل کے پاس جن آزاد منشوں کو نہ اسلام ہی سے علاقہ تھا نہ قریش سے سروکار چار معزز اور معتمد بن شخص بھیجے اور نہایت منت و سماجت سے اپنی ضرورت کہلا بھیجی انھیں قاصدوں میں **ابوعزہ** عرب کا مشہور و معروف شاعر بھی تھا جو جنگ احد میں اہل اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہوا ان قبیلوں میں سے **بنی تہامہ** اور **بنی کنانہ** نے ابوسفیان کی استدعا کو قبول کیا اور سات سو زرہ پوش جوان ابوسفیان کے قاصد کے ہمراہ کر دئے۔

جب مکہ میں بیرونی کمک بھی پہنچ گئی تو ابوسفیان نہایت شوکت و شان سے فوج لیکر باہر نکلا جو شمار میں پانچ ہزار سے زیادہ تھی یہ انتظام تو وہی تھے جو عموماً تمام فوج کشی کے وقت کئے جاتے ہیں انہیں تو ابوسفیان کے سامان ابوجہل کے انتظام سے آگے نہ بڑھ سکے مگر ہاں عورتوں کے انتظام میں ابوسفیان نے بڑا اہتمام کیا چیدہ چیدہ عماریاں عورتوں سے بھر لیں جن کی سرگردہ ہندہ بنت عتبہ ابوسفیان کی بی بی معاویہ کی ماں تھیں یہ بھی بیرحمی اور خونخواری میں ابوسفیان سے ہرگز کم نہیں تھیں احد کے میدان میں ابوسفیان ہندہ کی کارروائیاں ابوسفیان کی انتظامی لیاقت سے بڑھ گئیں اسکی پوشیدہ تجویزوں نے جو نقصان اہل اسلام کو پہنچایا اور جو صدمہ جناب رسالتمآب کو دیا وہ ابوسفیان کی خونریز آتشیں تدبیروں سے ہرگز نہ ہو سکا جیسا کہ قریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ ان عورتوں کو ردیف لشکر بنانے سے ابوسفیان کی کیا مراد تھی صرف یہی کہ ان کی پر تاثیر اور حسین عورتیں فوج کی کشش کے لئے مقناطیس کا کام کریں ان کی خدمت بھی

تھی کہ جنگ کی عین گرم بازاری میں دف بجا بجا کر اور جوش پیدا کرنے والے اور ہمت دلانے والے اشعار گا گا کر قریش کی پرجوش جوانوں کو متاثر کریں جوش شجاعت دلائیں اور اپنی سریلی آوازوں سے انکو لبھا لبھا کر مرنے پر آمادہ کریں

الغرض ان تیاریوں سے فوج مشرکین مکہ سے چلکر مدینہ پہنچی انھیں اور شہر میں کوہ احد حد فاصل رہگیا اپنی طبیعت کے تقاضے سے ابوسفیان نے پہنچتے ہی پہلے آس پاس کی زراعت کو خوب جھنجھلا جھنجھلا کر پامال کیا اور اہل اسلام کی باقیماندہ کھجوروں کو اجاڑا لوٹا۔ برباد کیا۔ جناب رسولخدا صلعم کو پہلے ہی سے اس محاصرہ کی خبر ہوگئی تھی اور صاحب معارج النبوۃ کی تحقیق میں اس کی خبر حضرت عباس نے ان کو دی تھی جناب رسولخدا نے مدینہ ہی میں ٹھہکر انسے مقابل ہونے کی تجویز ٹھہرائی لیکن بعض اہل اسلام نے اسکو مناسب نجانا اور جناب رسول خدا مسلمانوں کے اصرار سے ایکہزار مہاجر و انصار کی جماعت لیکر شہر سے باہر نکل آئے خاص مدینہ کے یہودی جو جناب بدر تک اسلام کے معاہدے پر قایم تھے اور اتنک بھی اسلام کی تائید میں باتیں اقرار کیا کرتے تھے اسوقت بالکل علحدہ ہوگئے اور طلبی پر بھی کوئی اُن میں سے اہل اسلام کا شریک نہوا بہرحال اس لڑائی میں اہل اسلام کو صرف اپنے دست و بازو سے کام لینا پڑا اور کسی شریک معین یا حلیف کی امید باقی نہیں رہی۔

اس رزمگاہ کی تصویر انگلینڈ کے مشہور و معروف مورخ مسٹر برٹن نے اپنے مکہ کے سفرنامہ میں نہایت خوبی سے کھینچی ہے ذیل میں مندرج کی جاتی ہے یہ رزمگاہ جو اسلامی تاریخوں میں بہت مشہور ہے ایک ڈھالو زمین کی صورت میں کوہ احد کے جنوب کی طرف واقع ہے فوج مشرکین۔ رزمگاہ میں ہلالی شکل بنکر اور اپنے سپہ سالار ابوسفیان کو آگے اور اپنے بتوں کو بیچ میں لیکر بڑھی یہ مقام درہ کوہ میں مدینہ سے اتر کی طرف واقع ہے تمام میدان قبرستان ہے اور سرخ سپید ارغوانی اور مختلف الالوان رنگ کے پتھروں سے چھپا ہوا ہے جس سے ہر ایک دیکھنے والے کو معلوم ہو سکتا ہے کہ شہدائے احد یہاں شہید ہو کر مدفون کئے گئے ہیں اس مقدس پہاڑ کی طرف نظر کرنا تھوڑی بہت دہشت ضرور پیدا کرتا ہے اسکے سخت اور موٹے موٹے کھردرے سطح زمین پر لوہے کے ڈھیروں سے معلوم ہوتے ہیں اور اس سنگیں اور آہنی دیواروں میں صرف ایک ہی تنگ درہ ہے جس میں مشرکین کی فوج اسوقت تک چھپی بیٹھی رہی تھی جبوقت تک تیر اندازان اسلام کی نافرمانیوں نے غنیمت کے لالچ میں پڑکر خالد ابن ولید کو اسلامی لشکر پر چھاپہ مارنے کا پورا موقع نہیں دیا تھا بخارات کی حدت سے اس کی سطح پر نہ کوئی جھاڑی سبز دکھلائی دیتی ہے انکوی تو مند درخت نہ اس کی غیر مانوس آغوش میں کوئی چڑیا دکھلائی دیتی ہے اور نکوئی جانپایا اسکے بے گیاہ موٹے اور بڑے بڑے کناروں پر صرف نیلی رنگت کا چمکنے والا آسمان۔ چمک کر اسکو اور خوفناک بنا رہا ہے اسپرٹ آف اسلام ص ۱۵۵۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایکہزار کی جمعیت لیکر مدینہ سے باہر نکلے تھے ان میں سے تین سو منافقین تو نکل گئے اب سات سو آدمی فوج اسلامی میں رہ گئے اب انھیں کو مشرکین کی تین ہزار جمعیت سے مقابلہ کرنا تھا جناب رسولخدا نے صف آرائی تو اسی طرح میدان میں سبر کی دوسرے دن شوال کی گیارھویں تاریخ کو آنحضرت نے علی الصباح فوج اسلام کو صف بستہ کیا

جاں نثاران اسلام کو حریف سے مقابل ہونے کی اجازت دی گروہ مہاجرین کا علم جناب علی مرتضیٰ کو عنایت فرمایا۔ قبیلہ خزرج کا حباب ابن منذر کو قبیلہ اوس کا سعد ابن عبادہ کو انتظام کے بعد آنحضرت کو حریف کی بیرونی آمد اور یکبارگی حملہ کرنے کی تمام راستوں کا بند کر دینا نہایت ضروری تھا اور کسی طرف سے ان امور کا خوف نہیں تھا مگر ایک تنگ گھاٹی جو کوہ احد کے اس حصے میں واقع تھی جسے عینین کہتے ہیں البتہ خطرہ کی جگہ تھی اسکا محفوظ رکھنا نہایت ضروری تھا آنحضرت نے اس کی طرف فوراً توجہ فرمائی اور عبداللہ ابن جبیر کو پچاس ہزار تیر اندازوں کے ہمراہ وہاں مقرر فرمایا کر اس راہ کو نہایت مضبوطی سے مسدود کر دیا اور بہت تاکیدوں سے کہدیا کہ چاہے ہم شکست پائیں یا فتح۔ بھاگیں یا کھڑے رہیں تم یہاں سے نہ ہلنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا۔ مگر افسوس طمع دنیاوی نے رسول خدا کی ہدایتوں کو بہت جلد بھلا دیا اور ان کی غلطیوں سے اسلام اور حضرت خیر الانام کو جو مصیبتیں پیش آئیں وہ ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہونگی ابوسفیان تو فوجی انتظام میں مدینہ ہی سے سرگرم چلا آتا تھا احد میں پہنچتے ہی فوج اسنے آراستہ کی خالد ابن ولید کو میمنہ کا سردار بنایا عکرمہ ابن ابی جہل کو میسرہ کا عمر ابن عاص کو دستہ کوہ کی حفاظت کا حکم دیا اور خود اس اونٹ کے نزدیک قلب لشکر میں جا کھڑا ہوا جس پر قریشیوں کا سب سے بڑا خدا ہبل نہایت شان و تجمل سے سوار تھا اور اعلیٰ الہبل اعلیٰ الہبل کے مارے لگا مشرکین کی طرف سے لڑائی میں سبقت ہوئی فوج مشرکین میں طبل جنگ کے بجتے ہی ابوسفیان کی ہمراہی عورتیں جو پہلے ہی سے دف لیکر منتظر بیٹھی تھیں اپنی سرگروہ ہندہ بنت عتبہ کے ساتھ گانے لگیں ان کے گیت یہ تھے نحن بنات طارق + نمشی علی النمارق

مشی القطا البوارق + والمسک فی المفارق والدر فی المخانق + ان تقبلوا نعانق + او نفرش النمارق

او تدبروا نفارق ہم ستاروں کی بیٹیاں ہیں۔ قطار مرغے کی طرح مسندوں کو اپنے پاؤں سے روندتے ہیں بانکپن اور چمک دمک کی چال سے ہم سر کے بالوں میں مشک ملے ہوئے ہیں موتیوں کے ہار گلے میں پہنے ہوئے ہیں۔ اگر لڑائی میں تم آگے بڑھوگے تو ہم تمکو پیار سے گلے لگائیں گے اور تمہارے لئے مسند بچھائیں گے اور اگر لڑائی سے پیٹھ پھراؤگے تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے بالکل بیزاری کا الگ ہو جانا تاریخ الملوک والرسل ص ۱۳۹۷ سیرت ابن ہشام خورد مالی ص ۷۹۔

فوج مشرکین سے ان جوش دلانے والے گیتوں کو سنکر سب سے پہلے اپنے جوش میں جو نکل پڑا وہ ابو عامر تھا اسنے نہایت دلیری سے اہل اسلام کو باآواز بلند پکار کر اپنی طرف مخاطب کیا اور اپنا نام بتلایا اور اپنے قبیلہ کے پچاس تیر اندازوں کو تیر باراں کرنیکا حکم دیا کہنے کی دیر تھی اہل اسلام پر ترکش کے ترکش خالی ہونے لگے مگر اسلامی بہادروں نے نہایت استقلال سے تیروں کی بوچھاڑوں کو اپنے سینوں پر لیا اور ان کی تیز دستیوں کو دیکھکر ذرا بھی سست نہ ہوئے بلکہ اسی طرح اپنی کمانیں نشانوں سے کھینچ کر ان سے بھر پور مقابلہ کیا اور ایسے تیر برسائے کہ مقابل کے غرور و نخوت کے نشے پانی پانی ہو کر میدان جنگ میں بہنے لگے اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ ابو عامر منچلا کھڑا تھا۔ دل کا بودا یہ کیفیت دیکھتے ہی فوراً لشکر میں جا چھپا اس کے بھاگ جانے کے بعد مشرکین کے علمدار لشکر طلحہ ابن ابی طلحہ نے صفت کی اور اپنی ہمت و شجاعت کے غرور میں جھومتا ہوا اپنی صف سے باہر آیا اور بڑے دعووں سے ہل من مبارز کا نعرہ کیا طلحہ کی دلیری کا جواب فوج اسلامی میں سوائے جناب علی مرتضیٰ کے اور کوئی نہ دے سکا جناب رسول خدا صلعم اسوقت علم کے سایہ میں بیٹھے

ہوئے اپنے جاں نثار بھائی کی ہمت اور جرات کا ملاحظہ فرما رہے تھے جناب علی مرتضیٰ نے پہنچتے ہی یہ رجز ارشاد فرمایا

انی انا اللیث الھزبر العرین + و الاسد المستاسد للعرین + اذا الحروب اقبلت تقربین واختلفت عند النزال الانفس + ما ھاب من وقع الرماح الاشوس میں وہ شیر غضبناک ہوں جو بہ سبب غیظ و غضب کے کنکھیوں سے اعدا کو دیکھتا، اور میں وہ شیر دل اور دلیر ہوں جو اپنی کچھار میں تھوڑی سی استراحت کرتا ہے اور جب معرکہ جنگ کا سامنا ہوتا ہے تو فوراً لڑائی شروع کر دیتا ہے اور جسوقت لڑائی طرفین کی صفوں کو استوار اور محکم کرتی ہے اور آدمیوں کی روحیں آمد و شد کرنے لگتی ہیں اسوقت نیزوں کے وار سے بہادر آدمی کبھی نہیں رکتا۔ علی مرتضیٰؑ کا طلحہ سے مقابلہ اسلامی تاریخوں میں آپ کی شجاعت اور دلیری کا بے نظیر واقعہ ہے اس سے آپ کی شجاعت ہی کی صرف مثال نہیں ملتی بلکہ مروت اور کامل الایمانی کے بھی پورے ثبوت پہنچتے ہیں علامہ طبری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ طلحہ نے عین مقابلہ کے وقت پوچھا کہ یا علی تم تو اس کے قائل ہو کہ اہل اسلام میں جو کسی مشرک کے ہاتھ سے مارا جائیگا وہ بہشت میں داخل ہوگا اور ہم میں سے جو قتل ہوگا وہ دوزخ جائے گا تو کیا بہتر ہو تاکہ ہم تمکو مار ڈالتے اور دنیا کی مکروہات سے تمہیں بچا کر با آرام تمام بہشت میں پہنچا دیتے آپ نے نہایت غور سے اسکے طعن آمیز باتوں کو سنا اور کمال استقلال سے جواب میں ارشاد فرمایا کہ خدا کرتا ایسا ہی ہوتا۔ اسپرٹ اف اسلام بحوالہ تاریخ طبری طلحہ تو علی مرتضیٰ کا یہ استقلال اور شجاعت دیکھکر نادم ہوا اور اپنی ندامت کی جھنجھلاہٹ میں ان پر حملہ کرنا شروع کر دیا جناب علیؑ مرتضیٰ کی نبرد بینیوں نے اس کے کسی وار کو بھی کارگر ہونے دیا اور تھوڑی ہی رد و بدل کے بعد ایک ایسی سخت ضرب اسکے لگائی کہ تلوار ابدار کا سہ سر کو چور کرتی ہوئی اسکے پاؤں کے ٹخنوں تک اتر آئی وہ تو فوراً خانہ زین سے جھٹکر زمین پر گر پڑا اور نشۂ مرگ میں دو زانو بیٹھکر جھومنے لگا علی مرتضیٰ نے اترکر اسکا سر کاٹ لینا چاہا مگر اسکے قریب جاکر واپس آئے فوج اسلام کے بعض جوانوں نے آپسے واپس آنے کی وجہ پوچھی تو آپنے نہایت نرمی سے جواب دیا کہ میں نے اسکے قریب پہنچکر خیال کیا تو اسکو برہنہ پایا ایسی بیہوشی کی حالت میں دشمن کو مارنا دلیری کا کام نہیں ہے اسے برہنہ دیکھکر مجھے حیا مانع ہوئی اور میری غیرت اس کے قتل پر سبقت نہ کر سکی میں اسکو اسی حالت میں چھوڑ آیا اب وہ آپ ہی مر جائے گا تھوڑی دیر کے بعد طلحہ سر پٹک پٹک کر وہیں مر گیا۔ کامل واقدی ص ۱۶۵ تاریخ الانبیاء ص ۱۸۲

طلحہ کی علمداری کا زمانہ تمام ہو گیا اس کے قتل ہونے پر اسکا منصب اس کے بیٹے **نظیر ابن طلحہ** کو ملا وہ اپنے باپ کے قصاص لینے کے لئے بیچین ہو گیا اپنی صف سے نکلکر ذیل کا رجز پڑھتا ہوا علی مرتضیٰ کا مقابل ہوا اور مشرکہ ہند بنت عتبہ وغیرہ نے ذیل کے گیت شروع کر دئے

ویھا بنی عبد الدار ویھا حماۃ الادبار **ضربا بکل بتار** اعلی کرو اے عبد الدار کے علمدارو۔ جلدی کرو اے اہل وطن کی حمایت کرنے والو اپنے پیچھے آنے والوں کی حمایت پر اپنی شمشیر ابدار سے ضرب لگاؤ کامل واقدی ص ۲۶۳ مطبوعہ کلکتہ ابو الفداء ص ۳۱ ۔

تھوڑی دیر میں ان عورتوں کو یہیں چہین آوازیں - نعرہ ید اللہی کے شور سے بند ہو گئیں اور جناب اسد اللہ الغالب نے میدان کارزار میں پہنچتے ہی ذیل کے اشعار ارشاد فرمائے اصول باللہ العزیز الاعجد وفالق الاصباح المسجد انا علی وابن عم المھتدی میں اس خدائے بزرگ کی مدد سے حملہ کرتا ہوں جو رات کی سیاہی کو دن سے تبدیل کرتا ہے میں علی ہوں اس بزرگوار کا ابن عم جو خدا کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے فوائح میبذی ص ۱۸۷

نذیر اپنے باپ کی شجاعت اور دلیری کا اثر کچھ بھی نہ دکھا سکا علی مرتضی کی ایک ضرب نے اسکا کام تمام کر دیا جب نذیر مارا گیا تو اسکے چھوٹے بھائی **عثمان** کو بھائی کا خون دیکھکر جوش آیا اور علمداری کے موروثی منصب پر ممتاز ہو کر جھنجلاتا ہوا میدان جنگ میں آپہنچا ابھی اسکے بھائی نذیر کا خون علی مرتضی کی تلوار ابدار سے اچھی طرح ٹپک بھی نہیں چکا تھا کہ عثمان کے مقابلہ کی نوبت آگئی - عثمان نے اپنی عزت کے جوش میں بھول کر یہ رجز شروع کی انا ابن عبد الدار ذی الفضول انك عندی یا علی مقتول اوخوف الردی مفلول میں عبد الدار کا بیٹا ہوں یا علی تم میرے پاس آکر مارے جاؤ گے یا میرے خوف کے باعث میرے مقابلہ سے بھاگ جاؤ گے جناب علی مرتضی نے اس کے جواب میں فوراً یہ اشعار پڑھے

ھذا مقام معرض مبذول من یلق سیفی فلہ العویل ولا ھاب الصول بل اصول انی من الاعداء لا ازول یوما لدی الھیجا ولا احول والقرن عندی فی الوغا مقتول اوھا لك بالسیف او مصلول اے عثمان خدا نے مجھکو یہ عزت بخشی ہے کہ میری تلوار کے قریب آکر مبارز آواز گریہ بلند کرتے ہیں میں کسی کے حملے سے نہیں ڈرتا - میں خود حملہ آور ہوتا ہوں میں کسی دشمن سے نہیں بھاگتا اور نہ اون سے ڈرتا ہوں وہ میرا ہی حریف ہے جو کبھی میری تلوار سے مارا جاتا ہے اور کبھی وہ خوف کھا کر میرے مقابلہ سے بھاگ جاتا ہے فوائح ہندی ص ۳۶۷

اس رجز خوانی کے بعد علی مرتضی نے اسکو بھی قتل کر ڈالا اور وہ خون میں ڈوب کر اپنے بھائیوں میں جا ملا جناب علی مرتضی کی تیغ تیز نے کھڑے کھڑے تین جرار اور نمودار کافروں کو اتنے قلیل عرصے میں مار ڈالا جناب رسول خدا صلعم ابھی تک زیر علم تشریف رکھتے تھے اور اپنے جاں نثار بھائی کے ان مردانہ حملوں کو غور سے ملاحظہ فرما رہے تھے - فوراً اپنے اصحاب میں سے ایک صحابہ کو علی مرتضی کے پاس روانہ فرمایا اور کہلا بھیجا کہ اب تم علم لیکر فوج کفار کی طرف خود متوجہ ہو اُن کے حملوں کا انتظار نکرو علی مرتضی یہ حکم سنتے ہی اس کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے **وانا ابو القصیم** کا نعرہ مارتے ہوئے فوج مشرکین پر حملہ آور ہوئے اس حملہ میں پہلا شخص جو علی مرتضی سے مقابل ہوا وہ ابو سعید بن طلحہ علمدار فوج تھا ابو سعید نے میدان میں آکر یہ اشعار پڑھے فلک قدمت ھرابتہ باربابھا تحفل فیھا دونھا واصحابھا ولیت من اھوالھا والعبید من ارجابھا سھلھا باتیہ من قسمھا فشا بھا وہ لوگ جو فنون جنگ میں آزمودہ کار ہیں اسوقت میری پاسداری کریں - میں حوادث جنگ سے ڈرنیوالا نہیں ہوں اور جنگ کے تجربہ کار تماشگاہ میں میرا سمت نیزہ قوس قزح ہے - علی مرتضی علیہ السلام نے اس سے زیادہ پرتاثیر الفاظ میں اسکا جواب دیا وھو ھذا

والخیل جالت یوم‌ها خضابها بمو بط شوبالہا ترابها وبطنیابا بابنیا احقابها الیوم علی یغلی جلیا بها سوار اور غصہ کرنے والوں نے روز حسرت سے گھوڑے دوڑائے اور ان لوگوں کے لباس پر غبار کا پڑنا مفید ہے ان کی کمر اور موت کے پیچ میں موت کی رسیاں ہیں میں آج کے دن ان کے کینہ کی چادروں کو چاک کر ڈالونگا

دیوان علی علیہ السلام

ابوسعید ابن طلحہ کی ہمت وجرات دیکھ کر سبقت کرنا اور اسکے مقابلہ کے لئے نکلنا اہل اسلام میں سوائے علیؑ مرتضیٰ کے دوسرے کا کام نہیں تھا جناب علیؑ مرتضیٰ کو اس کے مقابلہ میں کسی قدر توقف ہوا تھا اتنی ہی دیر میں اسکی پرجوشی اتنی بڑھ گئی کہ اُسنے اہل اسلام کو نہایت پرزور الفاظ میں غیرت دلائی جیسا کہ سیرت ابن ہشام کی عبارت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے

ان ابا سعید خرج من بین الصفین وطلب من یبارزہ مرار فلم یخرج الیہ احد فقال یا اصحاب محمد زعمتم ان قتلاکم فی الجنۃ وقتلانا فی النار کذبتم واللات ولو تعلمون ذالک حقا لخرج الی یوم منکم سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۱۸ تاریخ الخمیس جلد اول مطبوعہ مصر ص ۴۲۷

ابوسعید صفوں کے درمیان سے نکلا اور اس نے چندبار اپنے مبارز کو طلب کیا مگر کوئی نہ نکلا تب اس نے چلا کر کہا اے صحابِ محمد تمھارا یہ گمان ہے کہ تمھارے مقتولین جنت میں جائیں گے اور ہمارے مقتول دوزخ میں قسم ہے لات کی یہ بات جھوٹی ہے کیونکہ اگر تم اس بات کو صحیح مانتے تو میرے مقابلہ میں تم سے کوئی آج کے دن ضرور نکلتا۔

علیؑ مرتضیٰ کی شجاعت اور ہمت جسنے ابھی ابھی میدان جنگ میں اس کے باپ بھائیوں کو باری باری کرکے اپنی تیغ آبدار سے قتل کر ڈالا ابوسعید کی ان طعن آمیز باتوں کے سُننے کی کب تاب لاسکتی تھی طلحہ کی شجاعت اور دلیری کا امتحان جب کامل طور سے علیؑ مرتضیٰ نے کرلیا تھا تو اس کی تعلّی ان کے نزدیک بازیچہ طفلاں سے زیادہ مقدار نہیں رکھتی تھی اسکی مُنھ زوریوں کا جواب پورا ملگیا اور شمشیر علیؑ مرتضیٰ نے مقابل ہوتے ہی اس کی سلسلہ تقریر کے ساتھ ہی اُس کے رشتہ حیات کو منقطع کردیا۔ جنگ احد میں جس طرح بنی عبد الدار کا خاتمہ ہوا ویسا کسی قبیلہ یا کسی خاندان کا نہیں اس خاندان کے لئے فوج مشرکین کی علمداری دم بھر کے لئے بھی سزاوار نہوی جس نے نشان فوج اُٹھایا۔ مارا گیا ابوسعید کے بعد عُزیر ابن عثمان ابن طلحہ علم لیکر آیا پھر ارطات ابن طلحہ آیا وہ بھی مارا گیا پھر عبد اللہ جمیلہ علم لیکر آیا وہ بھی مارا گیا عبد اللہ کے بعد عبد الدار کے غلاموں میں صرف ایک غلام باقی تھا جس کا نام ثواب لکھا ہے مشرکین نے علم اسکو دیا وہ بھی رزمگاہ میں آیا اور علیؑ مرتضیٰ کی تیغ آبدار سے مارا گیا انہ کان اصحاب اللواء یوم احد تسعۃ کلھم قتلھم علی ابن ابیطالب عن آخرھم تاریخ طبری حصہ سوم ص ۱۳۹۴ سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۸۴

جنگ احد میں مشرکین کی طرف سے نو علمدار لشکر ہوکر آئے ان میں سب کو آخر تک جناب علیؑ مرتضیٰ نے قتل فرمایا اسوقت فوج مشرکین کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ کی تیغ آبدار وہی کام کرتی تھی جو برق خرمن کے ساتھ کرتی ہے ان کی بے مثل شجاعت اور

دلیری کی ہیبت اعدان کی تیغ بیدریغ کی دھاک فوج کفار میں ایسی بندھی ہوئی تھی کہ علمداروں کے ہاتھوں
میں فوج کے علم تو سنبھلتے ہی نہ تھے میدان جنگ میں قدم کیا جمتے علی مرتضیٰ نے بنی عبدالدار میں کسی کو زندہ چھوڑا
اعدان کے اعزہ سے لیکر غلاموں تک کو ایک ایک کرکے تہ تیغ کر ڈالا یہ وہی عرب کے سورما تھے جن کی شجاعت
اور قوت نے ابوسفیان کو اہل اسلام سے مقتولین بدر کے قصاص کے لینے کا پورا یقین دلا رکھا تھا تھوڑے عرصہ
میں حیدر کرار کی ذوالفقار نے وہ جوہر دکھلائے کہ مخالف کا لشکر علمداروں سے بالکل خالی ہوگیا اب مقتولین کی
حالت دیکھکر اچھے اچھے سرآوردہ اور تجربہ کار علمداری کا نام سنکر کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے اور اس اعلیٰ منصب کو
بالکل ناسزاوار سمجھکر پھر جب تک کہ احد کے میدان میں کارزار کا بازار گرم رہا فوج میں سے کسی نے اس سزاوار علم
کو ہاتھ سے چھوا علی مرتضیٰ تھوڑی دیر تک رزمگاہ میں اپنے دوسرے مقابل کا انتظار کرتے رہے مگر جب آپ کو یقین ہوگیا
کہ اب میرے مقابلہ کی تاب کسی میں باقی نہیں ہے تو پھر یہ اپنی خون آلود تلوار لیکر جسنے ابھی ابھی قریش کے نامی پہلوانوں
کو مار کر ڈھیر لگادیا تھا فوج کے اس حصہ کی طرف بڑھ گئے جہاں حضرت حمزہ حضرت ابودجانہ انصاری کفار کے مقابلہ
میں اپنی شجاعت و تہور کے جوہر دکھلا رہے تھے تواریخ میبذی ص ۱۷ تاریخ الانبیاء جلد دوم ص ۱۸۷ بانساد کشف الغمہ
اسوقت ان ناصران اسلام کے حملوں نے فوج کفار کو بڑی دیر سے سخت تہلکہ میں ڈال رکھا تھا جو آتا تھا وہ اپنی موت ساتھ
لاتا تھا اور ان شجاع اور قوی ہمت مجاہدین کی شمشیر آبدار کا شکار بنجاتا تھا اب علیؑ مرتضیٰ بھی ان سے مل گئے تو اب
ان تینوں دلیروں نے ملکر لشکر کفار کو اپنی تلوار کے نیچے رکھ لیا ایسے سخت محاصرہ سے نکلنے کے لئے وہ سوائے گریز کے اور
کیا ٹھیراتے ادھر لڑائی سے دل چھوٹے ادھر ہاتھوں سے تلوارین رزمگاہ میں ایکساعت کے لئے ٹھہرنا بھی ان کے
لئے ایسا محال ہوگیا جیسا موت سے بھاگنا سب نے ایکبار مقابلہ سے منہ پھیرا فوج مشرکین میں غدر مچگیا اور ابوسفیان کے
برسوں کے انتظام دم کے دم میں اکھڑ گئے عورتوں کی وہ جماعت جو ابوسفیان کی بی بی ہندہ بنت عتبہ کی ماتحتی میں مکہ
سے آئی تھی اور ابتدائے جنگ سے لگاتار اپنی سریلی اور دلکش آوازوں سے مشرکین کے جوانوں کو اہل اسلام کے مقابلہ میں
جوش دلا رہی تھی بالکل پریشان ہوگئیں گانے والی عورتیں گانے بجانے کے اسباب چھوڑکر اور چادریں اوڑھ کر پہاڑ
کی طرف بھاگ گئیں مگر ہندہ بنت عتبہ کے اجرائے مقاصد کے لئے یہ گریز بہت ہی مفید نکلی اسکی کیفیت یوں ہے
اثنائے راہ میں ہندہ کو وحشی مل گیا اصل میں یہ ایک حبشی غلام تھا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ مخالفت اسلام میں ہندہ کا
نمبر ابوسفیان سے بڑھا ہوا تھا اس کے ثبوت کا وقت آگیا ہندہ کی تیز آنکھیں مخالفت اسلام کے باعث زیادہ تر انہیں
تین حضرات پر پڑتی تھیں محمد صلعم پر حمزہؓ پر اور علیؑ پر ہندہ کو یقین تھا کہ ان تینوں بزرگوں میں سے اگر ایک بھی
مارا جائیگا تو اسلام کو پوری شکست اور قریش کو کامل قوت مل جائے گی اور تھا بھی ایسا ہی اسوقت جناب رسالتمآب کے
اسلامی جان نثاروں میں حمزہ اور علیؑ کی شجاعت قریش کے لئے بہت بڑی مضرت کا باعث ہو رہی تھی حمزہ کی خاص حالت

ہمت نے جو کچھ ہندہ کے ساتھ کیا تھا وہ عتبہ کے قتل سے ظاہر ہو چکا تھا۔ مگر ہندہ کے دل میں علیؑ کی عداوت حمزہ سے زیادہ تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ عتبہ کے علاوہ شیبہ ہندہ کے ماما۔ حنظلہ بڑا لڑکا۔ ولید حقیقی بھائی ان سب کا قتل علی مرتضیٰؑ کی شجاعت اور دلیری کے متعلق تھا اپنے عزیزوں کا خون کرنے والا دشمن نہیں ہوگا تو اور کون۔

بہر حال ہندہ نے وحشی سے کہا کہ اگر تو محمدؐ۔ حمزہؑ یا علیؑ کو مار آ تو میں یہ ہار جو میرے گلے میں اسوقت پہنے ہوں تجھکو اسکے صلے میں دیدوں گی وحشی اسپر راضی ہو گیا اور اپنے شکار کی گھات میں لگا رہا۔ جنگ دوسرا دور شاید اس کی ابتدا احد ہی کے واقعات سے ہوئی ہے۔ علی مرتضیٰؑ۔ حضرت حمزہ کے ہاتھوں فوج مشرکین کی یہ حالت تو پہنچ گئی تھی کہ میدان جنگ چھوڑ چھوڑ کر پہاڑوں پر بھاگنے لگے اور جان بچانے کے پہلو ڈھونڈنے لگے اب سنئے بعض بے صبر اور کوتہ بین مسلمانوں کی خود غرضی نے علی مرتضیٰؑ کی ان تمام کارروائیوں کا رنگ بدل دیا اور اسلام کی فتحیابی کے سب سامان جو بڑی خونریزیوں سے فراہم کئے گئے تھے ایک ذرا سی غلطی میں درہم و برہم ہو گئے۔ اسی بند و بست کی نسبت امام واقدی کی رائے ہے کہ جیسی فتح رسول کو احد کے روز نصیب ہوئی یا ہو سکی تھی پھر کبھی نصیب نہوئی تاریخ کامل و واقدی ص ۲۶

اہل اسلام کی غلطی

اہل اسلام نے کیا غلطی کی وہ یہ تھی کہ جب فوج مشرکین علی مرتضیٰؑ کے متواتر حملوں سے بالکل مجبور ہو کر متفرق ہونے لگی تو علی مرتضیٰؑ اور حمزہؑ اور ابو دجانہ انصاری نے انکا تعاقب کیا یہ دیکھکر وہ تیر انداز جنکو رسول خداؐ نے درہ کوہ کی محافظت پر معین کیا تھا اپنی غلط فہمیوں سے یہ سمجھے کہ فوج اسلامی کی فتح ہو گئی غنیمت کے لالچ نے ان کے دلوں سے رسول اللہؐ کی تاکیدوں کو بھلا دیا یہ خود غلط تو طمع دنیاوی میں پڑکر درۂ کوہ چھوڑ کر بھاگتے ہوئے مشرکین کی طرف دوڑے ادھر خالد ابن ولید نے درہ کوہ کو غنیم سے خالی پاکر اپنی ہمراہی فوج کو پہاڑ پر چڑھا دیا اور چلا چلا کر کہا کہ محمدؐ مقتول ہوئے ابو الفداء ص ۲۱۳ جلد دوم

اس فریب آمیز تقریر نے تمام اہل اسلام کے دلونکو پست اور مشرکین کے دبے ہوئے منصوبونکو اونچا کر دیا میاں تو رسولؐ کے قتل ہو جانیکی متوحش خبر نے بے اطمینانی اور اضطراب پیدا کر ہی دیا تھا خالد ابن ولید نے یہ موقع پاکر اپنی ہمراہی فوج سے اسلام کی منتشر اور مضطرب جماعت کو گھیر لیا فوج مشرکین کے مفرورین رسول خداؐ کے قتل ہونیکی خبر سنکر پلٹ پڑے نہایت سخت خونریزی ہونےلگی اہل اسلام کو وہ تکلیف و مصیبت اٹھانی ہوئی کہ بڑے بڑے جانثاران اسلام کے استقلال اور پائداری میں فرق آ گیا کہاں قریش کو یہی لوگ بھگاتے تھے اب خود بھاگتے دکھلائی دینے لگے

اہل اسلام کی ہزیمت

مشرکین غصہ میں پہلے سے بھرے تھے اور کیوں نہوتے انکے آزمودہ کار اور سر آوردہ جوان مارے جا چکے تھے ایک ایک کر کے تمام علمداران فوج کا خاتمہ ہو چکا تھا صفیں ٹوٹ چکی تھیں۔ پرے اکھڑ چکے تھے اتفاق وقت سے ایسا موقع انکے ہاتھ لگا تھا ابھی وہ دل کھولکر اپنے دلوں کا بخار نہ نکالتے تو کب نہایت سخت خونریزی ہونےلگی اور نہایت شدت سے موت کا بازار گرم ہوا۔ بگڑ کر بنا اور بگڑ کر سنبھلنا بہت دشوار ہوتا ہے دم کے دم میں مسلمانوں کی لاشیں گر پڑیں اہل اسلام مشرکین کے ان سرگروہوں کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور بھاگنے پر آمادہ ہو گئے کسی نے میدان کا رستہ پکڑا کسی نے پہاڑ کی راہ جناب رسول خداؐ فوج اسلامی کی یہ حالت دیکھکر سخت متردد ہوئے اور ان پست ہمتونکو اطمینان دلانیکی غرض سے پکارنے لگے الا یا فلان الا یا فلان انا رسول اللہ مگر کوئی شخص ان حضرت کی آواز کیطرف شنوا نہیں ہوتا تھا۔ کامل و واقدی ص ۲۳۴

تھوڑی دیر تک تو معدودے چند جان نثار رکاب رسولؐ میں حاضر رہکر داد رفاقت دیتے رہے مگر جب فوج کے حملے زیادہ ہوگئے تو افسوس بمقتضائے بشریت انکے پائے استقلال میں بھی لغزش آگئی اور وہ بھی ادھر اُدھر منتشر ہو گئے فوج اسلام کا موجودہ انتشار دیکھکر اب علی مرتضیٰ حضرت حمزہؓ سے جدا ہو گئے اور یہ دونوں حضرات علحدہ ہوکر مشرکین کی دو متفرق جماعت سے علحدہ ہوئے وحشی جوان حضرات کی گھات میں تھا ایک کمی مسلمان نہ ملا وہ مسلمان گھبرایا تو تھا ہی اسے دیکھا اور گھبرا گیا وحشی حقیقت میں نہ علی کو پہچانتا تھا

حضرت حمزہ کی شہادت

اور حمزہؓ کو۔ وحشی نے سمجھ لیا کہ یہ شخص علی ہے نہ حمزہ کیونکہ یہ دونوں حضرات کبھی اپنے مقابل سے خائف نہیں ہوتے وہ اسی کشمکش و پیچ میں تھا کہ حضرت حمزہ کفاروں کے مقابل صفوں کو چیرتے اور ان کو سامنے سے ہٹاتے چلے آتے تھے وحشی وہیں گھات میں لگا تھا اس نے حمزہ کو دیکھکر پہچان لیا اور ایک پتھر کی آڑ میں ہوکر آپ کے سینہ پر اس زور سے نیزہ مارا کہ آپ تیورا کر زمین پر آرہے اور فوراً طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون کامل واقدی ص ۱۱۱ ج ۲ روضۃ الصفا ص ۱۰۲

جناب رسول خدا کی ایذا رسانیاں

حضرت حمزہ کا تو خاتمہ بالخیر ہوا اب جان نثاران اسلام میں سوائے علی مرتضیٰ کے اور کوئی دوسرا مشرکین سے مقابل نہیں دکھلائی دیتا مگر ابھی حمزہ کے جانکاہ واقعہ کی خبر نہ جناب رسول خدا کو معلوم تھی نہ علی مرتضیٰ کو جب مشرکین نے سمجھ لیا کہ رسول خدا بالکل تنہا ہیں مہاجر باقی ہیں نہ انصار تو مشرکین کی جماعت سے چار بیرحموں نے رسول اللہ کے قتل کا سامان کیا عبد اللہ ابن شہاب۔ ابن قمیہ۔ ابی حلف عتبہ ابن ابی وقاص انہیں چار ملعونوں نے رسول اللہ کے ساتھ اپنا دلی بخار نکالا اور اس مظلوم رسولؐ پر جسمانی صدمہ پہنچانے میں ان کو کسقدر کامیابی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا نظروں سے چھپنا تھا کہ دشمنوں کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ کا خاتمہ ہو گیا اپنی اس حرکت پر شادمان ہوکر چلائے کہ ہم نے محمد کو قتل کر ڈالا خالد ابن ولید کی تعزیر نے تو پہلے ہی اسلامی جماعت کے پاؤں اکھاڑ دئے تھے اب عتبہ ابن ابی وقاص کی اس فتنہ انگیز خبر نے تو بچے بچائے مسلمانوں کی امیدوں کو سرے سے منقطع کر دیا

علی مرتضیٰ کا استقلال

جان نثاران اسلام میں سوائے علی مرتضیٰ کے اسوقت تھا کون انہیں کی اکیلی ذوالفقار مشرکین سے مقتولین اسلام کا قصاص لے رہی تھی یہ وحشتناک خبر یہاں تک پہنچی ممکن تھا کہ علی مرتضیٰ بھی اس سانحہ کی خبر پاتے ہی بیدل ہو جاتے اور حریف کے مقابلے سے منھ موڑکر اپنی حفاظت کے پہلو ڈھونڈتے اس خبر کے سنتے ہی آپ نے اپنے سچے دل سے وعدہ کر لیا تھا کہ جب رسول اللہ قتل ہو چکے تو ہمارا لڑ مرجانا بھی بہتر ہے اس انتظار اور اضطراب کی پوری کیفیت جناب علی مرتضیٰ کی اس تقریر سے واضح ہوی ہے جسکو دو مستند اور معتبر مورخوں نے روضۃ الصفا اور روضۃ الاحباب کی دوسری جلدوں میں لکھا ہے جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں کفار کو ہٹاتا ہوا جب عرشیہ رسول سے آگے بڑھ گیا اور کفار دفع ہو گئے تو میں نے رسول اللہ کیطرف خیال کیا اور انکو نپایا تو مجھے اسوقت کا اسی وقت سے یقین تھا کہ پیغمبر خدا میدان جنگ سے منھ موڑنے والے نہیں ہیں مگر یہ ہو سکتا ہے کہ شہید ہو گئے ہیں اس خیال سے میں نے آپ کو مقتولین میں ڈھونڈنا شروع کیا۔ لیکن جب وہاں بھی حضرت مجھے نہ ملے تو میں نے اسی وقت یہ سوچ لیا کہ اب لڑ کر مر جانا ہی بہتر ہے اسی خیال سے میں نے اپنی تلوار کا نیام توڑ ڈالا اور پھینکدیا اور اسی حالت میں مشرکین کی گھنی صفوں کو توڑ ڈالا اس طرف سے اس طرف پہنچگیا جب مقام رسول تک پہنچا تو دیکھا آپ زندہ ہیں مگر زخمی روضۃ الصفا ص ۱۰۵

ایسی مایوسانہ حالت میں علی مرتضیٰ کا پہنچ جانا جناب رسولخدا کو کسقدر غنیمت معلوم ہوا ہوگا اور رسول اللہ کی یہ مصیبت اور شدت دیکھکر علی مرتضیٰ کے ایسے جان نثار اور بہی خواہ بھائی کی کیا حالت ہوئی ہوگی دونوں کیفیتوں میں سے کسی ایک کیفیت کا اندازہ کرنا ہماری تحریری قوتوں سے باہر ہے بہرحال علی مرتضیٰ نے جناب رسولخدا کے دست مبارک کو تھام کر نہایت سہل سے غار سے باہر نکالا اب جناب رسولخدا کے آرام و سکون کے سوا نہ کفار قریش کے حملوں کی پرواہ تھی نہ ان کے محاصرہ یا مقابلے کا خیال باقی تھا ۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے قتل ہو جانے کی غلط افواہ میدان جنگ سے مدینہ میں پہنچ گئی وہ منافقین جو راہ سے کٹ کر چلے گئے تھے زیادہ تر اس کی شہرت کے باعث ہوئے رفتہ رفتہ یہ خبر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو بھی ہوئی سنا تھا کہ آپ بیتاب ہوگئیں اور دو چار پردگیان عصمت سرا کو ہمراہ لیکر کوہ احد کی طرف تشریف لیچلیں اتفاق سے رزمگاہ میں اسوقت پہنچیں جب علی مرتضیٰ جناب رسولخدا کو غار سے نکالکر ایک صاف اور ستھری جگہ پر بٹھلا چکے تھے جناب علی مرتضیٰ نے جناب سیدہ کو ملول دیکھکر بہت کچھ تسکین دی وہ اپنے مظلوم پدر بزرگوار کو زندہ پاکر فی الجملہ مطمئن ہوگئیں زخموں کی شدت نے جناب رسولخدا کو بہت مضمحل کر دیا تھا اور ابھی تک زخموں سے ویسے ہی خون جاری تھا علی مرتضیٰ جناب سیدہ کو جناب رسولخدا کے پاس چھوڑکر فوراً ایک چشمہ سے جو قریب ہی رہا تھا اپنی ڈھال میں پانی لائے علی مرتضیٰ تو زخموں پر پانی ڈالتے تھے اور فاطمہ انکو دھوتی جاتی تھیں مگر زخم ایسا کاری تھا کہ بار بار دھوے جانے پر بھی خون کی روانی بند نہیں ہوتی تھی آخر کار جناب سیدہ نے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جلایا اور زخم پر لگایا ۔ اُسکے لگاتے ہی خون بند ہو گیا ۔ بخاری باب المغازی صحیح کامل واقدی ص ۱۸۳ مدارج النبوۃ ص ۱۸۲

جناب رسولخدا کے درد میں کچھ افاقہ ہوا اور زخموں کے قبل جانے سے تشنگی میں کچھ کمی آئی تو آپ نے علی مرتضیٰ کی شمشیر خون آلود دیکھکر فرمایا یا علیؑ تم نے آج بہت اچھی قتال کی ہے یہ سنکر جناب علی مرتضیٰ نے وہ تلوار فاطمہ زہرا علیہا السلام کو دیدی کہ اسکو بھی دھو دیں اور اسیوقت اپنی شجاعت کے اظہار میں ذیل کے اشعار منظوم فرمائے ۔

افاطم هاك السيف غير ذميم فلست برعديد ولا بلئيم
اے فاطمہ یہ شمشیر لو یہ ناپاک نہیں ہے اور میں بزدل اور بیکار نہیں ہوں

افاطم قد ابليت في نصر احمد ومرضات رب بالعباد رحيم
اے فاطمہ میں نے حقیقت میں محمد کی نصرت میں کوشش کی اور خدائے رحیم کی خوشنودی میں بھی

اريد ثواب الله لا شيء غيره ورضوانه في جنة ونعيم
میں صرف اللہ سے ثواب چاہتا ہوں کوئی چیز نہیں اور میں اسکی خوشنودی اور اسکی نعمتیں جنت میں چاہتا ہوں

وكنت امرأ اسمو اذا الحرب شمرت وقامت على ساق بغير مليم
اور میں مرد ہوں جب لڑائی نے دامن اٹھایا تو میں بلند ہوا تب میں جانتا ہوں کہ جنگ اپنے پیر پر کھڑی ہو

اممت ابن عبد الدار حتى ضربته بذي رونق يفري العظام صميم
میں نے پسر عبد الدار کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اسکو قتل کیا اپنی تیز شمشیر سے جو ہڈیوں کو کاٹتی تھی

فغادرته بالقاع فارفض جمعه عباديد من ذي فائظ وكليم
میں نے اسکو خاک پر زمین پر چھوڑ دیا اسکا گروہ پریشان ہو گیا اور بعض مرے اور بعض زخمی ہوئے

وسيفي بكفي كالشهاب اهزه اجز به من عاتق وصميم
اور میری شمشیر میرے ہاتھ میں شعلہ کی طرح ہے اسکو ہلاتا تھا اور اس سے قطع کرتا تھا گردن اور کمر کو

فما زلت حتى فض ربي جموعهم واشفيت منهم صدر كل حليم
میں ہمیشہ ایسا کرتا رہا یہاں تک کہ خدا نے انکی جماعت کو منتشر کر دیا اور ہر حلیم کے سینہ کو ان سے شفا بخشی

فواتح میبذی ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۳ اتحاف اہل اسلام ص ۶۹

جناب علی مرتضیٰ نے جنگ احد میں اپنے استقلال شجاعت اور دلیری کے ایسے ہی جوہر دکھلائے تھے جیسے کہ تمام جوہر شناس جتنا ناز اور جتنا افتخار نکریں وہ تھوڑا ہے اسلام کی جان اگر بدر کے دن بچکی تھی تو احد میں تو کسی طرح بچی نظر نہیں آتی تھی مگر جناب علی مرتضیٰ کی تنہا ذات مجمع حسنات نے اسکو اس تہلکہ سے بچالیا علامہ میبذی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ علی مرتضیٰ کے یہ پرجوش اشعار سنکر جو آپ کی تمام کار روائیوں کی پوری تفصیل ہے نہایت مسرور ہوئے اور اسی وجد کی حالت میں جناب سیدہ سے فرمایا خذیها یا فاطمة فقد ادی بعلک ما علیه وقد قتل اللّٰه صنادید قریش بیدیه اے فاطمہ یہ تلوار لے لو واقعی تمھارے شوہر نے تمامی حقوق جو انپر تھے ادا کئے اور خدا نے صنادید قریش کو اُسی کے ہاتھوں سے قتل کردیا۔

ادھر تو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخموں کی اصلاح ہو رہی تھی ادھر فوج مشرکین کی جماعت جنکے حوصلے پہلے سے اسوقت زیادہ بڑھ گئے تھے رسول اللہ پر حملہ آور ہوئے اور پہاڑ پر چڑھ آئے فوج اسلامی کی ابھی تک وہی حالت تھی کوئی کسیکا پرسان نہیں تھا یہ دیکھ کر جناب رسالتمآب نے علی مرتضیٰ سے پوچھا کہ اور لوگ کہاں ہیں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ سب نے نقض عہد کیا آنحضرت کو بہت ملال ہوا پھر ارشاد فرمایا کہ تم نے بھی اپنے بھائیوں کا ساتھ کیوں ندیا علی مرتضیٰ نے اس استفسار کے جواب میں نہایت استقلال سے فرمایا لا کفر بعد الایمان ان لی لک اسوة ایمان کے بعد کفر نہیں ہوسکتا مجھے آپ ہی کی متابعت کافی ہے۔

اس واقعہ سے جناب علی مرتضیٰ کے عظیم استقلال پایداری اور کامل الاسلامی کیسے صحیح ثبوت ہوتے ہیں حقیقت میں اگر جناب علی مرتضیٰ ایسے مستقل المزاج نہوتے تو آج اسلام کی جان کی خیر اور اس ودیعت خدا کے سلامت رہنے کی کوئی امید نہیں کیونکہ کبھی مہاجرین و انصار میں کون ایسا ثابت قدم قوی ہمت اور شیر دل باقی رہگیا تھا جو ایسے وقت میں ان لی بک اسوة کا اقرار کرتا اب وہ جماعت جو حملہ کی غرض سے پہاڑ پر چڑھ آئی تھی رسولخدا سے بالکل قریب آگئی آنحضرت نے انکی یورش دیکھکر فرمایا کہ مجھکو انسے بچاؤ جناب رسالتمآب کا حکم پاتے ہی علی مرتضیٰ پھر کفار کی طرف بڑھے اور تھوڑی دیر میں اُنکی جماعت کو منتشر فرماکر رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوگئے ابھی انکو واپس آئے کچھ عرصہ نہوا تھا کہ وہ بھاگے ہوئے مشرکین پھر لوٹ آئے جناب علی مرتضیٰ نے پھر اُنسے مقابلہ کیا اور پھر اُنکی جماعت کو پسپا کرکے رسولخدا کی خدمت میں تشریف لائے اسیطرح تین بار فوج کفار نے رسول اللہ پر حملہ کیا مگر علی مرتضیٰ نے کبھی بار انکو آنحضرت کی ایذا رسانی میں کامیاب نہونے دیا جناب علی مرتضیٰ کی اسوقت کی دلیری اور ہمت انکی پہلی صف آرائیوں سے زیادہ مفید ثابت ہوئی اور حقیقت میں آپنے ان مقابلوں میں اپنی انتہائی شجاعت سے کام لیا اور تیسری بار تو اس سختی سے مشرکین کی قوت کو توڑا کہ پھر انکو آئندہ سبقت کرنیکی جرأت نہوئی اُنکی وہ جماعت جو بار بار آنحضرت پر حملہ کی غرض سے پہاڑ پر چڑھ آئی تھیں بالکل مایوس ہوکر بیٹھ گئیں جناب علی مرتضیٰ کے موجودہ استقلال اور پایداری پر غور کرو تو تمکو معلوم ہوجائیگا کہ اسوقت آنحضرت ایکو تنہا دو فرض ادا کئے نصرت اسلام بھی اور حفاظت خیر الانام بھی شیر کی طرح مقابلہ بھی فرماتے تھے اور پھر رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے اور آپنے ان لی بک اسوة کے اقرار کو ہر پہلو سے ثابت کردیا جناب رسالتمآب

علی مرتضیٰ کا کامل الاسلام ہونا

جناب ... بار بار فوج مشرکین کا دفع کرنا

ہما نے جاں نثار اور وفاداری کی ہمت اور استقلال دیکھ کر عجیب محبت سے فرمایا انہ منی وانا منہ یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں مورخین اسلام کا تو یہاں تک اعتقاد ہے کہ رسول اللہ کے اس فرمانے کے بعد بھی فوراً ایک آواز آئی جو یہ تھی وانا منکما میں تم دونوں کے ساتھ ہوں ۔ یہ آواز حضرت جبرئیل کی تھی

روضۃ الصفا جلد دوم قلمی ص ۹۲ ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۲۶۸ جلد دوم معارج النبوۃ رکن دوم قلمی ص ۹۳ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۱۹۴ اتحاف اہل اسلام ص ۲۶ کامل ابن اثیر ص ۶۳ جلد دوم تاریخ طبری جلد اول ص ۱۲۰۲

جناب علی مرتضیٰ کی عدیم المثال شجاعت خودغرض نہیں تھی اسکا کوئی پہلو عالی ہمتی ہمدردی اور دوسروں کی نفع رسانی سے کبھی خالی نہیں تھا ایسا نہیں تھا کہ علی مرتضیٰ صرف اپنی ذاتی حفاظت کے لئے اپنی تمام جرات شجاعت اور قوت صرف کرتے ہوں اور دوسروں کی اعانت اور امداد سے جو کسی طرح بلا میں گرفتار ہو گیا ہو منہ موڑیں غور سے دیکھو احد کے میدان میں جناب علی مرتضیٰ نے بنی عبد الدار کے تمام علمداروں کا خاتمہ فرما کر فوراً حضرت ابو دجانہ انصاری اور حضرت حمزہ کی اعانت فرمائی اور دیر تک اُن کے شریک رہ کر مشرکین سے لڑتے رہے کچھ ابو دجانہ اور حضرت حمزہ ہی پر منحصر نہیں شاید علی مرتضیٰ نے اپنے چچا کی اعانت کو فرض سمجھ لیا ہو تو ذکوان کے قصہ سے آپ کی ہمت اور اعانت کا پورا ثبوت ملجاتا ہے ۔

جناب علی مرتضیٰ نے محاصرہ کفار سے نکلکر ذکوان ابن عبد القیس ایک اسلامی مجاہد کو ابو الحکم بن الاخنس ثقفی کے پنجہ میں گرفتار دیکھا یہ وہ وقت تھا کہ رسول اللہ کی شہادت کی غلط خبر آپ کو معلوم ہوئی تھی اور آپ اُنکی تلاش میں نہایت بیتاب تھے ۔ اگر ایسے وقت میں ذکوان کی امداد سے پہلو تہی کیجاتی تاہم قابل الزام نہیں تھے مگر نہیں ایک مسلمان کو کسی مشرک کے پنجہ میں گرفتار دیکھ کر علی مرتضیٰ کی ہمدردی اور حمیت اسلام ہرگز اس کی مقتضی نہیں ہوئی کہ اس کی اعانت سے منہ موڑا جائے جناب علی مرتضیٰ فوراً ذکوان کے قریب پہنچ گئے ۔ ابو الحکم کی تلوار اُٹھ چکی تھی اور ذکوان اسکے خوف سے نیم جان ہو چکا تھا ذکوان کے خائف ہو جانے کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ یہ بیچارے پیدل تھے اور وہ گھوڑے پر ۔ ابھی ابو الحکم کا وار اچھی طرح کارگر بھی نہیں ہوا تھا کہ علی مرتضیٰ نے اسکو گھیرا اور پہلی ہی ضرب میں اسکا سر کاٹ کر گھوڑے سے گرا دیا کامل واقدی ص (۲۱۰)

اگر ایسی ہمدردی ایسی شجاعت اور ایسی دلیری کے جوہر مبدء فیض سے جناب علی مرتضیٰ کی ذات بابرکات میں عطا نہ فرمائے گئے تھے تو غزوات رسول کے ہیرو ہونیکا منصب کبھی علی مرتضیٰ کو نہ ملتا ۔ ہمارا یہ لکھنا کہ احد کے روز سے علی مرتضیٰ کی بےنظیر شجاعت اور بےعدیل دلیری کا غلغلہ زمین سے آسمان تک بلند تھا مبالغہ میں داخل نہیں ہو سکتا تمام اسلام کی تاریخیں پکار رہی ہیں کہ آج ہی کے دن آپ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کے معزز لقب سے یاد کئے گئے اور آج ہی کے دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب

علی مرتضیٰ کی مدح میں غیب سے نادعلی کی بشارت دی نادعلیا مظہر العجائب تجدہ عونا لک فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بنبوتک یا محمد وبولایتک یا علی یا علی یا علی جو آج تیرہ چودہ سو برس سے ہر اہل اسلام کی زبان پر ہر درد و مصیبت کی حالت میں بے ساختہ جاری ہو جاتی ہے فواتح میبذی ص ۱۱ ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۵۲ روضۃ الصفا ص ۹۹ اتحاف اہل اسلام ص ۷۶ جناب علی مرتضیٰ اس جنگ میں زخمی بھی ہوئے تھے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے احد کے روز سولہ زخم کھائے تھے اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ مجھے اُن کے صدموں سے غش آجاتا تھا مگر ان حالتوں پر بھی آپ کے استقلال اور ہمت نے ان زخموں کی کچھ پروا نہ کی اور مخالفین کو اسی حالت میں ایسی ہزیمت پہنچائی کہ وہ پھر ناامید ہو کر جبل احد سے نیچے اتر آئے اور پھر اوپر چڑھ آنے کا قصد نہ کیا لیکن اپنے غصوں کی جھلاہٹ میں مظلوم مسلمانوں کی لاشوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں انھیں مقتولوں میں حضرت حمزہ بھی تھے جن کی غریب لاش کے ساتھ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان نے نہایت بیرحمی اور ذلت کے ساتھ سلوک کئے۔ ناک کاٹی۔ کان کاٹے اسپر بھی اس کی خونخواریوں نے بس نہ کی تو ان کے پارہ ہائے جگر کو نکالا اور انکو آپس میں گوندھ کر اپنے گلے کا ہار بنایا کامل واقدی ص ۲۱۲۔ ابوالفدا ص ۱۲۳۔

مفرورین اسلام جو مشرکین سے خائف ہو کر ادھر اُدھر منتشر ہو گئے تھے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ پاکر اور مشرکین کی فی الجملہ خاموش پاکر آنے لگے اور تھوڑی دیر میں جناب رسول خدا کے نزدیک مسلمانوں کی ایک معتدبہ جماعت موجود ہو گئی اور ہر مشرکین ابوسفیان کے پاس آئندہ کارروائیوں کی تجویز کے لئے جمع ہوئے ابوسفیان اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور دریافت احوال کی غرض سے آگے بڑھا تو اسکو رسول اللہ کے صحیح پانے اور مسلمانوں کے پرجمع ہونے سے نہایت سخت تعجب ہوا اس کی تمامی ہمت تو علی مرتضیٰ کے ایغیر حملوں نے ہی پست کر دی تھیں یہ حالت دیکھکر اب اسکو اور آئندہ کسی حملہ کی جرات نہ ہو سکی مگر اپنی غیرت کے شانے کی غرض سے اس نے اپنا سر بلند کیا اور غل مچا کر کہا کہ آج کا بدر کا دن ہے۔ اے لڑائی آ اور اپنا ذین طیار کر

صیبا کنتم علیہ کنت الصباح کم قد اھل جامعوا الصباح من اخبار الصحیحہ علامہ سبط ابن جوزی علیہ الرحمۃ تذکرۃ خواص الائمہ میں تحریر فرماتے ہیں وذکر احمد فی الفضائل انھم سمعوا تکبیرا من السماء فی ذالک الیوم وقائل یقول لاسیف الاذوالفقار ولافتی الا علی فاستاذن حسان ابن ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ینشد شعرا فاذن لہ فقال لہ جبرئیل نادی معلنا فالنقع لیس ینجلی والمسلمون قد احدفوا حول النبی المرسل لاسیف الاذوالفقار ولافتی الا علی۔

امام احمد فضائل میں ذکر کرتے ہیں کہ صحابہ نے جنگ کے روز آسمان سے تکبیر کی آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔ نہیں ہے کوئی تلوار ذوالفقار کے ایسی اور نہیں ہے کوئی علی کے ایسا جوانمرد حسان ابن ثابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں شعر کہنے کی اجازت چاہی حضرت نے ان کو اجازت دی انھوں نے شعر کہے جبرئیل نے باآواز بلند کہا غبار ابھی کھلا نہیں تھا مسلمان آنحضرت کی گرد گھیر چلا رہے تھے کہ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں ہے اور علی کے سوا کوئی بہادر نہیں ہے سوانح عمری حضرت علی ص ۸ باستاد کر خدا

ابوسفیان کی اس تقریر سے کچھ مطلب نہیں نکلتا شاید اس کی یہ مراد ہو کہ ہم ابھی تک مقابلہ کے لئے تیار ہیں اگر اسکا یہی خیال تھا تو کیا نتیجہ نکلا مقابلہ کیسا وہ تو پھر احد میں پورا قیام بھی نکر سکا وہاں سے لوٹ کر پھر لشکر میں واپس آیا اور ایک قاصد کی زبانی رسول اللہ کیخدمت میں کہلا بھیجا کہ پھر اگلے سال اسی دن ہم تم سے مقابلہ کریں گے یہ کہلا کر وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ احد سے مکّہ کی طرف چلا گیا۔ احد کی مہم عظیم جو اسلامی تاریخوں میں بہت شہرت کے ساتھ مشہور ہے تمام ہو گئی اس جنگ میں اسلام کو مشرکین کے ہاتھوں بہت صدمے اٹھانے ہوئے اور دو چار نمود اور دلیر مجاہدوں سے لشکر اسلام خالی ہو گیا جنکا نعم البدل پھر نہ مل سکا خصوصاً حضرت حمزہ کی دردناک مفارقت نے آنحضرت کے دل پر بہت سخت صدمہ پہنچایا اپنے دلیر وفادار مجاہد چچا کے لئے آپ بہت دنوں تک متاسف رہے ستر سے زاید اہل اسلام مارے گئے اور مشرکین اس سے زیادہ۔ مگر ان کی کثرت کے سبب ان کی کمی کچھ ایسی نہیں معلوم ہوتی تھی اور فوج اسلامی کی قلت کی وجہ سے اتنے ہی آدمیوں کے مارے جانے سے لشکر خالی معلوم ہونے لگا۔

احد کی لڑائی صرف لڑائی نہیں تھی بلکہ ثابت قدمی استقلال جگرداری اور پاداری کے لئے جانچنے امتحان تھی وہاں صرف ہتیاروں ہی سے کام نہیں تھا بلکہ ثابت قدمی اور استقلال سے بھی قریش بھی وہی تھے جو بدر میں آچکے تھے اور مسلمان بھی وہی تھے جسے وہ پہلے دیکھ چکے تھے۔ مگر ایک استقلال کے نہونے سے مسلمانوں نے اپنا جما جمایا رنگ اوکھاڑ دیا اور حریف کو اپنی ہزیمت پر دلیر کر دیا اہل اسلام کی اس غلط فہمی نے اتنی بڑی بلا اپنے سر لے لی تھی جس سے نہ وہی چھوٹنے کی امید رکھتے تھے اور نہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ایسے موقع پر ہم اس کامل الایمان اور صادق الاقرار جاں نثار رسولؐ کی بے نظیر شجاعت اور دلیری کی البتہ تعریف کریں گے جس نے تنہا ہو کر ایسے نازک حالت میں اعانت اسلام اور حفاظت رسولؐ کے فرائض کیم اپنی ہمت کی کمر باندھی اور متواتر فوج کفار سے مقابل ہو کر اپنی دلیری اور جوانمردی کے ایسے بے نظیر جوہر دکھلائے کہ پھر مشرکین کو مقابلہ کی جرأت نہوئی۔ اپنی امیدوں سے قطعی مایوس ہو کر آخر کار میدان جنگ میں اودھر اُدھر منتشر ہو گئے۔

اسلام آج کے دن کسی کی حمایت اور نصرت کا اتنا ممنون نہیں ہو سکتا جتنا علی مرتضیٰ کی حمایت اور اعانت کا ان کی کوششوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کتنا مسرور اور مطمئن فرمایا تھا کہ خاتمہ جنگ پر آنحضرت نے اپنے جاں نثار بھائی کا ہاتھ تھا مکر اہل اسلام کی موجودہ جماعت میں فرمایا

یا ابالحسن لو وضع الایمان الخلایق واعمالھم فی کفۃ المیزان ووضع عملک یوم احد علی کفۃ اخری لرجح عملک علی جمیع ما عمل الخلایق وان اللہ ما ھی بک یوم احد ملئکۃ المقربین ورفع الحجب من السموات السبع واشرفت الیک الجنۃ وما فیھا وابتھج بفضلک رب العالمین وان اللہ تعالی یعوضک ذالک الیوم بالعوض یغبط کل نبی ورسولہ وصدیق وشھید

ینابیع المودۃ فی القربیٰ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۶۴۔

اے ابو الحسن اگر تمام خلقت کے ایمان میزان کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور تمہارے روز احد کے اعمال دوسرے پلہ میں تو تمہارے اعمال والا پلہ بھاری ہوگا تمام خلایق کے اعمال سے۔ خدا تعالیٰ اور تمامی ملائکہ مقربین اللہ نے تمہارے اعمال پر فخر و مباہات کیا اور بہشت اور اس کی تمام چیزیں تھیں اسدن شوق کی نگاہ سے دیکھتی تھیں خداوند عالم تمہارے فعل سے خوش اور رضامند ہوا اور اس روز کا صلہ وہ تمکو ایسا دیگا کہ تمام نبی۔ رسول صدیق اور شہید تمکو غبطہ کریں گے۔

بہرحال قریش مکہ تو واپس آئے مگر آنحضرت نے احد کے میدان میں توقف فرماکر شہدائے احد کی تجہیز و تکفین کے تمام مراسم ادا فرمائے جناب رسالتمآب کو حضرت حمزہ کی لاش دیکھ کر نہایت غصہ آیا تھا مگر آیۂ ان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین نے آپ کے غیظ و غضب کو فرو کردیا واصبر وما صبرک الا باللہ کے حکم پر خیال فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خاموش ہوگئے شہدائے احد کی آخیر خدمتیں بجالاکر بقیہ لشکر اسلام کے ہمراہ آپ مدینہ واپس آئے۔

غزوہ حمرۃ الاسد

غزوہ حمرۃ الاسد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ پہنچکر یہ خیال فرمایا کہ قریش اپنے زعم میں شاید مدینہ پر حملہ کا قصد کریں اسلئے آپ ہوتے ہی انھیں واپس شدہ انصار و مہاجرین کو پھر کوچ کا حکم دیا جناب علی مرتضیٰ بھی حد سے سوا زخمی تھے مگر تاہم انکی ہمت اور شجاعت میں فرق نہیں آیا تھا اسلامی فوج کے علمدار بکر لشکر اسلام کے ہمراہ حمرۃ الاسد تک آپ تشریف لے گئے یہ مقام مدینہ سے چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے قریش تو احد کے میدان ہی سے مکہ کا احرام باندھ چکے تھے اب وہ رستے میں تھے تو کیسے وہ ایسی تیزی سے مکہ چلے کہ پھر مدینہ کی طرف پھر کر بھی نہ دیکھا مگر اتفاق سے ابو عزہ عرب کا مشہور شاعر جسکی خوش بیانی نے اسی جنگ میں ابوسفیان کو قبائل عرب سے مدد دلوائی تھی قافلہ سے پیچھے رہ گیا فوج اسلام نے اسے گرفتار کرلیا مغیرہ ابن شعبہ کا بھی ایسا ہی حال ہوا ان دونوں کی گرفتاری کو غنیمت سمجھکر لشکر اسلام مدینہ واپس آیا۔

غزوہ بنی نضیر

غزوہ بنی نضیر

یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں واقع ہوا بنی نضیر یہودیوں کے قبیلہ کا ایک نام ہے عمرو ابن امیہ الضمری کو قبیلہ بنی عامر کے دو شخص ملے جو جناب رسولخدا کے ہم عہد تھے عمرو بن امیہ نے ان دونوں کو بلا وجہ مار ڈالا جناب رسالتمآب کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ میں مقتولین کی دیت اپنے پاس سے دونگا بنی نضیر بنی عامر کے بھی حلیف تھے اسلئے جناب رسولخدا کو اس فیصلہ میں بنی نضیر کی شرکت کی سخت ضرورت ہوئی تھی جو قبیلہ بنی نضیر میں تشریف لیگئے اور انکے مکانات کے نیچے بیٹھ گئے وہ عقل کے دشمن رسولخدا کے ان محاسن اخلاق اور مروت و اشفاق کو محض صورت اور خودغرضی سمجھے اور یہ تجویز ٹھہرائی

کہ دیوار پر چڑھ کر ایک پتھر رسول اللہ کے فرق مبارک پر اوپر سے گرایا جائے کہ آپ اُسکے صدمے سے جانبر نہ ہوسکیں عمرابن حجش ابن کعب اس کام پر مامور ہوا یہ شخص تمام یہودیوں میں اپنی شجاعت۔ قوت اور دلیری میں اپنی آپ مثال تھا ان باتوں میں یہودیوں کو دیر ہوگئی رسولخدا وہاں سے اٹھ آئے۔ بڑی خیریت ہوگئی۔ اگر ذرا دیر آپ وہاں اور قیام کرتے تو خدا ناکردہ آج ہی کام تمام تھا۔ بنی نضیر بزدل تو تھے ہی اپنے گھروں میں چھپ رہے۔ قلعہ کے دروازے بند کرلیے تاہم رسول اللہ کی ایذارسانی سے غافل نہیں تھے حی ابن اخطب ان کا سردار تھا اور نہایت دلیر اسنے اپنے ہمراہیوں کے اتفاق سے شب خون کی تجویز ٹھیرائی اسوقت تک خیمۂ رسول بھی حطلم میں تھا۔ یہودیوں نے دریافت احوال کی غرض سے خیمہ رسول پر ایک تیر پھینکا رسول اللہ صلعم نے یہ دیکھ کر اپنا خیمہ وہاں سے اٹھا دیا یہ دیکھ کر یہودیوں کے دل اور بڑھ گئے دوسرے دن وہ صبح سے ایک عظیم شبخون کا بندوبست کرنے لگے

علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کو ان سامانوں کی خبر لگ گئی مگر آپنے اس راز کو اپنے ہمراہیوں میں کسی سے بھی نہ کہا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور تمام مہاجر و انصار فریضہ مغرب سے فارغ ہوکر رسولخدا کے پاس حاضر ہوئے ادھر علیؑ مرتضیٰ نے قتل کفار اور نصرت اسلام کی نیت کرلی اور لشکر اسلام سے تنہا نکل کر غنیم کی کارروائیوں کا سراغ لینے لگے صحبت رسولؐ کو علیؑ مرتضیٰ سے خالی دیکھ کر شخص متعجب ہوا رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ علی مرتضیٰ کی غیر حاضری مصلحت سے خالی نہیں ہے یا تو وہ کہیں مصروف عبادت ہیں یا کفار کا سراغ لگا رہے ہیں دونوں باتیں تمہارے خوش ہونے کی ہیں فکر کیا ہے۔ ان کو اُن کی حالت پر چھوڑ دو

علیؑ مرتضیٰ کو انتظار کفار میں وہ رات تمام ہوگئی اُن کے استقلال میں نہ اضطراب ہی کو دخل تھا نہ انتشار کو جب آپ تلوار لے کر دل کے سامنے نہ گھبرائے تو صرف رات کی تنہائی یا تاریکی دیکھ کر ڈر جاتے۔ بنی نضیر اپنے جیالوں میں سے اسد اللہ کے مقابلے پر عروہ ابن اینس کو فوج رسول پر شبخون مارنے کی غرض سے چند بہادروں کے ہمراہ روانہ کیا تھا عروہ کے رفیق تو اور رستوں سے فوج اسلامی کی طرف چلے اس کی موت اسکو اُسی راہ پر لیکر آئی جہاں جناب علیؑ مرتضیٰ دیر سے انکا انتظار کر رہے تھے ہنوز علی مرتضیٰ کو انتظار کفار سے اطمینان نہیں ہوا تھا کہ وہ علی مرتضیٰ کے قریب پہنچ گیا انھوں نے عروہ کو دور سے پہچان کر کہا یہ ہے اور ہم اسلیے پھر ملا انتظار اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایک ہی ضرب میں اسکا سر کاٹ لیا عروہ کے ہمراہیوں نے جب اس واقعہ کی خبر پائی تو وہ جناب علی مرتضیٰ کے تعاقب میں نکلے آپنے تن تنہا ان لوگوں سے مقابلہ کیا دیر تک تلوار چلتی رہی تھوڑی عرصہ میں ابودجانہ انصاری اور سہیل ابن حنیف بھی فوج اسلامی سے نکلکر جناب علی مرتضیٰ کے شریک ہوئے نتیجہ یہ ہوا کہ عروہ کے تمامی رفقا مارے گئے جناب علی مرتضیٰ عروہ ابن اینس کا سر لیکر جناب رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسکا سر آپکے قدموں پر ڈالدیا عروہ اور اُسکے ہمراہیوں کا انجام ایسا ہوا بنی نضیر کی رہی سہی امیدیں منقطع ہوگئیں وہ ایسے بدحواس اور شکستہ دل ہوگئے کہ آنحضرتؐ کے پاس صلح کے پیغام بھیجے کہ ہم بھی بنی قینقاع کے ایسا گھر چھوڑ دینے پر راضی ہیں ہمکو ہماری جان بخشدیجائے ہمکو صرف سامان باربرداری فراہم کرلینے دیجیے جناب رسالتمآبؐ نے اُن کی استدعا کو قبول فرمایا اور وہ دوسرے دن اپنا مال و متاع لیکر مدینۃ النبی سے خیبر کی طرف نکل گئے۔ روضۃ الصفا جلد دوم قلمی ص ۱۷۱ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۲۱۵ ترجمہ

مدارج النبوۃ ص ۱۴۱۷ ابو الفدا ص ۱۰۱ -

اسی سال میں جناب علی مرتضیٰ کی مادر گرامی حضرت فاطمہ بنت اسد کی وفات اور جناب سید الشہدا خامس آل عبا حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت واقع ہوئی

غزوۂ مریسیع یا غزوۂ المصطلق

بنی المصطلق یہودیوں کے ایک قبیلہ کا نام ہے مریسیع ایک چشمہ کو کہتے ہیں جو قدید کی طرف واقع ہے بنی المصطلق نے بنی خزاعہ سے سازش کرکے اسلام کی مخالفت پر کمر باندھی اور جناب رسولخدا سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوئے یہ خبر مدینہ پہنچی آنحضرت نے بریدہ کو اُن کے حالات دریافت کرنے کے لئے مدینہ سے بھیجا یہ نہایت ہوشیاری سے اس خدمت کو بجالائے اور اُن سے ایسے ملے جلے کہ تھوڑے ہی دن میں ان کے پورے پورے حالات بریدہ کو معلوم ہوگئے۔ بریدہ کے ذریعہ سے آنحضرت کو جب انکی مخالفت کی پوری خبر ملگئی تو مع فوج کے مدینہ سے کوچ کیا گیا فوج اسلامی جب چشمہ مریسیع پر پہنچی تو بنی المصطلق مقابل ہوئے بنی خزاعہ جو ان کے ساتھ جنگ میں شریک تھے فوج اسلامی کو دیکھتے ہی علیحدہ ہوگئے آخر کار بنی المصطلق نے تنہا ہوکر اہل اسلام سے مقابلہ کیا جناب رسالتمآب نے یہودیوں پر حملہ کا حکم دیا مہاجرین کی صف کا نشان علی مرتضیٰ کو اور انصار کی جماعت کا سعد ابن عبادہ کو عنایت ہوا اہل اسلام نے پہلے ہی حملہ میں حریف کے علمدار لشکر قتادہ کو قتل کرڈالا قتادہ کے بعد مالک جو بنی مصطلق میں مانا ہوا دلیر تھا نکلکر جناب علی مرتضیٰ سے مقابل ہوا مگر شمشیر ید اللہی کی ایک ہی ضرب میں اسکا کام تمام ہوگیا مالک کے بعد اُسکا بیٹا باپ کے قصاص کا دعویدار نکلا وہ بھی مارا گیا - بنی مصطلق نے اتنی ہی لڑائی کو کافی سمجھا میدان جنگ سے مُنھ پھیر دیا فوج اسلام نے انکا تعاقب کیا جناب علی مرتضیٰ نے انہیں فراریوں میں سے **حارث ابن ضرار** رئیس قبیلہ کی لڑکی بُرّہ کو گرفتار کرلیا جو حرم نبوی میں داخل ہوکر جویرہ کے مقدس نام سے موسوم ہوئیں تاریخ الانبیاء جلد دوم ص ۲۲۸ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۷۵ حیات القلوب جلد دوم ص ۲۹۳

غزوہ احزاب یا جنگ خندق

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ابوسفیان نے اپنی شرم مٹانے کے خیال سے احد سے لوٹتے وقت - کہدیا تھا کہ ہم دوسرے سال پر اہل اسلام سے مقابلہ کریں گے وہ دوسرے سال مکہ سے بھی قصد کرکے نکلا بھی مگر ظہران یا عسفان تک پہنچکر قحط سالی کا بہانہ کرکے لوٹ گیا اب کی بار بنی نضیر سے ابوسفیان نے سازش کی اور بنی غطفان - بنی سلیم اور بنی کنانہ یہودیوں کے تین اور قبیلوں کو بھی اپنی طرف ملا لیا ان قبیلوں کے علاوہ بنی قریظہ بھی ان سے ملگیا یہ قبیلہ اسوقت تک نہ اسلام ہی کا حلیف تھا نہ مشرکین کا شریک تھا اسکے اور اہل اسلام مابین یہ عہد ہوچکا تھا کہ وہ آپس کے معاملات میں کسی طرف بھی نہوگا - بنی قریظہ نے صریحًا اسلام سے نقض عہد کیا اسلام کو یہودیوں کی مخالفت سے زیادہ ان کی شرارت پر ملال ہوا بہرحال مکہ میں قریش - بنی نضیر بنی کنانہ - بنی غطفان اور بنی قریظہ یہ پانچ چھ قبیلے اسلام کی بیخکنی پر آمادہ ہوگئے جسوقت ابوسفیان مکہ سے اپنی فوج عظیم لیکر باہر نکلا تو دس ہزار

پوش جوان اس کی رکاب میں ایک اسلام کی مخالفت پر اپنی جان دینے کو موجود تھے مشرکین کی اس جماعت کا سردار عمر ابن عبدود تھا جو عرب میں قوم قریش کا رستم دستان ہونے کی پوری لیاقت رکھتا تھا اسوقت تک مدینہ میں فوج اسلامی کے لئے نہ کوئی مستحکم قلعہ تھا اور نہ شہر کی حفاظت کے لئے کوئی شہر پناہ شہر کے خاص باشندوں کی یہ حالت تھی کہ اُن میں آدھے سے زیادہ وہی تھے جو منافق کہلاتے تھے جو درپردہ اسلام کی ہزیمت اور ذلت کے خواہاں تھے بنی قریظہ سے راز داری کی پوری امید تھی وہ بھی مخالف ہو گئے اب اسلام کو اطمینان کہاں جناب رسالتمآب کا اضطراب جب زیادہ بڑھ گیا تو حضرت سلمان الفارسی نے اپنے ملک فارس کی رسم کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کو شہر کے چاروں طرف خندق کھدوانے کی صلاح دی یہ تجویز جناب رسالتمآب کو بہت پسند آئی۔

جناب رسالتمآب بنفس النفیس خود اس کے اہتمام میں مصروف ہوئے۔ مہینہ بھر میں تمام اہل اسلام نے ملکر خندق طیار کر لی اور فی الجملہ مطمئن ہو گئے ابوسفیان بھی فوج عظیم لیکر سر پر آ گیا ایک مہینہ یا بائیس روز تک طرفین کے لشکر اپنے اپنے مقام پر خاموش رہے خندق کے ادھر اسلامی فوج تھی اور ادھر مشرکین جب ابی سفیان کو بنی قریظہ کے ذریعہ سے اہل اسلام کی فوجی قوت کا پورا اندازہ لگ گیا تو اس نے اہل اسلام پر حملہ کرنے کی اجازت دی سب سے پہلے عمر ابن عبدود اپنی بے نظیر شجاعت اور قوت کے غیر متحمل جوش میں آ کر فوج مشرکین سے نکل پڑا کچھ وہی اپنے آپ کو فنون جنگ میں یکتائے روزگار نہیں سمجھتا تھا بلکہ تمامی عرب اسکو ایسا ہی خیال کرتے تھے عمر ابن عبدود لشکر سے تنہا نہیں نکلا تھا عکرمہ ابن ابی جہل عبداللہ ابن مغیرہ ضرار ابن خطاب نوفل ابن عبداللہ وہبیرہ ابن ابی وغیرہ بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ عمر ابن عبدود نہایت شوکت و تجمل کے ساتھ فوج سے نکل کر خندق پر آ کھڑا ہوا اور ھل من مبارز کے نعرے بلند کرنے لگا اس کی ہیبت اور اسکی صورت دیکھ کر فوج اسلام میں انتشار پیدا ہو گیا ان کے منصوبے اور ارادے پست ہو گئے اور ایک شرمناک خاموشی تمام فوج اسلام پر چھا گئی ان کے آنے گئے ہوش و حواس پرواز کر گئے کسی نے کیا خوب ان کی موجودہ کیفیتوں کو ان الفاظ میں فرمایا ہے کانما علی رؤسہم الطیر گویا ان کے سروں پر چڑیا بیٹھی تھی اور وہ سر نہ اٹھا سکتے تھے

برخلاف ان کے فوج اسلامی میں وہ کون ایسا رسولؐ کا سچا جاں نثار اسلام کے نام پر مٹنے والا خدا کی راہ میں اپنا خون اور اپنا پسینہ ایک کرنیوالا تھا جسنے ایسی خاموشی اور گھبراہٹ کو اپنی شجاعت اور مردانگی کے خلاف سمجھا اور نہایت ادب سے رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عمر ابن عبدود سے مقابل ہونیکی اجازت مانگی وہ علیؑ مرتضیٰ تھے جناب رسالتمآب نے ان کی دلیرانہ استدعا سنکر کچھ جواب نہ دیا اور خاموش رہ گئے یہ بھی اصرار کو خلاف ادب سمجھ کر کھڑے رہے ابھی آنحضرت کے سکوت میں کچھ طول نہ ہوا تھا کہ عمر ابن عبدود نے اسی طرح فوج اسلامی سے مقابل طلب کیا اس کی پرجوش آواز سنکر جناب علی مرتضیٰ نے دوبارہ اُس سے طلب کیا جناب رسولخدا نے اب کی بار بھی ہرگز اعتنا نہ فرمائی۔ مگر مسلمانوں کا سکوت ایسے

وقت میں قیامت کر رہا تھا اور حریف کے منصوبے اور ارادوں کو ترقی دے رہا تھا اور یہ یقین دلا رہا تھا کہ عمر ابن عبدود کے مقابل سے لشکر اسلامی بالکل خالی ہے اور کسی میں اتنی بھی جرات نہیں ہے جو اسکے سامنے اپنی جرات و ہمت کے پاؤں ڈال سکے اُنہیں لوگوں کی سکوت نے جناب رسولخداؐ کے انتشار اور اضطرار میں اور ترقی کر دی تھی اور آپ نہایت خاموشی سے اس محاصرہ کی آئندہ نتائج پر غور فرمار ہے تھے۔

اہل اسلام سے عمر ابن عبدود کے مقابلہ پر جرات نکرنے کی وجہ پوچھی گئی تو یہ وجہ حضرت عمر نے بیان کی کہ یہ شخص اپنی شجاعت اور تاب و طاقت میں اپنا جواب نہیں رکھتا اس کی جرأت و دلیری کا خود مجھے تجربہ ہو چکا ہے ایک دفعہ میں ایک قافلہ میں اسکا رفیق تھا اور ہم دونوں شام جانے والے تھے۔

راستہ میں ڈاکوؤں نے ہمارے قافلے پر حملہ کیا اور چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیا۔ لوٹنا شروع کیا میرے رفیق عمر ابن عبدود نے یہ دیکھکر تلوار کھینچی اور ایک اونٹ کے بچے کو ڈھال کی طرح ہاتھ میں اٹھا کر۔ ڈاکوؤں کی جماعت میں جا پڑا اور تن تنہا دم کے دم میں وہ قیامت کی جرات دکھلائی کہ قزاقوں کا گروہ پھٹ گیا اور وہ لوگ اس شخص کی تیغ آبدار سے پناہ مانگ کر بھاگ گئے اسی دن سے اس کی خوف اور ہیبت کے نقشے ہمارے دل پر جم گئے۔ اور آج انہیں باتوں کو خیال کر کے کوئی شخص اسکے مقابلہ کی جرات نہیں کرتا۔ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۸۵ روضۃ الصفا جلد ثانی قلمی ص ۹۶

لشکر اسلام میں ابھی یہ تقریر تمام ہوئی تھی کہ عمر ابن عبدود جو مسلمانوں کے سکوت کو اُن کے خوف اُن کی دہشت اور اُن کے انتشار کا باعث سمجھکر اور مطمئن دل ہو رہا تھا۔ اپنی شجاعت اور دلیری کے جوش میں آکر یہ اشعار پڑھنے لگا ولقد بححت من النداء

بجمعکم ھل من مبارز ووقفت اذ جبن الشجاع بموقف القرن المناجز وکذالک انی لم ازل متسرعا نحو الھزاہز ان الشجاعۃ فی الفتی والجود من غیر الغرائز تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر ص ۴۸۶

اے مسلمانو میں تم سے مبارز طلب کرتا ہوں میں مبارز طلبی کی ندا کرتے کرتے تھک گیا اور کوئی تم میں سے میرے مقابلہ کو نہیں نکلا جب بیا موقع آجاتا ہے تو وہاں میں مثل ایک شجاع جنگ آزما کے ثابت قدم رہتا ہوں جوان آدمی کے لئے دلیرانہ جان پر کھیل جانا بہترین خصلت ہے۔ اس رجز کو سنکر جناب علی مرتضیٰ کی شجاعت اور جرات کا خون آپ کی رگ و پے میں جوش مارنے لگا آپنے آبدیدہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پھر اذن طلب کیا جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے وفادار اور جان نثار بھائی کی طرف حسرت سے دیکھ کر فرمایا ھذا عمر ابن عبدود آپ نے نہایت آزادی سے فرمایا انا علی ابن ابی طالب مطالب السئول۔

اس دلیرانہ جواب کو سنکر جناب رسالتمآب نے فرط محبت میں علی مرتضیٰ کو گلے لگا لیا۔ پھر اپنا عمامہ۔ اپنی زرہ اپنی تلوار اپنے ہاتھ سے پیارے جان نثار بھائی کے جسم پر آراستہ فرما کر یہ دعا کی خدایا ابو عبیدہ بدر میں مجھ سے جدا ہو گیا۔ حمزہ احد میں۔ اب ایک علی باقی ہے جو میرا بھائی ہے اور فدائی۔ رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین

روضۃ الاحباب ص روضۃ الصفا جلد ثانی قلمی ص ۹۷ مدارج النبوۃ جلد ثانی ص معارج النبوۃ ص المرتضیٰ ص۔

جناب علی مرتضیٰؑ کی اذن طلبی پر جناب رسولخداؐ کی خاموشی اور سکوت کا کیا سبب۔ اگر ہم موجودہ حالات پر غور کریں تو معلوم ہو جائیگا کہ ؎ خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمی آید جناب علی مرتضیٰؑ کے پے در پے اصرار پر آنحضرتؐ کا چپ رہجانا دو امر سے خالی نہیں تھا اول یہ کہ جناب رسولخداؐ کو علی مرتضیٰؑ سے ایسی ہی محبت تھی کہ عمر ابن عبدود ایسے خونخوار اور قوی ہیکل حریف کے مقابلہ میں ان کے بھیجنے کو گوارا نفرماتے تھے۔ جس کی ہیبت نے تمام اسلامی لشکر کو دہلا رکھا تھا۔ دوم یہ ہے کہ آپ لشکر اسلام کی موجودہ جرات وہمت۔ جگرداری اور پاداری کا امتحان لے رہے تھے اور اسکے منتظر تھے کہ اسلامی کیمپ سے سوائے علی مرتضیٰؑ کے اور کسی مجاہد کی غیرت جوش میں آئے اور وہ اپنے جوش میں بھرپور ہو کر انا ابا رز۔ انا ابا رز کے نعرے بلند کر کے عمر ابن عبدود سے مقابل ہو۔

بہرحال جناب علی مرتضیٰؑ تن تنہا عمر ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے عمر عبدود دونوا اہل اسلام کی سردنفسی دیکھ کر ایسا اگر ایا کہ بالکل خندق کے قریب آگیا اور اپنے مقابل کے انتظار میں اسلامی کیمپ پر غضب آلود نگاہیں ڈالنے لگا۔ علی مرتضیٰؑ نے بھی اس کے آتے ہی اپنے ہاتھ کا نیزہ پتھر کے ایک چٹان پر گاڑ دیا اور عمر ابن عبدود کے سکوت اور خاموشی کو ذیل کے اشعار رجز پڑھکر توڑ دیا وہو ہذا

لا تعجلن فقد اتاک مجیب صوتک غیر عاجز ذو نیۃ وبصیرۃ والصدق منجی کل فائز
انی لارجو ان یقوم علیک ما ئحۃ الجنائز من ضربۃ نجلاء یبقی ذکرھا عند الھزاھز
ولقد دعوت الی البراز فتی یجیب الی المبارز یعلیک ابیض صارما کالملح حتفا للمناجز

تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر ص ۸۷ م سوانح عمری باسناد مطالب السئول ص ۲۳۵

تعجب نکر دیکھ تیری آواز کا جواب دینے والا جو کسی طرح تجھ سے نہیں ڈرتا عقل وارادے والا ہے اور تجہیر مثل ایک کامیاب شخص کے سحاب حاصل کرنے والے۔ آیہنچا اسکو امید ہے کہ وہ ایسی کاری ضرب سے جو آیندہ ہمیشہ معرکہائے جنگ میں یادگار رہے گی۔ تیری موت کا ماتم برپا کرے گا تو نے مقابلے کے لئے ایسے جوان کو پکارا جو اپنے مبارز کا جواب دیتا ہے اور جو تیرے سر پر وہ شمشیر بلند کرے گا جو بہوت کے لئے موت کا کام کرتی ہے۔

عمر ابن عبدود سے قوی ہیکل اور نبرد آزما مرد میدان کو۔ جسکی شجاعت اور بسالت کو عرب مانے ہوئے تھے ایسے پرزور اور دندان شکن رجز سنکر خاموش رہجانیکی کہاں تاب تھی جانبین میں جو باتیں ہوئیں وہ صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ جناب علی مرتضیٰؑ کے دل میں عمر ابن عبدود کی مشہور ومعروف شجاعۃ و دلیری کا مطلق خوف واثر نہیں تھا۔ ہم طرفین کی گفتگو کا کچھ حصہ درج ذیل کرتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب علی مرتضیٰؑ نے اسکے جواب میں کسقدر صفائی اور بے پروائی سے کام لیا ہے وہو ہذا

عمر ابن عبدود تمہارا کیا نام ہے۔

علی ابن ابیطالب علی ابن ابیطالب

عمر ابن عبدود حیرت سے دیر تک علی مرتضیٰ کو دیکھکر کہا مسلمانوں کے لشکر میں تم سے زیادہ سن والا کوئی اور نہیں تھا تم میرے بھائی لڑکے ہو تمھاری آغاز شباب پر مجھے رحم آتا ہے۔

علی مرتضیٰ اسوقت میری بھی یہی حالت ہے مجھکو بھی افسوس ہے کہ تو میرے ہاتھ سے مفت مارا جائے گا

عمر ابن عبدود میں تو تمھارا حریف ہوں میرے مارے جانے کی حسرت اور افسوس تمکو کیوں ہے

علی مرتضیٰ صرف اسیقدر کہ تو مرے گا بھی تو کافر ہی

عمر عبدود تھوڑی دیر تک خموش رہا اس کی خموشی اس کی چشم آلودہ نگاہیں اس کے انتہا درجہ کے غیظ وغضب کو بتلا رہی تھیں جناب علی مرتضیٰ نے اس حالت میں دیکھکر پھر اُس سے باتیں شروع کی۔

علی مرتضیٰ علیہ السلام میں نے سنا ہے کہ تو اپنے مقابل کو تین سوال کرنیکی اجازت دیتا ہے اور ہمیشہ اس کی تین باتوں میں سے ایک بات کو ضرور مان لیتا ہے۔

عمر ابن عبدود ہاں ہے تو ایسا ہی۔

علی مرتضیٰ سن میرا پہلا سوال یہ ہے کہ تو خدا کو ایک جان اور ہمارے بھائی محمد مصطفےٰ صلعم کو اسکا سچا رسول اگر تجھے یہ قبول نہیں تو دوسرا سوال یہ ہے کہ تو فوج قریش کا ساتھ چھوڑ دے ہم اور وہ انہیں سمجھ لیں گے اگر تجھکو یہ بھی قبول نہیں تو گھوڑے سے نیچے اُتر آ کہ میرا تیرا برابر کا مقابلہ ہو جائے۔

عمر ابن عبدود مجھکو تمھاری تیسری بات منظور ہے یہ کہ کر وہ گھوڑے سے کود پڑا۔ ازالۃ الخفا تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم سوانح عمری یاسنا د مطالب السئول ص ۲۳۷

عمر ابن عبدود گھوڑے سے کود کر علی مرتضیٰ پر حملہ آور ہوا جناب علی مرتضیٰ نے اسکے وار کو روکا تو مگر وہ کچھ ایسا ہی سخت تھا کہ فرق مبارک کے خود کو کاٹتا ہوا پیشانی پر خفیف سا زخم لگا گیا جناب علی مرتضیٰ کے بیشمار القاب میں ایک لقب ذوالقرنین بھی ہے علامہ سیوطی حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی ضرب پر ابن ملجم کی بھی ضرب لگی تھی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی اسی رعایت سے ذوالقرنین آپ کا لقب ہوا بہرحال جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی پایداری نے اس زخم کا کچھ خیال نفرمایا اور فوراً اس تیزدستی سے اسکے اپنی شمشیر بے نظیر کا ایسا وار لگایا کہ اس کی ران جسم سے علیحدہ ہو کر زمین پر گر پڑی اور وہ بیدم ہو کر خاک پر چت ہو گیا مگر اسپر بھی اسکا غصہ فرو نہوا اپنی خجالت مٹانے کی غرض سے اپنے کٹے ہوئے پیر کو علی مرتضیٰ کی طرف پھینک دیا یہ دیکھکر علی مرتضیٰ نے اب اسکو ایک دم بھی مہلت نہ دی اور فوراً اسکا سر کاٹ لیا اور تکبیر کا غلغلہ بلند کیا

عمر ابن عبدود کی تو یہ کیفیت ہوئی اس کی ہمراہیوں کی جان یہ دیکھکر آدھی نکل گئی منبہ تو اپنی زرہ اور تلوار زمین پر رکھکر بھاگ گیا یہی چاہتا تھا کہ علی مرتضیٰ نے سرراہ پہنچکر اسکو قتل کرنا چاہا مگر وہ نہایت ذلت سے بھاگ نکلا عبداللہ بن

مغیرہ بھی گریز کرنا چاہتا تھا کہ جناب علی مرتضٰی نے اسکا کام تمام کر دیا۔ نوفل کو الٹی سوجھی بھاگنے کو اپنے لشکر کی طرف بھاگا خندق کی طرف خندق پر پہنچا اسکا گھوڑا اس سے نہ سنبھلا وہ منہ کے بل خندق میں جاتا رہا جناب علی مرتضٰی بھی تعاقب فرماتے ہوئے انکے ساتھ ہی خندق میں کودے اور اسکو قتل کر ڈالا سوانح عمری باسناد مطالب السئول ص ۲۳۷

نوفل کو قتل کر کے علی مرتضٰی پھر فوج مشرکین کی طرف مخاطب ہوئے۔ ضرار ابن خطاب ہمراہیان عمرو سے بچ گئے تھے وہ بھاگ کر ابو سفیان کے پاس پہنچے اور ساری روداد بیان کی ابو سفیان اپنے دلیروں کی پرحسرت داستان سنکر سکتے میں آگیا اور دم کے دم میں اس کے تمامی انتظام اور بندوبست جنہیں وہ سالہا سال سے فراہم کر رہا تھا درہم و برہم ہو گئے اس کے انتشار کے ساتھ ہی اس کی فوج فرار ہو گئی نہ بنی کنانہ کام آسکے نہ بنی سلیم نہ بنی قریظہ نہ بنی غطفان پرے کے پرے رسالہ کے رسالے میدان کارزار سے جدا ہونے لگے یہاں تک کہ ایک ایک کر کے تمام قریش نے میدان جنگ کو چھوڑ دیا اور ایسا بھاگے کہ پھر مدینہ کی طرف لوٹ کر نہ دیکھا ابو سفیان کو خود ایسی دہشت اور خوف دامنگیر ہوا تھا کہ اسنے مدینہ بھاگ کر منزل عقیق پر جا کر دم لیا اور بیچ بیچ میں کہیں سانس لینے کو بھی نہ ٹھیرا جناب علی مرتضٰی مشرکین کو کامل شکست دے کر رسول اللہ کی خدمت میں منصور و کامیاب تشریف لائے انکو آتا دیکھتے ہی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جوش محبت میں بیساختہ اٹھ کھڑے ہوئے اور پہنچے نظر کی تو دیکھا کہ عمرابن عبدود کا خون آلودہ سر آپکے قدموں پر پڑا ہے آنحضرت نے ایسے جاں نثار بھائی کو گلے لگا لیا اور فرمایا المبارزۃ علی ابن ابی طالب لعمر ابن عبدود یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ علی ابن ابیطالب کی لڑائی جو عمر ابن عبدود سے خندق کے دن واقع ہوئی ہماری امتکے تمام اعمال سے جو وہ قیامت تک بجا لائیں افضل ہے سوانح عمری باسناد و مطالب السئول و مستدرک و حاکم و فردوس الاخبار علامہ دیلمی ص ۵۹۸

فوج اسلامی کی کیفیت اسوقت قابل دید تھی جناب علی مرتضٰی کو آج اپنی بے نظیر شجاعت اور ہمت کی داد قدر شناس رسول سے ملی ہے غزوات رسول کا وہ قوی ہمت شیر دل اور شجاع صبر و سلاح جنگ سے آراستہ میدان جنگ سے اپنا ادر سالوجود شجاعت کے بیش بہا جوہروں کو دکھا کر اور اپنے حریف کو میدان کارزار سے کھڑے کھڑے بھگا کر اپنے سردار کے پاس کھڑا ہے اور چاروں طرف سے اسلامی جان نثار اس کے اشتیاق و دیدار میں کھڑے ہیں انکی کوشش اس کی ہمت اور اس کی دلیریوں پر غور کر کے اس کی دست بوسی کے اشتیاق میں ایسے بےچین ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے کیوں نہو آج جناب علی مرتضٰی علیہ السلام کے دست و بازو سے اسلام کی نصرت اور جناب خیر الانام کی حمایت کا ایسا ہی کام بن آیا ہے جناب باری عزاسمہ نے کلام مجید میں اسی فتح کی نسبت فرمایا ہے کفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ عزیزا حکیما روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۲۶ معارج النبوۃ رکن دوم ص ۳۸۳ علامہ سیوطی درمنثور میں تحریر فرماتے ہیں عن عبد اللہ ابن مسعود کان یقرء

ھذا الحروف وکفی اللہ المومنین القتال بعلی وکان اللہ قویاً عزیزاً عبد اللہ ابن مسعود اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ مدد کی اللہ نے مومنوں کی لڑائی میں علی کے ساتھ اور اللہ ہے قوی عزت والا۔

علامہ سیوطی کے علاوہ۔ ابن مردویہ۔ ابن ابی حاتم اور ابن ابی عساکر نے بھی اس روایت کو لکھا ہے۔ اُسوقت عرب میں یہ دستور تھا کہ قاتل اپنے مقتول کی سلاح۔ آلات حرب۔ اور جو کچھ وہ اپنے بعد اپنے بدن پر چھوڑ جاتا تھا لے لیتا تھا اہل اسلام یا مشرکین کی خصوصیت نہیں تھی یہ ایک ایسا دستور تھا جو ہر قوم اور ہر قبیلہ میں بلا اختلاف جاری تھا۔ مگر اس قدیم جہالت کے پائندہ قاعدے کو جناب علی مرتضےٰ نے توڑ ڈالا ایکی کریم النفسی۔ سیر چشمی۔ استغنا اور غیرت اس کی متقاضی ہوئی کہ اسکو ایسی انتہا درجہ کی مجبوری اور بے دست و پائی کی حالت میں صرف دو کپڑے چار ہتھیار لینے کی غرض سے برہنہ کر دیا جائے اور عامۃ الخلائق کی نگاہ نہیں سوا ہو اسمیں شک نہیں کہ عمر ابن عبد ود اپنی قوم کا سردار تھا اور مالدار اور اُسکے آلات ضرب و سلاح حسب دستور بیش قیمت اور اعلیٰ ہونگے اور اسوقت کے دستور کے موافق اسکے بعد یہ تمام چیزیں ان کی ہو چکی تھیں مگر آپنے ان کی طرف نظر بھی نہ کی اور انکو بھی ویسا ہی کا ویسا چھوڑ دیا۔ قریش کے منہزم ہو جانے کے بعد۔ جب مقتولین کے ورثا اپنے عزیزوں کے آخری وداع کی غرض سے اُن کی لاشوں پر جمع ہوئے۔ تو عمر عبدود کی دلیر بہن بھی اپنی بھائی کی لاش پر آئی جب اس نے اپنے بھائی کی لاش کو ویسے ہی سلاح وغیرہ سے آراستہ پایا تو قاتل کو دریافت کیا معلوم ہوا تو بھائی کی لاش سے مخاطب ہو کر کہنے لگی کہ تیرا قاتل کفو کریم ہے۔ اب میں تجھپر ہرگز نہ روؤں گی پھر ایسا لیتی ذیل کے اشعار نظم کئے لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ لکنت ابکی علیہ آخر الابد لکن قاتلہ من لا یعاب بہ من کان یدعی ابوہ بیضۃ البلد۔

اگر عمر ابن عبدود کا قاتل کوئی اور ہوتا تو میں تمام عمر اسپر رویا کرتی لیکن اسکا قاتل وہ شخص ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے وہ ایسا شخص ہے جس کے باپ کا لقب دنیا میں پشت و پناہ شہر مشہور ہے۔ بیضۃ البلد جناب ابیطالب کا لقب تھا یو نجری ص ۳۰۲ باسناد علامہ ابی الحسن مدائنی۔ جناب علی مرتضیٰ نے اس جنگ کی یادگار میں ذیل کے اشعار نظم فرمائے جسے ہم آپکے دیوان سے نقل کرتے ہیں

اعلیٰ تقحم الفوارس ھکذا ... عنی وعنہم اخروا اصحاب
کیا سوار گھوڑے دوڑا کر مجھ سے سر ہو جائینگے ... ہمارے ساتھ کے لوگ ہم سے اور ان سے جدا ہو جاؤ

الیوم یمنعنی الفرار حفیظتی ... ومصمم فی الھام لیس تباب
آج کے روز مجھے میری حفاظت کرنے والے ... اور میری وہ تلوار جو سر کاٹنے کا کام نہیں شروع کیا ہے ختم کرتی ہے

الی ابن عبد حین شد الیۃ ... وحلفت فاستمعوہ من الکذاب
حملہ کیوقت میں نے اور عمر ابن عبدود نے قسم کھائی ہے ... اسکی قسم کو جھوٹ بولنے والوں نے سنا ہو گا

ان لا یصد ولا یھلل فالتقی ... رجلان یضطربان کل ضراب
اس کی قسم یہ تھی کہ میں معرکہ سے منہ نہ موڑوں گا اور لا الہ کہونگا پس ہم دونوں مل گئے اور تلواریں چلنے لگی

فصددت حین رایتہ منقطرا ... کالجذع بین دکادک ودوابی
میں لوٹ آیا جسوقت میں نے دیکھا ... کہ وہ مثل درخت خرما کے پہلو کے بل گر پڑا

وعففت عن اثوابہ ولو اننی ... کنت المقطر بزنی اثوابی
میں نے اسکے ملبوس لینے سے چشم پوشی کی ... لیکن اگر میں گرا یا جاتا تو وہ میرے کپڑے ضرور لے لیتا

عبد الحجارۃ من سفاھۃ رایہ ... وعبدت رب محمد بصوابی
اسنے اپنی کم عقلی سے پتھر کے بتوں کی پرستش کی ... اور میں نے صوابدید عقل سے محمد کے پروردگار کی عبادت کی

عرف ابن عبد حین ابصر صارما ... ھتزا ان الامر غیر لعاب
عمر ابن عبدود اسوقت سمجھا جب میری تلوار ... حرکت میں آئی کہ وہ اب کھیل تماشا نہیں ہے

اذ دیت عمرا اذ طغی بمہند صافی الحدید مہذب قضاب لا تعبدوا الرحمن خاذل دینہ ونبیہ یا معشر الاحزاب

ہم نے ہلاک کیا عمرو کو اور اسکے خون نے جلا پائی کی میری جان کاٹنے والی تلوار نے اے جماعت احزاب خدا کو اپنے دین اپنے رسول سے جدا ہونے والا دیکھو

کامل ابن اثیر جلد دوم مطبوعہ مصر دیوان علی اسلام ص مطبوعہ لکھنو۔

خندق کی فتح ایسی ہی کامل فتح تھی کہ پھر قریش کو آج سے اسلام پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت نہوی جناب علی مرتضیٰ نے ان کی مدتوں کی شرارت اور عداوت کی ایسی بیخ کنی کر دی کہ پھر وہ اسلام کی مخالفت کا نام بھی زبان پر نہ لائے مخالفت اسلام کا تنازع فیصلہ جو سالہا سال سے رجوع تھا اب کی بار فیصل ہو گیا فوج کشی پر فوج کشی خونریزی پر خونریزی اور مقابلہ پر مقابلہ جو رات دن ہوا کرتے تھے جاتے رہے خندق کے مشرکین قریش نے اپنی آخر کوششوں میں ایسی شکست فاش اٹھائی کہ اُن کے ارادے پست اور ہمتیں سست ہو گئیں امیدیں منقطع اور سہارے ٹوٹ گئے اور وہ اپنی ناکامی اور مایوسی کی حالت میں بالکل دم بخود ہو گئے ایک ہی سال کی مدت میں انکی یہ حالت ہوئی کہ ان کے اچھے اچھے دلیر اور قوی ہیکل جوان جو اپنی شجاعت اور دلیروں کے سبب اپنے قوم کے سرمایۂ ناز تھے مدینہ میں آ کر اسلام کے مطیع اور حلقہ بگوش بن گئے ابوسفیان جو ابوجہل کے بعد تمامی مشرکین قریش کا سپہ سالار اور میر میدان تھا کس ذلت سے مدینہ آیا جناب رسالتمآب کی خدمت میں کیسی منت اور کیسی سماجت سے التجا کی مگر کسی نے اس کی التجا پر اعتنا نہ کی۔

بہر حال جناب علی مرتضیٰ نے مشرکین قریش کے سالہا سال کے بڑھے ہوئے زور کو ایسا توڑا کہ جب تک اسلام کا قیام مدینہ میں رہا کبھی ابوسفیان کو مدینہ کی طرف قصد کرنے کی جرأت نہوئی۔ آج علی مرتضیٰ نے اہل اسلام بالمقابل اہل مکہ کے مقابلہ میں اپنے اس معاہدہ کو پورے طور سے سچا ثابت کر دیا جو آپ نے دعوت قریش والے دن آنحضرت کی حمایت اور اسلام کی نصرت کی نسبت کیا تھا اہل اسلام اور مشرکین جانبین کو یقین کامل ہو گیا کہ اسلام کا سچا جان نثار راہ خدا کا سچا سر فروش اور رسول اللہ کا سچا جانباز اگر کوئی ہے تو علی ابن ابیطالب

غزوہ بنی قریظہ

بنی قریظہ کی بدعہدی۔ مفسدے مشرکین قریش سے سازش تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں بمیدان جنگ سے اٹھے تو اپنے گھروں میں اگر پوشیدہ ہوئے مگر تاہم اسلام کی طرف سے ان کے دلوں میں معاودت کا خیال ضرور تھا اس سے انھوں نے اپنی حفاظت کا پورا سامان کر لیا کعب ابن اسید بنی قریظہ کا سردار تھا اس نے تمام بنی قریظہ کو جمع کیا اور انکو قلعہ میں روپوش کر دیا فوج اسلامی علی مرتضیٰ کی ماتحتی میں مدینہ سے بھیجی گئی تھی بنی قریظہ کے قریب پہنچ گئے اور سب تو خوف کی وجہ سے سامنے نہ آسکے مگر کعب ابن اسید اور اس کے دو چار ہمراہی باہر نکلکر اہل اسلام کے حق میں کچھ برا بھلا کہنے لگے فوج اسلامی کو جناب رسالتمآب صلعم کا انتظار تھا۔ تھوڑی دیر میں جناب رسولخدا بھی آ پہنچے اور فوج اسلامی کو آراستگی کا حکم دیا دم کے دم میں مسلمانوں کا لشکر تیار ہو کر قلعہ کی برابر آ گیا علی مرتضیٰ لشکر اسلام کے علمدار تھے اور آنحضرت کا وہ مشہور و معروف نشان جسے عقاب کہتے تھے آپ

کے ہاتھ میں تھا ابوالفدا ص ۱۲۲ یہودیوں نے لشکر اسلام کی ہیبت اور علی مرتضیٰ کی یہ صولت دیکھ کر اپنا انتہا درجہ کا خوف دکھلایا۔ خندق کی لڑائی کو ابھی کے دن ہوئے تھے وہی علی تھے اور وہی تلوار جنہے عمر ابن عبدود ایسے قوی ہیکل اور شیر مرد کو ایک وار میں جو رنگ بنایا یہودیوں کے دل میں کچھ ایسا خوف سمایا کہ وہ علی مرتضیٰ کے دیکھتے ہی فوراً آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرکے کہنے لگے قد جاءکم قاتل عمرو قتل علیا عمرا و علی صقر فقصم علی ظهر الرعلی امر اهتل علی ستر

روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۲۱۲

بنی قریظہ کے دل میں جس قدر خوف اور ہیبت سماوی ہوئی تھی وہ ان کی باتوں سے ظاہر ہے صرف صورت دیکھ کر جب اُن کے خوف کا یہ عالم تھا تو وہ علی مرتضیٰ کے مقابل ہونے کی کب جرات کر سکتے تھے دم کے دم میں سب قلعہ میں روپوش ہو گئے اور پھر باہر نکلنے کی کوئی جرات نہ کر سکا جناب علی مرتضیٰ نے حریف کی ایسی ابتر حالت دیکھ کر فرمایا کہ الحمد للہ الذی اظہر الاسلام وقمع الشرک اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کی اعانت فرمائی اور کفر کو مٹا دیا۔ روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۲۱۲

فوج اسلامی نے اس پر بھی اپنا محاصرہ نہ اُٹھایا آخر کار بنی قریظہ نے اپنے تصفیہ کے لئے آنحضرتؐ سے درخواست کی آنحضرتؐ نے سعد ابن معاذ کو اپنی طرف سے حکم قرار دیا بنی قریظہ نے بھی اُن کو مان لیا ان کے حکم ہونے اور بنی قریظہ کے مان لینے کی یہ وجہ ہوئی کہ سعد ابن معاذ قبیلہ اوس سے تھے اور سابق زمانہ میں قبیلہ بنی قریظہ اُس سے باہم حلیف تھے سعد نے بنی قریظہ کے قتل کا حکم دیا سعد کا یہ حکم ایک پہلو سے مخالفین اسلام کی نگاہوں میں کھٹکتا ہے مگر اس کے دوسری طرف وہ مطلق نگاہ نہیں کرتے ان کی انتہا درجہ کی عداوت فساد کینہ پروری بدعہدی اور مخالفت پر اگر غور کیا جائے تو سعد ابن معاذ کا فیصلہ نہایت منصفانہ تھا اور مناسبانہ نہ ظالمانہ نہ جابرانہ۔

سریہ فدک

بعض یہودیوں نے قبیلہ بنی بکر سے سازش پیدا کی اور مدینہ پر حملہ کی تجویزیں کرنے لگے۔ بنی بکر نے اپنے ساتھ ہی بنی سعد کو بھی بلا لیا۔ آنحضرتؐ کو جب ان کی پوری خبر مل گئی تو جناب علی مرتضیٰ کو ابطال اسلام میں سے سو سوار دے کر ان کی گوشمالی کا حکم فرمایا۔

جناب علی مرتضیٰ کے تمام جنگی خدمات میں اسی واقعہ کو ہم سریہ کہتے ہیں اور شاید یہی پہلا موقعہ ہے کہ بغیر رسول اللہ کے کسی حریف کے مقابل میں بھیجے گئے ہیں جناب علی مرتضیٰ نے اس خیال سے کہ غنیم کی تعداد ٹھیک معلوم نہیں تھی فوج اسلامی کی آمد کو نہایت ہوشیاری سے پوشیدہ رکھا دن کو پوشیدہ رہتے تھے رات کو چلتے تھے یہاں تک کہ منزل فدک پر فوج اسلام پہنچ گئی۔ فدک اک موضع کا نام ہے مدینہ سے دو منزل قبیلہ بنی سعد کو اسلامی فوج کی کچھ بھی خبر نہیں تھی جناب علی مرتضیٰ نے یکایک ان پر حملہ کر دیا وہ سراسیمہ ہو کر رہ گئے ابھی کشت و خون کی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ وہ جناب علی مرتضیٰ سے اپنی معافی مانگنے لگے عفو کے ساتھ رحم اور شجاعت کے ساتھ ہمدردی علی مرتضیٰ کی معرکہ آرائی کا بہت بڑا اصول تھا آپ نے فوراً ان کی التجا کو قبول فرمایا اور ان کی شرارت کی سزا میں سو اونٹ دو ہزار بکریاں ضبط فرما کر اُن کو چھوڑ دیا اس غنیمت سے خمس نکال کر بقیہ رقم مسلمانوں پر تقسیم کر دی گئی جناب رسالتمآب

فتح کا مژدہ سنکر بہت محظوظ ہوئے اور تمام اہل اسلام کو ایک سخت آنے والی بلا سے فی الجملہ اطمینان ہوگیا ابن خلدون ص ۳۲ کامل ابن اثیر ص ۷۸ جلد دوم۔

صلح حدیبیہ کے واقعات

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو فی الحال دشمنوں سے کسیقدر اطمینان ہوگیا تھا۔ خندق میں پوری ہزیمت اُٹھا کر قریش بالکل خموش ہو گئے تھے ان کا سکوت انکی خموشی اُن کا ضعف ان کی مجبوری ثابت کررہی تھی اگر وہ اسلام سے ضعیف و مجبور نہو جاتے تو وہ اسی طرح کبھی خاموش بیٹھنے والے نہیں تھے ان کی موجودہ حالتوں پر خیال فرماکر جناب رسولخدا نے خانہ کعبہ کی زیارت کا قصد فرمایا اس سفر میں اپکے ساتھ اکثر ۱۴ یا ۱۵ سو اہل اسلام تھے راستہ میں کوئی بھی انکا مزاحم نہوا یہاں تک کہ آپ اس مقام پر پہنچگئے جہاں سے مکہ ایک منزل رہجاتا ہے یہ ایک موضع ہے اور یہاں ایک کنواں ہے جسکا نام حدیبیہ ہے فوج اسلام نے یہیں مقام کیا اور اپنے پڑاؤ ڈالدیئے۔ قریش کو بھی اس سفر کی خبر مل گئی تھی انھوں نے بھی دریافت حال کی غرض سے دو چار آدمی ادھر اور ادھر لگا رکھے تھے ان میں پہلا شخص جو مسلمانوں سے ملا وہ بدیل ابن ورقہ تھا اس شخص نے جناب رسولخدا سے بھی بیان کیا کہ قریش پھر اسلام کی مخالفت پر دل سے امادہ ہیں اور وہ آپکو حج وعمرہ ادا کرنے سے باز رکھیں گے آپ نے جواب دیا کہ میں تم سے لڑنے نہیں آیا اگر قریش کو یہی منظور ہے تو جنگ کا اشتہار دیں اور پھر کوئی میدان جنگ مقابلہ کے لئے تجویز کریں بدیل نے جو سنا تھا وہ قریش سے دہرا دیا وہ اسکو اسلام کا سازشی سمجھے بدیل کے بعد عروہ ابن مسعود ثقفی کو جو انہیں نہایت صاحب اعتبار تھا بھیجا اس سے بھی جناب رسولخدا نے یہی کہلا بھیجا آخر کار بہت رد و کد کے بعد فیمابین اسلام اور قریش کے مصالحت کی تجویز ٹھہری اور اسمیں ذیل کے شرائط طے پائے۔ امسال تو واپس جائیں دوسرے سال آکر حج کریں مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھیریں اور ایک تلوار سے زاید کسی کے پاس ہتھیار نہ رہے۔ دس سال تک لڑائی موقوف ہے۔ اگر قریش میں سے کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو جناب رسالتماب واپس دیں بخلاف اسکے اگر مسلمانوں میں سے کوئی قریش کے پاس چلا جائے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو صلحنامہ لکھنے کے لئے بلا بھیجا اُنھوں نے سرنامہ یوں شروع فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے اپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ لکھو باسمک اللھم جناب رسول خدا نے ایسے ہی لکھنے کی ہدایت فرمائی جب اتنا لکھا گیا تب جناب علی مرتضیٰ نے پھر لکھنا شروع کیا ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ سہیل نے پھر آکر ہاتھ تھام لیا اور کہا اگر محمد کو ہم خدا کا رسول ہی جانتے تو اتنا طول کیوں کھینچا اور ان باتوں کی نوبت کیوں آتی اب تو علی مرتضیٰ نے قلم ہاتھ سے رکھکر تلوار میان سے نکال لی اور رسولخدا کی خدمتمیں عرض کی کہ میں آپ کے اس اعلیٰ منصب کا جو بارگاہ احدیت سے آپکے لئے تفویض ہوچکا ہے کبھی انکار نہیں کرسکتا سہیل مجھے اسکے لکھنے سے باز رکھتا ہے آنحضرت نے فرمایا کہ صلحنامہ مجھے دیدو میں خود اسے درست کردوں علی مرتضیٰ نے وہ کاغذ آپ کو دیدیا اور آپ نے رسول اللہ کاٹ کر محمد ابن عبد اللہ رہنے دیا جب وہ کاغذ درست ہوگیا تو بقیہ عبارت لکھنے کے لئے علی مرتضیٰ کے حوالہ کیا اور تعمیل فرمایا۔

فستلمون بمثلها میں یقین کرتا ہوں کہ ایکدن تمکو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا ۔ سخاوی الصادقہ ص ۴۲ کامل ابن اثیر ص ۸۰ جلد دوم ابوالفداص ۴۲۹ جلد دوم تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۸۲ جناب رسالتمآب بھی مقام حدیبیہ ہی میں مقیم تھے کہ چند قریش آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے غلام آپ کے ہمراہ ہیں اس صلحنامہ کی رو سے وہ ہمیں واپس ملنے چاہئیے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بحیز مصالحت سے پہلے کے ہیں اس لئے واپس نہیں ہو سکتے ۔ اب ایسا لگتا ہے کہ کفار قریش اب بھی اپنی نفسانیت سے باز نہیں آتے ہیں اُن کے لئے بہت جلد ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جس کے اطمینان قلب کا امتحان خدا کر چکا ہے وہ تمکو ایسی تلواریں لگائیگا کہ تم اس کی مطلق تاب نہ لاسکو گے ۔

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس کلام سے حاضرین کو بہت بڑا استعجاب ہوا اور ایسا اضطراب کہ ہر شخص آپ کی خدمت میں دریافت کرنے کے لئے دوڑا کہ کہیں میں تو وہ نہیں ہوں جس کی نسبت یہ ارشاد ہوا ہے جناب رسولخدا نے سب سے کہا کہ تم نہیں ہو دیکھو اس رتبہ اس شان اور اس عزت کا ہر طرح سے لایق وہی ہے جو میری نعلین درست کر رہا ہے یہ سنکر حاضرین کی نگاہیں اسطرف پھریں دیکھا تو علی مرتضیٰ آنحضرت کی نعلین میں پیوند لگا رہے ہیں ؎

تو نیدگی چو گدایاں بشرط مزد مکن کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

غزوہ خیبر

ہم برابر لکھتے آرہے ہیں کہ یہودیوں کے مختلف قبیلے اپنی شرارت ۔ مفسدے ۔ سرکشی اور سرتابی کی سزائیں اسلام کے ہاتھوں پاکر خیبر میں پناہ گزین ہوتے تھے ۔ بس ایسا سمجھ لو کہ اسلامی سلطنت کے خونخوار اور خوفناک مجرموں کے لئے خیبر ٹھیک ویسا ہی تھا جیسا انڈمن اینڈ نکوبار ۔ اسلام نے جب ایسے مجرموں کی سیاست کی طرف توجہ کی اور جلاوطنی کی سزا تجویز ہوئی تو وہ خیبر چلے جانے پر راضی ہو گئے ہاں اتنا فرق کہ اسوقت کی گورنمنٹ ایسے مجرموں کو خود وہاں جانے کے لئے مجبور کرتی ہے اور وہاں کے مجرمین خود چلے جانے پر راضی ہو جاتے تھے یہودیوں نے خیبر کو کیوں پسند کر لیا تھا اسکی وجہ یہ ہے کہ شہر خیبر مدینہ سے ۸۰ میل کے فاصلے پر اتر اور یورپ کے گوشہ کی طرف واقع ہے یہ مقام مدینہ سے چار دن کی راہ ہے اس شہر کے قریب متعدد قلعے تھے جن میں قلعہ القموص بہت مشہور تھا یہ قلعہ ایک دشوار گذار پہاڑی پر واقع تھا جسپر فوج کا لیجانا نہایت مشکل تھا خیبر میں قبیلہ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے لوگ کثرت سے بستے تھے یہاں کے خاص یہودی اسلام کو ایک سخت اور لاعلاج نفرت سے دیکھتے تھے اسپرٹ آف اسلام ص ۸۸ ابن اثیر اور ابوالفدا نے ان قلعوں کی تعداد پانچ لکھی ہے اور مورخین نے اس سے زیادہ ہم انہیں دونوں مورخین کی تحقیقات سے اتفاق کرتے ہیں ان پانچوں قلعوں کے نام بھی مختلف ہیں تاہم **مصعب وطیح سلالم قموص** یہ قلعے جنگی حالت سے درست تھے یہودیوں نے اسلام سے اپنی حفاظت کے لئے اسی مقام کو مناسب سمجھا اور یہیں رہنے لگے حقیقت میں اگر یہودی خیبر میں قیام نکرتے تو پھر انکو اسلام کے ہاتھوں استقدر بھی اطمینان سے کسی دوسری جگہ نہ بیٹھنا نصیب ہوتا حسن اتفاق ہے

وہاں کے باشندے بھی یہود تھے اور مخالفت اسلام میں ان کے ہم سبق ان جلا وطن یہودیوں کو یہاں بسر سور تسکین اطمینان آرام ملتی گئی اور وہ بیچے بادیگسے اپنے گھربار چھوڑ چھاڑ کر یہیں چلے آئے۔

اگر دنیا بھی یہود سنجیدہ ہوتے اور اپنی عقل سے کام لیتے تو ایسے خانماں خراب برباد و ذلیل ہو کر کچھ دن تو اسلام کی حمایت میں خوش رہتے اپنے شریک قوم قریش کے آخر نتیجہ کو دیکھ تو لیتے کہ اسلام کی مخالفت اُن کی قسمتوں کا کیا اخیر فیصلہ کر گئی مگر نہیں وہ تو قریش سے عداوت اسلام میں قدم دو قدم کیا کوسوں آگے تھے وہ مدینہ ہی سے بکھرے آرہے تھے یہاں قرار واقعی صورت آرام دیکھکر اسلام کی مخالفت کا زیادہ تحمل نکر سکے حدیبیہ کی صلح نے ان کے منصوبوں کو اور بڑھا دیا اور اس کے آسان اور ملایم شرائط نے ان کے غرور و نخوت کو اور سخت کر دیا ان غلط فہموں نے گمان نہیں بلکہ کامل یقین کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قریش سے بے شک دب گئے تب تو ایسی نرمی سے قریش کی ایسی سخت شرائط پر راضی ہو گئے جب ہمارے شریک دب گئے یوں صلح کر لی گئی تو ذرا سی تہدید پر اسلام ہم سے بھی اسی طرح صلح کر لیگا۔ ان کی مخالفت یا ان کی شامت کے یہی اسباب تھے جن پر وہ پھول کر اور اسلام کی مخالفت پر فوراً امادہ ہو کر نکل پڑے مدینہ پر چڑھائی اور اسلام کے مقابلہ کی فکر ہونے لگیں طلحہ ابن خویلد اسدی قبیلہ بنی اسد کا سردار عیینہ بن حصین بن بدر فزاری قبیلہ بنی غطفان کا سردار بھی ملکیا لڑائی کے سامان درست ہو گئے اور مقابلہ کے انتظام کے لئے استحکام اور مضبوطی میں بہت بڑی کوشش کی گئی اسوقت خیبر یوں کے پاس ہزار سے فوج ہرگز کم نہیں تھی۔ معاملات حدیبیہ کے چار مہینہ بعد جناب رسالتمآب کو اُن کی مخالفت کی خبر معلوم ہوئی آپ نے مدینہ میں بیٹھ کر اُن کا انتظار کرنا مصلحت نہ سمجھا چودہ سو اہل اسلام کے ہمراہ آپنے ملک کی طرف کوچ کیا یہودیوں نے بھی اہل اسلام کے مقابلے کا سامان پہلے سے درست کر رکھا تھا اور اپنے دس ہزار زرہ پوش جوانوں کی کثیر جماعت کو سب قلعوں میں جمع کر دیا اور ہر قلعہ کا ایک جدا گانہ افسر تھا جس کے زیر فرمان ایک معتدبہ فوج بھی تھی اور پورا قلعہ بھی اسلام کو ایک خیبر کی لڑائی میں حریف سے پانچ چھ مختلف مقاموں پہ مقابلہ کرنا پڑا اور ہر مرتبہ یہودیوں کے نئے انتظام اور نئے سامان کو توڑتا ہوا مسلمانوں نے سب سے پہلے یہودیوں کا وہ قلعہ فتح کیا جسکو حصن ناعم کہتے ہیں بعد اس کے مصعب سلالم اور وطیح وغیرہ اہل اسلام ان چھوٹے چھوٹے قلعوں پر فتحیاب ہوتے ہوئے اب اس قلعہ کے قریب آپہنچے جو مضبوطی اور استحکام میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ تمامی مورخین اسکو القموص بتلاتے ہیں۔ مگر علامہ ابن اثیر اور ابن ہشام اس کے خلاف ہیں وہ لکھتے ہیں کہ یہ قلعہ یا تو حصن وطیح یا سلالم تھا کوئی قلعہ ہو ہماری مراد اسی قلعہ سے ہے جس کی فتح سے خیبر کی فتح مراد ہے۔

لشکر اسلام اس اخیر قلعہ کے قریب آپہنچا۔ جس کی فتح و شکست پر یہودیوں کی قسمت کا فیصلہ تھا یہ قلعہ ایک ایسے ڈھالو پہاڑی پر واقع تھا جسپر فوج مقابل کا عبور نہایت دشوار تھا اس قلعہ میں فوج بھی اور قلعوں سے زیادہ تھی اور قلعوں میں تو خیر جیسی فوج ہو مگر یہاں وہی نبرد آزما اور تجربہ کار افسران فوج رکھے گئے تھے جن کی قوت و شجاعت پر یہودیوں کو پورا اعتماد تھا یہودیوں نے اس قلعہ کی حفاظت میں ابتدا سے بڑے انتظام کئے اور اس ہوشیاری سے چو طرفہ تو پیں

بٹھائی تھیں مگر مقابل کی طرف سے اپر دست رس ہو ہی نہیں سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ اہل اسلام نے اور قلعوں کو تو کھڑے کھڑے
فتح کر لیا مگر اس قلعہ کے مقابل ہوتے ہی انکو معلوم ہو گیا کہ اس قلعہ پر فتح پانا آسان نہیں ہے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ لشکر اسلام نے
یہودیوں کے مقابلہ میں پے در پے تین بار ہزیمت اٹھائی اور میدان کارزار سے بے نیل مرام واپس آئے۔ تیسری ہزیمت جو اہل اسلام
نے یہودیوں کے ہاتھ سے اٹھائی وہ بہت سخت تھی اس ہزیمت پر یہودیوں کو اطمینان تھا اور اہل اسلام کو ندامت اگر وہ اسی ہزیمت
ہی پر اکتفا کرتے تاہم خیریت تھی مگر ان کی ندامت نے آپس میں بغاوت شروع کر دی اور اسمیں اتنا طول ہو گیا کہ لشکر اسلامی کے
کے مجاہد اپنے سردار پر نامردی اور بزدلی کا الزام لگانے لگے اور وہ ان پر اسی حالت میں جناب رسالتمآب صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے
آنحضرت اسدن درد شقیقہ میں مبتلا تھے اور نہایت بےچین ایک علالت ہی آپ کی پریشانی اور غیر اطمینانی کیلئے تھوڑی نہ تھی اسپر
فوج اسلامی کی پے در پے ہزیمتوں نے آپ کو اور بھی مجبور کر دیا تھا تمام اہل اسلام کا مجمع عام تھا شام قریب تھی اور ہر شخص کو اسلام
کی متواتر سخت اٹھانے پر سخت اضطراب لاحق تھا تھوڑے غور کے بعد آپ نے حاضرین کو مخاطب فرما کر ارشاد کیا لاعطین الرایۃ
غدا رجلا کرار غیر فرار یحب اللہ ورسولہ لا یرجع الا یفتح اللہ علی یدیہ اب کل یہ علم فوج میں اسکو دونگا جو
کرار غیر فرار ہے اور خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول اسکو دوست رکھتے ہیں۔ اتنے علمائے کرام نے اس حدیث
کی تصدیق کی ہے اخرجہ احمد والبخاری والمسلم عن سہل ابن سعد واحمد والنسائی والبزاز عن ابن عباس
والطبرانی عن علی وابن عمر والنسائے وابو حاتم عن ابی ہریرہ والبخاری والمسلم وابو حاتم عن سلمہ ابن اکوع
والنسائی والطبرانی عن عمران ابن حصین وابو لیلی واحمد والنسائے عن ہبیرہ ابن مریم واحمد والنسائی
وترمذی عن سعد واحمد عن ابی سعید الخدری وابن اسحاق عن سلمہ والنسائی عبد اللہ ابن بریدہ
ان کے علاوہ ملاحظہ ہو معارج الصادقہ واقدی ص ۳۱۳ تاریخ ابو الفدا جلد ثانی ص ۲۳۲ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۱۴ خصائص
امام نسائی مطبوعہ کلکتہ ص ۱۰ و ۱۱ روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۱۰۸ علامہ ابو الفدا نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی نسبت اتنا اضافہ
کیا ہے کہ وہ شخص بڑا حملہ آور بہادر ہے بلکہ وہ اس علم کو زبردستی چھین لیگا اور وہ جنگ کا عاشق ہے ابو الفدا ص ۲۳۲
ایک لامعلوم الاسم شخص کی نسبت ایسے اعلے مراتب اور فضائل کی بشارت۔ مخبر صادق کی زبانی سنکر تمام اہل اسلام کی عموماً اور
لوگوں کی خصوصاً کیا حالت ہوئی گی جو بیچارے غنیم کے مقابلے میں دو مرتبہ سے زیادہ کوشش صرف فرما چکے ہیں اس نعمت غیر
مترقبہ کے حاصل کرنے کے لئے اور جناب رسالتمآب کی اس پیشین گوئی کو محقق کرنے کے لئے کوئی شخص فوج اسلامی میں ایسا
بچ نہیں رہا تھا جس نے حتی المقدور کوشش نہیں کی تھی ہر شخص نے اپنے دل میں اس سعادت کے حصول کو اپنے خوش قسمتی کا
پورا ذریعہ سمجھ لیا تھا۔ اس کی خواہش نے سب سے زیادہ جنکو بےچین کر رکھا تھا وہ ایک سعد ابن ابی وقاص دوسرے عمر ابن الخطاب
تھے حضرت عمر کا قول ہے کہ مجھکو کسی روز سرداری و علمداری کی ایسی ہوس نہیں ہوئی جیسی کہ اسی شب کہ نعمت اسلامی کیمپ میں رات
بھر حدیث تو اکی کہانی ہوتی رہی اور کسی نے اس شاہد تمنا کے اشتیاق میں صبح تک پلک سے پلک نہ لگائی فجاف الناس یدوکون

لیلتهم ایهم یعطاها صحابہ نے ساری رات اسی فکر میں بسر کردی کہ دیکھیں یہ علم کسکو ملتا ہے بخاری باب المغازی و مسلم باب المناقب خدا خدا کرکے رات کٹی سب سے پہلے جو رسول اللہ کی خدمت میں اس تقبیل سعادت کے لئے آیا وہ سعد ابن ابی وقاص تھے ؎ نخست آمدش سعد وقاص پیش + بذوق لوا کردہ تزئین خویش + کلہ خود بر فرق و جوشن ببر + بدستش کمان و بدوشش سپر + دگر ترکش و تیغ کیں در میاں + کمندش ببازو و در کف سناں + بزانو در آمد بہ پیش نبی + کہ من حاضرم گر تو دانی وہی - ان کے بعد اور بھی اہل اسلام آتے گئے مگر آنحضرت نے کسیکو کچھ جواب نہ دیا جب تمام مجاہدان اسلام یکے بعد دیگرے دربار رسالتمآب میں حاضر ہوچکے تو آنحضرت نے آہستہ پوچھا علی کہاں ہیں حاضرین نے جواب دیا کہ ہیں تو یہیں مگر بیکار ان کی آنکھوں پر اس شدت سے آشوب آیا ہوا ہے کہ بیچارے زمین کی طرف تو دیکھ ہی نہیں سکتے کسی سے مقابلہ کیا کریں گے آنحضرت نے فرمایا کہ انکو میرے پاس بلا تو لاؤ حقیقت میں جناب علی مرتضیٰ کی آنکھیں نہایت شدت سے آشوب کر گئی تھیں اور کوئی ان کی حالت دیکھکر نہیں کہہ سکتا تھا کہ غنیم سے مقابلہ تو بجز قلعہ تک بھی یہ بخیریت پہنچ سکیں گے ان کی آنکھوں کی یہ کیفیت آغاز محاصرہ ہی سے تھی اسی وجہ سے جناب رسالتمآب نے انھیں مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا علی مرتضیٰ جناب رسولخدا کے خلاف تو کر ہی نہیں سکتے تھے اپنی مجبوری کی حالت پر خون رو کر رہ گئے مگر قلعہ ناعم وغیرہ کی فتیابی کے مژدے نے علی مرتضیٰ کے اشتیاق جنگ میں بے چینی پیدا کردی اور آپ کی شجاعت کے دونوں نے خانہ نشینی اور تن آسانی کی استمالت کو اپنی ہمت کے خلاف سمجھکر میدان کارزار کا قصد فرمایا آنکھوں کی ابھی وہی حالت تھی اور آشوب کی وہی کیفیت مگر اس سچے جاں نثار اسلام نے اپنی جسمانی تکلیفوں کی مطلق پروا نکی اور اسلام کی اعانت حمایت اور نصرت میں اسی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور مدینہ سے خیبر کی راہ لی آنکھیں درد کی شدت سے نیچے نہیں جھکائی جاتی نظر قایم نہیں رہتی راہ سوجھائی نہیں دیتی سر اوپر اٹھایا نہیں جاتا مگر خدا کی راہ میں ان سب مشکلوں کو راحت سمجھکر وہ خالص الایمان اور کامل الاسلام راستے کی تمام صعوبتوں کو طے کرتا ہوا اور ایک دن میں دو دن کی راہ طے کرتا ہوا فوج اسلام سے آکر اسی رات کو مل گیا جس رات کو آنحضرت نے تمام مسلمانوں کو حدیث لوا کی بشارت پہنچائی تھی جناب علی مرتضیٰ بیٹھے بیٹھے تمام اہل اسلام کی فرط اشتیاق اور بیتابیوں کو دیکھ رہے تھے اگرچہ کہتے تھے تو یہی اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت خدایا جو کچھ تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روک دے اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ مدارج النبوۃ ص ۲۴۱ اس واقعہ کی تصدیق بہ تغیر الفاظ بخاری و مسلم باب المناقب سے ہوتی ہے دیکھو المرتضیٰ ص ۱۰۳ - سلمہ ابن الاکوع جناب علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ کر رسالتمآب کی خدمت میں لائے آنحضرت نے ان کی صحت کی دعا کی اور فرمایا اللهم اکفه الحر والقر پھر ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگا دیا جس کے اکسیری تاثیروں نے ان کی تمام تکلیفوں کو دم کے دم میں دفع کردیا پھر جناب رسولخدا نے اپنی فرط محبت سے اپنے جاں نثار بھائی کو اپنے ہاتھ سے ذوالفقار شمشیر آبدار کمر سے لگا دی - اور پھریرہ علم ظفر شمیم جن کے اشتیاق میں تمام اہل اسلام کے دیدۂ انتظار نے رات بھر پلک سے پلک نہیں لگائی تھی عطا فرمایا ذلک فضل الله یوتیه من یشاء والله ذو الفضل العظیم مدارج النبوۃ ص ۲۴۱ خصائص امام نسائی

مطبوعہ دار السلطنۃ کلکتہ ص ۲۲۳ مسند امام احمد حنبل جزو اول ص ۳۴۶ تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر ص ۴۹

بہر حال جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب اس شوکت و تجمل سے علمدار لشکر اور لشکر اسلام کے سپہ سالار بنکر قلعہ قاموص کی طرف بڑھے اسوقت انتہا درجہ کی جلالت اور صولت کے آثار آپ کے چہرہ سے نمودار تھے خیبر والوں نے ایک یہودی کو پہلے ہی سے قلعہ کے دروازے پر اس غرض سے کھڑا کر دیا تھا کہ وہ اُن کے مقابل سے اسکا نام و نشان پوچھ لے اور اہل قلعہ کو اس سے اطلاع دے یہ شخص منجم تھا وہ جناب علی مرتضیٰ کو دیکھ کر بہت خائف ہوا پھر ڈرتے ڈرتے نام پوچھا علی مرتضیٰ کا نام سنتے ہی اسنے قلعہ والوں سے چلا کر کہا علیتہ وما انزل موسیٰ ہوئے آگئے اور تم سب مغلوب ہوگے اس سے خبر سنکر تمامی اہل قلعہ گھبرا گئے اور ہر شخص اپنی انتہا درجہ کی حالت اضطراب میں دوسرے کی صورت دیکھنے لگا سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۱۸ تاریخ الخمیس ص ۱۲۹ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۹۳ روضۃ الصفا ثانی قلمی ص ۱۰۹

جنگ خیبر کے تمام و کمال واقعات کو کسی مورخ نے اس شرح و بسط کے ساتھ نہیں لکھا ہے جیسا علامہ مبیذی نے تمام تاریخوں میں وہی باتیں درج ہیں جو برابر پڑھتی اور سنتے چلے آتے ہیں علامہ موصوف کی تحقیقات ان سب سے وسیع ہے اسی لئے میں نے اس غزوہ کی نسبت اس کتاب سے بہت کچھ لکھا ہے بہر حال یہودیوں کا مخبر قلعہ میں داخل ہوا اور اہل قلعہ کو علی مرتضیٰ کے آنے کی خبر پہنچائی اور حارث بھی الیہ موسوم بہ شیر دل ہو کر قلعہ سے نکلا اسنے نکلتے ہی تین مسلمانوں کو اپنی جھنجھلاہٹ اور غصہ میں مار ڈالا اسوقت فوج کو آیندہ حملہ سے باز رکھکر جناب علی مرتضیٰ اس سے مقابل ہوئے اور ذیل کے اشعار پڑھے ۔

ستشهدون بالكر والطعن راسة   حباني الطهر النبي المهذب   ويعلم ان في الحروب اخا الطلب

میرے حملہ اور نیزہ بازی پر علم جو مجھکو   میرے نبی برگزیدہ نے عنایت فرمایا ہے گواہی دیگا   مجکو لڑائی کے وقت شیر غضبناک اور تجربہ کار جانتا ہے

بهراتها الليث الهموس المجرب   ومثلي لا في الهول مقطعاته   وقل لدا لجيش الخميس العطبطب

سختی اور ہیبت کے وقت میری نظیر نہیں ہے   میرے علاوہ لشکر بھی کم ہے یا جس میں پانچ حصے تقسیم ہوتے ہیں   (مقدمہ ۔ ساقہ ۔ قلب ۔ میمنہ ۔ میسرہ)

وقد علم الاحبار اني زعيمها   واني الذي الحرب العذاب المرجب

حارث کو اپنی نخوت اور اپنی تاب طاقت کے نبھانے سے   اتنی فرصت کہاں تھی جو مقابل کو اصلی حیثیت دیکھتا

اور سنیں تو صرف نام تو پوچھ لے اس کے تخیل سے لگی تھی کہ فوج اسلامی میں سب کا قاتل میں ہی ہوں جو نکلے گا وہ میرے ہاتھ سے مارا جائے گا ان خیالوں میں وہ ایسا بیہوش تھا کہ اسنے اپنے مقابل سے کچھ نہ پوچھا اور ایک ہی بار شمشیر لیکر کھینچکر وار نہ کرتا کہ وہ تیز دست بہت تھا اگر اسکا وار روکا جاتا تو پھر اپنے وار کی فرصت نہیں تھی اور اگر اپنا وار کیا جاتا تو اس کی روک کا وقت نہیں مگر جناب علی مرتضیٰ کی دلیری نے ان مشکلوں کو فوراً آسان کر دیا اور موقع پا کر حارث کو ایک ضرب شمشیر سے مقتول کر دیا ۔

حارث کے مقتول ہونے سے اہل اسلام کو بہت اطمینان ہوا علی مرتضیٰ نے اُن کے ایسے خونخوار اور لاگو دشمن کو آج دو تین روز سے اُن کی جان کے پیچھے لگا ہوا تھا اور ہر روز انہیں سے دو چار کو مار کر بقیۃ السیف کو پسپا کر دیتا تھا ہمیشہ کے لئے دور کر دیا

اُس کے ایسے سخت خونخوار دشمن کو مقتول دیکھ کر فوج اسلامی کے دل مضبوط ہو گئے تھے قوی ہو گئیں وہ اضمحلال یاس انتشار جو آج کئی روز سے اُن کا دامنگیر ہو رہا تھا دفع ہو گیا علی مرتضیٰ علیہ السلام نے میدان نہیں چھوڑا اسکو مار کر آپ دوسرے مقابل کے انتظار میں کھڑے تھے اور ہل من مبارز کے نعرے بلند کرتے تھے حارث کے مرنے کی خبر قلعہ میں پہنچی ایسے مشہور شجاع کے مقتول ہونے پر جو تن تنہا فوج اسلامی کو تین بار پسپا کر چکا تھا قلعہ والوں کو صرف استعجاب ہی نہیں ہوا بلکہ اضطراب بھی حارث مرحب کا چھوٹا بھائی تھا۔ یہودیوں میں مرحب کی شجاعت اور قوت کی دھاک بندھی ہوئی تھی قلعہ والوں میں مرحب ذی عزت اور صاحب شوکت گنا جاتا تھا وہ ایک قبیلہ یہود کا رئیس بھی تھا اور مقتول بھائی کی خبر سنکر اسکے تو ہوش و حواس جاتے رہے اسنے قلعے والوں سے کسی قسم کا شورہ یا صلاح بھی اپنی نسبت نہیں لی۔ بھائی کی محبت میں فوراً قلعہ سے باہر نکل کھڑا ہوا مرحب پہلے ہی سے سلح تو تھا ہی مگر اپنے مقابل کو ایسا ہی قوی سمجھ کر کہ اس نے حارث ایسے دلیر اور نبرد آزما پہلوانوں کو تہ تیغ کر ڈالا اپنی جسم کی کامل حفاظت کی اور ہمہ سلاح پر جو پہلے سے پہنے تھا ایک دوسری سلاح اور پہن لی۔ احتیاطاً دو تلواریں کمر سے لگائیں دو عمامے سر سے پیٹے اور اپنے دو آہنی خود رکھ لئے روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۳۲ مرحب اس شان و شوکت سے میدان کارزار میں آیا بھائی کو خون میں غلطاں دیکھ کر اس کے غیظ و غضب کے شعلے اور بھی مشتعل ہو گئے۔ ایک تو میدان جنگ کے سامان ہی مردان نبرد کی پر جوشیوں کے لئے کافی ہوتے ہیں اور پھر یہ قیامت کہ بھائی کی لاش پھڑک رہی ہے اور اسکا قاتل شمشیر خون آلود لئے سر پر کھڑا ہے اب ایسے وقت میں مرحب سے شجاع قوی ہمت اور دلیر کو ضبط کہاں اس کی آنکھوں میں تو یہ سامان دیکھ کر خون اتر آیا اور تیغ شمشیر آبدار کھینچکر مقابل کے سامنے آیا اور اپنی شجاعت و تاب و طاقت کے اظہار میں نہایت پر جوشی سے رجز میں ذیل کے اشعار پڑھے

قد علمت خیبر انی مرحب شاکی السلاح بطل مجرب اذا الحروب اقبلت تلھب + واحجمت عن صولۃ المغلب

اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں اور وہ پہلوان آزمودہ کار جو ہمیشہ ہتھیار بند رہتا ہے جب بادشاہ یا سردار اپنی شوکت دکھلانے کو جنگ کے نقارے بجاتے ہیں تو وہ جنگ کے

ان غلب الامر فانی غلب والقرن عندی بالدماء مخضب اذا الحروب اقبلت تلھب اطعن احیانا وحینا اضرب

اگر سارا زمانہ مجھ پر غلبہ کرے تو میں غالب رہونگا جو پہلوان میرے سامنے آتا ہے خون میں رنگا جاتا ہے جب معرکہ کا بازار گرم ہوتا ہے اور اسکے شعلے میرے سامنے آتے ہیں تو میں کبھی نیزہ مارتا ہوں کبھی تلوار

واحجم من صولتی المجرب + حات حماہ ابدا لا یقرب

میں مقام کو میں محفوظ کر لوں اسکے قریب جانے کی کوئی جرات نہیں کرتا

فواتح مبدی ص ۲۳۶ و ایہ تغیر الفاظ صحیح مسلم کتاب الجہاد المرتضیٰ ص ۲۹ دیوان علی علیہ السلام ص ۶۲

جناب علی مرتضیٰ نے یہودیوں کے بہت سے رجز سنے تھے اسکا جواب تو ایسا ضروری نہ تھا مگر چپ رہجانا اور صرف سکوت اختیار کرنا بھی خلاف مصلحت تھا اس کی رجز خوانی کے بعد ہی آپ نے نہایت خوش بیانی سے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے

انا الذی سمتنی امی حیدرہ + ضرغام اجام ولیث قسورہ عبل الذراعین شدید القصرہ

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے میں وہ شیر بیشہ کا رندہ ہوں جو تمہارا چیر ڈالتا ہے میرے بازو توانا زبردست اور مضبوط ہیں

كليث غابات كريه المنظره   اكيلكم بالسيف كيل السندره   اضربكم ضربا يبين الفقره

میں گھنے جنگل کے شیر کی مانند قوی ہوں جیسے جنگل کا شیر نہایت ہی ہولناک ہوتا ہے میں اپنی شمشیر آبدار سے تمہیں اس طرح سے ناپ دوں گا جس طرح غلہ کسی پیمانہ سے ناپا جاتا ہے

واترك القرن لقاع جزره   اضرب بالسيف رقاب الكفره   ضرب غلام ماجد حزوره   من يترك الحق يقوم صغره

میں تم سب کو ایسی ہی کاری ضرب لگاؤں گا جو تمہاری پشت کی ہڈیوں کو کاٹ ڈالے گی اور اس میدان جنگ میں جو میرے مقابلہ کو آئے گا اسے بالکل درندوں کے آگے ڈال دوں گا کہ وہ اسے کھا لیں میں کفار کی گردنوں پر ضرب لگاؤں گا - ایسی ضرب لگاؤں گا جو ایک نوجوان عالی خاندان قوی دست لگاتا ہے اور بہت بڑے سردار کے شایان ہے جو شخص راہ حق کو چھوڑ دے گا اسکی کجی کو درست کر دوں گا

اقتل منهم سبعة او عشره   فكلهم اهل فسوق فجره

اور اُن یہودیوں میں سے سات یا دس پہلوانوں کو قتل کر ڈالوں گا کیونکہ وہ گنہگار اور بدکار ہیں۔

فواتح میبذی مطبوعہ دہلی ص ۱۴۱ صحیح مسلم باب الجہاد بتغیر الفاظ المرتضیٰ صفحہ ۴ یہ دونوں رجز تمام و کمال فواتح میبذی ص ۲۳۶ و ص ۱۴۷ درج ہیں۔ صحیح مسلم میں تین شعر اور تاریخ ابو الفدا ص ۲۳۲ و مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۹۴ میں صرف جانبین کے ایک ایک شعر درج ہیں۔

رجز کا خاتمہ اور مقابلہ کا آغاز سامنے تھا ہی ہوا مرحب نے پیشدستی کی نیت سے علی مرتضیٰ پر ہاتھ اٹھایا۔ مگر آپ کی شجاعت اور فنون جنگ کے واقف کاریوں نے اُسے کامیاب نہ ہونے دیا اور فوراً اپنی ذوالفقار گراں بار کے ایسے جوہر دکھلائے کہ اسکے دونوں خود دونوں عمامے دونوں زرہیں اور دونوں جوشن کاٹکر تیغ آبدار فرق سر زین تک اوتر آئی مرحب جیسا قوی ہیکل دو ٹکڑے ہو کر زمین پر لوٹنے لگا ابو الفدا جلد دوم ص ۲۳۲ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۱۵۸۰

مرحب کے ایسا نمودار اور منتخب روزگار دلیر مارا جاوے اور یہودیوں کو انتشار نہ ہو کیا معنی سچ پوچھو تو مرحب کے مرتے ہی جیسا علامہ ابو الفدا تحریر فرماتے ہیں خیبر فتح ہو گیا ص ۲۳۳ اسمیں تو شک نہیں کہ جنگ سے اُن کے دل ٹوٹ گئے جو ارادے ہزیمت اسلام کیلئے کر رہے تھے جاتے رہے تمام یہودیوں کے چہروں پر پریشانی اور عدم اطمینانی ظاہر ہونے لگی مگر ایک ہی بار میدان جنگ سے منہ پھیرانا اور قلعہ خالی کر دینا یہودیوں نے اپنی ہمت و جرات کے خلاف سمجھا ابھی دو چار ان میں ایسے باقی تھے جو اپنی قوت اور شجاعت پر بل کر رہے تھے اور اہل قلعہ کی تسکین اور تشفی کر رہے تھے انھیں لوگوں پر اہل قلعہ کی قسمتوں کا اخیر فیصلہ منحصر تھا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب۔ مرحب سے دلیر کو قتل فرما کر فوج یہود سے مخاطب ہوئے اور ذیل کے اشعار پڑھنے لگے۔

انا علی وابن عبد المطلب   مهذب ذو سطوت وذو حسب   قرن اذا لاقيت قرنا لم اهب
من يلقنى المنايا والكرب

میں علی ہوں عبد المطلب کا فرزند۔ صاحب تہذیب ہوں صاحب سطوت اور صاحب حسب۔ میں وہ شجاع ہوں کہ جب کبھی کسی پہلوان سے سامنا ہوتا ہے تو مجھے کسی قسم کا ہراس نہیں ہوتا جو پہلوان میرے سامنے آتا ہے وہ میرے سامنے نہیں آتا بلکہ اپنی موت کے سامنے آتا ہے

غذيت فى الحرب وعصيان النوب   من بيت عز ليس فيه مشعب   وفى يمينى صارم يجلو الكرب   من يلقنى يلق المنايا والعطب   اذ كف مثلى بالرؤس يلتعب

میں ہمیشہ بے پرواہی حوادثات زمانہ اور جنگ کے تذکروں میں پیدا ہوا ہوں اور اس ذی عزت گھر میں پرورش پائی ہے جس میں

منازلہ کے لئے گنجائش نہیں ہے میرے ہاتھ میں شمشیر برندہ ہے جو غم و اندوہ کو دور کر دیتی ہے جو اسکے پاس آتا ہو ایسی موت کے پاس آتا ہے ۔ خوارج بمبئی ص ۱۸۱ اور پر کے دو شعر درج ہیں ۔ دیوان علی ص ۶۳ میں یہ اشعار رجز تمام و کمال درج ہیں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے میدان کو خالی پا کر گھوڑا بڑھاتے قلعہ کے قریب پہنچ گئے علی مرتضیٰ کے رہوار کے ساتھ ہی یہودیوں کے اضطراب اور انتشار بڑھتے جاتے تھے یہودیوں میں عام طور سے پریشانی اور بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی اگر تھوڑی دیر تک اُن میں سے کوئی علی مرتضیٰ کے مقابلہ کی جرات نہ کرتا تو وہ ضرور قلعہ خالی کر دیتے اور بھاگ نکلتے مگر داؤد ابن قابوس بحری نے اُن کے اکھڑے ہوئے دلوں کو تھوڑی دیر کے لئے اور تھام لیا یہ شخص بھی یہودیوں میں شجاع اور طاقت ور مشہور تھا اپنا خونی ہمدردی کے جوش میں سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر علی مرتضیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ذیل کے اشعار پڑھتا ہوا قلعہ سے باہر نکل پڑا

یا ایہا الجاہل بالترغم ماذا ترید من فتی غشمشم

اے خشمگین جاہل تو مرد دلاور سے کیا چاہتا ہے

اردع مفضال ھصور ھیصم ماذا اتری بباذل معصم

وہ ایک ایسا سین شخص ہے جسکا حسن سب کو خوش کرتا ہے وہ شیر درندہ ہے تجکو اس سن رسیدہ سے جو بہت کچھ زمانہ کی مصیبتیں جھیل چکا ہے اور جو جری اور پیش قدمی کرنے والا ہے مقابلہ کا وقت ہے داؤد کا رجز سنکر جناب علی مرتضیٰ نے فوراً اسکے جواب میں ارشاد فرمایا

انا الذی سمتنی امی حیدرہ ضرغام اجام ولیث قسورۃ

اثبت لعال اللہ ان لم تسلم لوقع سیف منی فی خضرم

خدا تجھ پر لعنت کرے اگر تو اسلام نہ لاوے اس تیغ آبدار کی ضرب کے لئے ذرا ٹھہر جا جسکا پانی بہت گہرا ہے

تحلہ منی مبان المعصم احمی بہ کتابی و احتمی

جیسے میں اپنی انگلی میں تھامے ہوں اور جس سے میں اپنی فوج کی حمایت اور حفاظت کرتا ہوں

انی ورب الحجر المکرم قد جدت اللہ بلحمی و دمی

قسم ہے حجر اسود کے پیدا کرنے والے کی کہ میں اپنا گوشت اور خون خدا کی راہ نذر دیا ہے ۔ بمبئی ص ۱۲۱

سبحان اللہ جناب علی مرتضیٰ کے اس اچھے شعر کی وقعت اور آپ کے اس سچے اور صحیح دعوے کی صداقت تو انہیں لوگوں کی نگاہوں میں کامل طور سے معلوم ہوتی ہوگی جنکو اسلامی تاریخوں سے ذرا بھی دلچسپی ہوگی اور جنھوں نے جناب علی مرتضیٰ کے محاسن خدمات کو غور سے پڑھا ہے وہ جناب علی مرتضیٰ کے اس دعوے کے صحیح ہونے کا کامل طور سے اندازہ کر سکتے ہیں ۔ بہرحال داؤد ابن قابوس علی مرتضیٰ کے ساتھ تھوڑی دیر تک دست بدست لڑتا رہا آخر کار آپکی شمشیر آبدار نے اس کی آتش مزاجیوں کو ٹھنڈا کر دیا اور وہ ایک ہی وار میں مقتول ہو کر زمین پر گر پڑا ۔ داؤد ابن قابوس کے مرتے ہی ربیع ابن ابی الحقیق کی غیرت جوش میں آئی ابن ابی الحقیق قلعہ قموص کا امیر تھا علی مرتضیٰ نے میدان کارزار میں اسکو آمادہ پیکار پا کر اس کی عالی ہمتی اور دلیری کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی خبر آپ کے رجز میں صاف صاف پائی جاتی ہے انا علی و ابن عبد المطلب اجمی ذماری و اذب عن حسب والموت خیر للفتی من الھرب

میں علی ہوں عبد المطلب کا فرزند جن چیزوں کی شجاعوں کو حمایت کرنا لازم ہے ان کی حمایت کرتا ہوں اور اپنی حیثیت پر کوئی الزام آنے نہیں دیتا جان اور دلیر آدمی کے لئے بھاگ جانے سے مرجانا بہتر ہے فواتح میبذی ص ۲۰۱ اگر ابی الحقیق سا دلیر بھی مقابلہ کے وقت کچھ نہ نکلا یہ تو ظاہر ہے کہ بغیر کسی استقلال کے اپنے وزنی جوش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔ بھروسہ الحیاۃ سے کیا ہوتا اسمیں شک نہیں کہ اسنے جناب علی مرتضیٰ سے مقابلہ کیا اور ضرور مقابلہ کیا مگر تھوڑی ہی رد و بدل کے بعد شمشیر ید اللہی نے اسکا کام تمام کردیا۔ ابن ابی الحقیق کے بعد قلعہ والوں نے کنانہ ابن ابی الحقیق کو سردار بنایا اسوقت عنتر کو اپنے نئے بادشاہ کے سامنے اپنی شجاعت اور جاں نثاری کا اظہار سب سے پہلے منظور ہوا اُسنے شاہی تخت کو چوما اور اپنی موجودہ تاب و طاقت پر مغرور ہو کر قلعہ سے باہر نکلا مرحب کے بعد اگر کوئی قوی ہیکل یہودیوں میں بچ رہا تھا تو یہی تھا عنتر اپنے معاصرین میں بہت بڑا شجاع بہت بڑا طاقتور اور بہت بڑا دلیر مشہور تھا علی مرتضیٰ سے مقابلہ کا ارادہ تو اُسنے قلعہ ہی سے کر لیا تھا سامنے آتے ہی رجز میں یہ اشعار پڑھے

انا ابو اللیث واسمی عنتر + شاکی السلاح وملادی خیبر + اشجع مفضال هزبر ازور + جهم عبوس
باز منتر عند اللبوث اللبوث قسور میں ابو اللیث ہوں شیروں کا باپ) اور میرا نام عنتر ہے دریائے آہن میں غرق ہوں۔ اور خیبر میرا مسکن ہے میں ایک نہایت شجاع اور بزرگ ہوں اور ایسا شیر غضبناک ہوں جو ہمیشہ اپنا سینہ ابھارے رہتا ہے اور میں ترش و تلخ مزاج ہوں شیروں کے سامنے شیروں کو پچھاڑ ڈالتا ہوں فواتح ص ۲۳۰

اس کی رجز خوانی کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے ان اشعار میں عنتر کا جواب دیا۔

انا علی البطل المظفر غشمشم القلب بذاك اذكر وفی یمینی للقاء اخضر یلمع من جانبه
برق یزهر للطعن والضرب الشدید یحضر مع النبی الطاهر المطهر اختاره الله
العلی الاكبر الیوم یرضیه ویخزی عنتر

اے عنتر میں علی ہوں اور ہمیشہ مظفر و منصور ہوں۔ شجاع اور شیر دل ہوں اور اسیطرح لوگ مجھے یاد کرتے ہیں میرے ہاتھ میں وہ شمشیر آبدار ہے جس کی باڑھ بجلی کی مانند چمکتی ہے میں سخت نیزہ زنی اور تیغ افگنی کے لئے موجود ہوں اور اس پیغمبر کے ساتھ ہوں جو پاک و پاکیزہ ہے جس پروردگار نے اسکو برگزیدہ کیا ہے وہی اسکو راضی اور خوشنودی کرے گا اور عنتر کو ذلیل و رسوا فواتح میبذی ص ۲۴۲۔

عنتر میں اتنا تحمل کہاں تھا کہ وہ رو در رو جناب رسول خدا کے اوصاف اور مدحت اور اپنی بے وقعتی اور ذلت سنتا اور چلو میں ڈوب جاتا تلوار کھینچکر فوراً علی مرتضیٰ سے مقابل ہوا اپنی شجاعت اور دلیری کے جوہر دکھلانے لگا۔ آخرکار اسکا نتیجہ بھی وہی نکلا جو اوروں کا اس کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا چھلکنے کی دیر تھی ادہر علی مرتضیٰ کی ضرب لگی ادہر اسکا خون پانی ہوکر زمین پر بہنے لگا۔ عنتر کی سی مشہور اور دلیر جوان مرد کی تیغ آزمائی اور معرکہ آرائی کے اشتیاق میں قلعہ والے اپنی

پوشیدہ گاہوں سے نکل نکل کر اکٹھا ہو گئے تھے جنگ کے آخر نتیجہ دیکھ کر ان کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا جناب علی مرتضیٰ نے ان تماشائیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

ھل الکم یا معشر الاحزاب + من فائق الھامات والرقاب فاستعجلوا الطعن والضراب وستعبلوا للموت والمآب صبرکم بسیفی الی العذاب بعون ربی الواحد الوھاب اے گروہ اہل شر لو یہ ضرب اس تلوار کی ہے جو سروں کو اور گردنوں کو اڑا دیتی ہے اب بے غرتی اور نیزہ بازی میں جلدی نکرو اور معرکہ مرگ و بازگشت میں کود پڑو یاد رکھو کہ میری تلوار نے خدائے وہاب کی مدد سے تمہیں ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا کیا فواتح میبذی ص ۱۱۷ دیوان ص ۱۴ قلعہ کے باقیماندہ لوگوں میں یا ان میں جس کی طرف جناب علی مرتضیٰ نے مخاطب ہو کر یہ رجز پڑھا اور ما نکو اپنے مقابلہ کی طرف امادہ کرنا چاہا تھا اور کسیکو تو نہیں مگر مرہ ابن مردان دارمی کو البتہ اپنی شجاعت و دلیری اور جمعیت کا جوش آیا۔ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر قلعہ سے باہر نکلا اور اسد اللہ الغالب کے مقابل میں آکر ذیل کے اشعار رجز پڑھنے لگا۔

انا الغلام العربی عند النسب اجمی جوادی وازب عن حسب واقتل القرن الحربی عند الغضب الضرب والطعن الشدید المنتصب میں جوان عربی النسل ہوں اپنے حسب اور نسب کو درست رکھتا ہوں غصہ کے وقت جری پہلوانوں کا خون بہاتا ہوں اور بے تیغزنی اور نیزہ بازی کے واسطے ہمیشہ سیدھا کھڑا رہتا ہوں فواتح ص ۱۱۹

جناب علی مرتضیٰ نے اس کے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

انا علی وابن عبد المطلب + اخو النبی المصطفے المنتجب + رسول رب العالمین قد غلب + بینہ رب السماء فی الکتاب + وکلکم یعلم لا قول کذب + ولا بزور حین یدعے بالنسب + صافی الادیم والجبین کالذھب الیوم ارضہ بضرب وغضب ضرب غلام ارب من العرب + لیس بحواد بجے عند النکب اثبت نضرب من حسام کالھب میں علی ہوں فرزند عبد المطلب۔ نبی برگزیدہ اور بزرگ کا بھائی ہوں وہ رسول رب العلمین ہے جو ہمیشہ غالب رہتا ہے پروردگار آسمان نے اسکا ذکر آسمانی کتاب میں کیا ہے سب لوگ جانتے ہیں یہ بات جھوٹ نہیں ہے جبوقت اسکا نام حسب نسب کے ساتھ ہوتا ہے اسکو سب جان جاتے ہیں اس کی جلد نہایت صاف اور پیشانی اس کی مانند طلائے نقش کے ہے آج میں اسکو اپنی تیغزنی اور غیظ و غضب سے خوشنود کروں گا اور آج ایسے حملے کروں گا جو عرب کے ایک جوان دانشمند کو جو مصیبت کے وقت کیطرح نہیں دبتا ہے کرانا چاہیے اے مرہ اس تلوار کی ضربت کے سے کھڑا رہ جو آتش شعلہ کی طرح چمک رہی ہے فواتح میبذی ص ۱۱۹ المطبوعہ دہلی۔ رجز خوانی کے بعد حسب دستور جانبین سے مقابلہ کی نوبت آئی مرہ میدان میں کچھ نہ ٹھیرا دو تین وار کے بعد ذوالفقار کی ایک ضرب نے اسکا زور شور ٹھنڈا کر دیا اور وہ مقتول ہو کر اپنے ہمراہیوں میں جا ملا۔ حارث مرحب داؤد ابن ابی الحقیق۔ ربیع۔ عنتر اور مرہ سات جوانوں کو جو فوج یہود کی جان تھے اور جن کی دست و بازو کی طاقت پر

خیبر کے مستحکم قلعہ کی عمارت ہلتی ہوئی تھی ایک علی مرتضیٰ نے کھڑے کھڑے جھلیا یہودیوں کی غیر اطمینانی مرحب کے مرتے ہی
پھیل چلی تھی۔ اب ان جوانوں کے پے در پے قتل ہو جانے سے اُن کا انتشار و اضطرار اور زیادہ ہو گیا۔ قلعہ تو بند تھا
نہ کوئی حاکم تھا نہ محکوم نہ سوار تھے نہ پیادے جناب علی مرتضیٰ کے رجز سنکر جسکو غیرت آتی تھی یا یوں سمجھو جس کو
موت بلاتی تھی وہ قلعہ سے باہر آتا تھا اب خیبر والے ہیں اور علی مرتضیٰ کی تیغ تیز موت ہے اور وہ میدان رست
وخیز مرد کو قتل فرما کر آپ اپنی شجاعت جرات اور فتحیابیوں کے جوش میں بڑھتے ہوئے قلعہ خیبر کے اور قریب آگئے اور آسمان
کی طرف نگاہ فرما کر آپ نے خاص الایمانی کے پرزور جوش میں اپنے خدائے پاک کی درگاہ میں ذیل کے دعائیہ اشعار پڑھے

الیک ربی لا الی سواکا اقبلت عمدا ابتغی رضاکا اسئلک الیوم بما دعاکا
ایوب ادخل به بلاکا ان بک منی قدح ناقضاکا رب فبادرن لی من لقاکا

اے خدا میں تیرے سوا کسی کے پاس نہیں آتا۔ آج میں دل سے تیری رضا چاہتا ہوں۔ حاضر ہوا ہوں اور یہی دعا کرتا ہوں جو
حضرت ایوب نے نزول بلا کے وقت کی تھی بار الہا اگر تیری قضا مجھ سے قریب آگئی ہو تو اپنی ملاقات میرے لئے مبارک اور تر او
کہنا ابھی یہ مناجات تمام نہ ہوئی تھی کہ یاسر خیبری نکلا گرجتا ہوا اچھلتا ہوا قلعہ سے اپنی بہادری کے جوش میں نکل تو پڑا مگر
علی مرتضیٰ کے سامنے آتے ہی اس کے پاؤں تھرانے لگے آپ نے خود اسکی طرف سبقت فرمائی اور فوج یہود کے باقی ماندہ لوگوں
کو مخاطب فرما کے ارشاد کیا

هذا لکم من الغلام الغالب من ضرب صدق وقضاء واجب وفالق الهامات والمناکب
احمی به قماقم الکتائب اے گروہ کفار یہ ضرب اور قضائے مبرم تمہارے لئے اس جوان کی طرف سے ہے جو غالب
رہنے والا ہے سر اور شانوں کو کاٹ ڈالتا ہے اور بڑے بڑے لشکروں کا حامی ہوتا ہے فواتح میبذی ص ۱۱۷ دیوان
ص ۲۳۔ اتنی ایک قلعہ والوں میں کچھ جان باقی تھی۔ حالانکہ وہ انتہا درجہ کی پریشانی اور غیر اطمینانی کی حالت میں تھے
مگر تاہم علی مرتضیٰ کی جرات و ہمت دیکھ کر ایک نہ ایک کو کسیقدر غیرت آہی جاتی تھی یاسر خیبری ایک مشہور دلاور تھا
وہ سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر مقابلہ کے لئے قلعہ سے باہر نکلا مقابل تو کچھ دور تھا ہی نہیں سامنے آتے ہی ذیل کے
اشعار رجز خوانی میں شروع کر دیئے قد علمت خیبر انی یاسر شاکی السلاح بطل مغامر اذا اللیوث
اقبلت تبادر واحجمت عن صولتی المغاور ان طعانی فیه موت حاضر اہل خیبر جانتے ہیں کہ میں
یاسر شجاع دریائے آہن میں غرق ہوں اور وہ پہلوان ہوں جو اپنے آپ کو دریائے جنگ میں ڈالدیتا ہے۔ جبکہ شیران
میرے مقابلہ کو آتے ہیں اور ڈرتے ہوئے میرے حملہ کے خوف سے پلٹ جاتے ہیں ایسے ہنگامے میں میری نیزہ بازی سے موت
دست بستہ حاضر رہتی ہے فواتح میبذی ص ۲۲۹ علی مرتضیٰ نے اس رجز کے جواب میں اپنی سیف زبان کے یوں جوہر دکھلائے
انا الذی اضربکم وناصر انا علی هادم العساکر فتی وفی للسباین الکافر

الدعن ولدھاجن اضرب بکم بالسیف فی المعاطن اجود بالطعن وضرب ظاہر
مع ابن عمی والسراج الزاہر حتی تدینوا للعلی القاہر ضرب غلام صارم مماہر

آ ئے ابن الکافر تیرے لئے ہلاکت ہو میں علی ہوں لشکروں کا پسپا کردینے والا اور وہ شخص ہوں کہ تلوار سے ضرب لگاتا ہوں۔ میرا مددگار میرا پروردگار برحق ہے اسی کے لئے میں نے ہجرت کی ہے میں بہت ہی ذلت سے تجھے قتل کرڈالونگا اور نیزہ بازی اور تیغ زنی سے کبھی بخل نہ کروں گا میں اپنے پسر عم اور شمع روشن کے ساتھ ہوں اور جبتک کہ تم سب لوگ پروردگار قاہر و برتر کی اطاعت نہ کرو گے میں جہاد کئے جاؤں گا ایسی ضرب لگاؤں گا جو دشمنوں کی کاٹ ڈالنے والی جولان اور ماہر فن حرب کی ضرب ہو۔ فوائح سیدی ص ۲۴۳۔

اس رجز خوانی کے بعد طرفین سے تھوڑی تیغ زنی کی نوبت بھی آئی مگر تاہم علی مرتضیٰ کی شمشیر برق تاثیر سے یاسر کو پناہ نہیں ملنے والی تھی۔ علی ایک کاری ضرب کھا کر گھوڑے سے زمین پر آ رہا اور ٹھنڈا ہو گیا یاسر کو مار کر جناب اسد اللہ الغالب نے پھر خیبریوں کو مخاطب فرمایا اور ذیل کے اشعار ارشاد فرمائے

ینصرنی ربی وخیر ناصر امنت باللہ بقلب شاکر اضرب بالسیف علی المغافر
مع النبی المصطفیٰ المہاجر

اے کفار پروردگار جو بہترین مددگار ہے میری مدد کرتا ہے میں پروردگار پر اپنے سچے دل سے ایمان لایا ہوں جو اسکا شکر گذار ہے اور نبی برگزیدہ اور ہجرت کنندہ کے ساتھ پہلوانوں کے مغفروں پر تلوار لگایا کرتا ہوں۔ فوائح سیدی ص ۲۴۴ یاسر کے بعد صبح خیبری انکے مقابل ٹھیر اگر آپ نے اسکو ٹھیرانے کی مہلت سے کام لیا کہ نہ صبح ہے تو کچھ کہنے دیا اور کچھ خود ہی فرمایا۔ صبح اور اسکی قضا میدان میں ساتھ آئی اور آتے ہی علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ایک ضرب میں دونیم ہو کر خاک پر لوٹنے لگا۔ صبح کے قتل میں آپنے اتنی تیزدستی سے کیوں کام لیا اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اتنے پہلوانوں کو تہ تیغ کیا علی مرتضیٰ کو خیبریوں کے رہے سہے جرات و ہمت کا پورا اندازہ ہو چکا تھا کوئی ایسا شیر دل جوان قلعہ میں نہیں دکھائی دیتا تھا جو کامل طور سے مقابلہ کرتا اور ہجوم کر کے لڑتا دروازہ بند تھا اور فوج پوشیدہ مقابل کا آئندہ انتظار بیکار دیکھ کر جناب علی مرتضیٰ نے پہلے اپنے مقابلہ سے قلعہ کا چھین لینا ضروری سمجھا اور یہی مناسب بھی تھا کیونکہ ابتک مقابل کا انتظار اگر اسی طرح سے برابر کیا جاتا اور اسیطرح سے یہود ایک ایک کر کے باہر نکلا کرتے تو پھر اس مقابلہ میں اتنا طول کھنچتا کہ شاید کئی مہینوں تک جناب علی مرتضیٰ کو جنگ خیبر سے فرصت ملتی فوج اسلام سے لشکر کفار کی جمعیت کہیں زیادہ تھی۔ اگر بیس بیس تیس تیس یہودی بھی روز مارے جاتے تاہم جناب علی مرتضیٰ کو فتح خیبر میں برسوں کی مدت گذر جاتی لشکر اسلام پر تھا بیٹھے گمان جو یہودیوں کے نزدیک یقین کے درجہ تک پہنچے ہوئے تھے علی مرتضیٰ کی شجاعت نے بالکل مٹادئے اُن کے چہروں سے یقین اور اطمینان کی جگہ انتشار اور پریشانی ظاہر ہونے لگی اتنے مشہور اور دلیر جوانوں کے مارے جانے پر کہ جن کے ذریعہ سے وہ ہزیمت اسلام کی امید قوی رکھتے تھے وہ اپنی کامیابی سے بالکل مایوس ہو گئے تھے نہ اُن میں وہ جوش باقی رہا تھا

نہ ہمت نہ قوت تھی نہ طاقت ایسی حالت میں غنیم کو باری باری مقابلہ کے لئے آنا یہ وقت دینا اصول جنگ کے خلاف تھا بقیۃ السیف یہودیوں کے لئے اسوقت وہی ہر طرح سے مناسب تھا جو جناب علی مرتضیٰ نے تجویز فرمایا علیؑ مرتضیٰ کی قتل میں جلدی صاف صاف بتلا رہی ہے کہ آپ اس موقع کو خوب سمجھ چکے تھے اور ایک مجبور شدہ غنیم کو دنیا بھی فرصت دینا نہیں چاہتے تھے بہر حال انھیں خیالوں سے جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب نے منیج کو میدان میں آتے ہی تہ تیغ کیا اور اسکو زمین پر لوٹتا چھوڑ کر فوج یہود کو مخاطب فرما کر یہ اشعار پڑھے۔

انا علی ولدتنی بنی ھاشم لیث حروب للرجال قاصم مصوصب فی بقعما ومقام من یلقنہ ملقاہ موت ھاجم اے گروہ اشقیا میں علی ہاشمی ہوں۔ معرکہ ہائے حرب کا شیر ہوں پہلوانوں کا قتل کرنے والا ہوں میدان جنگ میں جب پہلوانوں کے مقابلہ سے تنگ آ کر لڑنے لگتا ہے اسوقت میں اسی مقام پر جا رہتا ہوں اور جو میرے سامنے آتا ہے وہ گویا اپنے مرگ مفاجات کے سامنے آتا ہے۔ فواتح ص ۴۱۶

یہودیوں کی وہ فوج جو قلعہ کی محافظت کے لئے دروازہ پر معین تھی۔ علیؑ مرتضیٰ کی یہ تاثیر تقریر سنکر ایکباری دہشت زدہ ہو گئی۔ خائف تو وہ پہلے ہی سے ہو رہے تھے اور کیوں نہ ہوتے اتنے جرار سے جرار اور نمودار سے نمودار جوانوں کو قلعے سے نکلتے اور ذوالفقار سے دو دو ہوتے دیکھ رہے تھے حارث کے ایسا جوان مرحب کے ایسا شہ زور۔ عنتر کے ایسا قوی دل بن ابی الحقیق کے ایسا شیر اور سردار قبیلہ کو علی مرتضیٰ کی تیغ ابدار سے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے انکی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے علیؑ مرتضیٰ کے آگے کچھ نہ چلی تو یہ معمولی سپاہیوں کی بھرتی علی مرتضیٰ کے سامنے کیا ٹھہرتی افسر پہلے ہی مارے جا چکے تھے اب بے سردار کی فوج باقی رہی تھی وہ کیا کر سکتے تھے جناب اسد اللہ الغالب ایسی کچھ دور بھی نہ تھے فوراً شمشیر ابدار میان سے نکالکر ان پر جا پڑے اور اپنی سرعت اور تیز دستی کے جوہر دکھلانے لگے جنگ سے یہودیوں کے دل ہی اکھڑ گئے تھے۔ پھر ملتی کیا جمتے فوراً منتشر ہو گئے اور کسیکو اتنی غیرت بھی نہیں آئی کہ میدان جنگ سے بھاگتے بھاگتے دو ہاتھ تو لڑ لیتے۔ جب جناب علی مرتضیٰ نے دو ہی چار حملوں میں فوج یہود کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی۔ تو ان بھاگنے والوں کی طرف باواز بلند یہ اشعار پڑھے ھذا من الغلام الھاشمی من ضرب صدق فی ذری الکماۃ ضرب یقود سعر الجماجم بصارم ابیض اے صادم احمی یکتائب القماقم عند مجال الخیل بالاقادم قلعہ کے بھاگنے والے کی طرف۔ کہاں بھاگتے ہو تو تمہارے مغروں پر پیچھے ہاتھ کی ضرب پڑا چاہتی ہے اس جوان کے ہاتھ سے جو ہاشمی ہے ایسی ضرب جو سر کے بالوں تک کو کھینچ لاتی ہے اس تیغ ابدار کی ضرب سے جو نہایت ہی تیز ہے اور سفید رنگ ہے دیکھو تو کیسی تلوار ہے ! نہ صرف لڑتا ہی ہوں بلکہ میں اس تلوار سے ان جنگوں کے میدان میں کہ جہاں گھوڑے اپنے پانوں سے زمین کو پامال کرتے پھرتے ہیں اپنے بزرگوں کی لشکروں کی حمایت بھی کرتا ہوں فواتح خیبر ص ۴۱۸ قلعہ کے نیچے دروازہ کے پاس اس باقیماندہ فوج سے کچھ تیغ زنی کی نوبت بھی آئی۔ مگر یہ مقابلہ پایہ جنگ

مقابل بھاگا انہیں اُنھیں بزدلوں میں سے کسی نے آپ کے سر پر ایک ضرب لگائی آپکے ہاتھ سے سپر جاتی رہی وہ بزدل تو نگاہوں سے غائب ہوگیا مگر اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابیطالب کی جوش شجاعت اس بزدلانہ حرکت پر اور تیز ہوگئی آپ نے صرف اپنی شمشیر ابدار سے کام لینا شروع کیا اسلامیوں کی صف کو پسپا کرکے آپ نہایت غیظ و غضب کے ساتھ دروازے کی طرف جھپٹے - دروازہ تو پہلے ہی سے بند تھا - آپ نے اسکے آہنی حلقہ میں ہاتھ ڈال کر اور اسکو کئی بار جھٹکا دے کر تکبیر کے نعرے کے ساتھ ؎ وہ در اکھاڑا تھا جو گراں سنگ سخت سے جس طرح توڑے کوئی پتا درخت سے - میر انیس مرحوم

تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر ص ۔۔۔ سیرت ابن ہشام ص ۱۸۷ اسماعیل النبوۃ ص ۱۴۲ - ابو الفدا ص ۳۴۳ تاریخ طبری ۴۰م

حملہ حیدری کے ذی قدر مصنف نے اس واقعہ کے ذیل میں نہایت آبدار اشعار نظم فرمائے ہیں وہ یہ ہیں -

پس آن شیر فیروز جنگ خدائے   بیافشاند دست و بیفشرد پائے
بیک نعرہ اللہ اکبر کشید   کہ گوئی زمین را زہم بر درید
بنام خدا کند ضرغام دین   چو کاہے ز کوہ آن در آہنین
ز بہرام و کیوان از ماہ و مہر   ز غبرائے ساکن ز گردان سپہر
ز عرش و ز کرسی ز لوح و قلم   ز بحر و ز بر و ز حل و و ذم
ز سدرہ نشینان و از انبیا   ز طوبیٰ و از سدرۃ المنتہیٰ
ز بیت المقدس ز بیت الحرام   ز میزاب و زمزم ز رکن و مقام
ز رضوان و غلمان و از حوریان   ز لاہوت و ناسوت و از لامکان
ز وحش و ز طیر و نبات و جماد   ز آب و از آتش ز خاک و ز باد
ز علوی و سفلی ز سفر و ز بوت   ز مومن ز کافر ز دشمن ز دوست
بر آمد بہر زا آفرین خدائے   بر آن دست و بازوئے خیبر کشائے

ایسے گراں بار قلعہ کا کھلنا تھا کہ قلعہ داروں کی قلعی کھل گئی یہودیوں میں جسقدر ہمت اور جرات والے تھے وہ دروازہ پر کھڑے تھے اور جو بزدل تھے وہ قلعہ کے اندرونی حصوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے - جناب اسد اللہ الغالب لشکر اسلامی کو لیکر ایک شجاع دلیر اور صاحب ہمت فاتح کی پوری شان سے قلعہ میں داخل ہوگئے اور بقیۃ السیف یہودیوں کو جو اسوقت تک اپنی زندگی کے دن اور کفر کا دم بھر رہے تھے تہ تیغ کر لیا اسوقت یہودیوں میں وہی انتشار تھا جو بالوزوں کے گلہ میں کسی شیر غضبناک کے دفعتاً آجانے سے پیدا ہو جاتا ہے کوئی کسی کا پرساں نہیں تھا اب نہ بنی نضیر کی جمعیت تھی نہ بنی کنانہ کی نہ بنی قینقاع کی نہ بنی غطفان کو نہ سوداگر کی حفاظت جسمانی کا خیال نہ قلعے اور اہل قلعے کی محافظت کی پروا ہر شخص کو اپنی جان کی پڑی تھی اور قلعہ بھر میں قیامت برپا تھی - لشکر اسلام تعاقب میں معروف تھا - قلعہ کے موجودہ یہودی جو سر سے مجبور - کمزور - اور اہل خانہ والے تھے فوراً بھاگے - مارے گئے - جو پکڑے گئے پکڑ لئے گئے جو بچ گئے وہ اپنی جان کو ہزار غنیمت سمجھ کر ایسا بھاگے کہ پھر خیبر کی طرف چھوٹوں بھی نہ دیکھا ایسی کامل اور لاجواب فتح کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے قلعے والوں کو گرفتار کرکے ان کا جائزہ لیا بہت سے یہودی گرفتار ہوئے ایک متعدبہ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا انھیں مقیدین میں صفیہ بنت حی ابن اخطب قلعہ خیبر کی رئیسہ اور سلطانہ بھی تھیں جو مشرف باسلام ہو کر حرم جناب سید المرسلین و امہات المومنین میں داخل ہو گئیں بقیہ مقیدین یہود خدمت علی مرتضیٰ میں اپنی جانوں کی امان مانگنے لگے یہ وہی یہود تھے جو آج پانچ برس سے اسلام کے فریق مخالف ہو رہے تھے

اور یہ ایسے مخالف جو آپ تو آپ دوسروں کو بھی اسلام کی عداوت اور جناب رسولخدا صلعم کی خصومت پر اُن کے گھر جا جا کر آمادہ
اور مستعد کرتے تھے یہ وہی یہود ہیں جو خندق سے جنگ عظیم میں شریک تھے اور شریک بھی کیسے شریک غالب اگر یہود قریشیوں
کے ساتھ اِس لڑائی میں نہ دیتے اور اپنے قبیلہ کے لوگوں سے ہتھیاروں سے مال و اسباب سے ان کی پوری مدد نہ کرتے تو ابو
ابوسفیان کو خندق ایسے جنگ عظیم کی کبھی جرأت نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ یہ وہی یہود ہیں جنھوں نے آج پانچ برس سے خیبر کو
مخالفین اسلام کی ایک کلونی Colony قرار دے رکھا تھا اور کئی برس سے وہاں استیصال اسلام اور مخالفت
جناب سید الانام علیہ السلام کے اسباب فراہم کرتے تھے قلعوں کو آراستہ کیا فوجوں کو درست کیا۔ چاروں طرف سے شرکا جنگ
کو بلایا۔ یہاں تک کہ اپنے پاس سے دس ہزار کی پوری جمعیت طیار کر لی پھر اسلام سے مقابلہ کیا پر تو ایسے ہو گئے کہ ایک بار
کیا دو دو تین تین بار اسلام کو اپنے مُنہ نیچڑھنے دیا جب فوج اسلامی سے مقابلہ ہوا ہزیمت دی اور پسپا کیا کبھی ایسے بھی
عروج پر قسمت تھی اور کبھی ذلت نصیب ہوئی کہ ہاتھوں کو جوڑے آنکھوں کو جھکائے سروں کو نہوڑائے قطار کی قطار
پچاس ساٹھ یہود جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں کھڑے ہیں اور نہایت لجاجت نہایت سماجت سے اسی حالت میں اپنی عرض حال
کر رہے تھے تعزمن تشاء وتذل من تشاء من بیدک الخیر واللہ علی کل شیئ قدیر آخر کار جناب رسول خدا کے خلق
عظیم نے اُن کے ایسے خونخوار اور سفاک دشمنوں کی طرف سے بھی روئے شفقت نہ پھیرا اور انکی التجا کو قبول فرمایا ان کی جاں
بخشی کی اور ذیل کے شرائط منظور ہو کر جانبین سے اسپر دستخط ہو گئے۔

(۱) تمام اہل خیبر کو اور ان کے اہل و عیال کو جان سے اماں دی جائے۔

(۲) تمام اہل خیبر اپنا مال و اسباب و تاوان جنگ کے طور دیدیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اپنا مال چھپا رکھے تو اس سے جان
اور اہل و عیال کے امن کا معاہدہ قایم رہے گا

(۳) تمام زمین خیبر کی ان کی ملکیت میں نہ رہے گی مگر وہ صرف اپنے گھروں میں آباد رہیں گے اور اپنی زمینوں پر بھی قابض
رہیں گے اور ان کی پیداوار کا نصف حصہ بطور خراج دیا کریں گے۔ کسی بد عہدی پر جناب رسالتمآبؐ کو اختیار ہوگا کہ ان کو
جلاوطن فرمائیں ۔ اعجاز التنزیل ص ۲۰۴۔

علی مرتضیٰؑ نے جنگ خیبر میں جناب رسولخداؐ کی لاعطین الرایۃ کی پیشین گوئی کو نہایت خوبی سے مطابق فرما کر ثابت کر دیا کہ اسلام
کے اتنے معزز اور دلاور جوانوں میں اس اعلےٰ درجہ کے خطاب سے مخاطب اور فاتح خیبر کہلانے کی لایق کوئی شخص تھا
تو وہ ہم تھے جنھے اسلام کی ہزیمت یافتہ لشکر کو اپنی شجاعت اور اپنی جرات دکھلا کر تازہ دم کر لیا اور مخالفین کے مقابلے
میں چلے۔ دل اسوقت اور بڑھے ہوئے تھے بے باکانہ چلا گیا اور تھوڑی دیر میں اپنی شمشیر شجاعت کے ایسے جوہر دکھلائے کہ
غنیم کے بڑے بڑے سودار جرار خیبر کے میدان میں کھیت رہے۔ نہ حارث کا نشان تھا نہ مرحب کا پتا نہ عنتر کا ٹھکانا نہ
یاسر کی خبر غرض ان سب کو قتل فرما کر جناب علی مرتضیٰؑ نے خیبر کی فتح حاصل فرمائی یہ فتح وہی فتح تھی جس کا اشتیاق تمام

انتظار کے لئے جناب رسالتمآب کی پاک بشارت تھے تمام اہل اسلام کو کئی دن سے بےچین کر رکھا تھا۔ جناب اسد اللہ الغالب خیبر کے قلعے کو فتح فرما کر جناب رسولخدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت انکو آتا دیکھکر اسقدر مسرور ہوئے کہ اپنے خیمے سے باہر نکل آئے ان کا استقبال فرمایا اپنی چھاتی سے لگایا اور آنکھوں کا بوسہ لیکر دوب میں یہ غایت درجہ کی محبت و الفت کا اظہار ہوتا ہے فرمانے لگے یا علی میں تمہاری سعی مشکور سے نہایت خوش ہوا خدا بھی خوش ہے اور اسکے تمام فرشتے بھی۔

معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۲۱۶ علامہ سیبندی۔ اخطب خوارزمی اور ملا سید علی ہمدانی کے اسناد کے مطابق آنحضرتؐ نے اس موقع پر نہایت طولانی حدیث جناب علی مرتضیٰؑ کے فضائل میں بیان فرمائی جسے ہم بخوف طوالت اختصار کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں قال رسول اللہ یوم فتحت خیبر لولا ان تقول طائفۃ متی ما قالت النصاری فی عیسے ابن مریم لقلت فیک الیوم مقالا لا تمر علی ملاء من المسلمین الا اخذ والتراب من تحت رجلیک و فضل طہورک یستشفون بہما ولکن حسبک ان تکون منی وانا منک ترثنی وارثک وانت منی بمنزلۃ ہارون من موسے الا انہ لا نبی بعدی یا علی انت تودی دینی وتقاتل علی سنتی وانت فی الآخرۃ اقرب الناس منی وانک غدا علی الحوض خلیفتی ...... وانت اول من یرد علی الحوض وانت اول داخل فی الجنۃ من امتی ... حربک حربی سلمک سلمی وسرک سری وعلانیتک علانیتی وسریرۃ صدری کسریرۃ صدرک وانت باب علمی وان ولدک ولدی ولحمک لحمی ودمک دمی وان الحق معک والحق علی لسانک وفی قلبک وبین عینیک والایمان مخالط لحمک ودمک کما خالط لحمی ودمی وان اللہ تعالے امرنی ان ابشرک انک انت وعترتک فی الجنۃ وعدوک فی النار لا یرد علی الحوض مبغض لک ولا یغیب عنہ محب لک قال علی علیہ السلام فخررت ساجدا للہ تعالی وحمدتہ علی ما من علی من الاسلام والقرآن وحببنی الی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ینابیع المودۃ ص ۶۳ مطبوعہ قسطنطنیہ جناب علی مرتضیٰؑ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فتح خیبر کے دن کہ اگر تمہاری نسبت میری امت کے لوگ وہ باتیں نہ کہنے لگتے جو نصاریٰ حضرت عیسیٰ مریم علیہ السلام کی نسبت کرتے ہیں تو میں آج تمہاری شان میں وہ باتیں کرتا کہ جدھر تم جاتے اور اسطرف مسلمان ہوتے تو وہ تمہارے قدم کی گرد تک چھوڑتے اور بچے ہوئے آب طہارت سے شفائے کلی حاصل کرتے تاہم اسیقدر کہنا کافی ہے کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے تم میرے وارث اور میں تمہارا وارث تم میرے لئے ایسے ہو جو ہارون موسیٰ کے تھے لیکن میرے بعد نبی نہو گا تم میرا قرض ادا کروگے تم میری سنت پر جہاد کروگے تم روز آخرت سب میں مجھ سے قریب ہوگے تم حوض کوثر پر سب سے پہلے میرے پاس پہنچوگے۔ تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے تمہاری صلح میری صلح ہے تمہارا راز میرا راز ہے تمہارا اعلان میرا اعلان ہے جو تمہارے سینہ میں ہے وہ میرے سینے میں ہے تم میرے شہر علم کے در ہو تمہاری اولاد میری اولاد ہے۔ تمہارا گوشت میرا گوشت ہے تمہارا خون میرا خون ہے

حق تمہاری زبان پر ہے حق تمہارے دل میں ہے حق تمہاری آنکھوں میں ہے اور ایمان تمہاری رگ و پے میں اس طرح مخلوط ہے جس طرح میرے رگ و پے میں ہے علیؑ میں خدا کے حکم سے تمکو بشارت دیتا ہوں کہ تم اور تمہارے دوست جنتی ہیں اور دشمن دوزخی ہیں اور وہ کبھی حوض کوثر تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی دوست تمہارا کبھی حوض کوثر سے محروم نہیں رہیگا جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سنکر میں خدا کے سجدہ میں جھک گیا اور حمد خدا بجا لایا کہ اس نے اسلام اور قرآن کی نعمت مجھے عطا کی اور جناب خاتم النبیین کا محبوب مجھے قرار دیا اتحاف (۱)

حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے خیبر کے واقعہ کو ذیل کے اشعار میں نظم فرمایا ہے جسکو ہم عینی شرح بخاری کی اسناد سے لکھتے ہیں

وکان علی ارمد العین یبتغی دواء فلما لم یجد مداویا شفاہ رسول اللہ منہ بتفلۃ فبورک مرقیا و بورک راقیا

اعطی الرایۃ الیوم فارسا فذاک محب للرسول مواتیا یحب الالہ والالہ یحبہ فیفتح ہلک الحصون التوالیا

فخص بہا دون البریۃ کلہا علیا وسماہ الوصی الموخیا علیؑ کو آشوب چشم تھا اور وہ دوا تلاش کرتے تھے جبکہ کوئی دوا کرنے والا نہ پایا تو رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنے لعاب دہن سے شفا دی اور مبارک تھا وہ افسوں اور مبارک تھا وہ افسوں کرنے والا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہیں آج کے دن اپنا علم اس شخص کو سپرد کروں گا جو رسول اللہ کو دوست رکھتا ہے اور موافقت کرنے والا ہے وہ اللہ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اسکو دوست رکھتا ہے وہ فتح کریگا ان سب قلعوں کو جو تمام ہے پس مخصوص کیا علیؑ کو آنحضرت نے تمام خلقت میں اور ان کا نام وصی اور اخی رکھا ہے۔ عینی شرح بخاری

فتح مکہ

حدیبیہ میں جو صلحنامہ لکھا گیا تھا اس کے شرائط ایسے ہی صاف اور پاکیزہ تھے۔ جن میں ہر فریق کے لئے اپنے اپنے مقاصد میں پوری پوری آزادی تھی۔ مشرکین کو ضرور نہ تھا کہ اہل اسلام سے علاقہ رکھیں اور اہل اسلام کو مشرکین سے راہ و رسم رکھنے کی ضرورت باقی نہ تھی اس صلحنامے کے تمامی شرائط یہی آزادی کے اصول پر قائم تھے انھیں شرطوں میں یہ شرط بھی واضح طور سے لکھی ہوئی تھی کہ عرب کی اور قومیں اس جواب دہی سے بالکل آزاد ہیں۔ چاہیں قریش کا ساتھ دیں۔ چاہیں اہل اسلام کا اسی اصول کے مطابق قبیلہ بنی بکر نے مشرکین کا ساتھ دیا تھا اور بنو خزاعہ نے اسلام کی رفاقت کا دامن پکڑا۔ مشرکین قریش اور اہل اسلام دونوں اس صلحنامہ پر قائم تھے ایک برس تو خیر سے گذر گیا مگر دوسرے برس کے آغاز ہی سے قریش کے قدم ڈگمگانے لگے ان کی چہروں سے عہد شکنی کے آثار معلوم ہونے لگے یہود ان مدینہ کی طرح ان کی پوشیدہ عداوت اور مخالفت بھی آنکھ چڑھا کر کھل گئی بنو بکر اور بنی خزاعہ میں مدت سے جنگ چلی آتی تھی مگر ظہور اسلام کے وقت سے آپس میں صلح ہو گئی تھی اب بنی بکر نے اس وقت میں پھر اسکو زندہ کیا نوفل ابن معاویہ دئلی نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کے تھوڑے سے آدمی قتل کر ڈالے قریش کے نے ہتیار دیکر اپنے حلیف بنی بکر کی مدد کی اور چند سرداران قریش نے تبدیل لباس کر کے اہل اسلام کے حلیف سے انکی

شرکت کی اور بنی خزاعہ کے لوگوں کو اسقدر عاجز کیا کہ آخر انھوں نے مجبور ہو کر خانہ میں میں پناہ لی مگر نوفل نے وہاں بھی انکا تعاقب کیا مار ڈالا اور کہا کہ آج کے دن خدا کوئی چیز نہیں ہے ہمکو اپنا بدلا لینا چاہیے بنو خزاعہ نے آخر مجبور ہو کر بدیل ابن ورقہ کے پاس جو انہیں کے قبیلہ سے تھا مگر مکہ میں مدتوں سے رہتا تھا پناہ لی اور عمرو ابن سالم کو رسول اللہ کی خدمت میں اپنی استمداد کیلئے بھیجا۔ قریش عہد شکنی تو کر بیٹھے مگر جب اس کے نتیجہ پر غور کرنے لگے تو سوائے حسرت اور ناکامی کے کچھ نہ سوجھا آخر کار یہ تجویز ہوئی کہ ابو سفیان جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگے اور تجدید عہد کر آئے ابو سفیان مکہ سے مدینہ پہنچے جناب رسالتمآب سے استدعا کی مگر آپ کچھ متوجہ نہ ہوئے ابو سفیان کئی دن تک اسی امید میں ٹھیرا رہا مگر کوئی صورت نہ ہوئی۔ آخر کار مجبور ہو کر علی مرتضیٰ کی خدمت میں آیا آپ نے بھی صاف جواب دیا کہ بنو خزاعہ کے ساتھ تمہاری بدعہدی ایسی ہی ہے جو کبھی تیرے کاموں میں تجھے کامیاب ہونے دیگی مجکو اس امر میں دخل دینے کا مطلق اختیار نہیں ہے ابو سفیان یہاں سے مایوس ہو کر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے خواہان سفارش ہوا مگر اس معصومہ نے بھی اس کی طرف التفات نہ فرمائی یہاں سے بھی ناکامیاب رہا پھر اور مشاہیر اسلام کی خدمت میں پہنچا وہاں بھی اس کی طرف کسی نے رخ نہ کیا آخر کار ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی لڑکی حضرت ام حبیبہ کے جو رسول خدا کے حرم محترم میں داخل تھیں پاس پہنچا اس نیک بی بی نے اس کی رہی سہی امیدوں کو اور بھی منقطع کر دیا۔ اور ایسی نفرت ظاہر کی کہ اپنے فرش پر اسے بیٹھنے بھی نہ دیا مدارج النبوۃ ص ۵۰۶ طبری جلد چہارم ص ۱۱۴۲ ابو الفدا ص ۱۴۳۔ ابو سفیان پشیمان ہو کر مدینہ واپس آگیا ابو سفیان کے چلے جانے کے بعد جناب رسالتمآب نے فوج اسلامی کو مکہ کی طرف روانہ کیا مگر خاص وجہ سے آپ نے اس راز کو پوشیدہ رکھنا چاہا اہل اسلام کو تو معلوم ہی تھا کہ آنحضرت مکہ تشریف لئے جاتے ہیں مگر مدینہ کے عام باشندوں میں یہ مشہور تھا کہ آپ حنین کی طرف کسی خاص غرض سے تشریف لئے جاتے ہیں بعض واقف کار مسلمانوں میں حاطب ابن ملتعہ بھی تھا یہ کوئی معمولی شخص نہیں تھا اسلام کا شریک اور رسول اللہ کا ہمدرد خیال کیا جاتا تھا بدر کی لڑائی میں شریک بھی تھا اور ہر طرح سے احکام رسالت کا مطیع سمجھا جاتا تھا فطرت انسانی تو تھی ہی اوسے خیال آیا کہ قریش مکہ کو جناب رسول خدا کے اس ارادہ سے مطلع کر دیں کہ وہ اسکے معاملہ میں میرے اہل و عیال کو تکلیف نہ دینگے جو مکہ میں ابھی تک تھے ان غلط فہمیوں نے اس کی خاص الایمانی میں بٹہ لگایا اس منہم افشائے راز کی یوں تدبیر ٹھہرائی کہ ابو سفیان کے نام ایک خط لکھا اسلام کے ارادوں کی شرح کیفیت مندرج کی اور اپنی لونڈی کو جسکا نام سارہ تھا وہ خط دیا کہ مکہ میں جاکر ابو سفیان کو پہنچا دے عورت کو خط دینے سے حاطب کی یہ غرض تھی کہ خط حفاظت سے پہنچیگا اور عورت پر کسیکو عام طور سے کہ اہل اسلام ہوں یا کوئی اور کسی قسم کی جاسوسی یا قاصدی کا گمان نہ ہوگا سارہ تو خط لے کر روانہ ہوئی۔ مخبر غیب نے حاطب کی اس مخالفانہ حرکت کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دی آپ کو افشائے راز کا بہت بڑا خیال ہوا آپنے علی مرتضیٰ علیہ السلام کو [illegible] لونڈی کی تجسس اور گرفتاری کے لئے روانہ فرمایا حضرت علی مرتضیٰ کو مقام خاخ میں ملی اس کی جامہ تلاشی کی گئی مگر کچھ نہ نکلا۔ [illegible]

انکار ہیا اور اصرار کرنا شروع کیا مگر جناب علی مرتضیٰ نے ایک نہ سنی اور فرمایا کہ مجکو مخبر صادق نے خبر دی ہے اور یہ کبھی غلط نہیں ہو سکتی اگر تو مجھے وہ خط نہ دیگی جس کی تلاش میں ہم یہاں تک آئے ہیں تو بے شک ہم تجھے قتل کر ڈالیں گے جان کا خوف تو بہت بڑا ہوتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں جہاں کوئی معاون اور مددگار نہو آخرکار اُسنے اپنے سر کی چوٹی سے وہ خط جسے وہ اپنے بالوں میں گوندھے ہوئے تھی نکال کر جناب علی مرتضیٰ کے ہاتھ میں دیا اور آپ اُس خط کو لیکر جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حاطب سے پوچھا گیا تو اس نے بیان کیا کہ میرے ایمان میں سرِ مو فرق نہیں آیا ہے جو کچھ میں نے کیا ہے صرف اپنے مال اور اہل و عیال کی حفاظت کے لئے۔ جناب رسولِ خدا نے اُس کی خطا معاف فرمائی تاریخ الخمیس ص ۸۵ ۲ سیرۃ ابن ہشام ص ۲۰۹-۲۱۲ ابن خلدون ص ۴۱ واقدی ص ۳۲۸ ابو الفداء ص ۲۴۰ سوانح عمری باسنادی اسباب نزول امام واحدی ومطالب السئول ص ۵۰۸ جناب رسالتمآب اسلامی فوج کو روانگی مکہ کا حکم تو دے ہی چکے تھے ہر شخص سفر کے بندوبست میں تھا جب سفر کے تمام و کمال سامان فراہم ہوگئے تو آپ نے دسویں رمضان کو دس ہزار مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ ابوسفیان کو فوج اسلام کی خبر مدینہ ہی میں پہنچ گئی تھی۔ اتنی طاقت تو اب کہاں رہی تھی کہ نکل کر مسلمانوں سے دو دو مقابلہ کرتے مگر ہاں ان کے یکایک آجانے کی غرض سے اس نے مکہ میں آکر یہ بندوبست کیا تھا کہ سرداران قریش میں سے کسی نہ کسی کو رات کے وقت مدینہ کے راستہ پر ضرور بھیجا کرتا تھا کہ وہ اہل اسلام کا سراغ لگاتے رہیں اور ذرا سے شبہہ پر فوراً ہی اطلاع کر دیں۔ لشکر اسلام بھی منزلیں طے کرتا ہوا مکہ کے قریب پہنچ گیا اور سامنے کے پہاڑوں پر اپنے خیمے نصب کر دئے اتفاق سے اسی رات کو خاص ابوسفیان ہی کا پہرہ تھا وہ اپنی گشت میں چکر لگاتے ہوئے ادھر پہنچے تو دور تک آگ روشن دیکھ کر بہت ڈرے اتنے میں حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے ملاقات ہوگئی تو شک کی جگہ یقین ہوگیا اور رہے سہے حواس غائب ہوگئے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جہاں تک آگ روشن ہے بلکہ اس کے آگے تک تمام اسلامی فوج پڑی ہوئی ہے یہ سنکر ابوسفیان کو اپنی جان کی پڑ گئی اسلام سے اسکی مخالفت پوشیدہ نہ تھی رسول اللہ کو جو صدمے تکلیفیں اس کی وجہ سے اٹھانی ہوئی تھی وہ بھی ظاہر نہیں اسکو یہ گمان تھا اور یہ گمان اسکا یقین کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ ایسے مخالف کے لئے جناب رسول خدا سوائے قتل کے اور کوئی دوسرا حکم نہیں دے سکتے اہل اسلام میں بھی اُسکا کوئی ایسا ہمدرد نہیں تھا جو ایسے نازک وقت میں اُسکے کام آیا اور اپنی سفارش سے اس کی جان بچا لیتا پھر ابوسفیان کو حضرت عباس کے قدموں پر گرنا اور اس کے ذریعہ سے پناہ لینا ہوا حضرت عباسؓ قدیم رفاقت کے خیال سے اسکو یہ کہکر اپنے ناقہ پر سوار کر لیا کہ آمیں رسول اللہ سے کہکر تیری جان بچا دوں گا نہیں تو تیری گردن فوراً ماری جائیگی ابوسفیان تو اسوقت تنکے کا سہارا ڈھونڈھ رہا تھا اتنی بڑی تقویت پا کر حضرت عباس کے ہمراہ ہو لیا ابوسفیان ایسا شخص مقرر تھا پھر اسلام اور اہل اسلام کی خواہ مخواہ نظر پڑتی اور اسکو اس غیر معمولی حالت سے لشکر گاہ اسلام کی طرف آتا دیکھکر سب اسکی مخالفت اور ایذا رسانیاں یاد کرنا مناسب تھا اتفاق سے ابوسفیان کو راستہ میں سب سے پہلے جس اہل اسلام سے ملاقات ہوئی وہ عمر ابن الخطاب

ابو سفیان کو دیکھتے ہی آگ بگولہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجکو بغیر کسی بات کے قابو دیدیا اب یہ بھی ساتھ ہوئے ابوسفیان کے دو شریک تھے ایک عباس ابن عبدالمطلب دوسرے عمر ابن خطاب مگر عباس ابن مطلب تیز گامی اور سعد بکر چلے اور یہ مخالف یہاں تک کہ یہ اجتماع ضدین رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا سب سے پہلے عمر ابن خطاب نے عرض کی کہ ابوسفیان حاضر ہے اگر حکم ہو تو میں اسکو قتل کردوں جناب رسولخدا خاموش ہے پھر عباس ابن مطلب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اسکو امن دیجئے۔ جناب رسالتمآب نے اس خیال سے کہ ابوسفیان کو کسی نے گرفتار نہیں کیا بلکہ خود بطرف سے حاضر آیا ہے اب اس کے ساتھ کسی سختی وغیرہ کا خیال کرنا اور ایذا پہنچانا اخلاق نبوی کے خلاف ہے حضرت نے بزرگ چچا کی رائے سے اتفاق کیا اور ابوسفیان کی امان کا حکم دیا اور صبح کے وقت پھر حاضر کئے جانے کا فرمان جاری فرمایا۔ ابوالفداص ۱۴۲ ابوسفیان نے وہ رات حضرت عباس کے خیمہ میں کاٹی اور انھوں نے بھی ابوسفیان کو جہانتک ہو سکیں اسلام کی خوبیاں انکی سچی اور پاک بشارتیں سنائیں ابوسفیان چپ سنتا رہا صبح ہوئی تو عباس اُسکو لیکر دربار نبوت میں حاضر ہوئے جناب رسالتمآب نے ابوسفیان کو سرتاپا غور سے دیکھا اور تھوڑی دیر تک تامل فرماکر اس سے دریافت کیا کہ اے ابوسفیان تو کیا اب تک نہیں جانتا کہ خدا ایک ہے اور سوائے اُس کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے جو قابل پرستش ہو ابوسفیان نے جواب دیا کہ البتہ اب میں نے جانا پھر آنحضرت نے فرمایا کہ اے ابوسفیان کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ تجھکو یہ معلوم ہو کہ میں اس خدا کا پیغمبر ہوں ابوسفیان اس سوال کے جواب میں گھبرایا اور بہت دیر تک کشش و پیچ کرکے کہا بھی تو بمصداق کل شیء یترشح بما فیہ یارسول اللہ میری جان تجپر فدا ہو۔ ہاں البتہ اس سوال کے جواب میں مجھے کلام ہے

ابوسفیان کا پس وپیش بے موقع نہ تھا دفعتہً کسی ایسی شے کی صداقت کرنا یا اُس شخص کو اپنا سردار اپنا پیشوا اپنا بادشاہ بنا لینا جس کی عداوت اور مخالفت میں اُس نے لڑائی کے مختلف میدانوں میں۔ اپنی قوم اپنے قبیلہ اپنے عزہ یہانتک کہ بھائی اور بیٹے کا خون پانی کی طرح ایسا بہا دیا بدر وخندق کی ایسی سخت خونریزیوں کی بنیا دڈالی۔ جو سمجھے تھے بہت ہی دشوار تھا خیریت تھی کہ حضرت عباس پاس کھڑے تھے ابوسفیان کا یہ جواب سنکر فوراً اس کی طرف بڑھے اور اسکو ڈانٹا اور کہا کہ جلد نبوت کا اقرار کر نہیں تو گردن ماری جاتی ہے جان کا خوف تو برا ہوتا ہے مرتا کیا کرتا اب ہرطرف سے مجبور ہونا چاہیئے گرا ابوسفیان نے دلی زبان سے کہا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوالفداص ۱۴۲ بہرحال ابوسفیان اس وقت اور آگے چلکر اسلامی معاملات میں بہت بڑے قضیہ کی جڑ تھے اس طرح مسلمان ہوئے مگر تاہم وہ صفائے قلب اور خالص لااقتضادی جو اسلام کی ہدایت اور اسکی تعلیم کی اصلی غرض تھی وہ اسکو کبھی نصیب نہوئی اسکا ایمان لانا محض حفاظت جان کی غرض سے تھا انکا بنیاسود اکرے انکا شمار گروہ مولفۃ القلوب میں ہے ان کی حقیقت ایمان اسی سے ظاہر ہے کہ اوروں کو کہاں تک خود جناب رسالتمآب کو اس کے ایمان پر اعتبار نہ تھا جیسا کہ اسی واقعہ کے بعد آنحضرت نے اپنے چچا سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ یہ شخص مستسلم ہے مسلم یعنی اسلام کو اسنے بتکلیف ظاہر کیا ہے نہ رغبت اور طیب خاطر سے مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۹۵ واقدی ص ۲ جلد ۱

چونکہ ہمکو ابوسفیان کے واقعات لکھکر ایک بہت بڑے امر کی بنیاد ڈالنی ہے جو آگے چلکر ہماری تالیف کا ایک جداگانہ حصّہ ہوگا اس لئے اس کے ایمان اور قبول اسلام وغیرہ کی پوری کیفیت لکھنا ہم مناسب سمجھتے ہیں - ابوسفیان نے خدا خدا کرکے اسلام کا کلمہ تو پڑھا مگر جیسا کہ مغازی الصادقہ میں لکھا ہے کہ اس کی زبان کلمہ کے پڑھنے میں اس طرح رکتی تھی اور لیت و لعل کرتی تھی کہ وہ اسوقت تک اپنے دل میں اپنے قدیم بتوں کی محبت رکھتا تھا مغازی الصادقہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۳۰

اسلام لانے کے بعد ابوسفیان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ وہ لشکر اسلامی کی سیر کریں - ایسا حکم کسی خود نمائی کی وجہ سے نہ تھا محض اسی غرض سے کہ ابوسفیان کے دل میں اتنے اہل اسلام اور خالص الایمان مسلمانوں کو دیکھ کر ایک ایسی دلکش تاثیر پیدا ہو جو اس کی کراہت خود غرضی اور نفاق جو اسوقت تک اس کے دل میں اسلام کی طرف سے تھا نکال دے اور وہ مہاجر و انصار کی موجودہ جماعت اور ان کی شان و شوکت کو دیکھکر اپنے نفاق ایمان پر متنبہ ہو اور انھیں لوگوں کے ایسا سچا صحیح اور خالص مسلمان ہو جائے یہاں ان باتوں نے اس کے قلب پر الٹی تاثیر کی وہ اس جمعیت کو دیکھکر متنبہ کیا ہوگا - حضرت عباس سے کہنے لگا کہ اے ابا الفضل اب تو تیرے بھتیجے کی بہت بڑی سلطنت ہو گئی - طبری جلد چہارم ص ۲۲۴ ابوالفدا ص ۳۴۳ - مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۵۶۹ - روضۃ الصفا جلد ثانی -

انھیں واقعات تک بس نہیں - آگے چلکر بھی یہ اسلام کی طرف سے ایسے ہی مذبذب رہے حنین کے غزوہ میں جب لشکر اسلامی منتشر ہو گیا تو ابوسفیان پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہاں سے فوج اسلامی کا انتشار اور اہل اسلام کا اضطرار دیکھکر قہقہہ لگانے لگے اپنی چھپی ہوئی مخالفت کا اظہار کیا پورا موقعہ پاکر مسلمانوں سے بدلہ چکانے کے لئے تیر و کمان بھی لیس کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ مجھکو توقع امید ہے کہ قوم ہوازن اہل اسلام کو بغیر سمندر کے کنارے تک پہنچائے باز نہ رہیں گے ان کے ہم خیال اور ہم مذاق بہت سے ان کے ساتھ ہی بیٹھے دیکھ رہے تھے - کسیکو مسلمان ہوئے ایک دن ہوا تھا کسیکو دو دن اور کسیکو تین دن پھر ان کی نگاہوں میں اسلام کی توقیر اور وقعت ہوتی تو کیسے وہ تو لشکر اسلام کے ہمراہ تھے صرف غنیمت کے لالچ سے غرض وہ سب لشکر اسلام کی ہزیمت نہایت مسرور ہوئے اور ابوسفیان کو جو سابق میں ان کا سردار تھا بلکہ مبارکباد دی کہ اے ابوسفیان آج محمد صلعم کا سحر جو سالہا سال سے اہل عرب کے دلوں پر کارگر ہو رہا تھا باطل ہو گیا ابوالفدا ۳۴۹ تاریخ الانبیا جلد ثانی ص ۳۲۹

بہر حال ابوسفیان مجبور ہو گئے جب یہ گھر پہنچے تو ان کی بی بی ہندہ بنت عتبہ حضرت معاویہ کی ماں جنہوں نے جناب حمزہ کی مظلوم لاش کے ساتھ اپنی انتہا درجہ کی شقاوت ظاہر کی تھی انکو دیکھتے ہی آگ ہو گئیں ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ ابوسفیان مسلمان ہو گیا پھر کیا تھا اٹھتے ہی ان کی مونچھیں پکڑ لیں اور ان کے گالوں پر زور زور سے طمانچے مارنے لگیں اور تمامی اہل محلہ کو چلا چلا کر سنانے لگیں کہ مارو اس بڈھے بیوقوف کو کہ یہ آج اپنے دین سے باہر ہو گیا مغازی الصادقہ ص ۳۳۱

تھوڑی دیر کے بعد جناب رسول خدا نے حرم محترم کی زیارت کا قصد فرمایا گروہ مہاجرین و انصار کے حصے کئے اور ان پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور ہر شخص کو ایک علحدہ علم عنایت فرمایا اور ہر گروہ کو جدا جدا شہر میں داخل ہونے کے لئے حکم دیا تھا

زبیر ابن العوام کو قبیلہ کا نشان عطا ہوا تو سعد ابن عبادہ کو قبیلہ خزرج کا اسی طرح تمام اسلامی فوج شہر میں داخل ہو گئی تو سب کے بعد جناب رسالتمآبؐ خود متوجہ ہوئے آپ کی رکاب میں وہی چیدہ اور برگزیدہ بزرگوار تھے جن کی صداقت شجاعت۔ جانبازی اور سرفروشی پر آپ کو پورا اعتماد تھا اس گروہ کا علم جناب علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ میں تھا اور یہ آنحضرتؐ کے مرکب کے آگے نشان نصرت کھولے ہوئے اوسی شہر میں اس شخص کے ہمراہ جا رہے تھے جو اپنی حزب جان کے تلف ہونے کے خوف سے انھیں کو اپنے فرش پر سلا کر اندھیری رات میں مکے سے مدینہ کی طرف نکل گیا تھا اون بیرحم اور ظالم قریش کو آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ سے آج پہلی انکھیں چار کرتی ہے جو نہایت بیرحمی رسول اللہ کی ہجرت کے باعث ہوئے تھے اور جو رسول اللہ کے دھوکے میں پڑکر۔ ان پر تلوار گھسیٹ کر قتل کرنے آئے تھے۔ بہرحال جنابؐ سو لخدا شہر میں داخل ہو کر حرم محترم میں تشریف لے گئے اور ناعاقبت اندیش قریش نے اسوقت جنابؐ سو لخدا کو اس خانہ متبرک میں دیکھ کر سوائے اسکے حسرت سے دیکھیں اور رہجائیں اور کیا کر سکتے تھے۔ محمد مصطفٰےؐ وہی رسول خدا ہیں اور قریش وہی بے رحم کافر جو ہجرت سے پہلے خدا کے اس مظلوم رسول کو کعبہ میں جانے تک کی اجازت نہیں دیتے تھے بلکہ خدا کے گھر کو اپنا گھر سمجھ کر اپنے بتوں کی پرستش گاہ اور اپنی قماربازی کی بساط بنا رکھا تھا جناب رسول خداؐ نے صحن مقدس میں قدم رکھتے ہی بتوں کی ناپاک صورتوں کو دیکھا حرم محترم کی عظمت کو اس ذلت میں دیکھ کر آپ از حد متاسف ہوئے

صحن کعبہ میں اسوقت تین سو ساٹھ چھوٹے بڑے بت رکھے ہوئے تھے کچھ زمین پر تھے۔ کچھ دیواروں میں نصب تھے اور کچھ طاقوں پر رکھے تھے ایک بت کا نام ود تھا جس کو قبیلہ بنی کلب پوجتے تھے ایک کا نام سواع تھا جس کو بنی ہذیل پوجتے تھے یغوث بنی مذحج اور قبائل یمن کا خدا تھا نسر قبیلہ ذوالکلاع کا بنی ہمدان میں یعوق کی پرستش ہوتی تھی اور بنی ثقیف میں اللات کی اور قریش اور بنی کنانہ عزے کو اپنا خدا جانتے تھے اوس اور خزرج مناة کو خانہ کعبہ ہی پر منحصر نہیں اطراف کعبہ میں بھی طائف تک تمام بت خانے بنے ہوئے تھے اور نہایت زور و شور سے بت پرستی ہوتی ہے صفا و مروہ میں بھی دو بڑے جیتے اور جاگتے بت رکھے ہوئے تھے جنکو اساف اور نائلہ کہتے تھے انھیں بتوں میں جو خانہ محترم کے اندر تھے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام کی تصویر بھی داخل تھی قماربازی کے تیر جنکو محاورہ عرب میں ازلام کہتے ہیں ان بے دینوں نے اون کے ہاتھ میں دے دئے تھے جناب رسالتمآب یہ معلوم کرکے کہ یہ تصویر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب ہے بہت ہی ملول ہوئے اور اس تصویر کو فوراً منہدم کرا دیا اور وہ تیر توڑ ڈالے پھر نیچے رکھے ہوئے بتوں کو آپ توڑنے لگے ہر بت کو توڑتے تھے اور فرماتے تھے

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا (ابو الفدا ص ۳۸۲)

خانہ کعبہ میں علی مرتضیٰؑ کی بت شکنی

زہے نقش پائے کہ بردوش احمدؐ زمہر نبوت مقدم نشیند (رفیقا)

قریب کے بتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے آسانی سے توڑ ڈالا مگر ایک بت رہ گئے جو دیواروں کی بلندی پر نصب تھے اور جہاں تک آپ کا دست مبارک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ان بتوں میں خصوصاً ایک بہت بڑا بت تھا جو تمامی بتوں کا خدا کہلا تھا قریش پر کیا منحصر ہے تمام مشرکین عرب اسکو اپنا خالق اپنا معین اور اپنا ناصر سمجھتے تھے اسی کا نام ہبل کا نام تھا پہلے یہ بت شام میں تھا اور وہیں اس کی پرستش ہوتی تھی حجاز کا بادشاہ عمر ابن لحیہ کسی ضرورت سے شام میں آگیا اور وہاں سے یہ بت لایا نہایت عظمت سے خانہ کعبہ میں رکھا اسوقت سے آجتک اسکی پرستش ہوتی آتی تھی اس بت کی نسبت مشرکین کا خیال تھا کہ جس امر میں یہ بت ہمارا شریک رہے گا اور جس امر کے واسطے اس سے التجا کریں گے اس میں ہمیں ضرور کامیابی ہوگی اسی لحاظ سے ابو جہل نے اسکو بدر میں اور اسکے بعد ابو سفیان نے احد میں اسکو اپنے ہمراہ لیا تھا اور اپنی جنگی صفوں میں اعلی ہبل اعلی ہبل کے نعرے مارتا تھا ابو الفداص ۱۴۸ ج ۱۔ ایسے عظیم الشان اور مشہور بت کو توڑنا اور اس کی مصنوعی عظمت اور جھوٹی شان وشوکت کو اس ذلت کے ساتھ خاک میں ملانا رسول اللہ کے لئے ضروری تھا آپ نے اپنے دست مبارک کی کوتاہی کا کچھ خیال نفرمایا جناب علی مرتضی کو جو آپ کے پہلو میں حاضر تھے بلایا اور فرمایا کہ تم میرے کاندھے پر چڑھ جاؤ اور ان بتوں کو مسمار کرکے نیچے گرادو جناب علی مرتضیٰ کو ارشاد نبوی کی تعمیل میں اسوقت معمول سے خلاف کیقدر تامل ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ اس حامل وحی کی مقدس دوش پر مجمع عام میں پاؤں رکھنا اور اگر سوء ادبی اور گستاخی میں داخل نہیں تو ایک حیرت انگیز اور تعجب خیز امر تو ضروری تھا علی مرتضیٰ نے عرض کی کہ یارسول اللہ آپ اسقدر تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں حاضر ہوں اور میرا دوش بھی آپ ہی کا ہے خود میرے کاندھے پر سوار ہوں اور ان بتوں کو توڑ ڈالیں مگر جناب رسالتمآب نے ایک خاص وجہ سے جسے ہم عنقریب لکھتے ہیں اپنے خیر خواہ کی اصلاح سے اتفاق نہ کیا اور ارشاد فرمایا کیا مضائقہ آؤ اور شوق سے میرے دوش پر قدم رکھکر خدا کی خدمت بجالاؤ جناب علی مرتضیٰ الامر فوق الادب سمجھ کر دوش رسول پر چڑھ گئے اور بتوں کے مسمار کرنے میں مشغول ہوئے اور ہر ایک بت پر ضرب ید اللٰہی لگاکر اُن کو اپنے مقام سے نیچے گرایا قریش اور عموماً تمام مشرکین مکہ کی جماعت جو اسوقت حرم محترم میں جمع تھی اپنی آنکھوں سے سیکڑوں حسرت ہزاروں افسوس اور لاکھوں تاسف کے عالم میں ایک دست مرتضوی سے اپنے بڑے بڑے خداؤں کی یہ حالت اور یہ ذلت جنہیں وہ اپنے اعتقاد میں ہر شئے پر قادر اور ہر حال میں اپنا معین وناصر سمجھتے تھے دیکھ رہے تھے اور اتنے دنوں کے بعد آج اُن کی آنکھوں میں محمد کے بتائے ہوئے خدا کی صداقت اور اپنے بتائے ہوئے خداؤں کی پوری حقیقت معلوم ہو رہی تھی یہ بت شکنی کا مشہور ومعروف واقعہ کو علامہ ابو الفدا نے ص ۱۴۳ سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۲۱۸ میں علامہ حسین دیار بکری نے تاریخ الخمیس ص ۹۴۳ میں محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ جلد ثانی ص ۵۷۶ میں اور تمام علما اور مورخین نے یکساں لکھا ہے۔ جناب رسالتمآب کا علی مرتضیٰ کو اپنے کاندھے پر چڑھانا اور ان کی درخواست پر بھی ان کے

عدوں پر جو نہ چڑھا تھا ایک ایسے امر کے اظہار کا باعث تھا جو اسوقت اور اس موقع کے لحاظ سے نہایت ضروری تھا جناب رسول خدا کو ان تمام کارروائیوں سے قریش اور مشرکین مکہ کے دلوں میں ہر صورت سے اسلامی شوکت ہیبت اور عظمت پیدا کرنی منظور تھی اور یہ امر بھی ہر شخص کو بخوبی معلوم تھا کہ شیوع اسلام سے لیکر اسوقت تک تمام اسلامی معارک میں عام اس سے کہ وہ قریش کے مقابلہ میں واقع ہوئے ہوں یا قبائل یہود کے علی مرتضیٰ ہی کی شمشیر شجاعت اپنے گراں بہا جوہر دکھا کر مخالفین اسلام کو منہزم اور پسپا کر دیا تھا دعوت قریش کے خوفناک مجمع میں اسی خانہ محترم کے اندر اسلام کی اعانت اور جناب سید الانام کی رفاقت صرف علی مرتضیٰ نے تنہا وعدہ کیا تھا۔ بدر کی مشہور لڑائی میں علی مرتضیٰ کی تیغ آبدار نے کفار قریش کو نیچا دکھایا احد سے سخت اور خونریز میدان میں قریش کے بڑھتے ہوئے پاؤں کو ہٹایا آپ ہی کی سیف براں نے عمر ابن عبدود سے نامی اور یکتا جوان کا خون بہایا اور مدینہ میں ابوسفیان کی بے شمار فوج کو باوجود اس قوت وکثرت کے حصن رسول اللہ سے بھگایا بنی قریظہ اور بنی نضیر کے بیرونی معاملات کے علاوہ خیبر کے مشہور و معروف معرکہ میں جو اپنی جنگی حیثیت سے تمامی تاریخوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اسلام کی متواتر کوششوں کے بعد اس کی فتح کا آپ ہی نے بیڑا اٹھایا اور تن تنہا یہودیوں کے بڑے نامی اور گرامی تیس جوانوں کو دم کے دم میں گھوڑے سے نیچے گرا دیا ایسے سر برآوردہ اور نامبردہ اسلامی ہیرو کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرض تھا کہ بت شکنی کی خدمت کا شرف بھی جو ان خدمات سابقہ سے کسی طرح وقعت اور عظمت میں کم نہیں تھا اسی کے متعلق فرمائیں جو پہلے سے ان محامد اور اوصاف پر فائز ہو چکا تھا اصنام شکنی سے آنحضرت کی اصلی غرض یہی تھی کہ مشرکین قریش کو اچھی طرح ثابت ہو جائے کہ ان کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے خدا جنھیں وہ اپنے گمراہیوں سے آجتک ہر شے پر قادر اور ہر حال میں اپنا معین و ناصر سمجھے ہوئے تھے اسوقت کیسے مجبور اور ناچار ہو رہے تھے حقیقت میں وہ محض لاشے تھے ان کے سامنے عبودیت یا کسی قسم کی عقیدت رکھنا کیسی صریح ضلالت اور جہالت تھی۔ اگر ان پتھر مٹی اور تانبے کے بنے ہوئے مورتوں میں کسی قسم کی روحانی یا جسمانی قوت ہوتی تو وہ اپنی حفاظت کے آپ سامان کر لیتے اور اپنے مخالف کو اپنے انہدام پر کبھی قابو نہ دیتے مگر یہ کچھ بھی نہیں تھے جو کچھ تھا وہ وہی خدائے بزرگ تھا جس نے اس فتح کی بشارت میں فتح کا سورہ نازل فرما کر پہلے ہی سے اپنے پیغمبر کو مطمئن کر دیا تھا۔

جناب رسالتمآب ان امور سے فارغ ہو کر ام ہانی جناب علی مرتضیٰ کی ہمشیرہ معظمہ کے گھر تشریف لے گئے یہ خاتون اس وقت تک مکہ میں تشریف رکھتی تھیں جناب رسول خدا نے گھر میں داخل ہو کر غسل فرمایا اور نماز چاشت ادا فرمائی کچھ لوگ حضرت ام ہانی کے گھر آ چھپے تھے ان لوگوں سے ام ہانی نے سفارش کا وعدہ کر لیا تھا جب آنحضرت تشریف لائے تو حضرت ام ہانی نے ان لوگوں کی نسبت خدمت رسول میں عرض کیا کہ ان لوگوں نے میرے گھر میں پناہ لی ہے۔ مگر علی مرتضیٰ ان کے قتل پر آمادہ ہیں وہ بغیر آپ کے حکم کے ان کے قتل سے باز نہ رہیں گے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے بہن علی مرتضیٰ

حکم خدا اور رسول میں کسی کی رعایت نہیں کر سکتے لیکن اب جن لوگوں کو تم نے پناہ دی میں نے بھی ان کو امان دیدی ؎
ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۵۸۰ سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۲۱۸ تاریخ الخمیس مطبوعہ ص ۹۴ ۲ روضۃ الصفا جلد دوم ق

پھر تھوڑی دیر استراحت فرما کر آپ حرم محترم میں تشریف لائے اور قریش اور عموماً تمام مشرکین مکہ مسلمان ہو چکے تھے اور سوائے چار شخصوں کے تمامی لوگوں کے لئے علی الاعلان امن وامان کا فرمان دے دیا گیا تھا مگر وہ اپنی ظالمانہ حرکتوں پر خیال کر کے ابھی تک اسلام کی طرف سے خائف تھے اور یہ سوچتے تھے کہ رسول اللہ کہیں ہم سے ہمارے افعال کا بدلہ نہ چکائیں جناب رسول خدا کو ان کی خبر معلوم ہوئی اور آپ نے نہایت اخلاق اور اشفاق سے اُن لوگوں کو اپنے قریب بلایا اور پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو اسوقت ان خوف زدہ قریش کی زبان سے امید وبیم کی حالت میں دیکھئے کہ ہمارے سزا وجزا کے لئے دربار نبوت سے کیا حکم ہوتا ہے۔ عجیب حسرت کے کلمے نکلے جسکو میں بجنسہ لکھے دیتا ہوں نقول خیرا ونظن خیرا اخ کریم وابن اخ کریم قد قدرت ہم نیک ہیں اور نیکی کا گمان کرتے ہیں تم ہمارے مہربان بھائی ہو اور ہمارے مہربان بھائی کے لڑکے ہو اور آج ہر طرح ہم پر قدرت رکھتے ہو افسوس قریش کی زبان اور ایسی منت وسماجت کے کلمات سے آشنا ہو قیامت کی حیرت ہے جناب رسالتمآب اس خطاب سے اسقدر متاثر ہوئے کہ آپ کی آنکھوں میں بیساختہ آنسو بھر آئے آپ کو اسیر بھی اُن کی ایذا رسانیوں کے ساتھ ان کی ہمدردی اور مروت کا خیال تھا اُن کی استدعا سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ویسا ہی حکم کروں گا جیسا حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے معاملہ میں کیا تھا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین تمہارے ساتھ کوئی سختی نہیں ہے آج کے روز خدا نے تمہیں بخشدیا اور وہ بہت بڑا رحم کرنے والا ہے ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۵۷۹ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۱۳۴

ہمکو اسوقت اپنے ناظرین کے آگے جناب رسالتمآبؐ کے ان اخلاق کریمانہ کی کیفیت پیش کرنی ہے جو باوجود اس مخالفت عداوت اور خصومت کے آپ نے اپنے جانی دشمن مشرکین قریش کی نسبت ظاہر فرمائی حقیقت کوئی فاتح کوئی مظفر نہیں دنیا کی تاریخوں میں ایسا نہیں دکھلائی دیتا جو کامیاب اور غالب ہو کر اپنی ایسے سخت دشمنوں کے ساتھ اس رحمدلانہ نرمی اور سہولت اور ہمدردی سے پیش آیا ہو اسلام ونہ سوز دس   یا اسلام یا
صمصام کے اعتراض کرنے والے جو کر کھینچتی   کے مقابل اسلام پر ظلم وتعدی سختی اور خونریزی وغیرہ کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں فتح مکہ کے حالات اور قریش مکہ کے ساتھ اُن کے برتاؤ جو جناب رسالتمآبؐ نے ان کے مفتوح اور مغلوب ہو جانے پر بھی روا رکھے آنکھیں کھول کر دیکھیں اور کانشنس
کے اور ظلم وستم۔ زبردستی اور خونریزی سے مطابق جو اسقدر روم کے نیم وحشی قوم پر غالب آکر صرف اُن کے عیسائی بنانے کی غرض سے ان پر جائز رکھے تھے۔

ذیل مسٹر جسٹس سید امیر علی خاں سی۔ آئی۔ ای بالقابہ نے اپنی کتاب میں فتح مکہ کی نسبت نہایت دلچسپ تحریر لکھی ہے

جکا میں ذیل میں ترجمہ کرتا ہوں۔ جناب رسول خدا شہر مکہ میں ایک فاتح کی حیثیت میں ہو کر داخل ہوئے وہ شخص ایک
مرتبہ مجرم قرار دیا جا چکا تھا اب وہی اپنی رحمدلی اور مہربانی کے برتاؤ دیکھ کر اپنی ہدایت انھیں ثابت کرنے آیا ہے وہ
شہر جس نے اس کے ساتھ اسی سختی سے سلوک کئے اسکو اور اسکے سچے اور خیر خواہ جماعت کو محض غیر لوگوں میں پناہ لینے
کے لئے باہر نکالدیا جس نے اس کے اور اسکے فرماں بردار معتقدین کی جانیں تلخ کردیں اب اس کے قدموں پر
اپڑا ہے اسکے قدیم ظالم اور بے رحم مجرم مشتہر کرنے والے جنھوں نے بیگناہ مرد اور عورتوں پر اور ان کے علاوہ ان
بیجان مردوں پر اپنی ظالمانہ سزائیں بیجا کر اپنی انسانیت کی حیثیت کو بھی ذلیل کردیا اب اسی شخص کی رحم و مروت کی
امیدوار ہونے کے لئے مجبور ہو گئے لیکن فتح اور کامیابی کے وقت جو تکلیفیں کہ جنہیں بھلادی گئیں اور جو
نقصان کہ اٹھے تھے معاف کردئے گئے تمام آبادی مکہ میں امن و امان کے احکام عام طور سے دیدئے گئے صرف چار
مجرموں کے خون کو جنکا انصاف بھی متقضی تھا آنحضرت نے اپنے دشمنوں کے شہر پر غالب آکر اور اسمیں داخل ہو کر بھی جاری رکھا
فوج اسلامی نے بھی ان کے محاسن کی تقلید کی اور نہایت خوشی اور سہولیت کی ساتھ شہر میں داخل ہوئے نہ کوئی گھر
برباد کیا گیا اور نہ کوئی عورت بے پردہ کی گئی واقعی یہ نہایت ہی صحیح لکھا گیا ہے کہ فتوحات دنیاوی کے کارناموں
میں اس کی ایسی کوئی دوسری کامل فتح نہیں ہوئی اسپرٹ آف اسلام ص ۱۹۳

فتح مکہ کے تمامی امور ویسے ہی جیسے اس خدا نے اپنے رسول سے وعدہ کیا تھا نہایت اطمینان اور سہولیت سے انجام پا
گئے اور کسی نے اسلام کی کسی بیجا حرکت کی شکایت نہیں کی اور چار و لغرض امن و امان کی وہی صورت قائم رہی جیسی کہ
آنحضرت نے کہدی تھی مگر خالد ابن ولید کی نسبت کسیقدر شکایت ہوئی اس کی حالت یہ ہوئی کہ عکرمہ ابن ابی جہل
صفوان ابن امیہ سہیل ابن عمر وغیرہ نے ان کو شہر میں داخل ہونے سے روکا آخر نتیجہ کشت و خون تک بیجا اٹھا بس کفار
اور دو اہل اسلام کام آئے ایک حبش ابن اشعر اور دوسرا کلدابن جعفر مگر تاہم خالد نے انکو پسپا کر دیا مگر جب آنحضرت
کو اس کی خبر ہوئی تو آپ کسی قدر ملول ہوئے مگر پھر اور اہل اسلام کے کہنے سے کہ خالد ابن ولید نے ابتدا اپنی طرف سے
نہیں کی تھی بلکہ خود قریش ان کے شہر میں داخل ہونے سے مانع آئے اس لئے خالد کو ان کی مدافعت کی ضرورت ہوئی
آنحضرت یہ روداد سنکر خاموش ہو گئے ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۲۵۷ ج ۲

خالد کا یہ فعل بھی اگرچہ آنحضرت کے بے اجازت ہوا تھا مگر خیر یہ مدافعت تھی مبادرت نہیں تھی لیکن پھر خالد نے اپنی دوسری
حرکت میں جو فوراً اس کے بعد انسے طرح طرح پر سرزد ہوئی بالکل اپنی قوت اجتہادی صرف کردی اور محض اپنی خود رائی اور
زبردستی سے کام لیا جو کسی طرح اسلام کے شایاں اور اس کی تعلیم ہمدردی مروت اور رعایت کے لائق نہ تھا فتح مکہ کے تمامی
امور سے فراغت پاکر آنحضرت نے تھوڑے سے آدمی مکہ سے ملے ہوئے بستیوں میں روانہ فرمائے تھے اس غرض سے کہ وہ ان
لوگوں میں اسلام کی تعلیم پہنچائیں جبکہ وقت انکو بھی سہولت اور نہایت نرمی سے پیش آنے کے لئے سخت تاکید کردی گئی

تھی اور جب رسول کی بعثت مخالفت کر دینی بھی اتفاقاً اکثر فرستادہ لوگوں بن عباس وقت بھی خالد بن ولید شامل تھے
لوگ تو اوطرف گئے مگر بنی خزیمہ کی بدقسمتی خالد ابن ولید کو اسی طرف کھینچ لائی خالد کو ایام جاہلیت ہی سے بنو خزیمہ کے ساتھ سخت
گہری عداوت تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو خزیمہ نے کسی وقت خالد ابن ولید کے چچا اور عبدالرحمان بن عوف کے باپ کو
یمن کے راستہ میں مار ڈالا تھا اور اسکا اسباب لوٹ لیا تھا اور کچھ نہ تھا۔ خالد اور بنی خزیمہ کے فیما بین یہی عداوت تھی اور
عداوت بھی کہاں کی عرب کی جو کئی پشتوں تک آبائی دمیت کی طرح محفوظ رکھی جاتی تھی خالد کو ان کے ساتھ قصاص کا خیال
ضرور تھا بنو خزیمہ کا قبیلہ کوئی معمولی قبیلہ نہیں تھا اُن میں صاحب لیاقت بھی تھے اور صاحب قوت بھی اسیوجہ سے خالد کو
ان پر اتبک قصاص کا موقع نہیں ملا تھا یہ لوگ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے مگر اسوقت اتفاق وقت نے خالد کو ان کے
قصاص کا موقع دیا اور وہ اسلام کی محبت اور مروت کو بہلا کر اپنے چچا کے خون کا معاوضہ لینے پر ہمہ تن تیار ہو گئے۔
حریف کی خبر حریف ہی کو ہوتی بھی ہے بنو خزیمہ کو بھی خالد کے آنے کی خبر ہو گئی وہ مسلح ہو کر اپنے گھروں سے نکل آئے اُن کا مسلح
ہو کر نکلنا کسی فساد کی نیت سے نہیں تھا بلکہ حفاظت خود اختیاری کے خیال سے کیونکہ وہ ابھی تک خالد کی ہمراہی فوج کو اسلامی
جمعیت نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُن کا یہ خیال کہ خالد ہم سے صرف اپنے چچا کا بدلا لینے آیا ہے خالد نے اُن کو دیکھکر پوچھا تم کون ہو
جواب ملا ہم مسلمان ہیں محمد اور انکی شریعت پر ایمان لاتے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسجدیں بناتے ہیں اور اسمیں جمعہ اور جماعت
کے ساتھ خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں پھر خالد نے پوچھا تم ہتیار سے مسلح ہو کر کیوں آئے ہو اُن لوگوں نے
جواب دیا کہ ہم سے اور ایک عرب کے قبیلے سے دشمنی ہے۔ ہمکو یہ شبہ ہے کہ وہی تو نہیں آئے ہیں۔ خالد نے کہا تم ہتیار کھولکر
رکھدو اور سبھوں نے ہتیار بھی کھول کر رکھدئے سب کے سب اطاعت ہو گئے۔
بنو خزیمہ کی ان فرمانبرداریوں پر بھی خالد کو اطمینان نہوا اور رات کو اسیر کئے گئے صبح ہوتے ہی اُن کے قتل کا حکم دے دیا
ان میں سے صرف ایک آدمی بچگیا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی روداد بیان کی خیال کیا
آپکے اخلاق و اشفاق نے اجتک تمامی معاملات میں ہر شخص کے ساتھ انتہا درجہ کی رعایت اور مروت دکھلائی تھی اور
خصوصاً مکہ کے باشندوں میں سکے ساتھ انکو اپنا بھائی اور عزیز سمجھکر گو وہ دشمن ثابت ہو چکے تھے کیسی مروت اور ہمدردی
کے سلوک قایم کئے تھے قریش نے سیکڑوں بیگناہ مسلمانوں کی جانیں لی تھیں حضرت حمزہ جعفر طیار اور ابو عبیدہ رضوان اللہ
علیہم کو کس سختی اور شدت سے قتل کیا تھا مگر جناب رسول خدا نے ان پر فتح فرما کر اُن کے تمام مفسدوں سے درگذر فرمائی مگر
خبر نے رسول کو بہت صدمہ پہنچایا عتاب کے آثار چہرہ سے نمودار ہونے لگے اور آپ اضطراب کی کیفیتوں میں خوف سے گئے
تھوڑے تامل کے بعد تمام اہل اسلام کے سامنے آپنے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور فرمایا اللہم انی ابرا الیک مما صنع
خالد۔ خالد نے جو کچھ کیا خدایا میں اس سے بری ہوں۔ صحیح واقدی ص ۳۳۶ ابو الفدا ص ... مدارج النبوۃ ص
نہیں کے بعد آنحضرت نے جناب علی مرتضیٰ کو بلالیا اور اپنے پاس سے ایک معتد بہ رقم دیکر اُن کے ہمراہ فرمائی اور انکو بنی خزیمہ کی

کی طرف روانہ فرمایا مسٹر جسٹس مولوی سید امیر علیخاں بہادر سی۔ آئی۔ اے بالقابہ اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ خدمت ان کے لائق تھی جناب علی مرتضیٰ چند رفقا کے ساتھ بنو جزیمہ کی طرف تشریف لے گئے اور نہایت ذیرنک اُن کی تشفی ان کی دلجوئی اور ان کی تسکین فرماتے تو سب اور ہر طرح اس کے معاملے میں اسلام اور حضرت سید الانام کی برات ان پر ثابت کر دی پھر ہر مقتول کے وارث کو علیحدہ علیحدہ بلا کر اسکی دیت اس کی حوالہ کر دی جب تمام ورثا اپنے اپنے عزیز مقتولوں کی دیت پا چکے تو کچھ روپیہ بچ رہا تھا وہ بھی آپ نے انھیں پر تقسیم کر دیا صرف اس غرض سے کہ اُن کے آنسو پورے طور پونچھ جائیں اور اسلام کی طرف سے وہ ہر طرح راضی اور خوش ہو جائیں اور پھر آیندہ اسلام کی مروت اور رعایت پر حرف نہ رکھیں اور اُنکی شکایت میں لب نہ کھولیں ان امور سے فراغت پا کر اور بنو جزیمہ کو اسلام کی طرف سے ہر طرح راضی اور خوش کر کے جناب رسالتمآب کی خدمت میں تشریف لائے اور جو کچھ گذرا تھا بیان کیا جناب رسول خدا فی الجملہ اپنے موجودہ اضطراب میں مطمئن ہو گئے ابو الفدا ص ۱۸۸ ج ۲ علی مرتضیٰ کی یہ خدمت بھی اگر نگاہ غور سے دیکھی جائے تو اُن کے اور اسلامی خدمتوں سے کسی طرح کم نہیں کہی جا سکتی واقعی خالد کی اس حرکت نے بنو جزیمہ اور اُن کے پاس کے قبیلوں میں اسلام کی طرف سے وہ غیر اطمینان خوف اور اندیشہ پھیلا دیا تھا کہ اگر اس کی فوراً اصلاح نہیں کی جاتی تو وہ ہمیشہ اسلام کو نفرت کی نظر سے دیکھتے اور ان پر موقوف نہیں جو اس معاملہ کو سنتا اور بنو جزیمہ کی حقیقت سے واقف ہوتا وہ اسلام کو ضرور وعدہ فراموش اور دغا باز کہتا۔ بہر حال جناب علی مرتضیٰ کی کوشش نے بنو جزیمہ کو دونوں کو تو صاف کر دیا مگر جناب رسالتمآب کا ملال خالد کی طرف سے ویسا ہی کا ویسا بنا رہا چنانچہ آپ نے عبدالرحمن بن عوف سے خالد کو ہمکلام دیکھکر فرمایا کہ تو میرے اصحاب کے ساتھ نرمی کر اے خالد خدا کی قسم تو ان کی قدر نہیں کرتا اگر تیرے پاس سونے کا پہاڑ ہوتا اور تو اسکو محض خدا کی راہ میں صرف کرتا تاہم ایسے شخصوں کی صحبت نپاتا ابو الفدا ص ۱۸۸ ج ۲

خالد ابن ولید کی یہ حرکت تیرہ سو برس گذر جانے پر بھی آجتک اہل عرب کو یاد ہے ہم محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی ایک نقل مناسب مقام سمجھ کر یہاں لکھتے ہیں اس نقل کو اُنھوں نے بہ سبیل تذکرہ خالد ابن ولید اپنی کتاب مدارج النبوۃ جلد دوم میں تحریر فرمایا ہے جب میں ادائے حج کی نیت سے مکہ معظمہ میں پہنچا تو وہاں کے علماء اور فضلا سے ملا قاضی علی ابن جار اللہ جو خالد ابن ولید کی اولاد سے تھے مکہ کے قاضی تھے مجھے اُن سے تعارف ہو گیا ایکدن ان کی صحبت میں خالد ابن ولید کا ذکر آیا تو میں نے عرض کی کہ اُنھوں نے واقعی اس (بنی جزیمہ) امر میں جلدی کی اور حالانکہ رسول اللہ نے اُنھیں صریح حکم نہیں دیا تھا قاضی صاحب میرا یہ سوال سنکر شرما گئے اور رفع انفعال کے لیے صرف اتنا فرمایا واللہ کان فیہ شعوبا من الاستعجال والمبادرۃ الی القتال قسم خدا کی ان میں جلدی کرنے کا خاصہ ضرور تھا اور ہمیشہ جنگجوئی پر ارادہ رکھتے تھے مدارج النبوۃ ص ۲۰۳ ج ۲

غزوۂ حنین

جناب رسالتمآب کی فتح ہو گئی اور فتح مکہ بنسبت انا فتحنا لک فتحا مبینا کی بشارت کی تصدیق۔ مشرکین مکہ جناب پر سبقت کی

پیغمبر رسالت کا ثبوت اور علی مرتضیٰ کی نصرت اسلام کے اس وعدے کی کامل تصدیق ہو گئی جسکا اظہار انھوں نے اسی محترم حرم میں دعوت قریش والے دن کیا تھا اور جسکو محض خیالی اور ضعیف سمجھ کر بھی قریش قہقہہ لگا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے جناب علی مرتضیٰ نے آج اپنا وہی وعدہ انھیں لوگوں کو اسی حرم محترم میں پورا کر دکھایا اور اس کے تمام سامان کو کس خوبی اور کس حسن سے انجام دیا اور ہر موقع پر اسلام کی حفاظت اور رسول اللہ کی رفاقت میں حسب الوعدہ اپنا خون اور اپنا پسینہ ایک کئے رہے دوش رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر چڑھ کر مشرکین مکہ کی مصنوعی خداؤں کا سر کچلے انتہا تو ہو گئی اب اس سے بڑھ کر علی مرتضیٰ کی اعانت اور نصرت اسلام کے وعدہ پورا کرنے کے لئے مشرکین مکہ اور کیا چاہتے ہیں بہر حال جناب رسول خدا ابھی مکہ ہی میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اور سخت مخالفت سے مقابل ہونے کی نوبت آئی آپ کو معلوم ہوا کہ بنی ہوازن اور بنو ثقیف نے بیس ہزار جرار فوج مکہ پر حملہ کرنے کی نیت سے جمع کی ہے اور آج ہی کل میں شہر پر حملہ کریں گے یہ خبر بہت صحیح تھی مکہ اور اسکے گرد کی قومیں تو مجبور ہو کر یا ہدایت پا کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں مگر پھر بھی کچھ لوگ ایسے رہ گئے تھے جنکو یہ ابھی نصیب نہیں ہوئی تھی انکو شہر مکہ کا رسول خدا کے قبضہ میں آجانا نہایت شاق گذرا اور کیوں نگذرتا انکو مکہ کی فتح مشرکین کا اسلام لانا۔ بتوں کا توڑ اجانا معلوم ہو چکا تھا اسلام کو وہ پہلے سے اتنا جانتے ہی نہ تھے ان حالوں کو وہ سنکر چراغ پا ہو گئے اور اسلام کی اس فتح سے وہ جل اٹھے اور یہ خیال کیا کہ جس قوم کو ہم اپنی نفرت کی نگاہوں سے دیکھیں اور کبھی اسکو تمہارے شہر میں داخل ہونے کی اجازت ندیں آج وہی اس اطمینان سے اسکو فتح کرلے اور ہماری ہم مذہب قوموں پر غالب آجاے انکو اپنا سا بنالے ہمارے بتوں کو توڑ ڈالے اور ہم خموش رہجائیں یہ نہیں ہو سکتا انھیں خیالوں سے وہ مخالفت اسلام پر قوی ہو گئے ان لوگوں میں سب سے زیادہ قوت اور مقدور والے بھی دو نوں قبیلے تھے ایک ہوازن اور بنی ثقیف بھی تھے دونوں میں انھوں نے فوج کے جمع کرنے کی کوشش کی اور انکے پاس قریب بیس ہزار کے فوج ہو گئی مالک ابن عوف جو شجاعت و قوت کے لحاظ سے اپنی یکتا تھا اس فوج کا سردار بنا۔

جناب رسالتمآب نے اس خبر کی کامل تحقیق فرمائی جب یہ امر محقق ہو گیا تو مسلمانوں کی بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ آپ نے ان کی طرف رخ کیا اس بارہ ہزار میں دس ہزار تو وہی لوگ تھے جو مدینہ منورہ سے آپکے ہمراہ آئے تھے باقی دو ہزار مکہ کے تازہ ہدایت یافتہ مسلمان جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا اور انھیں میں بھی کثرت سے وہ لوگ تھے کہ جو محافظت جان کی صورت سے اسلام لائے تھے اور اسلام نے بھی بالکل اُن کے مبلغ ایمان کے مطابق انکو مولفۃ القلوب کا خطاب دے رکھا تھا۔

الغرض آنحضرت اس جمعیت کے ساتھ قوم ہوازن کی طرف تشریف لے چلے ہم لکھ چکے ہیں کہ مالک ابن عوف فوج مشرکین کا سردار تھا وہ فنون جنگ کی واقفیت میں مشکل سے اپنا مقابل رکھتا تھا ہوازن نے بنی ثقیف بنی مضر اور بنی ہلال سے بھی سازش کر لی تھی اور انکو بھی اس جنگ پر اپنی طرف کر لیا تھا۔ فوج اسلامی کے آنے سے پہلے مالک نے اپنے لشکر کو مکہ کی طرف روانہ

کر دیا اور حنین کی منزل پر پہنچکر اسنے یہ سوچا کہ فوج اسلامی سے کھلے میدان میں مقابلہ کرنا ہماری فوج کے لئے چنداں مفید نہوگا ہاں اگر یکبر مخفی طور سے دفعتاً حملہ کیا جائے اور اپنی موجودہ بیس ہزار سے ایکبارگی اُن کا محاصرہ کر لیا جائے تو نہایت آسانی سے کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے اس لحاظ سے مالک ابن عوف نے اپنی فوج کے پوشیدہ کرنے کے لئے حنین اور اوطاس دو مقاموں کو پسند کیا یہ دونوں مقام مکے اور طائف کے درمیان واقع ہیں مالک ابن عوف کی اصلی غرض ان دونوں مقاموں کے پسند کرنے سے یہ تھی کہ یہ دونوں مقام عموماً اور حنین خصوصاً ایک ایسی دشوار گذار اور ناہموار جگہیں ہیں - جہاں سے کسی فوج کا بغیر کامل بندوبست کے گذرنا محال تھا مکہ سے حنین تک پہاڑوں کا وہی لگاتار سلسلہ برابر چلا آیا ہے جو جنوب کی طرف پھیلتا ہوا ہزاروں میل سے زیادہ چلا گیا ہے مگر مقام حنین کے پیچدار راستوں نے اور اس کی گہری گہری گھاٹیوں نے اس مقام کو ایسے کاموں کے لئے نہایت موزوں بنا رکھا تھا - اور یہیں مالک نے اپنی فوج کو چھپا دیا

لشکر اسلام جو کچھ رات رہے مکہ سے چلا تھا نور کے تڑکے یہاں پہنچا اُن کا پہنچنا تھا کہ مشرکین کی جماعت جو نشیب کے غاروں کی ایسی صبح کے آثار دیکھکر پوشیدہ ہو گئے تھے تیروں کا مینہ زور سے برسانے لگے کہ اہل اسلام کو اپنے قدم جمانا مشکل ہو گیا دفعتاً وہ ایسے مہلک اور خوفناک بلاؤں میں گرفتار ہو گئے جنکی خبر اور جنکی امید انکو ذرا بھی نہیں تھی -

بہر حال اہل اسلام سخت اضطراب میں تھے کہ مشرکین موقع پاکر اپنے حملوں میں شدت سے کام لینے لگے اور پہلے سے بھی زیادہ تیر برسانے لگے فوج اسلام میں تمام غیر اطمینانی اور سخت پریشانی پھیل گئی ان کے استقلال میں فرق آگیا یہاں میں اب زیادہ ٹھہرنے کی تاب نہ لائے سب سے پہلا رسالہ جو لشکر اسلام سے جدا ہوا وہ خالد ابن ولید کا تھا روضۃ الصفا

جلد دوم ص ۱۳۶ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۳۸۸ -

خالد کے ساتھ بنی سلیم کے لوگ تھے ان کے بعد مکہ تازہ مسلمانوں نے گھر تو قریب ہی تھا شہر کا رستہ لیا آخر کار یہ نوبت پہنچی کہ تمام اہل اسلام عام اس سے کہ مہاجر ہوں یا انصار بروایتے دس اور بروایتے چار خالص الایمان مسلمان تو رہگئے باقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہا چھوڑ کر چلدئے

جناب باری عز اسمہ نے کلام مجید میں اس واقعہ کی یوں خبر دی ہے لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم خدانے سچ ہے - تمہاری مواطن کثیرہ میں مدد کی ہے اور حنین کے دن بھی جبکہ لشکر کی کثرت نے تمکو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور تم پیا ہوئے اور زمین - کشادہ تم پر تنگ ہو گئی پس تم نے پیٹھ پھیر دی وہاں حالانکہ تم قرار کرنے والے تھے -

فوج اسلام میں ابوسفیان بھی تھے اول تو یہ جیسے مسلمان ہوئے تھے ظاہر ہے فوج اسلامی کی یہ حالت دیکھکر پہاڑ پر چڑھ گئے اور دل سے فوج اسلامی کا انتشار اور علی العموم اہل اسلام کا اضطرار دیکھ کر قہقہہ لگانے لگے اور اپنی چھپی ہوئی مخالفت کا پورا موقع پاکر مسلمانوں سے بدلا چکانے کیلئے تیر و کمان بھی پیش کر کے اور کہنے لگے کہ جسکو امید ہے کہ تم ہوازن

اہل اسلام کو بغیر سمندر کے کنارے تک پہنچائے باز نہیں گے ان کے ہم خیال بھی ان کے ہمراہ تھے سب کے سب ان کے ساتھ سیر کر رہے تھے۔ کسی کو مسلمان ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا کسیکو دو کسیکو تین پھر ان کی آنکھوں میں اسلام کی وقعت ہوتی تو کیسے وہ تو صرف غنیمت کے لئے اسلام کے پیچھے پڑے تھے وہ سب بلکہ اسلام کی ہزیمت سے نہایت مسرور ہوئے اور ابوسفیان کو بعلاوہ میں اُن کا سوار تھا بلکہ مبارکباد دینے لگے اے ابوسفیان آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اصحاب نے سرکہ جنگ میں ہزیمت پائی تجھکو مبارک ہو ملاذ ابن حنبل نے کہا کہ آج محمد کا سحر باطل ہوگیا جو سالہا سال سے اہل عرب کے دلوں پر کارگر ہو رہا تھا

ابو الفداص ۴۹۳ روضۃ الصفا ص ۱۳۶ ج ۲ تاریخ الانبیا ص ۳۸۹ ج ۲

جب فوج میں ایسے بزدل اور ناقص الایمان بھرے ہوں تو کامیابی کہاں تھوڑے ہی دیر میں حنین کا میدان مسلمانوں سے بالکل خالی ہوگیا رسولؐ تنہا رہ گئے تھے اور اُن کے ہمراہ چار یا پانچ دس وفادار رہ گئے تھے اگر وہ چار ہی آدمی تھے تو یہ تھے حضرت عباس ابن عبدالمطلب۔ عبداللہ ابن مسعود۔ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب اور علی ابن ابیطالب علیہم السلام اور اگر دس آدمیوں والی روایت پر وثوق کیا جائے تو وہ بزرگوار یہ تھے حضرت ابن عباس ابن عبدالمطلب۔ عبداللہ ابن مسعود حارث و ربیعہ ابن ابوسفیان ابن عبدالمطلب قثم ابن عباس فضل ابن عباس اسامہ ابن زید عقیل ابن ابیطالب اور علی ابن ابیطالب علیہم السلام اور ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب۔

اس قلیل جماعت میں سوائے بنی ہاشم کے کسی قوم یا کسی قبیلہ یا کسی خاندان کے دوسرے لوگ نہیں پائے جاتے اور سوائے عبداللہ ابن مسعود اور اسامہ ابن زید کے نہیں بھی اسامہ ابن زید کو خاندان رسالت کے ساتھ جو شرف حاصل تھا وہ قریب قریب یگانگت کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔

ایسے تنگ۔ قیامت خیز اور مصیبت انگیز موقع میں باوجود اس کے کہ تمام اہل شہر منتشر ہوگئے مشرکین کی فوج بادل کی طرح پہاڑوں سے اُمڈ آئی اور تیروں کے مینہ برسانے لگی مگر جناب علی مرتضیٰ کے استقلال ثابت قدمی اور ہمت میں ذرا فرق نہ آیا آپ رسول اللہ کی حمایت اور رفاقت کے خیالوں میں اسیطرح مستقل اور ثابت قدم رہے جس طرح اور معرکوں میں رسول اللہ کے آگے آگے مشرکین کی کثیر جماعت میں ان کے ہتھیاروں کو اپنے سینہ پر روکتے اور ان پر حملہ کرتے جاتے تھے اور رسول اللہ کے سامنے سے اُن کو ہٹاتے جاتے تھے الغرض ان خاص الایمان مسلمانوں کی اس چھوٹی جماعت نے آنحضرتؐ کی خدمتوں کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا حضرت عباس آپ کے دہنے بازو پر تھے عبداللہ ابن مسعود بائیں طرف۔ ابوسفیان ابن حارث ابن عبدالمطلب دلدل کی لگام پکڑے تھے اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام مشرکین کے حملہ سے آنحضرت کو بچانے کے لئے آگے آگے جاتے تھے ابو الفداص ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۔ واقعی ایسے سخت معرکہ میں اور ایسے شدید محاصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کا بچ جانا اور اسلام کا محفوظ رہ جانا اگر معجزہ نہ تھا تو قریب الحال تو ضرور تھا۔ آنحضرت نے جیسا محقق دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں ذیل کے لفظوں میں لوگوں کو پکارا الی ابن عباد اللہ امن ایہا الناس ان النبی لاکذب ابن عبدالمطلب انصار اللہ ویا انصار رسولہ

یہ کیا ہے اے خدا کے بندو یہ کیا ہے اے لوگوں۔ تمہارا نبی جھوٹا نہیں ہے میں وہی محمد ابن عبدالمطلب ہوں اے خدا و رسول کے نصرت کرنے والے۔ اسپر بھی وہ ضعیف الایمان ایسے ہی تھے کہ فوج اسلام سے بھاگے جاتے تھے حضرت پکارتے تھے اور انہیں سے کوئی بھی مونھ پھیر کر آواز دینے والے کی طرف نہیں دیکھتا تھا آنحضرت نے پھر حضرت عباس سے بخیال اسکے کہ ان کی آواز بڑی ہے۔ کہا کہ انکو اصحب السمرہ کہکر پکارو (سمرہ اس درخت کا نام تھا جس کے نیچے رسول اللہ نے بیٹھکر اُن سے اپنی رفاقت اور اسلام کی نصرت پر صلح حدیبیہ کے دن بیعت لی تھی اسیکو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ بہر حال حضرت عباس کے پکارنے سے کچھ انکو حمیت اور کچھ ندامت اتفاق سے ایسی ہی ہو گئی کہ وہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت کی طرف لوٹے اور سو آدمیوں کی جماعت آنحضرت کے قریب جمع ہو گئی مشرکین سے مقابلہ کے لئے کیقدر سامان ہو چلا تھا کہ ان کی صف سے ابو جردل مقابلہ کے لئے بڑھا یہ شخص اسوقت تمام شجاعان عرب کا سرمایہ ناز تھا اور تمام مشرکین کا باعث اعزاز ابو جردل نے میدان جنگ میں آتے فوج اسلام سے اپنا مقابل طلب کیا یہاں تو وہی لوگ تھے جو ابھی بھاگے جاتے تھے وہ کیا جواب دیتے وہ تو ویسا ہی کے ویسا خاموش رہ گئے مگر جناب علی مرتضی صف اسلام سے علحدہ ہو کر فوراً اس کے مقابلہ میں چلے آئے اور تھوڑی سی رد و بدل کے بعد ابو جردل کے دوش پر تیغ آبدار ذو الفقار کا وہ تلا ہوا ہاتھ لگایا کہ مقابل دو برابر کے ٹکڑے ہو کر زین سے زمین پر آ رہا معارج ص ۲۲۴ حبیب السیر ص ۶۷ روضۃ الصفا ص ۱۴۵ المرتضی باسناد سیرت ابن ہشام ص ۴۴۴ ابو جردل کے مرتے ہی مشرکین کے دل مردہ ہو گئے اس کے مرنے کے بعد جناب علی مرتضی نے چالیس آدمیوں کو اور مار ڈالا اب تو انکے ہوش اوڑ گئے۔ چالیس کے بعد تیس مشرکین اور مارے گئے ستر مشرکین مقتولین کی تعداد پہنچگئی اتنے میں ان کی طرف سے جنگ مغلوبہ ہو گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اون کی کثیر جماعت تین حصوں میں علحدہ ہو کر تین مختلف اطراف میں پھیل گئی اور مالک ابن عوف اپنا گروہ لیکر طائف کی طرف چلدیا دوسرا گروہ اوطاس کی جانب بھاگا اور تیسرا بطن نخلہ کی سمت روانہ ہوا اور ایک ساعت میں حنین کا میدان جسطرح پہلے اہل اسلام سے خالی ہو چکا تھا اب اسوقت مشرکین سے خالی ہو گیا۔ فوج اسلام نے تھوڑی دیر تک اُن کا تعاقب کیا ان میں سے بہت گرفتار ہوئے اور ایک معتد بہ رقم غنیمت لشکر اسلام کے ہاتھ آئی اور حنین کی جنگ عظیم کے واقعات تمام ہو گئے۔

اگر جنگ حنین کے واقعات پر غور کیا جائے تو یہ لڑائی احد کی لڑائی سے بہت ملتی ہے اس لڑائی میں بھی اہل اسلام کو مشرکین کے ہاتھوں وہی شکلیں پیش آئی تھیں جو اس لڑائی میں مگر ہاں اتنا فرق تھا کہ احد کی لڑائی میں فوج اسلام مشرکین سے تھوڑی دیر تک لڑکر پسپا ہو گئی تھی اور یہاں تو ابتدائے جنگ سے اون کے رخ بدلے ہوئے تھے اور مشرکین بغیر ہاتھ اٹھائے میدان جنگ سے انہوں نے اپنے پاؤں اٹھائے اگر خیال کرو تو احد سے حنین میں فوج اسلام کی حالت زیادہ ابتر تھی کچھ ایک پر منحصر نہیں تمام اہل اسلام عام اس سے کہ مہاجرین یا انصار ایک تشویش ایک پریشانی اور ایک غیر اطمینانی میں گرفتار تھے مگر ہاں جناب علی مرتضی کا استقلال نصرت اسلام اور رفاقت حضرت سید الانام علیہ السلام کا خیال دونوں

معرکۂ حنین ویسا ہی تھا۔

تاریخی واقعات پر غور سے دیکھنے والوں کو بخوبی معلوم ہوگا کہ علی مرتضیٰ احد میں بھی تمامی مسلمانوں کے پسپا اور گریزاں ہو جانے پر بھی فوج مخالفین سے مقابلہ میں مصروف اور آنحضرتؐ کی رفاقت اور اعانت میں مشغول تھے اور اسدن بھی علی مرتضیٰ ایک ہی طرح اپنے استقلال کے پاؤں میدان جنگ میں قایم کئے ہوئے اور آنحضرت پر اپنی جان دینے کے لئے شروع سے آخر تک حاضر رہے جس طرح احد میں جناب علی مرتضیٰ نے ایک شمشیر ابدار سے کفار کے متواتر تین حملوں کو جو رسول اللہ کے قتل کی نسبت کئے گئے تھے تن تنہا روکا اور جناب رسالتمآبؐ کو ان کی ایذا رسانیوں سے بچایا اسی طرح آج بھی ان کی خدمت میں حاضر رہ کر مخالفین کے ہجوم میں آگے آگے چلے اُن کے حملوں کو دفع کرتے گئے اور انکو آپکے پاس سے ہٹاتے گئے روضۃ الصفا جلد دوم قلمی ص ۳۳ جس طرح غزوہ احد میں جناب علی مرتضیٰ کے استقلال اور شجاعت نے فوج مشرکین کو اپنے ارادوں میں کامیاب نہونے دیا اور ان کی حاصل کردہ کامیابی کو انھیں کی ہزیمت کر دکھلایا اسی طرح معرکہ حنین میں ان کی کامیابیاں اور وہ اطمینان جو اون کو لشکر اسلام کے منہزم ہو جانے سے حاصل ہوا تھا اپنی قوت اپنی شجاعت سے مٹا دیا۔

بہر حال جنگ حنین کی ناموری اور فتحیابی کا استحقاق بھی بالکلیہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا اور واقعی آج کے دن بھی آپ نے اسلام کے سر سے ایک ایسی آئی ہوئی بلا کو ٹالدیا جس سے مخلصی کی کوئی صورت نہیں تھی آج کے دن آپ کی مستقلانہ کوششوں میں بھی ذرا بھی تنزل واقع ہوتا تو اسلام کے تمام دکمال فتحیں اور نتیجہ کی حاصل کردہ ناموریاں خاک ہو جاتیں اور جو جنگ احد میں ابوسفیان نہ کھلا سکتا تھا وہ مالک ابن عوف حنین میں کر دکھلاتا اور مسلمان سوائے اس کے کہ مدینہ لوٹ لیں اور کسی طرح نکل جائیں دوسری راہ نہیں تھی۔

غزوۂ طائف

ہم پھر اپنے سلسلۂ بیان میں لکھ چکے ہیں کہ مالک ابن عوف جو فوج مشرکین کا سردار تھا حنین سے طائف کی طرف بھاگا اور وہاں پہنچکر وہ اپنی ہمراہیوں کے ساتھ طائف کے مشہور و معروف قلعہ میں جا چھپا فوج اسلامی بھی تعاقب کرتے ہوئی طائف پہنچی مگر اہل اسلام کی خبر پاتے ہی اس نے قلعہ کے دروازے کو بند کر لیا جناب رسالتمآبؐ تو آخر کار اس قلعہ کا محاصرہ مرود ہو گیا اور لشکر اسلام قلعہ کی طرف چاروں طرف اتر پڑا محاصرہ کے تمامی ضروری سامان درست کرکے مالک ابن عوف کو طرح بے قابو مجبور کر دیا ابھی یہ محاصرہ تمام نہونے پایا تھا اور مالک ابن عوف کے لئے کچھ بھی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ جناب رسالتمآبؐ نے یہ تجویز فرمایا کہ طائف کے باشندوں کو اسلام کی دعوت کی جائے امید قوی تھا کہ جناب رسول اللہ حضرت ابیطالب کی وفات کے بعد ہجرت مدینہ سے پہلے مشرکین قریش کے ہاتھوں بالکل مجبور ہوکر طائف میں پناہ لینے کی غرض سے آئے تھے۔ مگر ان بے رحموں نے آپکے ساتھ ہمدردی کی جگہ ظالمانہ سلوک کئے اور ایسے آزار پہنچائے کہ پھر ایک دن بھی طائف میں نہ ٹھہر سکے۔ طائف میں ابھی وہ لوگ موجود تھے جنھوں نے آنحضرت کو آزار پہنچائے تھے اسوقت قصاص کا پورا اور جائز موقع

تھا مگر جب کہ دا نوں کے ساتھ کچھ نہ کیا گیا تو ان کے ساتھ کیا کیا جاتا ان کی سزا کی عوض آنحضرت نے ان کی دعوت اور ہدایت
کی تجویز فرمائی اور جناب علی مرتضیٰ کو بلا کر ارشاد کیا کہ نواح طائف میں قوموں کو دعوت اسلام سے مشرف کریں اور جہاں
کہیں تبخانے ہوں توڑ دالیں جناب علی مرتضیٰ نے فوج اسلام سے چند جانثاروں کو ہمراہ لیکر کوچ کیا سب سے پہلے قبیلہ بنی خثعم
نے کل کر راستہ ہی میں آپ سے مقابلہ کیا اور لشکر اسلام سے مزاحم ہوا۔ شہاب جو خثعم میں بہت بڑا شجاع مشہور تھا اور رئیس
قبیلہ بھی تھا مقابلہ کے لئے باہر آیا جناب علی مرتضیٰ نے فوراً اوس کا مقابلہ کیا اور ایک ہی وار میں اسکو قتل فرما کر تمام بنی
خثعم کے دلوں پر اسلام کی شوکت اور اپنی شجاعت کے سکتے بٹھلا دئے
شہاب کا خون میں نہانا تھا کہ تمام بنی خثعم اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ضرب ید اللٰہی سے گھبرا کر میدان میں ادھر اودھر
منتشر ہو گئے اسکے بعد جناب علی مرتضیٰ نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر قوم ہوازن اور ثقیف کے تبخانوں کو جو اس گرد و نواح میں مدت الایام
سے بنے ہوئے تھے مسمار کر دیا اور پھر کوئی شخص بھی آپ کی اور قوت دیکھکر آپ سے مقابل ہونے کی جرأت نہ کر سکا روضۃ الصفا
جلد ثانی ص ۱۳۸ مدارج النبوۃ ص ۶۱۹ اعجاز التنزیل ص ۲۳۴ تاریخ الانبیاء ص ۳۹۷ ۵

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم

جناب علی مرتضیٰ نہایت خوبی سے ان احکام نبوی کی تعمیل کر کے آنحضرت کی خدمت میں واپس آئے جناب رسولخدا اُن کو دیکھ
کر اتنا مسرور ہوئے کہ دور ہی سے تکبیر کہی اور پھر تمام لوگوں سے انکو علٰحدہ لیجا کر جہاں کسی اور کے جانے کی سخت ممانعت تھی
جیسا کہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں ۶ در این بزم رہ نیست بیگانہ را بہت دیر تک کچھ ایسی باتیں کی جو اہل اسلام
میں سے کیکو بھی نہ معلوم ہوئیں جب بہت عرصہ گذرا تو صحابہ میں سے بعضوں نے زبان شکایت کھولی کہنے لگے آج تو پیغمبر نے
اپنے ابن عم کے ساتھ بہت دیر تک خلوت کی اور ایسے راز بیان فرمائے جو آج تک کسی دوسرے سے نہیں کہے تھے جناب
رسولخدا نے جب انکے یہ کلمات سُنے تو اُن کے جواب میں یہ سنا انتجیت ولکن اللہ انتجاہ میں اُن سے خود کچھ نہیں کہتا
مگر ہاں جو کچھ خدا نے مجھ سے ان سے کہدینے کے لئے کہا سوانح عمری ص ۳۷ ہ باسناد صحیح ترمذی صحیح نسائی و ابن
مردویہ ترجمہ مدارج ص ۶۱۹ تاریخ الانبیاء ص ۳۹۷ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۳۸ ۔
اس خلوت میں کس مسئلہ کی بابت جناب علی مرتضیٰ سے گفتگو کی تھی اور وہ کیا تھی آج تک کسیکو بھی نہ معلوم ہوئی ہاں اتنا
خیال کیا جا سکتا ہے کہ یہ امر دو وجہوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو کوئی ذاتی امر جناب علی مرتضیٰ سے مخصوص متعلق تھا جس میں
کسی دوسرے کی شرکت کے متعلق ضرورت نہیں تھی۔ یا کوئی اسلام کے متعلق ایسا سخت اور غیر معمولی مسئلہ ہوگا جسکا ایک بار
افشا کر دینا مناسب نہیں سمجھا گیا اور اس کی رازداری اور اسکے حفظ ما تقدم کے سامان ایسے ایک شخص کے سپرد کئے گئے جس کی حفاظت
امانت اور صداقت پر رسول کو بھی پورا اعتماد تھا اور خدا کو بھی بہر حال کوئی بات ہو جناب علی مرتضیٰ کے فضائل و اوصاف
محامد کے سلسلہ میں یہ شرف ایسا ہی نمایاں ہے جو تمامی اہل اسلام پر آپ کی فضیلت مراتب اور مدارج ظاہر کرنے کے لئے بہت کچھ

لیئے کافی ہے۔ بہرحال محاصرہ طائف کا سلسلہ اب تک قایم رہا پندرہ روز تک لشکر اسلام اسی طرح قلعہ طائف کو گھیرے رہا جب مشرکین نے سوائے بھاگنے کے کوئی صورت نہیں دیکھی تو اُن کے کئی آدمی قلعہ سے باہر نکلکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور کہنے لگے ہم اسلام تو قبول کریں گے مگر نماز پڑھیں گے نہ روزہ رکھیں گے جناب رسولخدا نے جواب دیا کہ اسلام بغیر نماز کے بیکار ہے تمھیں نماز بھی پڑھنی ہوگی روزہ بھی رکھنا ہوگا اور زکوٰۃ بھی دینی ہوگی اور اگر تم اسلام کے ان اصول کو قبول نکروگے تو میں تمھارے لئے ایسے شخص کو بھیجوں گا جو مثل میری ہے کہ وہ اپنی تلوار سے تمکو قتل کر ڈالے گا اور تمھارے لوگوں کو رسوا کرے گا پھر آپ نے علی مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اشارہ کیا کہ دیکھ لو وہ جوان یہی ہے اتحاف اہل اسلام ص ۳۹ با سنا د ناسخ التواریخ و باختلاف الفاظ خصائص امام نسائی ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۲۵۶

قوم ہوازن اور ثقیف پر پورا قبضہ کر لیا گیا ان کا مال کثیر جو غنیمت میں اہل اسلام کے ہاتھ آیا تھا وہ دات کو وہیں تقسیم کر دیا گیا کہ مہاجر و انصار کے لوگوں نے اتنا ہی پایا جیسا ہمیشہ پاتے تھے مگر مولفۃ القلوب اور ان تازہ مسلمانوں کو جنھوں نے فتح مکہ کے بعد ہی دعوت اسلام قبول کی تھی غنیمت میں زیادہ حصّہ دیا گیا یہ امر انصار کے خلاف گذرا عباس ابن فراس سلمی کو یہ تقسیم اسقدر ناگوار معلوم ہوئی کہ اسنے چند اشعار کہے اور ان کو لوگوں میں سنانے لگا جب اس کی اس حرکت کی خبر آنحضرت کو پہنچی تو آپ نے اسکو اپنے پاس بلایا اور جناب علی مرتضیٰ سے فرمایا کہ اس کی زبان کاٹ ڈالو آنحضرت کا یہ حکم سنکر تمام اہل اسلام کو سخت خوف لاحق ہوا اور ہر شخص اپنے نتیجہ پر غور کرنے لگا جناب علی مرتضیٰ ابن مرداس کو محفل سے علٰحدہ لے گئے اسنے پوچھا کہ آپ مجکو علحدہ لے جاکر کیا کریں گے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آنحضرت کے حکم کی تعمیل کروں گا جب وہ لشکر اسلام سے دور نکل گیا اور وہاں پہنچا جہاں مال غنیمت جمع تھا تو جناب علی مرتضیٰ نے قطار میں سے سو اونٹ نکال کر اس کے حوالہ کر دئے اور فرمایا کہ جناب رسولخدا نے تیرے حق میں یہی سزا تجویز فرمائی تھی عباس تو راستہ میں یہی سوچتا چلا آتا تھا کہ میری زبان ضرور کاٹی جائے گی مگر اب یہ انعام گراں بار پاکر بہت خوش ہوا اُن اونٹوں کے دے دینے کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے اس تقسیم کی اصلی کیفیت کہدی اور یہ بھی سنا دیا کہ تیرا شمار جنگ کردہ مہاجرین میں تھا اس لئے تجکو ان کے حصہ کے برابر چار اونٹ دئے گئے مگر تو اس پر راضی نہوا اور زیادہ کا مستحق ہوا اس لئے اب اسوقت سے تیرا شمار گروہ مولفۃ القلوب میں ہوگا جن کا حصہ چار دن کے بچے سے زیادہ نہیں ہے جب اس نے یہ کیفیت سنی تو اُن اونٹوں کی قطار چھوڑ کر علحدہ ہوگیا اور عرض کرنے لگا کہ میں اتنے دنوں سے ایمان لا یا ہوں اور مہاجرین کے گروہ میں شمار ہوتا ہوں میں اس شرف کو کھونا نہیں چاہتا یہ اونٹ حاضر ہیں واپس لیجئے اور مجکو میرے حصّے کے وہی چار اونٹ جو مجکو پہلے ملے تھے دے دیجئے جناب علی مرتضیٰ نے ایسا ہی کیا۔ عباس ابن مرداس اپنے حصہ کے چاروں اونٹ لیکر علیحدہ ہو گیا معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۲۶۹ - ۲۷۰ روضۃ الصفا جلد دوم تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۲۰۴ ۔

سریّہ بنی طے

بنی طے عرب میں نہایت مشہور و معروف قبیلہ تھا اس کے رئیس قبیلہ حاتم کے مثال سخاوت اور ہمت اجتک دنیا کی زبان پر یادگار ہیں رسول اللہ کے زمانہ میں حاتم تو دنیا کی عقوبت طے کر چکا تھا مگر اسکا بیٹا عدی اپنے باپ کا قایم مقام زندہ تھا بنی طے اور بنی عدی کی امارت اسکو ورثا پہنچی تھی اسلام کو عدی ہمیشہ نفرت کی نگاہوں سے دیکھتا تھا اور کبھی اس کی اچھی بشارتوں کی طرف مائل ہوتا تھا اصنام پرستی کی جہالت اس قبیلہ میں بھی موجود تھی جس طرح قریش کے ہر قبیلہ کا ایک ایک بت علحدہ تھا اور ان بتوں کے نام بھی جدا تھے اسی طرح ابن عدی کا بھی بت جدا تھا اس کا نام فلس تھا اس کے لئے نہایت خوشنما تبخانہ بنا ہوا تھا اور شبانہ روز اس کی پرستش نہایت ادب اور عقیدت سے ہوا کرتی تھی عدی ابن حاتم کی نگاہوں میں اس بت کی بہت بڑی عظمت تھی اور نہایت صداقت سے اسپر ایمان لایا تھا ہوازن اور ثقیف کے تبخانوں کو مسمار کر کے جناب علی مرتضیٰ کو فراغت ہوئی تو دربار نبوت سے قبیلہ طے کے اصنام شکنی کا حکم دیا گیا اس غرض سے دو سو سوار جناب علی مرتضیٰ کے ہمراہ کئے گئے اور بنی طے کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمائے گئے عدی ابن حاتم کو اس کی خبر پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی اور وہ اپنے قبیلہ کو ان کے مقابلہ سے مجبور خیال کر کے بھاگ جانے کے اسباب فراہم کرتا تھا تھوڑی ہی دن میں اس نے ان سامانوں کی درستی کر لی اور ملک شام کی طرف چلا گیا۔

فوج اسلامی قبیلہ طے کی طرف اسوقت پہنچی جب عدی ابن حاتم وہاں سے بھاگ چکا تھا یہ واقعہ ماہ ربیع الثانی ۹ ہجری میں واقع ہوا جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام نے ان کو مغلوب و مجبور کر دیا مگر ان کے ساتھ کوئی شدت نہیں کی سوائے اسکے کہ اس تبخانہ کو جس میں فلس کی پرستش ہوتی تھی مسمار کر دیا عدی تو بھاگ گیا اس کے بہن ایک معمر عورت جسکا نام سفانہ تھا موجود تھی اسکو آپ نے اس کی پیش خدمتوں کے ساتھ گرفتار کر لیا اور نہایت عزت و احترام سے جیسا کہ اخلاق نبوی اور اشفاق مرتضوی کے شایاں تھا اپنے ہمراہ لے کر رسولخدا کی خدمت میں حاضر کر دیا۔

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ان کے اس حسن خدمت سے بہت بڑی خوشی ہوئی اور اخیر میں تو اس سریہ کا وہ نتیجہ نکلا جو بڑے بڑے فتوحات کا حاصل نہیں ٹھہرا تھا سفانہ کے ساتھ بھی جناب رسولخدا نے وہی رعایتیں جائز رکھیں جو علی مرتضیٰ نے روا رکھیں جناب رسولخدا اور سفانہ کے ساتھ بھی جناب رسولخدا نے وہی رعایتیں جائز رکھیں جو علی مرتضیٰ نے روا رکھیں جناب رسولخدا صلعم کی باہمی گفتگو کو اسپرٹ آف اسلام کے ذیقدر مصنف نے اپنی قابل قدر کتاب کے ص ۲۰۳ سے ص ۲۰۴ تک نہایت خوبصورتی سے لکھا ہے اسپرٹ آف اسلام

چند دنوں کے بعد وہ مدینہ سے رخصت کر دی گئی زاد سفر راحلہ وغیرہ سفر کی تمام ضروری چیزیں جو پیش ہوتی ہیں ہمراہ کر دی گئیں جناب رسولخدا نے ان سب چیزوں کے مصارف اپنے پاس سے ادا کئے اور اس کی درخواست پر اسکو

اسکے بھائی کے پاس شام کی طرف روانہ کر دیا سفانہ نے شام میں پہنچکر جناب علی مرتضیٰ کے تشریف لانے کی کیفیت اپنی اسیری اور ماں کے اخلاق سے پیش آنے کی حالت جناب رسالتمآب کے محاسن اخلاق کی تمام و کمال و حال بیان کئے جس کی بنا پر عدی ابن حاتم کے دل پر اسلام کے اخلاق و اشفاق کا گہرا نقشہ جمگیا اور وہ ملک شام سے اکر اپنے قبیلے کے ساتھ ایک ہی سال کے اندر مدینہ خود آکر اسلام سے مشرف ہوا تاریخ طبری جلد چہارم ص ۹۹۴ تا ۲ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۲۱۹ معارف التنزیل ص ۶۲۹ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۴۴ مدارج النبوۃ ص ۴۴۰ اسپرٹ اف اسلام ص ۲۰۳

غزوہ تبوک

یہی ایک غزوہ ہے جس میں جناب رسالتمآب کی رفاقت کا پہلو جناب علی مرتضیٰ سے خالی تھا اسوقت تک اسلام نے عرب کے قریب قریب تمام حصوں کو اپنے زیر فرمان کر لیا تھا اور اسکے احکام علی الاعلان جزیرہ نمائے عرب کے ہر حصہ میں تسلیم کرنے لگے تھے بعض حصوں نے تو کامل طور سے اسلام لاکر اس کی متابعت اختیار کر لی تھی اور بعضوں نے جزیہ کی شرائط قبول کر کے اسلام کو اپنا معاون مددگار اور اپنا ناصر بنا لیا تھا مگر ملک شام نے آجتک اسلام سے کوئی معاملہ نہیں کیا تھا۔

شام کا علاقہ اسوقت یونانی عیسائیوں کے قبضہ میں تھا جن کے فتوحات ترقی کرتے ہوئے فارس کے ملے ہوئے حصوں تک پہنچ گئے تھے شام کا موجودہ بادشاہ ہرکلس جسکو اہل عرب ہرقل کہتے تھے۔ اسلام کو اپنی تمدنی تعصب کی وجہ سے ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتا تھا جسوقت آنحضرت نے زید کو اپنا قاصد بنا کر ہرقل کے پاس بھیجا تو ہرقل نے بغیر کچھ سمجھے بوجھے زید کو قتل کر ڈالا زید کو مار کر ہرقل کو اسلام کی طرف سے خوف ہو گیا اور قبل اسکے کہ اسلام کی طرف سے ہرقل کے ساتھ اس خون بہا کی نسبت کوئی تحریک کی جائے اُسنے اپنی حفاظت ما تقدم کے خیال سے شام میں فوج جمع کرنی شروع کر دی اور اپنی فوج کے سرداروں کو بھی عرب پر حملہ کرنے کے خیال سے فوج کی درستی کا حکم دیا اور وہ نہایت سرگرمیوں سے فوج کے جمع کرنے میں مصروف تھے اسپرٹ آف اسلام ص ۳۰۰

ان طیاریوں کی خبر مدینے میں جناب رسالتمآب کو معلوم ہوئی آپنے علی مرتضیٰ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین اور قایم مقام چھوڑ کر شام کا قصد فرمایا اور تمام فوج اپنے ہمراہ لی یہ غزوہ ماہ رجب ۹ سنہ ہجری میں واقع ہوا گرمی کے دن تھے عرب کا ملک جہاں کا ذرہ ذرہ تمازت میں آفتاب تھا لشکر اسلام نہایت دقتوں سے مقام تبوک تک پہنچا جو دمشق اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو مدینہ میں چھوڑا تھا یہاں بعض منافقین نے ان کے رجھانے پر افواہ اڑا دی کہ جناب رسولخدا ان کی طرف سے ملول ہیں

حقیقت میں تو اس افواہ کی کچھ بھی اصل نہیں تھی۔ مگر غور کی نگاہ ڈالی جائے تو جو خرابیاں اس سے پیدا ہوئیں وہ نہایت آسانی سے معلوم کی جا سکتی ہیں شدہ شدہ یہ خبر جناب علی مرتضیٰ کو پہنچی آپ کو سخت انتشار ہوا علی مرتضیٰ کے ایسے جاں نثار

اور وفادار اپنی نسبت رسولخدا کی طرف سے ایسی غلط افواہ کا سننا کیسے پسند کرتا تھا آپ نے یہ سوچا کہ اگر میں اسوقت یہاں موجود رہکر اہل مدینہ کو رسولخدا کی وہ شفقت اور مہربانیاں جو ہمیشہ ہمارے حال پر رہی ہیں لاکھ یاد دلاؤں اور ان کی موجودہ غلط فہمیوں کی اگرچہ اصلاح کی جائے مگر ان کی مخالف طبیعتیں اپنی مخاصمت کو ایک نہ سنیں گی اور یہ خیال یوما فیوما ترقی کرتا ہوا ایسا قوی ہوجائے گا جو ایک دن اسلام کے اختلاف اور نفاق کا قوی ذریعہ ہوگا اس لحاظ سے جناب رسالتمآب سے ملنے کا آپ نے قصد کر لیا اور مدینہ سے اٹھکر جناب علی مرتضیٰ منزل جرف میں جو تبوک سے قریب واقع ہے اسلامی لشکر سے جاملے۔ جناب رسولخدا علی مرتضیٰ کو تنہا آتے ہوئے دیکھکر نہایت متفکر ہوگئے اور پوچھنے لگے بھائی خیریت تو ہے تم مدینہ سے کیوں چلے آئے علی مرتضیٰ نے مدینہ کی روداد بیان فرمائی اس کیفیت کو سنکر جناب رسالتمآب نہایت متاسف ہوکر ارشاد فرمانے لگے یاعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا لا نبی بعدی تم میرے نزدیک ویسے ہی ہو جیسا ہارون موسیٰ کے نزدیک تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہوگا الحدیث کے بعد یہ کلمات بھی آپ نے فرمائے۔ تم میرے اہلبیت میں میری امت پر خلیفہ ہو اور اے بھائی واپس جاؤ کہ مدینہ میں آجکل میرے یا تمہارے سوا اور کوئی انتظام نہیں کرسکتا آنحضرت کے اس فرمان سے انکو فی الجملہ اطمینان ہوا اور جبکہ منزل جرف سے مدینہ واپس آئے

تاریخ طبری جلد چہارم ص ۲۷۰ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۴۶ تاریخ الانبیاء جلد ثانی ص ۳۲۹ روضۃ الصفا قلمی ص ۱۳۳ ابو الفدا ص ۱۵۲ المرتضیٰ باسناد صحیح بخاری ص ۵۸

حدیث منزلت کی تحقیق

نوٹ نوٹ سوانح عمری حضرت علی السلام کے ذیقدر مصنف اپنی کتاب کے ص ۳۲۸ میں اس حدیث کی نسبت تحریر فرماتے ہیں وقد صنف القاضی ابو القاسم علی ابن المحسن بن علی التنوخی کتابا سماہ ذکر الروایات من نیف وثلاثین ورقہ عنقبہ علیہا تاریخ الروایۃ سنۃ خمس و اربعین و اربعمائۃ وروی التنوخی حدیث انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ عن عمر ابن الخطاب وعن علی وسعد ابن ابی وقاص وعبد اللہ ابن مسعود وعبد اللہ ابن عباس وجابر ابن عبد اللہ الانصاری وابی ہریرۃ وابی سعید الخدری وجابر ابن سمرۃ ومالک ابن الحویرث والبراء ابن عازب وزید ابن ارقم وابی رافع وابی بریدۃ الاسلمی وابی ایوب الانصاری وعقیل ابن ابی طالب وحبشی ابن جنادۃ السلولی ومعاویۃ ابن ابی سفیان وام سلمہ زوجۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واسماء بنت عمیس وسعید ابن المسیب ومحمد ابن علی ابن الحسین علیہم السلام وحبیب ابن ثابت وفاطمۃ بنت علی وشرحبیل ابن سعد یعنی قاضی ابو القاسم علی ابن المحسن ابن علی المتوفی فی ۴۴۷ھ ہجری نے اس حدیث کے متعلق ایک رسالہ تیس ورق کا لکھا ہے جس میں الحدیث کو بزرگان مندرجہ بالا بیس ۳۰ صحابہ سے روایت کیا ہے علامہ مدوح کے محامد ومحاسن کی تحقیق ہیں ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں تحریر فرمایا ہے ابو القاسم علی ابن علی التنوخی فکان ادیبا فاضلا ذکرہ الخطیب فی تاریخہ وعدل فی بتوجہ الذین تعنی عنہم ابو القاسم تنوخی اپنے وقت کے ادیب فاضل تھے اور

ور خطیب بغدادی نے انکو اپنے شیوخ کے اس زمرہ میں شمار کیا ہے جن سے انہوں نے روایتیں لی ہیں۔

علامہ سمعانی کتاب الانساب میں تحریر فرماتے ہیں قال الخطیب کتبت عنہ وسمعتہ یقول ولدت بالبصرۃ فی نصف من شعبان سنۃ سبعین وثلثمائۃ وقد قبلت شہادتہ عند الحکام فی حدیثہ ولم یزل علی ذالک مقبولا الی اخر عمرہ وکان مستحفظا فی الشہادۃ محتاطا صدیقا فی الحدیث۔

اب ہم اُن علمائے کرام کے نام ذیل میں درج کرتے ہیں جن بزرگوں نے اس حدیث منزلت کی توثیق فرماکر انکو اپنی اپنی تصانیف میں درج کیا

نمبر شمار	محدثین	وفات سنہ	نام کتاب	نمبر شمار	محدثین	وفات سنہ	نام کتاب
۱	محمد ابن اسحاق	۱۵۲ھ	سیرت النبی	۲	محمد ابن سلیمان بن داؤد الطیالسی		مسند
۳	محمد ابن کاتب الواقدی		طبقات الکبری	۴	ابن ابی شیبہ استاد امام بخاری	۲۳۹ھ	مسند
۵	امام احمد ابن حنبل	۲۴۲ھ	مناقب و مسند	۶	ابو عبد اللہ محمد ابن اسمٰعیل بخاری		جامع الصحیح
۷	ابن عرفہ	۲۵۹ھ		۸	مسلم ابن الحجاج		؍؍
۹	ابن ماجہ	۲۷۳ھ	سنن	۱۰	ابن حبان		صحیح
۱۱	امام ترمذی	۲۷۹ھ	جامع الصحیح	۱۲	عبد اللہ ابن امام احمد حنبل	۲۹۰	زوائد فی المسند
۱۳	ابن ابی خثمہ			۱۴	بزاز تلمیذ امام بخاری		
۱۵	امام نسائی	۳۰۳ھ	صاحب السنن	۱۶	ابو یعلی	۳۰۷ھ	مسند
۱۷	محمد ابن جریر الطبری	۳۱۰ھ	تاریخ الرسل	۱۸	یعقوب ابن اسحاق ابو عوانہ شافعی تلمیذ امام مسلم		
۱۹	ابو الشیخ			۲۰	الطبرانی	۳۶۰ھ	معجم ثلاثہ
۲۱	الحفص الذہبی	۳۹۴ھ		۲۲	ابو اللیث سمرقندی الحنفی		
۲۳	حاکم	۴۰۰ھ		۲۴	ابو سعید	۵۶۲ھ	شرف النبوۃ
۲۵	ابو بکر شیرازی		کتاب الالقاب	۲۶	ابن مردویہ	۴۱ھ	مناقب
۲۷	حافظ ابو نعیم	۴۳۰ھ	حلیۃ الاولیاء	۲۸	ابن السمان	۴۳۰ھ	
۲۹	ابی القاسم علی ابن الحسن التنوخی	۴۴۵ھ		۳۰	حافظ ابو بکر احمد ابن علی خطیب بغدادی		
۳۱	امام عبد البر	۴۶۳ھ		۳۲	ابن مغازلی الشافعی		مناقب
۳۳	شیرویہ دیلمی		فردوس الاخبار	۳۴	امام بغوی		شرح السنۃ
۳۵	عبدری		جمع بین الصحیحین	۳۶	العاصمی		زین الفتی

نمبر شمار	محدثین	سنہ وفات	نام کتاب	نمبر شمار	محدثین	سنہ وفات	نام کتاب
۳۷	حافظ محمد ابن عمر ار دیلمی		سیرۃ	۳۸	ابن عساکر		تاریخ
۳۹	ابوطاہر احمد بن محمد صفہانی			۴۰	الخوارزمی		مناقب
۴۱	ابن اثیر		کامل التاریخ	۴۲	حافظ سعد الدین محمود ابن محمد الصالحی		
۴۳	امام فخر الدین رازی		اربعین تفسیر کبیر	۴۴	حافظ ابوالربیع سلمان ابن سالم		
۴۵	محمد ابن محمود النجار		تاریخ	۴۶	ابن طلحہ الشافعی		مطالب السئول
۴۷	سبط ابن جوزی		خواص الائمہ	۴۸	ابو یوسف الکنجی		کفایۃ الطالب
۴۹	امام نودی		شرح صحیح مسلم	۵۰	محب طبری		ریاض النضرہ
۵۱	حموینی		فرائد السمطین	۵۲	ابوالفتح محمد ابن محمد المعروف بابن		عیون الاثر
۵۳	ابن قیم		زاد المعاد	۵۴	عبد ابن سعد یافعی		
۵۵	ابن کثیر		تاریخ	۵۶	احمد بن محمد ابن احمد ملقب الدولہ		عروۃ الوثقیٰ
۵۷	المزی جمال الدین یوسف		تحفۃ الاشراف	۵۸	علامہ زرندی		درر السمطین
۵۹	سید علی ہمدانی		مودۃ القربیٰ	۶۰	محمد ابن محمد معروف بابن شحنہ		روضۃ المناظر
۶۱	حافظ ابوزرعہ احمد ابن عبد الرحیم		شرح التقریب	۶۲	قاضی شہاب الدین دولت آبادی		ہدایۃ السعدا
۶۳	ابن حجر عسقلانی		تہذیب التہذیب	۶۴	ابن مالکی		فصول المہمہ
۶۵	علامہ جلال الدین سیوطی		تفسیر در منثور	۶۶	علامہ حسین دیار بکری		تاریخ الخمیس
۶۷	ابن حجر مکی		صواعق محرقہ	۶۸	علی ابن حسام الدین متقی		کنز العمال
۶۹	جمال الدین محدث		روضۃ الاحباب	۷۰	محمد ابن عبد الرؤف		کتاب السیر
۷۱	شیخ عبد اللہ		سیر مصطفوی	۷۲	الشیخ احمد بن الفضل بن محمد		وسیلۃ المآل
۷۳	محمد صفی الدین جعفر محبوب عالم		تذکرہ	۷۴	البدخشی مرزا معتمد خان		الابرار
۷۵	ولی اللہ احمد ابن عبد الرحیم دہلوی		ازالۃ الخفا	۷۶	احمد ابن عبد القادر العجیلی		ذخیرۃ المآل
۷۷	رشید الدین خان		شوکت عمریہ	۷۸	شیخ احمد دحلان		سیرۃ النبوۃ
۷۹	الشبلنجی		نور الابصار				

احکام عشرہ کی تبلیغ

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد بھی ابھی تک مشرکین کو طواف کعبہ یا ارکان حج بجا لانے کی مطلق ممانعت نہیں کی تھی وہ اسی طرح آتے جاتے رہے اس میں ایک مصلحت تھی آپکو یہ خیال تھا کہ بقیہ اہل مکہ بھی جو دائرہ اسلام میں ابتک نہیں آئے ہیں اپنے مسلمان بھائیوں کی دیکھا دیکھی جو ارکان حج وغیرہ ادا کرتے ہیں۔ اسلام کیطرف مائل ہوں گے اور یہی ذریعہ اُن کے قبول اسلام کے لئے آسان ہوگا دو برس تک اسکا انتظار کیا گیا اور اسمیں کسیقدر کامیابی بھی ہوئی مگر اب دو برس گذرجانے کے بعد اسلام کے ارادے ان غیر مترتب حالتوں کو ضرورت سے زیادہ قایم نرکھ سکے اور اسنے ان تمام امکان کو ایکمرتبہ دفعہ کردیا اپنی رفاہ کے لئے مناسب سمجھا نیکے باقی رہجانے سے یہ خیال ہوتا تھا کہ تازہ مسلمان جنھوں نے اسلام کو مضبوطی سے نہیں تھاما تھا کفار سے مل جل کر پھر ان میں داخل ہو جائیں اسپرٹ آف اسلام ص ۲۰۶

احکام عشرہ کے نازل ہونے پر جناب رسالتمآب نے حضرت ابوبکر کو ان کی تبلیغ کے لئے مکہ جانیکا حکم دیا اور یہ کہدیا کہ مشرکین یہ احکام سنا کر انکو آیندہ سال سے حج کرنے کی تاوقتیکہ وہ اسلام کو قبول نکرلیں قطعی ممانعت کردیجائے مگر حضرت ابوبکر کو اسکے لئے ہرگز موزوں نہ سمجھا اور اپنا ناقہ جسکا عضبا نام تھا علی مرتضیٰ کو دیکر یہ فرمایا کہ مکہ کی طرف چلے جاؤ اور ابوبکر سے وہ سورہ لیکر تم خود مشرکین کو سناؤ اور جن امور کی نسبت خدائے قادر نے اپنا حکم صادر فرمایا تھا انکو اچھے طور پر سمجھا دینا کہ پھر اہل اسلام اور کفار میں کوئی حجت باقی نرہے۔

جناب علی مرتضیٰ نے راہ میں حضرت ابوبکر سے وہ مقدس احکام لے لئے اور مکہ پہنچکر مشرکین کے سامنے اُسی استقلال جرات اور دلیری سے انھیں پڑھا جس سے آپنے برابر اُن کے اعدا سے ہر جنگ میں مقابلہ کیا تھا جناب علی مرتضیٰ کو قریش کے اس کثیر مجمع میں اپنی تقریری قوتوں سے کام لینے کا یہ دوسرا موقع تھا دعوت قریش کے روز بھی آپ نے قریش کے ایسے ہی مجمع جو اسدن کے جلسہ سے کثرت میں کہیں بڑھا ہوا ہے اسدن تو چالیس تھے اور آج چالیس ہزار سے بھی زیادہ نہایت جرات و دلیری سے اسلام کے وہ احکام سنائے جنکا سنانا اُن کے لئے جان دیدینے سے زیادہ دوبھر تھا اسلامی غزوات کے واقعات سے قریش کیا تمامی مشرکین عرب کے دلوں پر جناب علی مرتضیٰ کی بےنظیر شجاعۃ اور دلیری کے گہرے سکے جمے تھے اور آپ کی ہمت وجرارت ایسی ہی تھی کہ وہ اُن کے سامنے زبان ہلانے تک کی قدرت نہیں رکھتے تھے

حضرت ابوبکر نے مکہ سے مدینہ پہنچکر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی معزولی اور علی مرتضیٰ کی ماموری کی وجہ پوچھی تو ارشاد ہوا کہ ہبط الی من عند اللہ عزوجل لانہ لا یودی عنک الا انت او رجل منک وعلی منی وانا منہ وھو اخی ووصی ووارثی وخلیفتی فی اھلی وفی امتی من بعدی تقضی دینی وینجز وعدی ولا یودی عنی الا علی یعنی خدا کا حکم پہنچا کہ ہم کسی کو اپنی اس تبلیغ کے لئے نہیں بھیج سکتے سوائے اپنے یا اپنے اہلبیت میں اسکو جو تمھارے ہو۔ علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرا بھائی ہے وصی ہے وارث ہے میرے اہلبیت اور امت میں میرا خلیفہ

میرے بعد وہ میرا قرض ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا اور انکو کوئی پورا نہ کر سکے گا سوائے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے۔ المرتضیٰ ص ۱۴۶ باسناد صحیح ترمذی ابواب تفسیر القرآن امیر شاف اسلام ص ۲۰۶ باسناد تفسیر کبیر سوانح عمری علیؑ ص ۷۶ باسناد صحیح امام نسائی و مسند ابن حنبل تحاف اہل اسلام ص ۱۵۳ باسناد علامہ ابن خلدون تاریخ مسعودی ابوالفدا ص ۳ روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۱۴۸ تاریخ الانبیاء جلد دوم ص ۲۶۴

سریہ وادی الرمل

تبلیغ سورہ برأت کے بعد جناب علی مرتضیٰ کو اس سریہ کی خدمت سپرد ہوئی میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ سرایا کی خدمتیں آپکو بہت کم سپرد ہوئیں اور جب کبھی سریہ کی مہم ایسی ہی دشوار ہو جاتی تھی جن میں ان کے ایسے جرار اور تجربہ کار کی ضرورت پڑتی تھی تو آپ اس سریہ کے امیر ہو کر روانہ کئے جاتے تھے ان پر کوئی دوسرا حکمراں نہیں کیا جاتا تھا۔ قبیلہ بنی رملہ کی ایک جماعت جو ابھی تک اسلام نہیں لائی تھی مدینہ سے ملے ہوئے پہاڑوں پر جمع ہوئی اور شہر پر حملہ کرنیکا قصد کیا اس کی خبر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کانوں تک پہنچی آپنے تھوڑی سی فوج حضرت ابوبکر کی ماتحتی میں اسطرف روانہ کر دی بنی رملہ صاف گو نہیں تھے جو رو در رو مقابلہ کرتے ڈاکو تھے لوٹ مار ان کا پیشہ تھا فوج اسلامی کی خبر پاتے ہی پہاڑوں میں چھپ گئی جب لشکر اسلام پہنچا تو وہاں کسیکو نہ پایا مجاہدین اسلام نے آرام کے خیال سے وہیں مقام کیا وہ تھکے ماندے سپاہی جو مدینہ سے یہاں تک غنیم کے سراغ میں بےخبر چلے آئے تھے مقام ہوتے ہی مطمئن ہو کر سو رہے ان کا غافل ہونا تھا کہ بنی رملہ کے مشرکین اپنے کمین گاہوں سے تلواریں لیکر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اہل اسلام اس بلائے ناگہانی سے سخت گھبرا گئے اور کسی نہ کسی طرح افتاں و خیزاں مدینہ میں پہنچے۔

انکے ناکام واپس آنے کے بعد جناب رسالتمآبؐ نے حضرت عمر ابن الخطاب کو بھیجا ان کے ساتھ بھی وہی واقعہ پیش آیا جناب رسالتمآبؐ نے تیسرے بار عمرو عاص کو اس سریہ کے لئے منتخب کیا پہلے دونوں افسروں کو ان کی ماتحتی میں دیکر اسطرف روانہ کر دیا عمرو عاص بھی فوج لیکر وہاں پہنچے پہلے ان کو بھی وہاں کوئی نہ دکھلائی دیا اور رات کے وقت بنی رملہ کے مشرکین نے ان کے ساتھ بھی وہی واقعہ پیش کیا جو اس سے پہلے دو بار کر چکے تھے ان متواتر ناکامیوں پر جناب رسولخداؐ کو بنی رملہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا۔ اور اس کی کامل تنبیہ کی ضرورت ہر طرح سے لازم آئی عمرو عاص کے لوٹتے ہی آپ نے پھر ایک تازہ سریہ کا انتظام فرمایا اور اب حضرات ابوبکر عمر ابن الخطاب اور عمرو عاص سابق امیران اسلامی فوج کو جناب علی مرتضیٰ کے زیر فرمان دیکر ان کی طرف روانہ کیا اور مسجد احزاب تک جناب علی مرتضیٰ کے ہمراہ آئے

اس خفیف مہم میں اہل اسلام کی متواتر ناکامیابیوں کی کیا وجہ تھی وہ یہ تھی کہ حضرات اہل امر کی تحقیقات کی طرف مطلق توجہ نہیں فرماتے تھے اور میدان و قرب و جوار کو مخالف سے خالی پاکر ان کی آئندہ تلاش سے غافل ہو جاتے تھے جس کا نتیجہ سوائے ناکامیابی اور کیا ہونے والا تھا ان کے برعکس مشرکین پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ ہم اسلام سے دردور

مقابلہ تو کر ہی نہیں کر سکتے اور ان کی ایسی جماعت بھی جمع نہیں کی جا سکتی جس وقت اہل اسلام ہمارے مقابلہ کا یقین کریں ہم انکی نظروں سے غائب ہو جاتے تھے اور جب ان کو ہمارے چلے جانیکا پورا الیقین ہو جائے ہم دفعتاً ان پر ٹوٹ پڑیں اور اپنے ہتھیاروں سے ان کی غافل سپاہ کو قتل کریں مشرکین ان اصول پر قایم تھے اور اہل اسلام بے خبر اور یہی اسلام کی شکست اور مشرکین کی کامیابی کی اصل وجہ تھی جناب علی مرتضیٰ نے سب سے پہلے اس امر کی نسبت غور فرمایا اور اس ہی وجہ کو فوج اسلامی کی ہزیمت کا باعث قرار دے کر فوج اسلامی کے سابق افسر دیکھ اس راہ سے پہاڑ پر چڑھ لئے گئے جس کی نسبت مشرکین کو یقین تھا کہ فوج اسلام اس طرف سے کبھی نہیں آسکتی اسکے علاوہ آپ نے فوج کی روانگی میں ایک اور جدید انتظام فرمایا وہ یہ تھا کہ دن کو لشکر قیام کرتا تھا اور رات کو چلتا تھا عمرو عاص کو یہ انتظام دیکھ کر اپنی ناکامیابیوں پر نہایت حسرت آئی مگر خجالت مٹانے کے ذریعہ سے انھوں نے موجودہ اسلامی جماعت میں اختلاف پیدا کرنے کا قصد کیا اور جناب علی مرتضیٰ کی تجویزوں کو اپنے لئے مضر ٹھیرا کر مجاہدین اسلام سے یہ بیان کیا کہ جس راہ سے تم جاتے ہو وہ تمہاری کل فوج کی نقصان کے باعث ہے بہتر یہ ہے کہ ہم میدان کی راہ سے چلیں اور پہاڑوں کے راستوں کو چھوڑ دیں مگر کسی اہل اسلام نے ان کی رائے سے اتفاق نکیا۔ اور یکزباں ہو کر سب نے یہی جواب دیا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمکو علی مرتضیٰ کی متابعت کا حکم دیا ہے ہم ان کے خلاف نہیں کر سکتے۔

بہر حال جناب علی مرتضیٰ نے فوج اسلامی کو اسی طرح بآرام تمام مشرکین کی کمین گاہ تک پہنچا دیا اور انکی جماعت پر اپنی حسن صلاح سے اسوقت پہنچے جب تمام مشرکین خواب غفلت میں سو رہے تھے آپ نے جاتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور ان کی جماعت میں وہی مصیبت پیدا کر دی جو اس کے قبل دو مرتبہ اسلام کے گروہ میں وہ پہلے پیدا کر چکے تھے اور اپنے دلیرانہ حملوں سے انکی موجودہ جمعیت کو ایسا منتشر کر دیا کہ پھر وہ کبھی اسلام سے کسیطرح کا تعرض نکر سکے روضۃ الصفا کے ذی قدر مصنف اپنی باوقعت تصنیف کی دوسری جلد میں یہ لکھتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ کے اس مرتبہ سے منصور اور فتحیاب ہو کر مدینہ میں آنیکی خبر جناب رسالتمآب کو پہنچی تو آپ خود جناب علی مرتضیٰ کے استقبال کے لئے روانہ ہوئے اور جسوقت علی مرتضیٰ کی نظر جناب رسالتمآب کے چہرہ پر پڑی تو نہایت درجہ کی خوشی کے سبب آنکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے بہرکیف یہ کیفیت دیکھکر جناب رسولخدا نے فرمایا کہ یا علی اگر ہمکو اسکا خوف نہوتا کہ امت اسلامیہ کے لوگ تیرے حق میں بھی وہی باتیں کہیں گے جو امت مسیحیہ کے لوگ حضرت عیسیٰ مریم علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں تو بیشک میں تیرے فضائل و مناقب میں وہ باتیں کرتا کہ پھر تو جدھر جاتا لوگ تیرے قدموں کی خاک اٹھاتے روضۃ الصفا ص ۱۶۶

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کی ان قابل قدر کوششوں کی نسبت۔ فواتح میبذی اور معارج النبوۃ کے ذی قدر مصنفوں نے آنحضرت کی ایک حدیث نقل کی ہے جو قریب قریب اسی حدیث کے ہے جسے ہم اسی کتاب میں غزوۂ خیبر کے خاتمہ پر لکھ آئے ہیں معارج النبوۃ رکن چہارم مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۹۷

مباہلہ با اشراف بنی نجران

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ ہجری بعد فتح مکہ کے بعد اُن غیر مومنوں کی طرف دعوت اسلام کے پیغام بھیجے اور اُنکو خطوط لکھے جو اب تک نعمت اسلام اور دولت ایمان سے محروم تھیں اُنہیں سے تھوڑے تو اسلام لائے اور بعض نے مصالحت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متابعت کر لی اُنھیں کے ذیل میں اشراف بنی نجران بھی تھے انکے پاس بھی خط بھیجے گئے یہ قبیلہ کا قبیلہ عیسائی تھا۔ بہت پڑھا لکھا ہوا ہرطرح کی تحقیقات سے کامل ان کے چار عالم مشہور و معروف جناب رسالتمآب کی خدمت میں مدینہ پہنچے ان میں سے ایک کا نام عبدالمسیح تھا جس کو عاقب کہتے تھے یہ شخص قبیلہ نجران کا رئیس تھا دوسرا ایہم اور اسکو اسید بھی کہتے تھے یہ ان لوگوں کا پیش دست تھا۔ تیسرا ابو الحارث یہ شخص ان لوگوں میں سب سے بڑا عالم مشہور تھا اُس قبیلہ کے تعلیم اسی کے متعلق تھی جو تھا کرز تھا جو ابو الحارث کا بھائی تھا اور فضل و کمال میں اپنے بھائی کا ہم سبق یہ چاروں ملکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور متابعت و مصالحت کے خیال چھوڑ کر آپ سے علمی مقابلے اور مناظرے پر امادہ ہوئے جب اس میں بھی وہ کامیاب نہوئے تو آخر کار اُنھوں نے مباہلہ کے ذریعہ سے اپنا فیصلہ چاہا عرب میں مباہلہ کا دستور قدیم چلا آتا تھا یہ ایک قسم تھی فریق آپس میں اپنے اپنے مختلف دعوؤں پر قسم کھاتے ہیں جو حق پر ہوتا ہے اسکا کچھ نہیں ہوتا جو ناحق قسم کھاتا تھا اسے نقصان عظیم اٹھانا ہوتا تھا بہرحال آنحضرت نے اُن کے کہنے سے مباہلہ کو قبول کر لیا اور ذیل کا آیہ بھی اس کی منظوری میں آگیا۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممترین فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین

اسدن تو وہ لوگ چلے گئے دوسرے دن علی الصباح جناب رسالتمآب اس آیۂ وافی ہدایہ کی تعمیل کے لئے گھر سے تشریف لائے تو یہ لوگ اُن کے ساتھ تھے دو چھوٹے معصوم بچے۔ چھوٹا ایک گود میں بڑا ایک آپ کی انگلی تھامے ایک خاتون معظمہ عقب میں اور ایک جوان بزرگوار آگے آگے یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جس نے مخالف کے دل میں مرعوب ہیبت پیدا کر دی اور عیسائیوں کی موجودہ جماعت نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جنکو آپ اپنے ساتھ لائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ صدیقہ کے قول کے مطابق اُن کے جواب میں ارشاد فرمایا انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا پھر کہا یہ بچے میرے نواسے ہیں اور یہ لڑکی ان بچوں کی ماں ہیں اور یہ میرا ابن عم اور داماد ہے اور یہی لوگ ابناءنا ونساءنا وانفسنا میں داخل ہیں اور یہی لوگ بہترین خلق ہیں۔

اسوقت کی دلکش کیفیت نے عیسائیوں پر نہایت گہرا اثر ڈالا اور اُن کے دلوں میں اسلام کی صداقت پیدا کر دی وہ مباہلہ کی جرأت نکر سکے اور ان خیالوں سے درگذر کر کے جناب رسالتمآب سے صلح کی درخواست کی استدعا کی جو آنحضرت نے منظور فرمایا اور وہ بنی یہ

طے پایا کہ دو ہزار حلے سالانہ فی حلہ قیمتی چالیس درہم اور جنگی مصارف کے لئے (ضرورت کے وقت) تین زرہیں تیس نیزے تیس گھوڑے بطور مستعار عیسائیوں کو دینا ہوگا اور اہل اسلام بعوض ان شرائط کے اُن کے امن و امان کے ضامن ہوئے اُن کے مخالفین سے انکی پوری حفاظت کریں گے اس معاہدے پر جانبین سے دستخط ہو کر تصفیہ ہوگیا عیسائی جماعت صحیح و سلامت اپنے مقام کو واپس گئی روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۵۳ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۲۲۷ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۳۰۶ تاریخ الخمیس ص ۱۳۱ مطبوعہ مصر تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۲۲ اتحاف اہل سلام ص ۱۵۷ تاریخ الائمہ جلد دوم ص ۹۰ المرتضیٰ ص ۴ باسناد صحیح باب المناقب و تفسیر معالم التنزیل۔

سریہ بنی زبید

قبیلہ بنی زبید مدینے سے کچھ دور مغرب کی طرف آباد تھا عمر ابن معدی کرب اس قوم کا رئیس تھا واقعہ مباہلہ کے بعد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوا اور اپنے گھر واپس گیا راہ میں ابن اشعث خثعمی ملا ایام جاہلیت میں اسی اشعث نے عمر کے باپ معدی کرب کو مار ڈالا تھا عمر نے موقع پا کر اُس سے اپنے باپ کا قصاص لینا چاہا دونوں نے اپنا قضیہ آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا پہلے عمر نے اپنی سرگذشت کہہ سنائی اور اپنے باپ کے قصاص دلوائے جانے کے لئے رسول اللہ سے درخواست کی جناب رسالتمآب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا اھدر الاسلام ما کان فی الجاھلیۃ اسلام لانے کے بعد ایام جاہلیت کے خون کا قصاص نہیں ہو سکتا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ عمر تو ایک عرب دوسرے قصاص کا جھگڑا جس کے واسطے قبیلے کے قبیلے ختم ہو جائیں۔ بستیاں اجڑ جائیں۔ آبادیاں ویران ہو جائیں مگر جب تک دونوں فریق میں سے ایک فریق کا کامل استیصال نہ ہو جائے ممکن نہیں کہ لڑائی تمام کی جائے عمر ابن معدی کرب کو آنحضرت کا ایسا قطعی حکم نہایت بُرا معلوم ہوا۔ اور وہ اسی دن سے اسلام کی طرف سے بدظن ہو کر مرتد ہو گیا اور مدینہ سے چل کر راستہ میں قبیلہ حارث ابن کعب کو قتل کرتا ہوا اپنے قبیلے میں جا ملا جناب رسالتمآب کو اس واقعہ کی خبر پہنچی اور حارث ابن کعب وغیرہم کے بے جرم و گناہ قتل کئے جانے کی دردناک واقعہ نے آپکو از حد ملول و محزون کیا آپ نے فوراً جناب علی مرتضیٰ کو تھوڑی سی فوج دے کر قبیلہ بنی زبید کی طرف روانہ کیا اور خالد ابن ولید کو قبیلہ بنی جعفی کی جانب رقم زکوات کی تحصیل کے لئے بھیجا۔ خالد کو یہ حکم تھا کہ جو کچھ مال ملے وہ تم جناب علی مرتضیٰ کے سپرد کر دینا۔ بہرحال جناب علی مرتضیٰ کو فوج اسلامی کے ہمراہ قبیلہ بنی زبیدہ میں بھیجا بنی زبید مقابلہ کے لئے تیار ہوئے فوج اسلامی کے پہنچتے ہی سب سے پہلے عمر ابن معدی کرب۔ جناب علی مرتضیٰ کے مقابلہ کے واسطے طلب ہو گیا جناب علی مرتضیٰ نے اسکو آمادہ پیکار دیکھ کر ایک فصیح رجز ارشاد فرمایا آپکے اس پرجوش اور دلیرانہ رجز نے معدی کرب کے دل میں اسلام کی طرف سے ایسی ہیبت اور ایسی دہشت بھر دی کہ وہ اتنی طیاریوں پر بھی۔ میدان جنگ میں مطلق نہ ٹھہرا اور جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے بھاگا گیا سب سے سرکی فوج کیا کرتی قبیلہ بنی زبید نے راہ فرار اختیار کی اہل اسلام نے انکا تعاقب کیا اور چند لوگوں کو گرفتار بھی کیا جنکو جناب

علی مرتضیٰ خالد بن ولید کے حوالے فرما کر رسول اللہ کی خدمت میں مدینہ واپس آ گئے روضۃ الصفا ص ۱۵۱

معاملات یمن

سریہ بنی زبیدہ کے قریب ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کے معاملات بھی جناب علی مرتضیٰ کے سپرد فرمائے یمن والے عرب کے مشہور و معروف قبیلے میں بہت بڑے فضل اور علمی کمال کے ساتھ شہرت رکھتے تھے مگر بایں ہمہ وہ ابتک اسلام کی نعمتوں سے محروم تھے دنیا میں اسلام کی تعلیم یافتہ قومیں ان کی لیاقت اور قابلیت پر غور کر کے ان کی اس غفلت پر تعجب کی نگاہیں ڈال رہی تھیں انہیں خیالوں سے جناب رسالتمآب نے انھیں اسلام کی طرف مدعو کرنا چاہا اور علی مرتضیٰ کو اس خدمت کے لئے منتخب فرمایا اور ماہ رمضان المبارک کے مہینہ میں چند مہاجرو انصار کے ہمراہ انکو یمن کی طرف روانہ کیا آنحضرت نے علی مرتضیٰ کی روانگی میں اب کی معمول سے زیادہ انتظام اور اہتمام سے کام لیا جناب رسالتمآب نے مقام قبا میں سب سے پہلے حضرت علی مرتضیٰ کی ہمراہی فوج کو جمع کیا اور خود بھی وہاں تشریف لے گئے جب فوج ہمراہی کی طیاری ہو چکی تب ایک نشان فوج آراستہ کیا اور علی مرتضیٰ کے حوالے فرمایا اپنے ہاتھوں سے اپنے پیارے اور خیر خواہ بھائی کے سر پر عمامہ باندھا جس کے دونوں گوشے ایک ایک بالشت دونوں طرف سے چھوڑ دیئے تھے پھر فرمایا کہ تم یمن کی طرف جاؤ ہر چند کہ میں تمکو ان کی طرف بھیجتا ہوں لیکن تمھاری جدائی مجھ پر نہایت شاق گذرتی ہے اہل یمن سے تم جنگ میں سبقت نکرنا بلکہ اس سبقت کی جگہ تم انھیں اسلام کی دعوت کرنا اگر وہ اسلام قبول کریں تو انکو خدا کی عبادت کے طریقے اسلام کی اوصاف اس کے شائستہ آئین صدقات۔ ہمدردی اور عطا وجود کے ضروری اور مفید تعلیم کرنا۔

جناب علی مرتضیٰ احکام نبوی کو غور سے سن رہے تھے جب آپ فرما چکے تو عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے ان لوگوں میں بھیجتے ہیں جو بہت بڑے عالم اور لائق ہیں میرا کم سن ہوں وہ معمر ہیں میں نے آجتک کسی سے مکالمہ کیا ہے اور نہ مناظرہ اور نہ کبھی اس قضا کو انجام دیا ہے جو اسوقت مجھے تفویض فرمایا جاتا ہے یہ سنکر آنحضرت نے اپنا ہاتھ اُن کے سینہ پر پھیرا اور ارشاد فرمایا اللھم اھد قلبہ وسدد لسانہ یعنی خدایا علی کے دل کو ہدایت دے اور ان کی زبان کو مضبوط کر جناب علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ جناب رسولخدا کے اس عمل کے بعد پھر کبھی کسی پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ میں بھی مجھ دقت نہیں ہوئی اور پھر کبھی سخت سے سخت فیصلہ میں بھی مجھے شک وشبہہ نہیں ہوا اور آپ کی تحقیقات فضل وکمال اور جملہ علوم کی واقفیت کے ثبوت کامل میں ایک لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا موجود ہے جس کے معانی مقاصد فصاحت و بلاغت پر علمائے اسلام کیا دوسرے مذہب والے بھی اپنی حیرت کے لب کاٹ رہے ہیں۔ بہر حال جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جان نثار بھائی کو یہ ارشاد فرما کر رخصت کیا واللہ لان یھدی بک رجلا واحد اخیر لک مما طلعت علیہ الشمس او غربت قسم خدا کی اگر ایک شخص بھی تیرے ہاتھ سے ہدایت پائے تو یہ شرف بہتر ہے اس کی لئے ان سب چیزوں سے کہ آفتاب ان پر طلوع و غروب کرے۔

آنحضرت کے تمام احکام کو سنکر علی مرتضیٰ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوئے آنحضرت نے اپنے پیارے بھائی کو جاتے دیکھکر نہایت حسرت سے ان کی طرف ہاتھ بڑھا کر اپنی محبت و الفت کے غیر متحمل تقاضے سے فرمایا اللھم کا تمتنی حتی

تو یعنی علیا ضرایا اسوقت تک مجھے نماز جب تک کہ پھر ہم علی کو نہ دیکھ لیں تاریخ الانبیاء جلد دوم ص ۴۹۰ روضۃ الصفا
دوم ص ۴۹ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ثانی ص ۲۷۵ جناب علی مرتضیٰ کے ہمراہ تین سو آدمیوں کی جماعت تھی آپ نے اتنی ہی قلیل
جماعت سے اشاعت اسلام کے اتنے کثیر سامان کئے جس سے آپ کے حسن لیاقت اور متانت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے یمن کا قبیلہ
کسی خاص مقام پر آباد نہیں تھا یمن کے تمام علاقہ میں یہ لوگ آباد تھے اور ان کے ہمراہ قومیں بھی بستی تھیں جو ان کی حلیف باہم
عہد کہلاتی تھیں یہ قبیلے بہت بڑے بڑے تھے چھوٹے چھوٹے قبیلے بھی انہیں شامل تھے جو انھیں کی شاخیں تھیں ان قبیلوں
کا ایک ہی جا قیام کرنا اور اپنی معیشت کے اسباب فراہم کرنا عرب کے قانون آزادی کے خلاف تھا اسلئے وہ تمام یمن کے صوبوں
میں پھیلے ہوئے تھے اور اُن کے ہر قبیلے کے نام سے ایک بستی مشہور تھی جنمیں ان کی بود و باش تھی۔
جناب علی مرتضیٰ نے اپنے ہمراہی لوگوں کو تین چار حصوں پر تقسیم کیا ایک حصہ اپنے ہمراہ لیکر بقیہ تین حصوں کو تین مختلف قبیلوں
کی طرف روانہ فرمایا یہ لوگ جہاں پہنچے اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئے اور نہایت آسانی اور اطمینان سے ہدایت خلائق اور
اسلام کی خدمتیں ادا کر کے یہ سب جناب علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے علی مرتضیٰ اُن کے منتظر تھے جب یہ واپس آگئے تو آپ
نے پہلے یمن کے اس قبیلہ کی طرف قصد فرمایا جو سب قبیلوں میں ہر قرینہ سے بزرگ سمجھا جاتا تھا ان قبیلوں میں کیا بلکہ تمام یمن کے
صوبہ میں فوج اسلامی کے آتے ہی ہل چل مچ گئی اور جناب علی مرتضیٰ کی شجاعت و دلیری جو آج سالہا سال سے تمام شجاعان
عرب کو معلوم تھی اہل یمن کے دلوں میں اپنی ہیبت اور شوکت کے پورے اثر پیدا کر چکے تھے وہ جنگ پر مستعد بیٹھے تھے اپنی
طرف اہل اسلام کو آتے دیکھکر اپنے گھروں سے نکل پڑے
اسلامی فوج بھی ان لوگوں میں سے مقابلہ میں آگئی مگر جناب علی مرتضیٰ نے اُن کے مطیع کرنے کے لئے زبان شمشیر سے زیادہ
اپنی ہدایت نما اور معجز نما تقریر کو کافی سمجھا اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان پر خیال فرما کر
قبل اس کے کہ آغاز جنگ کا فوج اسلامی کو حکم فرمائیں آپ نے ایک نہایت فصیح خطبہ ارشاد فرمایا جس میں خدا کی معرفت اسکی
وحدانیت کے اصول اس خوبی اور لطافت سے بیان فرمائے اور اسلام کی صداقت اور اس کی خبر اور یا ثمر کو اس خوش بیانی
سے ارشاد فرمایا جس کی تاثیر نے کھڑے کھڑے اہل یمن کو تسخیر کر لیا وہ آپ کے کلام ہدایت التیام کو سنکر اپنے ارادوں
واپس آئے ادھر اُن کے ہاتھوں سے تلواروں کا قبضہ چھوٹا ادھر دلوں سے کفر و شرک کا دھبہ تھوڑی ہی دیر میں وہ قبیلہ
کا قبیلہ جو بنی ہمدان کے نام سے مشہور تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت رغبت سے مشرف باسلام ہو گیا جناب علی مرتضیٰ
نے فوراً اس کی اطلاع آنحضرت کی خدمت میں بھیجی خط پاکر ایسی مسرت ایسا اطمینان اور ایسا سرور جناب سولخدا کو حاصل ہوا کہ آپ
کے سجدہ میں جھک گئے اور اسی کیفیت میں آنحضرت نے تین مرتبہ سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا السلام علی ہمدان - السلام علی
ہمدان السلام علی ہمدان ابو الفدا ص ۵۸ تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر ص ۱۸۵ روضۃ الصفا جلد دوم قلمی ترجمہ مدارج النبوۃ
جلد دوم ص ۱۲۷ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اہل یمن کا قبیلہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور وہ متفرق مقاموں پر آباد تھے ایک ہی جگہ

ان سب کا بند وبست کرنا دشوار تھا۔ بنی ہمدان جو ان سب قبیلوں میں بہت بڑا تھا اس آسانی سے مسلمان ہو گیا ان کے مسلمان ہو جانے کے بعد علی مرتضیٰ نے دوسرے قبیلوں کی ہدایت کے بھی ایسے ہی سامان کئے قبیلہ بنی ہمدان ہی میں آپ نے قیام کیا اسلام کی سچائی کے ثبوت اور اس کی مبارک بشارت کی نسبت نہایت فصیح اور بلیغ خطبات جن کے اعلیٰ اور نفیس معانی پر غور کرنے سے روحانی لطف اٹھتے تھے ارشاد فرمائے اور دین خدا کے شائستہ تعلیم جو ان مبتدیان اسلام کے خلوص اور اعتقاد کے مستحکم اور مضبوط کرنے کے لئے نہایت ضروری تھے ابتدا فرمائی اسوقت یمن کی وہی کیفیت ہو رہی تھی جو مدینہ کی حالت جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت یمن کے رہنے والے جناب علی مرتضیٰ کے ذریعہ سے رسول اللہ کے بتائے ہوئے احکام کو سنتے تھے غور کرتے تھے اور مسلمان ہوتے تھے اسلام کا بیان اور علی مرتضیٰ کی زبان ان دونوں میں روحانی تعلق تھا جو روح کو جسم کے ساتھ اور جسم کو روح کے ساتھ ہوتا ہے بغیر روح کے جسم کی تکمیل نہیں ہو سکتی اور بغیر جسم کے روح کا انعقاد دشوار جناب علی مرتضیٰ کی معجز نما تقریر میں ایسی ہی روحانی تاثیر تھی جنے تھوڑے ہی دنوں میں قبیلے کے قبیلے تسخیر کر لئے بنی ہمدان کے علاوہ قریب کی تمام قوموں کو سچا مسلمان بنا دیا۔ جناب علی مرتضیٰ کی فصاحت بلاغت اور معجز بیانی اور حسن کلامی کی شہرت دور دور تک پہنچی قرب و جوار کے وہ سنجیدہ اور فہمیدہ لوگ جو فی الجملہ زیور عقل سے آراستہ تھے مگر اسلام کے خاص مسائل میں ابتک مشکوک تھے حالانکہ حق کا حق اور باطل کا باطل انکی آنکھوں سے پوشیدہ نہ تھا مگر ایک محض غیر معمولی امر سمجھ کر ان کی طبعیتیں ابتک دعوت اسلام کی طرف سے رکی ہوئی تھیں وہ بھی جناب علی مرتضیٰ کی ہدایت آمیز موعظت کی شہرت سنکر قبیلہ بنی ہمدان میں چلے آئے اپکے کلام ہدایت انجام کو سنکر اور ان کے معانی و مطالب پر غور کر کے نہایت خلوص سے ایمان لاتے گئے اور مسلمان ہوتے گئے انھیں لوگوں میں ایک شخص کعب الاحبار بھی تھا یہ شخص بھی اہل یمن کے سے ہوئے قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں رہتا تھا اس کا مذہب عیسائی تھا اور اسوقت کے لوگوں میں یہ بہت بڑا عالم فاضل اور محقق شمار کیا جاتا تھا اور کتب سماویہ کے ہر قسم کے احکام پر عبور کامل رکھتا تھا یہود اسکو نہایت عظمت اور وقعت سے دیکھتے تھے اور اپنے تمامی کا قبیلہ کا پیشوا مقتدا اور ہادی کہلاتا تھا جناب علی مرتضیٰ کی معجز نما خطبوں کا شہرہ اور بنی ہمدان کا اس آسانی سے اسلام کا قبول کرنا سنکر کعب الاحبار کو جناب علی مرتضیٰ کی زیارت کا از حد شوق ہوا اور وہاں سے ایک دوسرے عالم کو جو علم و فضل میں اسکا ہمپایہ تھا اپنے ہمراہ لیکر قبیلہ بنی ہمدان کی طرف روانہ ہوا۔ کعب الاحبار قبیلہ بنی ہمدان میں جسوقت پہنچا جس وقت جناب علی مرتضیٰ خطبہ پڑھ رہے تھے اور تمام محفل اہل یمن اور قرب و جوار کے باشندوں سے بھرے ہوئے تھے اور ایک کے بعد دوسرے کو مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ملتی تھی کعب الاحبار نے آپکے معجز نما خطبہ کا پہلا فقرہ جو سنا وہ یہ تھا ومن الناس من یبصر باللیل ولا یبصر بالنہار ومن الناس لا یبصر باللیل ولا یبصر بالنہار بعض لوگ رات کو دیکھتے ہیں دنکو نہیں اور بعض لوگ نہ رات ہی کو دیکھتے ہیں نہ دن ہی کو ایسا بلیغ فقرہ سنکر جس کے اعلیٰ مضامین تو درکنار صرف لفظی ترکیب کی سلامت اور فصاحت سے ان کے آئینہ کمال کے جواہر اور بے نظیر جوہر نمایاں ہوتے ہیں کعب الاحبار دفعتاً بیقرار ہو گیا اور کہنے لگا صدقت یا علی صدقت یا علی

صدقت یا علی ابھی کعب الاحبار اس فقرہ کی فصاحت و بلاغت کا مزہ لے رہا تھا کہ جناب علی مرتضیٰ نے دوسرا فقرہ ارشاد فرمایا وہ یہ تھا ومن یعطی بالید القصیر یعطی بالید الطویل جو شخص چھوٹے ہاتھ سے دیتا ہے بڑے ہاتھ سے پاتا ہے اس فقرہ کو سنکر کعب الاحبار کی حیرت اور زیادہ ہو گئی اسکا ہمراہی جسکا دماغ باوجود مشاہدہ حال کے بھی ابھی تک تعصب سے خالی نہیں ہوا تھا کعب کو اس طرح محو دیکھ کر کہنے لگا کہ تو ان کلمات کو کیا سمجھا جو اس خلوص سے ان کی تصدیق کرنے لگا اور بے سمجھے بوجھے ان پر فریفتہ ہو گیا کعب نے جواب دیا میں نے خوب سمجھ لیا ہے اور بے سمجھے میں نے تصدیق نہیں کی ہے ان فقرات میں کمال سے تاثیر کی قوت اور تسخیر کی قدرت بھری ہے دیکھ میں انکو بتلاتا ہوں تو سنتا جا۔

جو رات کو دیکھتا ہے دن کو نہیں اس سے مراد ہمارے ایسے لوگ ہیں جو کتب سابقہ پر ایمان لائے اور کتاب حالیہ پر نہیں اور جو نہ دن ہی کو دیکھتے ہیں نہ رات ہی کو وہ ایسے ہیں جو آج تک کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں لائے اب دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص راہ خدا میں تھوڑا صدقہ دیتا ہے خدا تعالیٰ اس سے زیادہ کر کے اسکو عنایت فرماتا ہے۔ ابھی کعب الاحبار کا کلام تمام بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایک سائل نے سوال کیا کعب نے اپنا کپڑا اتار کر دیدیا یہ دیکھکر اسکا ہمراہی اسپر ایسا غصہ ہوا کہ آخر اس مجمع سے اٹھکر چلا آیا۔ کعب نے اپنے رفیق کے چلے جانے کی مطلق پروا نہ کی اور فرط اشتیاق جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا اتنے میں ایک بوڑھی عورت آئی اور اس نے اہل مجمع سے یہ درخواست کی کہ کوئی شخص اپنے اونٹ کو میرے اونٹ سے بدل لے کعب الاحبار فوراً اس کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا کہ میں اس شرط سے بدلتا ہوں کہ تو اپنے اونٹ کے ساتھ مجھکو کپڑا بھی دے اس سن رسیدہ عورت نے اس شرط کو قبول کر لیا اور اپنا اونٹ مع کپڑے کے دے کر اس کے اونٹ سے بدل لیا اتنے میں وہ جلسہ برخاست ہوا حاضرین بھی اپنے گھروں کو واپس گئے کعب الاحبار اسی اونٹ پر سوار ہوکر اپنی فرودگاہ کو واپس آیا اپنے آزردہ دل رفیق سے ساری روداد بیان کی اور جناب علی مرتضیٰ کے کلام ہدایت التیام کی صداقت اس پر ثابت کر دی

اس دن تو نہیں مگر دوسرے دن کعب الاحبار جناب علی مرتضیٰ کی خدمت میں مشرف ہوا اور آپ کی زبانی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ کے اخلاق اور محامد اوصاف دیر تک سنتا رہا پھر اسلام کے سچے اور صحیح اصول کی بابت۔ جن جن باتوں کی تحقیق اسے منظور تھی ان سے استفسار کر کے اسلام سے مشرف ہوا روضۃ الصفا جلد دوم

جناب علی مرتضیٰ کو قریب قریب تمام معاملات یمن میں اسلامی ہدایت کے متعلق دست بقبضہ ہونے کی نوبت نہیں آئی اس سے پہلے اور غزوات میں نصرت اسلام اور اس کی اشاعت کی کوششوں میں اپنی خدمتیں آپ نے زبان شمشیر سے ادا فرمائی تھیں مگر اہل یمن کے معاملات میں صرف لب تقریر سے کام لیا اور ان کے قریب قریب تمام قبیلوں کو نعمت اسلام سے مشرف کیا کعب الاحبار کے اسلام لانے کے بعد تھوڑے سے صحرائے عرب جو اطراف یمن میں آباد تھے اور دو چار روز سے مسلمان ہو گئے تھے اسلام سے پھر گئے شامت ہمسایہ کے سوا دوسری اور کوئی وجہ انکے پھر جانے کی معلوم نہیں ہوتی اسلام کے متعلق ابھی ان کی تحقیق خام تھی اپنے پڑوسیوں کی ذرا سی دھمکی اور غیرت دلانے پر پھر دینے کے وہ بیچ ہی ہو گئے اس کی خبر جناب علی مرتضیٰ کو پہنچی تھوڑے سے آدمی لیکر

آپ ان کی طرف تشریف لے گئے ان کو ان کی حرکتوں پر تنبیہ بھی کیا اور سمجھایا بھی وہ خیال میں نہ لائے اور مقابلہ پر تیار ہو گئے جناب علی مرتضیٰ نے مسعود ابن سنان سلمی کو ان کے مقابلہ کے لیئے روانہ فرمایا اہل یمن سے ایک شخص غلاف نام مبارز طلب ہو کر اسود خزاعی کے ہاتھوں قتل ہوا جناب علی مرتضیٰ اس ضعیف جنگ میں کوئی خاص پارٹ نہیں لیا ان پہ ملتوا تھا کہ تلوار لیکر یہ انکی صفوں میں گھس جاتے تھے انکو نصیحت کرتے تھے اور سمجھاتے تھے اور جو آپ کا قصد کرتا تھا اس کی تنبیہ فرماتے تھے اہل یمن کے دس بیس آدمی نقصان ہوئے ہو گئے کہ بقیہ نے راہ گریز اختیار کی جناب علی مرتضیٰ انکا تعاقب کیا غنیمت کی غرض اور قصاص کی ضرورت یا ظلم و شدت کے خیال سے نہیں بلکہ انکو سمجھاتے تھے اور اسلام کی خوبیاں اور اس کی پاک اور سچی بشارتیں جیسے وہ اتنا جلدی بھو گئے تھے پھر بتلانے لگے اور دکھلانے لگے علامہ شیخ حسین دیار بکری تاریخ الخمیس میں تحریر فرماتے تھے کہ آپ ان کے تعاقب میں دست شمشیر ہو کر جاتے تھے مگر کلمات موعظت اور نصیحت بھی سناتے جاتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیہودہ قوم کے قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی اور سب کے سب ویسے ہی مسلمان ہو گئے تاریخ الخمیس جلد ثانی ص ۱۴۸ مطبوعہ مصر روضۃ الصفا جلد دوم مدارج النبوۃ جلد ثانی۔

حجۃ الوداع

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ آخری حج تھا اس کے بعد اجل موعود نے آپ کو کسی دوسرے حج کی نوبت نہ دی اس لئے اسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں یہ حج سنہ ۱۰ ہجری میں واقع ہوا ختم الانبیاء کی رسالت کا زمانہ بہت جلد ختم ہونے والا تھا اسلام کی اشاعت اور خلائق کی ہدایت کے تمامی سامان پورے ہو چکے تھے اہل عرب کے علاوہ اور دوسری قومیں جو مدت الایام سے مختلف قسم کی ضلالت اور گمراہی میں پڑی ہوئی تھیں شریعت موسیٰ پر قائم تھیں اور نہ ملت عیسیٰ پر ثابت دولت ایمان اور نعمت اسلام سے مالا مال ہو گئیں جیسا ہم اپنے سلسلہ بیان میں عنقریب لکھیں گے۔

جناب رسالتمآب نے ذیقعدہ کے مہینہ میں زیارت کعبہ کا قصد فرمایا تمام اہل اسلام میں یہ خبر عام ہو گئی جناب علی مرتضیٰ رمضان ہی کے مہینہ سے یمن میں تشریف رکھتے تھے اور وہاں کی مختلف قوموں کو خدائے لاشریک کی معرفت اور اہل اسلام کی ہدایت کی تعلیم دے رہے تھے جناب رسالتمآب نے اپنے جاں نثار اور وفادار بھائی کو لکھا کہ میں حج کو جاتا ہوں تم بھی آؤ اور مجھ سے مکہ میں آکر ملو جناب رسالتمآب ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کی جمعیت ساتھ لیکر روانہ ہوئے سیرت ابن ہشام ص ۹۶۶ تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۱۲۰ علامہ ابن اثیر نے مسلمانوں کے تعداد کو نوے ہزار سے لیکر ایک لاکھ چوبیس ہزار تک لکھی ہے دیکھو اسپرٹ آف اسلام ص ۱۱۲۔

جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ و آلہ نے اتنی کثیر جماعت کے ساتھ اپنا آخری حج ادا کرنے کی نیت سے ۲۵ ذیقعدہ سنہ ۱۰ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہوئے جن لوگوں کو تاریخی واقعات کے یاد رکھنے کا ملکہ حاصل ہے وہ اچھی طرح کہتے ہوں گے کہ دس برس پہلے اسلامی جلقت

کا شمار مملکت عرب میں کیا تھا اور اہل اسلام کی آبادی عرب میں کتنی تھی ہجرت نبوی کے قبل کے آدمی مسلمان تھے عقبۂ اولی اور ثانیہ کے بعد کتنے لوگ اسلام لائے بعد ہجرت کے بعد مسلمانوں کی کیا تعداد ہوئی - بدر احد خندق وغیرہ وغیرہ غزوات مشہورہ کے خاتمہ پر کتنے لوگ اسلام سے مشرف ہوئے اور اسوقت جناب رسالتمآب کی رکاب میں اہل اسلام کی کتنی جمعیت موجود ہے اگر ہم اسلام کی دہ سالہ اشاعت کا اوسط نکالیں تو چودہ ہزار آدمی نے اس خصومت اور عداوت پر بھی جو انکو اسلام کے ساتھ حاصل تھی سالانہ اسلام کی متابعت کا جامہ پہنا ہے دنیا میں وہ کون ایسا مذہب وہ کون ایسا فرقہ ہے جو اپنی اشاعت کا اسلام کی کامیوں کے آگے ہونے کرے گا حقیقت میں اسلام کی معجزنما بشارتوں نے جس سرعت کے ساتھ اہل عرب کے ایسے پتھر جیسے دلوں پر اثر کیا ہم خیال کرتے ہیں کہ ویسے مذہب عیسائی کے ملائم مواعظ نے عیسائی دنیا کے دلوں پر بھی ایسی آسانی سے کام نہیں کیا ہوگا اسلام کی صداقت اور اس کے خیرادیان ہونے کے لئے اگر مخالفین اسلام چشم پوشی اختیار نکریں اور غور سے ملاحظہ فرمائیں تو اس کی کامیابیاں اور ترقیاں جو اسنے صرف دس برس کے عرصہ میں عرب ایسے سخت سنگدل اور مخالف ملک میں حاصل کی ہیں کافی ہیں

بہرحال جناب رسول خدا مدینہ سے ۲۵ ذیقعد کو ہفتہ کے دن نماز ظہر پڑھکر مکہ کی طرف چلے ایک لاکھ چالیس ہزار جماعت اسلامی کو مناسک حج اور احکام شریعت تعلیم کرتے ہوئے مکہ معظمہ کے قریب پہنچے اسی منزل میں محمد ابن ابی بکر کی ولادت واقع ہوئی اسلامی قافلہ نے رات وہیں بسر کی دوسرے دن مکہ کی خاص منزل تھی صبح کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم راہ **حجون** سے جسے **معلا** بھی کہتے ہیں مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور دروازہ باب السلام سے جسے در بنی شیبہ بھی کہتے ہیں حرم محترم کے اندر تشریف لے گئے اور ضروریات حج سے فراغت پاکر کوہ صفا پر تشریف لائے اور تمام اہل اسلام سے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ہدئے ساتھ نلائے ہوں احرام سے نکل جاویں وہ بیچارے مسلمان جو اپنے ساتھ ہدے نہ لائے تھے بہت گھبرائے اور اس حکم کی تعمیل میں پس وپیش کرنے لگے احرام سے نکلنا انھیں نہایت شاق گذرا تھا جناب رسولخدا نے پھر تاکید فرمایا کہ کچھ تم پر نہیں اگر میں بھی اپنے ساتھ ہدئے نلایا ہوتا تو آج میں بھی احرام سے نکل جاتا تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۲۹۲ روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۱۵۲ مدارج النبوۃ ص ۴۴۲

جناب رسالتمآب اہل اسلام کو یہ احکام سنا رہے تھے کہ جناب علی مرتضی علیہ السلام اہل یمن کی ایک معتدبہ جماعت کے ساتھ مع ان وفقا کے جو مدینہ سے یمن کی روانگی کے وقت آپ کے ہمراہ گئے تھے نہایت عزت واحترام سے مکہ معظمہ میں داخل ہوکر آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے ان کے محاسن خدمات نے اشاعت اسلام اور ہدایت قبیلہ یمن کی نسبت جناب رسالتمآب کو جیسا کچھ اطمینان دے رکھا تھا اور انکو سنکر جسقدر آپ مسرور ومحفوظ ہو رہے تھے وہ ایسے نہیں تھا جو صرف اطمینان ہی پر تمام ہو جاتا بلکہ اس کی محاسن نتائج نے جناب علی مرتضی کے ذاتی اعزاز قدر ومنزلت کو ایک لاکھ کی چھبیس ہزار جماعت اسلامی کی نگاہوں میں اور زیادہ رفیع اور وسیع کر دکھلایا اور جناب رسولخدا کے اس کے اعلے مراحم اور مکارم کا انکو مستحق ٹھہرایا جو اسوقت تک اہل اسلام میں سے کسی کو بھی میسر نہیں ہوئے تھے ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے تمامی اہل اسلام کو یہ حکم عام دے رکھا تھا کہ جو اپنے ہدیئے تحفے نہ لایا ہو کسی کی شرکت نہیں کر سکتا تھا مگر ہاں جو ایسا ہی عزیز اور قریب ہو جناب علی مرتضی علیہ السلام کے تشریف لانے

کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا کہ یا علی تم نے کیا نیت کی ہے انھوں نے جواب دیا اھلالا کاھلال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ میں نے وہی نیت کی ہے جو رسول اللہ نے

جناب رسالتمآب صلعم اپنے جاں نثار اور وفا شعار بھائی کے زبان سے ایسا پر تاثیر جواب سنکر جس کے حرف حرف سے کمال متابعت اور خلوص مطابقت کا پورا پورا ثبوت ملتا تھا نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور ہدیے اپنے ساتھ لایا ہوں تم اپنے احرام پر قایم رہو اور میرے ہدے میں شریک ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا جناب رسالتمآب اور علی مرتضیٰ نے ملکر اپنے ہدیے کے اونٹوں کو جو شمار میں سو تھے مقام نحر النبیؐ میں قربانی فرمایا المرتضیٰ باسناد صحیح مسلم ص ۱۴ باب الحج تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم مطبوعہ مصر ص ۲۲۶ ابن خلدون جزو ثانی ص ۸۵ سیرت ابن ہشام جزو ثانی ص ۵۷ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۷۷ روضۃ الصفا جلد ثانی ص ۳۵ تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۴۹۴ اتحاف اہل اسلام

اس سفر میں جناب رسالتمآب کی رکاب میں جتنی جماعت اسلامی موجود تھی ان کی تعداد اوپر لکھ چکا ہوں ناظرین کو معلوم ہی ہو گی چونکہ تمامی ممالک اسلامی میں اس حج کا اعلان پہلے ہی سے کر دیا گیا تھا اور ہر شخص طواف کعبہ کے اشتیاق میں بے چین ہو کر رسول اللہ کے ہمراہ ہوا تھا اس سفر میں بہت سے اہل اسلام ایسے بھی تھے جو باوجود اسلام لانے کے رسول اللہ کی زیارت سے ابتک مشرف نہیں تھے ان پاک طینتوں نے بخلاف اور اہل اسلام کے دو سعادتوں کے شوق میں گھر چھوڑا تھا اور دو نعمتیں حاصل کیں تھیں ایک طواف بیت اللہ دوسرے زیارت رسول اللہ مملکت اسلامی کا کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی گاؤں کوئی قوم کوئی قبیلہ نہ رہا تھا جس کے لوگ اس حج میں نہ شامل ہوں جناب رسول اللہ مناسکات حج سے فراغت کر کے بطن وادی میں تشریف لائے اور تمام اہل اسلام کو ایک جگہ مجتمع فرما کر ایک طولانی خطبہ جس میں اہل اسلام کی ہدایت کے شائستہ آئین کفر و شرک سے بچنے کے طریقے باہم محبت اور ہمدردی سے پیش آنے کی خوشنما اسلوب ایک کے دوسرے پر حقوق ان کی رعایت اور ان کی حفاظت نہایت خوبی سے بیان فرمائی ہر مضامین کو اس فصاحت اور لطافت سے ادا فرمایا کہ تمام اہل اسلام اس افصح العرب والعجم کی شیریں کلامی پر اپنی محویت کے عالم میں لب حیرت کاٹتے تھے اس خطبہ میں جناب رسول خدا نے اہل اسلام کو طرز معاشرت کے مخصوص آداب بتلائے مرد کے حقوق عورت پر اور عورت کے استحقاق مرد پر ظاہر فرمائے عورتوں کے ساتھ رعایت کرنے کے اس خطبہ میں مخصوص تاکید کی گئی ہے چنانچہ ایک مقام پر اسی خطبہ کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ رعایت اور مروت کرو کیونکہ تم نے انکو خدا کے حکم سے اپنا اسیر (مطیع) بنایا ہے اور وہ ہر حال میں تمہاری مجبور بنائے گئے ہیں تاریخ الانبیا جلد دوم ص ۴۹

خم غدیر

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے تمامی مناسکات سے فارغ ہو کر اور اہل اسلام کو دینی دنیاوی نشیب و فراز نیک و بد کے امر و نواہی ان کی منفعت اور اصلاح کے مختلف طریقے بتلا کر مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی مکہ سے پھر وہی

اہل اسلام کی کثیر جماعت جس کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار اور چوتھی جا پہنچی ہے اب اس سے زیادہ ہو گئی کیونکہ اُن اطراف کے اہل اسلام جو مسافت کی وجہ سے مدینہ پہنچکر اسلامی قافلہ کے ہمراہ نہیں ہو سکے تھے مکہ سے ہمراہ ہو گئے اور خاص وہ لوگ بھی جو کہ حج کے بعد رسول اللہ کی زیارت اور تعلیم و ہدایت پانے کی غرض سے مدینہ جانا معمول تھا تو جو اسلامی کے ہمرکاب ہو گئے۔ بہر حال جب یہ کثیر التعداد قافلہ جسکا سواد کوسوں کی مسافت سے دکھلائی دیتا تھا وادی محجفہ غدیر خم کے قریب پہنچا تو آیہ وافی ہدایہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اے محمد پہنچا دو اسکو (امت پر) جو تم پر نازل کیا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اگر تم نے انھیں نہیں کیا پس تم نے رسالت ہی نہیں پہنچائی اور خدا تم لوگوں کے شر سے بچانیوالا ہے۔

اس واقعہ سے پہلے یہاں کوئی منزل نہیں تھی۔ لیکن اس سفر میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درگاہ احدیت کا یہ عتاب آمیز خطاب سنکر اتر پڑے اور آپ اسوقت سے منزل قرار پا گیا یہ مقام بالکل میدان میں واقع ہے میدان بھی کہاں کا حجاز عرب کا کوسوں کا ریگستان نہ کہیں سایہ نہ کہیں سایہ دار درخت اور اگر کہیں ہونگے بھی تو وہی کھجوروں کے درخت جنکا سایہ دو فیٹ مربع سے زیادہ زمین نہیں چھپا سکتا یہیں سے مختلف مقاموں کو راستے گئے ہیں اور وہ قافلہ جو حج کے مراسم ادا کرکے مکہ سے ایک ساتھ ہو کر نکلتا ہے وہ یہیں سے متفرق ہونے لگتا ہے ہم نہایت خوشی سے اپنے ہموطن ذی ہمت اور معززین رؤسا عظیم آباد پٹنہ کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتے ہیں جن کی عالی ہمتی اور دلیرانہ فیاضی نے اس مقام غیر آباد پر ایک مسجد کی عمارت بنوادی اور جناب مرحوم اشرف الحاج سید نواب جان صاحب عظیم آبادی کے مردانہ کوششوں سے اس تعمیر کی تکمیل ہو گئی اب وہاں قافلہ کو آبادی ہو جانے سے نہایت آرام پہنچا ہے حاجی صاحب مرحوم کا انتقال بھی اسی نواح میں ہوا اور ان کی قبر منزل رابق قریب خم غدیر میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعا۔

بہر حال جناب رسول خدا کو جب ایسا تاکیدی حکم آیا تو آپ نے اس کی تبلیغ اور اس کی تعمیل میں بھی نہایت بلیغ کوشش فرمائی جس پہلو سے غور کیا جائے اور جس قرینہ سے دیکھا جائے یہ آیہ ایک ایسی ہے ضروری امر کی تعمیل پر مبنی تھا جس پر تکمیل اسلام کا ایسا سخت اور ایسا ضروری مسئلہ رکا ہوا تھا ہمارے معزز اور ذی لیاقت دوست مؤلف اتحاف اسلام نے اس آیہ کی تفسیر نہایت تشریح کے ساتھ کی ہے اور اس کے نکات اور توجیہات کو اپنی سلیس اور عام فہم عبارت میں نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے جسے میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

جنے اس آیت کو ایک سخت تاکیدی حکم لکھا ہے چنانچہ یہ امر قابل طلب ہے کہ آنحضرت کو شروع رسالت سے آج تک کہ شعب ابیطالب میں بھی محصور رہے مکہ سے مدینہ کو بھی ہجرت فرمائی اور غزوات بدر و احد خندق وغیرہ میں قابل فتح کے واقع ہوئی اور جو خوف اندیشے۔ دقتیں اور مشکلیں ان مقامات پر پیش آئیں وہ سب کچھ پیش نظر ہیں لیکن ایسی آیت سخت حکم کی اور عدم اطمینان دلانے والی کسی وقت میں نازل نہیں ہوئی جب ہم اس آیت کے ہر جملہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ما انزل

ایک سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے قبل کچھ کرنیکو حکم دیا گیا تھا اور لفظ ان لم تفعل بتا دے رہا ہے کہ وہ حکم کسی واقعۂ اندرونی سے متعلق ہے اور آخر فقرۂ واللہ یعصمک من الناس تائید اسبات کی کرتا ہے کہ اس کام کے کرنے میں ضرور کوئی اندیشہ یا کھٹکا تھا اور حقیقت میں اندرونی مخالفت کا کھٹکا ایک سخت امر اور نازک معاملہ ہوتا ہے۔

مگر اب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہر طرف سے اطمینان ہو گیا تھا اور وہ تمامی اندیشے جو اس امر کی تعمیل کے مانع تھے رفع ہو گئے تھے اب ایسے امر ضروری کی تعمیل کے لئے جس کی تاکید ایسے پر زور الفاظ میں کی گئی تھی رسول کے لئے نہایت ضروری ٹھہری تو آپ نے باوجود اس کے کہ کوئی کے دن تھے اور ایسا مقام تھا کہ جہاں سائے کے لئے کوئی درخت بھی نہ تھا اپنے چند وفادار اصحاب کو حکم دیا کہ وہ تمام حجاج کو اطلاع دیں کہ آنحضرتؐ نکو خدا کا ایک سخت تاکیدی حکم پہنچا ہیں گے سب ایک مقام پر جمع ہوں جو لوگ آگے بڑھ گئے ہیں وہ واپس بلائے جائیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کے آنے کا انتظار کیا جائے۔

حکم کی دیر تھی اہل اسلام کی وہ کثیر جماعت جو مکہ سے آپ کی رکاب میں چلی آرہی تھی فوراً تعمیل ارشاد پر طیار ہو گئی انہیں سے چند فرمانبرداران اسلام نے ہر قبیلہ میں ہر قوم اور ہر گروہ میں جا جا کر حی علی خیر العمل کی صدا دی اور ان متفرق لوگوں کو ایکجا اکٹھا کر لیا وہ لوگ جو قافلے سے پیچھے رہ گئے تھے۔ پہنچ گئے اور جو آگے بڑھ گئے تھے واپس بلائے گئے وہ وحشت ناک اور چٹیل میدان دم بھر میں خوش ماساگ صاف ہو کر دامن گلستاں بن گیا تمام اہل اسلام خدا کے ایسے سخت اور ایسے ضروری امر کے سننے کے لئے ایک جگہ جمع ہو گئے اونٹوں کے پالانوں کا ممبر بنایا گیا اور ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمانوں کی موجودہ جماعت کے علاوہ قرب وجوار کے باشندے بھی آکر ممبر رسولؐ کے چاروں طرف بیٹھ گئے غدیر خم کے کھلے ہوئے میدان میں جب تمام مسلمان جمع ہو چکے اور کسیکا انتظار باقی نہیں رہا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ممبر نو طیار پر تشریف لے گئے۔ اور ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ علی آلائہ فی نفسہ وبلائہ فی عترتی واهل بیتی استعینه علی بکمات الدنیا و موبقات الآخرة واشهد ان لا الٰه الا اللہ الواحد الاحد الفرد الصمد لم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولا شریکا و لا عهد والی عبده من عبیده ارسلنی برسالته الی جمیع خلقه لیهلک من هلک عن بینه و یحیی من حی عن بینة واصطفانی علی العلمین من الاولین والآخرین واعطانی مفاتیح خزائنه وکلا علی لعبر اثمه واستودعنی سره وامدنی فابصرت له فانا الفاتح وانا الخاتم ولا قوة الا باللہ اتقوا اللہ ایها الناس حق تقاته و لا تموتن الا وانتم مسلمون واعلموا ان اللہ بکل شیء محیط وانه سیکون من بعدی اقوام یکذبون علی فیقبل منهم ومعاذ اللہ ان اقول علی اللہ الا الحق او انطق بامره الا الصدق وما امرکم الا ما امرنی به ولا دعوکم الا الی اللہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون فقام الیه عبادة ابن الصامت فقال متی ذالک یا رسول اللہ ومن هولاء عرفنا کم لنحذرهم قال اقوام قد استعدو لنا من یومهم و یظهرون لکم اذا بلغت النفس منی ههنا واومأ صلی اللہ علیه وبارک وسلم الی حلقه فقال عبادة

اذا کان ذالک فالی یا رسول الله فقال صلی الله علیه وآله وبارک وسلم علیکم بالسمع والطاعة
للسابقین من عترتی والاخذین من نبوتی فانهم یصدونکم عن الغی ویدعونکم الی الخیر وهم اهل الحق
ومعادن الصدق یحیون فیکم الکتاب والسنة یجنبونکم الالحاد والبدعة ویقمعون بالحق اهل
الباطل لا یمیلون مع الجاهل ایها الناس خلقنی وخلق اهل بیتی من طینة لم یخلق منها غیرها
کنا اول من ابتداء من خلقه فلما خلقنا نور بنورنا کل ظلمة واحیی بنا کل طینة ثم قال صلی الله
علیه وآله وسلم هولاء خیار امتی وحملة علمی وخزانة سری وسادة اهل الارض الداعون الی الحق المخبرون
بالصدق غیر شاکین ولا مرتابین ولا ناکصین ولا ناکثین هولاء الهداة المهتدون والائمة
الراشدون المهتدی من جاءنی بطاعتهم ولائهم والضال من عدل عنهم وجاءنی بعداوتهم
حبهم ایمان وبغضهم نفاق هم الائمة الهادیة وعری الاحکام الواثقة لهم تتم الاعمال الصالحة وهم
وصیة الله فی الاولین والاخرین والارحام التی اقسمکم الله بها اذ یقول واتقوا الله الذی تساءلون
به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا ثم ندبکم حبهم فقال قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة
فی القربی هم الذین اذهب الله عنهم الرجس وطهرهم من الرجس الصادقون اذا انطقوا والعلماء
اذا سئلوا الحافظون لما استودعوا جمعت فیهم الخلال العشر لا یجمع الا فی عترتی واهل بیتی الحلم و
العلم والنبوة والنبل والسماحة والشجاعة والصدق الطهارة والعفاف والحکم فهم کلمة التقوی
ووسیلة الهدی والحجة العظمی والعروة الوثقی هم اولیاءهم عن قول ربکم وعن قول ربی ما امر تکم الا
من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه وانصر
من نصره واخذل من خذله اوحی الی ربی فیه ثلثا انه سید المرسلین وامام
المتقین وقائد الغر المحجلین وقد بلغت عن ربی ما امرت واستودعهم الله فیکم واستغفر الله
لی ولکم ترجمه حاضرین میں پہلے خدا کا شکر ان نعمتوں کے سبب سے ادا کرتا ہوں جو میری ذات میں پائی جاتی ہیں اور کل
امتحان وبلا کی وجہ سے جو میری عترت اور اہلبیت پر ہونے والے ہیں اور دنیا کی ناگوار مصیبتوں اور روز آخرت کے مہلک رنجوں
پر اس سے مدد مانگتا ہوں پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے عالم واحد اور احد کے اور کوئی خدا نہیں ہے اور اپنے لئے اس نے کوئی زوجہ
یا فرزند یا مددگار قرار نہیں دیا ہے اور اس کے تمام بندوں سے میں بھی ایک بندہ ہوں لیکن اس نے مجھے پیغمبری کے لئے تمام خلق
میں بھیجا ہے تاکہ جو لوگ ہلاک ہونے والے ہیں وہ ایک حجت کے ساتھ ہلاک ہوں اور جو نجات پانے والا ہے وہ ایک حجت کے
ساتھ نجات پائے مجھے خدا نے تمام اہل عالم پر کہ جن میں اولین وآخرین بھی شامل ہیں برگزیدہ فرمایا ہے اور کنجیاں اپنے خزانوں
کی مجھے عطا فرمائی ہے اور جو عہد مجھ سے کئے ہیں ان کا مجھ سے استحکام فرمایا ہے اور اپنا راز میری سپرد فرمایا ہے اور میری امداد کی

اسوجہ سے مجھے اس کی بصیرت حاصل ہوئی ہے جس میں آغاز کرنے والا ہوں اور میں بھی انتہا پر پہنچانے والا سوائے ذات اقدس الٰہی کے کسی ذریعہ سے قوت حاصل ہو نہیں سکتی اے لوگو ڈرو خدا سے جو کہ حق ڈرنے کا ہے اور نہ جنگ کرو مگر دین اسلام پر اور یاد رکھو کہ خدا تمام چیزوں پر احاطہ کئے ہوئے ہے قریب ہے کہ میرے بعد کچھ قومیں ہونگی وہ مجھ پر تہمتیں باندھیں گی اور لوگ ان کے جھوٹ کو قبول کریں گے مگر خدا کی پناہ اگر میں خدا کی طرف سے سوائے امر حق کے اور کچھ زبان سے نکالوں اور سوائے امر راستی کے اسکے حکم سے خلاف کچھ اور بات کروں اور سوائے اوس حکم کے جو خدا نے مجھے دیا ہے میں انہیں کوئی اور حکم کردوں اور سوائے اللہ کے اور چیزوں کی طرف تمہاری دعوت نہیں کرتا اور جو لوگ کہ ظالم ہیں بہت جلد جان لیں گے کہ کیسی بازگشت ان کی ہونیوالی ہے۔

خطبہ کے اس مقام تک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے تھے کہ عبادہ ابن صامت کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کب ہوگا اور وہ کون لوگ ہیں ہمیں بتا دیجئے اور پہچنوا دیجئے تاکہ ہم ان سے حذر کریں آنحضرت نے فرمایا یہ کچھ لوگ ہیں جو ابتدا ہی سے ہماری دشمنی کے لئے آمادہ ہیں اور جب میری جان یہاں تک (حلق مبارک کی طرف اشارہ کرکے) پہنچی کی اسوقت ظاہر ہوں گے عبادہ نے کہا کہ پھر جب ایسا وقت آئے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں فرمایا کہ تم ان لوگوں کی پیروی اور اطاعت کرو جو میری عترت میں ہیں سب سے پیش قدم ہیں میری پیغمبری کے علم کے لینے والے ہیں اور وہی تمکو گمراہی سے باز رکھیں گے اور نیکی کی طرف دعوت کریں گے یہی اہلبیت اہل حق ہیں اور صدق و راستی کے معدن ہیں کتاب و سنت کو تم لوگوں میں زندہ رکھینگے اور الحاد و بدعت سے تمکو بچائیں گے حق کے ذریعہ سے اہل باطل کو پست کریں گے اور کسی جاہل کی طرف میلان نکریں گے اے لوگو خدا نے مجکو اور میرے اہلبیت کو ایک مٹی سے بنایا اور اس سے سوائے میرے اہلبیت کے اور کسی غیر کو پیدا نہیں کیا ہم اول وہ لوگ ہیں کہ جن کی سب سے اول خلقت ہوئی اور جب خدا ہمکو پیدا کر چکا تو ہمارے نور سے تاریکی کو روشن کیا اور پھر ایک طینت کو ہمارے سبب سے زندہ کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت سے ہیں حاملان علم میرے ہیں خازنان اسرار میرے ہیں۔ سرداران اہل زمین ہیں اور حق کی طرف دعوت کرنے والے ہیں اور راستی کے ساتھ خبر دینے والے ہیں انکو شک کبھی پیدا نہیں ہوتا کوئی رہبر انکو مانع نہیں ہوتا کبھی راہ خدا میں پیچھے نہیں ہٹتے کبھی خدا کے عہد کو نہیں توڑتے یہ وہ ہادی ہیں کہ جو ہدایت یافتہ ہیں ائمہ راشدین ہیں جو ان کی اطاعت و ولایت کو لئے ہوئے میرے پاس آئے وہی ہدایت یافتہ ہیں اور جو ان کی عداوت لے کر میرے پاس آئے وہی گمراہ ہے ان کی محبت ایمان ہے انکا بغض نفاق ہے یہی ائمہ ہدایت کرنے والے اور احکام خدا کے مضبوط رسیاں ہیں انہیں کے ذریعہ سے اعمال صالحہ تمام ہوتے ہیں اور انہیں کی محبت کا خدا ہمیشہ اولین و آخرین سے عہد لیتا ہے اور یہی وہ ارحام ہیں جن کی قسم خدا نے اپنے کلام مجید میں یاد دلائی ہے ڈرو اون وعیدوں سے تحقیق کہ اللہ تمپر نگہبان ہے پھر تمکو اللہ نے اس آیۂ کے ذریعہ سے ان کی محبت کی دعوت کی یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں تم سے اجر رسالت سوائے اسکے کچھ اور نہیں چاہتا کہ میرے اقربا سے محبت کرو یہی وہ لوگ ہیں جن سے خدا نے ہر عیب و نجاست کو دور کرکے طیب و طاہر کیا ہے یہی وہ لوگ ہیں کہ جب گویا ہوتے ہیں تب نہایت راستگو ہوتے ہیں اور جب ان سے کوئی بات پوچھی

جاتی ہے اسوقت تک سے عالم میں اور جو چیز ان کے پاس امانت رکھوائی جاتی ہے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور میرے اہل بیت میں دس خصلتیں ایسی ہیں کہ سوائے ان کے اور کسی میں وہ جمع نہیں ہیں بردباری - علم - نبوت - بزرگی - سخاوت شجاعت راستگوئی پاکیزگی - عفت - غضایہ لوگ کلمہ تقوی ہیں یہی وسیلہ ہدایت ہیں حجت علیٰ ہیں اور عروۃ الوثقیٰ یہ لوگ ہیں جب ارشاد خدا انصار سے سوا ہیں اور جو کچھ میں کہتا ہوں وہ میرے خدا کا حکم ہے حاضرین آگاہ ہو علی مرتضیٰ علی السلام کا ہاتھ پکڑ کر اور اتنا بلند کر کے کہ سپیدی زیر بغل کی نمایاں ہوگئی فرمایا میں مولا ہوں علی اسکا مولا ہے خدایا دوست رکھ اسکو جو اسکو دوست رکھے اسکو اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور نہ مدد کر اس کی جو اس کی مدد نہ کرے اور ذلیل کر اسکو جو اسکو ذلیل کرے حاضرین علی کے بابہ میں خدائے سبحانہ تعالےٰ نے اس مضمون کی وحی فرمائی ہے کہ یہ سید المسلمین ہے یہ پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کے امام ہیں اور ان لوگوں کے پہچانے والے ہیں جن کی پیشانیاں نورانی ہیں جو کچھ خدا نے مجھے حکم دیا وہ میں نے تمھیں پہنچا دیا اور میں تم لوگوں میں انکو سپرد کرتا ہوں اور اپنے لئے اور تمھارے لئے استغفار کرتا ہوں اتحاف اہل سلام ص ۱۷۹ ایا نساد توضیح الدلائل شہاب الدین احمد اس خطبہ کے بعض بعض مقام کا ترجمہ مسٹر جان ڈیون پورٹ نے

اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اینڈ ہز قرآن

کے بعض مضامین میں کیا ہے -

یہ خطبہ کتب صحاح میں بالتفصیل درج نہیں ہے مگر اس کے تمام و کمال فقرات جو متعدد احادیث مندرجہ صحاح ستہ میں مختلف مقامات میں پائے جاتے ہیں خدمت مرحوم جناب سید محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے اپنے ایک رسالہ میں کتب صحاح سے جسکے تمام فقرات کو جمع کر کے لکھدیا ہے ومن شیا فلیرجع الیہ - بہرحال جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسوقت یہ طولانی خطبہ تمام فرما چکے اور ایسی سخت اور تاکیدی حکم ربانی کی تعمیل اس تشریح و تفصیل سے فرما چکے تو اسیوقت یہ دوسری آیت جس کے حرف حرف سے اسلام کی تکمیل اور جناب باری عز اسمہ کی رضامندی معلوم ہوتی ہے نازل ہوئی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا آج کے دن میں نے تمھارا دین بہت مطمئن ہو کے پورا کیا اور تمپر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمھارے دین اسلام سے راضی و خوشنود ہوا اسلام کی تکمیل کی ایسی مسرت خیز تہنیت سنکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت مطمئن ہوگئے اور کیوں نہ ہوتے جو خدمت دربار احدیت سے سپرد ہوئی تھی آج پورے طور سے مکمل ہوگئی اور اس کی حسن تقبل کی خدا کی طرف سے تصدیق ہوگئی آنحضرتؐ نے اپنی اس محویت کی کیفیت میں خدا کی نعمتوں کا اور اس کی تہنیت میں خدا کا شکریہ ان الفاظ میں ادا فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ علی اکمال الدین و اتمام النعمۃ و رضا بہ برسالتی و ولایۃ علی من بعدی حبیب البسیر قصہ غدیر

جناب رسالتمآب کے اس طولانی خطبے نے جو بالکل احکام ربانی سے مملو تھا اہل اسلام کے اس کثیر جماعت میں ایک جوش پیدا کر دیا اور ہر شخص عظمت بزرگی مسرت اور خوشی کی نگاہوں سے جناب علی مرتضیٰ کی طرف دیکھنے لگا خم غدیر کے لق و دق میدان میں خیمہ ہی

آنحضرت کا منبر سے اترنا تھا کہ حاضرین کی صف سے اور سامعین کی تمام جماعتوں سے تہنیت اور مبارکباد کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہر شخص جناب علی مرتضیٰؑ سے مصافحہ اور معانقہ کے شوق میں بیتاب ہو کر بڑھا کیوں نہ ہو جناب مرتضیٰ کو نصرت اسلام کی وہ لا انتہا کوششیں جنہیں بلا شبہ بعض معرکوں میں آپ نے اپنی اس لا انتہا شجاعت سے کام لیا جو عام نگاہوں میں انسانی قوتوں سے باہر معلوم ہوتی ہیں اور رفاقت و حفاظت خیر الانام کی وہ سخت اور دشوار خدمتیں جنہیں بہت سے اہل اسلام کے استقلال ثابت قدمی جگر داری اور خاداریوں میں اکثر تبہ نہیں کئی بار فرق آگیا اور ان کے دل مضمحل ہی نہیں انتزلزل بھی ہو گئے مگر ایک علیؑ کے کمال استقلال اور انتہائے ثبات اس امتحان میں پوری اترے آج بھی تو کامیابیوں کے تاج سے مرصع ہو ہیں قبول اسلام سے لیکر اسوقت تک کوئی ایسا ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کا پہلو جناب علی مرتضیٰ کی رفاقت سے خالی تھا اور غزوہ ذو العشیرہ سے طائف کے آخیر غزوہ تک کوئی اسکا ثبوت دے سکتا ہے کہ اسلام کے حریف کے پسپا کر دینے میں اور اس کی ہزیمت اور شادت دینے کی کوششوں میں جناب علیؑ مرتضیٰ نے اپنا خون اور اپنا پسینہ ایک نہیں کر دیا ہے آج انھیں محاسن خدمات نے جناب علیؑ مرتضیٰ کی ذات با برکات کو عظمت اور جاہ و جلال کے عرش الکمال تک پہنچا کر تمامی اہل اسلام میں ایسا بچا کر دکھلا یا کہ آج اسلام کی اتنی کثیر جماعتیں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو جناب علی مرتضیٰ کی امارت و سرداری سے جس کے لئے خدا و رسول کے ایسے سخت اور تاکیدی احکام جاری ہو چکے ہوں انکار کر سکے یا اُسکے خلاف ہو بہر حال تمام اہل اسلام جناب علی مرتضیٰ کو اپنے حلقہ میں لئے تھے انت مولائی و مولی المومنین کی پر جوش اور بلند آوازوں سے غدیر خم کا وسیع میدان گونج گیا سب سے پہلے جس نے جناب ولایت مآب علیہ السلام سے معانقہ کیا اور انکو اس منصب ولایت کی تہنیت دی وہ عمر ابن الخطاب تھے انھوں نے کمال مسرت سے ان کی طرف ہاتھ بڑھا کے مصافحہ کیا اور کہا ھنیاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن و مؤمنۃ مبارک ہو تمکو ای ابن ابیطالب صبح و شام کے تم اسحالت میں کہ تم تمامی مومن و مومنہ کے مولا ہوئے تاریخ ابو الفدا ص ۳۰۵ مدارج النبوۃ جلد دوم معارج النبوۃ رکن چہارم المرتضیٰ باسناد مشکوات ص ۴۹ -

ان کے بعد اور تمام اہل اسلام آتے گئے اور انھیں پر جوشیوں کے ساتھ رسم تہنیت ادا کرتے گئے اس سفر میں ازواج مطہرات بھی آنحضرت کے ہمراہ تھیں جب تمامی اہل اسلام ادائے تہنیت سے فراغت کر چکے تو جناب رسالتمآبؐ نے ازواج مطہرات کو حکم فرمایا کہ تم بھی اپنے خیموں میں علی مرتضیٰ کو بلا کر مبارکباد دو چنانچہ علی مرتضیٰ علیہ السلام بلائے گئے اور تمامی ازواج مطہرات نے رسم تہنیت ادا کی دربار نبوت کے ملک الشعرا حسان ابن ثابت نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ کے حکم سے اس واقعہ کی تہنیت میں ذیل کا قصیدہ نظم فرمایا اور اسیوقت کھڑے ہو کر تمام اہل اسلام کے مجمع عام میں پڑھا و ھو ھذا

قصیدہ

ینادیھم یوم الغدیر نبیھم   بخم واسمع بالرسول منادیا

روز غدیر مسلمانوں کو رسول خدا نے بمقام خم پکار کر جمع کیا اور وہ ایسی آواز تھی جس کو بگوش دل سننا چاہئے۔

وقال فمن مولاکم و ولیکم　　فقالوا و لم یبدوا هناک التعامیا

رسولخدا نے اس روز لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا مولا کون ہے سب نے جواب دیا اور اسموقع پر اپنا اندھا پن نہ دکھایا

الهک مولانا وانت ولینا　　ولم ترمنا فی الولایة عاصیا

کہ خدا آپ کا اور ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے حکمراں ہیں اور آپکے حکم سے آج سرتابی کرنے والا کوئی نہیں ہے

فقال له قم یا علی فاننی　　رضیتک من بعدی اماما وهادیا

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ کو کھڑا کیا اور کہا کہ تحقیق میں نے تمکو اپنے بعد امام اور ہدایت کرنیوالا پسند کیا

فمن کنت مولاه فهذا ولیه　　فکونوا له انصار صدق موالیا

جس کا میں حکمراں ہوں علی علیہ السلام بھی اس کا حکمراں ہے پس تم سب لوگ ان کے سچے مددگار مثل غلاموں کے رہو

هناک دعا اللهم وال ولیه　　وکن للذی عادی علیا معادیا

اور دعا کی جو علیؑ کا دوست ہے اس کو تو بھی دوست رکھ اور جس نے علی سے عداوت رکھی اسکا تو بھی دشمن رہنا

تذکرة خواص الائمہ سبط ابن جوزی عقدہ الشعراء علامہ سیوطی۔

قیس ابن سعد ابن عبادة الانصاری نے بھی جو آنحضرت کے صحابہ کبار میں تھے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے

فلما بغی العدو علینا　　حسبنا ربنا و نعم الوکیل

جب بغاوت کرنے والے دشمن ہمارے اوپر چڑھ آئے تو ہمنے کہا ہمارا خدا کافی ہے اور وہ سب سے اچھا مدد کرنے والا ہے

وعلی امامنا و امام　　لسوانا به اتی التنزیل

اور علی علیہ السلام ہمارے امام ہیں　　اور سدن

یوم قال النبی من کنت مولاه　　فهذا مولاه خطب جلیل

اسدن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جسکا مولا ہوں یہ علیؑ اس کا مولا ہے یہ امر بزرگ ہے

انما قالت النبی علی الامامة　　حتم ما فیه قال و قیل

واضح جناب رسالتمآب نے ان کی امامت کی نسبت فرمایا وہ نہایت مضبوط اور یقینی ہے اسمیں چوں وچراں کی گنجائش نہیں ہے، مراة الامامة فی اثبات الخلافت ص ۱۰۶ حسان ابن ثابت کی فصاحت کلام نے اسوقت تمام اہل اسلام کے دلوں پر نہایت گہری تاثیر کی ہر شخص انکی انداز کلام اور لطف بیان کی کیفیت پر فریفتہ ہوگیا جناب رسالتمآب نے ان کا تمام وکمال قصیدہ سنکر ان کی داد سخن یوں عنایت فرمائی یا حسان لا تزال مویدا بروح القدس ما نصرتنا تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی و مطالب السئول یوسف گنجی شافعی اس اخیر عالم نے ما نصرتنا کے بعد بلفظ بلسانک کا اور اضافہ اپنی کتاب میں کیا ہے حضرت جناب علی مرتضیٰ نے بھی اس واقعہ کو اکثر موقعوں پر نظم فرمایا ہے اور بہت سے واقعات میں اس سے استدلال فرمایا ہے علامہ میبذی کی فواتح

میں یہ شعر موجود ہے واخبرھم به فغدیر ختم   فمن منکم یعادلنی بسھمی بہر حال خم غدیر کا واقعہ جس کے فوری اور لازمی ہونے کی بہت بچی دلیل تو یہی ہے کہ اسکا وقوع ایک ایسے غیر معمولی جگہ پر ظہور میں آیا جہاں اس سے قبل نہ کوئی قبیلہ اترا تھا اور نہ کوئی قافلہ اترا تھا اور نہ وہاں پر کوئی منزل گاہ کبھی تھا نہ فرودگاہ اس امر کی قوی ضرورتوں نے جناب رسول خدا صلعم کو اس میدان سے دو قدم بھی آگے بڑھ جانے نہ دئے اور انتہا درجہ کی تعمیل پر مجبور کر دیا ممکن تھا کہ یہ بھی کوئی معمولی مسئلہ اور تبلیغی مسائل کے ایسا ہوتا اور آپ صعوبات سفر سے محفوظ رہ کر جب بخیریت تمام مدینہ پہنچے تو اس کی تعمیل فرما دیتے مگر نہیں اس واقعہ میں ایک اور خصوصیت بھی اور اسکو اس موقع سے ایک خاص نسبت تھی اور حقیقت میں اسلام کے ایسے متبرک اور مقدس مذہب کی تکمیل جس کے لئے دربار احدیت سے رسول کے لئے ایسا تاکیدی حکم آیا تھا ایسی ہی ضروری تھی کہ آپ کے لئے اس میں ایک لحظہ دیر کرنا جوابدہی سے خالی نہیں تھا یا خط و کتابت کے ذریعہ سے تمامی اسلامی ممالک میں اسکا پہنچانا دشوار تھا خدا کا حکم تھا کہ جسکی متابعت تمام اسلامی دنیا پر فرض تھی اس لئے جبتک کہ قریب قریب تمام اہل اسلام جمع ہو لیں اس کی تعمیل مفید اور کارگر نہیں ہو سکتی اس لئے جناب رسول خدا نے غدیر خم کے غیر آباد اور ویران مقام کو مدینۃ النبی پر ترجیح دی اور وہاں اسکی تعمیل کرنا کافی سمجھکر اسکے سامان میں مہیا فرمائے حقیقت میں مدینہ پہنچکر یہ کسی طرح ممکن نہیں تھا کہ اہل اسلام کی اتنی کثیر جماعت پھر جمع ہو سکے ضرور تھا کہ حج کے فرائض ادا کرکے اور مہینوں کے سفر اٹھا کر کے اسلامی جماعت اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے اور مدینہ تک وہی لوگ ہمراہ جاتے جو خاص مدینہ یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے تھے پھر اتنی قلیل جماعت میں اتنی بڑی تاکیدی اور وسیع فرمان الٰہی کی تعمیل کیسے ہو سکتی تھی اسی وجہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل اسلام کو متفرق ہونے نہ دیا اور ایک لاکھ چالیس ہزار اہل اسلام ویسے کے ویسے ہی غدیر خم میں جمع رہے جن کے سامنے آپ نے تبلیغ رسالت کے مناصب ادا فرمائے۔

حدیث غدیر کی تحقیق اور اسکی نسبت علمائے کرام کی رائیں

سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام کے فاضل مصنف نے اس حدیث کو روات میں صحابہ کرام سے ذیل کے بزرگواروں کے نام مندرج کئے ہیں

قال ابن العقدہ فی کتاب الموالات ھذہ اسماء من روی عنھم حدیث یوم الغدیر

ابوبکر صدیق	عمر ابن الخطاب	عثمان ابن عفان	علی ابن ابیطالب	عبد الرحمان ابن عوف	سعد ابن ابی وقاص	
عباس ابن عبدالمطلب	حسن ابن علی	حسین ابن علی	عبداللہ ابن عباس	عبداللہ ابن جعفر	عبداللہ ابن مسعود	عمار یاسر
ابوذر جندب	سلمان الفارسی	سعد ابن زرارہ	خزیمہ ابن ثابت	ابو ایوب	سہیل ابن حنیف	عثمان ابن حنیف
حذیفہ ابن یمان	عبداللہ ابن عمر	براء ابن عازب	رفاعہ ابن رافع	سمرہ ابن جندب	سلمہ ابن الاکوع الاسلمی	زید ابن ثابت
ابو یعلی الانصاری	ابو قدامہ الانصاری	سہیل ابن سعد الانصاری	عدی ابن حاتم الطائی	ثابت ابن زید	کعب ابن عجرہ	ابو الہیثم ابن التیہان
ہاشم ابن عتبہ	مقداد ابن عمرو الکندی	عمر ابن ابی سلمہ	عبداللہ ابن ابی اوفی	عمران ابن حصین	بریدہ ابن الحصیب	ابو سعید الخدری

عامر ابن عبد اللہ جریر بن عبد اللہ البجلی زید ابن ارقم حذیفہ ابن اسید عمر ابن الحمق الخزاعی زید ابن حارثہ
مالک ابن حویرث ابو سلیمان عامر ابن عمرو عبد اللہ ابن ثابت حبشی ابن جنادہ ضمیرۃ الاسدی عبد اللہ ابن عازب
عمر بن مرہ عبد اللہ ابن ابی اوفی زید ابن شرحبیل عبد اللہ ابن بشر المازنی نعمان ابن عجلان عبد الرحمان ابن ابی نعم
ابو الحمراء مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابو فضالہ الانصاری عتبہ ابن بشر المازنی عامر ابن لیلیٰ ابو الطفیل ابن عامر
عبد الرحمان ابن عبد رب حسان ابن ثابت سعد ابن جنادہ عامر ابن عمیر عبد اللہ ابن یامیل حبہ ابن جوین عقبہ ابن عامر الجہنی
ابو ذویب الشاعر ابو شریح الخزاعی ابو جحیفہ وہب ابن عبد اللہ السوائی ابو امامہ الصدی بن عجلان اسامہ بن زید ابن حارثہ الکلبی
وحشی ابن الحرب قیس ابن ثابت بن شماس الانصاری عبد الرحمان ابن مدلج حبیب ابن بدیل ابن ورقاء الخزاعی
انس ابن مالک الانصاری ابو ہریرہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صلوات اللہ علیہا ابو عمرہ بن عمرو بن محصن الانصاری
عائشہ بنت ابی بکر ام سلمہ ام المومنین ام ہانی بنت ابی طالب فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب اسماء بنت عمیس الخثعمیہ
جبلہ ابن عمر الانصاری - ابو ہریرہ فضلہ بن عبد اللہ الانصاری ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ناجیہ بن عمر الخزاعی
ابو زینب بن عوف الانصاری یعلی ابن مرہ ثقفی سعد ابن سعد بن عبادہ الانصاری ابو سریحہ الغفاری رضی اللہ عنہم۔
ثم ذکر بن عقدہ ثمانین وعشرین رجلا من الصحابۃ لم یذکرھم ولم یذکر اسمائھم ان کے بعد ابن عقدہ نے
اٹھائیس بزرگوں کا صحابہ میں سے اور ذکر کیا ہے لیکن ان کے نام نہیں لکھے ہیں

اس حدیث کے متواتر ہونیکی نسبت علمائے کرام کے اقوال

علامہ جزری اپنی کتاب اسنی المطالب میں تحریر فرماتے ہیں اخبرنا ابو حفص عمر ابن الحسن المراغی فیما شافھنی بہ من ابی الفتح یوسف ابن یعقوب الشیبانی اخبرنا ابو الیمن زید ابن الحسن الکندی اخبرنا ابو المنصور القزاز اخبرنا امام ابو بکر ابن ثابت الحافظ اخبرنا محمد ابن عمر بن بکیر اخبرنا ابو عمر حدثنا احمد ابن محمد الضبیعی حدثنا الاشیح حدثنا العلاء بن سالم عن یزید ابن ابی زیاد عن عبد الرحمان ابن ابی لیلی قال سمعت علیا علیہ السلام بالرحبہ ینشد الناس من سمع النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فقام اثنا عشر بدریا فشہدوا انھم سمعوا رسول اللہ یقول ذالک حدیث حسن من ھذا الوجہ صحیح من وجوہ کثیرۃ تواتر عن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ وھو متواتر ایضا عن النبی رواہ جم الغفیر عن الجم الکثیر ولا عبرۃ بمن حاول تضعیفہ ممن لا اطلاع لہ فی ھذا العلم فقد رواہ مرفوعا عن ابی بکر الصدیق و عمر ابن الخطاب و طلحہ ابن عبید اللہ و زید ابن ارقم و البراء ابن عازب و بریدہ ابن الحصیب و ابی ہریرہ و ابی سعید الخدری و جابر ابن عبد اللہ و عبد اللہ ابن عباس و حبشی ابن جنادہ و جماعۃ

ابن مسعود و عمران ابن حصین و عبداللہ ابن عمرو و عمار بن یاسر و ابی ذر غفاری و سلمان الفارسی
واسعد ابن زرارہ و خزیمہ ابن ثابت و ابی ایوب الانصاری و سہیل ابن حنیف و حذیفہ ابن الیمان و سمرہ ابن
جندب و زید ابن ثابت و انس ابن مالک و غیرھم من الصحابہ رضوان اللہ علیہم و صح بین جماعت منہم ممن یحصل
القطع بخبرھم و ثبت ایضا ان ھذا القول کان منہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یوم غدیر خم

علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ واما حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ فلہ طرق جیدۃ وقد افردت
ذالک علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں بذیل ترجمہ عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک لکھتے ہیں کہ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے لئے
بہت سے طریقے جید ہیں میں نے ایک مستقل رسالہ میں اس کی تفرید کی ہے

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ ان ھذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل بعض الحفاظ عدہ متواترا بیشک
یہ حدیث صحیح ہے۔ جس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اسکو متواترات سے شمار کیا ہے علامہ جمال الدین عطا ابن
ابن فضل اللہ شیرازی محدث اربعین میں لکھتے ہیں ھذا الحدیث متواتر عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رواہ جمع کثیر و جم
غفیر من الصحابۃ یہ حدیث آنحضرت سے متواتر روایت کی گئی ہے اسکو صحابہ میں سے جمع کثیر اور جم غفیر نے روایت کیا ہے

علامہ مقبلی ضیاء الدین صالح بن کتاب ابحاث مسددہ فی فنون المتعددہ میں تحریر کرتے ہیں ومن شواھد ذالک ما ورد فی
حق علی المنبہ وھو علی حدانہ متواتر معنی واشھر روایۃ حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ انہیں حدیثوں کے
قسم میں سے وہ حدیث جو جناب امیر کی قطعی جنتی ہونے کی نسبت وارد ہوئی ہے جو اپنی حد میں معنی متواتر ہے اور حدیث من کنت مولاہ
فعلی مولاہ ان احادیث سے جس کے معنی نہایت صحیح اور روایت نہایت مشہور ہے علامہ مناوی عبدالرؤف تیسیر شرح جامع صغیر
مصنفہ سیوطی میں لکھتے ہیں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین نے روایت کیا ہے اور امام
احمد حنبل کے تمامی راوی ثقہ ہیں بلکہ مؤلف جامع صغیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اور علی ابن احمد ابن نورالدین محمد ابن ابراہیم
العزیزی نے بھی سراج المنیر شرح جامع صغیر میں اسکا اسی طرح سے ذکر کیا ہے ان کی اصل عبارت یہ ہے من کنت مولاہ فعلی مولاہ
اخرجہ احمد وغیرہ ورجال احمد ثقات بل قال المؤلف حدیث متواتر وھذا ذکرہ علی ابن احمد بن نورالدین
محمد ابن ابراھیم العزیزی فی سراج المنیر حافظ نورالدین علی ابن ابراہیم ابن علی الحلبی الشافعی کتاب انسان العیون
فی سیرۃ الامین المامون میں تحریر کرتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح ورد باسانید صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ
کابی داؤد وابی حاتم الرازی یہ حدیث صحیح ہے اور اسانید صحیح اور حسان سے روایت ہوئی ہے ابو داؤد اور ابو حاتم رازی کے
اقوال جنہوں نے اس حدیث کی قدح کی ہے التفات کے قابل نہیں ہے۔ علامہ احمد ابن محمد العاصمی زین الفتی میں تحریر کرتے ہیں قال
احمد بن محمد العاصمی فی زین الفتی ھذا الحدیث تلقتہ الامۃ بالقبول وھو موافق للاصول اس حدیث کو امت
نے قبول کیا ہے اور یہ حدیث اصول کے بالکل مطابق ہے حافظ محمود بن محمد بن علی الشیخانی القادری المدنی کتاب صراط السوی

لکھتے ہیں قال حافظ الذہبی ھذا حدیث حسن اتفق علی ما ذکرنا جمہور اھل السنة والجماعة حافظ ذہبی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور جیسے کہ ہمنے ذکر کیا ہے اسپر جمہور اہل سنت وجماعت کا باہم اتفاق ہے حافظ ابو القاسم ابا لفضل ابن محمد لکھتے ہیں ھذا حدیث صحیح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد روی عنہ نحو مائة نفس منہم العشرة وھو ثابت لا اعرف لہ علة تفرد علی رضی اللہ عنہ بھذہ الفضیلة لم یشرکہ احد اخرجہ الفقیہ ابن المغازلی فی المناقب یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت صحت کے ساتھ روایت ہوئی ہے اور سو آدمیوں نے اس حدیث کو حضور سے روایت کیا ہے کوئی سقم کی علت اسمیں نہیں پاتا جناب علی علیہ السلام اس فضیلت میں یکتا ہیں کوئی صحابی اس میں ایکا شریک نہیں حافظ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ اخرجہ الترمذی والنسائی وھو کثیر الطرق جدا وقد استوعبہا ابن عقدہ فی کتاب مفرد وکثیر من اسانیدھا صحاح وحسان حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کو امام ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے طریقے کثرت سے ہیں ابن عقدہ نے ایک مستقل کتاب میں انکو جمع کیا ہے اور اس کی اکثر سندیں صحیح اور حسن ہیں محدث دہلوی لمعات میں تحریر کرتے ہیں۔ ھذا حدیث صحیح لا مریة فیہ وقد اخرجہ جماعة کالترمذی والنسائی واحمد وطرقہ کثیرة جدا رواہ ستة عشر صحابیا وفی روایة احمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلثون صحابیا وشہدوا بہ لعلی لما نوزع فی ایام خلافتہ وکثیر من اسانیدہ صحاح وحسان ولا التفات لمن قدح فی صحتہ یہ حدیث صحیح ہے اس میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے اور محدثین کی ایک جماعت جیسے کہ ترمذی نسائی اور امام احمد ابن حنبل رحمة اللہ علیہم نے اس کی تخریج کی ہے اور اس حدیث کے بہت سے طریق ہیں سولہ صحابیوں نے اسکو روایت کیا ہے اور امام احمد ابن حنبل کی ایک روایت میں ہے کہ اسکو آنحضرت سے تیس صحابیوں نے سنا ہے اور جبکہ اپنے ایام خلافت میں جناب امیر نے تنازع کیا تو ان لوگوں نے اس حدیث کی نسبت گواہی دی تھی اور اس کی سندیں اکثر صحیح اور حسن ہیں اور جس شخص نے کہ اس کی صحت میں کلام کیا ہے اسکے قول کا اعتبار نہیں محمد ابن اسمعیل بن صلاح الامیر یمنی اپنی کتاب روضة الندیہ میں لکھتے ہیں ثم اعلم ان حدیث الموالات متواتر عند السیوطی کما ذکرہ فی قطف الازھار فاردت ان اسوق طرقہ لیتضح التواتر فاقول اخرجہ احمد والحاکم عن ابن عباس وابن ابی شیبہ واحمد عنہ وعن بریدة واحمد وابن ماجہ عن البراء والطبرانی وابن جریر وابو نعیم عن جندب الانصاری وابن قانع عن حبشی ابن جنادہ والترمذی عنہ وقال حسن غریب والنسائی والطبرانی والضیاء المقدسی عن ابی الطفیل وعن زید ابن ارقم وحذیفہ بن اسید الغفاری وابن ابی شیبہ والطبرانی عن ابو ایوب وابن ابی شیبہ وابن ابی عاصم والضیاء عن سعد ابن ابی وقاص والشیرازی فی الالقاب عن والطبرانی عن مالک بن الحویرث وابو نعیم فی فضائل الصحابہ عن یحیی ابن جعدہ وعن زید ابن ارقم وابن عقدہ فی کتاب الموالات عن حبیب بن بدیل بن ورقاء وقیس بن ثابت وزید بن شراحیل

الانصاری واحمد عن علی وثلثۃ عشر رجلا وابن ابی شیبہ عن جابر قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من کنت مولاہ فعلی مولاہ آگاہ ہو کہ حدیث موالاۃ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک متواترات سے ہے جیسے کہ حافظ موصوف قطف الازہار میں لکھتے ہیں احادیث کے طریقوں کو شمار کر کے دکھلاتا ہوں تاکہ اسکا متواتر ہونا واضح ہو جائے پس میں کہتا ہوں کہ امام احمد اور حاکم ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ اور احمد ان سے اور بریدہ سے اور احمد اور ابن ماجہ براء ابن عازب سے اور طبرانی اور ابن جریر اور ابو نعیم جندب الانصاری اور ابن قانع حبشی ابن جنادہ سے اور ترمذی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اقسام حسن اور غریب میں سے ہے اور نسائی اور طبرانی اور ضیاء مقدسی ابو الطفیل سے اور وہ زید ابن ارقم اور حذیفہ بن اسید الغفاری سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم اور ضیاء سعد ابن ابی وقاص سے اور شیرازی القاب میں جناب عمر ابن الخطاب سے اور طبرانی مالک ابن الحویرث سے اور ابو نعیم فضائل الصحابہ میں یحیی بن جعدہ سے اور وہ زید ابن ارقم سے اور زید ابن ابن شراحیل الانصاری سے اور احمد جناب امیر علیہ السلام اور دیگر تیرہ صحابیوں سے اور ابن ابی شیبہ جابر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا کہ میں مولا ہوں پس علی اوسکا مولا ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سیف المسلول میں لکھتے ہیں این حدیث بدرجہ تواتر رسیدہ وازسی کس از اصحاب علی وابو ایوب وزید ابن ارقم وبراء ابن عازب وعمر بن مرہ وابوہریرہ وابن عباس وعمار بن بریدہ وسعد ابن ابی وقاص وابن عمر وانس وجریر بن عبد اللہ البجلی ومالک ابن الحویرث وابو سعید الخدری وطلحہ وابو الطفیل وحذیفہ ابن اسید وغیرہ مروی گشتہ وجمہور محدثین این حدیث را در صحاح وسنن ومسانید روایت کردہ اند

ان ائمہ حدیث کے نام جنھوں نے اس حدیث کی تخریج کی ہے

اس کو بخاری مسلم واقدی اور ابو داؤد کے سوا ہر طبقہ کے محدثین کی ایک حدیث کثیر نے روایت کیا ہے جن کے اسماء مع سنہ وفات مندرج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات	نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۱	مالک ابن شہاب الزہری استاد امام مالک	سنہ ۱۲۵ھ	۷	الوکیع ابن الجراح بن ملیح الرواسی	سنہ ۱۹۷ھ
۲	محمد ابن اسحاق صاحب السیرۃ	سنہ ۱۵۱ھ	۸	عبد اللہ ابن نمیر الہمدانی	سنہ ۱۹۹ھ
۳	معمر بن راشد ابو عروۃ الازدی۔	سنہ ۱۵۳ھ	۹	محمد ابن عبد اللہ ابو احمد الزبیری الحبال	سنہ ۲۰۳ھ
۴	اسرائیل ابن یونس السبیعی ابو یوسف الکوفی	سنہ ۱۶۲ھ	۱۰	یحیی ابن آدم بن سلیمان الاموی	سنہ ۲۰۳ھ
۵	شریک ابن عبد اللہ القاضی	سنہ ۱۷۷ھ	۱۱	امام محمد ابن ادریس الشافعی	سنہ ۲۰۴ھ
۶	محمد بن جعفر المدنی المعروف غندر	سنہ ۱۹۳ھ	۱۲	اسود ابن عامر ابن شاذان الشامی	سنہ ۲۰۸ھ

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات	نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۱۳	عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	سنہ ۲۱۱ھ	۳۶	محمد ابن یزید ابن ماجہ القزوینی	سنہ ۲۷۳ھ
۱۴	حسین بن محمد امروزی	سنہ ۲۱۳ھ	۳۷	احمد ابن یحییٰ البلاذری	سنہ ۲۷۶ھ
۱۵	فضل بن دکین ابونعیم کوفی	سنہ ۲۱۸ھ	۳۸	عبداللہ بن مسلم الدینوری المعروف بابن قتیبہ	سنہ ۲۷۶ھ
۱۶	عفان بن مسلم الصفار	سنہ ۲۲۰ھ	۳۹	محمد ابن عیسیٰ سورۃ الترمذی	سنہ ۲۷۹ھ
۱۷	سعید بن منصور الخراسانی	سنہ ۲۲۷ھ	۴۰	احمد بن عمرو الشیبانی المعروف بابن عاصم	سنہ ۲۸۷ھ
۱۸	ابراہیم بن الحجاج	سنہ ۲۳۲ھ	۴۱	زکریا بن یحییٰ السنجری الخیالا	سنہ ۲۸۹ھ
۱۹	علی ابن حکیم الاودی	سنہ ۲۳۱ھ	۴۲	عبداللہ ابن امام احمد ابن حنبل	سنہ ۲۹۰ھ
۲۰	علی بن محمد الطنافسی	سنہ ۲۳۳ھ	۴۳	احمد ابن عمر بن عبد الخالق البزار	سنہ ۲۹۳ھ
۲۱	مدد بن خالد البصری	سنہ ۲۳۳ھ	۴۴	محمد ابن شعیب النسائی صاحب السنن	سنہ ۳۰۳ھ
۲۲	عبداللہ ابن محمد ابن ابی شیبہ العبسی	سنہ ۲۳۵ھ	۴۵	حسن ابن سفیان النسوی	سنہ ۳۰۳ھ
۲۳	عبد اللہ بن القواریری	سنہ ۲۳۵ھ	۴۶	احمد ابن علی ابو یعلی الموصلی	سنہ ۳۰۷ھ
۲۴	اسحاق بن ابراہیم الحنظلی المعروف بابن راہویہ	سنہ ۲۳۸ھ	۴۷	محمد ابن جریر الطبری	سنہ ۳۱۰ھ
۲۵	عثمان بن محمد بن ابوالحسن بابن ابی شیبہ	سنہ ۲۳۹ھ	۴۸	عبداللہ ابن محمد ابوالقاسم بغوی	سنہ ۳۱۷ھ
۲۶	قتیبہ بن سعید البلخی	سنہ ۲۴۰ھ	۴۹	محمد ابن علی بن حسین بن البشر الحکیم الترمذی	سنہ ھ
۲۷	امام احمد ابن حنبل	سنہ ۲۴۰ھ	۵۰	احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی	سنہ ۳۲۱ھ
۲۸	ہارون بن عبداللہ ابو موسیٰ الحمال	سنہ ۲۴۳ھ	۵۱	حسین ابن اسمٰعیل المحاملی	سنہ ۳۳۰ھ
۲۹	محمد بن بشار العبدی	سنہ ۲۵۳ھ	۵۲	احمد ابن محمد عبد ربہ ابو عمر القرطبی	سنہ ۳۲۶ھ
۳۰	محمد بن المثنیٰ ابو موسیٰ العنزی	سنہ ۲۵۲ھ	۵۳	ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید المعروف بابن عقدہ	سنہ ۳۳۲ھ
۳۱	الحسن بن عرفۃ العبدی	سنہ ۲۵۷ھ	۵۴	یحییٰ ابن عبداللہ الغزی	سنہ ۳۴۴ھ
۳۲	حجاج ابن یوسف الشاعر البغدادی	سنہ ۲۵۹ھ	۵۵	دعلج بن احمد السنجری	سنہ ۳۵۱ھ
۳۳	اسمٰعیل ابن عبداللہ الاصبہانی	سنہ ۲۶۷ھ	۵۶	محمد بن عبداللہ البزاز الشافعی	سنہ ۳۵۴
۳۴	حسن بن علی بن عفان العامری	سنہ ۲۷۰ھ	۵۷	محمد بن حبان البستی	سنہ ۳۵۴ھ
۳۵	محمد ابن یحییٰ الذہلی	سنہ ۲۵۸ھ	۵۸	سلیمان ابن احمد الطبرانی	سنہ ۳۶۰ھ

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات	نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۵۹	احمد ابن جعفر القطیعی	سنہ ۳۶۸ھ	۸۲	محمد ابن علی بن ابراہیم النطنزی	سنہ ھ
۶۰	علی بن الدار القطنی	سنہ ۳۸۵ھ	۸۳	عبدالکریم بن محمد ابوسعد المروزی السمعانی	سنہ ۵۶۲ھ
۶۱	عبداللہ بن عبداللہ المعروف بابن	سنہ ۳۸۷ھ	۸۴	موفق ابن احمد ابوالمؤید المعروف باخطب خوارزم	سنہ ۵۶۸ھ
۶۲	محمد بن عبدالرحمن المخلص الذہبی	سنہ ۳۹۳ھ	۸۵	عمر بن محمد بن خضر الاردبیلی	سنہ ۵۷۰ھ
۶۳	ابوعبداللہ الحاکم	سنہ ۴۰۵ھ	۸۶	محمد ابن عمر ابن احمد بن موسیٰ المدائنی	سنہ ۵۸۱ھ
۶۴	عبدالملک ابن محمد الخرگوشی	سنہ ۴۰۶ھ	۸۷	فضل اللہ ابن سعد الحسنی	سنہ ھ
۶۵	احمد ابن عبدالرحمان ابن احمد الفارسی الشیرازی	سنہ ۴۰۷ھ	۸۸	سعد ابن محمود بن خلف ابوالفتح العجلی	سنہ ۶۰۰ھ
۶۶	احمد بن موسیٰ بن مردویہ الاصفہانی	سنہ ۴۱۰ھ	۸۹	امام محمد بن عمر الملقب بفخرالدین رازی	سنہ ۶۰۶ھ
۶۷	احمد ابن محمد بن یعقوب ابوعلی مسکویہ	سنہ ۴۲۱ھ	۹۰	مبارک ابن محمد ابن الاثیر الجزری	سنہ ۶۳۰ھ
۶۸	احمد ابن محمد ابن ابراہیم الثعلبی	سنہ ۴۲۵ھ	۹۱	محمد ابن عبدالواحد المقدسی الحنبلی	سنہ ۶۴۳ھ
۶۹	اسمعیل ابن علی بن حسین بن زنجویہ الرازی المعروف بابن السمان	سنہ ۴۴۵ھ	۹۲	محمد ابن طلحہ النصیبی	سنہ ۶۵۲ھ
۷۰	احمد ابن حسین بن علی البیہقی	سنہ ۴۵۸ھ	۹۳	یوسف بن محمد ابوالحجاج البلوی المعروف بابن الشیخ	سنہ ھ
۷۱	یوسف ابن عبداللہ المعروف بابن عبدالبر	سنہ ۴۶۳ھ	۹۴	یوسف بن فرغلی سبط ابن الجوزی	سنہ ۶۵۴ھ
۷۲	علی ابن احمد ابوالحسن الواحدی	سنہ ۴۶۸ھ	۹۵	محمد ابن یوسف الکنجی الشافعی	سنہ ۶۵۸ھ
۷۳	مسعود ابن ناصر السجستانی	سنہ ۴۷۷ھ	۹۶	عبدالرزاق بن رزق اللہ الرسعنی	سنہ ۶۶۱ھ
۷۴	علی ابن احمد الجلالی المعروف ابن المغازلی	سنہ ۴۸۳ھ	۹۷	یحییٰ بن شرف النووی	سنہ ۶۷۶ھ
۷۵	عبداللہ ابن عبداللہ ابوالقاسم الحسکانی	سنہ ھ	۹۸	احمد ابن عبداللہ محب الدین طبری	سنہ ۶۹۴ھ
۷۶	علی ابن الحسن بن الحسین الخلعی	سنہ ۴۹۲ھ	۹۹	ابراہیم بن عبداللہ الوصابی الیمنی	سنہ ھ
۷۷	امام محمد غزالی	سنہ ۵۰۵ھ	۱۰۰	محمد بن احمد الفرغانی	سنہ ۶۹۹ھ
۷۸	الحسین ابن مسعود البغوی	سنہ ۵۱۶ھ	۱۰۱	ابراہیم بن محمد الحموینی	سنہ ۷۲۲ھ
۷۹	رزین بن معاویہ العبدری	سنہ ۵۳۵ھ	۱۰۲	احمد بن محمد بن احمد علاء الدولہ السمنانی	سنہ ۷۳۶ھ
۸۰	احمد بن محمد الناصحی	سنہ ھ	۱۰۳	یوسف ابن عبدالرحمان المزی	سنہ ۷۴۲ھ
۸۱	محمود ابن عمر الزمخشری صاحب کشاف		۱۰۴	محمد ابن احمد الذہبی	سنہ ۷۴۸ھ

نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات	نمبر شمار	اسمائے محدثین	سنہ وفات
۱۰۵	حسن بن حسین نظام الدین الاعرج نیشاپوری	سنہ ھ	۱۲۸	عطاء اللہ فضل اللہ السبزاری جمال الدین محدث	سنہ ھ
۱۰۶	محمد بن عبد اللہ ولی الدین الخطیب بغدادی	سنہ ھ	۱۲۹	عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین احمد	سنہ ۹۳۲ھ
۱۰۷	عمر ابن مظفر بن عمر ابو حفص المصری الحلبی	سنہ ۷۴۹ھ	۱۳۰	احمد بن محمد بن علی بن احمد المکی	سنہ ۹۷۳ھ
۱۰۸	احمد ابن عبد القادر ابن مکتوم	سنہ ۷۴۹ھ	۱۳۱	علی ابن حسام الدین المتقی صاحب کنز العمال	سنہ ۹۷۵ھ
۱۰۹	محمد ابن مسعود الکازرونی	سنہ ۵ھ	۱۳۲	محمد طاہر الفتنی صاحب مجمع البحار	سنہ ۹۸۶ھ
۱۱۰	محمد ابن یوسف الزرندی	سنہ ۷۵۲ھ	۱۳۳	میرزا مخدوم بن عبد الباقی	سنہ ۹۹۵ھ
۱۱۱	عبد اللہ ابن اسعد الیمنی الیافعی	سنہ ۷۶۸ھ	۱۳۴	علی ابن السلطان محمد الروبی المعروف بملا علی قاری	سنہ ۱۰۱۴ھ
۱۱۲	اسمعیل بن عمر الدمشقی بابن کثیر	سنہ ۷۷۴ھ	۱۳۵	محمد ابن عبد الروف بن تاج العارفین المناوی	سنہ ۱۰۳۱ھ
۱۱۳	عمر ابن الحسن ابو حفص المراغی	سنہ ۷۷۸ھ	۱۳۶	شیخ عبد اللہ العیدروس الیمنی	سنہ ۱۰۴۱ھ
۱۱۴	علی ابن شہاب الدین الہمدانی	سنہ ۷۸۶ھ	۱۳۷	محمد بن محمد بن علی الجیلانی القادری المدنی	سنہ ھ
۱۱۵	محمد ابن عبد اللہ ابن احمد المقدسی	سنہ ۷۸۹ھ	۱۳۸	علی ابن ابراہیم بن احمد بن علی ابن نور الدین الحلبی	سنہ ۱۰۴۴ھ
۱۱۶	محمد ابن احمد المعروف بخواجہ پارسا	سنہ ۸۲۲ھ	۱۳۹	احمد ابن الفضل بن محمد باکثیر المکی	سنہ ۱۰۴۷ھ
۱۱۷	محمد بن محمد شمس الدین الجزری صاحب حصن حصین	سنہ ۸۳۳ھ	۱۴۰	الشیخ عبد الحق محدث دہلوی	سنہ ۱۰۵۲ھ
۱۱۸	احمد ابن علی بن عبد القادر المقریزی	سنہ ۸۴۵ھ	۱۴۱	محمد بن صفی الدین جعفر الملقب محبوب عالم	سنہ ھ
۱۱۹	شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی	سنہ ۸۴۱ھ	۱۴۲	صالح بن مہدی المقبلی	سنہ
۱۲۰	احمد بن علی محمد المعروف بابن حجر عسقلانی	سنہ ۸۵۲ھ	۱۴۳	محمد بن عبد الرسول البرزنجی المدنی	سنہ ۱۱۳۰ھ
۱۲۱	علی ابن احمد المعروف بابن حجر عسقلانی	سنہ ۸۵۵ھ	۱۴۴	حسام الدین بن محمد بایزید سہارنپوری	سنہ ھ
۱۲۲	محمد ابن احمد العینی الحنفی شارح صحیح بخاری	سنہ ۸۵۵ھ	۱۴۵	مرزا محمد سمرقند خان البدخشانی	سنہ ھ
۱۲۳	ضیبن بن معین الدین البنروی الہیندی	سنہ ۸۷۰ھ	۱۴۶	محمد صدر عالم صاحب معارج	سنہ ھ
۱۲۴	عبد اللہ ابن عبد الرحمان	سنہ ۸۸۳ھ	۱۴۷	مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	سنہ ۱۱۷۶ھ
۱۲۵	فضل اللہ ابن روزبہان	سنہ ھ	۱۴۸	محمد ابن اسمعیل بن صلاح الامیر الیمانی الصنعانی	سنہ ۱۱۸۲ھ
۱۲۶	علی ابن عبد اللہ نور الدین السمہودی	سنہ ۹۱۱ھ	۱۴۹	محمد شاہ محمد ابن علی الصبیان	سنہ ھ
۱۲۷	عبد الرحمان ابن ابی بکر المعروف بجلال الدین سیوطی	سنہ ۹۱۱ھ	۱۵۰	ابراہیم بن مرعی بن عطیہ الشبرخیتی المالکی	سنہ ھ

۱۵۱	مولانا رشید الدین خان دہلوی	سنہ ھ	۱۵۵	مولوی حمید علی فیض آبادی	سنہ ھ
۱۵۲	مولوی محمد مبین لکھنوی	سنہ ھ	۱۵۶	محمد بن محمد المصری	سنہ ھ
۱۵۳	محمد سالم البخاری دہلوی	سنہ ھ	۱۵۷	احمد بن عبد القادر العجلی	سنہ ھ
۱۵۴	مولوی ولی اللہ لکھنوی	سنہ ھ			

اس سے زاید تفصیل کے لئے دیکھو مجلدات عبقات الانوار بحث حدیث غدیر مولفہ و مصنفہ جناب علامہ مرحوم سید حامد حسین صاحب قبلہ لکھنوی مد ظلہ العالی مطبوعہ لکھنو مطبع مطلع الانوار نخاس جدید — المولف سید اولاد حیدر عفی عنہ

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات وفات

غدیر خم کی ضروری کاروائیوں سے فراغت پاکر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم کے مہینہ میں مدینہ پہنچے واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فی الحال اسلام کی نا اتفاقی اور اس کے پارہ پارہ ہو جانے کا بہت بڑا خیال رہتا تھا اس لئے آپ کا زیادہ وقت اُن کے وعظ و نصیحت میں صرف ہوتا تھا وہ وعظ بھی انہیں معنوں میں ادا کیا جاتا تھا کہ وہ مجلسے اس کے کہ پارہ پارہ ہو کر اپنے اپنے فرقے کے لئے ایک علحدہ اور جدا پیشوا اور مقتدا ڈھونڈیں صرف اسی کی متابعت اور اسیکی اطاعت کو اپنا فرض سمجھیں جس کے لئے میں انھیں سمجھا چکا ہوں اور وحی ربانی کے مطابق انکو ہدایت بھی کر چکا ہوں ایسا نہو کہ وہ اسے بھول جائیں اور اس سے متفرق ہو کر اسلام کی یکجہتی اور اتفاق پر الزام لگائیں جناب رسولخدا صلعم کا یہ خیال کیسا مناسب تھا کیسا سچا اور کیسا صحیح تھا اس کی توضیح ہمارے آیندہ سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگی اسی لحاظ سے آپ اکثر اوقات اپنے اہلبیت طاہرین اور مولی المومنین جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے مدارج علی رؤس الاشہاد بیان فرماتے تھے مثلاً

عن حبیش بن المغیرۃ قال رایت ابوذر اخذ بعضادتی باب الکعبۃ وھو یقول من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا ابوذر الغفاری سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول مثل اھلبیتی فیکم کمثل سفینۃ نوح فی قومہ من رکبھا نجی ومن تخلف عنہا غرق اخرجہ الحاکم فی تاریخہ وابو علی فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر والاوسط وسماک بن الحرب والبزار وابو الحسن المغازلی

حبش بن المغیرہ کہتے ہیں میں نے ابوذر غفاری کو خانہ کعبہ کے دروازے کی چوکھٹ پکڑے ہوئے دیکھا کہ وہ کہہ رہے تھے جس نے مجھے پہچانا ہو پہچان لے اور جس نے نہ پہچانا ہو پہچان لے ابوذر غفاری ہوں میں نے جناب رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں میرے اہلبیت سفینہ نوح کی مثل ہیں جو ان کے قوم کے لئے تھی جو شخص اسپر سوار ہوگا نجات پا گیا اور جو اس سے مخالف ہوا غرق ہوا اور علی مع القران والقران مع علی لم یتفرقا حتی یردا علی الحوض الکوثر علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے یہ دونوں آپس میں جدا نہوں گے جبتک کہ حوض کوثر

میرے پاس پہنچ لیں گے۔ صحیح ترمذی۔

اسیطرح ایک مقام پر صحابہ میں فرمایا ان اللہ امرنی بحب اربعۃ اخبرنی انہ یحبھم قیل یا رسول اللہ سمھم لنا قال علی منھم یقول ذالک ثلثا ابوذر و سلمان والمقداد وامرنی بحبھم واخبرنی انہ یحبھم صحیح ترمذی۔

خدا نے مجھے چار شخصوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں تو آپ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں فرد اکمل تو علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور پھر ابوذر مقداد اور سلمان ہیں۔

اسیطرح اہلبیت علیہم السلام کی نسبت فرمایا عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ فرض طاعتی وطاعۃ اہل بیتی علی الناس خاصۃ وعلی الخلق عامۃ قیل یا رسول اللہ فما الناس وما الخلق قال الناس اہل مکۃ والخلق خلق اللہ من ذی روح اخرجہ الدیلمی ابن عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسالتمآب نے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اور میرے اہلبیت کی اطاعت کو لوگوں پر خصوصاً اور خلقت پر عموماً فرض کیا ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ کون ہیں اور خلقت کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں سے مراد اہل مکہ ہیں اور خلقت جو کہ خدا نے ذی روح پیدا کئے ہیں۔ پھر یہ بھی ارشاد ہوتا تھا عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم والذی نفسی بیدہ لا یبغضنا اہل البیت احد الا اکبہ اللہ فی النار۔ اخرجہ الحاکم وابن حبان وفی روایۃ الاخری عند الحاکم الا ادخلہ اللہ النار ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب سے مروی ہے کہ جناب نے فرمایا ہے کہ اس ذات پاک کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہم اہلبیت سے کوئی بغض نہیں رکھیگا مگر اسکو اللہ تعالیٰ آگ میں اوندھا گرائے گا اور حاکم اور امام احمد کے نزدیک دوسری روایت میں یوں ہے کہ مگر اسکو آگ میں ڈالے گا۔ اور کبھی من اذانی فی اہلبیتی فقد اذی اللہ جس شخص نے میرے اہلبیت کے معاملہ میں مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت پہنچائی۔ صحیح ترمذی۔ صواعق محرقہ جناب رسالتمآب کے ایام وفات قریب تھے اور انسان کو اگر واقعی اپنے اہل و عیال کی جدائی اُن کے غم والم اور تباہی کی فکر نہ ہوتی تو پھر اسکو موت سے کبھی ہراس نہیں ہوتا آنحضرت کو اپنی وفات کا یقین ہو چکی اور اہل عرب کی طبیعتوں سے خوب آشنا ہو رہے تھے وہ بخوبی معلوم تھے تعلیم اسلام کی پُر تاثیر تاکیدوں نے یہانتک انکو اُن کی عادتوں پر متنبہ کیا ہوا تھا سے قطع نظر کر اُنکی فطرت جیسی تھی وہ عرب پر کیا منحصر ہے ساری دنیا جانتی ہے خلاف و عداوت خونریزی ظلم و تعدی کینہ پروری اُن کے آگے کوئی چیز ہی نہیں تھی جبتک بنی بنی بگڑی تو ایسی بگڑی کہ سنبھلنا مشکل اب عام اس کے کہ خود بگڑ جائیں مگر جب تک کہ اپنے مخالف کو نہ بگاڑ لیں وہ باز نہیں آتے تھے اسلام سے پہلے ایام عرب کے طول طویل خونریزیاں بڑے بڑے قبائل کی مخالفتیں تو تاریخوں میں آجتک درج ہیں جنسے انکی ان کی کینہ پروری اور جنگجو طبائع کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے آخر یہ لوگ بھی مجھ ... تھے اسلام کی فیضان تعلیم سے ان کی طبیعتوں میں جو فرق نہ آیا ہو ابھی تک فطرت وہی تھی ابھی تک بہت سے قبیلے ایسے تھے

جن پر اسلام نے بہت کم اثر ڈالا تھا اور قبیلہ تو خیر جناب رسالتمآب تک تو کسی نہ کسی طرح اسلام کی متابعت کرتے رہے ان کی رحلت فرماتے ہی اُن کی فطرتوں نے بھی کروٹ بدلی تمثیل کے لئے دور کیوں جاؤگے وفات رسول اللہ کے بعد عرب کے بہت باشندے مرتد ہو گئے۔ ابوالفدا۔ اسلام کی ترقیوں پر ان کی حاسدانہ نگاہیں پڑنے لگیں کتنے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ خیال کیا کہ جس طرح اسلام نے ترقی کی ہے اسی طرح ہم بھی ایک جداگانہ مذہب کا اعلان کر کے اپنی دنیا بنائیں مگر جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یہ تو خلافت اولیٰ کے معاملات ہیں مسیلمۃ الکذاب کا واقعہ تو جناب رسولخدا کی حیات ہی کا ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جس طرح اپنی امت کا خیال تھا اسی طرح اپنے اہلبیتؑ کا بھی اہل عرب کے نقص فطرت کا یہ خیال تھا اور کیا خوب سمجھتے تھے کہ آخر ہماری ذریت کو انھیں کے ساتھ زندگی بسر کرنی ہے اور انھیں کے ساتھ رہنا ہے عرب کے خانہ بدوش جنکو عموماً بدو کہتے ہیں اور ان کے قلبی مسلمان ہونے سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اُن کے مفسدانہ حالات اور ظالمانہ حرکات خصوصاً ایام حج میں حجاج کے ساتھ عام اس سے کہ ہندی ہوں۔ فارسی ہوں۔ ترکی ہوں مصری ہوں چینی ہوں یا بخاری اجتک ویسے ہی ہیں یہ کہ اتفاق ہے وہ مہمان نواز ہیں مگر قزاقی سفاکی اور بیدردی ان کی بڑھتی ہی جاتی ہے ترکش گورنمنٹ باوجود اپنی اعلیٰ قوت کے انکا کوئی معقول انسداد نہیں کر سکتی اس قوم کو دیکھکر ایک غیر مذہب والا فوراً کہدے گا کہ انکو اسلام سے کوئی لگاؤ نہیں غیر مذہب والے جو مسلمانوں پر طفلی سخت دل اور بیدرد ہونیکا الزام لگاتے ہیں وہ انھیں قوموں کے مشاہدہ احوال کے نتائج ہیں اگرچہ اس قوم نے رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی کے زمانہ سے اسلام قبول کیا ہے نہ یہ تازہ مومن کہے جا سکتے ہیں نہ نومسلم مگر ان کے افعال وطبائع کا موازنہ کرو تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اسلام کی ہمدردی رحم ومروت کی تعلیم نے اُن کے پتھریلے دلوں پر اجتک ذرہ بھر بھی اثر نہیں پہنچایا

دینیات سے انکو کچھ علاقہ نہیں دور کیوں جاؤگے محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مدارج النبوۃ جلد دوم نکالکر ان کے سفر حج کے تذکرہ میں اُحد کے حالات اور ایک قریشی عرب صحرائی کی ملاقات کا حال دیکھ لو اور لاکان من القریش سے اس کی تحقیقات دینی کا اندازہ کر لو انھیں کی مختلف طبائع کا خیال فرما کر جناب رسولخدا تمام اہل اسلام کو اپنے اہلبیت کی محبت اور متابعت کی طرف رغبت دلاتے تھے اور ہر طرح سے ما رسول اللہ الا البلاغ حجۃ الوداع سے واپس آکر ابتدائے مرض تک رسول اللہ کی کوئی صحبت اور مسجد نبوی کا کوئی جلسہ اہلبیت کی ذکر خیر سے خالی نہیں رہتا تھا اور آنحضرت کا کوئی وعظ کوئی پند کوئی نصیحت کوئی تقریر ایسی نہیں تھی جس میں وہ حاضرین سے اپنے اہلبیت کی سفارش نفرماتے ہوں یہ کیوں تھا۔ صرف اس لئے کہ تمامی اہل اسلام ہمارے بعد اہلبیت کو بھی اسی عظمت اور اسی وقعت کی نگاہ سے دیکھیں جس عظمت اور وقعت کی نگاہ سے مجکو دیکھتے تھے اور جو راستے ان کی رفاہ وفلاح کے انکو بتلا دئے گئے ہیں اسی پر مستقل اور ثابت قدم رہیں۔

بہر حال جناب رسالتمآب مجمع عام میں اکثر فرمایا کرتے تھے اللھم اھل بیتی وانا مستودعھم کل مومن خدایا میں اہلبیت کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور انکو ہر مومن کے سپرد ودیعت چھوڑتا ہوں سفر کی اخیر تاریخوں میں مرض رسول نے ترقی کی لو

اس کے ساتھ ضعف بڑھتا گیا مگر باایں ہمہ وہ خدا کا برحق اور سچا رسول بندگان خدا کی ہدایت سے اپنے بستر موت پر بھی غافل نہیں تھا۔ شام کے ایسا بد قسمت ملک ابھی تک اسلام کی دولت سے محروم تھا اور یونانی نصرانیوں کے قبضہ تھا جو قیصر روم کے باجگذار تھے

جیش اسامہ

سنہ ۸ ہجری میں حدیبیہ کے واقعات کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تمام ملکوں میں دعوت اسلام کیلئے علی الاعلان خط لکھے اور قاصد بھیجے ان میں زید ابن الحارثہ بھی تھے سب قاصد تو لوٹے مگر زید کو بیرحم رومیوں نے فرط غضب سے قتل کر ڈالا جناب رسالتمآب کے ذہن نشین زید کا قصاص ہو رہا تھا معاملات تبوک اور اس کے شرائط صلح پر بھی عیسائی قائم نہ رہے اور اسلام کے معاہدہ میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی وہ وفا نہ کر سکے یہ اور غضب ہوا بیماری کی حالت ہی میں آنحضرت نے رومیوں پر فوج کشی کا سامان کیا زید کے بیٹے اسامہ کو جو ابھی محض نوعمر تھے اس لشکر کا سردار بنایا اور تمام اہل اسلام کو جن میں صرف ایک علی مرتضیٰ علیہ السلام نہ تھے اسامہ ابن زید کی متابعت اور ان کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کا حکم فرمایا ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۲۸۶ ج ۲ بعض معمر صحابہ نے ایک نوجوان کی متابعت کی وجہ سے جانے میں کچھ پس و پیش کیا اور اسی لئے اسامہ کی روانگی میں پورے ایکدن کا توقف ہو گیا یہ خبر آنحضرت کو ملی تو آپ کو عموماً لوگوں پر نہایت طیش آیا اور اسی حالت میں ارشاد کیا کہ لعن اللہ من تخلف من جیش الاسامہ ایسا سخت حکم سنکر تمام اہل اسلام تھرا اٹھے۔ یہ سب تو تھا مگر مرض رسول اللہ میں سوائے اضافہ کے افاقہ کی کوئی صورت نہیں تھی وہ نوبت آگئی تھی کہ اب اکثر اوقات غش ہو جایا کرتے تھے اور دیر تک اسی بیہوشی کی حالت میں خموش رہتے تھے دو تین دن ہوئے تھے کہ آنحضرت اور بی بیوں کی اجازت سے ام المومنین عائشہ کے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے ایکدن تمام اکابر صحابہ آپ کی عیادت کو آئے ہوئے تھے آنحضرت نے حسب المعمول آنکھ غش سے کھلی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ دوات قلم لاؤ تو میں تمہارے لئے لکھدوں کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو رسول اللہ کا یہ حکم صحابہ کی جماعت میں ایک اختلافی مسئلہ ہو کر رہ گیا آخر حضرت عمر ابن الخطاب کے اس بیکار فیصلہ نے کہ حسبنا کتاب اللہ آنحضرت کو خموش کر دیا وہ اس حکم کو یہ سمجھے کہ آنحضرت حالت انتشار میں ہیں اور غیر معمولی باتیں کرتے ہیں جو توجہ کے قابل نہیں صحیح البخاری معارج النبوۃ ص ۱۸۷ ترجمہ مدارج النبوۃ ص ۸۳ ۔ آخر جناب رسولخدا نے عاجز ہو کر فرمایا کہ میرے پاس سے سب ہٹ جائیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے سامنے اسقدر شور و غل کرنا ادب نبوت کے خلاف ہے ابو الفدا روضۃ الصفا بہر حال جناب رسولخدا کا وقت رحلت نہایت قریب تھا مرض کے ساتھ اضطراب بڑھتا جاتا تھا یہانتک کہ وہ وقت آگیا کہ اب دربار نبوت سے اٹھکر درگاہ احدیت کی طرف رجوع فرمائیں اسوقت آپکے پاس ام المومنین عائشہ اور حضرت عباس موجود تھے آنحضرت کو غشی سے فرصت ہوئی آپنے جناب علی مرتضیٰ کو بلانا چاہا لوگ انکو نہ سمجھے کسی دوسرے کو بلا لائے آپ نے فرمایا یہ نہیں پھر کسی دوسرے کو بلا لائے اب کی بار آپ کے چہرہ پر آثار ملال ظاہر ہوئے ام المومنین عائشہ نے کہا علی مرتضیٰ کو بلا لاؤ قسم خدا کی میں جانتی ہوں کہ جناب رسالتمآب

واقعۂ قرطاس

سوائے ان کے اور کسی دوسرے کو نہیں بلاتے جناب علی مرتضیٰ آئے حضرت نے بیٹھ گئے سر مبارک کو زانو پر لے لیا آنحضرت نے یہ دیکھکر اپنی چادر ان کے سر پر ڈالدی اور دیر تک آپ کچھ ایسی باتیں کیں جو کسی پر آجتک ظاہر نہ ہوئیں ۔

عن ام المومنین عایشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالت لما حضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الموت قال ادعوا الی حبیبی فدعوت لہ ابا بکر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوا الی حبیبی فدعوت لہ عمر فنظر الیہ ثم وضع راسہ فقال ادعوا الی حبیبی فقلت ویلکم ادعوا لہ علی ابن ابی طالب فواللہ ما یرید غیرہ فلما راٰہ اخرج الثوب الذی کان علیہ ثم ادخلہ فیہ فلم یزل یحتضنہ حتی قبض ویدہ علیہ اخرجہ الدارقطنی والرازی ۔ جناب ام المومنین عائشہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسولخدا کی وفات کا وقت قریب آگیا فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت ابوبکر کو بلایا حضرت نے سر اٹھا کر تکیہ پر رکھ لیا اور کہا کہ میرے حبیب کو بلاؤ میں نے حضرت عمر کو بلا بھیجا آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور تکیہ پر سر رکھ لیا تب میں نے لوگوں سے کہا افسوس ہے تم پر جناب علی مرتضیٰ کو بلاؤ حضرت کسی اور کسی کو طلب نہیں کرتے جب حضرت نے انکو دیکھا تو وہ کپڑا جو آپ اوڑھے تھے آپ نے اٹھایا اور علی کو اس میں لے لیا اور حضرت علی سے بغلگیر رہے جبتک کہ آنحضرت کا انتقال ہوگیا ۔

بہر حال پھر آنحضرت نے علی مرتضیٰ سے وصیت فرمائی کہ یا علی میں نے کسی یہودی سے لشکر اسامہ کی ترتیب کے لئے کچھ قرض لئے ہیں انکو تم ادا کر دینا یا علی میرے بعد تمکو لوگ صدمہ پہنچائیں گے تم ہرگز دل تنگ نہ ہونا اور جب تم دیکھنا کہ لوگوں نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت اختیار کرنا ۔ دارقطنی کتاب الافراد ۔ مناقب خوارزمی ۔ مسند ابو یعلی ۔ محب طبری ریاض النضرۃ ذخائر العقبیٰ

حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ جناب رسالتمآب وصیت کے بعد جناب امیر کی گود میں سر رکھدیا تھوڑی دیر کے بعد ابھی جناب رسالتمآب کا فرق مبارک ان کی گود ہی میں تھا کہ آفتاب نبوت حجاب ابدی میں پوشیدہ ہوگیا ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

وفات رسول سے لیکر خلافت اربع تک کے حالات

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد تمامی مہاجرین اسلام جو تجہیز و دفن کے لئے تشریف لائے تھے بالکل اٹھکر چلے گئے باقی ماندہ لوگوں میں ازواج مطہرات اور اہلبیت طاہرین کے سوا اور کوئی نہ تھا جناب علی مرتضیٰ اور حضرت عباس و پسران عباس وغیرہ نے ملکر رسول خدا کی تجہیز و تکفین کا سامان مہیا فرمایا تکفین کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے لاش مطہر کو قبر پر رکھدیا اور سب سے پہلے علی مرتضیٰ نے جملہ بنی ہاشم کے ہمراہ رسولخدا کے جنازہ پر نماز پڑھی پھر اور اہل اسلام نے پھر علی مرتضیٰ قبر مطہر میں اترے اور حضرت عباس وغیرہ نے ان کی اعانت کی جناب علی مرتضیٰ نے قبر میں اتر کر اس عرش خدا کے نور کو زمین کا فرش بنایا اور تھوڑی دیر تک قبر میں تامل فرما کر باہر آئے اور قبر مطہر بند ہوگئی کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ۔

انعقاد سقیفہ بنی ساعدہ

اما سے کہ روز وفات پیمبر خلافت گذارد بیاتم نشیند (قیصی)

مذہب اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سے اختلاف خاندانی اور پولیٹیکل ذریعوں سے ہوئے ہیں اور ان کی خاص وجہ قبیلوں کی مخالفت اور حاسدانہ خیال سے جنہوں نے قریش کی مخالفت کو بنی ہاشم کے خلاف میں پھر تازہ کر دیا تھا خیال کیا گیا ہے کہ آنحضرت نے کسی کو اپنا نائب مقرر نہیں کیا مگر اس خیال کی بنا صرف غلط قیاس پر قائم کی گئی ہے کیونکہ اس امر کی کثرت سے ثبوت موجود ہیں کہ جناب رسالتمآب نے کئی بار جناب علی مرتضیٰ کو اپنا نائب بتلایا ہے خصوصاً حجۃ الوداع سے پھرتے وقت منزل خم کے قیام میں آپ نے اپنی تمام ہمراہیوں کو جمع کیا اور کلمات ارشاد فرمائے جو ان کی نیابت تجویز کرنے کو کافی سمجھے جاویں ذرا بھی شک باقی نہیں چھوڑتے اسپرٹ آف اسلام ص ۲۸۹ پھر اہل اسلام نے حکم رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کیوں متابعت نہ فرمائی اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں اس وقت تک دو مشہور جماعتیں تھیں وہ دائرہ اسلام میں آکر متحد ہو گئیں تھیں مگر فی نفسہا وہ جداگانہ قومیں تھیں جن کو قبول اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں تھا یہ دو متفرق قومیں مہاجر و انصار کے نام سے آج تک یادگار ہیں مہاجر تو وہ لوگ تھے جو آنحضرت کے ہمراہ مکہ سے تشریف لائے تھے اور انصار ان کو کہتے ہیں جو مدینہ کے رہنے والے مسلمان ہوئے تھے اور جان و مال سے اسلام کی نصرت پر مہاجرین کی امداد پر مستعد رہتے تھے جناب رسالتمآب نے اسی مخالفت کا خیال فرما کر ان دونوں مختلف قوموں کو اخوت اسلام کے مضبوط اور مستحکم رشتوں سے ایسا باندھا تھا کہ پھر ان میں کسی نفاق اور مخالفت کی امید نہ تھی رسول اللہ کے زمانہ حیات تک تو وہ گرہ مضبوط رہی مگر ادھر اس برگزیدہ خدا کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر وہ گرہ کھل گئی اور اسلام کی یکجہتی کا گلدستہ پنجہ مخالفت سے کھل کر زمین پر بکھر گیا مسٹر جسٹس آنریبل مولوی سید امیر علی خان بہادر سی۔ ای۔ اے بالفاظ یہ لکھتے ہیں ؎

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ — چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

مذہب کی تاریخ پڑھنے والوں کو ہمارے اس بیان کی سرخی اگر کوئی صدمہ نہیں پہنچائے گی تو تعجب تو ضرور دلائے گی اور عموماً تمام بانی اسلام علیہ السلام کے چاہنے والوں کو یہ غم و الم کا باعث ضرور ہوگی افسوس وہ محبت اور برادرانہ موافقت سکھلانے والا مذہب بھی خانگی جھگڑوں اور مخالفت سے نہ بچ سکا وہ مذہب جو ایسے پر آشوب زمانے میں امن و امان اور صلح قائم رکھنے کو پیدا ہوا تھا اپنے غصہ اور طمع دنیاوی کے لالچ سے آپ ہی پارہ پارہ ہو گیا ہم دین عیسوی کی ان خرابیوں پر بھی آنسو بہا رہے تھے جو ناکامل تھی اور ضروریات زمانہ سے مختلف ہونے کی وجہ سے اس میں پیدا ہو گئیں تھیں اسلام کی خوبیاں جیسے ہم آئندہ بیان کریں گے حکومت دنیاوی کے لالچ اور لوگوں کی باہم نفسانیت کی وجہ سے پیدا ہوئیں جن کے مزاج میں نیکی اور بھلائی کی تربیت نہیں تھی اسپرٹ آف اسلام ص ۲۷۴

اس حکومت کے حاصل ہونے میں سبقت کس نے کی اس میں دونوں طرف کے لوگ شامل تھے مہاجرین بھی انصار بھی مہاجر انصار پر سبقت کا الزام لگاتے ہیں اگر انصار نے ایسا کیا تھا تو مہاجر کیوں شریک ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پارٹی کے لوگ کی خواہش ایک ہی تھی واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کے فرقے نے اپنی تقریری قوت کی وجہ سے انصار کی تجویز ٹال

کو دبا دیا سعد کی کچھ نہ چلی حضرت عمر نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور انکو اسلام کے جملہ امور کا امیر تسلیم کر لیا اس شورے یا صلاح میں بنی ہاشم یا جناب علی مرتضیٰ کی مطلق شرکت ثابت نہیں یہ تو ظاہر ہے کہ ان کے گھر آفت آئی ہوئی تھی ان کے سر دوسرے رحمۃ للعالمین کا سایہ اٹھ گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن فرماتے یا مہاجر و انصار کے ایک مسئلہ کا جس کی بنا پر حاکمان کی خود غرضی پر قائم تھی تصفیہ کرتے مہاجر و انصار بھی ان کی شرکت کو اپنے حصول مطلب کے لئے قطعی مضر سمجھتے تھے اس لئے نہ بلا سکے نہ انتظار کر سکے اول کی خبر بنی ہاشم یا علی مرتضیٰ کو ہو گئی تھی مگر ان کا خود چلا آنا یا کسی کے بلائے بے مجلس شورے میں شریک ہونا ان کے صاف اور پاکیزہ دامن پر بھی لوث دنیاوی اور طمع امارت کا دھبہ لگا دیتا اور یہ نام ہمیشہ لگا رہتا جیسا اور شرکائے سقیفہ کی نسبت انصاف دوست اور منصف مزاج خیال فرماتے ہیں باقی رہا یہ امر کہ اس شورے میں بنی ہاشم کا موجود کر لینا ضروری تھا یا نہیں اس سوال پر غور کرنے سے فوراً ہم کہہ سکتے ہو ہاں ضرور تھا کیونکہ یہ مملکت جس کے دس برس پہلے کے بنائے ہوئے اصول کو الٹ کر اس کے انتظام اور اس کے بندوبست میں نئے سرے سے تبدیلی کی جاتی ہے اسوقت تک بنی ہاشم کی حاصل کردہ کہلاتی تھی عام اس سے کہ صرف مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو یا دنیا کی تمام قومیں اسمیں داخل ہوں مگر اس کے احکام اور انتظام میں خاندان بنی ہاشم کے اس امتیاز اور اس بزرگوار کا پورا اختیار تسلیم کیا جائے گا جس کے ہاتھوں میں قریب قریب تمام جزیرۂ نمائے عرب کی تمام حکومت آچکی تھی ایسے اختلاف کی حالت میں جب بنی ہاشم یا ان کے سردار قبیلہ کے انتظام اور اس کے بندوبست قلم انداز کئے جاتے ہیں اور ان کے حقوق لازمی سے مخالفت کی جاتی ہے۔ تو اپنے دعووں کے صحیح ثابت کرنے کی غرض سے ضرور ہے کہ انکو دینی ہاشم، بلاکر اس ترمیم و تجدید تجویز کی تمامی وجوہ دکھلائی جائیں بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ احتیاطاً جب تک وہ شریک ہو لیں کسی امر کی ابتدا اپنی طرف سے نہ کی جائے۔ چودھویں صدی کے ایک منصف مزاج مورخ نہایت حسرت سے اپنی تاریخ میں یہ فقرہ لکھتے ہیں کہ دستور ہے کہ سلاطین کے مردے دفن کرنے کے پہلے ہی جانشین کی بحث طے کر لی جاتی ہے ولیعہد گدی پر بیٹھ لیتا ہے جب کہیں بادشاہ کی نعش دفن کی جاتی ہے افسوس ہے کہ خاندان نبوت بھی اس سے مستثنیٰ نہ رہ سکا تاریخ الاسلام مطبوعہ گورکھپور ص ۱۰۲ پر اپنے مضمون خلافت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اگر حضرت ابو بکر کے خلیفہ مقرر کئے جانے کے وقت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام موجود ہوتے تو کیا ہوتا اس کا جواب مشکل ہے تاریخ الاسلام ص۱ ۱۲۔

اب ہم اس بحث کو دکھلاتے ہیں جو مہاجرین نے انصار کے مقابلہ میں دکھلا کر اپنی فضیلت اپنی ثابت کی تھی۔ گروہ انصار نے اپنی جماعت میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرنا چاہا تو مہاجرین کے لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے ہاتھ سے وقت جاتا ہے تھوڑی دیر کے بعد اتنا موقع بھی نہ رہیگا تو ان کی جماعت میں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کی الائمۃ من القریش یعنی ائمہ قریش سے ہونے چاہئے ہمکو یہاں اس تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں کہ باعتبار اسناد کے اس حدیث کی کہاں تک توثیق ہوتی ہے انصار نے اس حدیث کو سنکر خوشی اختیار کی یا سکوت جو کچھ ہو۔ ہمکو یہاں صرف اتنی بات دریافت کرنی ہے کہ یہ حدیث مہاجرین یا قریشیوں کی فضیلت صرف انصار ہی پر ثابت کرتی ہے یا بنی ہاشم پر بھی اسکا وہی اثر ہونا چاہئے جیسا اہیر

تو دریافت ہوا کہ بنی ہاشم کے حقوق دونوں کے استحقاق سے کہیں زیادہ ہیں اول کے حقوق قطعی ہیں اس حدیث کی وجہ سے کسی قسم کا شبہہ کسی قسم کا شک اور کسی طرح کی تضعیف نہیں ہوتی اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ امام کو قریشی ہو جانا ہے انصار قریشی نہیں اس سبب سے رسول اللہ کے خلیفہ نہیں ہو سکتے مگر یہ حدیث اب بنی ہاشم کے مقابلہ میں کیا کام کر سکتی ہے تقاضائے انصاف یہ ہے کہ جس طرح اصول فضیلت پر ایک فریق سے معقول دعا کیا گیا ہے اسی طرح دوسرے مقابل پر بھی اپنی فضیلت ثابت کر دیجائے اور اسکو بھی مثل فریق اول کے معقول کر دیا جائے مگر یہ مقابلہ وقت پسند ہے انصار کا معاملہ نہیں ہے یہ اول سے مقابلہ ہے کہ جنھوں نے انصار کو انصار اور مہاجرین کو مہاجرین بنایا انصار نے نصرت کی تو انھیں کی مہاجرین نے ہجرت کی تو انھیں کے ساتھ اگر یہ حدیث بنی ہاشم کے مقابلے میں پیش کیجاتی تو یہ چار نقطوں کی حدیث کی بساط غدیر خم کے مفصل اور معقول خطبے کے آگے کیا ٹھہرتی بہر حال اگر خم غدیر کے تمامی واقعات سے قطعی انکار کرکے صرف اسی حدیث سے استدلال کی جائے تو تاہم یہ حدیث بنی ہاشم کے حقوق کی موید ہے عن واثلہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ اصطفی بنی کنانہ من بنی اسمعیل واصطفی من بنی کنانہ قریشا ثم اصطفی من قریش بنی ھاشم صحیح المسلم صحیح الترمذی واثلہ سے روایت ہے کہا کہ فرمایا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تحقیق منتخب کیا اللہ تعالی نے بنی کنانہ کو بنی اسمعیل سے اور منتخب کیا بنی کنانہ سے قریش کو پر برگزیدہ کیا قریش سے بنی ہاشم کو

صحیح مسلم میں اور صحیح ترمذی واثلہ اور تاریخ ابو الفدا میں ام المومنین عایشہ سے روایت کی ہے بہر حال اس حدیث نے الائمہ من القریش کی وقعت بنی ہاشم کے مقابلے میں کچھ باقی نہیں رکھی اگر اسکو کسی قدر کی آنکھوں سے دیکھیں گے تو وہی با انصار اور یا وہ لوگ جو بنی ہاشم نہیں ہیں بنی ہاشم کے سامنے اسکا کوئی وجود قایم نہیں رہ سکتا اس حدیث سے تو بنی ہاشم اور ان کی موجودہ نسل کو پورا پورا استحقاق امارت و امامت حاصل ہے اور تمام اہل اسلام پر ترجیح بالمرجح لازم ہے۔

اس انتخاب کے معاونین الائمہ من القریش کے ایسے اور ایک بحث پیش کرتے ہیں وہ یہ کہ مرض رسول مقبول کے زمانہ میں حضرت ابو بکر نے تمام مسلمانوں کو نماز پڑھائی جس سے یہ سمجھا گیا کہ جناب رسالتمآب کی بنت اصغیر کے نائب کہنے کی ہے یہ دلیلیں بحثیں صرف اسی غرض سے پیش کیجاتی ہیں کہ حضرت ابو بکر کی فضیلت جناب علی مرتضی پر ثابت کی جائے ہمارے معزز دوست مرزا محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی نے اپنی بیش بہا تالیف اتحاف اہل اسلام میں اس روایت کی خوب تحقیق فرمائی ہے مگر ہاں اتنا ہمارا کہدینا بھی زائد از ضرورت نہوگا کہ اگر اس پیشنمازی کا اقرار کیا جائے اور خاصکر اوسی دن جس دن حضرت نے اصحاب کو جن عتاب آمیز الفاظ سے یاد فرمایا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے اسکو جانے دیجیے فرض کیجیے کہ حضرت ابو بکر پیشنماز مقرر ہو چکے تھے بعد ازاں جیش اسامہ کی شرکت کا حکم ملا تو یہ اور بھی مخالف ہوتا ہے کیونکہ ان کی پیشنمازی سے جناب رسولخدا کا یہی منشا تھا کہ بعد ہمارے یہ ہمارے قایمقام ہوں تو پھر جیش اسامہ کے ساتھ جانے کی ضرورت کیا تھی سلطان وقت کا آخر وقت ہے اسکو اپنی موت متیقن ہو چکی الموت الموت کی نوبت لگی ہے مگر وہ اپنے ولیعہد کو جسے وہ

نا پہلے اپنا قایم مقام بنا جاتا ہے پیرد ستی دار الامارت سے نکالے دیتا ہے اگر کچھ پس و پیش کیا جاتا ہے تو عتاب آمیز
ساتا ہے جو ہرگز ولیعہد کے ذاتی اعزاز کے قایل نہیں ایسی عدالت تو کبھی نبوت اور سلطنت الٰہی کے شایان نہیں دنیا
م سلاطین ہیں اور ہر صاحب سلطنت کو اپنی حیات میں ایسا واقعہ پیش آجاتا ہے مگر وہ کبھی اپنے ولیعہد سے کبھی ایسی نا
ادر معنی کا اظہار نہیں کرتا ملکا اس قرینہ سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ اس قایم مقام کی طرف سے کوئی خدشہ تھا اس لئے اس کے
دینے کے سلئے دور دیا جاتا تھا دیکھو مولوی احسان اللہ صاحب عباسی وکیل عدالت گورکھپور تاریخ الاسلام میں اس
تصفیہ یوں کرتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابی بکر الصدیق کی امامت مسجد سے خلافت کا مضمون پیدا کرتے ہیں اُن کے سکت
کے لئے یہ کہدینا کافی ہے کہ اگر یہی قیاس ہے تو اسامہ کی بنت خلافت کا مضمون زیادہ چسپان ہوتا ہے کہ اُسکے
آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے درست کرکے تمام صحابہ کبار کو اسکا مطیع ٹھہرایا تھا تاریخ الاسلام ص ۱۱۸ اپنی
کے زمانہ میں حضرت ابی بکر صدیق نے جب آنحضرت کے تکمیل ارادہ کی غرض سے اسامہ کے لشکر کی بار دگر ترتیب کرکے
اس طرف روانہ کیا تو تمام صحابہ کو ہمراہی کا حکم دیا اور اپنے لئے اس سے معذرت مانی
کی متابعت اور بیعتی میں آنحضرت کی عتاب آمیز احکام کا اسقدر خیال تھا اب یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ دقتیں جو حضرت
متعلق دیکھی جاتی ہیں وہی جناب علی مرتضیٰ کے بھی ساتھ تھیں یا نہیں غور کرکے دیکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ
کل بھی جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ نہیں تھی تمام اہل اسلام کو جیش اسامہ کی ہمراہی کا حکم تھا مگر انکو نہیں اب جناب علی مرتضیٰ
اور آپکے استثنا کی وجہ ڈھونڈنے والے ضرور قیاس کریں گے کہ دار الامارت فرمانروائے وقت سے بہت جلد خالی
ہے ولیعہد کو تخت گاہ سے قدم باہر نکالنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی
مرتضیٰ کا مدینہ میں رہنا اور جیش اسامہ کی شرکت اور اسامہ کی متابعت سے باز رکھا جانا صاف صاف طور سے بتلا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم کی تعمیل فرمان پر اسی طرح مستعد تھے اور آنحضرت اسوقت تک اور سبکے استخلاف پر
خوشنود تھے حکومتیں صحیحہ قبل آپ اپنا جانشین اور اہلی قایمقام۔ جانشین اور ولیعہد قرار دے چکے تھے اور وہی تا دم مرگ
سرہانے حاضر تھا۔ بلکہ اوسی کی گود میں آپ کی روح مطہر نے جسم مبارک سے مفارقت فرمائی اور جیش اسامہ کی شرکت
نہ مجبور کیا گیا اور نہ کسی دوسری پابندیوں کے لئے مجبور اسکا ایسے نازک موقع پر حاضر رہنا نہایت ضرور تھا اور
اور جو غیر ضروری لوگ تھے انکو جہاد فی سبیل اللہ کے فرائض ادا کرنے کا حکم دیا گیا اب اصول جمہور پر بھی اگر غور کیا
تو صاف طور سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے اصول بھی کسی طرح درست نہیں ہو سکتے خان بہادر مولوی دلاور حسین مبلغ
پیشبر بنین بنگال اپنے لکچر شیعازاف علی اینڈ فالوورس اف سنٹ

مطبوعہ نیبٹ پریس کلکتہ

پر یہ قصبہ تو جمہور اکھٹا کئے جاسکیں۔ کوئی بلدہ تو اس صورت میں بھی لیکن کسیقدر توقف اور تخلف کے بعد افسران

قبیلہ اور وکیلان جماعت کے لئے رائے لی جا سکتی ہے مگر جس وقت رسول عربی نے وفات پائی صرف مدینہ ہی اسلام کے حق نہ تھا بلکہ مکہ سے لیکر کل حجاز کو دعوی اسلام تھا اور کل حجاز کے نئے خلیفہ یا امام مقرر تھا پس جو یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر جمہور کی بیعت سے خلیفہ ہوئے خلاف قیاس اور خلاف واقع ہے خلاف قیاس یوں کہ اس قلیل عرصہ میں جمہور یا وکلاء ہرگز جمع ہو نہیں سکتے اور خلاف واقع یوں کہ اہل ہاشم تجہیز و تکفین میں معروف تھے مجلس شوریٰ بنی جب عمر فاروق نے اپنی تحریک پیش کی صرف چند اشخاص موجود تھے اور معدود سے چند کی رائے صحیح ہو تو یہی جمہور کی رائے نہیں کہلائے گی خصوصاً ایک بڑے قبیلے کے لوگ شریک نہ تھے اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ ابوبکر کی بیعت فعل صواب نہ تھا بلکہ خلاف ہوا یہ تو تاریخ سے ثابت ہے اور علمائے اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت عجلت میں واقع ہوئی چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں اس کی تعجیل کے قایل ہیں پس ظاہر ہے کہ جیسا عجلت میں ہوتا ہے بیعت ابوبکر میں دور اندیشی کو اٹھا رکھا اور جو جو خرابیاں سلطنت عرب میں واقع ہوتی گئیں اسی تعجیل کے سبب ۔

پھر ذی قدر خان بہادر کچھ آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں

یہ تو ظاہر ہے کہ خانہ جنگی عرب کی پرانی عادت تھی نبی اور کلاب کے بعد چند روز حجاز میں موقوف تھی قصے نے اپنی تدبیر سے بنی فہر کو بنی کنانہ کے دوسرے قبیلوں پر فوقیت دلائی یہ فوقیت صرف زور زر اور زور بازو پر منحصر تھی ۔ زور زر ہمیشہ ایک خاندان میں نہیں رہا ۔ کبھی اس کی ہاتھ رہا کبھی اس کے یہاں تک کہ قریشیں بنی ہاشم اور بنی امیہ کا جھگڑا شروع ہوگیا مگر جب اسلام مقبول خاص و عام ہو کر پھیلا ۔ بنی ہاشم کی قوت بڑھ گئی اور جب جناب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وفات پائی تو امویوں کی قوت مسلوب ہو گئی تھی ۔ جو اتحاد عربوں کو کسی زمانہ میں نہیں تھا وہ اسلام ہی کی بدولت حاصل ہوا اور یہ دولت ایسی تھی کہ اگر دوراندیشی کو کام میں لاتے تو یہ اتحاد قایم رہتا بعد پیغمبر صلعم کے پولیٹکل انتظام ایسا ہوتا کہ بنی ہاشم بڑھتے کے بڑھتے رہتے اور بنی امیہ دبے کے دبے تو خانہ جنگی موقوف ہو گئی تھی پھر عود نہ کرتی کیونکہ خانہ جنگی کے لئے دو برابر حریفانہ فریق کا ہونا ضرور ہے ۔ بنی امیہ کے قوت ٹوٹ گئے تھے اور انتظام ایسا ہونا چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوت کو پھر مجتمع نہ کر سکیں انتظام ایسا کرنا تھا کہ بنی امیہ کبھی خلافت یا قوت سلطنت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قابل نہ ہوتے قاعدہ کی بات یہ ہے اور یہ بات ہر ملک کی تاریخ سے ثابت ہے کہ جس ملک میں دو مخالف اور حریفانہ قومیں موجود ہوں اس قوم میں برابر آپس کی لڑائیاں ہوتی رہیں گی اور جب تک ان میں سے ایک غالب اور ایک مغلوب نہ ہو جائے تب تک نہ سلطنت کی پائداری ہو سکتی ہے نہ ملک و قوم کی ترقی افسوس کہ ایسا موقع خانہ جنگی کو روکنے اور عربی سلطنت کو مستقل اور مستحکم کرنیکا ہاتھ سے جاتا رہا افسوس کہ معاملہ برعکس ہوا دو امر کا لحاظ اسوقت ضروری تھا خلیفہ میں ذاتی مادہ اور زور قبیلہ کا ایسا ہوتا کہ کوئی قبیلہ سر اٹھاتا تو اسے دبا سکیں دوم وہ شخص جو خلیفہ مقرر ہو اس کی خلافت پر زیادہ حصہ لوگوں کا خوشی کے ساتھ راضی ہوا ہو بنی امیہ میں سے کوئی شخص خلیفہ مقرر ہو اسکا ذکر ہی اسوقت تک نہ تھا انکے استحقاق کا کوئی قایل ہی نہ تھا ۔ کیونکہ اسلام کو انھوں نے بہ مجبوری قبول کیا تھا اور قبول بھی کیا تو بغض اخیر میں باقی

بنی ہاشم اور دونوں امور کے لحاظ سے بھی قبیلہ خلافت کے لائق تھا اور اس قبیلہ میں علیؑ ہی خلافت کے مستحق تھے۔

اسی ضمن میں ایک اور بحث پیش ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ انتخاب خلیفہ کی نسبت افضلیت سے استدلال کرنا فضول ہے جیسا ہمارے معزز دوست مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں اور مولوی محمد سراج الدین احمد صاحب اپنی سیرۃ الفاروق میں یہی رائے قائم کرتے ہیں مگر یہ خیال غلط ہے ہمارے لائق خان بہادر نے اپنے اسی لکچر میں جس سے میں نے اوپر انتخاب کیا ہے اس بحث کو بھی لکھا ہے وہ تحریر فرماتے ہیں اہل سنت کہتے ہیں کہ فضل در درجہ میں چاروں صحابہ مساوی تھے مگر جب تعصب حالات پر نگاہ کیجئے اور معاملہ پر غور تو ظاہر ہو جائیگا کہ علی مرتضیٰؑ کئی امور سے سب میں بے مثل تھے اور وہ امور یہ ہیں (۱) بعد وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی ہاشمیوں کے سردار تھے یعنی اس قبیلہ کے افسر تھے جس میں رسول عرب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پیدا ہوئے اور نبوت اتری (۲) علی وہ شخص تھے کہ جب آنحضرتؐ نے مکہ سے ہجرت کی ان کی جگہ پر ٹھہرے تھے کہا جاتا ہے کہ ابوبکر نے بھی جان کے تئیں عزیز نہ کیا اور حضرت کے ساتھ ہوئے اس ہمراہی سے اور علیؑ کے پیچھے رہ جانے سے بڑا فرق ہے جب سامان سفر کے سب مدینہ کو چلے تو علی کو بھی یہ خواہش ضرور تھی کہ وہ حضرت صلعم کے ساتھ ہی چلیں مگر علیؑ نے اپنی خواہش کو ضبط کیا حالانکہ نبی صلعم کے چھپ کر روانہ ہونے سے ظاہر ہے کہ پیچھے رہ جانے میں خطرہ تھا یا نہ تھا یہ کیا تھوڑا تھا کہ مغالطہ میں اگر اعدا علیؑ کو بھی قتل کر ڈالیں تاہم علی کے دل میں یہ خوف تھا کہ جب علی کو دشمن دیکھیں گے کہ ان کے سبب وہ ناکام ہوئے تو انہیں سے انتقام لیں گے مگر جناب علی مرتضیٰؑ نے اعدا کے کینہ کی مطلق پروا نہ کی اور نبیؐ کے لئے اپنی جان کا خوف نہ کیا (ابوبکر میں یہ تینوں باتیں نہیں تھیں جو مذکور ہوئیں کیا ان صفتوں سے استحقاق خلافت پایا نہیں جاتا یہ ایسی صفتیں ہیں جو حضرت علی مرتضیٰؑ کے استحقاق کو ہموزن وصیت کے کر دیتی ہیں علاوہ ان تین صفتوں کے علیؑ کو نبی صلعم کے ساتھ قریب ترین قرابت تھی اور جہاں ایسی صفتیں موجود ہوں وہاں قرابت کا لحاظ متروک ہو۔ بیشک خلاف انصاف ہے شیعہ علی اور اہلسنت ص ٦

ہم نے اس فضیلت کی بحث کو نہایت اختصار سے صرف مصنف بالا کی رائے لکھ کر تمام کر دیا اگر ہم اس بحث کو اور زیادہ طول دیتے اور فضائل و مراتب کے احادیث کی تلاش کرتے تو مجھکو تاریخی مضامین چھوڑ کر علم کلام اور مناظرے کے لوازم مطالب ادا کرنے پڑتے اور پھر تاریخ اور مناظرہ ملکر جو غلط مبحث پیدا ہوتا وہ ضرور طبیعتوں کے خلاف ٹھہرتا اس لئے میں نے صرف اُن ہی باتوں کو لکھا جنکا ذکر ہم اپنی تالیف کے آیندہ مضامین میں کر آئے ہیں یہ انتخاب اور فوری انتظام جو بعد وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عمل میں لایا گیا نہ انتظام جمہوری میں شمار ہو سکتا ہے نہ دولت شخصی میں اگر جمہوری کہا جائے تو بے اصول اور اگر شخصی قرار دیا جائے۔ تو خلاف واقع جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وفات پائی تو اس وقت عرب میں قاعدہ جمہوری سے تعلق کا نہیں آیا تھا اس وقت کئی ملکوں میں طریقہ اجارہ کا نفوذ تھا۔

انگلینڈ امریکہ ان میں شامل ہے انگلینڈ   میں کبھی لبرل

گورنمنٹ   ہے کبھی کانزرویٹو   مگر ایک پارلیمنٹ

لوگ گورنمنٹ کے قوانین کو دوسرے پارٹی والے بھی بسروچشم مانتے اور بجالاتے ہیں ایک پارٹی دوسری پارٹی کو ہلاک نہیں کرتی اور نہ ہلاک کرنے کی فکر میں رہتی ہے اسیطرح امریکہ میں بھی دونوں پارٹی پریسیڈنٹ

اور ممبران وقت کے احکام بجا لاتے ہیں یعنی جب رعایا میں امیر وقت کی اطاعت کی عادت آجائے تب جمہوری طریقہ پر امیر کا تقرر ممکن ہے مگر عرب کے پولیٹیکل تہذیب ایسی (مدن) نہیں تھی کہ اس زمانہ میں اجماع کے مقرر کئے ہوئے امیر کی سب لوگ اطاعت کریں اول تو یہ کہ عربوں کا اتحاد ایک نئی بات تھی اور نئی بات کے مستقل ہونے کے لئے امتداد ایام ضرور تھا دوم یہ ہے کہ جمہوری رائے جمع کرنے کے لئے کوئی ترکیب ہی نہ تھی وزیر اور پریسیڈنٹ کے مقرر کرنے کا طریقہ جو انگلینڈ اور امریکا میں موجود ہے یہ طریقہ زمانہ دراز کے تجربوں سے پختہ ہو گیا ہے اس طریقہ کی ابتدائی ہیئت بھی عرب میں موجود نہ تھی بس اس زمانے کے لئے چاہتا تھا کہ امامت بالنص والتعیین ہو نہ حادث بالاختیار والانتخاب جیسے جب بعد خلافت عثمان ابن عفان کے حضرت علیؑ خلیفہ ہوئے اُن کے ساتھ جنھوں نے بیعت کی۔ بنی امیہ میں کوئی تنہا تقرر بالاختیار کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت اسلام اور قوم ٹوٹ کر دو مخالف ٹکڑے ہو گئے۔ تقرر بالتعیین ہی کا طریقہ وہ طریقہ تھا جس سے قوم عرب کو دو ٹکڑے ہو جانے اور قوم عرب میں پھوٹ پیدا ہونے کی نوبت نہ آتی جیسا ابوبکر نے عمر فاروق کو معین کیا اگر حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ نص و تعیین کا ہونا صراحتاً اور لفظاً ثابت نہ تھا تو بالکنایہ اور بالمعنی تو ثابت تھا اور اگر بالکنایہ و بالمعنی بھی ثابت نہیں تھا تو مشاورین کو چاہتا تھا کہ دور اندیشی کو کام فرماتے بنی وحسن پر غور کرتے اور فاطمہ (صلوات علیہا) کی نسل میں امامت کو مخصوص اور موروث کرتے

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اسلامی استحکام اور بقائے قوت کے لئے قاعدہ انتخاب جو اختیار کیا گیا وہ ہرگز موزوں نہیں تھا نہ زمانے کو اس کی ضرورت تھی نہ اہل زمانہ کو اس کی عادت اگر یہ کہا جائے کہ ہمکو اس زمانہ کی رائے پر اعتراض کرنیکا حق نہیں پہنچتا اور یہ خیال کر لینا کہ اگلے زمانہ کے یا پیش رفتہ لوگوں کے حکم پر ہمکو اعتراض نہیں کرنا چاہئے یہی خیال اُن سارے فسادوں کا باعث ہے جو اسوقت تک اسلام کو پس حالت میں رکھے ہوئے ہیں اس نے اجتہاد کو معیوب اور ممنوع کر دیا ہے اسی کے سبب سے ترقی موقوف ہوئی ہے اور تنزل آگیا ہے بے شک بزرگان دین کے پیشین احکام کو ہمیں تعظیم کی نظروں سے دیکھنا چاہئے مگر یہ تعظیم منع نہیں کرتی کہ ہم ان کی رائے کی وجہوں کو دریافت کریں جس زمانہ میں کوئی واقعہ پیش آتا ہے وہ زمانہ بوجہ تعصب ذاتی کے۔ خواہ وہ تعصب خلاف ورزی۔ خواہ تعصب طرفداری اس واقعہ پر صحیح حکم نہیں لگایا جا سکتا تعصب ذاتی کے سبب ان لوگوں کی قوت امیر میں خلل واقع ہوتا ہے وہی لوگ صحیح رائے دے سکتے ہیں اور صحیح حکم لگا سکتے ہیں جو زمانہ گذشتہ کی حالت اضطرار سے محفوظ ہیں۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ اس وقت بھی ہم لوگوں میں تعصب موجود ہے مگر ہم لوگوں کی حالت اسوقت اضطرار کی نہیں ہے اور ہم لوگ بیعت ابوبکر کے نتیجہ سے واقف ہیں اس سبب سے ہم اس فعل کے حسن و قبح کے رائے دینے کی زیادہ استعداد رکھتے ہیں اور اگر ابوبکر کا تقرر جمہور کی

یہی رائے سے بہتر اتھا تو ہملوگ اس کے صحت وسقم پر حکم لگانے کے مستحق ہیں تبیغاز آف علی مں دہ) بعض اہل الرائے زمانہ کو دیکھکر یہ رائے قایم کرتے ہیں کہ جناب علی مرتضی نے اپنے حاصل شدہ منصب کو اور اپنی وراثت کو اپنے قبضہ سے دوسروں کے ہاتھوں میں جانا کس طرح قبول فرمایا صاحب قوت واختیار تھے ۔ شجاع وجرار تھے اپنے مخالفین سے مزاحم ہوتے اور جس طرح ہوتا ان سے اپنے حقوق واجب واپس لیتے ۔

حقیقت میں ایسے اعتراض کرنے والے نہ جناب علی مرتضی کے ذاتی اوصاف واخلاق ہی کو اچھی طرح پہچانتے ہیں نہ اسلام کے مقاصد ہی کو انہیں شک نہیں کہ جناب علی مرتضی نے ایسے نازک وقت میں جو وقت عموماً انسان کبھی اپنے تحمل کی قوت قایم نہیں رکھسکتا خموشی اختیار فرمائی بات یہ ہے کہ اس نظام کی خبر نہ جناب علی مرتضی کو تھی اور نہ بنی ہاشم میں سے کسیکو خدشہ شبہ وسوسہ تو اسکو ہوتا جسکو اپنے ساتھ اپنے ہمجنسوں سے کسی جدید بات کے کئے جانے کی امید ہوتی ہے یہیں پر منحصر نہیں تمام بنی ہاشم کو اسکا پورا یقین تھا کہ عموماً تمام اہل اسلام بعد وفات حضرت خیر الانام علیہ السلام غدیر خم والے خطبہ کی متابعت کریں گے اور جیسی تاکید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعمیل کی سنت فرمائی ہے اس سے کبھی اپنی عقیدت کے دل اور ارادت کے قدم باہر نہ دھریں گے جناب علی مرتضی کو اسیکا پورا یقین تھا اور اسی پر پورا اطمینان تھا یہ یقین اور یہ اطمینان بھی آپ کی صاف دلی ۔ سلامت روی اور آئینہ نفسی کا نمونہ ہے مگر معاملہ برعکس ہوا خود غرضی اور طمع دنیاوی نے اہل اسلام کے قلوب کو متزلزل کر دیا اور نتیجہ وہی نکلا جس نے امام محمد غزالی کو ایسی صاف اور روشن رائے لکھنے پر مجبور کر دیا جو ذیل میں سر العالمین سے لکھی جاتی ہے

واجمعت الجماهير على متن الحديث في يوم غدير خم باتفاق الجميع وهو يقول من كنت مولاه فعلي مولاه فقال عمر ابن الخطاب بخ بخ لك يا ابا الحسن اصبحت مولائي ومولا كل مومن ومومنة فهذا تسليم ورضى وتحكيم ثم بعد ذالك غلب الهوى لحب الرياسة وحمل عمود الخلافة وعقود البنود وخفقان الهواء في قعقعة الرايات واشتباك ازدحام الخيول وفتح الامصار وسقاهم كاس الهوى فحملهم الى الخلافة فعادوا الى الخلاف الاول فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس ما يشترون

جمہور نے اس حدیث غدیر خم کے صحیح ہونے پر اجماع کیا ہے اور سب کا اسپر اتفاق ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں پس عمر ابن الخطاب نے کہا مبارک ہو مبارک ہو آپ کو اے ابو الحسن کہ آپ کو صبح ہوئی دن آنکھا لیکہ آپ ہمارے اور کل مومن ومومنہ کے مولا ہوئے بعد اس کے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایسا کہنا عمر کا خلافت علی کو مان لینا ہے اور ان کے استخلاف پر راضی ہوتا ہے اور حضرت علی کو حاکم سمجھتا ہے مگر بعد اس سمجھنے کے خواہش نفسانی نے واسطے حاصل کرنے ریاست اور حکومت فانی کے غلبہ کیا ایک ریاست غلبہ کا ہاتھ آنا اور

خلافت کے نشان کا ہر دیار و امصار میں گڑ جانا اور پھریروں کا علم کی ہواؤں میں اوڑنا اور ہوا کا پیر تنے سے لپٹنا اور سجدوں کا دونوں طرف جلوس میں چلنا اور گھوڑوں کی ٹاپوں کا شل جال کے معلوم ہونا اور ملکوں اور شہروں کا فتح ہونا ان سب خیالات نے اُن لوگوں کو جام خواہش نفسانی پلاکر مخمور کر دیا اور ایسی مدہوشی نے اُنکو خلیفہ کر دیا اور جیسے قبل اسلام کے تھے ویسے کے ویسے ہی ہوگئے اور اس عہد مبارکہ کو اُن لوگوں نے پس پشت ڈالدیا اور اس عہد شکنی کے ساتھ ادنیٰ چیز کو خرید کیا پس کیا بُری چیز ان لوگوں نے خرید کی۔ امام غزالی کی اس قول کو خلاصہ کرکے علامہ سبط ابن جوزی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ خواص الامۃ میں تحریر کیا ہے۔

جناب علی مرتضیٰ البتہ ان تمام کاروائیوں پر خاموش رہے جب مہاجر و انصار کو اس صلاح و مشورے سے فرصت ہوئی اور جناب علی مرتضیٰ کو تجہیز و تکفین رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے فراغت ہوئی تو آپنے بیٹنک اپنے لئے خاموش کردہ طریقہ اختیار فرمایا جس کی وجہ سے پھر اسلام کا قیام دنیا میں ہو گیا ورنہ اس کی صورت ایسی بگڑنے والی ہو گئی تھی اور اسکے قیام میں ایسی خرابی واقع ہونے کی امید تھی کہ پھر کسی طرح سے اصلاح ہونی محض ناممکن تھی جناب علی مرتضیٰ نے جناب رسالتمآب کی اس وصیت پر عمل فرمایا جو صحیح بخاری جلد ششم ص ۱۲۵ میں مندرج ہے۔

عن ہشام قال سمعت انس بن مالک یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکم ستلقون بعدی اثرۃ فاصبروا حتی تلقونی فی موعدکم الحوض ہشام ابن انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسولخدا کو علی مرتضیٰ سے کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اگر تمپر میرے بعد ظلم کیا جائے تو تم یہاں تک صبر کرنا کہ مجھ سے وعدہ گاہ کوثر پر ملاقات کرو

اگر جناب علی مرتضیٰ وصیت ہی سے قطع نظر فرماکر دست بقبضہ ہوتے تو کیا اُن کا کوئی ساتھ نہ دیتا یہ خیال ہی خیال ہے حضرات بنی امیہ تو اسی تاک میں ہی لگے تھے معرکہ احد اور احزاب کے نامور سپہ سالار اور میر سامان ابوسفیان ابن الحرب ابھی زندہ تھے جناب علی مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت افسوس کے بعد اپنے کمال خلوص کے اظہار میں کہنے لگے کہ آپ گھر بیٹھے ہیں اور خلافت بنی ہاشم سے نکل کر بنی تیم میں چلی گئی اگر آپ مجھ سے اتفاق کریں تو میں ابھی مدینہ کے میدان کو سوار اور پیادہ سے بھر دوں ابوسفیان وہی تھے جنکو جناب علی مرتضیٰ بچپن سے جانتے تھے ان کے جواب میں ارشاد ہوا کہ اے ابوسفیان تو ہمیشہ سے فتنہ برپا کرتا ہے اور آج بھی تو یہی چاہتا ہے کہ اسلام میں فساد پیدا کرے ابو الفدا ابوسفیان کے علاوہ عتبہ ابن ابی لہب نے بھی اس واقعہ میں ایک اپنی نظم یادگار چھوڑی ہے اور اسکو اس خیال سے زیادہ مشتہر بھی کیا تھا کہ بنی ہاشم کے دلوں میں ایک پرجوشی پیدا ہو اور اپنے رشتہ قبیلہ کو دست بشمشیر ہونے کے لئے مجبور کردیں عتبہ ابن ابی لہب کے وہ اشعار یہ ہیں۔

ما کنت احسب ان الامر منصرفا عن ہاشم ثم منہم عن ابی حسن

مجھے کیا معلوم تھا کہ خلافت اور حکم بنی ہاشم سے جاتا رہے گا اور ابو الحسن کو بھی خلافت نہ ملے گی۔

من اول الناس ایمانا وسابقۃ — واعلم الناس بالفرائض والسنن

جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو سب لوگوں سے بہتر فرائض وسنن جاننے والے تھے

واخر الناس عہدا بالنبی ومن — جبرئیل عون لہ فی الغسل والکفن

اور جس نے اخیر وقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور کفن اور جبرئیل نے ان کی اس میں مدد فرمائی

من فیہ ما فیہم لا یمترون بہ — ولیس فی القوم ما فیہ فی الحسن

ان میں وہ سب اوصاف ہیں جو اور لوگوں میں ہیں لیکن وہ نیکیاں اور اوصاف جو اس کی ذات میں ہیں وہ قوم میں نہیں ہیں ابوالفدا ص ۱۷۵ خطبہ شقشقیہ میں بھی خود جناب علی مرتضیٰ نے اپنے سکوت اور خاموشی کی حالتوں کو بیان فرمایا ہے جسے ہم نہج البلاغہ سے ذیل میں درج کرتے ہیں ۔

اما واللہ لقد تقمصہا ابی بکر وانہ لیعلم ان محلی منہا محل من الرحی ینحدر عنی السیل ولا یرقی الی الطیر فسدلت دونہا ثوبا وطویت عنہا کشحا وطفقت ارتأی بین اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء یہرم فیہا الکبیر ویشیب فیہا الصغیر ویکدح فیہا مومن حتی یلقی ربہ فرأیت ان الصبر علی ہاتا احجی فصبرت وفی العین قذی وفی الحلق شجا اری تراثی نہبا نہج البلاغۃ

خدا کی قسم ہوشیار رہو کہ ابن ابی قحافہ نے جامہ خلافت پہنا ایسی حالت میں کہ وہ جانتا تھا کہ میری مثال خلافت کی نسبت ایسی ہے جیسے سنگ آسیا اور قطب جیسی سیل علوم میری طرف سے جاری ہے اور کوئی پرندہ میرے ایوان رفعت تک نہیں پہنچ سکتا میں نے اسوقت اپنے جامہ ہمت کو لوث خلافت سے باز رکھا اور اس طرف سے اپنا دل اٹھا لیا پس میں نے یہ فکر کرنی شروع کی کہ آیا ایسی بے دست و پائی کی حالت میں کہ راستی لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی ہے صبر کروں چونکہ اکثر مصیبتوں کی وجہ سے کمسن ضعیف ہو جاتے ہیں اور ضعیف اپنے کمال پیری کو پہنچ جاتے ہیں اور عموماً مومنین ایمان لانے والے ہمیشہ مبتلائے مصیبت رہتے ہیں یہاں تک کہ اپنے خدا سے ملجاتے ہیں پس نہایت تامل کے بعد میں نے یہ سوچا کہ ایسی حالت میں صبر کرنا قرین العقل ہے پس میں نے صبر کیا تاہم میری چشم غبار آلود تھی اور میرا حلقوم خراشدار تھا یعنی میں نہایت منغص تھا اور میں اپنی میراث کو غارت ہوتے دیکھ رہا تھا نہج البلاغہ ص ۲۲ جزو دوم

اسوقت مملکت اسلامی میں عموماً باد مخالف چل رہی تھی فتنہ و فساد کے طوفان اٹھ رہے تھے مکہ معظمہ میں اس زور و خروش سے مخالفت اسلام پر مستعدی ظاہر کی جا رہی تھی اور مفاسدوں کا کیا ذکر دیکھو ابوالفدا ذکر خلافت اول بعض وہ لوگ بھی جنہیں اسلام سے ذریعہ عقیدت حاصل تھا سلیقہ امارت اپنے اپنے قبیلوں کو اپنی متابعت پر مجبور کرنے لگے اور ہر شخص اس طائف الملوکی کے زمانہ میں اپنے آپ کو اسلام کا سردار اسلام کا حاکم اور اسلام کا رئیس سمجھنے لگا ایسے فتنہ و فساد اور کفر و عناد کے زمانہ میں بھی اسلام کا سچا خیرخواہ اور ملت محمدی کا بہی خواہ اس کی رفاہ سے غافل نہ ہوا اور اپنی کریم النفسی سے کبھی ان امور کی طرف متوجہ نہ ہوا جن

جن کے اظہار سے اسلام کی آہستہ ثبات و قیام میں خلل پڑتا اور اس کی عالی ظرفی اور قناعت و توکل کے پاکیزہ دامن پر طمع دنیاوی کا دھبہ لگتا علی تو مستحق تھے ہی عام اس سے کہ وہ جائز سمجھا جائے یا ناجائز ہم بہت سے قبیلوں کی سرداری بھی بن ہی جاتی تھی کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انھوں نے بیعت صدیق سے انکار کیا اور خود مختار ہو کر اس انتظام جمہور سے علیحدہ ہو گئے مگر ایک جناب علی مرتضیٰ ہی کی ذات مجمع الحسنات ایسی نکلی جو باوجود اس منصب و اعتبار کے بھی خاموش رہے اور مخالفین اسلامی کے فتنہ خیز اور فساد انگیز اشتغال کی طرف مطلق اعتنا نفرمائی خود بھی خاموش رہے اور تمامی بنی ہاشم کو بھی صبر و سکوت کی ہدایت فرمائی کیا ایک معمولی طبیعت والے آدمی سے ایسی نفس کشی ممکن تھی۔ ہرگز نہیں۔ ممکن تھا کہ جناب علی مرتضیٰ اپنے حصول استحقاق کے لئے دست بقبضہ ہوتے اور تم سمجھو۔ عرب جیسی قوم غنیمت کی لالچ فتنہ انگیزی کی نیت سے تھوڑے سے ادھر جاتے تھوڑے ادھر تو پھر کیا ہوتا یہی ہوتا کہ رسول اللہ کے بعد سال بھر بھی عرب میں اسلام کو اپنے قدم جمانے مشکل ہو جاتے اور جو بعد امتداد ایام کے صفاریوں، تاتاریوں۔ پنداریوں نے اسلام کی دریات سے کیا وہ اسیوقت ہو جاتا اور جن خانہ جنگیوں کی بدولت اسلام کی پولیٹکل حالت اور روز مضمحل اور دگرگوں ہوتی جاتی ہے وہ اسیوقت سے موجود ہو جاتی یوں تو اسلام اجتک باقی ہے نہیں تو یثرب و حجاز میں بھی اہل اسلام کے نام اسیطرح مٹنے جاتے جس طرح آج ہم ممالک اسپین میں سنتے ہیں اگر غور سے دیکھو تو ایسی مجبوری اور بے دست و پائی کی حالت میں بھی جناب علی مرتضیٰ نے اسلام کو ایسی سخت آنے والی بلا سے بچایا اور وہ ہرگز سامان فراہم نہونے دے جو اس کی خرابی کے لئے ابوسفیان کے ایسے لوگ تجویز کر چکے تھے۔

جناب علی مرتضیٰ کا ایسے تیرہ و تاریک زمانہ میں خاموش رہجانا اسلام کی سچی خیرخواہی اور ہمدردی کا صحیح نمونہ ہے اس میں شک نہیں کہ جناب علی مرتضیٰ کی ذات بابرکات نے اپنے اوس ہمت اور ارادے کی آج کے روز اپنے خلاف ہو جانے پر بھی اس سرگرمی مستقل مزاجی اور مستعدی سے پوری تعمیل کی جس استقلال۔ جس ہمت اور جس پرجوشی سے آپ نے دعوت قریش والے دن جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اسی اسلام کی نصرت اور اعانت کی نسبت مخالفین اسلام اور مشرکین مکہ کی کثیر جماعت میں مستحکم وعدہ فرمایا تھا اسلامی تاریخوں میں یہ امر صاف طور سے روشن ہے کہ نصرت اسلام اور خدمت خیر الانام علیہ السلام کے فرائض جس طرح اسلامی دنیا میں جناب علی مرتضیٰ سے ادا ہوئے ویسی کسی سے بھی نہیں۔ مولوی احسان اللہ صاحب تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں جو جو بی تعلق آنحضرت کو ان کے ساتھ تھا اس سے قطع نظر کر کے دیکھئے جب بھی مسلمانوں کی جماعت میں علی سے زیادہ کوئی دوسرا بہمہ صفت موصوف نتھا۔ شجاعت تھوڑ امیدوں کے دل۔ عنفوان شباب پراستی انقیاد اتمندی سخاوت توکل اسلام کے جان نثار محمد پر جان پر قربان کرنے والے جس پہلو سے دیکھو یہ شخص اپنا ثانی نہیں رکھتا انکو پیغمبری کا درجہ نہیں ملا۔ ورنہ ہارون نے موسیٰ کے ساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علیؑ نے محمد کے ساتھ کیا انگریزی مورخ بھی اس ہیرو یعنی مرد میدان کے از حد مداح ہیں اور بعض مسلمانوں نے تو گویا ان کی محبت کو جزو

ایمان سمجھ رکھا ہے تاریخ الاسلام ص ۱۱۳

جناب علی مرتضیٰ کی کمال کریم النفسی یہ بھی تھی اور اس میں شک نہیں کہ انہیں کی ذات مستغنی عن الصفات پر یہ عالی ظرفی اور بلند ہمتی بھی ختم تھی کہ ایسے نازک وقت میں آپ نے اسلام کو اپنے مضرت اور نقصان سے بالکل قطع نظر فرما کر ویسی ہی وقعت اور ویسی ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی اعانت اپنے اوپر ویسی ہی ضروری اور لازمی سمجھی جیسے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سمجھتے تھے اور اس کی درستی اور امن و امان کے وہی سامان قایم رکھے اور اسمیں بھی عذر نہیں کہ اگرچہ آپ فی الحال کاروبار اسلام سے علیحدہ ہو کر اور ایک باری اپنی اون متعلقات سے جو آپ کو اسلام کی طرف سے حاصل ہونے والے تھے قطعاً قطع تعلق فرما کر محض خانہ نشین ہو رہے تھے آپ کی موجودہ حیثیت اب اسلام کی مضرت یا مذلت کے لئے جواب دہ نہیں ہو سکتی تھی مگر نہیں آپ کی ذات قدسی صفات نے اہل اسلام کی حرکات سے چشم پوشی فرمائی تھی نہ اسلام کے خاص ذات سے آپ کے آگے اسلام ابھی وہی تھا جسے آپ نے دنیا میں سب سے پہلے قبول کیا تھا اور خدا کی اس برگزیدہ پیغمبر کی سب سے پہلے تصدیق کی تھی آپ کے نزدیک ابھی اسلام وہی اسلام تھا جس کی نصرت و حمایت کا وعدہ آپ نے اس گرمی اور اس مستعدی سے قریش کے [illegible] عام میں فرمایا کہ ان کے بڑے بڑے دلیروں کی رنگ اوڑ گئے آپ کے حق بین آنکھوں میں ابھی اسلام کی وہی قدر و منزلت باقی تھی جس کے تحفظ کے لئے آپنے اپنا خون اور پسینہ ایک کر ڈالا تھا اور بڑے بڑے معرکوں میں اسلام کے سخت سے سخت دشمنوں کے سر کچلے تھے اور ہر ایک آفت ناگہانی سے بچایا تھا جس نفس قدسی برکت نے اسلام کو اول روز سے اس خلوص اور اس محبت کی نظر سے دیکھا ہو اور جو آجتک برابر ایسا ہی دیکھتا رہا ہو اوس سے یہ کب امید کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی وقت میں اس سے خلاف ہو کر اس کی خرابی اور بربادی کا باعث ہوگا اگرچہ اہل اسلام اسوقت حقوق علیؑ کے مخالف تھے مگر یہ اسلام سے کبھی خلاف نہیں ہوئے اسی لحاظ سے آپنے ایسی پر آشوبی کی حالت میں خود بھی سکوت فرمایا اور تمام بنی ہاشم اور دیگر وابستگان دامن اس لحاظ سے آپ نے ایسی پر آشوبی کی حالت میں خود بھی سکوت فرمایا اور تمام بنی ہاشم اور دیگر وابستگان حضرت علیؑ ہی کے اس صبر و تحمل نے اسلام کے سر پر ان خانہ جنگیوں کی آفت نہ آنے دی ورنہ اگر یہ خانہ جنگی شروع ہو جاتی تو اسلام کا یہیں سے خاتمہ تھا۔ تیغانہ آق علیؑ کے لایق مصنف بیان فرماتے ہیں کہ علیؑ کے صبر و تحمل نے بنی ہاشم پر صبر و تحکم کیا کہ وہ سر نہ اٹھانے پائے علیؑ نے خانہ جنگی سے احتراز کیا اور ان کی یہی بہی خواہی اسلام تھی جسنے بنی ہاشم کو سرکشی سے روکا خلافت بالاجماع کے جدید انتظام کے بعد آپ کے زیادہ اوقات خانہ نشینی میں صرف ہوتی تھی ان کی اس خانہ نشینی میں بھی ہم کہہ سکتے ہیں ایک نہایت راز پوشیدہ تھا ایسے نازک وقت میں جناب علیؑ مرتضیٰ کے ایسے کریم النفس اور سلامت رو بزرگ کے لئے ان مفسدوں کی یکایک اور ناگہانی حملوں سے محفوظ رہنا نہایت ہی ضروری تھا جو ہمیشہ اس تاک میں لگے تھے کہ علی پر مخالفت اسلام یا اور فتنہ و فساد کے اتہام باندھ کر آپکو خلافت کا ملزم قرار دیں مدینہ میں اس تخا

بالرائے ہوجانے سے ہر شخص بذات خاص آزاد اور خودمختار ہو رہا تھا اسوقت تک خلافت فی نفسہ خود پورے طور سے مستحکم نہیں ہوئی تھی ایسے لوگوں کا انتظام کیا ہوتا ان کے مفسدینوں نہ اسوقت علی مرتضیٰ کی وقعت دیکھتے اور نہ اسلام کی رعایت وہ تو صرف جناب علی مرتضیٰ پر جس طرح ممکن ہوتا بغاوت کا ایک جس اس الزام لگانے اسوقت کی طبیعتوں سے ایسے امر ناممکن بھی نہیں تھے تفریق اسلام کے بعد جناب علی مرتضیٰ کا ابتدائی زمانہ اسی احتیاط سے گذرا ہے ہر شئے میں احتیاط فرماتے تھے جس کی اصلی غرض یہ تھی کہ ہماری یہ ہوتی علیحدگی اور آزادگی کے پاک و صاف دامن پر کبھی فتنہ یا کسی فساد کا داغ نہ آنے پاوے بہرحال اس خانہ نشینی کے زمانہ میں بھی جناب علی مرتضیٰ نے اسلام کے ساتھ اسی رعایت اور رفاقت کا خیال رکھا جو آپ اس کے سابق زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مد نظر فرماتے تھے اور واقعی سچی محبت اور الفت کے یہی معنی ہیں جس طرح انھوں نے اس پرآشوبی کے عالم میں اسلام کے ساتھ ہمدردی اور بہی خواہی کے برتاؤ کئے وہ حقیقت میں انھیں کی ذات قدسی صفات کا کام تھا اور اپنے استحقاق کے پامال ہوجانے پر بھی نہایت استقلال سے خاموش رہجانا ملکہ بخلاف اس کے امور سلطنت میں اسی طرح ساعی رہنا اور اس کے ہر موقع کی معاونت اور رفاقت پر مستعد رہنا انھیں کے نفس مطمئنہ کا کام تھا معمولی طبیعت والے سے ایسا سکوت ظہور میں آنا قطعی ناممکن تھا۔ بعض اہل زمانہ اپنی رائے میں یوں سمجھتے ہیں کہ جناب علی مرتضیٰ میں ایسی صفتیں موجود نہیں تھیں جو ایک مدبر خلیفہ میں ہونی چاہیئے اسی سے جب آپ خلیفہ ہوئے تو ان بدانتظامیوں کو نہ روک سکے۔

اگر خانہ جنگیوں کی بنا پر اعتراض ہے تو یہ خانہ جنگیاں بنی امیہ کے ہاتھوں خلافت ثالثہ کے زمانہ میں شروع ہوئیں انکو جناب علی مرتضیٰ کی خلافت اور اس کی بدنظمیوں کا باعث ٹھیرانا محض خلاف ہے اگر جناب علی مرتضیٰ کا خلیفہ رسول ہونا جیسا منصوص ہو چکا تھا اسوقت بھی کر لیا گیا ہوتا تو ان خانہ جنگیوں میں سے کسی کی بھی ایک کی نوبت ہی نہ آتی ہم اس مقام پر خان بہادر کے پھر اسی لکچر سے منتخب کر کے لکھتے ہیں

ایسا الزام لگانا صریح بیجا ہے فرض کیجئے کسی بادشاہ کی دو ولایتیں ہیں ایک کی رعایا متحد القوم ہوں جیسا ایران اور دوسرے کے مختلف جیسا ہندوستان اگر ایک والی ملک یا صوبہ دار ملک میں امن و امان قایم کر لے اور دوسرا نکر سکے تو دوسرا مورد الزام نہیں ہو سکتا موازنہ کے لئے ضرور ہے کہ دونوں کی حالتیں مساوی ہوں ابوبکر جسوقت خلیفہ ہوئے اسوقت عرب میں اتفاق تھا اور جب علی خلیفہ ہوئے ان میں اتفاق اٹھ گیا تھا پس ہمارے دوست جو موازنہ کرتے ہیں صحیح نہیں۔

اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ علی مرتضیٰ میں لیاقت انتظام ایسی نہیں تھی جیسی عمر فاروق میں تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ بیرونی اور گرد و پیش حالتیں ایسی تھیں کہ بجز علی کے خلیفہ ہوجانے سے خانہ جنگیاں رک جاتی اور اتفاق باقی رہتا جو علم تاریخ سے واقف ہیں ان لوگوں کو یاد ہوگا کہ جب کبھی بادشاہ نابالغ چھوڑ کر مرجاتا ہے تو اکثر اس کے بھائی بغاوت پر آمادہ

ہو جاتے ہیں۔ مگر اس لڑکے کو تخت پر بٹھا دینے سے اکثر بغاوت فرو ہو جاتی ہے۔ اسی طرح علی کو تخت پر بٹھا دینے سے اتفاق قائم رہتا اور خانہ جنگی نہ پیدا ہوتی۔

بہر حال جناب علی مرتضیٰ نے ایسی حالتوں میں خاموش رہ کر اسلام اور اس کے ہواخواہوں پر اتنا بڑا احسان کیا۔ جسکے حقوق سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ جہاں ہمنے سب باتیں دکھلائی ہیں وہاں ہمکو اس بحث کے نتیجہ پر اسی قدر اور لکھنا مناسب ہے کہ برخلاف اس انتظام کے اگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کی جاتی۔ تو اسلام کے استقلال و استحکام کے پاؤں دنیا کی سطح پر بھرپور نئے سر سے قائم ہو جاتے۔ اور اس کے فتوحات کی وسعت اسقدر ترقی کرتی کہ دنیا کا کوئی حصہ باقی نہ رہتا۔ جہاں اسلامی معرکہ وہاں کی رفیع الشان عمارتوں پر نہ اوڑتا اگرچہ اس انتظام نے بھی اور اسکے جد اور خلفا نے بھی اسلام کو دور دور پہنچایا۔ مگر باین ہمہ ان کی خانہ جنگی اور باہمی نفاق کا گھن ان کی بیخ حکومت میں ایسا لگا تھا۔ کہ انمیں سے ایک بھی اپنے فتوحات کی کامل تکمیل نہ کر سکا۔ اور اسلام کی ایک قوت پارہ پارہ ہو کر جداگانہ قوتیں قائم ہو گئیں۔ اموی۔ مروانی۔ عباسی۔ بنی فاطمی۔ اسماعیلی۔ اموی اندلسی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک اپنے مقسوم کا ٹکڑا لیکر علیحدہ ہو بیٹھا۔ کوئی عراق عرب میں۔ کوئی حجاز میں۔ کوئی شام میں۔ کوئی مصر میں۔ کوئی عباسیہ میں۔ غرض اسی طرح جداگانہ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ وہ باہمانہ اتفاق جس نے ایک مضبوط اور مستحکم رشتے میں آج سالہا سال سے اسلام کو کھینچکر باندھا تھا۔ منقطع ہو گیا۔ بلکہ اسکی جگہ ملک گیری کی لالچ اور ثروت دنیاوی کی طمع بڑھتی گئی۔ خدا ترسی۔ قناعت اور سلامت النفسی کے جوہر انکی طبیعتوں سے زائل ہوتے گئے ان کی جگہ بغض۔ حسد۔ کینہ اور نفاق کے اصول قائم ہوتے گئے۔ اور آخر میں یہ نتیجہ ہوا کہ تاتاریوں نے صفاریوں نے ان کو آگھیرا۔ اتفاق تو تھا ہی نہیں۔ جو ایک دوسرے کی مدد کرتا۔ یہ منہ دیکھتے ہی کے دیکھتے رہ گئے۔ اور غنیم نے کھڑے کھڑے ملک خالی کرالیا۔ اگر اسلام میں انتخاب رائے کا اصول قائم نہ کیا جاتا۔ تو آج اہل اسلام کو اس خود مختاری اور اس آزادی کی کبھی جرات نہ ہوتی۔ طبیعتوں میں جیسی جیسی ثروت دنیاوی اور ملک گیری کی خواہشیں ترقی کرتی گئیں۔ آپسکی محبت اور دیانت اٹھتی گئی۔ اور اسکی جگہ نفاق۔ اختلاف اور خودغرضی پھیلتی گئی۔ اگر انتخاب کو چھوڑ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی متابعت کیجاتی۔ اور اس اصول انتخاب رائے کے عوض میں توریث اور شخصی حکومت کے آئین پر اتفاق کیا جاتا۔ تو اسلام کو پھر اس نفاق اور خانہ جنگیوں کی صورت دیکھنی نہ ہوتی۔

دیکھو جس نفس قدسی کی برکت نے بحمایت رسول اپنی خداداد قوت و شجاعت سے صرف چھ سات برس میں اسلام کو یہ وسعت دی کہ ملک عرب سے پھیلکر سرحد روم و فارس تک پہنچگیا۔ اگر وہی باخدا اپنی اسی قوت و شجاعت سے تیس برس اور اس اسلام کی اشاعت میں کوشاں ہوتا اور اپنی حکومت سے اسکے دائرہ کو وسعت دیتا۔ تو یہ اسلام کہاں پہنچتا۔ جس نفس برکت کے سکوت نے یہ برکت دکھلائی کہ نظربندی کیحالت میں اس طرح اسلام کی ترویج کی۔ اگر وہی نفس رسول (فی نفسہ) حکمران

ہوتا۔ اور اپنے ذاتی تجربہ اور واقفیت سے اسکی اشاعت کرتا تو شاید دنیا کا کوئی حصہ اسلام سے خالی نہ ہوتا۔ ہم اپنے اس بیان کی تصدیق میں پھر کچھ شیعاز آف علی اور فولورز آف سنت سے نوٹ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ جس صورت سے نظر کیجئے۔ علی خلیفہ بلا فصل ہونے کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ان وجوہ کو اختصاراً میں پھر بیان کرتا ہوں۔ ۱۔ علی پیغمبر کے خویش تھے۔ اور ان کے نواسوں کے باپ ۲۔ علی اس قبیلہ کے رئیس اور امیر تھے جسمیں نبی پیدا ہوئے۔ اور رسالت آخری ۳۔ علی وہ شخص تھے جو پہلے رسول کی اطاعت و اعانت پر کمربستہ ہوئے ۴۔ علی وہ شخص تھے جو مکہ سے ہجرت کے وقت نبی کی جگہ پر ٹھہرے رہے۔ اور نہ دشمنوں کے غضب سے ڈرے۔ نبی کی حفاظت و سلامت کے لئے اپنی جان کی پروا نکی ۵۔ تقرر بالاجماع و الانتخاب کا اسوقت تک کوئی طریقہ جاری تھا اور تقرر بالنص والحکم کے لئے کوئی اور شخص سوائے علی مرتضیٰ کے ایسا نہیں تھا جسمیں اتنے حقوق موجود ہوں ۶۔ علی خلیفہ بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے تو اسلام میں خانہ جنگی اور آپسکی خونریزی کبھی نہ ہوتی۔ ملک میں امن و امان ہوتا۔ قوم میں اتحاد ہوتا۔ اور سلطنت اسلامی کو دشمنوں سے مقابلہ کی اور دشمنوں پر غلبہ کی قوت ہوتی۔ صفاری۔ سامانی۔ دیلمی۔ کوردی۔ سلجوقی۔ تاتاری حملوں کو فیروزی نہ ہوتی۔ ایرانی اور تورانی تاخت سے شکست نہ ہوتی۔ اور عربی بادشاہت کو انتظام حاصل ہوتا۔ شیعاز آف علی صہ

میں نے تقرر بالاختیار اور تقرر بالنص کی جو جو حالتیں اور نتیجہ جو جو باتیں پوشیدہ تھیں ظاہر کر دیں۔ اب ہم کو خلافت کی نسبت کچھ نہیں کہنا ہے۔ اگر کہنا بھی ہے تو اسقدر جسکو ہم ضرور افسوس سے لکھتے ہیں کہ اسلام میں یہیں سے تفریق ہو گئی۔ اور ایک کے دلمیں دوسرے کی طرف سے ضرور اختلاف کے خیال پیدا ہو گئے۔ مگر باوجود اس اختلاف کے جناب علی مرتضیٰ نے خلافت کے موجودہ انتظام میں کسی طرح سے کوئی خلل یا کوئی بدنظمی نہیں پیدا کی۔ اس سے قطع نظر کر کے جیسا ہم دیر بیان کر آئے ہیں کبھی زبان شکایت بھی نہیں کھولی۔ بلکہ بخلاف اسکے برابر مہمات ملکی۔ مسائل دینی میں خلیفہ عصر کو جب کبھی انکی ضرورت ہوئی۔ ان سے وہ حاجت بیان کیگئی۔ اور اسکی پوری تسکین اور پورا اطمینان کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جسطرح بنی ہاشم سے یہ خدشہ تہا کہ یہ دعویدار خلافت ہو کر خلافت کے کاروبار میں خلل نہ پیدا کریں اسی طرح بنی اُمیہ کیطرف سے بھی یہ خیال ضرور تہا کہ یہ اپنی کہنہ مخالفت پھر اسلام کے خلاف میں زندہ کریں۔ اس لحاظ سے ابوسفیان رئیس قبیلۂ بنی اُمیہ کو اپنی سازش میں لانیکی تجویز ٹھیری۔ اسکے بیٹے یزید ابن ابوسفیان کو شام کی فوجکشی کے بعد وہاں کا گورنر بنا دیا۔ پھر کل تیس برس کے بعد انکے لئے یہ انتظام تو کچھ ایسا مہربان نکلا انکی قوتیں ایسی بڑہا گیا کہ آخر مملکت کے تمامی اختیار انہیں پر تفویض کر دیئے گئے۔ مگر ہمکو یاد نہیں آتا کہ یہ انتظام کبھی کسی وقت میں ہاشم مرحوم کی اولاد کو بھی ہمدرد نکلا ہو کبھی کسی زمانہ میں ان کے اس محاسن صفات کا خیال نہیں کیا گیا اور نہ انکی ان ہمدردیوں اور کوششوں کی رعایت کیگئی۔ جو انہوں نے اسلام کی اشاعت اور اسکے قیام و استحکام کیلئے

صرف کی تھی۔ اسلام اور اسکے امر انتظام کی طرف سے بنی ہاشم یہ اتنی بڑی شکایت اپنے ساتھ لیگئے کہ اسکے لئے کوئی عذر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اور اسکی تلافی کے لئے کوئی سبیل ٹھہرائی نہیں جاسکتی۔ عرب کی اکثر قومیں جو کسی فرمانرواکے عہد میں کسی وجہ سے معتوب تھیں تو ایسا ہوا کہ تھوڑے دنوں کے بعد کسی کی سفارش کسی کے کہنے کسی کے سُننے سے ان کے قصور معاف کردیئے گئے۔ اور پھر وہ ممتاز ہوکر کسی خدمت یا کسی منصب پر سرفراز ہوگئے۔ دیکھو خالد ابن ولید کا حال۔ مگر ایک بنی ہاشم ان کا ان کا کیا قصور اور ان جانا گناہ ایسی ہی شدید اور ایسا ہی قوی سمجھا گیا کہ فرمانروایان خلافت کی موجودہ ضرورتنے انکے حق میں یہ امر فیصل کردیا تھا کہ ہمیشہ انکو قوی نہیں کرنا چاہئے۔ اسی سبب سے نہ انکو ملک میں کوئی خدمت ملی نہ لشکر میں نہ دیوان میں نہ خاص میں نہ عام میں۔ اگر انہیں سے کوئی سردار نہیں۔ عامل نہیں۔ سپہ سالار نہیں واعظ بھی سہی قاضی بھی سہی خطیب بھی سہی ہاں ایسا ہوتا تو انکی پر حسرت آنکھوں سے کچھ تو آنسو پونچھہ جاتے۔ خلافت اولی کا اشتمرار تو کسی شمار میں نہیں ہے۔ ہاں خلافت ثانیہ جو اسلامی ثروت واقتدار کا عہد شباب کہلاتی ہے۔ اس کے خیال بنی ہاشم کی طرف کیسے تھے۔ مولوی شبلی نعمانی سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ رسالہ الفاروق صفحہ ۱۹۱ میں لکھتے ہیں کہ اس خلافت نے اگرچہ بنی ہاشم کے ادعا کو بالکل مٹا نہیں دیا مگر دبا دیا۔"

اس کے خلاف اگر معمولی سے معمولی اسلامی واقعات کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھی جاوے تو معلوم ہوجائیگا کہ بنی اُمیہ کے عروج اقتدار کی ابتدا جو آگے چلکر استیصال آل رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا باعث ٹھہری۔ اور انکی ترقی اور کامیابی کی نشوونما اسی خلافت سے شروع ہوئی۔

خلافتِ اُولیٰ کے واقعات

جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام تو خاموش ہوکر خانہ نشین ہو رہے اور کاروبار خلافت مجلس شوریٰ نے ابی بکر ابن قحافہ پر تفویض کردیئے۔

اس خلافت کی مدت کچھ کم دو ہی برس میں تمام ہوگئی۔ یہ خلافت جیسا زمانہ حال کے مورخین کی تجویز ہے خلافت فاروقی کا ایک ضمیمہ تھی حضرت ابوبکر اگرچہ خلیفہ تسلیم کرلئے گئے تھے۔ مگر ملک اور سلطنت کے کل کاروبار اور تمام اختیار حضرت عمر کے دست اقتدار میں تھے۔ اس خلافت میں کوئی ایسے واقعات نہیں پائے جاتے جنکو جناب علی مرتضیٰ سے کوئی تعلق ہو در حقیقت تو یہ ہے کہ واقعہ فدک کے بعد جناب علی مرتضیٰ کے مجروح دل پر ایسے صدموں کا ہجوم تھا کہ آپ اسی غیر اطمینانی اور تردد کی حالت میں تمام بیرونی تعلقات سے دست بردار ہوکر ایک سخت عزلت نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے اور اِدھر اُدھر کے کسی معاملات میں کسی قسم کا دخل نہیں دیتے تھے تا اینکہ وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ڈھائی مہینے بعد وبروایتے چالیس روز بعد جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا نے اسی رنج و مصیبت میں رحلت فرمائی۔ علی مرتضیٰ جو آج کئی مہینوں سے ہزار دل درد و مصیبت کا نشانہ ہو رہے تھے اور بھی متردد ہوگئے آپنے

اس واقعہ جانگزا کی خبر سوائے بنی ہاشم کے اور کسی کو بھی نہ کی۔ اور نہایت احتیاط کے ساتھ انکی وصیت کے مطابق اس بضعۃ النبی علیہا السلام کو رات کے تیرہ و تاریک پردے میں گھر سے اٹھا کر جنت البقیع کی زمین میں سپرد کر دیا۔

خلافت دوئمی کے واقعات

محقق ابو الفدا کے نزدیک خلافت اولیٰ کے ایام دو برس تین مہینے اور دس دن قائم رہ کر تمام ہو گئے۔ خلیفہ اول نے اپنی وفات سے پہلے عمر ابن الخطاب کو اپنا قائم مقام اور جانشین قرار دیلیا تھا۔ یہ امر بعض صحابہ کی مرضی کے خلاف بھی تھا۔ طلحہ ابن عبد اللہ اس استخلاف کے نہایت خلاف تھے۔ ہم انکے اختلاف کی پوری کیفیت طلحہ ابن عبد اللہ کے حالات میں لکھیں گے۔

حضرت ابی بکر کی رحلت کے بعد حضرت عمر ابن الخطاب (بالوصیت) خلافت کے مستحق ٹھیرے۔ اور خلیفہ بنائے گئے اور مملکت اسلامی کے تمامی کاروبار من حیث الامارۃ انہیں پر منتقل ہو گئے۔ عمر ابن الخطاب نے خلیفہ ہوتے ہی سوچا کہ اسلامی مملکت میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے رائے نہ لینا ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ ان امور کی نسبت جتنی تحقیقات اور جتنے تجربے ان کو حاصل ہیں اور کسی کو بھی نہیں۔ خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تحصیل علم کا جسقدر موقع انکو ملا اتنا کسی کو بھی نہیں۔ افضاکم علیؑ انہیں کے معلومات کا تمغہ تھا۔ فتوحات کے اعتبار سے تو ایسا بزرگ جو کامل دس گیارہ برس تک اس مملکت میں تمام فوجی خدمتیں بجا لا چکا ہو۔ اور بہت دنوں تک سپہ سالاری کے اعلیٰ منصب پر ممتاز رہا ہو اور اپنی حسن سعی اور قوت بازو سے اپنی فتوحات کا سلسلہ عرب سے لیکر روم و فارس کی سرحد تک پہنچا چکا۔ اگرچہ وہ کسی وجہ سے اب کسی ایسی خدمت کی تفویض کے قابل سمجھا جاتا ہو مگر تاہم اسکو بالکل معطل سمجھکر چھوڑ دینا اور حرف غلط سمجھ لینا سابق حکمرانی کے خلاف ہے۔ اسی تجویز کے اعتبار سے خلیفہ عصر نے دو امروں میں زیادہ آپکی ضرورت دیکھی ہے۔ ایک محاربات میں۔ دوسری دینیات میں۔

خلافت ثانیہ میں جتنے محاربات واقع ہوئے اور فتوحات ملکی کو جتنی وسعت ہوئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان محاربات کی ابتدا کسی مناسب موقع اور وقت پر کیگئی ہے اور اسکے اصول پر کس خوبی سے فوج کو تعلیم کیگئی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ غنیم شکست پر شکست کھاتا رہا۔ اور اسلام کی کامیاب فوج دور دور تک ان کا تعاقب کرتی رہی۔

جناب علی مرتضیٰ نے قریب قریب تمامی معرکوں میں خلیفہ عہد کی درخواست پر امور فوجی میں انکو مدد پہنچائی ہے ہم صرف جنگ فارس کی کیفیت کسی قدر تفصیل کے ساتھ تاریخ کامل ابن اثیر کے ترجمہ سے لکھتے ہیں۔

جنگ فارس کی ابتدا ۱۲ سنہ ہجری میں ہوئی فوج اسلامی بہت کم تھی اور عجمیوں کا لشکر کثرت سے تھا۔ معاملہ جنگ تو فوج اسلامی کے اچھے رُخ رہے مگر مقابلہ کا جوں جوں وقت قریب آتا گیا۔ غنیم کی کثرت دیکھکر انکی ہمت میں کمی آتی گئی۔ ہوشیار تجربہ کار سپہ سالار مثنیٰ نے میدان جنگ سے خلیفہ عہد کو لکھا بھیجا کہ آپکی موجودگی سے بیدم فوج پھر تازہ دم ہو جائیگی اور

ہر ایک کو اپنی ہمت اور جرأت اور حسن عقیدت کا ضرور جوش آجائیگا جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو خلیفۂ عہد کو سخت تشویش ہوئی اور بغرض مشورہ سب کو جمع کیا۔ خلیفہ نے اپنے جانے کا قصد ظاہر کیا۔ اس پر طلحہ ابن عبداللہ نے کہا کہ جو تمہاری رائے ہے وہ انسب ہے۔ کیونکہ ہر قسم کا تجربہ اٹھا چکے ہو۔ ہم لوگوں کو کوئی دخل نہیں جو حکم دو اسکی تعمیل کریں۔ تب عثمان کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ شام اور یمن سے لشکروں کو بلوا لو اور خود حرمین کے لوگوں کے ساتھ کوفہ و بصرہ کی طرف جا کر جنگ میں شریک رہو اور اپنے لشکروں کو ٹھہراؤ اور تمہارا غائب رہنا ایسے معرکہ سے مناسب نہیں۔ خلیفہ کو اس مشورہ پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ دوبارہ صلاح لی تو جناب علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ اگر شام کا لشکر وہاں بھیجو گے تو روم والے پلٹ پڑینگے۔ جو قدیم سے وہاں کے حکمران تھے۔ اور ملک بھی ان کا ہے اور اگر یمن کا لشکر بھیجا جائیگا تو حبشہ والے ٹوٹ پڑینگے۔ اور اگر تم خود یہاں سے جاؤ گے تو چاروں طرف سے عرب ٹوٹ پڑیں گے مصلحت یہ ہے کہ اہل بصرہ کو تین حصوں پر تقسیم کرو۔ ایک مال بچوں میں رہے۔ دوسرا اہل ذمہ کی حفاظت کرے۔ تیسرا فرقہ اہل کوفہ کی مدد میں بھیجا جائے جو لشکر فارس سے لڑ رہے ہیں اگر تم خود جاؤ گے تو بادشاہ عجم تمکو دیکھکر سمجھ لیگا کہ بس یہی بادشاہ عرب ہے جرات بڑھ جائیگی اور ہم لوگ جب لڑتے تھے تو کثرت ناس کے بھروسے پر نہیں لڑتے تھے۔ بلکہ خدا کی نصرت کے امید پر (زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خلیفۂ عصر نے کہا بیشک یہی رائے صحیح ہے اور اسی کے مطابق عمل کیا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۳۔

جناب علیؑ مرتضیٰ کی یہ تجویز ایسی مفید نکلی کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد فارس کی مہم سر ہو گئی اور لشکر اور ملک دونوں میں اطمینان قائم رہا۔ اسکے علاوہ محاصرہ روم کے وقت بھی آپ نے اپنی ایسی ہی اعلیٰ رائے سے خلیفۂ عصر کو مدد پہنچائی تھی۔ دیکھو ابوالفدا واقدی۔ اعثم کوفی۔ روضۃ الصفا وغیرہ اور انہیں اصول کی پابندی کی وجہ سے ان تمام معرکوں میں اہل اسلام اپنے مخالف کے مقابل رجز خوانیوں میں ہمیشہ جناب علیؑ مرتضیٰ کی شجاعت اور دلیریوں کو یاد دلا کر انہیں اسلام کی ہیبت اور شوکت پیدا کرتے تھے دیکھو صحیح الواقدی معارک خلافت ثانیہ۔

ان واقعات کے بعد اب ہم تھوڑے سے وہ حالات بھی لکھتے ہیں جو دینیات میں شامل ہیں ان مسائل کے فیصل کرنے میں خلیفۂ عصر کو جناب علیؑ مرتضیٰ سے ضرور دریافت کرنیکی ضرورت ہوئی ہے۔

ایک شخص نے مرد انصار میں سے کسی کو مار ڈالا۔ خلیفۂ عہد نے قاتل کو پکڑ کر پسر مقتول کے حوالے کیا اس نے دو ضرب تیغ اسے لگائی وہ زخم کاری بھی تھے مگر تاہم رمق جان باقی رہ گئی اسکے اعزا اسے اٹھا لائے۔ علاج کیا گیا۔ حیات باقی تھی اچھا ہو گیا۔ اس مقتول اول کے بیٹے نے ایکدن پھر اسکو پکڑا اور دربار خلافت میں لا کر بار دیگر پھر اس سے اپنے باپ کا قصاص چاہا۔ خلیفۂ عصر نے قتل کی اجازت دیدی۔ جناب علیؑ مرتضیٰ موجود تھے۔ خلیفہ سے اسکے بار دیگر قتل کئے جانے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا النفس بالنفس۔ جان کے عوض جان ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ پہلے قتل نہیں ہوا تھا۔ کہا ہاں آپنے فرمایا تو اسکو دوبارہ قتل کئے جانے کا حکم ہوتا ہے جواب ملا ہاں۔ خلیفۂ عصر نے پوچھا کہ آپکی رائے اس مسئلہ میں کیا ہے۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ اسکو رہا ہونا چاہئے و

مرد انصاری چلایا۔ کہ یا ابوالحسن آپ چاہتے ہیں کہ میرے باپ کے خون کو باطل کریں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ اول اسکو اتنی قوت دیجائے کہ وہ اپنی سابق سزا کا تجھ سے بدلہ لے اور جو کچھ تو نے اس کے ساتھ کیا ہے وہ تیرے ساتھ کر لے۔ بعد ازاں اگر تو جابر ہو تو اپنے باپ کا قصاص اس سے لے سکتا ہے۔ انصاری نے کہا کہ قسم بخدا میں اسکی ضرب کے صدمے سے ہرگز جانبر نہیں ہو سکتا آپنے فرمایا کہ ضرور ہے کہ وہ پہلے تجھ سے اپنا خاص قصاص لے لے۔ انصاری نے کہا میں اسکے خون سے درگزرا وہ میرے قصاص کو چھوڑ دے۔ دونوں میں یہی تصفیہ ہوا اور ہر ایک اپنے دعوی سے دستبردار ہو کر دربار خلافت سے رخصت ہوا۔ خلیفہ عمر نے نہایت فخر و اعزاز سے جناب علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کی عدالت پر ناز کیا۔ اور کہا لولا علی لھلک عمر۔

کچھ لوگ شام سے حج کیلئے آتے تھے۔ ایک مقام پر پانچ انڈے شتر مرغ کے آشیانے سے نکالکر پکائے اور کھائے بعد فراغت طعام کے یاد آیا کہ حالت احرام میں شکار کیا۔ خطا کی۔ مدینہ میں پہنچے تو خلیفہ عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کے کفارہ کی نسبت سوال کئے۔ محققین اسلام میں سے جو لوگ حاضر تھے انسے رائے لی کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ آخر وہ مسئلہ یونہی کا یونہی رہ گیا۔ تب خلیفہ عمر نے سوچا کہ یہ عقدہ بغیر جناب علیؑ مرتضیٰ کے اور کسی سے حل نہیں ہو سکتا۔ علیہ ایک عورت سر دربار کسی ضرورت سے حاضر تھی اس سے اسکا گدھا لیکر دربار خلافت سے اٹھے اور جناب علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دستک دی۔ جناب علیؑ مرتضیٰ باہر آئے۔ خلیفہ عمر نے ساری نقل بیان فرمائی۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ پانچ ماقوں پر شتر ال نر کو چھوڑ دیں جب بچہ ان سے پیدا ہوئے تو ان کو اس فعل کے کفارہ میں قربانی کریں۔ خلیفہ عمر نے کہا کہ یا ابوالحسن حمل کبھی ساقط بھی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ انڈے بھی گندے ہو جاتے ہیں۔

ایک عورت دربار خلافت میں حاضر کیگئی وہ زنا میں ماخوذ تھی۔ قصہ یوں تھا کہ ایک مرد کبیر السن نے اس عورت سے نکاح کیا اور بوقت قربت کیوقت اسی کے پیٹ پر مرگیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ عورت ایک بچہ جنی۔ پسران شیخ نے اس عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور یہ کہا کہ یہ بچہ ہمارے باپ کے نطفہ سے نہیں ہے۔ دربار خلافت سے تو اس بیان پر سنگباری کا حکم لگا دیا مگر جناب علیؑ مرتضیٰ نے سر راہ اس عورت کی کیفیت سنی۔ عورت نے آپکو دیکھکر ایک کاغذ آپ کے ہاتھ میں دیا جسمیں اسکی تاریخ نکاح وغیرہ درج تھی جو لوگ اسکے ہمراہ تھے ان سے ارشاد ہوا کہ یہ عورت اپنے نکاح وغیرہ سے خبر دیتی ہے۔ پھر اس سے کیوں مزاحم ہوتے ہیں واپس چلو۔ وہ لوگ اسدن تو واپس گئے۔ دوسرے دن آپ دربار خلافت میں تشریف لیگئے۔ وہ عورت بھی مع اپنے لڑکے کے حاضر کیگئی۔ آپنے محلے کے اور بچوں کو بلایا اور انھیں میں اس لڑکے کو بھی شریک کر دیا۔ اور فرمایا کہ آپسمیں کھیلتے جاؤ وہ بچے آپسمیں کھیلنے لگے جب وہ خوب کھیل کود کر تھک گئے۔ تو آپنے سب بچوں کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ۔ سب کھڑے ہوگئے۔ پھر فرمایا بیٹھ جاؤ سب بیٹھ گئے پھر کہا کہ کھڑے ہو جاؤ سب کھڑے ہوگئے۔ مگر اس عورت کا بچہ نہایت دقت سے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا۔ آپنے اسکو میراث میں شامل کیا۔ اور پیر مرد کے بیٹوں کو حد تہمت کی سزا دی۔ خلیفہ عمر نے استفسار کیا تو جواب میں فرمایا کہ جیسے اس لڑکے کے ہاتھ ٹیک کر زمین سے اٹھتے ہی پہچان لیا کہ اسی بوڑھے باپ کا بیٹا ہے کیونکہ باپ کا ضعف اسمیں ابھی تک موجود ہے۔

ایک دو یا پانچ شخص زنا کے جرم میں گرفتار ہوکر دربار خلافت میں لائے گئے۔ خلیفہ عہد نے رجم زنا کا حکم دیا۔ جناب علی مرتضیٰ موجود تھے بول اٹھے کہ یہ حکم ہرگز ان کے لئے مقتضی عدالت نہیں ہے۔ خلیفہ عصر نے کہا کہ الزانی والزانیہ فاجلدوا کل واحد منھما مائتہ جلدۃ۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ یہ سچ ہے مگر انکا حکم جدا ہے۔ کہا وہ کیا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ایک کو قتل کرو۔ دوسرے کو سنگسار تیسرے کو پوری حد لگائیں۔ چوتھے کو نصف۔ پانچویں کو صرف تعزیر یعنی تادیب پر اکتفا کریں۔ حاضرین زنا کے اتنے مختلف احکام سنکر متعجب ہوئے۔ وجہ پوچھی تو ارشاد ہوا کہ انمیں ایک یہودی ہے۔ اس نے دین میں فساد کیا اس کا قتل لازم ہے۔ دوسرا محصن ہے یعنی صاحب زوجہ اور وہ مستوجب رجم۔ تیسرا مجرد۔ زوجہ نہیں رکھتا اسلئے اس پر حد لازم ہے۔ چوتھا غلام اس پر نصف حد قائم ہوگی۔ پانچواں مجنون اس پر کچھ نہیں۔ تادیباً صرف تین طمانچے لگا دیں۔ لوگوں نے ایسا محققانہ حکم اور ایسا مناسبانہ تصفیہ سنکر نہایت اعزاز سے تحسین کے نعرے بلند کئے۔ اور خلیفہ عہد نے فرمایا اللھم لاتنزل لی شدۃ الا و ابوالحسن الی جنبی۔

اگر ایسے واقعات کی ہم زیادہ تلاش کریں تو ہمکو کثرت سے ایسی مثالیں ملینگی جنکی تفصیل طوالت کے خیال سے ہم پسند نہیں کرتے اسکی اور مثالیں ہم کتاب الاخلاق میں علم الفقہ کے متعلق لکھیں گے۔

بہرحال اس خلافت کے اکثر امور ہیں۔ عام اس سے ملکی ہوں یا کونی اور جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اعانت فرمائی ہے اور بہت سی دینیات کے متعلق ایسی باتیں جو اہل اسلام میں سب کی قابلیت اور سب کی لیاقت سے باہر تھیں بتادیں۔ اور یہ اسی صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان تھا۔ جو آج چالیس برس سے آپکی ذات میں پورے طور سے اثر کرچکا تھا۔ سن ہجری کی ابتدا بھی اسی خلافت میں واقع ہوئی اور اس سن کے موجد بھی جناب علی مرتضیٰ تھے اور حضرت عمر بڑی بڑی مہمات میں حضرت علی کے مشورے بغیر کام نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت علی بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ صلاح دیتے تھے۔ رسالہ الفاروق حصہ دوم ص۱۲۴۔

اسمیں شک نہیں کہ اس خلافت کے زمانہ میں اسلام کی رعایت کی غرض سے ضرور مداخلت کیجاتی تھی مگر یہ مداخلت ایسی نہ تھی۔ جو خودغرضی یا طمع دنیاوی پر محمول کیجائے یا جس سے حسن طلب یا انجاح مطالب کی کوئی انداز نکلیں یا کسی طرح کے نفع ذاتی کا پہلو حاصل ہوتا ہو۔ جو کچھ دخل دیا جاتا تھا یا جو کچھ استمداد کیجاتی تھی وہ صرف اسلام کے اسی خلوص پر مبنی تھی۔ جو آپ کو اس عنفوان آج چالیس برس سے حاصل تھا۔ مگر باینہمہ علی مرتضیٰ کی وہی حالت تھی۔ باوجود اس رعایت اور اعانت کے بھی موجودہ انتظام خلافت نے علی مرتضیٰ کو کسی طرح عامۃ المسلمین سے افضل نہ سمجھا۔ تقسیم بالمدارج کے اصول نے جتنا اور شرکا بدر کا حصہ قائم کیا اسی قدر انکے لئے رقم بھی تجویز فرمائی۔ صرف بدر کی شرکت کا خیال کیا گیا اور اُن محاسن خدمات کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا گیا۔ جو علی مرتضیٰ کے دست و بازو سے اس قیامت خیز میدان جنگ میں ظاہر ہوئے تھے۔

ان کے حالات کے برعکس ہم جب اس خلافت میں بنی امیہ کے احوال کی تلاش کرتے ہیں تو ایک کی حالت بالکل دوسرے کے خلاف پاتے ہیں۔ یزید ابن ابی سفیان۔ جو خلافت اولیٰ میں ملک شام کے صوبہ دار مقرر ہوئے تھے اس خلافت کے ابتدا ہی میں مع

خلیفہ نے استحقاق وراثت کے لحاظ سے ان کے چھوٹے بھائی معاویہ ابن ابی سفیان کو ان کا قائم مقام بناکر شام کیطرف روانہ فرمایا۔ بنی اُمیہ کے لئے استحقاق وراثت بھی محفوظ تھی۔ اور حقوق وراثت بھی بنی ہاشم بیچاروں کے لئے نہ کوئی ذاتی لیاقت ہی کام آتی تھی نہ کوئی محاسن خدمت۔

ایک بنی امیہ کی تقویت اور ناموری نے مدتوں تک اسلامی مملکت میں کچھ ملکی اور مالی ہی نقصانات نہیں پہنچائے بلکہ ان کے انعقاد نے اسلام کے اوامر و مناہی میں بہت کچھ اختلاف ڈالا۔ اسلامی تاریخیں موجود ہیں۔ بنی اُمیہ کے قومی ہوکر احوال افعال کو دیکھ لو۔

بنی اُمیہ نے اپنی حالتوں کو جو آج سالہا سال سے کمزور چلی آتی تھیں۔ پھر تازہ دم ہوکر سنبھال لیا اور مدینہ سے اٹھ اٹھ کر ان کے قافلے کے قافلے یکے بعد دیگرے شام کی طرف روانہ ہونے لگے۔ معاویہ نے بھی ہم قومی کے حقوق خوب ادا کئے۔ اسکو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ ابوسفیان کی اس پیشینگوئی کو سچا کر دکھلانے والا تھا جو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ریاست کی نسبت کی تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں ملک شام بنی اُمیہ کیلئے ایک دار الامن) بنگیا۔ جیسے آنحضرت کے زمانے میں یہودیوں کے واسطے خیبر"

حضرت عمر کی رحلت ۲۳ ہجری میں واقع ہوئی۔ انہوں نے دس برس چھ مہینے آٹھ دن سلطنت کی یہ تو خلافت اولیٰ میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے مرتے دم ان کو قائمقام بنایا تھا۔ اسلئے ان کا استخلاف تو النعین بالوصیۃ ہوا مگر انہوں نے اپنی رحلت کیوقت اپنی جانشینی کیلئے ایک نیا طریقہ اختیار کیا جو نہ پورا پورا التعین بالاختیار تھا نہ التعین لاانتخاب انہوں نے امر خلافت کو چھ آدمیوں پر چھوڑا۔ عبدالرحمٰن ابن عوف۔ سعد ابن ابی وقاص۔ عثمان ابن عفان۔ طلحہ ابن عبداللہ۔ عبداللہ ابن عمر اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ ان میں سے جس کسی پر یہ لوگ اتفاق کریں وہ خلیفہ مقرر کیا جاوے اگر انمیں اختلاف ہو تو جسکی طرف عبدالرحمن ابن عوف ہوں۔ اسی فرقہ کی رائے کی پابندی کیجائے۔

بہرحال اگر ان چھ آدمیوں کے انتخاب پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ حضرت عمر کی خواہش دلی یہی تھی کہ خلافت کسی طرح بنی ہاشم میں قرار نہ پاوے اور انکو بہت بڑی کد اسوجہ سے تھی کہ ان کو خوف تھا کہ بنی ہاشم چونکہ خمس میں اپنا ایک شرعی حصہ سمجھتے تھے اسلئے یہ باوجود دولتمندی کے خمس میں سے بھی اپنا حصہ لے لیں گے۔ اسی وجہ سے نہ انکے استحقاق وراثت تھی نہ خلافت میں رائج نہ مناصب۔ اس شوریٰ کے انعقاد میں بھی وہی انتظام کیا گیا جیسے اصول اول کی پابندی رہی گو کہ جناب علی مرتضیٰ تبرکاً و تیمناً شامل کر لئے گئے تھے۔ مگر کن شکلوں کیساتھ۔ کہ انکے لئے رائے دینے والوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ سعد ابن ابی وقاص۔ عبدالرحمٰن ابن عوف اپنے حقیقی خالو کو چھوڑکر اور کسی کو کیوں ماننے لگے۔ عبدالرحمٰن ابن عوف اپنے حقیقی خالہ زاد بھائی۔ عثمان ابن عفان کو چھوڑکر اور کسی کیطرف کیوں ہونے لگے۔ عثمان ابن عفان اپنے خالو اور اپنے خالہ زاد بھائی کے سوا کسی دوسرے کیطرف کیوں دیکھنے لگے۔ اس پر طرہ یہ کہ عبدالرحمٰن ابن عوف کی تجویز کو

جو دوسروں کی تجویزوں پر ترجیح کامل حاصل - اب حضرت علیؑ کی طرف رائے دینے والا کون موجود ہے - لامحالہ یہ امر خلافت یا بو سعد ابن ابی وقاص پر قرار پائے - یا عبدالرحمن پر - یا عثمان ابن عفان - حضرت علی مرتضیٰ پھر ویسے ہی کے ویسے چھوٹے رہے جاتے ہیں -

ہم اس انتخاب کے واقعات کو اسی تفصیل کیساتھ لکھیں گے جس تفصیل کے ساتھ ہمنے انتخاب اول کے پورے حالات قلمبند کئے ہیں کیونکہ ہماری کتاب کے اس حصے کے اکثر مضامین ایسے ہیں جنکو اس واقعہ انتخاب سے پورا تعلق ہے اس لئے جب تک ان واقعات کی پوری تشریح نہ کی جائے ان مضامین کی کامل توضیح نہیں ہو سکتی "

عبدالرحمن ابن عوف نے مجلس شوریٰ میں پہنچکر اپنے لئے خلافت قبول کرنے سے انکار کیا اور عام نگاہوں میں اپنی بے لوثی دکھا کر اپنی استغنا - قناعت اور توکل کی وقعت بڑھائی - مگر باینہمہ امر خلافت میں ایک ایسی شرط لگائی جسکی وجہ سے انہوں نے خوب سمجھ لیا کہ جناب علی مرتضیٰ ہرگز اس شرط کے ساتھ خلافت پر راضی نہ ہونگے - اور کبھی اس شرط کو قبول نہ کرینگے تو خواہ مخواہ یہ امر خلافت عثمان بن عفان پر قرار پائیگا - اس جلسہ میں جناب علی مرتضیٰ بھی ضرور شریک تھے - عبدالرحمن نے پہلے جناب علی مرتضیٰ سے بیان کیا کہ اگر آپکو کلام خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت شیخین کی متابعت اور انکی پیروی کرنی منظور ہو تو امر خلافت سپرد کیا جاوے اور نہیں تو کسی دوسرے کے - جناب علی مرتضیٰ نے نہایت آزادی سے اس مجمع عام میں فرمایا کہ مجھکو نہ خدا کی متابعت میں کلام ہے نہ رسول اللہ کی مطابقت میں - ان کے سوا دوسرونکی متابعت اور پابندی میرے لئے ضروری نہیں ان لوگونکی متابعت اور اقتدا کی جگہ جہاں تک میرا علم میری دانست اور میری عقل انکی - رفاہ صلاح کی نسبت ہدایت کریگی میں انکی بہی خواہی کے عہدے سے کسی طرح دست بردار نہ ہونگا -

جناب علی مرتضیٰ کی یہ آزادانہ تقریر سنکر عبدالرحمن ابن عوف نے ان کی طرف سے ہاتھ کھینچ لیا اور عثمان ابن عفان کو انکی جگہ کھڑا کر کے ان شرائط کے اقرار لئے اور انہوں نے تمام شرائط کو آنکھہ بند کر کے قبول کر لیا - عبدالرحمن ابن عوف کی تجویز کو چونکہ ترجیح بالمرجح کا منصب حاصل تہا اسلئے مجلس شوریٰ نے خلافت کے تمام وکمال امور انہیں پر تفویض کر دیئے اور خلافت ثانیہ کے ایام تمام ہو کر خلافت ثالثہ کے دورے شروع ہو گئے - اس انعقاد شوریٰ کا نتیجہ وہی مطلب نکلا جو حضرت عمر نے پہلے ہی سے سوچ لیا تہا - تاریخ طبری جلد چہارم ص۲۱۹ اعثم کوفی ص۲۰۱ روضۃ الصفا جلد دوم ص۹۰ ابوالفدا ص۲۳ اسپرٹ آف اسلام ص۲۱۰ -

اس انتخابی جلسہ میں بھی جناب علی مرتضیٰ کا کوئی مدعا نہیں نکلا - بلکہ آپکی کامیابی کے بالکل خلاف - مگر آپنے کبھی اس شوریٰ کے ممبروں سے کسی قسم کی شکایت بھی نہیں کی صرف عبدالرحمن ابن عوف سے کہا - تو اتنا کہ تیری غرض سوائے اسکے کہ یہ آدمی جمع ہو جائیں اور کچھ نہ تھی فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون -

خلافت ثالثہ کے واقعات

خلیفہ ثانی کے وفات سے پانچ روز بعد اہل شوریٰ نے مملکت اسلامی کی امارت عثمان ابن عفان پر تفویض کر دی پانچ سات

برس میں اس خلافت کے اراکین اور متعلقین نے اپنی مؤتدبری سے اسمیں بہت جلد ایسے ادے پیدا کردیئے جو ہرگز اسلام کیلئے مفید نہیں ہوسکتے تھے اگرچہ یہ خلافت اور خلافتوں کے مقابلہ میں زیادہ ٹھیرے۔ مگر جیسے جیسے اسمیں طول آتا گیا ویسے ویسے ہزاروں قسم کی بدانتظامیاں۔ اختلاف اور فساد ہر ملک کے ہر حصے میں پھیلتے گئے۔ اور آخر کار اس سے وہ نتیجہ نکلا کہ اسلامی حکومت کے استقلال میں کمزوری اور اضمحلال آ گیا۔ یہاں تک تھوڑے ہی دنوں کے بعد خلافت راشدہ کا نام ہی دنیا کے کارنامے سے اٹھ گیا۔

ہماری آیندہ سلسلہ مضامین کی بنیاد اسی خلافت کے واقعات سے شروع ہوئی اسلئے ہمکو اس خلافت کے واقعات کسی قدر زیادہ صراحت سے لکھنا بہت ضروری ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اختلاف یا ناراضی جو عامۃ المسلمین میں واقع ہوئی اسی خلافت سے شروع ہوئی پہلے ناراضی جو خلیفہ عہد اور تابعین میں شروع ہوئی وہ یہ تھی کہ ابولولو کا خنجر حسن سے خلیفہ ثانی کی رحلت واقع ہوئی۔ مسجد ہی میں چھوٹ گیا تھا لوگ قاتل کے پیچھے دوڑے جب تک کہ قاتل گرفتار ہوا۔ عبدالرحمن ابی بکر نے وہ خنجر زمین سے اٹھا لیا اور عبیداللہ ابن عمر سے جو وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ یہ خنجر میں نے ہرمزان کے ہاتھ میں دیکھا تھا اور وہ اسوقت جفینہ کے گھر جاتا تھا۔ جفینہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب کا غلام تھا۔ عبیداللہ ابن عمر تو اپنے پدر بزرگوار کے قصاص کے لئے بیچین ہو رہے تھے اتنا اشارہ پاتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور ہرمزان اور جفینہ کو ان کے گھروں میں گھسکر قتل کر ڈالا۔ بیچارے عبدالرحمن کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہ تھی۔ اور نہ انکو اسکا یقین تھا کہ عبیداللہ ابن عمر بغیر مشاورت صحابہ کے ایسی حرکت کرینگے۔ بہرحال حضرت عثمان کے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی پہلے جو مستغیث دربار خلافت میں آئے وہ ہرمزان اور جفینہ کے ورثا تھے۔ ابولولو اصلی قاتل تھا اور یہ دونوں بے قصور۔ یہ امر تمامی اہل اسلام پر روشن تھا۔ ایسا سخت معاملہ اور خلیفہ زادے کا قدم درمیان۔ بغیر مشورت صحابہ کے خلیفہ عصر کیا کر سکتے تھے۔ آخر اس مسئلہ کی نسبت ممبران اسلام سے پوچھا گیا تو بعضوں نے کہا کہ اس پر قتل خلیفہ کا گمان کیا گیا اور یہ دھوکے میں مارا گیا۔ کسی نے کہا کہ یہ واقعہ آپکی خلافت سے دو تین دن پیشتر کا ہے اس لئے آپ اسکے تصفیہ کے لئے مجبور نہیں کئے جاسکتے۔ حضرت عثمان کو اس پر بھی تشفی نہیں ہوئی۔ جناب علیؑ مرتضیٰ سے استفسار کیا تو جواب میں ارشاد ہوا کہ عبیداللہ پر قصاص ہرمزان واجب ہے۔ ایسے یکطرفہ فیصلے سے خلیفہ عہد کو نہایت تردد ہوا خلیفہ زادے کا پاس بھی لازم ہے اور ہرمزان کا قصاص بھی۔ آخر کار ہرمزان کی دیت اپنی جیب خاص سے دیکر کسی نہ کسی طرح عبیداللہ ابن عمر کی گلو خلاصی کر دی۔ تاریخ طبری جلد چہارم ص۳۰۲

جناب علیؑ مرتضیٰ کے اس آزادانہ فیصلہ سے ناراض ہو کر عبیداللہ ابن عمر ان کے زمانہ خلافت میں مدینہ سے شام چلے گئے اور معویہ کی متابعت کر کے جنگ صفین میں فوج علی ابن ابی طالبؑ سے مقابل اور فہرست مقتولین میں داخل ہوئے۔

عبدالرحمن ابن ابوبکر وغیرہ بہت سے ممبرین اسلام کو عبداللہ ابن عمر کی اس حرکت پر تو استعجاب ہی تھا۔ انکی دیت کا خلیفہ

اپنی طرف سے دیدینا انکے اور اختلاف کا باعث ٹھیرا۔ اور اہل اسلام کے اس طویل اور مسلسل ناراضیوں کا پہلا نمبر جو آگے چلکر تمام شکایتوں کا باعث تھا۔ یہیں سے قائم ہوا۔

خلیفہ عہد نے ملکی انتظام کی طرف رخ کیا۔ ان کا طرز انتظام بالکل تمدن اسلام فی ایام العمر کے نقیض تھا۔ بنی امیہ کا ستارہ پھر عروج پر آیا اور انکی برسوں کی بگڑی ہوئی تقدیریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے لیکر آج تک انکو طرح طرح کی ٹھوکریں کھلوا رہی تھیں بنگئیں۔ وہ زمانہ نہایت قریب آگیا کہ ابوسفیان کی دلی مدعا بر آئے۔ اور حجاز و یمن میں اسی کے نام کے علم قا . کی فصیلوں پر ہوائیں لہرائیں۔ بنی امیہ کی طلب ہونے لگی۔ قبیلے کے قبیلے۔ خاندان کے خاندان شام سے۔ حمص سے۔ مصر سے واپس آکر مدینہ میں پھرنے لگے۔ اور دربار خلافت میں بلا امتیاز و بلا امتحان بھرتی ہونے لگے۔ مسٹر جسٹس آنریبل سید امیر علیخان بہادر سی۔ آئی۔ ای اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

اُنہیں بنی اُمیہ نے جناب رسولخدا کو نہایت ذلت اور نفرت سے ملزم ٹھہرایا تھا اور گھر سے نکالا تھا۔ انہیں بنی اُمیہ نے اسلام کو اسکی ابتدا میں لڑکر مٹا دینا چاہا تھا۔ اور پھر اسی کی مخالفت میں اخیر وقت تک لڑتے رہے تھے۔ بنی اُمیہ آپسمیں متفق ہوکر اور قبیلہ مضر پر بالکلیہ قابو پاکر اپنے ہاتھوں سے گئی ہوئی قوت اور عظمت کا پوشیدہ کینہ رکھتے تھے اور اس کا انتظار کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد انہوں نے مجبور ہوکر اسلام قبول کرلیا تھا لیکن تاہم بنی ہاشم اور اسلام کو نہیں بھولے تھے۔ خاصکر اپنے ان نقصانات کیوجہ سے جو انکو ابن عبداللہ (صلعم) کے ہاتھوں اٹھائے ہوئے تھے۔ جبتک جناب رسولخدا زندہ رہے آپکی قوت سلطانی بھی ان بیوفاؤں سے خائف رہی ان میں سے بہت سوں نے برائے نام اسلام قبول کیا تھا۔ صرف اپنی ذات کی غرض سے یا اس مال غنیمت کی لالچ سے جو اہل اسلام اپنے فتوحات کے بعد اسلامی گورنمنٹ میں لاتے تھے مگر انکی نفرت سلطنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کبھی کم نہ ہوئے۔ شہوت پرست۔ بدکار۔ بدنیت۔ اور ظالم اس برابر حق رکھنے والے مذہب میں جو نیکا۔ جسنے دعائی قواعد اور تقدس کی متابعت کرنے کے سخت حکم دیئے تھے۔ جوش رکھتے تھے مگر دل سے وہ بت پرست تھے۔ وہ لوگ شروع زمانے میں اس گورنمنٹ کے اکھاڑ پھینکدینے پر اور ان لوگونکے برباد کردینے پر۔ جن پر اس گورنمنٹ کا دار و مدار تھا آمادہ تھے جنکی متابعت کی وہ قسمیں کھا چکے تھے۔ جناب رسولخدا کے قائم مقاموں نے انکے حسد کو ایک خاص حد تک مقید کر رکھا تھا اور انکے مکر و فریب کے چالوں کو ظاہر کر دیا تھا۔ عثمان کی تخت نشینی ان تفرقوں کے اظہار کی علامت تھی اور ان خاموش بنی امیہ کی بدکاریوں کا ظہور تھی۔ جسنے اسلامی دنیا کا دل توڑ دیا اور اسکے نہایت معزز اور قابل قدر خاندانوں کو برباد کردیا۔ عثمان کے زمانہ خلافت میں دو نو خلفائے سابقین کے انتظام اور پالسی سے پوری مخالفت کیگئی جنکی تقلید کا اس نے اقرار کیا تھا۔ معمر اصحاب پیغمبر اور انصار جو بزرگوار اور صاحب اغنیاء بنائے گئے تھے معزول کردیئے گئے تھیں اور انکی خیرخواہانہ خدمتیں بالکل فراموش کردی گئیں۔ تمام معتبر اور نفع کی خدمتیں بنی اُمیہ نے لیلیں۔ تمام صوبہ کی صوبہداریاں

انہیں کو دیگئیں جنہوں نے اپنے آپ کو اسلام کا پورا پورا مخالف کر رکھا تھا انکے سلوک کیلئے بیت المال خالی کر دیا گیا تھا جسکے بعد کے واقعات کی نسبت جسے ہم تفریق اسلام کے باب میں بیان کرینگے۔ اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ انتظام ملکی کی بدنظمیاں تمام انکی کارروائیوں سے غفلت۔ خلیفہ کی اپنے اقربا کے ساتھ سخت طرفداری اور عام شکایتوں پر اسکے انکار نے پرانے اصحاب رسولخدا بلکہ تمامی اہل اسلام میں ایک سخت مخالفت پھیلا رکھی تھی اور یہ مخالفت بغاوت ہو کر ایسی عام ہوگئی جسمیں حضرت عثمان اپنی جان کھو بیٹھے۔ اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۱۴

بنی اُمیہ کے زائل شدہ قوتوں کے بار دیگر عود کرنیکی وجہ سے۔ مملکت اسلام میں نفاق حسد اور نفسانیت کے مادے ضرور پیدا ہوگئے تھے جسے ہم اپنے معزز اور فخر قوم بزرگ کے مستند اسناد سے لکھہ چکے۔ مگر تاہم ہماری اس مجمل تحریر سے مفصل کیفیت نہیں معلوم ہوتی۔ اور چونکہ ہمکو خلافت علیؑ کے بہت سے پُر آشوب حالات کے اسباب کا انہیں واقعات سے پتا لگتا ہے اور اس خلافت کے فتنہ و فساد کی وجہات خاصکر انہیں واقعات سے قائم ہوئی تھی اس لحاظ سے ان تمام حالات کی پوری توضیح کر دینا ہمارے لئے ضروری ہوگیا ہے۔

ہم قبل اسکے قتل ہرمزان کا واقعہ لکھہ چکے ہیں جو چند ممبران اسلام کی ناراضی کا سب سے پہلا باعث ہوا تھا اسکے بعد خلیفہ عہد نے انتظام ملکی کیطرف توجہ فرمائی اور سابق کے عاملوں کو معزول کر کے تمام مملکت اسلام کی اعلیٰ اور افضل خدمتیں بنی امیہ کے سپرد فرمائیں اور انھیں بھی اپنی قرابت اور خصوصیت کی ترجیح کو ضرور قائم رکھا۔

بنی اُمیہ کا عروج

بنی اُمیہ کا عروج پہلے تو یہی اہل اسلام کی ناراضی کا بہت بڑا باعث ہوا۔ مگر تاہم وہ اپنی ناراضی پر یہ سوچکر مطمئن ہو جاتے تھے کہ خلیفہ عہد پہلے کے امرا کو اگر معزول کیا اور اسکی جگہ پر بنی اُمیہ میں سے کسی کو بھیجا ہے تو وہ ضرور ایسا ہوئیگا جو اپنے پہلے عامل سے بہتر ہوگا۔ مگر یہاں معاملہ برعکس نکلا۔ جو عمال کہ پہلے سے مقرر تھے وہی لوگ تھے جنہوں نے جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ دیکھا تھا۔ انکی صحبت اُٹھائی تھی۔ اور انکی تعلیم پائی تھی۔ اور یہ تازہ مقرر شدہ عمال ایسے تھے اور انکے افعال ایسے کہ عوام اہل اسلام پر کیا منحصر ہے۔ کوئی غیر آدمی بھی انکو یہ دیکھکر نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ اسلام کے پابند ہیں یا انکو اپنے ہمعصر اسلامی بھائیوں سے کسی قسم کی مشابہت ہے۔

ان لوگوں میں سب سے پہلے تو مروان الحکم ہیں۔ اہل اسلام میں سے کون انکو اور انکے باپ کو نہیں جانتا یہ وہی بزرگ ہیں جنکو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے میں مدینہ سے دس کوس باہر نکال دیا تھا۔ مدینہ میں آنیکی مطلق اجازت نہیں تھی۔ بلکہ یہاں تک حکم تھا کہ میرے بعد جو میرا قائممقام ہو وہ دس کوس انکو اور دور ہٹا دے چنانچہ خلیفہ اول اور دوم نے فرمان رسول کی اسیطرح پابندی کی۔ اور انکو مدینہ منورہ سے تیس کوس کے فاصلے پر نکال دیا۔ مگر اس خلافت کے زمانے میں مروان کی ذلت عزت اور ثروت سے مبدل ہوگئی۔ کہاں تو دس کوس اور دور نکالے جانے

کے مستحق ہو رہے تھے کہاں مدینہ میں بلا لئے گئے اور پھر تو اتنے سرافراز ہوئے کہ عہدہ وزارت کیا تھا خلعت دامادی سے بھی سرافراز کئے گئے۔

انکی بحالی نے اہل اسلام میں ایک تہلکہ ڈالدیا۔ مگر کوئی کچھ نہ بولا۔ صرف انکی امور ہی کے برُے نتیجوں کو بڑے انتظار سے دیکھتے رہے۔ رفتہ رفتہ پھر تو مروان الحکم نے خلیفہ عصر کے مزاج پر وہ قوت حاصل کرلی کہ مملکت کے تمام کاروبار انہیں کے سپرد ہوئے۔ اور حضرت عثمان ابن عفان سوائے اسکے کہ خلیفہ کہلائیں اور کچھ نہ ٹھہرے۔ دیوان دیکھیں تو یہ۔ فوج دیکھیں تو یہ۔ معاملات کا تصفیہ کریں تو یہ اور کاغذات ملاحظہ فرمائیں تو یہ۔ غرض تمام اسلامی مملکت میں یہی یہی تھے۔

خلیفہ عہد کے اس ناعاقبت اندیش وزیر نے اپنی سوء تدبیری سے تمام مملکت اسلام کے سابق انتظام کو ایسا زیر و زبر کر ڈالا کہ تخت نشینی کے لئے پانچ ہی برس بعد۔ تمام سلطنت میں فتنہ و فساد پھیلنے لگا۔ اور خلیفہ عصر اپنی نرم مزاجی اور مروت کے سبب مروان کی چالوں کو کچھ نہ سمجھے جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مروان تو صاف بچگئے مگر خلیفہ بیچارے نہایت شدت سے قتل کر ڈالے گئے ؎

عمر چو شد سایہ فگن سایہ نشین ما بودیم
ہر کجا پائے ستم رفت زمین ما بودیم

مروان کی وزارت نے بھی پہلے جسکی طرف رُخ کیا وہ بنی ہاشم اور بنی فاطمہؑ کے حقوق تھے۔ فدک تو خلافت اولی میں بنی فاطمہؑ کے خالصہ سے نکالکر مملکت اسلام کے اعمال میں ملادیا گیا تھا۔ خلافت ثانیہ میں فدک کا وہ حصہ جو اسوقت تک یہودیوں کے پاس رہ گیا تھا۔ خرید لیا گیا اور مملکت اسلام میں ملادیا گیا۔

اس خلافت کے زمانے میں فدک کی تمام و کمال زمین مملکت اسلامی سے نکالکر مروان نے اپنے قبضہ میں کرلی اور خلیفہ نے دیکھا بھی اور کچھ نہ کہا۔ اور یہ بھی خیال نکیا کہ اسی فدک کیوجہ سے بنی ہاشم اور خلافت اولی میں ناراضی پیدا ہوچکی تھی اصل یوں ہے کہ بنی ہاشم کی ناراضی اسوقت میں کوئی ایسی شے نہیں تھی جسکا کوئی خیال یا کوئی پروا کیجاتی۔ بہرحال اس خلافت میں فدک مروان یا بنی اُمیہ کا اسی طرح خالصہ ہوگیا۔ جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بنی ہاشم یا بنی فاطمہؑ کا خالصہ قرار دیا گیا تھا۔

مروان نے ایسا ہی ولید ابن عقبہ کو کوفہ کا عامل مقرر فرمایا۔ ملا علی ابن برہان الدین حلبی شافعی نے انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون میں اسکی پوری کیفیت لکھی ہے جسے ہم بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

وکان الولید شاعرا ظریفا حلیما شجاعا کریما یشرب الخمر کل لیلۃ من اول اللیل الی الفجر فلما اذن المؤذن الصلوۃ الفجر خرج الی المسجد فصلی باھل الکوفۃ الصبح اربعۃ رکعات وصار یقول فی رکوعہ وسجودہ اشرب واسقنی ثم قاء فی المحراب ثم سلم وقال ھل ازیدکم فقال لہ ابن مسعود لا زادک اللہ خیرا

ولا من بعثك النبا

ولید شاعر تہا ظریف تہا حلیم اور کریم تہا ۔ شراب کا عادی تہا اول شب سے صبح تک برابر شراب پیتا تہا ۔ ایکمرتبہ موذن نے صبح کی اذان دی ۔ ولید مسجد میں گیا اور اہل کوفہ کو نماز پڑہائی ۔ نشہ میں اسقدر بیہوش ہو رہا تہا کہ دو رکعت کی جگہ چار رکعتیں پڑہا گیا اور رکوع وسجود میں اشرب واسقنی کہتا جاتا تہا یہاں تک کہ وہیں محراب میں قے کر دی جب افاقہ ہوا تو لوگوں سے پوچہا کہ میں نے کیا آج تم لوگوں کو زیادہ نماز پڑہا دی ہے ۔ ابن مسعود سا جلیل القدر صحابی جو خصوصاً علم القرآن میں مشکل سے اپنا ثانی رکہتا تہا ۔ ایسے ناپاک و جاہل امام کا مقتدی بنا ہوا تہا ۔ اب تو بیچین ہو گیا اور نہایت بُری طرح سے ولید کی طرف دیکہکر کہنے لگا کہ خدا کبھی تیرے لئے نیکی کو زیادہ نہ کرے ۔ ہم تو ہمیشہ تیرے ساتہہ نماز زیادہ پڑھا کئے ہیں ۔ ابو الفدا صہ ۴۰۲ مدارج النبوۃ باسناد صحیحین صہ ۱۰۲۴ ۔

ولید کے بعد عمرو ابن عاص کو معزول کر کے خلیفہ عثمان عبد اللہ ابن ابی سرح کو ممالک افریقہ کا عامل مقرر کیا ۔ یہ حضرت عثمان کے رضاعی بہائی تہے یہ وہی تہا جسکا خون فتح مکہ کے دن جناب رسالتمآب نے ہدر فرما دیا تھا اور حکم دیدیا تہا کہ جو شخص جہاں کہیں اسکو پاوے مار ڈالے ۔ ان کیلئے ایسی سخت سزا تجویز کئے جانے کی یہ وجہ تہی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض اوقات ان سے وحی کے احکام لکہوایا کرتے تہے یہ کبھی کچھ اسمیں گھٹا دیا کرتا تہا اور کبھی کچھ اپنی طرف سے بڑہا دیا کرتا تہا اور عموماً دعویٰ کرتا تھا کہ قرآن تو میرے ہاتھ میں ہے جیسا کہو ویسا لکہدوں ۔ رفتہ رفتہ جناب رسالتمآب کو یہ خبر پہنچی آپ نے اسکو مدینے سے باہر نکالدیا ۔ وہ مدینہ سے نکلا تو مکہ پہنچا اور یہاں قریش سے ملکر پھر مرتد ہو گیا ۔ فتح مکہ کے روز پھر حاضر ہوا ۔ جناب رسولخدا نے پھر خاموشی اختیار کی ۔ دو بار حضرت عثمان نے اٹھ کر سفارش کی جناب رسولخدا کچھ نہ بولے ۔ تیسری بار آپنے انکی استدعا قبول فرمائی ۔ اور ارشاد کیا کہ میں جب تک دو بار خاموش رہا میرے اصحاب میں سے کسی ایک نے اسکی گردن کیوں نہ ماردی ۔ تاریخ طبری جلد چہارم صہ ۴۲۵ ترجمہ مدارج النبوۃ باسناد صحیحین صہ ۶۹۲ ۔ ابو الفدا صہ ۳۴۵ ترجمہ مدارج النبوۃ صہ ۹۵

عبد اللہ ابن ابی سرح کے افعال ایسے تھے اور جان بخشی اس طرح ہوئی تھی ۔ بہرحال انکے بحال ہونے نے اہل اسلام میں اور ہلچل ڈالدی ۔ ولید ابن عقبہ کی حالت لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تہے ۔ اسکی بیدینی انکی ناراضی کے لئے کیا کم تھی کہ ایک اسی کا اور مقابل دوسرے ملک کا عامل مقرر کیا گیا ۔ عام تو عام عمرو عاص کو تو خاصکر اپنی معزولی اور عبد اللہ کی ماموری ایسی گران گذری کہ انہوں نے فوراً خلیفہ عثمان کی ہمشیرہ ام کلثوم کو اپنی حبالہ نکاح سے خارج کر دیا ۔ یہاں تک تو خیریت تھی ۔ افریقہ کے متولی عبد اللہ ابن ابی سرح نے تھوڑے دنوں تک تو یہ دستور قائم رکہا کہ خراج افریقہ کا پانچواں حصہ خلیفہ عہد کے پاس بہیجا رہا ۔ مگر کچھ دن اور آگے چلکر مروان الحکم نے وہ پانچواں حصہ بھی خلیفہ سے اپنے نام لکہوا لیا اور اب وہ ان کا ہو گیا یا یوں سمجھ لو کہ ممالک افریقہ ۔ مملکت اسلامی کے قلمرو سے نکلکر بنی امیہ یا مروان کا خالصہ ہو گیا ۔ ابو الفدا صہ ۴۰۷ ۔

عبد الرحمٰن ابن کندی نے اس باب میں چند شعر نظم کئے ہیں۔ جنکا ترجمہ ذیل میں درج ہوتا ہے۔

قسم ہے خدا کی کوئی امر اللہ تعالیٰ نے بیفائدہ اور لغو نہیں پیدا کیا ہے تاکہ ہماری اور بہتری ہمیں آزمایش ہو جائے۔ دونو خلفا جو پہلے تیرے گذر گئے وہ ایک مینار طوق ہدایت کا تیار کر گئے تھے۔ اور کبھی انہوں نے ایکدرہم بھی فریب سے نہیں لیا اور کوئی زر ہم اپنے نفس کی خواہشمیں نہیں صرف کیا۔ تمنے ایک لعین کو اپنا قرب عطا کرکے سنت گذشتہ کے خلاف راہ اختیار کی اور مروان کو پانچواں حصہ جو حق العباد تھا۔ لوگوں پر ظلم کرکے دیدیا اور کنبہ کو پالا۔ ابو الفدا ص ۲۰۷

یہ امور تو نظام ملکی کے متعلق اس خلافت کی عام شکایت اور ناراضی کے باعث نکلے۔ اب ہم ان امور کو بھی ذیل میں درج کرتے ہیں جو صرف بنی اُمیّہ کیجا طرا اور مدارات کے سبب سے باقیماندہ اصحاب رسولخدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ واقع ہوئے۔ جو اس خلافت کیلئے بہت بڑی بدنامی اور الزام کا باعث ہوئے۔ سب سے پہلے ہم ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھتے ہیں

حضرت ابوذرؓ وہی بزرگ ہیں جنکے بہشتی ہونیکی شہادت خود مخبر صادقؐ نے دی ہے۔ حضرت ابی ذر ایک سادی روش کے بزرگ۔ فقر پسند۔ قانع۔ زاہد۔ متقی۔ اور تارک تھے۔ اور امر و مناہیات کے سخت پابند۔ فرائض و سنن کو خوب جاننے والے یہ ان لوگوں میں شامل تھے جنیں جناب رسولخدا کی فیضان صحبت نے کامل طور سے اثر کیا تہا اس خلافت کے زمانے میں کچھ دنوں سے یہ شام چلے گئے تھے۔ شام توفی الحال معاویہ کا خالصہ ہو رہا تہا۔ اسکی بے اعتدالیاں دیکھہ دیکھہ کر ان سے رہا نہیں جاتا تہا یہ رسول اللہ کا زمانہ دیکھے۔ شریعت اسلام کی یہ خرابیاں کب دیکھہ سکتے تھے۔ عوام الناس کو اوامر و مناہی اسلام اور اسکے متعلق ضروری احکام بتلانے لگے۔ معویہ اپنی امامت میں انکی شراکت کو کیوں قبول کرنے لگا۔ معاویہ کے بیشک خلاف گذرا اس لئے حضرت عثمان کو لکھہ بھیجا کہ ان کو بلا لیجئے نہیں تو یہ اہل شام کو میری اطاعت سے باز رکھینگے۔ حضرت عثمانؓ نے ابی ذر کی طلبی میں حکمنامہ لکھا۔ معویہ نے ان کو شام سے پاپیادہ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ خلیفہ عصر نے انکا قیام وہاں بھی مناسب نہ سمجھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد ایک اونٹ اور کچھہ زادراہ دیکر مدینہ سے ربذہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ بیچارے تھوڑے دنوں تک وہاں رہے۔ بعد ازاں اسی افلاس اور حسرت و یاس کیحالت میں وہیں جان بحق تسلیم ہو گئے۔ طبری جلد چہارم ص ۲۵ ہشم کوفی ص ۲۳۔ ابو الفدا ص ۱۴۷۔ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۱۱۹۔

ان سے بڑھکر عبد اللہ ابن مسعود کے ساتھہ زیادتی کیگئی یہ وہ بزرگ ہیں جو علم القرآن کے ایک رکن خاص تسلیم کئے جاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی۔ کتاب معارف میں ابن قتیبہ نے اسکی زیادتی کی کیفیت یوں لکھی ہے

وطلب لیساے عثمان عبد اللہ ابن خالد ابن اسید صلت واعطاہ اربع ماہ الاف دراہم من بیت المال المسلمین فقال عبد اللہ ابن مسعود فی ذالک فضربہ الی ان دق لہ ضلعین۔

عثمان نے عبد اللہ ابن خالد ابن اسید کو بلاکر چار ہزار درہم بیت المال مسلمین سے دیئے عبد اللہ ابن مسعود نے یہ دیکھکر حضرت عثمان سے کچھہ کہا جس پر خلیفہ عصر نے انکو اسقدر مارا کہ انکی دو پسلیاں شکستہ ہو گئیں۔

عمار یاسر بھی عبد اللہ ابن مسعود سے فضل و مراتب میں کسیطرح کم نہیں تھے۔ ان کیساتھ جو برتاؤ کئے گئے اسکی کیفیت ہم امام ہو جمی کی کتاب تاخیر الظلامہ الی یوم القیامہ کی شہادت سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عن سالم ابن ابی الجعد قال ذکر عثمان بنی امیۃ فقال واللہ لو ان مفاتیح الجنۃ بیدی لاعطیتھا بنی امیہ حتی یدخل الجنۃ من عند اخرھم ولاستعملنھم علی رغم من رغم فقال عمار ابن یاسر فان ذلک برغم انفی قال رغم اللہ انفک قال انف ابی بکر وعمر فغضب فقال الیہ نوطب برجلہ فانخلع الناس عنہ فبعث الی طلحۃ والزبیر فقال ابنا ھذا الرجل خیرا بین ثلث ان یقتص او یاخذ ارشا او یعفو قال لا واللہ لا اقبل منھن واحدۃ حتی القی رسول اللہ فاشکو الیہ

سالم ابن الجعد سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ عثمان نے بنی امیہ کا ذکر کیا اور کہا کہ قسم ہے خدا کی اگر میرے ہاتھ میں کنجیاں بہشت کی ہوتیں تو میں بنی امیہ کو دیدیتا۔ کہ وہ سب کے سب بہشت میں داخل ہو جاتے اور ہر آئینہ میں ان لوگوں کو حاکم اور عامل مقرر کرونگا صرف اس شخص کی ناک زمین پر رگڑے جانیکی غرض سے جو ان سے اختلاف کرتا ہے۔ عثمان نے کہا کہ یہ بات تیری ناک خاک پر رگڑے عمار نے جوابدیا کہ ابوبکر وعمر کی ناک کو خدا زمین پر رگڑے یہ سنکر حضرت عثمان نے غضب میں کھڑے ہو کر لات سے بڑی مار ان کو ماری لوگوں نے انکو چھڑا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد عثمان نے طلحہ و زبیر کو بلا بھیجا اور کہا کہ عمار سے تین باتیں جا کر کہو انہیں سے وہ ایک کو اختیار کریں یا تو اسکے عوض وہ مجھے مار لیں۔ یا دیت لے لیں یا مجھے معاف کر دیں۔ عمار یاسر نے جب سنا تو کہا قسم ہے خدا کی میں انہیں سے کسی کو قبول نکرونگا۔ تا اینکہ میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرونگا۔ اور شکایت کروں گا۔

بعض مورخین نے عبد اللہ ابن مسعود اور عامر ابن عبد القیس کے جلاوطن ہونیکے واقعات کو بھی اسی خلافت کی بنیاد دیو کا باعث لکھا ہے۔ استیعاب امام عبد البر و محاضرات راغب اصفہانی۔

یہ حالت تو صحابیوں کی اس خلافت میں گزری۔ اب ہم ان حالات کو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں جو صرف بنی امیہ کی خاطر داریں کیوجہ سے اور انکے رفق و مدار کے باعث واقع ہوئے اور عموماً تمام اہل اسلام کی شکایت اور عام ناراضی کا ذریعہ ثابت ہوئے۔

مولوی شبلی نعمانی سابق پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ حضرت عثمان کی اس داد و دہش اور ان حالات کے متعلق تحریر فرماتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عمر نے بیت المال کے بارے میں جو کفایت شعاری اور تنگ نرمی برتی وہ خلافت فاروقی کی کامیابی کا باعث تھا سبب تھی حضرت عثمان کی خلافت میں لوگوں نے جو شورشیں کیں اسکی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جناب موصوف نے بیت المال کے متعلق فیاضانہ برتاؤ کیا یعنی اپنے عزیز و اقارب کو ذوی القربیٰ کی بنا پر بڑی بڑی رقمیں عطا کیں الفاروق جلد ۲ صفحہ ۱۹۴

محاضرات راغب اصفہانی میں تحریر ہے۔

ومما انکر علیہا علی عثمان قالوا اوی طرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحکم بن العاص واعطاہ مائۃ الف درہم وتصدق النبی بمھزور علی المسلمین وھو موضع سوق المدینۃ فقبضہ عثمان واقطعہ الحارث بن الحکم اخا مروان واقطع فدک مروان۔

وہ چیزیں جو حضرت عثمان کیطرف سے لوگوں کو ناگوار گذری تھیں یہ تھیں - حکم ابن العاص کو جو جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکالا ہوا تھا - پھر مدینہ میں بلالیا اور جب وہ آیا تو ایک لاکھ درم اسکو دیدیئے - اور مہزوری کا بازار جو مدینہ میں واقع تھا اور جسکو جناب رسولخدا نے تمام مسلمانوں پر تصدق کردیا تھا - عثمان نے اسکو فقط حارث ابن الحکم مروان کے بھائی کے لئے علیحدہ کردیا - اور ایسا ہی فدک کو خاص مروان کے حوالہ کردیا -

علامہ ابن قتیبہ کتاب معارف میں عبد اللہ ابن خالد کے واقعہ کو یوں لکھتے ہیں وطلب الیہ ای عثمان عبد اللہ ابن خالد ابن اسید صلۃ فاعطاہ اربعمائۃ الاف دراہم من بیت مال المسلمین فقال عبد اللہ ابن مسعود فی ذالک فضربہ الی ان دق لہ ضلعین -

عثمان نے عبد اللہ ابن خالد ابن اسید کو اپنے پاس بلایا جب وہ آیا تو اسکو چار لاکھ درم بیت المال مسلمین سے عطا فرمائے - عبد اللہ ابن مسعود نے یہ دیکھکر کیا کچھ حضرت عثمان کو کہا - پس عثمان نے ان کو اتنا مارا کہ انکی پسلیونکی دو ہڈیاں ٹوٹ گئیں -

علامہ شہرستانی ملل ونحل میں مروان کی داد و دہش کی نسبت لکھتے ہیں -

ومن وجہ مروان ابن الحکم بنتہ ولتسلیمہ خمس غنائم افریقیہ لہ وقد بلغت مائتی الف دینارا - ملل ونحل مطبوعہ لندن ص۱۸ -

خلیفہ عثمان نے مروان بن حکم کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کردیا - اور ممالک افریقہ کا خمس اسکو دیدیا اور دو لاکھ درم اسکو عنایت کئے -

علامہ ابن الحدید مخاطب بہ فاضل معتزلی شرح نہج البلاغہ میں انکی ان داد و دہش کا جو اپنے گھر میں جاری فرمائی گئیں واقعہ یوں قلمبند کرتے ہیں -

روی الزبیر عن بکار عن الزہری قال لما اتی عمر بجوہر کسری وضع فی المسجد فطلعت علیہ الشمس فصار کالجمر فقال لخازن بیت المال ویحک ارح من ھذا وقسم بین المسلمین فان نفسی تحدثنی انہ سیکون فی ھذا بلاء وفتنۃ بین الناس فقال یا امیر المومنین ان قسمت لم یسعھم ولیس احد یشتریہ لان ثمنہ عظیم ولکن ندعہ الی قابل فعسی اللہ ان یفتح علی المسلمین بمال فیشتریہ منھم من یشتریہ قال ادفعہ فادخل بیت المال وقتل عمر وھو بحالہ - فاخذہ عثمان لما ولی الخلافۃ فحلی بہ بناتہ -

زبیر ابن بکار نے زہری سے روایت کی ہے کہ جس وقت ایک جوہر جواہرات بادشاہ کسریٰ سے حضرت عمر کے پاس لا کر رکھا گیا اور اس پر آفتاب پڑا تو وہ مثل انگارے کے روشن ہو گیا - عمر نے یہ دیکھکر خازن بیت المال سے کہا وائے ہو تجھ پر جلد اس سے فراغت حاصل کر اور ابھی اسکو مسلمانوں پر تقسیم کر کیونکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ قریب ہے کہ اسکے باعث سے بلاؤ فساد لوگوں میں پڑے - خازن نے کہا اے امیر ایک جواہر سب مسلمانوں پر کیونکر تقسیم ہو سکتا ہے - نہ کوئی ایسا ہے جو اسکو مول لے اور

اسکی قیمت دے سکے۔ لیکن ہم اسکو رہنے دیتے ہیں۔ سال آیندہ تک شاید خدا مسلمانوں کو مال کثیر عنایت فرمائے اور ہمیں سے کوئی اسکو مول لے لے۔ حضرت عمرؓ نے کہا اچھا۔ اسکو جلد اٹھا لیجاؤ۔ پس خازن نے بیت المال میں رکھدیا اور وہ اسی طرح بعینہ رکھا رہا۔ جب عمرؓ قتل ہوئے اور خلافت عثمان کو ہوئی۔ تو اس نے جواہر لے لیا اور اسکو لیکر اپنی لڑکی کا زیور بنادیا اسی روایت کو علامہ ابن اسحٰق نے یوں لکھا ہے۔ کہ دو دانہ مروارید جسکی قیمت تاجروں سے نہیں لگ سکتی تھی اپنی ایک لڑکی کو اور ایک مہر سونے کا جو مرصع اور مکمل بجواہر تہا اپنی دوسری صاحبزادی کو عنایت فرمایا۔

ابو مخنف نے عبد اللہ ابن ارقم کا ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان کے زمانہ میں خازن بیت المال تھے خلیفہ عصر نے انکو اکثر تنبیہ ایک رقعہ لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔ کہ عبد اللہ ابن خالد کو جو میرے عزیزوں میں سے ہے تین لاکھ درم دیدو اور جو لوگ انکے ساتھ ہیں ان کو بھی ایک ایک لاکھ دیدینا۔ عبد اللہ ابن ارقم نے اس نوشتہ کو نہ مانا۔ اور ان لوگوں میں سے کسی کو کچھ ندیا۔ تب عثمان نے عبد اللہ ابن ارقم کو بلا کر کہا۔ تو خزانہ دار میرے مال کا ہے۔ تجھکو لازم ہے کہ جو میں کہوں اس پر عمل کرو۔ عبد اللہ ابن ارقم نے جواب دیا میں مسلمانوں کے مال کا خزانہ دار ہوں نہ تمہارے مال کا۔ تمہارے مال کا خزانہ دار تمہارا غلام ہوگا۔ یہ کہکر بیت المال کی کنجیاں ان کے آگے پھینکدیں اور ایک قول کے مطابق منبر پر لٹکا دیں اور قسم کہائی کہ اب میں اسکو اختیار نکرونگا۔

امام واقدی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت عثمان نے زید ابن ثابت کو بیت المال کا خازن مقرر کیا تو ان کو حکم دیا کہ تین لاکھ درم بیت المال سے لیجا کر عبد اللہ ابن ارقم کو دیدو۔ اور کہنا کہ یہ خلیفہ عصر نے تمکو دیا ہے جب زید عبد اللہ کے پاس آئے اور وہ رقم انکو دینے لگے۔ تو عبد اللہ نے جواب دیا کہ مجھکو اس مال کی حاجت نہیں۔ مینے اس واسطے بیت المال کی خدمت قبول نہیں کی ہے کہ مزدوری لوں۔ اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے تو میں نے ان کا کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جسکی مزدوری تین لاکھ درم قرار پائے۔ اور اگر یہ مال خاص عثمان کا ہے تو میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ان کا نقصان ہو اور اسکے عوض بیت المال سے لیکر وہ خرچ کریں۔

بلاد اسلامی میں عام ناراضی کے اسباب

ان واقعات کے سبب سے جنکو میں کسی قدر تفصیل سے اوپر لکھ چکا۔ مملکت اسلامی میں خلافت کی طرف سے ناراضی اور شکایت پھیلنے لگی۔ اسکے بعد سنہ ہجری میں بہت سے ایسے اصحاب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکے محامد و مناقب تمام اہل اسلام کو اعتراف تہا قضا کر گئے۔ اور تھوڑے عرصہ کی تفاوت سے عبد اللہ ابن مسعود۔ حضرت عباس ابن عبد المطلب زبیر ابن عبد اللہ اور عبد الرحمن ابن عوف نے قضا کی۔

عبد الرحمن ابن عوفؓ کے حالات کسی قدر لکھنے کے قابل ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ وہی بزرگ تھے جنکی وجہ سے حضرت عثمان پر خلافت اسلامی نے قرار پایا تہا۔ اب وہی تھوڑے دنوں سے خلیفہ عصر اور انکے عمال کے رنگ برنگ دیکھکر کچھ ایسے بیزار

ہوئے کہ قسم کھا گئے کہ تا دم مرگ اس شخص سے (عثمان) ملاقات نکرونگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایکدن خلیفہ عصر انکی عیادت کو خود تشریف لیگئے اور انکی مزاج پرسی کی۔ عبد الرحمٰن ابن عوف اپنے قول کے سچے تھے۔ انہوں نے ان کی مزاج پرسی کی مطلق پروا نکی۔ بلکہ انکی طرف سے منہ پھیر کر دوسری جانب کروٹ لے لی۔ ابوالفدا صفحہ ۴۰۰۔

سنہ ۳۱ ہجری میں سب سے پہلے اشراف کوفہ کے چہروں سے ناراضی کے آثار نمودار ہوئے۔ اسکی وجہ یوں ہوئی کہ ولید ابن عقبہ جسکے تھوڑے حالات ہم اوپر لکھہ آئے ہیں۔ کوفہ سے تبدیل ہوا تو اسکی جگہ پر سعید ابن العاص مقرر ہوا۔ انتظام ملکی۔ بندوبست فوجی رفاہ دینی یا اصلاح قومی کو بالائے طاق رکھ کر پہلے تعمیر بیت الامارت کی طرف متوجہ ہوئے۔ دار الامارۃ کوفہ میں اسوقت تک دروازہ نہ تھا۔ ولید ابن عقبہ کے عہد تک یہی حالت رہی۔ انہوں نے بیت المال سے پہلا خرچ یہی نکالا۔ اور اپنی نشستگاہ کے سامنے نہایت مرتفع اور عظیم الشان دروازہ بنایا۔ مسند حکومت پر بیٹھے تو اس نخوت اور رعونت کیساتھہ کہ اب کسی اشراف یا رئیس شہر سے کلام کرنا کیا معنی اسکی طرف نظر بھی نہیں کرتے۔ اشراف کوفہ سے ایکدن انہیں بے اعتدالیوں کی نزاع ہوگئی۔ اور وہ لوگ اسکی بے التفاتیوں سے رنجیدہ ہوکر شکایت کرنے لگے۔ بات بڑھ گئی۔ سعید ابن العاص نے ان لوگوں کی شکایت مدینہ میں خلیفہ عصر کو لکھہ بھیجی۔ وہاں سے حکم آیا کہ ان لوگونکو معویہ کے پاس بھیجدو۔ حسب الحکم اشراف کوفہ میں سے چھہ آدمی شام کیطرف بھیجدیئے گئے۔ معویہ نے ہرچند انکو ڈرایا دھمکایا۔ مگر وہ لوگ اس تہدید کو مطلق خیال میں نہ لائے آخر انہوں نے تنگ ہو کر خلیفہ عصر کو لکھہ بھیجا۔ وہاں سے جواب آیا کہ ان لوگوں کو عبد الرحمان ابن خالد کے پاس حمص روانہ کردو۔ حسب الحکم پھر یہ حمص میں شام سے بھیجدیئے گئے۔ جب حمص میں داخل ہوئے۔ تو عبد الرحمٰن ابن خالد نے انکو بیت الامارۃ میں بھی نہ آنے دیا۔ اور اسیوقت خلیفہ عصر کو لکھہ بھیجا لا یصلحہ الخیر یصلحہ الشر جو اپنے ساتھہ نیکی نکرے اسکی ساتھہ بدی کرنا چاہئے اگر مجھکو آپ حکم دیں تو میں انکی کامل سزا کر دوں۔ حضرت عثمان نے لکھہ بھیجا کہ تم جو چاہو کرو اختیار ہے۔ ایک مہینے کے بعد جب مدینہ سے اسکی عرضی کا جواب آگیا تب اس نے ان لوگوں کو بلایا۔ بیٹھنے تک کی اجازت ندی۔ یہ بیچارے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اسدن تو ان سے کچھہ نہ پوچھا اور واپس دیا۔ اب روز کا یہی دستور ہوگیا۔ دربار میں بلائے جاتے ہیں حاضر رہتے ہیں۔ برخاست کے وقت بلا استفسار پھر واپس جاتے ہیں۔ ابھی انکے لئے عبد الرحمٰن ابن خالد کے دربار سے کچھہ بھی فیصل نہیں ہوا تھا۔ کہ مملکت اسلامیہ میں فساد پھیلگیا۔ عبد الرحمٰن کو خود اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ ان کو کون پوچھتا ہے یہ لوگ وہاں سے کسی نہ کسی طرح چھوٹ کر پھر کوفہ آگئے۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۲۔

ممبرین اسلام کی اس ذلت کی خبر ملک میں چاروں طرف پھیل گئی۔ عراق میں تمام خلیفہ عہد کی مخالفت کی سرگوشیاں ہونے لگیں۔ اشراف کوفہ نے ایک بہت بڑا نصیحت نامہ لکھکر خلیفہ عصر کیخدمت میں کعب ابن ابی کی معرفت بھیجا۔ مگر کچھہ شنوائی نہیں ہوئی۔ کوفہ اور بصرہ ہی پر منحصر نہیں ہے۔ ابتو چاروں طرف سے عاملوں کی شکایت مدینہ میں آنے لگی۔ خلیفہ عصر خاموش تھے۔ کل کاروبار تو مروان کے ہاتھہ میں تھے۔ جنکے یہ سارے سامان موجود کئے ہوئے تھے۔ وہ اپنی بنائی ہوئی بات کو کیسے

بگاڑ دیں۔ ہاں اگر مروان ایسے ہی مجبور ہو گئے۔ تو اتنا البتہ کیا کہ ایک بنی امیہ کو شطرنج کی گوٹ کے ایسا ایک جگہ سے اٹھایا پھر دوسرے بنی امیہ کو اسکی جگہ پر بٹھا دیا۔ مسٹر جسٹس مولوی سید امیر علیخان بالقابہ سی۔ آئی۔ ای اس خلافت کی بدنظمیوں کی نسبت اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

اب ہم اس تفریق کے حسرت ناک واقعات جسنے اسلام کے موجودہ دنیا میں دو فرقے کر دیئے۔ بیان کرینگے۔ یہ واقعات حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں واقع ہوئے۔ نہ ان میں حضرت ابوبکر کی سی صداقت تھی۔ نہ حضرت عمر کی ایسی قوت ذہنی انکی سادگی اور نرم مزاجی نے ان کو اپنے اقربا کے ہاتھوں میں ہمیشہ ایک پچ جانیوالا ہتیار بنا رکہا تہا۔ خلیفہ عصر کو چاروں طرف سے انکے بھوکے اقربا نے گھیر رکھا تھا۔ تمام ملک اصلاح پذیر تہا۔

عموماً بنی امیہ تمام ملک پر بھوکی جونکوں کیطرح ایسے چپٹے ہوئے تھے۔ اور مال دنیاوی بیرحمی اور زبردستیوں سے جمع کر رہے تہے۔ مدینہ میں چاروں طرف سے شکایتیں آرہی تھیں۔ لیکن یہ شکایتیں صرف سخنکلامی اور گالیاں دے دیکر اٹھا دیجاتی تھیں۔ اسپرٹ آف اسلام صـ۲۴۳

بہرحال اسکے بعد اور ایک واقعہ پیش آیا۔ یہ بہی شدنی۔ یہ بہی اتفاق۔ حضرت عثمان کے ہاتہ میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک انگوٹھی تھی۔ جس پر دو سطریں عبارت محمد الرسول اللہ لکھا تھا۔ یہ انگوٹھی سنہ میں آنحضرتؐ نے تیار کرائی تہی۔ اور مراسلات وغیرہ پر بطور مُہر کے یہی ثبت کیجاتی تھی۔ جناب سالتمآب کے بعد یہ دونوں خلافتوں تک موجود رہی اور برابر احکام اور مراسلات وغیرہ پر اسی سے کام لیا جاتا تھا۔ حضرت عمر کے بعد یہ انگوٹھی انکے ہاتہ میں آئی۔ پانچ سات برس تک انکے پاس بھی رہی۔ اتفاقاً آپکے ہاتہ سے ایک کنوئیں میں جاتی رہی۔ جسکے کنارے پر یہ بیٹھے ہوئے تہے سہر چند تلاش کیگئی نہ ملی۔ طبری جلد چہارم صـ۵۲۶۔

سقوط انخاتم کے واقعہ نے اہل اسلام کے اس خیال کو اور اشتعال دیدی کہ حضرت عثمان اب خلافت نبویؐ کے قابل نہیں ہے اہل اسلام صرف اس بات کے منتظر تھے کہ خاص دارالامارۃ کے خاص باشندوں کا استمزاج لے لیں اور باقیماندہ جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رائے پالیں تو اپنی آزادی کے قدم باہر نکالیں۔ مدینۃ النبیؐ کے خاص باشندے اور آنحضرتؐ کے باقیماندہ اصحاب توروز بروز کی کیفیت دیکھکر آنکھوں سے اشک حسرت ٹپکا رہے تہے۔ اب وہ بھی بیرونجات کے رنگ بیرنگ دیکھکر آپسمیں سرگوشیاں کرنے لگے۔ ایکنے دوسرے کو خط لکھے۔ بیرونجات میں بھی بعض صحابہ نے اس مضمون کے خط بھیجے کہ میرے پاس چلے آؤ۔ کیونکہ جہاد ہمارے پاس ہے۔ ابوالفدا۔ ابن اثیر۔

ان لوگوں نے رفتہ رفتہ مسجد نبویؐ کی صحبت اور دربار خلافت کی شرکت بہی یکقلم ترک کر دی اور مملکت کے صلاح و مشورے سے بالکل ہاتہ کھینچ لیا۔ یہ امور ایسے نہیں تھے جو مدینہ سے باہر رہنے والوں پر پوشیدہ رہتے۔ وہ لوگ جو بہت دنوں سے اسکے منتظر بیٹھے تھے۔ دارالامارت کے خاص باشندوں کا پورا استمزاج پاکر اب بیتاب ہو گئے۔ سب سے پہلا گروہ جو خلیفہ عصر کے خلاف آمادہ

ہوکر آیا وہ کوفہ والوں کا تہا۔ انکے بعد ہی ایک دوسرا گروہ مصر سے پہنچگیا۔ اسوقت تک انکی شکایت صرف اپنے اپنے عاملوں کی نسبت تھی کہ یہ انکی ناپسندیدہ اور قبیح حرکتوں سے تنگ آگئے تہے۔ انکی یہ آمادگی دیکھکر خلیفہ عصر کو نہایت انتشار ہوا۔ اور اُن لوگونسے ایسے نازک وقت میں صلاح ومشورے کی ضرورت واقع ہوئی۔ مروانکی قابلیت اسوقت کیا کرسکتی تہی۔ اور کچھ کام کرنے والے ہوتے تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنی جان کیوں تہلکہ میں ڈالتے۔ اتفاق سے معاویہ ابن ابوسفیان بھی اسوقت مدینہ میں موجود تہے۔ کہنے لگے کہ ہر عامل اپنے اپنے صوبونکی بطور خود حفاظت کرے۔ ہم اپنے ملک شام کی فکر آپ کرینگے چندروز کے بعد دارالامارت اسلامی کو پُرآشوب پاکر انہوں نے اپنا زیادہ قیام وہاں مناسب سمجھا۔ شام کا قصد کیا۔ خلیفہ عہد سے ملنے گئے تو تسکین وتشفی کے لئے کہنے لگے۔ کہ میری رائے میں تو یہ آتا ہے کہ آپ مدینۃ النبیؐ کو خیرباد کہکر میرے ہمراہ شام چلے چلیں اور وہیں بآرام تمام رہیں۔ خلیفہ عصر نے جواب دیا کہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کو چھوڑ کر کہاں جاسکتا ہوں۔ معویہ کو اتنی فرصت کہاں کہ دیر تک انکی سُنتے یا اپنی کہتے۔ دو دو باتیں کرکے خلیفہ عصر سے رخصت ہوئے باہر آئے تو طلحہ۔ زبیر اور جناب علی مرتضیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ان لوگوں سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ میں اس پیرمرد (عثمان) کو آپ لوگوں کے سپرد کرتا ہوں۔ جیسا آپ کے کرم وعلم میں آئے کیجئیگا۔ یہ کہکر شام کی راہ لی۔ اور اپنے مہربان اور محسن خلیفہ کو جسکی وجہ سے سریر مملکت پر بیٹھنے کا اعزاز ملا تھا۔ ہزاروں آدمیوں کے محاصرے میں تنہا مجبور اور معصور چھوڑ دیا

مدینہ میں بغاوت

دو تین دن تک تو باغی گروہ اِدھر اُدھر شہر میں پھرتے رہے آخرکار ایکدن دو دو چار چار لوگ (مصر و کوفہ) یکجا ہوکر مسجد نبوی میں آئے۔ ان لوگونمیں عمرعاص بھی ضرور رہتے جب ان لوگوں نے تقریر شروع کی اور خلیفہ نے اسکے جواب میں اپنی رائے کے مطابق گفتگو کی سو اسی اثنا میں عمرعاص نے خلیفہ سے مخاطب ہوکر کہا۔

اے عثمان ہیچکس نماند اندر مدینہ کہ تو با ایشاں زشتی نکردی از یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومردمان ازجور تو وعمال تو می نالند یا عمال را معزول کن یا بگو کہ من از بیعت بیزارم تا بر تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۳۱۔

حضرت عثمان نہایت خائف ہوئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالحسن آپ میرے عزیز ہیں ہمارا آپ پر حق ہے اگر آپ میری اعانت نفرمائینگے تو گویا آپ اپنے حقوق کی محافظت نکرینگے۔ میںنے اپنے زمانہ میں کوئی امیر مغیرہ ابن شعبہ سے بدتر نہیں مقرر کیا جناب علی مرتضیٰؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر نے بیشک مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کی امارت دیدی۔ مگر اسکو پھر شکنجۂ تادیب میں ایسا کھینچا اور اسکی گردن پر اپنا پاؤں اس مضبوطی سے دھرا کہ پھر وہ کسی طرح سر نہ اٹھا سکا۔ بخلاف تمہارے کہ تمنے ہزاروں تکلیفیں معویہ اور مروان کے ہاتھوں اٹھائیں۔ مگر پھر اسکو شام پر مستقل کردیا۔ اور ایسا خود سر اور مختار کردیا کہ وہ اس ملک میں جو چاہے کرسکتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں۔ میں تمکو یہی صلاح دیتا ہوں کہ جب وہ لوگ تمہارے پاس آئیں اور جو جو شکایتیں پیش کریں تم ان سے انکار نکرنا اور نہایت نرمی سے ان امور کی اصلاح کی نسبت ان سے عدہ کرنا کہ ان کے

شکستہ دل پھر تمہاری طرف لوٹ جائیں۔ طبری جلد چہارم ص۳۱ ۵

حضرت عثمان گھر سے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ اسوقت اہل اسلام کی وہ کثرت تھی کہ تمام راستے بند تھے۔ اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہیں قدم دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ مروان کی صلاح سے حضرت عثمان نے ایک مختصر سا خطبہ پڑھا مگر کوئی شنوا نہیں ہوا۔ اس مجمع میں بھی سب سے پہلے عمر ابن العاص اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے خلیفہ خدا سے ڈر اور توبہ کر تو میں تجھکو ان لوگوں سے رہائی دلوادوں۔ حضرت عثمان نے عمر عاص کی بات کا صرف اتنا ہی جواب دیا تھا کہ تمکو مجھ سے توبہ کرانے کا کیا حق حاصل ہے۔ اتنے میں مسجد کے چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ اے امیر توبہ کر و لے امیر توبہ کرو۔ اب تو ان مختلف آوازوں نے انکو گھیر لیا۔ ان کا اضطراب ایسا بڑھا کہ تمام بدن پسینہ میں غرق ہوگیا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ فَاِنَّکَ وَلِیُّ فَتُوْلَنِّیْھَا تاریخ طبری جلد چہارم ص۳۷ ۵۔

اسکے بعد خلیفہ عصر گھر میں چلے گئے۔ ناراض مسلمانوں کا گروہ خلیفہ عصر کی معذرت پر کسیقدر پسیجا تھا۔ اور انکے خیال انکی طرف سے اچھے ہونے لگے تھے۔ ان لوگوں نے خلیفہ عصر سے ملاقات کرنیکی آپسمیں صلاح کی اور اسی غرض سے خلیفہ کے مکان پر حاضر ہوئے مروان تو ہر وقت کے دربان تھے ان کے اذن طلب کرتے ہی آگ ہوگئے۔ اس مجمع کے مجمع کو اسقدر گالیاں دیں اور ایسے ایسے سخت کلمات سنائے کہ وہ پریشان و آزردہ ہوکر الٹے پاؤں پھر آئے۔ اور وہ مخالفت اور خصومت جو کسی قدر ان کے دلوں سے زائل ہو چلی تھی۔ پھر اسی شدت کیساتھ زندہ ہوگئی۔ طبری ص۳۷ ۵

ان آزردہ خاطر اور شکستہ دل مسلمانوں نے پھر اسی طرح اپنی مخالفت اور بغاوت کے اظہار شروع کئے بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اب کی بار شدت کرنے لگے۔ حضرت عثمان نے جناب علی مرتضیٰ سے پھر صلاح لی۔ تو آپنے انکو یہ صلاح دی کہ پہلے تم مصر والوں کے کہنے کے مطابق انکی رفع شکایت کر دو۔ کیونکہ وہ تم سے بہت دور رہتے ہیں اور سب سے پہلے وہی اصلاح کے مستحق ہیں۔ اور انکی اصلاح اس سے بہتر اور مناسب نہیں ہوسکتی کہ عبد اللہ ابن ابی سرح معزول کردیا جائے اور اسکی جگہ محمد ابن ابی بکر الصدیق امیر مصر مقرر کئے جاویں۔ تمام اہل سلام کے اطمینان کے لئے یہ تغیر و تبدل کافی ہوگا۔ حضرت عثمان نے اسے پسند کرکے تمام اہل اسلام کے سامنے اسکا اعلان کردیا اور دو احکام ایک عبد اللہ کے نام اسکی معزولی کی نسبت۔ دوسرا محمد کے نام اسکی امور ی کے متعلق لکھکر مصر والوں کے حوالے کردیئے۔ مصر والے خلیفہ عصر کے اس جدید انتظام سے بالکلیہ مطمئن ہوکر اپنے اپنے مقام پر واپس آئے۔ ان کا اطمینان دیکھکر کوفہ والوں کی سرگرمی بھی ٹھنڈی ہوگئی مصر والے دوسرے دن اپنے نئے عامل محمد ابن ابی بکر الصدیق کے ہمراہ مصر کیطرف واپس ہوئے۔

ادھر اسی دن مروان نے ایک دوسری چال چلی۔ اور اپنی سوء تدبیری سے ایسی بلائے عظیم کی بنیاد ڈالی کہ پھر اسکی اصلاح قطعی ناممکن ثابت ہوگئی۔ مروان نے اسیوقت عبد اللہ ابن ابی سرح کو ایک دوسرا خط اس مضمون کا لکھا کہ مصر والوں نے یہاں آکر مجھکو پریشان کیا اور تمام شہر میں فتنہ و فساد مچایا جسنے صرف ان سے بچنے کے لئے محمد کو امور اور تمکو معزول کیا ہے

پس جس وقت یہ لوگ تمہارے پاس پہنچیں تو تم ان کو مار ڈالو۔ یہ خط خلیفۂ عصر کیطرف سے لکھا گیا اور لفافہ پر انہیں کی مہر بھی چسپاں کر دی۔ اور یہ خط خفیہ طور سے حضرت عثمان کے ایک غلام کی معرفت عبد اللہ ابن سرح کے پاس مصر روانہ کر دیا۔ ابو الفداء صفحہ ۱۷۴ طبری

مصریوں کو یہ غلام انکی دوسری منزل پر ملا۔ یہ لوگ اسکو آتا دیکھکر تھوڑی دیر تک ٹھہرے رہے مگر وہ نہ ٹھہرا۔ اس سے انہوں نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ انہوں نے اسکو روک رکھا۔ بہت استفسار کے بعد اس نے کہا میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ مصر جاتا ہوں۔ یہ سنکر شک ہوا۔ انہوں نے اس سے اسکے وہاں جانیکی وجہ پوچھی تو اُسنے جواب دیا کہ میں ایسے کام کیلئے جاتا ہوں کہ تمہیں بتلا نہیں سکتا۔ اب ان کا شک اور بڑھ گیا۔ انہوں نے اسکی تلاشی لی۔ یہانتک کہ اسکی مشک سے وہی خط نکلا جسکا مضمون ہم ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں۔

یہ خط پڑھکر مصریوں پر وہ اضطراب طاری ہوا کہ پھر انکے قدم آگے نہ بڑھ سکے۔ ان کے دل تو سالہا سال سے خلیفۂ عصر کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔ اس حرکت پر تو وہ اور بھی خلاف ہو گئے۔ اب اپنے آپ میں وہ نہ رہ سکے۔ جان بہت بڑی شے ہوتی ہے۔ اگر وہ مصر پہنچ جاتے اور اس خفیہ خط کے مضمون سے مطلع نہوتے تو کیا ہوتا۔ شاید دار الامارت مصر میں پہنچتے ہی ایکمکی بھی جان نہ بچتی۔

اب ایسی حالت دیکھکر انہیں تحمل کہاں۔ سب کے سب الٹے پاؤں مدینے پھرے۔ راستے میں کوفے اور بصرے والوں سے ملاقات ہوئی۔ انکو بھی یہ کیفیت معلوم ہو گئی۔ تو وہ بھی انکے ہمراہ ہو گئے۔ اور اب بار دیگر یہ گروہ کا گروہ اور قافلہ کا قافلہ اسی طرح مدینہ میں داخل ہو گیا۔ ان لوگوں نے وہ دونو حکمنامے اور یہ تیسرا خط ایک ہی تاگے میں باندھکر ایک علم میں نصب کر دیا تاکہ پہلے عامۃ المسلمین اسکے خفیہ احوال سے واقف ہو جائیں۔

آخر کار دربار خلافت میں یہ امر پیش ہوا۔ مصریوں نے خلیفۂ عصر سے درخواست کی کہ اگر یہ تیسرا خط آپکی اجازت سے لکھا گیا ہے تو آپ اسکا جواب دیں۔ اور اگر آپکی لاعلمی میں لکھا گیا ہے اور مروان نے لکھا ہے تو آپ مروان کو قتل کریں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا کہ قسم خدا کی میں اسکے احوال سے مطلق واقف نہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ مہر میری ہے مگر نہ یہ نوشتہ میرا لکھا ہوا ہے نہ میں نے کسی سے اس خط کے لکھنے کے لئے کہا ہے۔ اگر یہ مروان نے لکھا ہے تو اسکو صرف اس حرکت پر میں قتل نہیں کر سکتا۔

اس یکطرفہ فیصلہ نے انکے غیض و غضب کے شعلوں کو اور بھی مشتعل کر دیا۔ سب کے سب دربار خلافت سے خاموش مگر سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔ مدینہ کے باہر اپنے پڑاؤ ڈالدیئے۔ اور سب نے خلیفۂ عہد کے خون کو اپنے اوپر حلال سمجھ لیا۔ پھر کیا تھا مدینہ میں وہی پریشانی تھی۔ شہر کے دروازے بند ہو گئے۔ جدھر دیکھو۔ مصری ہیں۔ کوفی ہیں۔ بصری ہیں۔ رعایا خوف سے گھروں میں روپوش ہو گئی۔ شہر میں ایک کی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی۔ گلیوں میں فتنہ تھا۔ کوچوں میں فساد تھا۔ خلیفۂ عہد کی جان پر آبنی تھی۔ گھر میں مسجد سے زخم تیر کھا کر کسی نہ کسی طرح آدمیوں کے سہارے پہنچے مروان نے یہ حالت دیکھکر افسوس تو نہ کیا بلکہ نہایت بیخوفی سے کہنے لگے کہ اگر ہم ایسا جانتے تو کبھی اس غلام کو اس راستے سے نہ بھیجتے بلکہ دریا کی راہ سے روانہ کرتے کہ اسنے

ملاقات بھی نہوتی - تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۳۰ -

مروان کی ان سو تدبیروں کی کچھ حد نہ تھی - ایک خطا ہو تو درگذر کیجائے ایک گناہ ہو تو چشم پوشی کرلیجائے - یہاں جو کام کیا جاتا ہے وہ تمام اصولوں کے خلاف - دیانت سے واسطہ نہیں - صداقت سے سروکار نہیں - چالاکی - سفاکی اور خود غرضی کے خیالوں میں نہ اسلام کی ذلت کا خیال ہے نہ خلیفہ کی رسوائی کا - آخر ان زیادتیوں کا نتیجہ سوائے مضرت کے اور کیا ہونیوالا تھا - وہ ہوا مستغیث اسلام جو بیرونجات سے اپنے عاملوں کی شکایات اور مروان کی چالوں سے عاجز آکر خلیفہ عہد کی خدمت میں اپنی دادرسی کی غرض سے آئے تھے ان کے ساتھ مروان نے جیسے جیسے سلوک کئے وہ میں تفصیل کے ساتھ ایک ایک کرکے لکھ چکا - بیرونجات کے علاوہ خاص مدینہ والوں کے ساتھ اور خاصکر ان لوگوں کے ساتھ جنکو سابق سے جناب رسولخدا کی خدمت اور صحبت کا شرف حاصل تھا کیسے نازیبا اور ناگفتہ بہ سلوک روا رکھے گئے -

اب ان مستغیثوں کی جان پر آبنی - مروان نے تو صاف طور سے قتل عام کے حکمنامے پر خلیفہ عصر کی مہر لگا دی جنکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کی بار ان لوگوں نے واپس آکر خلیفہ عصر کا گھر گھیر لیا جسمیں مروان پوشیدہ تھے - جب خلیفہ عہد نے کسی طرح مروان کو انکے سپرد نکیا جیسا وہ چاہتے تھے - تو اب انہوں نے مروان کو چھوڑکر خلیفہ کے قتل کو لازم ٹھہرایا اور اپنے محاصرہ میں یہاں تک شدت کی کہ نہ اندر سے کسیکو باہر نکلنے دیتے تھے اور نہ کسی کو باہر سے اندر جانے دیتے تھے -

محصورین میں ایک حضرت عثمان دوسرے مروان اور تیسرے سعید ابن العاص اور خلیفہ کے چند غلام بتلائے جاتے ہیں انکے سوا اہل اسلام میں اور کوئی دوسرا ایسا نہیں پایا جاتا جو ایسے نازک وقت میں ان کا شریک اور معین و کھلایا جاتا ہو - اہل مدینہ میں سے کسی نے انکی خبر نلی عثمان نے ان قضیوں کے بعد ایک رات کو جناب علی مرتضیٰ کے پاس گئے - اور اپنی ساری روداد بیان فرماکر ان سے اپنے متعلق کچھ امداد بھی چاہی تھی - مگر جناب علی مرتضےٰ نے صاف صاف کہدیا کہ مینے اب مروان کی شرارت کو سنکر اس امر کا تصفیہ کرلیا ہے کہ میں اب تمہارے کسی امر میں کسی قسم کی مداخلت کبھی نکرونگا - اور نہ تمہارے گھر جاؤنگا - اسکی وجہ یہ ہے کہ مروان تمہارے مزاج پر پورے طور سے حاوی ہوچکا ہے اور اسکے سبب سے تمہارے لئے سوائے مضرت کے کبھی منفعت نہیں ہوتی - تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۳۰

جناب علی مرتضیٰ تو اب بالکل خاموش ہو بیٹھے - مگر پھر اخیر وقت میں جب ان محصورین کی آہ و فریاد اور انکی اندوہناک حیثیتیں ان کی چشم مروت سے دیکھی گئیں تو آخرکار آپنے جیسا اکثر مورخین کا بیان ہے، اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام کو انکی امداد میں بھیجدیا تھا - ابوالفدا ص ۱۷۱ - طبری جلد چہارم ص ۵۲۱

حضرت امام حسنؑ کے بھیجدینے میں یہ بھی ایک بہت بڑی مصلحت پوشیدہ تھی کہ محض خانہ نشینی سے تاریک دلوں میں یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ حضرت علی درپردہ باغیوں سے ملے ہیں - اور گھر بیٹھکر خلیفہ عصر کے قتل میں انہیں تحریک کرتے ہیں اسکی صفائی کیلئے آپنے اپنی طرف سے اپنے صاحبزادے کو بھیجدیا -

ان مخالفین کا غیظ و غضب رکنے والا نہیں تھا - اور انکی آتش مخاصمت اب ایسی نہیں رہی تھی جو کسی تدبیر سے ٹھنڈی پڑتی

ایکہفتہ سے کئی ہفتہ ہوگئے اور اس محاصرہ کی یہی کیفیت رہی۔ آخر کار ۱۲ ذی الحجہ کو سات آدمی دیواریں پھاندکر خلیفہ کے مکان میں گھس گئے۔ اسمیں شک نہیں کہ ان لوگونمیں محمد ابن ابی بکر ابن الصدیق بھی شامل تھے۔ انہوں نے خلیفہ عصر سے کچھ سخت کلامی بھی کی تھی۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ آپ اسوقت عبد اللہ ابن سعد۔ مروان ابن الحکم اور معویہ ابن ابو سفیان تمہارے کیا کام آسکتے ہیں مگر اس کہنے پر خلیفہ نے انہیں متنبہ کیا اور وہ وہاں سے واپس گئے۔ روضۃ الصفا جلد دوم طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۳

انکے واپس آنے پر مصر والوں میں سے کنانہ ابن بشیر اسی طرح دیوار پھاندکر گھر میں اترا اسکے جانے پر عاقفی۔ عبد الرحمان اور قتیرہ وغیرہ یہ کہتے ہوئے ساتھ ہوئے کہ انکو نہ مارو۔ ہمکو انکے خون کی خواہش نہیں۔ جب یہ لوگ خلیفہ کے قریب پہنچے تو عرض کی کہ آپ کاروبار خلافت سے دست بردار ہو جائیے۔ خلیفہ نے جوابدیا کہ مجھکو خدا نے اس اعلی منصب پر مقرر کیا ہے۔ سوائے اسکے دوسرا مجھ سے اسکو نہیں لے سکتا۔ جواب سنتے ہی ان لوگوں نے خلیفہ عہد پر حملہ کیا۔ طبری۔ کنانہ ابن بشیر کو اور روضۃ الصفا عاقفی مصری کو عثمان ابن عفان کا قاتل قرار دیتے ہیں۔ زخم شمشیر کے بعد قتیرہ اور اسود نے انکی بقیہ جان کو بھی بہت جلد ختم کر دیا۔

مروان۔ سعید ابن العاص بھی وہیں موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگونکی ثروت دولت حشمت جو کچھ کہئے وہ حضرت عثمان ہی کیوجہ سے ہوئی تھی۔ ورنہ قبل اسکے نہ انکو کوئی خلافت اول ہی میں جانتا تھا نہ خلافت ثانی میں مگر باینہمہ انکی حمیت انکی حیا اور انکی وفا سنہ دیکھتے ہی دیکھتی رہ گئی۔ اور دشمنوں نے خلیفہ کی غریب جان کا خاتمہ کر دیا۔ تلوار لٹکا کر سامنا کیا ان سے تو للکارا بھی نہ گیا۔

مروانکی خاموشی تو اور ہی قیامت کی خاموشی تھی۔ انہیں کیوجہ سے خلیفہ کو یہ برے دن نصیب ہوئے اسوقت تو انکی حیاداری اپنے ایسے شفیق اور سرپرست آقا کی پاسداری کرتی۔ اور غیرت کا مقتضی تو یہی تھا۔ کہ مظلوم خلیفہ کی جان پر اپنی جان بھی قربان کر دیتے مدار المہام اور مقربین سے اچھے تو گھر کے غلام نکلے جو دو دو ہاتھ دشمنوں سے لڑے اور زخمی بھی ہوئے اور تھوڑا بہت اپنے آقا کا حق نمک تو ادا کر دیا ان سے کیا ہوا۔ مروان پر منحصر نہیں۔ حضرات بنی امیہ کی تمام چالیں ایسی ہی ہوا کی ہیں وقت پر حریف کے مقابل میں کسی دوسرے کو کھڑا کر دینا اور خود چوٹ بچا جانا۔ انکا فطرتی مادہ ہے۔

انکے علاوہ عمرو ابن العاص جو تھوڑے زمانہ کے بعد حضرت عثمان کے خون کے دعویدار نکلے انکے خیالات خلیفہ کیطرف کیسے تھے۔ مسجد نبوی میں خلیفہ عصر کیساتھ جن گستاخانہ برتاؤ سے یہ پیش آئے۔ ہمکو تم اوپر پڑھ آئے ہو اب انکے قتل ہو جانے پر بھی انکو مطلق ورد نہ آیا۔ بلکہ دل کھولکر اپنی خوشی ظاہر کی۔ علامہ طبری تحریر کرتے ہیں۔

بہ قتل عثمان ہیچکس شادی نکرد مگر عمرو ابن العاص ورا گفتند عثمان رضی اللہ عنہ را بکشتند گفت باہ قد نصرت الغرو المکراہ فی النار واللہ صدقت علیہ الحاضر والعاری والقاعد والقائم وانی ھلکت فرحتہ دمھا طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۴۔

انکے مقابلہ میں تم جناب علیؑ مرتضیٰ کے شریفانہ اور مخلصانہ برتاؤ دیکھو کہ باوجود ان تمامی امور کے جناب علیؑ مرتضیٰ نے انکے ساتھ اپنے مہربانہ سلوک ہمیشہ قائم رکھے۔ اپنا پارہ جگر انکے پاس بھیجدیا۔ چنانچہ خلیفہ عصر کے قتل والے دن حضرت امام حسنؑ انکو دشمنوں سے کسیقدر مزاحم بھی ہوئے تھے۔ جسکے باعث انکو جسمانی صدمہ بھی اٹھانا پڑا۔

شوریٰ بعد خلافت ثالثہ

حضرت عثمان نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ایسا اپنے بعد کے خلیفہ کیلئے کوئی انتظام نہیں کیا۔ انکی وفات کے بعد پانچ روز تک خلافت ناپرسان رہی۔ مصریوں نے محاصرہ ہی کے زمانہ میں کسی آدمی کو اپنی طرف سے امام مسجد بنا رکھا تھا وہی مسلمانوں کو نماز وغیرہ پڑھاتا تھا۔ اتفاق سے جمعہ کا روز آگیا۔ اب امامت اور نماز جماعت کی سخت ضرورت واقع ہوئی شوریٰ ہونے لگے۔ کسی نے کسیکو کہا کسی نے کسی کو۔ کوفہ والے زبیر ابن العوام کیطرف مائل تھے۔ بصرہ والے طلحہ کی طرف مدینہ والوں میں چند سعد ابن ابی وقاص کا نام لیتے تھے۔ اور بعض اسامہ ابن زید کیطرف اشارہ کرتے تھے غرض ایک خلافت تھی اور متعدد خواستگار۔ جس سے جسکو تعلق تھا وہ اسکو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ این خلافت نشد کہ آفت شد۔

آخرکار بہت بڑی رد و کد کے بعد ان لوگوں میں یہ امر طے پایا کہ اسوقت ہم میں اگر کوئی بزرگ اس اعلیٰ منصب کے لائق باقی ہے تو علی ابن ابیطالب علیہ السلام۔ مگر اس تجویز کے ساتھ ہی انکو اس امر کا خیال بھی ضرور لگا تھا۔ کہ وہ اس منصب کے اختیار کرنے میں ضرور اپنا انکار ظاہر کرینگے۔ اور حقیقت میں تھا بھی ایسا ہی جب سے یہ فتنہ و فساد واقع ہوا تھا۔ آپ اپنی اسی احتیاط بیغرضی اور بے لوثی سے کام لے رہے تھے۔ جسکی پابندی آپ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے روز وفات سے اختیار فرمائی تھی۔ ہر شخص مدینہ میں اہل الرائے والتجویز ہو رہا تھا مگر علیؑ کو کچھ بھی خبر نہیں تھی۔ جو نقادہ انتخاب خلیفہ اور حصول خلافت کے خیالوں میں ادھر ادھر کوشاں تھا مگر علیؑ کا قدم گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔

اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ مسئلہ خلافت میں ہر امر کی نسبت آپکو تمام اہل اسلام پر قوی استحقاق حاصل تھا۔ ممکن تھا کہ یہ بھی اس معاملہ میں غور فرماتے۔ لوگوں کو جمع کرتے اور اسنے اپنی نسبت یا کسی اور کی نسبت تحریک فرماتے مگر نہیں ان تمامی امور میں حسن طلب۔ خواستگاری اور پلہ داری کے ضرور پہلو نکلتے۔ جو انکے استغنا اور آزادی کے خوشنما جوہروں پر لوث دنیاوی اور حصول امارت کے ضرور داغ لگاتے یہ تو چوتھی بار تھی۔ اس سے پہلے استقرار خلافت کے تین اور موقعے گذر چکے ہیں۔ انتخاب کے جلسے بھی منعقد ہو چکے ہیں۔ مگر آپ کبھی کسی اہل شوریٰ سے کبھی ملنے تک گئے اور نہ انکے پاس خود یا کسی اور کے ذریعہ سے اپنی کامیابی کے لئے سفارش کے خواہاں ہوئے۔ بہرحال ہم اپنے سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں جب تمام اشراف مدینہ مہاجر و انصار رسول اللہ نے آپسکے شوریٰ میں یہ بات طے کرلی اور متفق اللفظ ہو کر یہ تجویز کرلی کہ ہمکو سوائے جناب علی ابن ابیطالب کے اور کسی دوسرے کو منصب خلافت سپرد کرنا گوارا نہیں۔ تب وہ مجمع کا مجمع مسجد رسولؐ سے اٹھکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسوقت سوائے حضرات حسنین علیہم السلام کے کچھ اور لوگ بھی بیٹھے تھے۔ کچھ احکام قرآنی کا ذکر تھا آپ انکی تفسیر بیان فرما

رہے تھے کہ مستغیثان اسلام نے حاضر آکر یہ اپنی التجا ان الفاظ میں ظاہر فرمائی جسے ہم ذیل میں علامہ طبری کے اسناد سے لکھتے ہیں۔ دنیا بلے امام کے ہوگئی۔ اب اس منصب کے لئے آپ سے بڑھکر کوئی دوسرا نہیں ہے آپ اسے قبول فرمائیں۔ جناب علی مرتضیٰ نے انکار کیا اور فرمایا کہ تم کسی اور کو امام کرلو اور مجھسے کہو تو میں بھی اسی کی متابعت کروں۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۴۲۶

مسلمانوں کے مجمع نے پھر اصرار کیا مگر آپ برابر انکار کرتے رہے تاہم ان لوگوں سنے آپکے انکار کو نہ مانا جب ان لوگوں نے اپنی الحاح وزاری کو حد سے زائد طول دیا تو آپ نے نہایت آزادی سے ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم مجھکو اپنا حاکم اور امیر کرنا چاہتے ہو تو میں تمہارے اختیار میں ہرگز نہ رہونگا۔ میری رائے میں جو تمہاری رفاہ کیلئے ضروری ہوگا وہی کرونگا۔ میں تمہارا محکوم بنکر رہنا پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تم نے کسی وقت میں میری متابعت نکی تو میں خلافت سے دست بردار ہوکر تمہارے ایسا ہو جاؤنگا۔ ابوالفدا صفحہ ۴۱۴

جناب علی مرتضیٰ کے اس آزادانہ ارشاد نے مستغیثان اسلام کے تمامی اجماعی قوتوں کو توڑ دیا اور انکی آزادی سرکشی و خودمختاری کا جسکے وہ سالہا سال سے خوگر ہو رہے تھے یہیں سے خاتمہ کردیا۔ وہ نہایت گھبرائے اور آپسمیں ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگا۔ وہ لاکھ گھبرائے مگر جناب علی مرتضیٰ کی صداقت اور مآل اندیشی ایسی کیا تھی جو ان کی گھبراہٹ کا خیال کرکے اپنی اصول کے خلاف کرتے۔ آخر انہوں نے اس مسئلہ پر غور کرنے کیلئے کچھ عرصہ تک کی مہلت چاہی آپنے منظور فرمایا۔ یہ لوگ وہاں سے اٹھے اور پھر آپسمیں شورے ہونے لگے وہ رات اسی ذکر میں گذر گئی مگر کسی نے جناب علی مرتضیٰ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہ سمجھا۔ دوسرے دن تمام اہل اسلام نے آکر اپنی پھر التجا جناب علی مرتضیٰ سے عرض کی اور انکو مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لیگئے۔ اور آپکے ساتھ بیعت کرنے پر آمادہ ہوئے انکی مستعدی دیکھکر آپ نے ارشاد کیا کہ جب تک طلحہ اور زبیر ابن العوام مجھسے بیعت نہ کرینگے۔ میں اپنی اس بیعت سے کنارہ کرونگا۔ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کے جو خیالات سابق خلیفہ کے محاصرہ کے وقت میں ظاہر ہوئے تھے ان کو امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام بہت اچھی طرح جانتے تھے اس باعث سے ان سے اپنی بیعت کا اقرار لینا ان کیلئے نہایت مناسب تھا۔

بہرحال مسجد نبوی سے حکیم ابن جبلہ اور مالک ابن اشتر اٹھے اور طلحہ زبیر ابن العوام اور طلحہ ابن عبید اللہ کو اپنے ہمراہ لائے۔ جب یہ لوگ مسجد میں آئے۔ تو جناب علی مرتضیٰ منبر رسول پر تشریف لیگئے اور ہار دیگر اہل اسلام کی موجودہ جماعت کو مخاطب کرکے فرمایا۔ ایہا الناس بہتر ہوتا کہ تم لوگ مجھے اس منصب سے معاف فرماتے۔ اور اہل اسلام کی جماعت موجودہ سے میرے سوا کسی دوسرے کو اس خلافت کے لئے تجویز کرتے مگر اس تقریر کے جواب میں سب نے انکار کیا۔

عام امت اسلامیہ کا انکار سنکر جناب علی مرتضیٰ طلحہ اور زبیر سے مخاطب ہوئے۔ ان سے جو گفتگو واقع ہوئی اسکو ہم تاریخ طبری سے لکھتے ہیں۔ "علی گفت از طلحہ و زبیر کہ مراد این کار رغبت نیست و این مردمان بامام شدہ اند و شما این

کار بہتر از من توانید کرد و ہر کدام را از شما کہ میخواہد دست بیرون کند کہ من اول او را بیعت کنم و تو شائستہ تری اے طلحہ دست بیرون کن اے طلحہ تا من ترا بیعت کنم۔ طلحہ گفت اے ابو الحسن۔ معاذ اللہ آنجا کہ تو باشی و سابقیت و علم تو باشد من کہ باشم۔ طبری جلد چہارم صہ ۵۴۲

انکی تقریر ختم ہونے کے بعد اہل اسلام کے موجودہ لوگوں نے امر بیعت کو تمام کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی بیعت اور اہل اسلام کی رغبت کی کیفیت اپنے ایک خطبہ میں خود بیان فرمائی ہے جسکی بجنسہ عبارت ہم نہج البلاغہ سے ذیل میں لکھتا ہوں

بسطتم یدی فکففتها (نکففتها) ومددتموها فقبضتها ثم تداککتم علی تداک الهیم علی حیاضها یوم ورودها حتی انقطعت النعل وسقطت الرداء ووطیٔ الضعیف وبلغ من سرور الناس ببیعتهم ایای ان ابتهج بها الصغیر وهدج الیها الکبیر وتحامل نحوها العلیل وحسرت الیها الکعاب۔

تم میرے ہاتھ کھولتے تھے اور میں بند کرتا تھا۔ تم انہیں دراز کرنا چاہتے تھے میں انہیں سمیٹتا تھا جسطرح اونٹ منزل پر پہنچکر پانی کے حوضوں پر جمع ہوتے ہیں۔ تم مجھ پر ہجوم کئے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس انبوہ میں میری نعلین ٹوٹ گئی اور ضعیف پیروں میں کچلے گئے۔ اور اس بیعت سے لوگوں کو اسقدر خوشی ہوئی تھی کہ بچے تک اس میں مسرور تھے۔ اور کبیر السن بوڑھے لڑکھڑاتے وہاں حاضر ہوئے تھے۔ بیماروں نے جیوں تیوں کرکے اپنے آپکو وہاں پہنچایا تھا۔ جوان عورتوں نے اسکے دیکھنے کے لئے چہروں سے نقاب الٹ دیئے تھے۔

اس خطبہ کے علاوہ اور مقامات پر بھی آپ نے اپنی بیعت اور اہل اسلام کا وفور اشتیاق اور اسکے انتظار میں انکی کثرت کا اکثر بیان فرمایا ہے۔ خطبہ شقشقیہ میں بھی اسی کے قریب قریب مضامین درج ہیں جسے ہم ذیل میں نہج البلاغہ سے نوٹ کرکے لکھتے ہیں

فلما راعنی الا والناس الی کعرف الضبع ینثالون علی من کل جانب حتی لقد وطیٔ الحسنان وشق عطفای مجتمعین حولی کربیضة الغنم۔ یہانتک کہ لوگ میرے پاس مثل کفار کے جمع ہوئے اور ہر طرف سے پے درپے ان لوگوں نے مجھپر ہجوم کیا یہانتک حسنین علیہم السلام پامال ہوگئے اور میری ردا پھٹ گئی اور میرے شانہ میں بھی زخم پہنچا اور وہ لوگ مثل گلہ گوسفند کے میرے قریب تھے۔

ان خطبوں کی عبارت سے جناب علی مرتضیٰ کی بیعت کی پوری کیفیت معلوم ہوئی اور انکی امارت وخلافت پر اہل اسلام کی عام رضامندی رغبت اور مسرت کامل طور سے ثابت ہوئی اور ان کی کثرت سے ان کا اشتیاق اور انکے اشتیاق سے ان کی دلی مسرت اچھی طرح ظاہر ہے۔

خلافت اربعہ

اگر خلیفہ چارم ورا تولش خوانند

من اتولیش شناسیم کہ نیستش ثانی (حکیم قاآنی)

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب نے بیعت کے بعد جو خطبہ اہل اسلام کے مجمع عام میں پڑھا ہے اسکے ابتدائی مضامین یہ ہیں۔

فقد طلع طالع ولمع لامع ولاح لائح واعتدل مائل واستبدل اللہ بقوم قوما وبیوم یوما وانتظرنا بغیر انتظار المجدب المطر

طلوع ہوا جو طلوع ہونیوالا تھا اور چمکا جو چمکنے والا تھا۔ ظاہر ہوا جو ظاہر ہونیوالا تھا۔ تمامی امور اعتدال پر آگئے اور خدائے سبحانہ تعالےٰ نے ایک قوم کو دوسری قوم کیساتھ تبدیل کر دیا اور ایکدن کو دوسرے دن کے ساتھ بدلدیا اور یہ دن ہمکو بلا اس انتظار کے جو خشک سالی میں پانی کا ہوتا ہے نصیب ہوئے۔ تہذیب المتین ص۱۵۔

ان مضامین تمہیدی کے بعد امیرالمؤمنین نے اہل اسلام کو معرفت خدا سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی اسلام کی اعانت اور آپسمیں برادرانہ محبت قائم رکھنے کے متعلق پوری ہدایتیں پہنچائیں جب ان امور سے فراغت ہوئی تو خزیمہ ابن ثابت انصاری ملقب بہ ذی الشہادتین نے انکی خلافت کی تہنیت میں ذیل کے اشعار آبدار نظم فرمائے۔

اذا نحن بایعنا علیا فحسبنا ابوحسن مما نخاف من الفتن

وجدناہ اولی الناس بالناس انہ اطب قریش بالکتاب والسنن

وان قریشا لاتشتق غبارہ اذا ما جری یوما علی ضمر البدن

ففیہ الذی فیہم من الخیر کلہ وما فیہم بعض الذی فیہ من الحسن

وصی رسول اللہ من دون اہلہ وفارسہ قد کان فی سالف الزمن

واول من صلی من الناس کلہم سوی خیرۃ النسوان واللہ ذی المنن

وصاحب کبش القوم فی کل وقعۃ یکون لہا نفس الشجاع لدی الفتن

فذاک الذی ثنی الخناجر باسمہ اماما مہم حتی اغیبت فی الکفن

ترجمہ

جب ہمنے ابوالحسن علی ابن ابیطالب سے بیعت کی تو ہمکو تمام قبیلوں سے جن باتوں کا خلاف مخفا کفایت ہوگئی۔ ہمنے انکو خلافت کے لئے تمام لوگوں سے بہتر پایا۔ بتحقیق کہ وہ کتاب خدا وسنت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تمام قریش سے بہتر جاننے والے ہیں بیشک قریش انکے غبار کو نہ پہنچ سکیں اگرکسی روز وہ اپنے ناقہ لاغر پر بھی سوار ہوکر جائیں۔ قریش میں جو خوبیاں

ہیں وہ انھیں موجود ہیں۔ لیکن جو اوصاف انہیں ہیں وہ قریش میں ایک نہیں ہے۔ علاوہ قربت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ آنحضرت کے وصی بھی ہیں اور قدیم سے انکے ایک بہادر شہسوار ہے ہیں۔ قسم ہے خدائے ذوالمنن کی کہ سوائے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے جو بہترین زنان خلائق ہیں انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔ کبش قوم یعنی پیغمبر خدا کے ساتھ ہر ایک معرکہ میں رہے جہاں کہ بڑے بڑے بہادر ونکی جانیں ڈر کے خوف کے) ٹھوڑیوں پر آگئی ہیں وہ ایسے ہی شخص ہیں کہ سابق کے لوگ انکے نام کی مدح وثنا کرتے ہیں۔ امام خلائق ہیں تا دم مرگ۔ تہذیب المتین صفحہ ۱۳۔

تمام اسلامی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ مہاجر و انصار اور اشراف مدینہ میں سے پہلے جس شخص نے امیرالمومنین کی بیعت کا اقرار کیا وہ طلحہ ابن عبید اللہ تھا اور جس شخص نے پہلے انکی بیعت سے انکار کیا وہ بھی یہی تھے۔ انکے بعد زبیر ابن العوام کہا جاتا ہے کہ طلحہ نے اپنے اسی ہاتھ سے بیعت کی تھی جو ہاتھ انکا احد کے روز بیکار ہوگیا تھا۔ مگر یہ خیال ہی خیال ہے عہد شکنی ہاتھ کی بیکاری پر منحصر نہیں بلکہ دل کے کھوٹ اور طبیعت کے نقص پر موقوف ہے۔

مہاجرین میں سے دو شخصوں نے امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کی بیعت سے انکار کیا ایک سعد ابن وقاص دوسرے عبداللہ ابن عمر۔ استفسار کے وقت معلوم ہوا کہ سعد ابن ابی وقاص کا یہ قول ہے کہ جب سب لوگ بیعت کر لینگے تو ہم بیعت کرینگے۔ مگر امیرالمومنین ہماری طرف سے مطمئن رہیں اور ہمسے کسی خطرہ کا شبہ نفرمائیں۔

عبداللہ ابن عمر سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کوئی وجہ بیان نہیں کی۔ امیرالمومنین کو ان سے اطمینان کر لینا نہایت ضروری ہوگیا۔ ان سے ضمانت طلب کیگئی۔ انہوں نے ضامن دینے سے انکار کیا۔ اب تو بعض اہل اسلام کے رخ بدلے اور خاموشی انکو ناگوار گذری۔ امیرالمومنین نے یہ رنگ دیکھکر فوراً اس بڑھتے ہوئے فتنہ کو روکدیا اور فرمایا کہ انکو بھی رخصت کر دو میں انکی ضمانت خود کرتا ہوں۔ روضۃ الصفا جلد دوم

مہاجر میں اور لوگوں نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔ لیکن انکا اختلاف ایسا کچھ لحاظ کے قابل نہیں تھا۔ انصار میں چھ سات آدمیوں نے انکار کیا تھا۔ وہ یہ تھے۔ حسان ابن ثابت۔ کعب ابن مالک۔ سلمان ابن مخلد۔ محمد بن مسلمہ۔ نعمان ابن بشیر زید ابن رافع۔ فضالہ ابن عبید۔ کعب ابن عمرہ۔ اور ابو سعید خدری۔ ابوسعید کی نسبت اکثر مورخین کا یہ قول ہے کہ یہ پھر چند روز کے بعد راسخ الاعتقاد ہوگئے۔

علامہ ابو الفدا کے نزدیک یہ لوگ جنکے نام اوپر لکھے گئے عثمانی کہلاتے تھے۔ اور انکے زمانے سے وصول صدقات پر متعین تھے۔ اسلام میں معتزلہ کے نام سے پہلے پہل یہی لوگ یاد کئے گئے ابو الفدا صفحہ ۱۳۴

مہاجر و انصار تو ہو چکے اب رہے بنی امیہ۔ حضرت عثمان کے دردناک واقعہ نے تو انکی تمامی تمناؤں کا خون کر دیا تھا اب وہ مدینہ کہاں اور بنی امیہ کہاں۔ انکی دس دس بارہ بارہ برس کی آزادی اور خود مختاری ختم ہوگئی۔ امیرالمومنین کی تخت نشینی کے دن انہوں نے مدینۃ النبی کو الوداع کہنا شروع کر دیا۔ ایک ایک کر کے تمام بنی امیہ چلے گئے۔ شام کے سوا

لئے اور کہاں ما من تہا اور سوائے معویہ ابن ابوسفیان کے کون معاون جو مدینہ سے نکلا۔ شام پہنچا معویہ تو مدت سے ایسے مصالح جمع کرنیکی فکر میں تھے انکا آنا غنیمت سمجھے اور سب کو اپنی طرف سمیٹ لیا۔ شام میں جاکر انہوں نے کیا کیا اور معویہ نے ان سے کیا کام نکالا وہ ہماری تالیف کا اصلی مقصود ہے۔ مگر ہم اسکو کسی خاص مقام پر لکھیں گے۔ یہاں اپنے سلسلہ کے قائم رکھنے کیلئے اتنا لکھدینا بیجا نہ ہوگا کہ ان حضرات میں کوئی صاحب ایسے خوش قسمت نہ نکلے جو امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی بیعت سے مشرف ہوئے ہوں۔ تمام بنی امیہ تو ایک ایک کرکے شام کی طرف چلے گئے۔ مگر مروان الحکم۔ ولید ابن عقبہ۔ سعید ابن العاص صرف یہی چار شخص مدینہ میں تھوڑے دنوں تک رہے۔ انہیں مغیرہ ابن شعبہ بھی شامل تھا۔ انکا قیام مدینہ میں سوائے خبر رسانی کے اور دوسرا کوئی نہیں تھا۔

امیرالمومنین نے آپکے ساتھ بھی کچھ تعرض نہ فرمایا۔ یہ لوگ جنکا نام اوپر لکھا گیا بیعت نہ کرنیکے خوف سے اپنے اپنے گھروں میں روپوش ہو گئے تھے مگر تاہم ان پر کسی قسم کا تشدد۔ جبر۔ ظلم یا دباؤ اگرچہ وہ کیسی ہی ہو۔ تہدیداً یا تشدیداً ان لوگوں پر نہ ڈالا گیا۔ امیرالمومنین نے اپنی موجودہ قوت و اختیار اور پورے استحقاق کے ساتھ بھی انکو انہیں کی حالتوں پر چھوڑ دیا اسمیں شک نہیں کہ یہ نہ بیعت کرنیکی وجہ دریافت کرنے کے لئے امیرالمومنین کیخدمتمیں ضرور طلب کئے گئے ان سے جو گفتگو ہوئی وہ ہم نہایت معتبر تاریخ اعثم کوفی سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

مروان ابن الحکم۔ سعید ابن العاص و ولید ابن عقبہ وغیرہ را کہ بخانہ خود نشستہ تخلف کردہ بودند بخواندہ گفت شما نزدیک من می آیید و از بیعت من تخلف میکنید۔ ولید ابن عقبہ سخن آغاز کرد و گفت یا ابوالحسن ہرچہ امیدیا تو بیعت کنیم و بکدام چشم در تو بنگریم کہ پدر ما را بہ بر کندی و سینہ ما را پر از کینہ کردی۔ پدر مرا در روز بدر تو کشتی و عثمان را در غوغا گذاشتی و یاری ندادی۔ تا او را کشتند و سعد ابن العاص را کہ پدر او بہتر و بہترین بنی امیہ بود او را در روز بدر کشتی و مروان و پدر او حکم را چون عثمان بمدینہ خواند در حق او گفتی آنچہ گفتی درباب عثمان را در ان ضعیف شمردی و بخطا منسوبش کردی حال ما ہر سہ این است کہ شرح دادیم و بہیچ نوع با تو بیعت کنیم و بکدام دل ترا دوست توانیم داشت و اگر از ما سہوے و خطائے در وجود آید عفو فرمائی۔ و ما را اجازت دہی و منع نفرمائی۔ کہ بنزدیک پسر عم خود معویہ بشام رویم امیرالمومنین علیؑ گفت کہ کینہ شما بر من بحق نیست کہ از من در دل گرفتید از حضرت باری سبحانہ تعالیٰ در دل باید داشت و حدیث شما می داشتن مروان و پدر مروان کہ با باب او سخنے ناحق نگفتم۔ اما ترسیدن آنچہ کہ در پیش معویہ روید۔ من شما را از آنچہ کہ می ترسید ایمن گردانم مروان گفت و اگر بیعت نکنیم و از ان ابا نمائیم چہ خواہی کرد فرمود کہ شما را محبوس خواہم کرد تا آنوقت کہ با کافۂ المسلمین موافقت نمائید و اگر بیرامن طغیان و عصیان گرائید شما را عقوبت کنم چون سخن شاہ مروان بر منجملہ شنودند۔ بیعت کردند و بازگشتند و بعد از ان مروان در این معنی قطعہ شعرے گفتہ۔ یک دو بیت از ان بخدمت شاہ مروان برخواندند۔

لقد همت لنا الراجل المعقد ما ... امامی ولا خلفی سوی المرء مرحلا

فواخی ابن امی والحوادث جمہ	ودوا فی المنایا والکتاب موجلا
اتیت علیًا غیر من بامرہ	ولا ناظرا فیہ محققا متبطلا

درحالیکہ میں نے اسحالت میں اپنے قدم آگے ڈالے جب کوئی آگے چلنے والا میرے لئے نہیں تھا اور نہ اپنی موت کے لئے اپنے آگے پیچھے کوئی جائے پناہ پایا جائے گریز میں نے اپنے آپکو اسحالت میں دیکھا جس حالت میں بلا اور موت گردن پر سوار ہوتی ہے میں نہایت کراہت کیساتھ علی کیخدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایسی حالت میں میں انکے پاس گیا ہوں کہ جب میں حق و باطل میں کوئی تحقیق نہیں کرسکتا تھا جو میرے ذہن نشین ہوتا۔

چون این اشعار را امیرالمؤمنین علیہ السلام شنود۔ کس را فرستاد و مروان وغیرہ را بازخواندہ فرمود کہ اگر در ون شما قرار در مدینہ نمیگرد۔ میتر سید و میخواہید کہ بشام روید شمارا اجازت است واگر غیر شام جائے دیگر باشد نیز اجازت است۔ و مضائقہ نیست۔ مروان ابن الحکم گفت کہ امیرالمؤمنین در ہر وقت برما لطفہا فرمودہ و این وقت ہم بجانب ما مرعی میدارد

تاریخ اعثم کوفی ص۱۴۲

مروان وغیرہ کی اس گفتگو سے تو حضرات بنی امیہ کے وہ خیالات جو جناب امیرالمؤمنین کیساتھ تھے پورے طور سے معلوم ہو گئے اب انکے چھپے ہوئے مدتوں کے وہ دیرینہ کینے جو نسلاً بعد نسلاً اگر ہاشم مرحوم اور اُمیہ کے وقت سے نہیں تو جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوسفیان ابن الحرب کے زمانہ سے تو ضرور ایک کے سینہ سے ہو کر دوسرے کے سینہ میں امانت رہتے تھے ظاہر ہو گئے۔ بدر کے قصاص پر وہ تیار ہیں۔ احد کے معاوضہ پر وہ آمادہ ہیں۔ احزاب کی مکافات وہ آج ہی لینگے۔ شکست حنین کے گھاٹے وہ پورا کرینگے۔ اور طرہ تو یہ ہے پھر انہیں کی متابعت بھی کرینگے اور مخالف پر حلف بھی اٹھائینگے بنی اُمیہ میں سے سوائے ان لوگوں کے اور کسی دوسرے کا بیعت کرنا ثابت نہیں ہوتا مگر حقیقت میں یہ بیعت بھی انکی کوئی بیعت نہیں تھی یقولون بالسنتھم ولیس فی قلوبھم دل میں کچھ زبان پر کچھ۔ مروان کی بیعت کا خلوص تو انکے اشعار ظاہر ہے جب انکو کہیں پناہ نہ ملی تو مجبور ہو کر یہ روش اختیار کی۔ ایسی ہی مجبوری پیش آئی جسکے سبب وہ امیرالمؤمنینؑ کے سامنے بھی آگئے۔ ورنہ کہاں مروان اور کہاں علیؑ۔ ابھی کے دن ہوئے کہ مروان جناب علیؑ کے تمامی شوریٰ جو آپ خلیفہ عثمان کو دوستانہ دیا کرتے تھے۔ بات کی بات میں کاٹ دیا کرتے تھے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جناب علی مرتضیٰؑ ان کی سو تدبیری سے عاجز آکر خاموش ہو بیٹھے۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام اس قوم کو زمانہ سے پہچانتے تھے ان کے بڑے بڑے سوار اور سردار کے سر کچلے تھے اور ان کو اسقدر ضعیف کر دیا تھا کہ آخرکار انہوں نے مجبور ہو کر اسلام کو اختیار کیا۔ جسکو وہ ایسی سخت نفرت سے برابر دیکھتے رہتے تھے وہ انکی مقدار ایمان کو خوب سمجھتے تھے۔ انکی کراہیت سے بیعت کرنے پر کیا افسوس فرماتے یا انکی ان فطرتی حرکتوں کی کیا شکایت کرتے یہ تو بنی امیہ کی فطرت ہی تھی اور فطرت کے خلاف کسی کا فعل ہو نہیں سکتا۔ ہاں ان جیسی ہوئی کارروائیوں پر بھی انکے

حق میں کسی طرح سے چشم پوشی اختیار نفرمائی۔ انہوں نے شام کی اجازت چاہی آپ نے بلا عذر منظور کر لی۔ انہوں نے قیام مدینہ سے انکار کیا آپنے اسکو بھی بلا پس و پیش قبول کر لیا انہوں نے یہاں رہنے میں خوف ظاہر کیا۔ آپنے انہیں پوری تسکین اور کامل اطمینان کا یقین دلایا پھر اسپر بھی یہانتک آزاد کر دیا کہ شام پر منحصر نہیں۔ تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ نہ تمہارے لئے کوئی ممانعت ہے نہ کوئی مزاحمت۔ اب اس سے بڑھکر شفیق اور مہربان کی وہ تلاش کریں تو تعجب ہے۔

یہہ لوگ پہلے اس سے کہ یہ مدینہ سے کہیں چلے جائیں۔ مخالفت علیؑ میں انواع و اقسام کی فکریں کرنے لگے۔ افسوس جسکی عنایت و شفقت کا اس کشادہ پیشانی اور اس پر جوشی سے اعتراف کیا گیا اسکے حقوق کی ہہنیہ دو ہہنیہ کیا دو تین روز تک بھی پورے طور سے رعایت نہیں کیگئی اور مخالفتِ علیؑ کی وہ ہیبت اور وحشتناک تصویر جو انکے دلی اوراق پر انکے نقص فطرت نے کھینچدی تھی ظاہر ہوگئی۔ انکی کینہ پرور اور حاسد طبیعتوں سے مملکت اسلام میں وہ وہ طوفان اُٹھنے لگے جس نے مملکت اسلام اور ارکان ایمان اور انتظام خلافت کو بالکل تہ و بالا کر دیا۔ اُنہوں نے چاہا تہا کہ مدینہ کو دار الحرب بنائیں اور یہیں سے اس مخالفت اور مخاصمت کا سلسلہ اٹہائیں مگر جناب امیر المومنین نے اسکی فوراً خبر لی اور عین وقت پر پہنچکر اسکے استیصال اور دفع کرنیکی کوششوں میں مصروف ہوئے۔

اس واقعہ کی پوری کیفیت علامہ طبری نے اپنی تاریخ میں یوں لکھی ہے جن کے بجنسہ الفاظ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

گروہے از اہل مدینہ گفتند مارا با این غریبان مصری۔ کوفی حرب باید کردن و خون عثمان را از ایشان طلب باید کردن۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دانست کہ ازین فتنہ میخیزد۔ روز دیگر خطبہ کرد و ایشان راگفت کہ اکنون مرا نامع داشتید بدین زودی ہمی بر من خیانت کردید مین کارشمارا خود تدبیر کنم۔ ہر کس کہ بازار سیت باید کہ بد کاہائے خویش باز رود وہر کس کہ غریب است بقبیلہ ہائے خویش باز رود۔ و کاسے کہ در گردن من کردید بمن رہا کنید۔ تامن آنرا تدبیر کنم و علی رضی اللہ عنہ چناں میکرد کہ جنگ نباشد تا کارش نظام گیرد۔ و انگاہ خون عثمان را بجوید۔ پس ہمہ خلق اجابت کردند و گفتند کہ ما آن کنیم کہ امیر المومنین میفرماید۔ طبری جلد چہارم ص۴۷۵۔

ما آن کنیم کہ امیر المومنین میفرماید کی شرط نے انکی سازش اور اہل مدینہ کی بہت بڑی بلا کو روکدیا ورنہ مدینۃ النبی میں وہی پریشانی اور غیر اطمینانی جو کل تھی وہ آج ہوجاتی۔ خون عثمان کے معاملہ کی نسبت جو امیر المومنین نے کارروائی کی وہ ہم رسالۃ المرتضیٰ کے ذیقعدہ مصنف کی تحریر سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

جناب علی مرتضیٰ کے خلیفہ ہونے پر پہلے جو معاملہ عامۃ الخلائق کیطرف سے انکی توجہ کے واسطے پیش ہوا وہ مطالبان عثمان کے قصاص کا لینا تہا۔ عثمان اپنے گھر میں بحالت محاصرہ شہید ہوئے تہے اور اسوقت انکے پاس مروان۔ نائلہ موجود تھیں۔ مروان انکا چچیرا بھائی اور نائلہ انکی بی بی تھیں۔ علی مرتضیٰ نے مروان کو طلب کیا مگر اسکا پتہ نہ چلا۔ نائلہ سے پوچھا گیا تو اُسنے دو اعلو

الاسم شخصوں کو بتلا دیا یہ حال دیکھکر علی مرتضیٰ نے حاضرین سے کہا کہ کئی آدمی اس فعل سے متہم بیان کئے جاتے ہیں بدون گواہی اور شہادت کے سب کو سزا دینا ٹھیک نہیں ہے۔ قصاص لینے میں ہم تم سے متفق ہیں مگر تحقیقات کے مکمل ہونے اور مجرم کے پکڑے جانے تک صبر کرنا واجب ہے۔ غرض علی مرتضیٰ نے مصلحت وقت پر نظر کرکے کسی دعویدار کے پیدا ہونے تک اس کارروائی کو روکدیا۔ المرتضیٰ صہ۶۷

امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے امور خلافت میں سب سے پہلے بیت المال کا جائزہ لیا۔ بیت المال میں مروانکی دست اندازیوں نے اول چھوڑا ہی کیا تہا۔ اور جو کچھ بچ گیا تہا وہ اس غدر کے زمانہ میں طلحہ ابن عبید اللہ کے ہاتھ لگ گیا روضتہ الصفا صہ۲۰۰۔ خیر اسپر بھی کچھ برکت تھی ایک جزو قلیل پایا گیا۔ جو خازن بیت المال نے پیش کیا جناب علی مرتضیٰ نے اسیوقت اسکی تقسیم تجویز فرماکر تمام اہل اسلام کو جمع فرمایا اور انکے سامنے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

ایہا الناس۔ تم میں جو لوگ دنیا میں غرق ہیں۔ قصر ہائے نفیس میں بودوباش رکھتے ہیں۔ نہریں اپنی آسائش کیلئے جاری رکھتے ہیں۔ اسپان تیز و تند پر سوار ہوتے ہیں۔ خوبصورت لونڈی غلام خدمت کیلئے موجود رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ جملہ امور انکے لئے باعث ننگ و عار ہیں۔ کل جسوقت وہ ان باتوں سے روکے جائیں۔ اور حقوق واجب کے مطالبہ کے لئے بلائے جائیں تو اپنے انکار نہ پیش کریں اور معترض نہ ہوں کہ پسر ابیطالب ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھتا ہے اور ہمارے فضل و سابقہ پر کچھ لحاظ نہیں کرتا۔ ایہا الناس۔

ایہا الناس۔ مہاجرین و انصار میں سے جسکو یہ خیال ہو کہ ہم بوجہ صحبت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اور سب سے اشرف اور افضل ہیں تو اسمیں شبہ نہیں کہ انکے لئے فردائے قیامت میں حضرت ایزد تعالیٰ کے نزدیک شرف و فضیلت ظاہر ہے اور اس جل شانہ پر ہے کہ بعطاء اجر کامل و ثواب وافر انکو راضی و خوشنود کرے۔ لیکن دار دنیا میں جس نے دعوت رسول کو قبول کیا۔ اور ملت اسلام کی تصدیق فرمائی اور کلمہ شہادتین پڑھکر روبقبلہ ہوا وہ اسلام کے جملہ حقوق و حدود کا مستحق ہوگیا یہ مال مال خدا ہے اور تم بندگان خدا ہو۔ تمہارے درمیان بالسویہ تقسیم ہوگا اسکے رو سے کسی پر کسی کو ترجیح نہیں ہے۔ ہاں پرہیزگاروں کے لئے فردائے قیامت میں افضل و اکمل ہے جزا۔ اس عزوجل نے دنیائے ناپائدار کو انکا محل عوض و جزا نہیں قرار دیا ہے۔ جو کچھ انکے لئے وہاں ذخیرہ ہے وہ دنیا و مافیہا سے انکے لئے بہتر ہے۔ پس کل صبحکو تم لوگ ہمارے پاس آجاؤ تاکہ جو مال موجود ہے تم پر بالانصاف تقسیم کردیا جاوے۔ کوئی اہل اسلام آزاد ہو یا غلام۔ عجمی ہو یا عربی۔ اس سے پہلے بھی اسکو حصہ ملا ہو یا نہیں اس تقسیم سے محروم نہیں رہیگا۔ میں یہ کہتا ہوں اور تمہارے اور اپنے لئے مغفرت کا خواستگار ہوں۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد دوم صہ۱۶

اس تقسیم بالسویہ کی بارہ دیگر ترمیم سے وہ لوگ جو تقسیم رسول کے آئین کو بھولکہ سالہا سال سے تقسیم بالمدارج کے عادی ہورہے تھے وہ ناراض ہوئے۔ وہ صرف اپنی آمدنی میں اسکے باعث خسارہ دیکھکر اسکو نہ قبول کرسکے۔ دنیا اور اسکی دولت بہت بڑی چیز ہے

اسکے کیسے ہی بُرے نتیجے دکھلائے جائیں اور کیسی ہی ضرر رسان نقصان دہ اور زیان آور یہ ثابت کیے جائیں اور اس کے مقابلہ میں قناعت اور توکّل کے عدد سے زیادہ فائدے بیشمار اور بحساب منفعت نہ دکھلائی جائے مگر اس کمبخت کا جاگھنا جادو عموماً نازنت پسند طبیعتوں پر اپنا ایسا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ پھر وہ زائل ہی نہیں ہوتا۔

ان لوگوں پر جنکو تقسیم بالسویہ کی بار دیگر ترمیم گران گذری تھی امیرالمومنین کی یہ مقدس تقریر کوئی اثر نہ پیدا کرسکی۔ اگرچہ دوسرے دن تقسیم کے وقت یہ لوگ بھی آئے اور اپنی اپنی قسمت کے تین تین درم لیکر روانہ ہوئے۔ مگر تاہم اس ترمیم کی نسبت انکی شکایت ویسی کی ویسی ہی رہی۔ اس جماعت میں سب سے زیادہ مشہور و معروف سات آدمی پائے جاتے ہیں۔ طلحہ ابن عبید اللہ۔ زبیر ابن العوام۔ عبداللہ ابن عمر۔ سعید ابن العاص۔ مروان ابن الحکم۔ ان لوگوں میں اس ناراضی کا ہمیشہ چرچا ہوتا رہا جنکی غرض سوائے اسکے اور کچھ نہ تھی کہ تمام اہل اسلام یہ سنکر ہماری ناراضی کے شریک ہوں۔ اور امیرالمومنین کی مخالفت میں ہمارے قدم بقدم۔ مگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوئے اور مخالفت علیؑ کا یہ افسون ان کا اہل اسلام پر کچھ بھی اثر نہ پیدا کرسکا۔

احمد ن عبداللہ ابن ابورافع جناب رسالتمآبؐ کا پشتینی نمکخوار جسکو آنحضرتؐ کی خدمت کا شرف دو پشت سے حاصل تھا ایک راہ سے گذرا جہاں یہ لوگ اس تقسیم کی نسبت آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عبداللہ نے انکی تمام و کمال باتیں سُن لیں اور انہیں سے سعید و زبیر کو مخاطب کرکے کہا تم لوگ کیوں حق باتوں سے عدول کرتے ہو۔ کیا قرآن کی یہ آیت تمہاری نظر سے نہیں گذری ہے صدق اللّٰہ العلی العظیم ولکنّ اکثرھم للحق کارھون۔ خدا علی عظیم نے سچ فرمایا ہے کہ بہت سے لوگ امر حق سے کارہ ہوتے ہیں۔ عبداللہ کی یہ تقریر سنکر وہ لوگ خاموش ہوگئے۔ وہاں سے واپس آکر عبداللہ نے یہ تمام و کمال کیفیت امیرالمومنین کی خدمت میں عرض کردی یہ سنکر ملال خاطر تو ضرور ہوا مگر نہایت استقلال سے ارشاد فرمایا کہ اگر میں زندہ اور سلامت بچ گیا تو انکو راہِ روشن اور طریق واضح پر لاؤنگا۔ تہذیب المتین صہ ۱۶

امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو خلافت ملنے کے پہلے ہی روز سے پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات ملتے گئے۔ ہمارا سلسلہ بیان ۳۶ھ ہجری کے آغاز سے شروع ہوتا ہے۔ سب سے پہلے جس امر کیطرف توجہ فرمائی گئی وہ بیت المال کا جائزہ تہا اسکے بعد منکرین بیعت کا معاملہ پیش ہوا اسے بھی تصفیہ کر دکھایا۔ اسکے بعد قصاص کے دعویٰ کے لئے زور دیا گیا وہ بھی ایک حد تک طے فرمایا گیا۔ ان امور کے بعد امیرالمومنین نے مملکت اسلامیہ کے عُمّال کی نسبت توجہ فرمائی جو امور ملکی میں سب سے زیادہ ضروری تھی۔ امیرالمومنین کو یہ اچھی طرح معلوم تہا کہ گذشتہ خلافت میں جو جبر ناک واقعے گذرے اور جو مصیبتیں غریب خلیفہ کو اٹھانی پڑیں وہ انہیں عاملوں کی شکایت کے باعث سے تھیں اور پہلی ناراضی جو ملک میں پھیلی وہ انہیں کی ناقابلیت کیوجہ سے۔ امیرالمومنینؑ اسپر غور فرما کر ان ناقابل عاملوں کی تبدیلی کو مناسب سمجھکر ذیل کے لوگوں کو مقرر فرمایا (۱) زیاد ابن سمیّہ کو فارس میں مقرر فرمایا۔ (۲) عثمان ابن حنیف انصاری کو بصرہ میں مقرر کیا۔ (۳) عبداللہ ابن عباس کو

یمن میں بھیجا۔ (۴) قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری کو مصر میں روانہ کیا۔ (۵) سہیل ابن حنیف انصاری کو شام اور (۶) عمارہ ابن شہاب کو کوفہ میں عامل کیا۔

ان لوگوں کے مقرر ہوتے ہی وہ پوشیدہ فتنہ و فساد جو مخالفین کی اشتعال طبعی اور فتنہ انگیزی سے ملک میں ادھر اُدھر پھیل رہا تھا۔ ایکبارہی کھلگیا۔ جس ملک میں اسکا پورا اثر نہیں ہوا تھا وہاں اس انتظام سے صلاح ہوگئی اور امیرالمومنین اس کی طرف سے مطمئن ہوگئے اور جن علاقوں میں اسکا قوی اثر پڑچکا تہا وہاں پوری طرح سے مخالفت ظاہر ہوگئی امیرالمومنین بھی انکی طرف سے مشکوک ہوکر انکے مطیع کرنے کے ذریعے سوچنے لگے۔

فارس۔ زیاد ابن سمیہ فارس میں بحال رکھا گیا۔ یہ شخص پہلے سے یہاں کا عامل تہا۔ سیاست اسکی مشہور تھی اس کی نسبت اہل عجم کا قول تھا کہ نوشیروان کے بعد اگر کسی نے تخت فارس پر اسکے اصول سے سیاست کی ہے تو زیاد نے۔ زیاد نے اس مخالفت کی بو اپنے ملک میں نہیں پھیلنے دی اور اسی وجہ سے اس کا ملک ان تمام خدشوں سے پاک صاف رہا۔

بصرہ۔ عثمان ابن حنیف انصاری یہاں بھیجے گئے۔ بصرہ میں دو فرقہ کے لوگ تہے۔ ایک تو وہ جنکو بنی امیہ سے تعلق تہا اور جن پر اس پوشیدہ مخالفت کا پورا اثر پڑچکا تہا۔ دوسرے وہ لوگ تہے جو آزادانہ بسر کرتے تہے اور ان مخالفتوں سے دور رہتے تہے۔ عثمان ابن حنیف انصاری کی اطاعت اس آخیر فرقہ نے فوراً قبول کرلی مگر اول فرقہ کے لوگ جو شب و روز طلحہ و زبیر کے انتظار میں بیچین تہے۔ مذبذب رہے اور انکی اطاعت سے رُکے رہے مگر تاہم انکو عثمان ابن حنیف انصاری کے خلاف کسی کارروائی کرنیکی جُرأت نہ ہوئی۔

یمن۔ عبداللہ ابن عباس کے سپرد ہوا۔ یمن والوں نے انکو بڑے اعزاز سے اپنا امیر تسلیم کرلیا اور نہایت کشادہ پیشانی سے انکی اطاعت پر کمربستہ ہوگئے۔ یہاں کا سابق عامل یعلی ابن منبہ تہا اپنی معزولی کی خبر پاتے ہی ایکبارگی تمام بیت المال کو جو اسوقت تک اسکی امانت میں موجود تہا لیکر یمن سے چلتا ہوا اور مکہ میں پہنچکر طلحتین سے مل گیا اور جنگ جمل کے مصارف میں اپنا تمامی ہمراہی سرمایہ صرف کردیا۔

مصر۔ قیس ابن سعد ابن عبادہ مصر اور ممالک افریقہ کے عامل ہوئے۔ حضرت عمر کے زمانے سے لیکر حضرت عثمان کے اخیر زمانے تک عمرو ابن العاص وہاں کا امیر رہا مگر مروان کی سرگوشیونکی وجہ سے عمرو عاص کی قدیم امارت ٹوٹگئی۔ انکی جگہ عبداللہ ابن ابی سرح بھیجا گیا جسکے تعین کیوجہ سے تمام مصر کے لوگ باغی ہوکر خلیفہ عہد پر ٹوٹ پڑے اس امر کے تصفیہ کے لئے حضرت عثمان نے جناب علی مرتضیٰ کی صلاح سے اخیر وقت میں عبداللہ ابن ابی سرح کو معزول کرکے محمد ابن ابی بکر الصدیق کو مصر پر مامور کیا مگر پہر رات ہی بھر میں ناعاقبت اندیش مروان کی رخنہ اندازیوں نے اس انتظام کو بھی درہم برہم کردیا اور مستغیثان مصر اور حضرت عثمان کے مابین ان حرکتوں سے وہ مخالفت پیدا کردی کہ آخر ان لوگوں نے خلیفہ عصر کی جان لے لی۔ اسوقت سے اس وقت تک دارالامارت مصر خالی رہا اور کوئی شخص خلافت کیطرف سے وہاں کا امیر نہیں تھا

امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری کو مصر کی امارت تفویض فرمائی قیسؓ وہاں گئے مصریوں نے انکی امارت تسلیم کر لی۔ تھوڑے لوگوں نے جو فرقہ عثمانی کہلاتے تھے انکی اطاعت میں تامل کیا قیس نے ان لوگوں سے کوئی تعرض نہیں کیا اور انکو انکی حالت پر چھوڑ دیا۔

شام سہیل ابن حنیف انصاری کی امارت میں آیا یہاں تو بیس برس سے معاویہ ابن ابوسفیان کا جادو چل رہا تھا سہیل راستہ ہی میں تھے کہ انکو منزل تبوک میں شام سے آتے ہوئے چند سوار ملے جنہوں نے انکو اطلاع دی کہ اہل شام سوائے معاویہ ابن ابوسفیان کے اور کسی دوسرے شخص کی امارت نہیں چاہتے یہ سنکر سہیل نے اپنا وہاں جانا بہت بڑے خطرے کا باعث جانا اور مدینہ واپس آئے۔

کوفہ۔ عمارۃ ابن شہاب کوفہ میں مامور ہوئے شام میں اگر معاویہ ابن ابوسفیان کی حکومت تھی تو کوفہ میں ابوموسیٰ الاشعری کی امارت۔ کوفہ شام کا دروازہ ہے۔ وہاں مخالفت ہو یہاں نہیں ایسا ناممکن تھا۔ عمارؓ نے بھی راستہ ہی سے کوفہ والوں کے خیالات دریافت کرکے اپنا آگے بڑھنا مصلحت نہ سمجھا اور مدینہ لوٹ آئے۔ ابوالفدا صہ ۱۷۲ طبری جلد چہارم صہ ۲۲۵ روضۃ الصفا جلد دوم اعثم کوفی صہ ۱۴۵۔

امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو ان واپس شدہ عمال سے کوفہ اور شام والوں کے خیالات کی پوری اطلاع ہوگئی آپ نے فی الحال صرف انکی تشفی فرمائی اور کسی فوری تحریک کو مناسب نہ سمجھا حضرت عثمان کی بدانتظامیوں نے ان دونوں ملکوں کو اس قدر سرکش کر دیا تھا کہ وہ خلافت کی قوت کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اسکی وجہ زیادہ تر یہ تھی کہ کسی قوی عامل سے اظہار سرکشی کے وقت پورا جواب نہیں لیا تھا اور نہ ان سے مقابلہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ ملائمیت۔ نرمی اور الٹی انہیں کی خاطر داریوں اور دلجوئیوں سے کام لیا جاتا تھا۔ اگر کبھی خلافت کیطرف سے کوئی اعتراض بھی ہوا تو ان لوگوں نے اپنے طور پر مروان کو سمجھا لیا اور مطمئن ہو بیٹھے۔ اگر رعایا کیطرف سے عمال کی کوئی شکایت آئی تو الٹی رعایا کی سیاست کیگئی۔ اور الٹے انہیں پر ان کے الزام لگا کر اور سخت سست سنا کر جدھر سے آئے تھے اسی طرف پھیر دیئے گئے۔ اب ایسی حالتوں میں عمال کی سرکشی یا خودمختاری کیوجہ ڈھونڈھنا فضول ہے جب انکا افسر اعلیٰ انہیں کے تحت فرمان اسطرح رہتا ہو اور اسکے خوف و دہشت کیوجہ سے اسکی اسقدر رعایت لحاظ اور مروت کیجاتی ہو۔ ملک اور رعایا کی تباہی کا خیال نہ کیا جاتا ہو تب وہ خودمختار نہ ہو بیٹھیں تو کیا تھوڑا۔ سرکش نہ ہو جائیں تو کیا تعجب۔ جب وہ ایسی رعایتوں کے عادی ہو رہے ہوں تب وہ ایسے شخص کے حکم کو کیونکر فوراً مان سکتے ہیں جو کسی طرح انکے ناجائز حقوق کی رعایت نہیں کرتا۔ جو رعایا کی شکایتوں کے مقابلہ میں انکے منصب۔ اولاد اور قرابت کا مطلق خیال نہیں کرتا نہ وہ ان کے زور شمشیر سے لرزاں ہے نہ انکی قوت و قہر سے ہراساں۔ اسکی عدالت میں خصوصیت نہیں ہے وہ بہ اعتبار عدالت کے انکو اور ایک معمولی مسلمان کو برابر سمجھتا ہے وہ خوشامد کا عادی نہیں۔ تملق کا خوگر نہیں۔ دنیا اور دنیا کی دولت اسکے آگے کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا کی ثروت سے وہ مطلق واقف نہیں اسلام سے خلاف ہو کر وہ دنیا میں رہنا پسند نہیں کرتا وہ

ان لوگوں سے عموماً اپنا تعلق قائم رکھنا روا نہیں رکھتا جو احکام اسلام کی پوری پابندی نہیں کرتے۔ مناہیات اسلام کیطرف مائل ہیں اور اوامر اسلام سے کارہ ہیں۔ دولت دنیا کے عوض میں دین کی نعمت کو ضایع کرنا اسکا شعار نہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے خدا کے بھیجے ہوئے احکام اور اسکے پاک۔ برحق اور برگزیدہ پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق وہ اپنے ان اصول سے سرمو اختلاف نہیں کرسکتا۔ اسکے تمام احکام خالصتہً للہ اور اسلام کی اصلاح اور رفاہ پر مبنی ہوتے ہیں وہ کبھی اپنے امر میں ایسے لوگونکی شرکت اور مداخلت کو جائز نہیں کہتا۔ جنکو اس نے اپنے ذاتی تجربہ سے فساد انگیز اور فتنہ خیز معلوم کرلیا ہے۔

عمال کی تبدیلی سے امیرالمومنین کی خاص غرض تفتیش احوال تھی آنکو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ آپ اپنے امور خلافت میں مطمئن تھے۔ اور آپکو چاروں طرف سے اطمینان حاصل تھا۔ اطمینان تو بعد وفات جناب رسولخدا کے انکو فی عمرہ نصیب نہیں ہوا۔ اگر آپ ان پوشیدہ اور اندرونی مخالفت کی خبرگیری آہستگی اور سہولیت سے کرنا چاہتے تو کیسے ممکن تھا قطعی اطمینان ہونا دشوار اور ان مخالفتوں کا ابھار ہی موقوف ہوجانا بالکل ناممکن۔ اب اگر ان مخالفتونکی تحقیق میں غفلت کیجاتی اور ان پوشیدہ مخاصمت کے سراغ لگانے میں بے ضرورت دیر کیجاتی تو یہ فتنہ روز بروز ترقی کرتا ہوا کہاں تک پہنچتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا کہ خلافت پر چاروں طرف سے حملے ہونے لگتے اور یہی مختلف مخالفت مدینۃ النبیؐ کو گھیر لیتی اور پھر خلیفہ عہد کو سوائے خانہ نشینی کے تحفظ کی کوئی دوسری صورت نہیں آتی۔

ان وجہوں سے اس مخالفت کی بہت جلد خبر لیگئی۔ ایک ہی مہینہ کے عرصہ میں امیرالمومنین کو اپنے دوست۔ دشمن۔ موافق اور مخالف کی پوری تمیز ہوگئی۔ امیرالمومنین پر موقوف نہیں۔ تمام اہل اسلام کو معلوم ہوگیا۔ کہ شام اور کوفہ کے لوگ خلیفہ سے بغاوت پر آمادہ ہیں جو خلافت کے شریک اور معین تھے وہ ایکطرف ہوگئے اور جو اس سے خلاف تھے وہ باغی ہوکر خلافت سے مقابلہ کے سامان فراہم کرنے لگے۔ اگر یہ عمال ان ملکوں میں نہ بھیجے جاتے تو وہاں کے سابق حکمران جو حضرت عثمان کی ملائمت اور مروان کی قوت کیوجہ سے اپنے اپنے متعلقات میں خود مختار ہو رہے تھے کہ بغیر کسی تحریک کے خود حاضر ہوکر خلیفہ عہد کی متابعت اور خلافت سے راستبازی اور امانت کے معاملے کرتے ہر شخص تو موقع اور اپنی گھات میں تھا۔ کسی کو کسی بہاری سے بہاری علاقہ کی فکر تھی کسی کی بیت المال پر نظر تھی۔ کوئی تحصیل زکواۃ پر دانت گڑائے تھا۔ غرض جو تھا وہ اپنی فکر میں نہ خلیفہ سے علاقہ نہ خلافت سے تعلق۔ فرمانروا کا غافل اور اسکے ارکین کا خود غرض اور خود مختار ہوجانا ملک کی تباہی فتنہ و فساد کا اصلی باعث ہوتا ہے۔

حضرت عثمان کے معاملات کو زیادہ تر انکی غفلت۔ نرم مزاجی۔ اور مروان کی بزدلی اور مفسدانہ حرکتیں ابتر کررکھا تھا ورنہ کسی سرکش قوم کو آسانی اور آہستگی سے مطیع کرلینا اسلام کی موجودہ گورنمنٹ سے ایسا دشوار نہیں تھا۔ مگر حضرت عثمان کی سادہ مزاجی نے اپنے معاملات کو اپنے اختیار سے باہر کردیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام ان سامانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی چکے تھے۔ اب اگر پھر انہیں اصول کی پابندی کیجاتی اور وہی روش اختیار کیجاتی تو وہ اہل اسلام جو کل حضرت عثمان کی طرز

حکومت پر معترض ہوتے تھے وہی آج امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اصول حکومت پر اعتراض کرنے کو موجود ہو جاتے بلکہ حضرت عثمان سے زیادہ حضرت علی مرتضیٰ قابل اعتراض ٹھہرائے جاتے۔ کیونکہ حضرت عثمان کو اس طرز حکومت کا کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اگر انہیں الزام لگایا جاتا تھا تو اسی لئے کہ انہوں نے یہ اصول اپنی حکومت میں کیوں قائم رکھے مگر جناب علی مرتضیٰ پر تو اس سے زیادہ اعتراض لازم آتے اور تمام دنیا کے لوگ یہی کہتے کہ آپ انکے اصول کی خرابیوں کو دیکھ چکے تھے اور اس سے جو نتیجے پیدا ہوئے تھے ان کا تجربہ بھی آپکو حاصل ہو چکا تھا مگر تاہم آپ نے اسی کی متابعت کی اور بہت بڑی غلطی کی۔

اگر اس امر کے خلاف ظہور میں آتا تو جناب علیؑ مرتضیٰ کے معاونین کو پھر اس اعتراض کے جواب کی مطلق گنجایش نہیں رہتی اور جناب علیؑ مرتضیٰ کی صداقت اور راست گفتاری کے اس اصول سے جو ہمیشہ آپکے عادات و خصائل کا ایک جزو اعظم دکھلایا گیا ہے صریحی انکار کرنا ہوتا۔ اور اسی وقت یہ امر بھی تسلیم کر لینا ہوتا۔ کہ جناب امیرالمومنین نے ایک وقت میں ایک شخص غیر کی رائے کو خطا سمجھکر اسکے ترک پر ہدایت کی اور پھر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہی رائے اپنے لئے عین اصول سمجھکر روا رکھی اور پھر کسی کے کہنے پر عمل کیا۔ یہ باتیں چاہے جیسی ہوتیں ضرورت زمانہ یا ضرورت ملکی کے لحاظ سے مگر یہ بھی شان مرتضوی کے ضرور خلاف ہوتی۔

اس مقام پر ہم مغیرہ ابن شعبہ والی روایت بھی لکھے دیتے ہیں جو اسکے متعلق تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین کو جب عمال کی تبدیلی منظور ہوئی تو آپ نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے باقیماندہ اصحاب میں سے ان لوگوں کو جنکے نام اوپر لکھے گئے منتخب فرماکر خلافت کے مختلف صوبوں میں روانہ فرمانے کی تجویز کی۔ مغیرہ ابن شعبہ کو اس جدید انتظام کی خبر لگی تو انکو سب سے پہلے معاویہ کا خیال آیا۔ مغیرہ اپنے دلمیں سوچنے لگا کہ جناب علیؑ مرتضیٰ کا استمزاج لینا چاہئے اور زیادہ تر معاویہ کی نسبت انکے خیالات دریافت کرنے چاہئیں۔ یہ سوچکر امیرالمومنین کیخدمتمیں حاضر ہوا اور تھوڑی گفتگو کے بعد عرض کی کہ چند امور بنظر اصلاح پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ چونکہ بنائے سلطنت ابھی استوار نہیں مناسب ہے کہ عمال عثمان کے عزل میں تعجیل نفرمائی جاوے۔ خصوصاً معویہ کی نسبت چونکہ وہ مدت دراز سے شام میں حکومت کر رہا ہے اسکی حکومت اسی پر مستقل رکھی جائے اور عمرو عاص کو چونکہ مرد تیز فہم چالاک صاحب حیلہ و تدبیر ہے۔ بہتر ہے کہ حکومت مصر کے وعدے پر رضامند کر کے اپنی اطاعت میں لایا جاوے کہ استحکام خلافت کے واسطے بغیر ان اسباب کے چارہ نہیں۔

امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے مغیرہ کی باتوں کو غور سے سُنا۔ معاویہ کیطرف سے جو شکایتیں اہل اسلام اور باقیماندہ اصحاب رسولؐ اللہ کو خلافت گذشتہ کے زمانہ میں تھیں وہ اسوقت تک انکے سینوں میں محفوظ تھیں۔ جاریہ والا معاملہ غنائم جزیرہ قبرس اور یاقوت سرخ کی شکایت حضرت ابی ذرؓ کی جلاوطنی کا الزام وغیرہ وغیرہ۔ ایسی باتیں تھیں جنہوں نے اہل اسلام کو معویہ ابن ابو سفیان کیطرف سے مخدوش کر دیا تھا اور اسکے مخالف ہو گئے تھے مگر مروان کا ایسا گہرا زور تھا کہ ان لوگوں کی کچھ پیش نہ چل سکی اور انکی تمام شکایتیں ایسی کی ایسی ہی رہ گئیں۔ اس خلافت کے زمانہ میں تو معاویہ

خلافت سے باغی اور اجماع امت سے منکر ہو گئے اور اس خلافت کو کسی طرح تسلیم نہ کر سکے اور شام کے علاقے پر خود مختار ہو بیٹھے۔ اب بغیر کسی چشم نمائی کے وہ ملک کا ملک یونہی چھوڑ دیتا یا اسکے خوف و دہشت کی وجہ سے خاموش رہ جاتا اور اسکو سکوت اختیار کرتا۔ مروان اور شاہ مردان کے فیصلہ میں بہت کم فرق باقی چھوڑتا۔

ان تدبیروں سے تو سوائے اسکے کہ اسلام سے دینداری اُٹھ جائے۔ اسکی صداقت۔ امانت اور راستبازی کا استیصال ہو جاوے طمع دنیاوی۔ حسد۔ کینہ۔ مخالفت اور عداوت کی بنیاد مضبوط کیجاوے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اسلام جسکی غرض خاص و عام کی ہدایت سے یہی تھی کہ دنیا میں شائستگی۔ اخلاق۔ اور اخلاص کی تعلیم بڑھے اور سابق شریعتوں کے ان نامکمل اور غیر مترتب اجزا کی پوری تکمیل ہو جاوے۔ جو انسان کی روحانی تعلیمات کے متعلق ابھی تک ویسی ہی نامکمل اور غیر مترتب ہیں اسلام کا پہلا فرض تھا کہ وہ دنیا کو صداقت کی تعلیم دے۔ اور راستبازی سے کام لیکر ایک کو دوسرے کا خیر خواہ اور ہمدرد بنائے

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ انہیں اصول سے خلافت کا کام لینے والے تھے جو اسلام کا اصل مدعا تھا۔ مغیرہ ابن شعبہ کی تجویز کو اس سے کیا علاقہ۔ اس اصول میں اسلام کی سچائی اور دینداری تھی اور اس طریقہ میں چالاکی اور عیاری۔ اگرچہ یہ امور سیاست و مدن کے ایک جزو بھی قرار دیئے جائیں مگر تاہم اس ملک اور تخت کے شایاں نہیں ہو سکتی۔ جہاں اسلام کی صداقت کا سکہ جاری تھا۔ اور مخبر صادق کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ امیر المومنینؑ اس تجویز کی متابعت کو ایک ساعت کے لئے بھی گوارا نہیں فرما سکتے تھے۔ نہایت آزادی سے آپنے اسکی باتوں کے جواب میں ارشاد فرمایا ماکنت متخذاً المضلین عضداً۔ میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنانا نہیں چاہتا۔ اب ایسے صریح انکار کے مقابلہ میں مغیرہ کو کسی اصرار کی کہاں گنجائش باقی رہی۔ یہ سُنکر اٹھے اور اپنے گھر واپس گئے۔ اب مغیرہ کی چالوں پر تو غور کرو انکی سفارش سے کوئی فائدہ تو نکلا ہی نہیں اور اس افسون نے اس معجز نما کے دل پر کچھ بھی تاثیر نہ کی۔ تو دوسرے دن مغیرہ ابن شعبہ پھر جناب امیر المومنین کی خدمت میں صرف اسی غرض سے حاضر ہوا کہ کل کی تقریر کے اثر کو جلکر آپ کے دل سے مٹا دیں نہیں تو ضرور آپکو شک ہوگا کہ مغیرہ معاویہ کی سازش میں ہے اور اسکی پاسداری کرتا ہے۔ امیر المومنین تنہا تھے اور اس وقت صحبت بالکل خالی تھی۔ مغیرہ نے حاضر ہو کر نہایت آہستگی سے عرض کی کہ مینے شب کو اپنی صلاح اور آپکی تجویز پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کی رائے بہت درست تھی۔ بڑا فائدہ اس عزل و نصب سے یہ ہوگا کہ مخالف سے موافق کی اور سرکش سے مطیع کی بخوبی تمیز ہو جائیگی۔ امیر المومنین مغیرہ اور مغیرہ کی باتوں کو خوب سمجھتے تھے سوائے سکوت کے کسی قسم کے جواب کو ضروری نہ سمجھا اور کچھ نہ فرمایا۔ تہذیب المتین صـ۱۲۰ طبری جلد چہارم صـ۵۴۲

عبداللہ ابن عباس اسی وقت مکہ سے تشریف لائے تھے۔ امیر المومنین سے ملاقات ہوئی تو مغیرہ کے آنے کی وجہ پوچھنے لگے۔ آپ نے پوری کیفیت کہدی۔ عبداللہ نے یہ سنکر کہا لقد صدق بالاول وکذب بالاخر امیر المومنین نے یہ سنکر جواب دیا۔ کہ میں اسکی مصلحت کو خود سمجھتا ہوں مگر اسمیں سوائے دنیاوی فائدے کے اسلام کا کوئی

اور فائدہ نہیں ہے۔ میں دنیا کے فائدے پہ اہل اسلام کو حریص کرنا نہیں چاہتا۔ میں اسلام کا امیر بھی ہوں اور امین بھی۔ مجھکو سب سے پہلے وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا۔ جو ابتدا سے اسکے اصول قرار دیئے گئے ہیں۔ میں انکو غیر مستقل حالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اور نہ ان پر ان لوگوں کو مسلط کرنا پسند کرتا ہوں۔ جنکو انکے ساتھہ کسی دلچسپی کا خیال ہے اور نہ کسی ہمدردی کا لحاظ وہ اپنی خود غرضی کے آگے اسکی بربادی اور ضایع ہونے کا ذرا بہی خیال نہیں کرتے۔ ہمکو عموماً تمام اہل اسلام کو جو بیشک اس خدائے برحق کی امانتیں ہیں۔ ایسے ظالم حیلہ جو اور کینہ پرور لوگونکی متابعت کے لئے مجبور کرنا نہیں ہوگا۔ جو اسکے ہمدرد نہیں ہیں اور جو انکو پورے طور سے اسکے احکام بہی تعلیم نہیں کر سکتے۔

بہر حال ابھی جناب امیر علیہ السلام کو بیرونجات کی طرف سے فراغت نہیں ہوئی تھی۔ اور ہنوز آپ اپنے واپس شدہ عاملونکی نسبت غور ہی کر رہے تھے کہ خاص مدینۃ النبیؐ میں فتنہ و فساد کے دو عظیم الشان ارکان قائم ہوئے۔ اور انہوں نے خلافت کے تمام کاروبار کو ایکبارہ درہم و برہم کر دیا۔

ہماری اتنی تمہید سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ اس فتنہ و فساد سے مولف کا کیا مقصود ہے۔ ہم اوپر کئی مقام پر طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کے نام لکھ آئے ہیں۔ سب سے پہلے یہی مدینۃ النبیؐ میں اس فتنہ و فساد کے باعث ہوئے تھے۔ اب اس مقام پر ہمکو پہلے ان حضرات کے مختصر حالات لکھدینے ضروری ہیں کہ ہماری کتاب کے معزز ناظرین کو انکے حالات و عادات۔ کردار و رفتار سے پوری اطلاع ہو جائے۔

طلحہ ابن عبید اللہ کے حالات

اسمیں شک نہیں کہ یہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی تھے۔ مورخ ابو الفدا انکو صحابیونکے تیسرے طبقے میں شمار کرتے ہیں۔ طلحہ ابن عبید اللہ جنگ احد میں اور اہل اسلام سے زیادہ ثابت قدم رہے مگر مشرکین کے آخر والے حملے نے ان کے پلٹے استقلال میں بھی لغزش پیدا کر دی۔ اور پھر یہ اپنی ہمت کے پاؤں نہ جما سکے۔ کوئی غزوہ۔ کوئی سریہ اسلامی غزوات میں انکے نام سے مخصوص نہیں اور نہ رسول اللہ کے زمانے میں کوئی ایسی ممتیزی خدمت اور نہ کوئی ایسا معزز منصب انکے سپرد تھا۔ جس کا ذکر ہمارے لئے اسوقت ضرور ہوتا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے وقت یہ انصار کے موید تھے اسی لئے دو نو خلافتوں میں یہ کسی منصب پر سرفراز نفرمائے گئے عموماً اہل اسلام کے طرح یہ خلافت سے وظیفے پاتے تھے خلیفہ اول کے بعد جب حضرت عمر کا تعین بالنص و الوصیتہ کے مطابق ہوا۔ اسکو طلحہ نے نہایت سختی سے ناپسند کیا۔ اسکی پوری کیفیت ہم تاریخ اعثم کوفی سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

چوں رنجوری صدیق زیادہ گشت دوات و قلم موجود بود۔ ہر پارہ کاغذ عہدنامہ نوشت و آن عہدنامہ بیکے داد و گفت برآنچہ درین صحیفہ نوشتہ صحابہ را مدہ بیرون جمع کن و ہمہ ایشان بخوان و بگو کہ نوشتہ خلیفہ را اجابت کنند و کسے را کہ ولیعہد گذاردہ است بے عذر قبول کنند۔ آن مرد در مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در آمد۔ مہاجر

وانصار معروف ومجہول وضیع وشریف حاضر بودند گفت اے یاران پیغمبر خلیفہ رسول اللہ چیزے بشما نوشتہ شما را بمتابعت آن فرمودہ متابعت آن کنید مردمان گفتند تقریر باید کرد تا چہ فرمودہ۔ پس کاغذے کہ صدیق بخط عزیز خود نوشتہ بود۔ عمر ابن الخطاب را خلیفہ گردانیدہ بود بر ایشان بخواند۔ قومے گفتند سمعناً۔ واطعناً وجماعتے از ان خاموش بودند۔ پس طلحہ ابن عبید اللہ نزدیک صدیق شد وگفت اے خلیفہ پسر خطاب را بر مسلمانان خلیفہ میکنی۔ صدیق گفت چرا اورا خلیفہ نکنم کہ سزاوار است طلحہ گفت اگر تو از سرائے فانی بدار البقائے جاودانی انتقال کنی وعمر ابن الخطاب خلیفہ باشد توان دانست کہ برچہ منوال با مازندگانی کند وبے شک از تو دران جہان از این معنی سوال کنند۔ پس اندیشہ کن وتفکر نمائی۔ اعثم کوفی۔

طلحہ ابن عبید اللہ کا دل حضرت عمر کیطرف سے صاف نہ تہا۔ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ان دو لیا حضرات کے سوء مزاجی کی وجہ میں ایک نقل لکہی ہے جو طلحہ کے معائب کو اور فاش کرتی ہے وہ لکہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر ابن الخطاب نے بسبیل تذکرہ طلحہ ابن عبید اللہ سے کہا کہ جناب رسولخدا تم سے بحالت ناراضی رحلت فرمائے اعلیٰ علیین ہوئے ہیں۔ طلحہ نے پوچہا کیا سبب۔ حضرت عمر نے بیان کیا کہ جب قرآن میں آیت حجاب نازل ہوئی اور جناب رسالتمآب نے اسکو تمام مسلمانوں کے سامنے پڑہا تو تم نے لوگوں سے کہا کہ عورات کے حجاب میں رکہنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ کل وہ صاحب انتقال کرینگے تو ہم ضرور انکی ازواج کے ساتہ نکاح کرینگے۔ تہذیب المتین صہ ۹۷

انہیں وجہوں سے خلافت ثانیہ کے دورے میں انکو کوئی مالی یا ملکی یا جنگی خدمت سپرد نہیں ہوئی جب اس خلافت کا زمانہ تمام ہو کر حضرت عثمان کی امارت کا دورہ شروع ہوا۔ تو جہاں ہر شخص عام اس سے کہ خلافت کا مستحق ہو یا نہ ہو۔ مگر وہ اپنے آپکو خلافت کے قابل اور خلیفہ کے مقابل سمجہنے لگے۔ ایسے خیال کرنے والوں میں پہلا نمبر انہیں کا تہا بیرونجات میں خلافت کے خلاف مدینہ سے جو خط وکتابت کا سلسلہ شروع کیا گیا تہا اسکی تجویز انہیں نے کی تہی طبری صہ ۴۰۵۔

کوفہ والونکے نام انہیں کے احکام جاری ہوئے تہے۔ انہیں نے اس فتنہ وفساد کے زمانہ میں اپنی تحریری قوتوں سے کوفہ والوں کو پورے طور سے تسخیر کر لیا تہا اور انکو اپنی پوری سازش میں لاکر اپنا ہمدرد اور معین اور خلیفہ عصر کا پورا پورا مخالف بنا رکہا تہا جب کوفہ والے مدینہ میں پہنچگئے تو انہیں طلحہ نے ابتدائے بغاوت سے لیکر اس کے خاتمہ تک ان کا پورا ساتہ دیا۔ وہ لوگ برابر انکے احاطے میں حاضر ہوتے تہے اور اپنے ہر امر میں انسے صلاح اور شوریٰ لیتے تہے تہوڑے دنوں تک تو انکی اس پوشیدہ مخالفت کی خبر خلیفہ عہد کے کان تک نہ پہنچ سکی۔ مگر ہفتہ دو ہفتہ کے بعد حضرت عثمان نے اپنے محاصرے کے عین زمانے میں طلحہ کو پورے طور سے پہچان لیا اور انکی مخالفانہ سازشوں کو کانوں سے سنا کیسا آنکہوں سے دیکہہ لیا۔ اسکی کیفیت یہ ہے۔ جب خلیفہ کے محاصرے کو زیادہ مدت گذری۔ اور اس بغاوت

نے بھی خلافت کے لئے کچھ فیصل بجھا نہ خلیفہ موجود معزول کیا گیا اور نہ کوئی دوسرا شخص اسکی جگہ پر مامور کیا گیا۔ آخرکار طلحہ یہ سوچکر کہ آج اس مسئلہ کا فیصلہ کر دینا چاہئے گھر سے اٹھے اور خلیفہ عصر کے مکان کے نیچے پہنچے اور باغیوں کے گروہ سے ملے۔ طلحہ نے یہ بہت بڑی غلطی کی کہ اپنے اظہار مدعا سے پہلے خلیفہ عصر کی تلاش نہیں کر لی حقیقت میں طلحہ نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ خلیفہ تو اپنی حالتوں میں آپ گرفتار ہیں وہ مکان کے کسی پوشیدہ اور محفوظ گوشہ میں بیٹھے ہونگے۔ ان کے یہ خیال ذہن نشین تھے۔ اُدھر اتفاق سے حضرت عثمان اپنے مکان کی چھت پر مخفی طور سے کھڑے ہوکر عبداللہ ابن عباسؓ سے حج اور امامت حجاج کی نسبت کچھ کہہ رہے تھے۔ اسی اثنا میں طلحہ ابن عبید اللہ نے عبدالرحمن مصری کو جو باغیوں کا سرگروہ تھا اپنی طرف بلا کر کہا۔ انکی تمام و کمال باتیں حضرت عثمان نے اپنے کانوں سے سُن لیں طلحہ کی تقریر تاریخ طبری میں اسطرح درج ہے۔

طلحہ ابن عبید اللہ بیامد و بایستاد ندانست کہ عثمان بر بام است پس عبدالرحمان مصری را فراخواند و گفت عثمان را سخت بگیرید کہ سپاہ نزدیک بیامد و رہا نکنید کہ بہ نزدیک او اندر شوند۔

انکی ایسی مخالفانہ تقریر سُنکر حضرت عثمان کو طیش آیا اور آج انکی مخالفت کا پورا یقین ہو گیا۔ ان کو اسی حالت میں اپنے دشمنوں کا بھی مطلق خوف باقی نہ رہا اور اپنے غصہ کی حالت میں طلحہ سے کہنے لگے کہ اے طلحہ این ہمہ تو میکنی و می پنداری کہ مرا بجشند۔ یارب تو طلحہ را درایں کار برخورداری مدہ و جان سپری مکن۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۱

اس واقعہ کو تاریخ روضۃ الصفا کے لائق مصنف نے نہایت خوبی سے مندرج کیا ہے انکی بجنسہ عبارت ہم اس مقام پر لکھے دیتے ہیں۔

بنابرایں عبداللہ ابن عباسؓ را بتجہیز توجہ سفر حرم پرداختہ بآن جانب روان شد۔ عبداللہ ابن ربیعہ گوید کہ پیش ازایں مبالغہ در قضیہ محاصرہ بخدمت عثمان رفتم و با عثمان بر بام قصر برآمدم و باستادم و در آن حین طلحہ آمدہ با عبدالرحمان عدیس السلوی کہ یکے از رؤسائے اہل خلاف بودہ در سر سخن با و بسیار گفت و بعد ازان عبدالرحمان با متابعان خود خطاب کرد کہ دیگر ہیچکس را مگذارید کہ پیش عثمان رود و ہر کہ عزیمت بیرون آمدن کند اورا منع کنید۔ آنگاہ عثمان بامن گفت کہ قضیہ را طلحہ انگیختہ است و آبروئے خلافت ریختہ۔ مردم را برمن دلیر ساختہ است و شمشیر عدوان آختہ۔ ورایت مخالفت برداختہ۔ بعد ازان دست نیاز بدرگاہ بے نیاز برداشتہ گفت بارخدایا شر طلحہ را از من باز دار و امیدوارم کہ او از متمنی خویش محروم گشتہ خون او ریختہ گردد۔ روضۃ الصفا جلد دوم

طلحہ کی یہ تقریر سُنکر ان لوگوں نے محصورین پر وہ قیامت کی شدت کی جو تمام اسلامی تاریخوں میں بالاتفاق درج ہے۔ محاصرہ کے انہیں دو نہیں بیاسے خلیفہ پر آب و دانہ تک بند کر دیا گیا۔ طلحہ ابن عبید اللہ نے کوفہ والوں کے ہمراہ ہو کر بیت المال اسلامی میں بھی ہاتھ لگایا۔ خلیفہ عصر محصور ہیں۔ انہیں کیا معلوم۔ رفتہ رفتہ وہ

تمام زر و مال جو غریب مسلمانوں کی قسمت کا امانتہ رکہا تھا۔ خدا کے زمانہ میں اس تاریک زمانہ میں تصرف کر ڈالا طلحہ نے اپنی خود غرضی کو اپنے خلیفہ عصر اپنے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امین اسلام اور اپنے امیر المومنین کی اعانت اور انکی جانی حفاظت پر مقدم سمجہا۔

بہر حال طلحہ ابن عبید اللہ کو خلیفہ عصر سے جتنی عقیدت تہی یا ان سے جسقدر خلوص تہا۔ اسکے اندازہ کرنے کے لئے ہماری یہ مختصر تحریر پورے طور سے کافی ہو سکتی ہے اس سے ہر شخص سمجہ سکتا ہے کہ ان کے خیال اپنے خلیفہ کیطرف کیسے تہے۔ اور ان خیالوں سے ان کا دلی مطلب کیا پایا جاتا ہے وہ اسلام اور اہل اسلام کے کسقدر ہمدرد رہتے تہے اور اپنی منفعت ذاتی کے مقابلے میں رفاہ و صلاح اسلامی کو کسقدر سمجہے ہوئے تہے۔ طلحہ ابن عبید اللہ نے باغیان کوفہ کو اپنی سازش میں لاکر اپنے آپکو مملکت اسلامی کا مستقل خلیفہ سمجہ لیا تہا۔ مگر اتفاق کو کیا کیجئے انہیں لوگوں نے جنکو یہ اپنا مطیع سمجہتے تہے۔ انتخاب خلیفہ کے وقت انکا نام بہی نہ لیا۔ بلکہ ایکدوسرے شخص کو منتخب کر لیا اور ان سے بہی اسی کی بیعت کرا دی واللہ در القائل وعسیٰ ان تحبّوا شیئا وھو شرٌّ لکم۔

زبیر ابن العوام کے حالات

طلحہ کے ہمخیال زبیر ابن العوام نکلے۔ بصرہ والے جس طرح طلحہ کے مطیع تہے اسی طرح کوفہ والے زبیر ابن العوام کی صلاح سے کام لیتے تہے۔ زبیر ابن العوام نے ان لوگوں کے ساتھ خلافت ثانیہ کے ایام سے نرمی اور ملائمت کے سلوک قائم رکھے تھے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کے دل میں انکی ایک جگہ ضرور ہو گئی تہی۔ کوفہ والوں کے یہ رنگ دیکھکر طلحہ ابن عبید اللہ کو زبیر ابن العوام کو اپنی طرف بلانے کی سخت ضرورت ہوئی۔ طلحہ نے ان کو حصول خلافت کی ایسی قوی امیدیں دلا کر اور بصرہ اور کوفہ والوں کے معین اور مطیع ہو جانے کا اسقدر یقین دلایا کہ زبیر کو ابہی دوسرے ان کے مطیع کیا ہونگے پہلے طلحہ کا مطیع ہونا ضرور ہو گیا۔ خلیفہ عصر کی تمام مصیبتیں تمام ہو گئیں اور وہ خود بہی قتل کئے گئے۔ مگر ان دونو حضرات کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ محاصرہ کیحالتیں جو روش طلحہ کی تہی وہی زبیر کی۔

امام واقدی نے اپنے فتوحات میں لکہا ہے کہ جب زمان محاصرہ میں پانی حضرت عثمان پر بند ہوا اور شدت تشنگی سے جان لبوں پر آئی تو خلیفہ نے سعد ابن العاص کو زبیر ابن العوام کے پاس بطلب استمداد بہیجا۔ زبیر اس وقت اپنے اصحاب کے ساتہہ احجار زیت کے مقام میں مقیم تہے۔ یہ مقام مدینہ سے کچہ فاصلہ پر واقعہ ہے جب سعید نے خلیفہ عصر کا یہ پیغام پہنچایا تو زبیر ابن العوام نے قرآن کی یہ آیت پڑھکر ان کو وہاں واپس بہیجدیا وحیل بینھم و ما یشتھون کما فعل باشیاعھم من قبل انھم کانوا فی شک مریب ان کے اور اس چیز کے درمیان جسکی وہ خواہش رکہتے تہے حائل کر دیا گیا جیسا کہ ان سے قبل انکے دوستوں کے ساتہہ سابق زمانہ میں کیا گیا ہے کیونکہ وہ شبہ کرنیوالوں میں تہے تہذیب المتین صفحہ ۲ باسناد فتوحات کامل واقدی۔

اول تو امیر المومنین کو مخالفین کے عین محاصرہ کی حالت میں چھوڑ کر زبیر کا بیرون شہر مقام کرنا بھی شبہ سے خالی نہیں ہو سکتا پھر انکی استدعا کے جواب میں ایک ایسی بات کا پڑھنا جو مخصوص کا فرونکے محروم رکھنے جانیکی تصدیق کر رہی ہے صاف صاف ان کے خیالات اور انکے ان پوشیدہ اور دلی حالات کو بتلا رہی ہے جو اپنے خلیفہ کیطرف سے انکو حاصل تھی۔

اب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے زمانہ میں انکی کیا حالت رہی۔ عمال کے انتظام کے بعد جب ان دونوں حضرات کو معلوم ہو گیا کہ شام اور عراق امیر المومنین کی بیعت نہ کرینگے تو انہوں نے انکی پہلی اطاعت کا خیال کر کے ایسے موقع کو اپنے کامیاب ہونیکے لئے نعمت آسمانی سے کبھی کم نہیں سمجھا۔ اور ابتدائے خلافت سے انہیں فکر دامنگیر رہنے لگے مگر مشکل ہوتی کہ عراق میں پہنچنے کیلئے ابھی کوئی ذریعہ اور واسطہ ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ اس غرض سے یہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدعا کو یوں ظاہر کیا کہ امیر المومنین نے مملکت اسلامی میں عمال مقرر فرمائے اور بیرونجات کی تمام خدمتیں انہیں کے حوالہ فرمائیں۔ مگر ہمکو یاد نہ فرمایا۔ اب صرف کوفہ یا بصرہ باقی ہے یہاں کی امارت ہمکو عنایت کیجائے امیر المومنین نے انکی اس درخواست کا جواب نہایت آہستگی سے یوں دیا کہ تم مدینہ میں اب تنہیں لوگ باقی رہ گئے ہو۔ اگر میں تمکو بھی بیرونجات میں بھیجدوں تو پھر امور ملکی کی دشواریوں کے وقت کس سے مشورہ یا اصلاح لوں طبری جلد چہارم صفحہ ۵۸ امیر المومنین کے اس کلام سے انکی دلجوئی کیا ہو گی انکی پوری دلشکنی ہو گئی۔ اور وہ آزردہ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے کوفہ و بصرہ کی امارت کے لئے درخواست کی تھی اور طبری کے نزدیک وہ امیر المومنین کی خلافت کا دوسرا ہی دن تھا مگر امیر المومنین نے اسدن انکی درخواست کا کچھ جواب نہ دیا۔ طبری صفحہ ۵۲

استدعائے امارت کی نسبت علامہ طبری نے انکے بیان کو ایک دوسرے پیرایہ میں بھی لکھا ہے ہم اسکو بھی لکھے دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ عراق کے غیر مطیع ہونے کا یقین جب ہو گیا اور امیر المومنین کا فرستادہ عامل وہاں سے واپس آیا تو یہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ عراق کے لوگ آپ کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ سزائے کامل کے بغیر یہ باز نہ آئینگے آپ انکو بے فوج کے نہ سمجھیں۔ ہم دونوں کو کوفہ اور بصرہ کی طرف روانہ فرمائیں۔ ہم وہاں سے فوجیں تیار کر کے آپکی خدمتمیں حاضر ہوں اور ان پر حملہ کر کے انکی ہمیشہ کے لئے گوشمالی کر دیں۔ طبری صفحہ ۵۴۸

بہرحال اس تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں کو امارت کوفہ اور بصرہ کا کسقدر انتظار اور اشتیاق بندھا ہوا تھا اور اسکے حاصل ہو جانے کے لئے کیسی کیسی چالیں اختیار کیجاتی تھیں۔ کہیں کسی موقع پر امیر المومنین سے منت و سماجت کیجاتی ہے کہیں موقعہ دیکھکر اپنے بھیجدئے جانے پر امیر المومنین کو مجبور کئے جاتے تھے۔ کہیں کسی موقع پر حفاظت المسلمین کو خلافت کی ترغیب دیجاتی تھی غرض کوفہ اور بصرہ کی ایک امارت تھی اور اسکے حاصل کرنیکی سو ترکیبیں جناب امیر المومنین کا اسکے قبول کرنیمیں جو تامل تھا وہ ظاہر ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمام اہل اسلام کے سامنے تو آپ دست بقبضہ ہونے سے اپنا ایسا انکار ظاہر فرما چکے تھے اور پھر طلحہ اور زبیر کے جنکے حالات خلیفہ عثمان کے محاصرہ کے وقت سازش اور شبہہ

سے خالی نہیں پائے جانتے کہنے سے عراق والوں پر بلا انتظار ان کے حملے کے پہلے اپنی ہی طرف سے فوج کشی کر دیں۔
امارت کوفہ اور بصرہ کے نکلنے سے یا اور کسی وجہ سے انکو جناب امیرالمومنین کے ساتھ جو خصومت ہو گئی ہے مگر امیرالمومنینؑ کو ان سے کسی مخالفت یا عداوت رکھنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ ان کے بار بار استدعا پر شنوا نہونیکی اصل وجہ یہ تھی کہ انکے رفتار و کردار کو عثمان ہی کے وقت سے امیرالمومنین ملاحظہ فرما رہے تھے۔ مدینہ کا وہ کون ایسا رہنے والا تھا جسکو یہ معلوم نہیں تھا کہ کوفہ والے زبیر ابن العوام کے موافق اور بصرے والے طلحہ ابن عبیداللہ کے موید ہیں اور انکے دلوں پر انکی سازش کے گہرے نقشے جم گئے ہیں یہانتک کہ کئی مقاموں پر بصرے والوں نے طلحہ کے لئے اور کوفہ والوں نے زبیر کے لئے خلیفہ ہونے کی رائے بھی ظاہر کر دی تھی۔ ابوالفدا ص۱۷۲
جب ایک جگہ کی رعایا اور وہانکے عامل میں جو عام اس سے کہ وہاں جاچکا ہو یا وہاں بھیجے جانے کے لئے تجویز کیا جاتا ہو اطاعت اور متابعت کا خلوص اتنا وسیع ہو کر سازش۔ بغاوت کے احتمال تک پہنچ گیا ہو تو کوئی فرمانروا۔ کوئی بادشاہ اور کوئی حکمران اپنے اس عامل کو جسکی یہ حالت ہو وہاں کیسے بھیج سکتا ہے اور یہ سیاست ملکی کے اصول سے ایک ایسا عام اور قوی اصول ہے جو آج تک ارباب سیاست اپنے استحکام اور استقلال مملکت کے لئے مفید سمجھ رہے ہیں پھر اس اصول کی تخصیص کچھ طلحہ اور زبیر ہی کے ساتھ نہیں تھی۔ معویہ ابن ابی سفیان کے ساتھ بھی یہی اصول مانع تھے۔ شام کے باشندوں کے ساتھ بھی معویہ کی یہی حالت تھی۔ معویہ بھی وہاں کی رعایا کو اپنی سازش میں بغاوت کے درجہ تک پہنچا چکے تھے۔ وہانکی رعایا کسی حالت میں اسکے جائز یا ناجائز احکام میں سر مو اختلاف نہیں کر سکتی تھی ان کے نزدیک معاویہ کے مقابلہ میں خلیفہ عصر کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ وہ انکے آگے کسی کے احکام کو کوئی چیز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ معاویہ اور دیگر بنی اُمیہ کے سوا تمام اہل اسلام کو وہ کوئی شے نہیں جانتے تھے۔ ہم معاملات صفین میں ان کے پورے حالات کو عنقریب لکھتے ہیں۔
معاویہ کو بھی شام پر مستقل نہ رکھے جانے کی یہی وجہ تھی جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ معویہ تو علانیہ باغی ہو کر شام میں بیٹھ رہے۔ امیرالمومنین انکے تصفیہ کی فکر میں غور فرما رہے تھے۔ اب اگر انکی موجودگی میں ان لوگوں کو یہ امارت دے دی جاتی تو پھر معویہ کی ایسی انکی بھی خبر لینی ہوتی۔ امیرالمومنین ان معاملات کے انداز کو خوب سمجھ رہے تھے اور پہلے سوچ چکے تھے کہ معاویہ ہو یا کوئی اور۔ طلحہ ہو یا کوئی اور۔ میرے ساتھ مخالفت میں سب کا وزن برابر ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ معاویہ کے معاملات ہوں یا طلحہ کے زبیر کے واقعات ہوں یا ام المومنین عائشہ کے۔ صفین کے وجوہات پر نظر ڈالی جائے۔ یا جمل کے اسباب پر جب غور کیا جاویگا تو صاف طور سے معلوم ہو جائیگا کہ امیرالمومنین کے ساتھ ان معاملات میں کوئی اور شکایت نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا الزام ہے۔ صرف اپنی خود غرضی اور ان قدیم مخالفتوں کا بخار نکال لینے کے لئے ہر شخص نے اپنے لئے ایک پہلو نکالا ہے ورنہ نہ کوئی جنگ ہے نہ جنگشی۔

طلحہ اور زبیر کی بغاوت

جب طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ امیر المومنین علیہ السلام ہمارے لئے کچھ نہیں کر سکتے اور نہ مدینہ میں رہ کر اپنے حصول مقصد کی کوئی تدبیر ان کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔ تو انہوں نے مدینہ سے مکہ کی ہجرت کا قصد کیا اور وہاں جاکر اپنی مخالفت کے بازار گرم کرنیکی صلاح ٹھہرائی بمصمم ارادہ کرکے یہ دونو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں مکہ کی اجازت مانگنے کی غرض سے تشریف لائے۔جب بنی امیہ کو اجازت ملگئی اور ان کے ایسے قدیم مخالف کی پرواہ نگیئی تو یہ لوگ کیا روکے جاتے۔ امیر المومنین نے ان سے بھی کھلکر کہدیا کہ جب تمہارا دل مدینہ میں نہیں لگتا تو بہتر جہاں مناسب سمجھو وہاں رہو۔ یہ اتنے جواب کو مغتنمات سے سمجھکر یثرب سے حجاز کی طرف روانہ ہوگئے۔ روضۃ الصفا جلد ۲

مدینہ سے لیکر مکہ تک جو شخص راہ میں انکو ملتا گیا۔ یہ ان سے ام المومنین عائشہ کی خبر پوچھتے گئے۔اور یہ کہتے گئے کہ ہم نے امیر المومنین کی بیعت صدق دل سے نہیں کی تھی۔ان دونو صاحبوں کے حالات کو یہاں تک پہنچا کر ہم اب ام المومنین عائشہ کے مختصر احوال ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حضرت عثمان کے قتل ہونے سے کچھ دن پہلے ام المومنین عایشہ مکہ میں چلی آئی تھیں۔ ان کے خیالات حضرت عثمان کی طرف سے خلاف ہو رہے تھے۔ بلکہ مورخ ابو الفدا کے قول کے مطابق تو خلیفہ عصر کیطرف سے انکو نفرت ہوگئی تھی اور روضۃ الصفا کے اسناد کے رو سے تو یہ انکے محاصرہ کے ایام میں علانیہ انکے قتل کا فتویٰ دیتی تھیں۔ امام طبری اپنے اسناد سے ان کے خیالات کو جو حضرت عثمان کیطرف سے تھے۔ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

چون عثمان را بحصار گرفتند۔ عائشہ بحج ہمی رفت وہمیگفت عثمان رض را توبہ باید کردن و باخویشتن را از خلافت خلع کن۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۹۔

جناب امیر المومنین کی تخت نشینی نے ان کے ان خیالوں میں ایک فوری تبدیلی پیدا کردی اور طلحہ و زبیر نے مکہ میں پہنچکر ام المومنین کے ان خیالوں میں جو امیر المومنین کی طرف سے یہ رکھتی تھیں اور اشتعال پیدا کردی ام المومنین کے دل میں امیر المومنین کیطرف سے ایک پوشیدہ مخالفت ضرور تھی۔اور اسکی وجہ وہی ہے جو علامہ طبری نے تاریخ میں درج فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں۔

چون عثمان را بکشتند و با علی بیعت کردند۔ عائشہ را اندوہ آمد از بہر آن سخن کہ علی گفتہ بود۔ آن وقت کہ باو آن دروغ گفتہ اند (افک) چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت چہ کنم درکار این زن۔ علی در جواب گفتہ بود در آنوقت کہ درجہان زن بسیار اند۔ اگر بایکے دلت ناخوش شدہ است او را بگذار و دیگرے را زن کن۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۴۹

اس مخالفت سے ام المومنین کی دلی مراد کیا تھی۔ کیا وہ اپنے لئے منصب امارت چاہتی تھیں۔ نہیں ہرگز نہیں مگر عام اس سے کہ انکے دل میں ایسے خیالات نہ بندھتے ہوں مگر یہ امر ضرور تہا کہ وہ زبیر ابن العوام کی خلافت کیلئے ضرور کوشاں تھیں اور ان کا مقصود یہی تہا کہ جناب علیؑ مرتضیٰ سے خلافت منتزع ہوکر زبیر ابن العوام کے سپرد کی جاوے۔ زبیر ابن العوام سے زیادہ ان کے بیٹے عبد اللہ کو چاہتی تھیں اور اسکی وجہ یہ تھی کہ زبیر ابن العوام کو ان کی بڑی بہن اسما بنت ابی بکر بیاہی تھیں اور عبد اللہ انہیں کے بطن سے تھے چونکہ ام المومنین نعمت اولاد سے محروم تہیں۔ اسلئے عبد اللہ ابن زبیر کو انہوں نے تبنیت میں لیا تھا اور ان کے ساتہہ وہی محبت اور الفت رکہتی تھیں جو عموماً ایک ماں کو اپنے اکلوتے بیٹے سے ہوتی ہے۔ عبد اللہ ابن زبیر کی رعایت سے انکی کنیت ام عبد اللہ مقرر ہوئی تہی۔ تہذیب المتین صہ ۲۸

اسمیں شک نہیں کہ ام المومنین امیر المومنین کی مخالف تہیں۔ طلحہ اور زبیر کے مکہ پہنچنے سے پہلے یہ مراسم حج ادا کرکے مدینہ سے مکہ کو لوٹ چکی تہیں۔ ابھی مکہ سے صرف دو یا ایک ہی منزل گئیں تھیں کہ انکو عبید ابن اسلمہ مدینہ سے آتا ہوا ملا۔ انہوں نے اس سے مدینہ کی خبر پوچھی۔ اس نے بیان کیا کہ حضرت عثمان کو مصریوں نے مار ڈالا اور اجماع لئے منصب خلافت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے سپرد کیا۔ اتنا سنا تہا کہ ام المومنین نے اپنے ناقہ کی مُہار پھیری اور مکہ کیطرف پھر لوٹیں۔ اور فرمانے لگیں کہ اب میرا قیام مدینہ میں نہیں ہوسکتا۔ اسی منزل سے پھر مکہ واپس چلی آئیں۔

راہ میں ابن اسلمہ سے فرمایا اگر تیرا بیان سچ ہے تو بیچارے عثمان ظلم وستم سے مارے گئے۔ ان کے خون کا قصاص ان کے قاتلوں سے میں لونگی۔ ابن اسلمہ نے جواب دیا کہ آپ تو حضرت عثمان پر ہمیشہ زبان تشنیع وطعن دراز فرمایا کرتی تھیں انکے قتل کا فتویٰ بھی دیتی تہیں۔ اب کیا ہوگیا اور کہاں سے انکی محبت اتنی آگئی کہ انکے ورثا اور متعلقین تو پیچھے رہ گئے۔ سب سے پہلے آپ ہی انکے قصاص پر مستعد ہوگئیں۔ ام المومنین نے تامل کے بعد فرمایا کہ جب حضرت عثمان نے توبہ کرلی۔ تب انکے ساتہہ یہ ظلم کیا گیا جب تک توبہ نہ کی تھی وہ البتہ خطا وار تہے جب توبہ کرلی تو معصوم ہوگئے۔ عبد اللہ ابن اسلمہ ایک ذہین اور طباع شخص ضرور تہا۔ اس نے اس واقعہ میں چند اشعار نظم کئے ہیں جنکے دو شعر یہ ہیں۔

فمنك البداء ومنك الغير	ومنك الرياح ومنك المطر
وانت امرت بقتل الامام	وقلت لنا انه قد كفر

تمہیں سے ابتدا ہے اور تمہیں سے قرار۔ تمہاری طرف ہوا ہے اور تمہاری ہی طرف بارش۔ تمہیں نے ہمکو امام کے قتل کا حکم دیا اور کہا کہ کافر ہوگئے۔ روضۃ الصفا جلد دوم۔

بہرحال ام المومنین مکہ واپس آئیں اور طلحہ و زبیر کے ساتھ ہوکر امیرالمومنین پر فوج کشی کی فکر ہونے لگی سب سے پہلے مصارف جنگ کا فراہم کرنا تھا ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ یعلی ابن منیہ تمام زر بیت المال لیکر ہمراہ لیکر مکہ چلا آیا تھا۔ عبد اللہ ابن عامر بھی بصرہ سے بہت کچھ لایا تھا۔ خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یعلی ابن منبہ چار سو اونٹ صرف باربرداری کے ہمراہ لیکر یمن سے مکہ کو گیا تھا۔ امام طبری اپنی تاریخ میں اس اجمال کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ یعلی ابن منبہ نے تین ہزار اونٹ تین لاکھ درہم اس جنگ کے مصارف کے لئے یہ کہکر دیئے تھے کہ این زر و مال اسمال فدائے شما است۔ اتنا کثیر مال اس سرکشی اور فوج کی ترتیب کے لئے پورے طور سے کافی ہو گیا طلحہ نے فوجی انتظام کو تو زبیر کے متعلق چھوڑا۔ اور خود دوسرے لوگوں سے سازش کرنے میں مصروف ہوا۔ اور اپنی اس تجویز میں ام المومنین کو بھی شامل کرلیا۔ سب سے پہلے یہ عبد اللہ ابن عمر کے پاس گئے۔ عبد اللہ ان دنوں مکہ ہی میں تھے اور عائشہ حفصہ کے پاس گئیں۔ یہ بھی اپنے بھائی کے ہمراہ مدینہ سے آئی تھیں طلحہ نے عبداللہ سے پوری کیفیت کہکر یہ کہا کہ ام المومنین کا ایسا ارادہ ہے اور انکی رکاب میں ایک گرانبار فوج آمادہ بہ پیکار ہے۔ آپ بھی ان کا ساتھ دیں۔ تاریخ اعثم کوفی میں یہ قصہ نہایت دلچسپی سے لکھا ہے جسکی بلفظہ عبارت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عبد اللہ ابن عمر گفت کہ اے خواجگان مرا فریب دادہ بیرون مکشید۔ چنانکہ خرگوش را فریب دادہ از سوراخ بیرون میکشند و بعد ازان در دہان شیر اعنی امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ اند اختند و شمارا با من این سخن و نگیرد و مرا ہیچ نتوانستید فریفت۔ چہ مردمان را بزر و سیم و دینار و درم و انواع زخارف دنیاوی فریب میتوان داد من از سر این برخاستم و گوشہ گرفتہ۔ اگر خواہان این کار بودے۔ بعد از وفات پدرم خلافت را کہ برمن عرضہ داشتہ بودند۔ بے ہیچ رنج و مشقت و مخالفت و منازعت ضبط کردی۔ پس دست از من بدارید و از جہت این کار کسے دیگر را طلب کنید کہ من از جماعت نیستم کہ بمکر و شعبدہ شما فریفتہ گردم۔

طلحہ تو جواب صاف پاکر واپس آئے۔ انہیں کی ایسی گفتگو عائشہ اور حفصہ میں ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے سے ان دو نوں بیویوں میں اتفاق تھا۔ اسلئے حفصہ نے انکی تجویز کو پسند کیا اور یہ کہکر انکے ہمراہ چلنے کو آمادہ ہوگئیں کہ من عائشہ را مخالف نشوم طبری جلد چہارم صہ ۱۵۵۔

ام المومنین تو حفصہ کو راضی کرکے گھر گئیں۔ یہ کیفیت عبد اللہ ابن عمر کو معلوم ہوئی۔ گھر میں آکر بہن پر بہت خفا ہوئے اور ان پر اسقدر تشدد کیا کہ آخر کار وہ اپنے ارادے سے باز آئیں۔ طبری صہ ۱۵۵

ام المومنین کو اسکی خبر لگی تو سخت اندیشہ ہوا۔ اب انہوں نے یہ سوچا کہ حفصہ کے علاوہ ازواج مطہرات میں سے کسی دوسرے کو اپنا ردیف بنائیں۔ ام المومنین ام سلمہ بھی وہیں تشریف رکھتی تھیں یہ انکی خدمت میں

بھی پہنچیں۔ اور ان سے بھی وہی۔ خون عثمان کی طلبگاری ۔ امیرالمومنین کی شکایت۔ غرض جو جو باتیں ذہن نشین ہو رہی تھیں بیان کیں اور یہ استدعا کی کہ آپ بھی میرے ہمراہ ہوں۔ صاحب روضۃ الصفا نے ام المومنین ام سلمہ کی اس تقریر کو نہایت پُرتاثیر الفاظ میں بیان کیا ہے۔ انکی بجنسہ عبارت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ام سلمہ قلق و اضطراب عظیم نمودہ جواب داد کہ اے عائشہ چگونہ با علی ابن ابی طالب کہ نسبت خویشے اور ابر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم از روئے صورت و سیرت میدانی۔ مخالفت کنم و تو دیروز عثمان را بکفر نسبت میکردی و امروز باز او را امیرالمومنین میگوئی۔ واللہ کہ خلق ترا بوسوسہ و فریب میخوانند کہ از طریق صواب و جادہ مستقیم منحرف سازند و ترا بخدائے عز و علا سوگند میدہم کہ از رسول نشنیدی کہ فرمود کہ از لیالی و ایام نخواہد گذشت و سگان آبی در عراق کہ آنرا حوب می نامند بر یکے از ازواج من بانگ میکنند و آن زن درمیان اہل بغی باشد و ہنگام استماع این سخن انارے کہ در دست داشتم بے اختیار بر زمین افتاد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بجانب من التفات نمودہ فرمود کہ چہ می شود ترا اے ام سلمہ۔ گفتم یا رسول باوجود این مقائل از تغیر حال من چہ حاجت بہ سوال است۔ آنحضرت تبسم گشتہ نظر مبارک بر تو انگند و گفت گمان می برم کہ آن زن تو باشی اے حمیرا۔ ام المومنین عائشہ قول ام المومنین ام سلمہ را تصدیق نمودہ گفت کہ من از این عزیمت تقاعد نمودم کہ ہیچ نعمت بہتر از کنج سلامت نیست۔ روضۃ الصفا جلد ثانی۔

حضرت ام سلمہ کی خدمت میں جاکر تو ام المومنین عائشہ نے وہ باتیں سُنیں کہ غیر کی آمادگی میں کیا اپنی ہی آمادگی میں انکو بہت بڑا تامل ہو گیا۔ اور وہ اپنے قصد سے انکار کرنے لگیں۔ مگر پھر عبداللہ ابن زبیر کی محنت ان کو راستہ پر لگا لائی۔ دیکھو ہم اس کیفیت کو اسی تاریخ سے لکھتے ہیں۔

چون ابن زبیر آگاہ شد کہ از عائشہ گفت کہ اگر تو در این سفر مرافقت من ننمائی من خود را ہلاک می سازم یا با سر و پائے برہنہ در بیابان پا می نہم۔ عائشہ باوجود مبالغہ ابن زبیر ملتمس الیشان قبول نفرمود۔ عاقبت ارباب مکر و حیلہ بسمع صدیقہ رسانیدند کہ عبداللہ ابن زبیر بے زاد و راحلہ بجانب بصرہ رفتہ اگر بندارک مہم وے نپردازی در راہ ہلاک خواہد گشت۔ چوں عائشہ با او محبتے مفرط داشت ناچار با مخالفان امام زمان موافقت نمودہ عزیمت بصرہ کرد۔

بہرحال مکہ میں فوجکشی کے سارے سامان فراہم کر لئے گئے تو یہ تجویز ہوئی کہ پہلے کس ملک کیطرف رُخ کریں شام کیطرف سے وہ پہلے مایوس ہو چکے تھے۔ معویہ سے موافقت کے پیغام ڈالے تھے مگر اس نے انکی ایک نہ سُنی انکے خطوط کا جواب بھی نہ دیا۔ اپنی طرف سے تو نہیں بلکہ ایک لامعلوم الاسم شخص کی طرف سے خفیہ ان کے پاس کہلا بھیجا کہ میں طلحہ۔ زبیر اور عائشہ کو نصیحت کرتا ہوں۔ اگر وہ میرے لکھے کو قبول کریں تو بہت نفع اٹھائینگے وہ نصیحت

یہ ہے کہ یہ لوگ شام میں آکر معاویہ کو پریشان نہ کریں کیونکہ معاویہ بہت بڑے فتنہ والا آدمی ہے لاعثم کوفی صہ۱۵۱ وبتغیر الفاظ رسالہ المرتضیٰ صہ۳۰۳) اسی سے وہ لوگ سمجھ لیں کہ حضرت عثمان نے اپنی مجبوری کی حالت میں اس سے مدد مانگی اور اس نے قبول نہ کیا۔ آخر اسکا اس تامل سے کیا مطلب تھا معویہ کی طرف سے ایسا خشک جواب پاکر انکے قدم شام کی طرف نہ بڑھ سکے۔ اور اسکی طرف سے یہ لوگ بالکل مایوس ہو گئے۔ شام کے بعد عراق تھا اور تو کسی ملک میں بغاوت تھی نہیں آخرکار انہیں عراق ہی کی تجویز ہوئی اور یہی تجویز انکے واسطے مفید بھی تھی۔ کیونکہ طلحہ ابن عبیداللہ کو جو بصرے والوں کے ساتھ تعلق تھا وہ تو معلوم ہے۔ اور ویسا ہی زبیر ابن العوام کو جو کوفہ والوں سے علاقہ تھا وہ بھی ظاہر ہے۔ اگر کسی وجہ سے امیر شام نے انکی اعانت بھی تو کیا ان دونوں مقاموں کی رعایا اچھی طرح سے انکی متابعت پر آمادہ تھی۔ مزید بر آں عبداللہ ابن عامر بصرہ کا سابق عامل امیرالمومنین سے خلاف ہو کر ان لوگوں سے پہلے مکہ میں اکثر موافقت کر چکا تھا۔ اسکے اصرار نے انکو اور بھی بصرہ کی طرف جلدی روانہ کر دیا۔

بہرحال طلحہ نے بہت جلد مکہ سے بصرہ کا رستہ لیا۔ انکی خبر مدینہ پہنچی۔ ان کے نیچے بچائے ہمخیال جو مدینہ میں سراغ یابی اور خبر رسانی یا اور کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے فوراً مدینہ سے اٹھے اور راستہ میں پہنچکر ہمرکاب ہو گئے مغیرہ ابن شعبہ۔ سعید ابن العاص اور مروان الحکم نہایت مستعدی سے انکے ہمراہ ہوئے۔ مگر نیتوں میں سب کے فرق اور طبیعتوں میں سب کے اختلاف۔ ابھی یہ لوگ ایک منزل گئے ہونگے۔ یا دو کہ مغیرہ ابن شعبہ نے طلحہ ابن عبیداللہ سے پوچھا کہ اگر تمکو امیرالمومنین پر فتح ہوئی تو خلیفہ کون ہوگا۔ طلحہ نے جواب دیا میں یا زبیر۔ اب ان دونوں میں جسے اہل اسلام پسند کریں یہ سنکر مغیرہ نے کہا کہ مسئلہ خلافت تو ابھی تک ویسا کا ویسا ہی متنازع فیہ ہے یہ کام تمام نہ ہوگا۔ مغیرہ نے یہ تمام باتیں سعید ابن العاص سے کہدیں اور سمجھا دیا کہ ہم اپنے ارادوں میں انکے ہمراہ ہو کر ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اتنی سفر کی صعوبت اٹھانا اور کچھ نہ پانا عقلمندی کے خلاف ہے۔ غرض مغیرہ ابن شعبہ یہیں سے خود بھی لوٹا اور سعید ابن العاص کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ طبری جلد چہارم صہ۱۵۵۔

ان لوگوں میں سے صرف مروان الحکم طلحتین کے ہمراہ رہے خیشکل تو یہ تھی کہ طلحہ ابن عبیداللہ بھی مروانکی طرف سے صاف نہ تھے۔ اور وہ بھی انکی طرف سے مشکوک تھا مگر اسوقت ایک مخالفت علیؑ کی ضرورتوں نے دونوں کو متفق ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ طلحہ کی فوج مکہ سے چلکر رات کو ایک چشمہ پر پہنچی جسکا نام ماءالحوأب تھا رات کا سناٹا تھا ہی کا وقت تمام میدان سنسان گتے قافلہ کی آمد اور آدمیوں کی آہٹ پاکر متوحش ہوئے اور بھونکنے لگے۔ کتوں کا بھونکنا تھا کہ ام المومنین کو خوف ہوا۔ ایک تو جناب رسولخدا کی حدیث یاد تھی۔ دوسرے ام المومنین ام سلمہ نے دوبارہ یاد دلا کر تازہ کر دیا تھا انکو سخت انتشار رہا۔ دلیل جو راستہ بتانے کیلئے ساتھ لیا گیا تھا وہ ہمیشہ انہیں کے اونٹ کے پاس رہتا تھا۔ اس سے انہوں نے پوچھا کہ اس چشمہ کا کیا نام ہے اس نے کہا کہ اسکو ماءالحوأب کہتے ہیں۔ اتنا سننا تھا کہ

ام المومنین بیحواس ہوگئیں اور فرمانے لگیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے اپنی مستند کتاب ازالۃ الخفا میں اس واقعہ کو امام احمد ابن حنبل ابوبکر اور ابو العلی کے اسناد سے لکھا ہے۔ ہم انکی عبارت بلفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

مرت بماء بنی عامر یقال لہ الحوأب فنبحت علیہ الکلاب فقالت ما ھذا قالوا ماء لبنی عامر فقالت ردونی ردونی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کیف باحد یکن اذا نبحت علیھا کلاب الحواب۔

جب چشمہ بنی عامر پر پہنچیں جسکو ماء الحوب کہتے ہیں۔ کتوں نے بھونکا۔ ام المومنین نے پوچھا یہ کون چشمہ ہے کہا گیا یہ چشمہ بنی عامر۔ کہنے لگیں مجھکو پھیرو پھیرو۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ تم میں اسکی کیا حالت ہوگی جس پر ماء الحوب کے کتے بھونکیں گے۔ ازالۃ الخفا۔ طبری جلد چہارم صد ۵۵۲۔ ابو الفدا جلد دوم ص ۲۱۸

ام المومنین اسقدر پریشان ہوئیں کہ انکی بیچینی اور بیقراری دیکھکر تمام ہمراہی سخت متحیر ہوئے۔ طلحہ اور زبیر پیچھے تھے وہ بھی آگئے۔ ان سے بھی انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ اب میں یہاں سے آگے نہ بڑھونگی جناب رسالتمآب کی ایک حدیث مجھکو یاد ہے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میری بی بیوں میں سے ایک بی بی چشمہ حواب تک جائیگی وہاں کتے اس پر بھونکیں گے اور وہ اسوقت خطا پر ہوگی اور خدا کی گنہگار ہوگی طبری جلد چہارم صد ۵۵۲۔ ابو الفدا صد ۲۱۸

طلحہ نے ان کو تو کچھ جواب نہ دیا۔ ماء الحواب بھی موجود ہے اور ام المومنین بھی صدیقہ کی زبانی اس مخبر صادق کی حدیث کیسے غلط مانی جاوے۔ اسلئے طلحہ کو سخت انتشار ہوا۔ مگر اسکی تدبیر فوراً سوجھ گئی اور اچھی سوجھی۔ دلیل کو جسنے چشمہ حواب کی تصدیق کی تھی۔ یکبارگی جھوٹا ٹھہرایا۔ اور اسی وقت قرب و جوار کے لوگوں کو کچھ لے دیکر اس امر کی شہادت پر فوراً راضی کرلائے کہ یہ چشمہ وہ نہیں ہے جو ماء الحواب کے نام سے مشہور ہے پچاس ساٹھ آدمی دوم کے دم میں ام المومنین کے اشتر العسکر کے گرد جمع ہوگئے اور یکزبان ہوکر کہنے لگے۔ ام المومنین قسم خدا کی یہ ماء الحواب نہیں ہے ہم یہیں کے رہنے والے ہیں۔ ہر وقت یہاں آنے جانے والے ہیں۔ اور ہم اسکی اصلیت سے خوب واقف ہیں آپ کا دلیل غلطی کرتا ہے اور وہ اسکو نہیں پہچانتا ہے۔ آپ مضطرب الحال نہ ہوں یہ چشمہ حواب نہیں ہے۔ اسلام کی اکثر تاریخوں کا یہ فیصلہ ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جھوٹی گواہی یہی دیگئی ہے۔ روضتہ الصفا۔ اعثم کوفی پچاس ساٹھ آدمیوں کے شوروغل میں بیچارے دلیل یا خود ام المومنین عائشہ کی بھی مطلق آواز نہیں سنائی دی۔ اور نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ انکی شہادت کی نسبت کیا حکم لگاتے ہیں۔ انکے اونٹ کے پاس ایسا شوروغل اٹھا کہ اس غریب دلیل کو آخر جھوٹا بننا پڑا۔ اور ام المومنین کو یہ ماننا پڑا کہ یہ ماء الحواب نہیں ہے وہ لوگ تو یہ کہہ سنکر اور اپنی جیبیں بھر کر اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر لشکر آگے بڑھا۔ اور ام المومنین کے اونٹ کی بھی مہار کھنچی۔ یہ لشکر عظیم بھی

طرح منزلیں طے کرتا ہوا ربیع الثانی کی آخیر تاریخوں میں بصرہ پہنچ گیا۔

بصرہ پہنچکر یہ تجویز ہوئی کہ پہلے تجسس احوال کی غرض سے ایک آدمی شہر میں بھیجا جائے جو انکی پوری پوری کیفیت صیافت کر کے اطلاع دے۔ ام المومنین نے عبد اللہ ابن عامر کو تجویز کیا اور کہا کہ تمہیں اس خدمت کیلئے سب سے زیادہ مناسب ہو۔ کیونکہ تمہیں مجھے بصرہ کی طرف لائے ہو اور تمہیں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ بصرہ والوں کو تمہارے ساتھ ایک خلوص ہے۔ طبری صـ۵۴۳

اسدن سوائے اسکے اور کچھ نہ ہوا۔ ام المومنین کا لشکر باب المصر کے قریب ٹھہرا۔ دوسرے دن طلحہ نے شہر میں فساد کر دیا عثمان ابن حنیف انصاری عامل بصرہ نے اپنی جمعیت سے انکی مدافعت کی۔ دونو لشکروں میں دیر تک سکوت رہا ام المومنین کا ہودج ایک گوشہ میں جدا کھڑا تہا جسکے داہنے جانب طلحہ اور بائیں جانب زبیر حاضر تھے۔ اور نو ہزار کی جمعیت بات پر سر دینے والی حکم کی منتظر کھڑی تھی۔ حارثہ ابن قوام السعدی ایک شخص بصرے کا رہنے والا اسلام کا سچا خیر خواہ اور ہمدرد تہا اس نے ام المومنین کے محمل کے پاس آکر کہا کہ حضرت عثمان کا خون کرنا جسکی آپ طلبگار ہیں آپکی تشریف آوری سے زیادہ آسان تھا۔

اسکی تقریر سنکر ابھی ام المومنین یا انکے معاونین نے کچھ جواب نہیں دیا تہا۔ کہ بنی سعد میں سے ایک شخص نے پھر اسی طرح ام المومنین کے لشکر کو مخاطب کر کے کہا اے یاران پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تم نے اپنے رسول کے حقوق ادا نہیں کئے افسوس تم نے اپنی بیبیوں کو تو گھر میں بٹھلایا اور انکو پردوں میں محفوظ رکھا اور اپنے رسول کے ناموس کو پردہ سے باہر لائے اور خلق خدا کے سامنے کھڑا کر دیا۔ طبری جلد چہارم صـ۵۴۳ ۔

اس تقریر نے ہمراہیان ام المومنین کے ساتھ وہی کام کیا جو ایک تیز چھری دل کے ساتھ کرتی ہے مگر وہ اپنے غصہ اور طیش کی خاص حالت میں اسکا کچھ جواب نہ دے سکے۔ بات سچی تھی اور سچ کہدینے والے پر ضرور غصہ آجاتا ہے۔ الحق مرٌ۔ طلحہ نے فوراً فوج کو حملہ کرنیکا حکم دیا۔ حکم کی دیر تھی۔ ام المومنین کی فوج نے عثمان کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ صبح سے شام تک مقابلہ رہا۔ کوئی کسی طرف مارا نہ گیا جب شام ہو گئی تو عثمان ابن حنیف دار الامارت کو اپنی فوج کے ہمراہ واپس گیا اور ام المومنین کی فوج باب المصر سے اٹھکر قبیلہ بنی حازن میں ٹھہری رہی۔

دوسرے دن پھر صبح سے حملہ شروع ہوا اور شام کے قریب تک شدت سے خونریزی ہوتی رہی جانبین کے لوگ مارے بھی گئے اور زخمی بھی ہوئے۔ انجام جنگ کے وقت ام المومنین آخر کار چلائیں کہ لڑائی موقوف کرو۔ میں خونریزی کے لئے نہیں آئی ہوں میں تم میں صلح کرانے اور نیکی پھیلانے آئی ہوں۔ اسدن میدان عثمان ابن حنیف کے ہاتھ رہنے والا تہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بغیر آخری نتیجہ کے کسی طرح لشکر جدا ہو جائیں۔ مگر اسکے چند رفیقوں نے اسکو دبا یا اور کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر اس امر پر تصفیہ کر دیا کہ دونو لشکر لپیٹ اپنے مقام پر واپس جائیں۔ عثمان ابن حنیف کے اختیار میں محراب۔ منبر۔ دار الامارت۔ مسجد جامع اور بیت المال وغیرہ اسی طرح قائم رہیں اور ام المومنین اور انکے لشکر والے بلا مخالفت بصرہ میں جہاں چاہیں قیام کریں۔ امیر المومنین کو اسکی اطلاع

جب وہ تشریف لائیں اور جا س واقعہ کے تصفیہ کی صورت شہر سے اس پر عمل کرنا ہوگا۔ انکے تشریف لانے تک خونریزی اور آپسکا مقابلہ بالکل موقوف کیا جائے اور جانبین اس میثاق پر قائم رہیں طبری جلد چہارم صہ ۱ ۵

یہ عہد مستحکم کرکے عثمان ابن حنیف دارالامارت کوفہ کیطرف معہ اپنے ہمراہیونکے واپس گئے۔ اور اس واقعہ کی خبر ام المومنین کیخدمت میں بھیجدی۔ اب توام المومنین کا قیام بصرہ میں بالاستحکام ہوگیا۔ جب تک امیرالمومنینؑ آلیں یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ اسصورتمیں طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کو اپنے حصول مقاصد میں جسقدر تعجیل منظور تھی اسی قدر تاخیر ہوگئی۔ اور یہ اُنپر سخت ناگوار گذرنے لگی۔ اور نئے جب بصرہ پہنچے اور قیام ہوا تو آپسمیں امارت لشکر اور نماز جماعت کا مسئلہ پیش ہوا یہ تو ظاہر ہے کہ امارت اور امامت دونوں یہاں سے کیا۔ مدینہ سے طلحہ اور زبیر کے درمیان متنازعہ فیہ چلی آتی ہیں چیز ایک تھی اور لینے والے دو۔ یہ کہتے تھے مجھکو ملے اور وہ کہتے تھے مجھکو۔ سفر کیحالت میں تو اس سفر کا تصفیہ دشوار تھا مگر اب قیام ہوا تو اس کا تصفیہ بھی ضروری ٹھہر گیا جب اہل اسلام میں اسکا ذکر پیش ہوا۔ تو عبد اللہ ابن زبیر نے کہا میرے پدر بزرگوار تمہارے سردار و امام ہیں۔ محمد ابن طلحہ نے کہا نہیں میرے باپ تم سب کے امیر و امام ہیں۔ یہ بات بڑھتے بڑھتے ام المومنین کے کانوں تک پہنچی وہ بھی نہایت متردد ہوئیں۔ انہوں نے آخر یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونو شخصوں کے علاوہ ایک غیر شخص عبد الرحمان ابن عتاب نماز جماعت پڑھائیگا۔ مگر پھر یہ بھی بعض ارباب سیر کا قول ہے کہ عبد اللہ ابن زبیر کو (اسی محبت اور شفقت کیوجہ سے) جماعت کی امامت تفویض فرمائی۔ تاریخ طبری جلد چہارم صہ ۲ ۸ ۵

طلحہ ابن عبد اللہ وغیرہ کو یہ تاخیر تو قیامت کی آتش سے کم نہیں تھی۔ خاموش بیٹھیں تو ان کا دم گھبرانے لگے آخر پھر اُنہوں نے ام المومنین کو تازہ تحریک کیطرف آمادہ کیا۔ اور اشراف بصرہ عمائد شہر کو اپنی سازش میں لانا چاہا سب سے پہلے احنف ابن قیس جو شہر بصرہ کا راس الرئیس تہا۔ بلایا گیا ام المومنین نے احنف سے کہا کہ حضرت عثمان ظلم سے مارے گئے۔ میں انکی طلب خون میں تم سے مدد کی خواستگار ہوں۔ احنف نے کہا مجھے یاد ہے کہ جب عثمان قریب بہلاکت پہنچے تو میں نے آپ سے پوچھا کہ اگر وہ مارے جائیں تو ہم کس سے بیعت کریں۔ اسوقت آپ نے مجھ سے کہا تہا کہ حضرت علی ابن ابی طالب سے۔ ام المومنین نے جوابدیا کہ ہاں اُسدن میں نے تم سے ایسا ہی کہا تہا۔ مگر اسوقت ایسے ہی معاملات درپیش ہیں جن کو میں تم سے بہتر سمجھتی ہوں۔ احنف نے کہا قسم بخدا میں علی مرتضیٰ سے مقابلہ نکرونگا۔ اور ساتہہ ہی اسکے علی مرتضیٰ کے فضائل بیان کرنے شروع کردیئے اسکے بعد وہاں سے اٹھکر چلا آیا۔ اور چار ہزار اور بقولے نو ہزار آدمی لیکر بصرہ سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر جناب علی مرتضیٰ کی موجودہ ہمراہیوں میں ملگیا۔ المرتضیٰ صہ ۸۷۔

احنف کے واقعہ نے ام المومنین کے معاونین کو بصرہ والونکی طرف سے کسی قدر مایوس کردیا۔ طلحہ ابن عبید۔ دوسرے دن شام کے وقت اپنے لشکر کے ہمراہ بصرہ کی جامع مسجد میں گھس آئے۔ اور یہ سوچکر کہ عثمان ابن حنیف عامل بصرہ نماز پڑھنے میں ہوگا۔ اسکو قتل کرکے بصرہ اور اہل بصرہ پر پورا قبضہ کرلیا جائے۔ مسجد کی موجودہ جماعت پر حملہ کردیا۔ وہ لوگ متعجب ہوکر رہ گئے

تلوار پر تلوار پڑنے لگی۔ دم کے دم میں چالیس اہل اسلام مسجد کے صحن میں لوٹتے نظر آئے۔ مسجد سے یہ لوگ اسی طرح دار الامارۃ میں گھس آئے۔ اور یہاں بھی اسیطرح ان بیخبر مسلمانوں کو اپنی تلوار ونکے نیچے رکھہ لیا اور عثمان ابن حنیف کے چارسو آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ عثمان کو گرفتار کیا اور اسکے قتل پر بھی آمادہ ہوئے مگر ام المومنین نے اسکو امان دلوا دی۔ مگر اسکے قتل سے باز رہنے کے بعد جو ظلم اسکے ساتھہ کیا گیا اور جو جو تکلیفیں اسکو پہنچائی گئیں وہ اسکے قتل کی فوری مصیبت سے کہیں زیادہ شکل تھیں سب سے ملکر اس غریب کی ڈارھی۔ مونچھہ۔ سر اور بھوؤں کے بال ایک ایک کرکے ایسے چن لئے جیسے کبھی تھے ہی نہ تھے پھر سر منڈوا کر چھوڑ دیا جسوقت عثمان ابن حنیف اس حالت سے مقام ذیقار میں امیر المومنین سے ملا تو امیر المومنین نے اسکو مطلق نہ پہچانا۔ جب اس نے خود کہا کہ میں عثمان ابن حنیف ہوں۔ تو انکی یہ حالت دیکھکر نہایت متاسف ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تمکو کوفہ میں بوڑھا بھیجا تھا۔ تم وہاں سے امرد ہو کر آئے ہو۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۴۵۶ ابو الفدا صفحہ ۲۱۸ ۔ المرتضیٰ صفحہ ۸۹ ۔ روضۃ الصفا۔ اعثم کوفی۔

اسلام میں بڑے بڑے معرکے پڑے اور سخت سے سخت خونریزیاں واقع ہوئیں۔ مگر اسلام نے کبھی ان سختیوں سے اپنے مخالف کیساتھہ اپنا غصہ نہیں نکالا اور کبھی اپنے بڑے سے بڑے دشمن کو بھی ایسا ذلیل و خوار نہیں کیا۔ اس لشکر میں بہت سے ایسے اہل اسلام موجود تھے جنہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا زمانہ دیکھا تھا مگر ان سے بھی اس مسلمان کی اس ذلت و رسوائی پر کچھ نہ کہا گیا۔ ان کے خاموش رہنے کی سچی وجہ یہ تھی کہ اس چالیس برس کے عرصہ میں اسلام اور اہل اسلام کی صرف حالت ہی میں فرق نہیں آیا تہا بلکہ انکی طبیعتوں میں بھی بہت بڑا اختلاف پیدا ہو گیا تہا جنکے نمونے ان صورتوں میں ظاہر ہوتے تھے۔ اس سے پہلے اسلام ایک دوسرے کا ہمدرد تہا اور اب خود غرض۔ اس سے پہلے اسلام میں ایکدوسرے کا بھائی اور شریک۔ اور اب اسمیں ایک دوسرے کا دشمن اور خون کا پیاسا۔ اس سے پہلے اسلام میں راستبازی تھی اور دیانتداری۔ اور اب اسلام میں حرفت ہے اور عیاری۔ اس سے پہلے اسلام خدا کی تائید اور اپنی توفیق پر کام کرتا تہا۔ اور اب وقت کے اعتبار پر چلتا ہے جب سابق اور موجودہ حالتوں میں اتنا بڑا اختلاف پیدا ہو گیا تو اسوقت کی باتیں عادات اور اخلاق اگر اسلام میں تلاش کیجائیں تو کہاں سے ملینگی۔

بہرحال عثمان ابن حنیف امیر بصرہ تو اس ذلت و رسوائی سے کہ وہ غریب اپنا منہ بھی کسی کو دکھلا نہیں سکتا شہر بدر کر دیا گیا۔ اور اب شہر پر طلحہ کا پورے طور سے قبضہ ہو گیا۔ بیت المال میں جسقدر مال تہا ضبط کیا گیا۔ اور سلاح جنگ وغیرہ اہل اسلام کے ضروری اسباب میں جو کچھہ عثمان ابن حنیف کے سپرد تہا۔ وہ سب بھی انکے ہاتہہ لگا۔ معاونین عثمان دار الامارۃ سے نکالدئے گئے۔ اور جو لوگ حفاظت وغیرہ کے لئے مقرر تھے اٹھا دیئے گئے۔ اب نئے سر سے طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام نے ام المومنین کی نیابت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ مسجد جامع میں روز خطبہ بھی ہونے لگا۔ اور نماز جماعت بھی مگر ہفتہ دو ہفتہ میں یہ سلسلے انتظام لڑکوں کے کھیل کے ایسے بنکر بگڑ گئے جناب امیر المومنین کے تشریف لاتے ہی جنگ جمل کا آغاز

ہو گیا جبکہ ختم ہو گئے طلحہ ہی کا نشان باقی رہا اور نہ زبیر ابن العوام کا۔ ام المومنین خیرانیہ کے میدان میں تنہا رہ کر پھر مدینہ واپس ہونے پر مجبور ہو گئیں۔

بصرہ کے حالات یہاں تک لکھکر اب ہم دارالخلافت مدینہ کے حالات بیان کرتے ہیں۔ طلحہ و زبیر تو اجازت مکہ کے حیلہ سے مدینہ سے رخصت ہو گئے۔ امیرالمومنین کو اس فتنہ و فساد کی امید نہ تھی۔ طلحہ اور زبیر کیطرف سے تو ان امور کا احتمال بھی ہو سکتا تھا۔ مگر ام المومنین پر تو فوجکشی یا معرکہ آرائی کا کسی طرح گمان ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ طلحہ اور زبیر کی نسبت امیرالمومنین کا صرف اتنا ہی خیال تھا کہ یہ لوگ مدتوں کے بگاڑ کے بعد اسوقت بنی امیہ سے سازش پیدا کرینگے اور معاویہ کے دربار میں پہنچکر بالاتفاق خلافت پر حملہ کرینگے۔

بہرحال امیرالمومنین کو اس فوجکشی کی کیسے خبر لگی۔ طلحہ اور زبیر مکہ میں کچھ ایسی راز داریوں سے کام لے رہے تھے کہ مکہ والوں کے منہ کی بات مدینہ والوں کے کانوں تک پہنچنا سخت دشوار تھا۔ مکہ فی الحال امیرالمومنین کے مختلف مخالفوں کا مجمع تھا جو جسطرف سے آیا وہ یہیں پہنچا۔ مدینہ میں جو مخالفت علیؑ پر مستعد تھے وہ بھی بغیر کسی تحریک کے مکہ پہنچے مغیرہ ابن شعبہ۔ مروان الحکم۔ ولید ابن عقبہ۔ سعد ابن العاص۔ عبداللہ ابن عامر وغیرہ۔ یعلی ابن منبہ بھی ملک یمن سے بیت المال کا روپیہ لیکر مکہ داخل ہو گیا۔ جبتک یہ لوگ مکہ میں مقیم رہے مکہ والے انہیں کی سازش میں تھے۔ مکہ کا عامل عبداللہ الحضرمی تو پورے طور سے سازش میں آ ہی چکا تھا۔ اب وہ لوگ جو برعکس انکے امیرالمومنین کی اطاعت پر تیار تھے۔ ان لوگوں کے قیام کیوجہ سے امیرالمومنین کو اسکی کوئی خبر نہ پہنچا سکے۔ ان کے بصرہ چلے جانے کے بعد امیرالمومنین کو اسکی پوری خبر ملی۔

ان میں سب سے پہلا خط جو امیرالمومنین کے ملاحظے سے گذرا وہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کا محبت نامہ تھا جسمیں انہوں نے طلحہ ابن عبیداللہ اور زبیر ابن العوام کی پوری کیفیت۔ اپنی اور ام المومنین عائشہ کی گفتگو نہایت تفصیل سے درج فرمائی تھی۔ اور اپنی حسن عقیدت۔ عصمت۔ تقدس اور بزرگی کا پورا ثبوت دیا تھا۔ ہم اسکی بجنسہ عبارت تاریخ اعثم کوفی صر۵۲ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

اما بعد امیرالمومنین علی علیہ السلام کہ طلحہ ابن عبیداللہ۔ زبیر ابن العوام و عائشہ بنت ابی بکر در مکہ جمعی ساختند و رائے زدند کہ طلب خون عثمان کنند و در صحبت و مرافقت عبداللہ ابن عامر بجانب بصرہ روان گشتند۔ خدایتعالی کار ایشان از تو کفایت کند۔ و اگر نہ آنستی کہ خدایتعالی زنان را از قتال نہی کردہ و نہ فرمودہ است کہ از خانہ بیرون آیند و جناب رسولخدا ہم در ایں معنی۔ بالغہا فرمودہ۔ منکہ ام سلمہ ام بیرون آمدمے و در موافقت لشکر تو ہر آن سمت کہ حرکت خواہد کرد۔ رفتمے۔ اما عذر ظاہر است۔ کہ خلاف حکم باری و اشارت امر رسول اللہ نتوانم کرد۔ اما عمر ابن ابی سلمہ کہ فرزند من است و حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اورا دوست میداشت۔ بخدمت تو مے فرستم تا در خدمت

تو باشد و بر ہرچہ کہ اشارت نمائی قیام کند۔

ہمکو کوئی ایسی وجہ نہیں دکھلائی دیتی کہ ہم ام المومنین عائشہ کو ام المومنین ام سلمہ پر کسی قسم کی ترجیح دیں۔ باعتبار شرف اعزاز کے دو نو ہمسر و ہموزن تھیں حضرت ام سلمہ کو بھی اختیار تھا کہ وہ بھی حضرت حفصہ کے ایسا حضرت عائشہ کے ساتھ ہونے پر راضی ہو جائیں کیونکہ امت اسلامیہ پر جسقدر حقوق انکے محفوظ تھے اسی قدر انکے استحقاق بھی۔ خدمت رسول اللہ کی تقریب کے لحاظ سے جو اعزاز انکو حاصل تھا وہی مراتب انکو۔ مگر مزید بر آن ام المومنین ام سلمہ باعتبار سن کے ام المومنین عائشہ سے زیادہ تجربہ کار تھیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتیں مدت تک رہ چکی تھیں۔ اہل عرب کے ایسے مختلف واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تہیں اور ان سے جو نتیجے نکلنے والے تھے اور اسلام میں جو جو خرابیاں اسکے باعث پیش آنے والی تھیں وہ سب انکے پیش نظر تھیں۔ اپنے حفظ مراتب کا خیال فرما کر ام المومنین ام سلمہ نے ام المومنین عائشہ کو نکلنے کے پہلے اس قصد سے باز رکھنا چاہا۔ جیسا ہمنے اوپر بیان کیا ہے۔ مگر حضرت عائشہ اتفاق سے نہ مانیں اور اپنی تجویز پر قائم رہیں۔ مگر انہوں نے اپنے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جسکی نسبت جناب رسول خدا نے اپنی پاک اور باعصمت بی بیوں کو نصیحت اور وصیت فرمائی تھی۔ کیا حضرت عائشہ ان امور کو نہیں سمجھتی تہیں۔ ضرور سمجھتی تھیں۔ مگر وہ نسبۃً سوقت اپنے اختیار میں نہیں تھیں۔ عبد اللہ ابن زبیر کی محبت۔ زبیر ابن العوام کی قرابت اور عبد اللہ ابن عامر وغیرہ کی ہمت دلائی۔ اور دمبدم اشتعال۔ کچھ ایسے چلتے فقرے تھے جنہوں نے حضرت عائشہ کو نیک و بد کے سوچنے کی بھی مطلق فرصت نہ دی اور مکہ سے سیدہا بصرے میں پہنچا دیا اور جو کچھ نہ ہونا چاہتا تھا وہ ہو گیا۔

بہر حال حضرت ام سلمہ کے علاوہ۔ ام الفضل جناب عباس ابن عبد المطلب کی ماں نے بھی خط لکھکر امیر المومنین کو اطلاع دی تہی ان محذرات کے علاوہ اور بہت سے لوگوں نے دربار خلافت میں اس مضمون کی اطلاع دی۔ آخر کار امیر المومنین نے یہ حالات سنکر زیادہ تر دو امور کیطرف غور فرمایا۔ ایک تو مکہ کا انتظام۔ دوسرے مدینہ کا تسلط۔ کیونکہ عبد اللہ المخزومی کے چلے جانے کے بعد وہاں کے کاروبار ابتر ہو رہے تھے۔ اسلئے فضل ابن عباس عبد اللہ کی جگہ پر بھیجے گئے۔ مکہ کا انتظام کر کے مدینہ میں تسلط قائم رکھنے کے لئے آپنے تمام اہل اسلام کو مسجد نبوی میں جمع فرمایا اور ان سے مکہ کے حالات بیان فرما کر اور مکہ کے خطوط دکھلا کر پہلے محمد ابن ابی بکر سے پھر تمام اہل اسلام سے ذیل کے الفاظ میں مخاطب ہوئے جسکو ہم تاریخ اعثم کوفی سے بلفظہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام محمد بن ابی بکر را خواند و گفت نشنیدۂ کہ خواہرت عائشہ چہ اندیشہ کردہ است و چہ خیال دارد و لاکہ خدا تعالی او را بملازمت خانۂ خود فرمودہ است بیرون آمدہ و تا بیا طلحہ و زبیر برمخالفت من تحریض دادہ و کمیتی ساختہ بعزیمت محاربت و منازعت من بجانب بصرہ رفتہ است۔ محمد ابن ابی بکر شرمندہ گشتہ گفت یا امیر المومنین خدا عزوجل ناصر تست۔ یقین کہ ترا ظفر خواہد داد و ہمہ مسلمانان در خدمت و موافقت تو حاضر اند۔ این کار چنانکہ دل تو میخواہد۔ کفایت خواہد شد و مخلص خود خواہی رسید۔ انشاء اللہ تعالی۔

پس امیر المومنین فرمود کہ مردمان را بمسجد خوانند چون حاضر آمدند۔ امیر المومنین گفت اے مردمان خدائیتعالیٰ را رسولے انگو فرستادہ وکتابے کہ حق را از باطل جدا کند وآدہ بر دفع کتاب رب العالمین واخبار سید المرسلین ما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باید رفت وگرد شبہت وبدعت گرفتن موجب ہلاکت و مارا ست و محافظت او امر و نواحی خدا کردن و احادیث نبوئی را گوش داشتن۔ سبب حصول نجات ودرجات است۔ اکنون بر طاعت من موافقت نمائید وصلاح دینی ودنیاوی را از انقیاد ومتابعت اولی الا شناسید و بدانید کہ طلحہ و زبیر را خلافت وامامت من خوش نیامدہ وحسد وبوالعجبی ایشان را بر مخاصمت ومنازعت میدارد چنانچہ ہمیشنے ساختہ از مکہ بجانب بصرہ روانہ شدند وعزیمت آنست کہ بجانب ایشان روم و در اصلاح کار ایشان مبالغہ نمایم اگر بسر اطاعت بیآیند وجنگ کنند با ایشان جنگ کنم حتیٰ حتیٰ یحکم اللہ بیننا وبین قومنا وھو خیر الحاکمین مردمان بسمع این کلمات اطاعت واعانت کردند۔ اعثم کوفی صہ ۱۵۳

جناب امیر المومنین علیہ السلام کے اس خطبہ سے ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ باوجود اس سرکشی اور سرتابی کے بھی طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کی کاروائیوں کا پورا پورا جواب دینا آپ کے ذہن نشین نہیں تھا۔ بلکہ ابھی تک انکی حرکتوں کی اصلاح منظور تھی اور ہر طرح سے مَآ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ کے نص صریح پر نظر تھی۔ اس تقریر نے اہل مدینہ کے دلوں پر پوری تاثیر کی اور علامہ طبری کے قول کے مطابق سات سو آدمی اسی وقت سر دینے کو رکاب میں حاضر ہو گئے۔ امیر المومنین نے دو تین دن مدینہ میں اور قیام کر کے بصرہ کیطرف معہ لشکر کے مراجعت کی اور مدینہ سے مکہ پہنچکر اور وہاں کے ضروری انتظام سے جلد فراغت فرما کر ایک مہینہ کے عرصہ میں بصرہ کے قریب پہنچگئے۔ اب بصرہ کی پر آشوب حالات روز امیر المومنین کیخدمت میں پہنچنے لگے۔ عثمان ابن حنیف بھی آکر زیارت سے مشرف ہوئے۔ انکی حالت دیکھکر امیر المومنین کو حد سے زیادہ ملال ہوا اسی منزل سے امیر المومنین نے ایک خط ام المومنین عائشہ کے نام لکھا۔ اور اسمیں بہت سے پند و نصائح تحریر فرمائے اور ان کو شریک جنگ ہونے سے باز رکھنا چاہا۔ گرجس وقت یہ ملعبر میں پہنچا۔ ام المومنین پر اسکے مضامین نے حبتا اثر نہ ڈالا ہو۔ مگر طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کو یہ خط پڑھکر بہت بڑا ملال ہوا خط کا جواب تو نہ لکھا مگر ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ اے ابوالحسن آپ اپنے لشکر کے ہمراہ صرف اسواسطے آئے ہیں کہ سب لوگ آپکی ہیبت دیکھکر ڈر جائیں اور اس امر میں آپکو ایک شہرت اور ناموری حاصل ہو۔ جو آپ کو منظور ہو کیجئے۔ جب تک وہ حاصل نہ ہوگا۔ آپ یہاں سے تشریف نہ لیجائینگے اور ہم لوگ آپکی اطاعت نہ کرینگے۔ اور نہ آپکی متابعت اختیار کرینگے۔ آپ کو جو منظور ہو کیجئے۔ اور ہماری اطاعت سے ہاتھ اٹھائیے رسالہ المرتضیٰ صہ ۹۳۔

بصرہ کچھ دور تو تھا ہی نہیں۔ امیر المومنین نے یہ خبر پاکر ترتیب لشکر کی طرف توجہ فرمائی۔ صاحب روضۃ الاحباب کے قول کے اعتبار سے حضرت اویس قرنی بھی اسی مقام سے امیر المومنین کے ہمراہ ہوئے اور صاحب روضۃ الصفا کی تحقیق کے کے مطابق محاصرہ صفین کے ایام میں امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر ہم صاحب روضۃ الاحباب کے قول کو

صاحب روضۃ الصفا کی تحقیقات پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ صاحب روضۃ الصفا کو صرف ایک مورخ ہونیکا اعزاز حاصل ہے اور علامہ جمال الدین کو مورخ ہونے کا منصب بھی اور محدث ہونیکا بھی۔

بہر حال بصرہ کچھ دور تو تھا ہی نہیں۔ دوسرے ہی دن بصرے کے دروازے پر امیرالمومنین کے ورود کا نقارہ بجگیا امیرالمومنین کے تشریف لانے سے پہلے طلحہ و زبیر نے بصرہ والوں کو اپنی سازش میں لے لیا تہا۔ اور عثمان ابن حنیف کے واقعہ کے بعد تو تمام بصرے والوں پر ان کا پورا تسلط ہوگیا تھا۔ مگر اب امیرالمومنین بصرہ میں پہنچگئے تو ان کی دہشت اور خوف کے سبب اب کوئی طلحہ و زبیر کو صورت بھی نہیں دکھلاتا تھا طلبی پر طلبی آتی تھی اور وہ گھر سے نکلکر طلحہ و زبیر کے پاس نہ جاتے تھے۔ طلحہ کو سخت تشویش دامنگیر ہوئی محقق طبری نے اپنی مستند تاریخ میں طلحہ کے انتشار کو نہایت دلچسپی سے لکھا ہے۔ جسے ہم بلفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

علقمہ ابن ابی وقاص میگوید سوئے طلحہ اندر شدم و او را یافتم۔ دست بر ریخ اندر زدہ و باندیشہ دور دراز نشستہ او را گفتم یا ایہا الامیر اکنون کہ مردمان بصرہ با تو بیعت کردند۔ این چہ ناخوشی است طلحہ گفت کہ من ہرگز متحیر از اکنون نبودہ ام۔ من و علیؓ دوستان بودیم و نشست برخاست ما بیک جا بودہ اکنون درمیان او و ما خشن افتاد کہ یک سپاہ بنزدیک او گرد می ایند و یک سپاہ بنزد من۔ ما و برائے من تدبیر سکیند و من برائے او۔ ندانم کہ آخر بکجا رسد۔ طلحہ خواست کہ اہل بصرہ را آزمائش کند مردم را گرد کرد و گفت علیؓ بنزدیک فار نشستہ و مرا ہزار سوار باید تا برشتہ تاختن کنم و تا خدائے عز و جل خلق را از وی برہاند ہیچکس اجابت نکرد و زبیر گفت این بیعت چرا کردید چون نصرت وفا نمی کنید ہیچکس ہیچ نگفت۔ زبیر گفت لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم این فتنہ الیست کہ حضرت خداوند عز و جل او را دفع کند و عقل اندر او حیران است۔ زبیر بخانہ شد و زما در فرزندے بود۔ او را گفت چرا فتنہ سجوانی در کار بیچہ اندران شدی۔ زبیر گفت انا یبصرون ولا یبصر یعنی مردمان را راہ بنمایم و خود راہ را نمی بینم۔ طبری صفحہ ۵۵ جلد چہارم

یہ امر تاریخوں کے معاینہ سے پورے طور سے تحقیق تک پہنچ چکا ہے کہ اسلام کی رعایت اور اہل اسلام کی محبت کے خیال جیسے اسوقت تک امیرالمومنین کے مدنظر تہے۔ ویسے طلحہ اور زبیر کو نہیں۔ آپ نے اسوقت تک انکی جمعیت خاطر تسکین اور تشفی کے اسباب فراہم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اپنی ذات قدسی برکات سے اس آئندہ الزام کو جو رفاہ اسلامی میں غفلت کرنیکی وجہ سے عاید ہوتا۔ بالکل اٹھا دیا مقام ذیقار سے تو آپ نے ام المومنین کے پاس صرف ایک خط لکھا تہا جسکا تحریری جواب تو نہ آیا صرف زبانی جواب جس سختی سے دیا گیا تہا وہ بھی اوپر لکھا جاچکا۔ اگر سچ پوچھو تو امیرالمومنین کی سعی تمام ہوچکی۔ مگر نہیں اس پر بھی آپکو اطمینان نہ ہوا۔ بصرہ کے قریب پہنچکر امیرالمومنین نے یزید ابن صوحان اور عبداللہ ابن عباس کو ام المومنین کیخدمت میں بھیجا۔ ہم یہاں تاریخ اعثم کوفی کی بجنسہ عبارت جو انہوں نے اس واقعہ کی نسبت لکھی ہے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دیگر روز امیرالمومنین علی علیہ السلام ابن صوحان و عبداللہ ابن عباس را بخواند و گفت شمارا بہ نزدیک عائشہ باید رفت و باید گفت کہ حق تعالیٰ نہ فرمودہ است کہ در خانہ خود قرار گیری و بیرون نیائی۔ میدانم کہ تو این معنی را نیک میدانی۔ اما جماعتے ترا می فریبند۔ و تو بفریب ایشان از خانہ خود بیرون آمدی و بہ سبب موافقت تو با این جماعت۔ دیگر مردمان در رنج افتادند

اکنون بہتر آنست کہ باز گرد و بہ نزاع و محاربت نگردی و این فتنہ را فزون نشانی۔ عافیت الامر بجنگ انجامد و مردم بسیار کشتہ خواہند شد۔ اے عایشہ از خدا بترس و بحق تعالیٰ باز گرد۔ و توبہ کن او توبہ بندگان خود را قبول میکند۔ عذر ایشان را مے پذیرد۔ زنہار دوستی عبد اللہ ابن زبیر و خویشاوندی طلحہ ابن عبید اللہ ترا بر کارے نارد کہ عاقبت آن اندوہ دور میکشد۔

رسالہ المرتضیٰ کے ذیقعدہ مولف نے صرف خط کا ذکر کیا ہے عبارت نہیں لکھی ہے۔ رسالہ المرتضیٰ ص ۹۳۔

اس زبانی پیغام کا بھی کوئی فائدہ ظاہر نہیں ہوا۔ تو امیر المومنین نے پھر تحریری ذریعہ سے ان سے مصالحت قائم رکھنے کیلئے بار دیگر سلسلہ جنبانی کی۔ اور طلحہ و زبیر کے نام ایک خط تحریر کیا جسکو ہم بلفظہ اسی تاریخ سے نقل کرتے ہیں۔

اما بعد شمارا معلوم است کہ من در خلافت رغبتے نمیداشتم و آن روز کہ خلافت را عرض میکردند قبول نمی نمودم و مردمان با من الحاح و مبالغہ میکردند تا آن رفت کہ شما بیعت نکردید بیعت رضا ندادم۔ و در آنوقت شمارا جبرے و کراہتے نبود و زیر دستی و اجبار شمارا بر بیعت نمیداشت و غرضے و مطلوبے نداشتید کہ بسبب حصول آن رغبت میکردید۔ اکنون نمیدانم کہ چرا اندیشہ بدل کردید و روئے منازعت و مخالفت من آوردید و نقض عہد را روا داریدـ اگر میدانید کہ این سخن از سر صدق میرود از جانب من در رعایت حقوق شما ہیچ سہوے رفتہ است۔ از این اندیشہ کہ کردید ہم گردید و اگر بعد از متابعت مخالفت کنید ہر کس کہ بشنود شمارا ملامت کند۔ در ابتدائے کار ترا اے زبیر کہ سردار ان قریشی و ترا اے طلحہ کہ شیخ مہاجرانی۔ بیعت ناکردن آسان تر بود کہ امروز خلاف کردن و عہد شکستن و آنچہ میگوئید کہ عثمان را تو کشتی۔ مرا ازین تہمت پاک شناسید و بران رضا میدہم کہ جماعتے از اہل مدینہ کہ امروز نہ در موافقت من موجود اند و نہ در مصاحبت شمار در این سخن حکم باشند و قصد و سعی ہر کس از ما و شما در کشتن عثمان و شہادت او چنانکہ ایشان را معلوم و محقق است و بچشم خود دیدہ اند و مشاہدہ کردہ اند لا جرم آنکس کہ در کشتن او سعی کردہ باشد معلوم بشود۔ آمدیم بر قصاص قاتلان او میباید کہ فرزندان عثمان نخست بخلافت من اقرار آورند۔ و بعد دعوی خون پدر نمایند۔ تا آنچہ قضیہ معدلت و حکم شریعت باشد در آن باب فرمودہ آید و خود شمارا بخون او چہ سرو کار شما دو مرد آید از مہاجر قریش و عثمان مردے بود از بنی عبد المناف۔ اور اگر بحق کشتند و اگر بناحق میان شما مقاربتے و مواصلتے نیست۔ بچہ سبب طلب خون او می کنید و چندین غلو و مبالغہ می نمائید۔ ہر دو طوعاً و رغبتاً با من بیعت کردند و سوگند عظیم خوردید و عہد با خدا کردید کہ خلاف نکنم۔ اکنون آن عہد را بشکستید و بر من بیرون آمدید و عائشہ را از خانہ کہ خدائے تعالیٰ او را بملازمت آن فرمودہ است بیرون آوردید و چندین ہزار مسلمانان را در شبہ انداختید و بر عداوت من ترغیب میدہید۔ کلام کہیم اللہ الیہ والدیہ۔ خدائے تعالیٰ آنچہ کہ متضمن صلاح و صواب باشد روزی شما کند و شمارا راہ راست نماید والسلام۔ تاریخ اعثم کوفی۔

اس فتنہ کے دور کر دینے کے لئے یا اسلام اور اپنے اہل اسلام کی عزیز جانوں کے بچانے کیلئے وہ کون ایسی بات تھی جو

امیر المومنین نے اظہار کی۔ یا ان سے زیادہ طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کے دلمیں وہ اور کون شکوک تھے جنکی نسبت امیر المومنین نے انکی پوری تسکین اور تشفی نکر دی۔ خلافت۔ بیعت۔ قتل اور قصاص سارے مسئلے توحل ہو چکے اور ہر ایک کی نسبت آپ نے اپنی ایسی پاکیزہ اور صاف تجویز ظاہر فرمائی جو ہر قرینہ سے قرین انصاف مصلحت و اصلاح تھی لیکن اس پر بھی طلحہ و زبیر کی امارت و ثروت کی خواہشوں نے انہیں اپنے قابو سے نکلنے نہ دیا۔ اور وہ امیر المومنین کی اس ہدایت نامہ کیطرف مطلق شنوا نہ ہوئے جواب تک نہ دیا۔ قاصد خالی ہاتھہ لٹے پاؤں واپس گیا۔ امیر المومنین کو امور مصالحت کیطرف سے مایوسی ہوگئی۔

قبیلہ بنی قیس کی سرگذشت

ابھی تک اہل بصرہ طلحہ کی اطاعت میں حاضر تھے۔ مگر ہم جیسا اوپر لکھہ آئے ہیں۔ امیر المومنین کا لشکر بصرہ سے جیوں جیوں قریب آتا گیا۔ ویسے ویسے اہل بصرہ کے خیالات انکی طرف سے بدلتے گئے۔ امیر المومنین جب بصرہ سے بالکل قریب پہنچ گئے تو تمام شہر میں ہلچل پڑ گئی یہ حالت دیکھکر طلحہ ابن عبید اللہ منبر پر تشریف لیگئے۔ بہت بڑی پرجوشی اور سرگرمی سے خطبہ کی ابتدا کی جسمیں امیر المومنین کی شکایتیں۔ قتل عثمان پر حسرتیں اور انکے قصاص پر آمادہ کرنے والے مضامین مندرج تھے۔ جب طلحہ خطبہ میں یہاں تک پہنچے کہ لوگوں نے آکر حضرت عثمان کو آگھیرا تو تمامی حاضرین نے یکزبان ہوکر کہا آپکا اور زبیر کا خط ہمارے پاس اسی مضمون کا آیا تھا یہ جواب سنکر طلحہ کو سخت ندامت ہوئی۔ طلحہ کچھہ جواب دینے مگر دفعتہً بنی قیس میں سے ایک شخص اٹھہ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا اے طلحہ خدائے عزوجل نے ہمارے لئے ایک پیغمبر بھیجا۔ اس نے مدینہ کو اپنی نشستگاہ بنایا جو کچھہ اس نے بتایا ہمنے پسند کیا جب وہ وفات کر گئے۔ تو تم لوگوں نے حضرت ابوبکر پر اتفاق کیا۔ ہمنے بھی تمہارا ساتھہ دیا اور انکو پسند کیا حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو خلیفہ کیا۔ ہم اس پر بھی راضی ہوگئے۔ حضرت عمرؓ اس امر کو شوریٰ پر چھوڑ دیا۔ اور انتقال کر گئے۔ شوریٰ نے عثمان پر اتفاق کیا ہمنے بھی تمہارا ساتھہ دیا اور انکو پسند کیا۔ اب انکے بعد علی کو تخت پر بٹھلایا اور اب تمہیں انکے عیوب بیان کرتے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ابتک کوئی عیب انمیں ظاہر نہیں ہوا۔ اور اب تک اس نے کوئی حکم ہم پر ایسا نہیں کیا۔ جسمیں انکی خیانت پائی جاتی ہو۔ حکیم کا اتنا کہنا تھا کہ طلحہ اور زبیر کی تلواریں میان سے نکل پڑیں اور وہ اسکے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ حکیم قبیلہ بنی قیس میں تھا اسکے بہت سے معاونین وہاں موجود تھے۔ اس واقعہ سے حاضرین میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ پھر کسیکی کون سنتا ہے۔ سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اور طلحہ کو پورا خطبہ بھی پڑھنا نصیب نہوا۔ منبر سے نیچے اتر آئے۔ بصرہ کی جامع مسجد بالکل خالی ہوگئی۔ اس واقعہ کے دوسرے دن بنی قیس تو مصیبت ہو ہی چکے تھے۔ طلحہ اور زبیر نے انکی تلاش کی۔ حکیم۔ اسکا بھائی اور اسکا بیٹا یہ لوگ بنی قیس کے رئیس قبیلہ کہلاتے تھے مسجد میں حاضر کئے گئے۔ اور کہنے لگے اے طلحہ خدا سے ڈرو اور علی کی بیعت مت توڑو۔ اگر توڑو گے تو خدا کے گنہگار ہوگے۔ طلحہ نے جواب دیا کہ میں تو تمہاری فکر میں تھا۔ اور تم بہت دنوں سے مصر میں پوشیدہ تھے۔ یہ کہکر انکی گرفتاری کا حکم دیا لوگ دوڑے مگر وہ ہاتھہ نہ آئے۔ اسوقت ان کو ان لوگوں پر پورا طیش آیا تھا۔ جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے

خطبہ۔ امامت اور موعظت چھوڑ کر مسجد سے اٹھے اور اپنی ہمراہی فوج لیکر قبیلہ بنی قیس پر حملہ کر دیا۔ ان کو سب سے پہلا طبری کے قول کے مطابق حکیم کا بیٹا ملا جسکو انہوں نے وزآ مار ڈالا۔ اسکے بعد حکیم پھر اس کا بھائی ملا وہ بھی کچے بعد دیگرے قتل کئے گئے اسی طرح ستر آدمی اس قبیلہ کے دم کے دم میں لوک شمشیر سے چُن لئے گئے۔ اور اس قبیلہ پر کچھ ایسی تباہی آئی کہ شہر بصرہ انکے وجود سے خالی ہوگیا۔ اور وہ پریشان ہوکر شہر سے نکل گئے۔ تاریخ طبری صہ ۵۵

یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر اسوقت تک کوئی کارروائی امیر المومنین کی طرف سے نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ آپ بصرہ سے اتنے دور بھی نہیں تھے۔ رسالہ المرتضیٰ کے ذیقدر مصنف تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ طلحہ۔ زبیر۔ اور بی بی عائشہ کے یہ حالات ہورہے تھے مگر علی مرتضیٰ کو پھر بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنیمیں تامل تھا۔ اور یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح باہم مصالحت ہوجائے چنانچہ آپ نے قعقاع بن عمر کو جو اصحاب رسول خدا سے تھے مصالحت کیواسطے بھیجا۔ المرتضیٰ صہ ۹۳۔

قعقاع ابن عمر کی پوری کیفیت علامہ طبری نے بھی نہایت خوبی سے تحریر فرمائی ہے۔ مگر مولف المرتضیٰ کی تحقیقات سے انکو اسقدر اختلاف ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ قعقاع کو جناب امیر المومنین نے اپنی طرف سے خود بھیجا۔ اور طبری کی تحقیق ہے کہ قعقاع خود اسلام کی ہمدردی کے خیال سے جانبین میں مصالحت کے پیغام لیکر گئے۔ جو کچھ ہو۔ قعقاع کے نفس قصہ میں کسی کو اختلاف نہیں ہے

بہرحال ہم علامہ جریر ابن طبری کی تحقیق کے مطابق قعقاع کے قصہ کو تفصیل سے لکھتے ہیں۔ قعقاع ابن عمر پہلے ام المومنین کے لشکر میں آئے۔ ان سے بصرہ میں تشریف لانیکی وجہ پوچھی۔ جواب ملا مسلمانوں کے اصلاح حال کیلئے اور اس سے پہلے خون عثمان کی قصاص طلبی کے لئے۔ قعقاع نے ام المومنین کو تو کچھ جواب نہ دیا۔ مگر طلحہ و زبیر سے مخاطب ہوکر وہی سوال کیا۔ تو انہوں نے بھی وہی جوابدیا۔ تب تو قعقاع نے طلحہ سے پوچھا کہ آپ کا دعویٰ ایسا ہے جسکی ابتدا کو اسکی انتہا سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ مسلمانوں کی اصلاح بھی کرینگے اور ان سے خون عثمان کا قصاص بھی لینگے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب قصاص طلب کیجئے گا۔ تو فتنہ بڑھے گا۔ اور جب فتنہ بڑھا تو اصلاح کہاں۔ طلحہ و زبیر نے پوچھا یہ کیسے۔ قعقاع نے جوابدیا کہ بصرے میں ایسے لوگ جن پر قاتل عثمان ہونے کا شبہ کیا جاسکتا ہے کتنے ہونگے۔ زبیر نے جوابدیا ایک کم تین سو۔ قعقاع نے جواب دیا کہ ان تین سو آدمیوں کو تین ہزار آدمی سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ کم سے کم ہر ایک شخص کے دس دس رشتہ مند نکلیں گے طلب قصاص کے وقت جب ان پر شدت کیجائیگی۔ تو کبھی ایک قریبی رشتہ دار اپنے عزیز پر یہ سختی ہوتی نہ دیکھ سکیگا ضرور مزاحم ہوگا۔ جب وہ طلب قصاص میں مانع آئینگے تو وہ بھی شل اسی کے سمجھے جائینگے۔ اور انکی بھی ویسی ہی سیاست کیجائیگی۔ تو اس سلسلہ سے سمجھنا چاہئے کہ یہ فتنہ کہاں سے کہاں پہنچیگا۔ اور یہ فساد کہاں سے کہاں جائیگا۔ اس میں اہل اسلام کی اصلاح کی صورت کہاں ممکن ہے۔

قعقاع ابن عمر اپنی تقریر تمام کرکے وہاں سے ایکہزار بصرے والوں کے ساتھ جسمیں ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لوگ شامل تھے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قعقاع کا جانا بہت سے لوگوں کو پسند ہوا۔ اور بہتوں کو ناپسند۔ جنکو ناپسند تھا وہ تو خود

آئے مگر اپنے آدمیوں کو دریافت احوال کی غرض سے بھیجدیا۔ الغرض قعقاع جمعیت کثیر کے ساتھ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو سوال اس طرف کے لوگوں سے کئے وہی سوال حرف بحرف آپکی خدمت میں بھی عرض کئے۔ امیرالمومنین نے اس کے مختصر سوال کا ایسا شرح اور مفصل جوابدیا۔ اور ایسی تشفی اور تسکین کر دی کہ کچھ ایک قعقاع ہی پر موقوف نہیں۔ تمام بصرے والوں کی اتنی کثیر جماعت میں سے کسی ایک کو بھی زبان کھولنے کی مجال باقی نہیں رہی۔ علامہ طبری نے اپنی مستند تاریخ میں قعقاع کے اس کمیشن کی کیفیت بہت خوبی کیساتھ لکھی ہے جسکی بجنسہ عبارت ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

علی کرم اللہ وجہہٗ فرمود کہ مردمان مدینہ آمدند برد عثمان رضی اللہ عنہ۔ ہرچند من عثمان رضی اللہ عنہ را پند دادم فرمان نکرد۔ و من آن منتظمان را از و باز نتوانم داشت۔ بخانہ اندر شدم و بنشستم و ایشان بر او گرد آمدند و او برد و ایشان توجہ نکرد تا کشتہ شد۔ پس مرا طلب کردند۔ کہ این کار بگردن اندر کنند۔ یک ہفتہ پنہان بودم۔ سود نداشت۔ مرا از خانہ بیرون آوردند و بمسجد بردند۔ گفتم نخست این دو تن باید طلحہ و زبیر کہ بیعت بکنند چون بیامدند۔ گفتم ہر کدام کہ خواہد این بیعت بگیرد۔ و دست پیش کند تا من بشما بیعت کنم۔ ایشان نخواستند و این کار بستم در گردن من اندر افگندند و بدل خوش با من بیعت کردند و من ایشانرا نیکو داشتم و حقوق ایشانرا بشناختم۔ پس دستوری خواستند کہ از ما بشویم و حج و عمرہ بکنیم۔ دستوری دادم تا برفتند و بیعت بشکستند زنان خویش را اندر پردہ بنشانیدند و زن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را پردہ بدریدند و بگروہ نامحرمان ببصرہ آوردند و فساد کردند و خون ریختند و نہ از خدائے عز و جل ترسیدند۔ عہد بیعت خود را بشکستند و نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را حرمت داشتند و نہ مسلمانان شرم و بریختن خون حرام من آمدہ اند من آمدہ ام تا مسلمانان را بصلاح آوردم و دلہائے پریشان و پراگندہ را جمع کنم و این کینہ مصیبت را از میان برگیرم تا با ما حرب کنند ما با ایشان حرب نکنم۔ طبری جلد چہارم صہ ۵۶۱

اہل بصرہ پر آپکی اس معجز نما تقریر نے کیسی تاثیر کی۔ اسوقت اس کا اندازہ کرنا ہماری خیالی قوتوں سے باہر ہے اسکے لئے ہمارا اتنا ہی لکھدینا کافی ہوگا کہ تمام اہل بصرہ پر ایک محویت طاری ہوگئی سب نے عرض کی کہ ہمنے کبھی کسی کی ایسی اچھی تقریر نہیں سنی تھی۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ جب تم میرے کلام کی تصدیق کرتے ہو تو پھر میری بیعت کیوں نہیں کرتے۔ یہ سنکر اس مجمع میں ایک شخص تھا جسکا نام عاصم ابن کلیب تھا۔ اس نے اپنے باپ کلیب کو مخاطب کرکے کہا کہ جناب امیرالمومنین کی باتوں کا کچھ جواب دیجئے۔ کلیب نے جوابدیا کہ مجھکو تو دل سے منظور ہے مگر عذر یہ ہے کہ ہم لوگ فرستادہ ہیں۔ ہم یہ جواب لے جائیں تو وہاں سے واپس آکر آپکی متابعت کے میثاق مستحکم کریں یہ سنکر امیرالمومنین نے فرمایا کہ حق کو تمنے دیکھہ تو لیا مگر پہچانا نہیں۔ تم اپنی کہو جب دو سرونکے پاس جانا ان سے بھی کہنا۔ اگر تیرا وہ کہنا نہ مانیں تو خیر۔ تم تو اپنی ذات خاص سے سیدھی راہ پر آگئے۔ جناب امیرالمومنین کا اتنا فرمانا تہا کہ تمام جماعت نے آپکی تجویز سے اتفاق کیا اور سب بصرے والے ملکر کہنے لگے کہ پہلے کلیب بیعت کرلیں تو ہم سب بیعت کرتے ہیں۔ کلیب یہ سنکر اپنی جگہ سے اٹھا اور امیرالمومنین کی بیعت سے مشرف ہوا۔ کلیب کا

بیعت کرنا تہا۔ کہ تمام اہل بصرہ جو وہاں موجود تہے۔ یکے بعد دیگرے آپکی بیعت کرتے گئے اور تمامی لوگ متابعت و اطاعت کے میثاق میں داخل ہو گئے۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۶۲۔

کوفہ اور اہل کوفہ کے حالات

مقام ذاویہ میں پہنچکر امیر المومنین نے اپنی ہمراہی جمعیت پر نظر کی اور اسکو طلحہ اور زبیر کی لا تعداد فوج سے مقابلہ کیا تو اپنی طرف اور زیادہ فوج کی ضرورت تہی۔ باہم مراسلات اور دیگر اسباب کی وجہ سے امیر المومنین کو ان لوگوں کے جنگ کا یقین پورا۔ ہوچکا تہا۔ اسلئے آپنے بیرونی امداد کو بہت ضروری خیال فرمایا اور ابو موسیٰ الاشعری کو جو اسوقت کوفہ کے موجودہ عامل تہے ایک خط تحریر فرمایا اور اسمیں ایکہزار فوج کی طلبی درج کی۔ ابو موسیٰ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر المومنین کے خط سے پہلے ام المومنین عائشہ کا خط ابو موسیٰ کے پاس پہنچ گیا تہا جسمیں انہوں نے صاف صاف لکھدیا تہا کہ کوئی شخص جناب علی مرتضیٰ کی مدد نہ کرے۔ اسموقعہ پر ابو موسیٰ نے اہل کوفہ کو ایکجگہ جمع کیا اور امیر المومنین کا حکمنامہ سُنا دیا۔ لوگوں میں گفتگو ہوئی۔ مگر علی مرتضیٰ کی مدد کی بات قرار نہ پائی۔ ام المومنین کیطرف سے جو تحریر آئی تہی وہ پہلے ہی سنا چکی گئی تہی اسکو واجب التعمیل سمجہا ۹۱ صفحہ المرتضیٰ ابو موسیٰ الاشعری کے خیالات جیسے امیر المومنین کی طرف سے تہے وہ انکے اسی خطبہ سے ظاہر ہیں جسے ہم تاریخ طبری سے بجنسہٖ ذیل میں لکہتے ہیں۔

چون نامہ بہ ابو موسیٰ دادند۔ بر منبر شد و گفت اے مردمان دو قریشی مملکت میخواہند۔ علی و طلحہ ہر کہ این جہان خواہد برود بجائیکہ خواہید و ہر کہ آن جہان بخواہد بخانہ اندر بنشیند و این رفتن بزندگانی عثمان بایستے کہ خلیفہ روئے زمین بود و اندر بیعت او شک نبود۔ فریضہ بود بر مسلمانان کہ اورا نصرت کنند و امروز فریضہ بر مسلمانان کہ خون اورا طلب کنند و از بیرون اینہمہ فتنہ است و از پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم شنیدہ ام کہ گفت نشستہ بہ از استادہ و خفتہ بہ از بیدار و پیادہ بہ از سوار بود و ہر کسے را کہ بخانہ و شمشیرہا بہ نیام کنند۔ بہ بینیم کہ کار چون قرار گیرد۔ آنگاہ ہر کہ را این کار راست گردد۔ تضرب یاد کنید و طاعت دارید و ہر چہ فرماید بر ان اطاعت کنید و بیعت عثمان رضی اللہ عنہ بر شما واجب است۔ طبری صفحہ ۵۵۰

امیر المومنین کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے عبد اللہ ابن عباس کو اہل کوفہ کی دعوت کے لئے بھیجا مگر کچھ مفید نہ ہوا۔ عبد اللہ کے واپس آنے کے بعد امیر المومنین نے عمار ابن یاسر اور حضرت امام حسن علیہ السلام کو اہل کوفہ کیطرف روانہ فرمایا۔ رسالہ المرتضیٰ کے ذی وقار مولف تحریر فرماتے ہیں کہ علی مرتضیٰ کے فرستادوں میں اور ابو موسیٰ میں جو گفتگو ہوئی وہ بہت طویل ہے۔ اور روضۃ الاحباب میں تفصیل سے درج ہے۔ اسجگہ بخاری کی ایک حدیث درج کرنی کافی ہے جس سے یہ مختصراً معلوم ہو گا کہ بی بی عائشہ کیوجہ سے اس فتنہ و فساد میں کسقدر ترقی ہو رہی تہی۔

لما سار طلحۃ و زبیر و عائشۃ الی البصرۃ بعث علی عمار ابن یاسر و حسن ابن علی فقدما علینا الکوفۃ فصعدا المنبر و کان الحسن ابن علی فوق المنبر و اعلاہ و قام عمار اسفل من الحسن فاجتمعنا الیہ فسمعت

عمار القول ان عائشة قد سارت الی البصرة و اللہ انها لزوجة نبيكم فی الدنيا والاخرة ولكن الله ابتلاكم ليعلم ایاه تطيعون۔

جب طلحہ اور زبیر اور عائشہ بصرہ کو روانہ ہوئیں تو علی مرتضیٰ نے عمار ابن یاسر اور حسنؑ اپنے بیٹے کو کوفہ میں بھیجا یہ دونو حضرات کوفہ پہنچکر منبر پر چڑھے۔ امام حسنؑ منبر کے بالائی حصہ پر اور عمار ان سے نیچے کھڑے ہوئے۔ عمار نے کہا عائشہ بصرہ میں آئی ہے خدا کی قسم وہ دنیا و آخرت تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی بی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ تم علی مرتضیٰ کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ کی۔ المرتضیٰ صہ ۹۲۔

طبری کا بیان ہے کہ امام حسنؑ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کرکے ذیل کا خطبہ پڑھا۔

ایہا الناس علی ابن ابی طالبؑ امام شما است و دو میان مردمان فتنہ انگیزاند و خلافت را خواہند کردن۔ و سخن گرد آمدہ را می پراگنند و این معنی کہ اند گر دل ایشان آمدہ بغض کنند و از خدائے عزوجل عاصی شوند۔ و امام شما را می خواند بیعت او اند کردن شما است۔ اجابت کنید و امیر المومنین را بجوئید و نصرت او تاخیر مکنید و دیگر را ایگیر دکہ ہر کسے بیگناہ خویش را آویزد۔ پس اجابت کردند و گفتند سمعنا و اطعنا فرما نبردار یم و پیش امیر المومنین برویم۔ تن و جان پیش امیر المومنین نہائیم و تن و جان پیش او فدا کنیم۔ طبری صفحہ ۵۶۰

حضرت امام حسن علیہ السلام کی تقریر نے اہل کوفہ کے دلوں پر جو ابو موسیٰ کی تعلیم کیوجہ سے اس مسئلہ میں مذبذب تھے کامل طور سے تاثیر کی اور نو ہزار کوفے والے حضرت امیر المومنین پر آمادہ ہوکر بصرے کو روانہ ہوئے۔ جنکے پاس سواریاں موجود تھیں وہ تو خشکی کے راستے سے امیر المومنین کیخدمت میں حاضر ہوئے اور جنکے پاس راحلہ نہیں تھا۔ وہ کشتیوں کے ذریعہ دریائے فرات اتر گئے۔ رسالہ المرتضیٰ صہ ۹۲

مالک ابن اشتر نے جو امام حسنؑ کے ہمراہ تھے۔ جب دیکھا کہ اہل کوفہ ابو موسیٰ کے خلاف ہوکر امیر المومنین کی نصرت پر آمادہ ہے تو مسجد سے اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ اٹھ کر دار الامارۃ کوفہ میں چلے آئے۔ اور ابو موسیٰ کے آدمیوں کو وہاں سے باہر کرکے اپنے آدمی مقرر کر دیئے۔ ابو موسیٰ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو سوائے خاموشی کے اور ان کے بنائے کچھ نہ بنا۔ مالک ابن اشتر نے ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی یا ظلم و تعدی نہیں کی۔ جو چیزیں خاص انکے بیت الامارت میں موجود تھیں وہ ایک ایک کرکے ان کو اٹھوا دیں۔ ابو موسیٰ دوسرے دن سویرے کوفہ سے چلکر سرحد شام کے کسی مقام میں جا رہے۔ پھر اخیر جنگ صفین تک وہیں مقیم رہے کوفہ والے اور بصرہ والے مع احنف ابن قیس وغیرہ کے جب امیر المومنین کیخدمت میں جمع ہو گئے۔ تب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے شہر بصرہ میں داخل ہونے کا قصد فرمایا۔ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر کے داخلہ کی پوری کیفیت تاریخ مسعودی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

بصرہ میں امیر المومنینؑ کے لشکر کا داخلہ

امیر المومنین نے لشکر کی روانگی سے پہلے تمام اہل اسلام کو جمع کرکے ذیل کا خطبہ سنایا جسکو ہم تاریخ اعثم کوفی کی اصل عبارت سے نقل کرتے ہیں۔ اے مردمان چندان کہ ممکن بود این جماعت را رہا کردم و در افروختن آتش حرب تابے نمودم و ایشان را

از عواقب منازعت و مخاصمت ترسانیدم۔ چون این شیوہ بر ایشان در نگرفت۔ بخدا تعالیٰ سوگند بر ایشان دادم و ہر چند کہ در تحت
وسع بشریت تواند گنجید۔ تامل کردم تا باشد کہ از خدا تعالیٰ بترسند۔ و پند بگیرند۔ و عاقبت محاربات کہ خیر جسم باشد باز دارند۔
و بر زن و فرزند خود رحمت کنند و از مردمان شرم دارند ایشان را ہیچ سود نداد و پند و نصیحت در ایشان نگرفت و من کس را
منصر سند کہ طعن و ضرب را ساختہ باش و بمیدان مردان نبرد۔ آخر چون من کسے را از این سخن گویند و از جنگ می ترسانید ہنگہ
عمر خود در محاربت گذرانیدم و نشو نما در میدان طعن و ضرب یافتم مگر فراموش کردہ اند۔ کہ من ہماں علی ہستم کہ صفہائے ایشان را شکستہ
و آن شمشیر کہ شیر ہائے مبارزان عرب سر مدہ است۔ در دست من است و آن نیزہ کہ دلہائے گردان عرب و عجم از آن در ربدہ است
در قبضہ من است و بے قوی و بازوئے متین و صبر و یقین میدارم۔ و خدا تعالیٰ بنصرت و ظفر وعدہا دادہ و درہائے نعمت خود
را بر من کشادہ۔ از مرگ نتوان گریخت و تیر اجل را کہ حکم ربانی است رد نتوان کرد و ہر کس را کہ نکشتند چون عاقبت بیابد۔ جان
جان دادن و کشتہ شدن بصد درجہ از مردن بہتر باشد بان خدائیکہ جان علی ابن ابی طالب علیہ السلام در قبضہ قدرت اوست۔
کہ مرا از زخم شمشیر مردن آسان تر کہ ہمچون زنان بر فراش بمیرد۔ پس دست را بمناجات برداشت و گفت بارخدایا طلحہ آمدہ
بالطوع و رغبت بیعت کردہ عہد نمود۔ بعد از ان عہد را بشکست و قول خویشتن را خلاف کرد۔ اگر راستی انیست او را زیادہ
از این مہلت بدہ سزد و دی زود مرا از یکر او باز رہان۔ و زبیر ابن العوام حق خویشاوندی من نگاہ داشت و با من دشمنی
آشکارا کرد و عہد بیعت را بشکست و میان مسلمانان جنگ انداخت و میداند۔ و بد کردہ است و ظالم است۔ خداوندا شر او را
از من کفایت کن۔ برین سخن مناجات را با خبر رسانید۔ اعثم کوفی قلمی ص۱۵۹ قریب قریب اسی مضمون کے روضۃ الصفا جلد دوم
اور تہذیب المتین ص۳۴ میں درج ہے۔

مگر علامہ ذہبی نے جو مناجات درج کی ہے اُسکے مضامین اِس کے مضامین سے مختلف ہیں۔ ہم اس مناجات کو بھی اُس
تاریخ کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

الٰہی تو مجھے نیکی کے گھر اُتار۔ تو ہی بہتر گھاٹ اُتارنے والا ہے۔ الٰہی اس قوم نے مجھ سے بغاوت کی اور میری اطاعت
چھوڑ دی۔ اور میری بیعت توڑ دی۔ الٰہی مسلمانوں کا خون بچا اور ان پر ایک ایسے آدمی کو بھیج جو خون گرانے سے اللہ کا خوف
دکھلائے۔ ترجمہ مسود ذہبی باب الخلافت علیؑ مطبوعہ دہلی ص۲۔

مسند ابن جارود مجمی نے ابن عائشہ سے اور اس نے معن ابن   کے اسناد سے بیان کیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام
جس وقت معہ اپنے لشکر کے ریگستان سے ہو کر بصرے کے قریب پہنچے اور میں دیکھنے کو نکلا۔ تو میں نے دیکھا کہ سب سے پہلے ایک ہزار سوار کا
رسالہ آیا جسکے آگے آگے ایک مرد بزرگ سفید گھوڑے پر سوار اور سفید ٹوپی پہنے۔ شمشیر حائل کئے اور نشان لیئے ہوئے تھا اور ان
سب سواروں کی ٹوپیاں اکثر سفید اور زرد تھیں۔ سب لوہے اور ہتھیار وں میں غرق تھے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ
ابو ایوب انصاری پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابی ہیں اور یہ تمام قوم انصار ہے

ان کے بعد ایک اور سوار زرد عمامہ اور سفید کپڑے پہنے تلوار گلے میں ڈالے۔ کمان کاندھے پر رکھے۔ نشان ہاتھ میں لئے بڑے گھوڑے پر سوار ہزار سوار ونکے ساتھ آیا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا۔ خزیمہ ابن ثابت الانصاری ملقب بہ ذی الشہادتین جنکی ایک گواہی اسلام میں دو آدمیونکی گواہی کے برابر ہے۔

پھر ایک اور بزرگ کمیت گھوڑے پر سوار۔ زرد عمامہ باندھے۔ نیچے سفید ٹوپی پہنے۔ بدن میں سفید قبا۔ چمکدار تلوار گلے میں ڈالے۔ کمان کاندھے پر رکھے۔ ہزار آدمی کے ساتھ نیزے لئے ہوئے آیا۔ میں نے کہا یہ لوگ کون ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ یہ ابوقتادہ بن ربعی ہیں۔

پھر ایک سفید گھوڑے والا آیا اسکے پاس سفید کپڑے اور کالا عمامہ تھا۔ اور اسکو آگے پیچھے خوب مضبوط اور پیچدار باندھا تھا۔ نہایت تحمل اور وقار کے ساتھ کلام شریف پڑھتا ہوا۔ اسی طرح تلوار گلے میں ڈالے۔ کمان دوش پر رکھے۔ ہاتھ میں سفید پھریرے والا نیزہ لئے ہزار آدمیوں کے ساتھ جنکی ٹوپیاں مختلف رنگ کی تھیں اور ان کے گرد بوڑھے اور ادھیڑ اور جوان بھی تھے۔ آیا۔ انکی درستی اور سکوت ایسا تھا گویا گنتی کے لئے چپ کھڑے ہوئے ہیں۔ انکی پیشانیوں پر سجدے کے نشان تھے۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ عمار ابن یاسر اور چند مہاجر و انصار اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں۔

پھر ایک اور سوار بڑے گھوڑے پر سوار سفید کپڑے اور ٹوپی پہنے۔ زرد عمامہ پہنے۔ کمان کاندھے پر رکھے۔ تلوار حمائل کئے جسکے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے جاتے تھے۔ ہزار آدمیوں کے ساتھ۔ جنکی ٹوپیاں اکثر زرد و سفید تھیں نیزہ لئے ہوئے آیا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہیں تو معلوم ہوا کہ قیس ابن سعد ابن عبادہ انصاری ہیں جو چند انصار اور انکی اولاد نیز دیگر متعلقین کو ساتھ لئے ہیں۔

پھر ایک اور بزرگ اسپ تیز رفتار پر سوار آئے۔ ہم نے ایسا خوبصورت نہیں دیکھا تھا۔ سفید لباس۔ سیاہ عمامہ باندھے۔ آگے پیچھے خوب درست اور سڈول باندھے ہوئے ایک نیزہ ہاتھ میں لئے پہنچا۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے بیان کیا یہ عبداللہ ابن عباس اپنی اولاد اور چند دوست اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

بعد ازاں ایک اور رسالہ آیا جسکا رسالہ دار پہلے رسالہ دار کے ہمشکل تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ عبیداللہ ابن عباس ہیں۔

پھر ایک اور رسالہ آیا اور اسکا افسر بھی پہلے افسروں سے مشابہ تھا دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ قثم ابن عباس ہیں۔

پھر اور لشکر اور نیزے دار آگے پیچھے آتے گئے اور انبوہ کثیر ہو گیا۔ پھر ایک اور لشکر آیا جسمیں ایک خلقت ہتھیار بند لوہے میں ڈوبی ہوئی طرح طرح کے نیزہ بردار تھے سب کے آگے بڑا نشان ایک سوار ہاتھ میں لئے اور وہ سوار زمین کیطرف نیچی نظر کئے ہوئے نہایت قوی بازو اس طرح چلا جاتا تھا کہ گویا اسکی گردن پر کوئی جانور بیٹھا ہے۔ جسکی داہنی طرف ایک خوبصورت جوان اور بائیں طرف بھی ایک ویسا ہی جوان میں نے دریافت کیا کہ یہ سب صاحب کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

اور یہ آگے آگے جو نیزہ لئے ہوئے ہیں وہ محمد ابن حنفیہ اور یہ دونو حضرات جو یمین و یسار ہیں وہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ انکے پیچھے عبد اللہ ابن جعفر اور سب اولاد عقیل اور جوانان ہاشمی ہیں اور یہ ضعیف لوگ وہ مہاجر و انصار ہیں جو جنگ بدر میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے شریک تھے۔ امیر المومنین اس شان اور اس تجمل و وقار سے شہر بصرہ میں داخل ہوئے۔ تاریخ ذہبی جنگ جمل ص۱۰۰

جنگ جمل کے واقعات

علامہ مسعود ذہبی کی تحقیقات میں جمادی الثانیہ کی دسویں تاریخ پنجشنبہ کے دن کو اس لڑائی کی ابتدا ہوئی۔ امیر المومنین نے غنیم کے لشکر کو آمادہ پیکار پاکر اپنی ہمراہی جمعیت کو بھی درست فرمایا جسمیں چودہ۱۴ سو شرکاء بدر بھی حاضر تھے۔ جب مقابلے کا پورا سامان ہو گیا تو امیر المومنین خود اپنا مرکب بڑھا کر صف سے باہر نکل آئے۔ اور اپنے ہمراہیوں کو ذیل کے احکام جو خاصکر جنگ سے متعلق تھے سنائے۔

(۱) جب کوئی مقابل تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لاکر تمہارے سامنے سے بھاگ جائے تو تم اسکا تعاقب نہ کرو۔

(۲) جب کوئی حد سے زیادہ زخمی ہو جائے تو اسکے قتل کرنیکی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسے نہ قتل کرو۔

(۳) جب تم اپنے مقابل پر ہر طرح سے غالب ہو جاؤ اور ان پر قبضہ پاجاؤ تو کسی کے گھر کو غارت نہ کرو اور اسکے گھر میں نہ گھسو۔

المرتضیٰ صفحہ ۱۰۷ مسعود ذہبی ص۱۱ طبری ص۵۲۶

یہ ایسے احکام تھے جنکے حرف حرف سے اسلام کی سچی ہمدردی اور انکے حقوق کی رعایت اور حفاظت کا پورا ثبوت ہوتا ہے۔ اگر تحقیق کی گہری نظر ڈالی جائے اور ابتدا سے اسلامی غزوات کے اوراق الٹے جاویں تو ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ وہی اسلام ہے جسنے خاصکر جناب علی مرتضیٰ ہی کے آغوش شفقت میں پرورش پائی ہے اور اسکی حفاظت۔ اعانت اور نصرت کا پہلا بیڑا اٹھایا اور اول سے لیکر انتہا تک ہر قسم کی مصیبت اور ہر قسم کی آفت سے اسکو بچانے والا وہی شخص ہے جس پر آج یہ لوگ لگائے نیزے سنبھالے اور تیر جوڑے کھڑے ہیں۔ اسکے کام تمام کر دینے۔ اسکے خون گرا دینے اور اسکے نام مٹا دینے میں ان کو کوئی مروت اور کوئی رعایت نہیں ہے۔

بہرحال ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں جب ان احکام سے بھی فراغت ہو گئی تو امیر المومنین نے اسیطرح بار دیگر اپنے مرکب کو بڑھایا اور اپنی فوج کے ایسا ام المومنین کے ہمراہیوں کو بھی مخاطب کرکے موعظت اور نصیحت کے کلمات ارشاد فرمائے مگر ان لوگوں نے سوائے لڑائی کے کچھ نہ مانا۔ تاریخ مسعود ذہبی ص۸

امیر المومنین کو جب انکی موعظات سے بھی کچھ فائدہ معلوم نہیں ہوا تو آپ نے وہیں سے طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کو آواز دی اور وہ لوگ آپکے پاس اپنے لشکر سے چلے آئے۔ یہ ایک ایسا صحیح واقعہ ہے جو قریب قریب تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے مگر ہم اسکو تاریخ طبری سے بلفظہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام بانگ زد بطلحہ و زبیر ابن العوام۔ گفتند چہ میخواہی۔ فرمود بخدائے عزوجل کہ بیرون آئید چنانکہ خبر من و شما کسے دیگر نبود۔ تا شما را چیزے بگویم۔ علی علیہ السلام با سلاح بود و ایشان سراسلاح بیرون آمدند و بایستادند۔ امیر المومنین گفت من پیش خدائے عزوجل باضرب شما حجت ندارم و دوانم کہ شما نیز ندارید۔ اکنون انکارم کہ میان او شما قرابتے نیست و اندر گردن شما بیعت من نیست۔ و برادر شمانیم در مسلمانی۔ ا با ن بریک و نیم و از بہر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیکجا نماز کردیم و شما خون من حرام دیدید و من خون شما را حرام دیدیم۔ اکنون من چہ کردہ ام کہ خون من شما را حلال شدہ است۔ طلحہ گفت تو مردمان را گرد کردی تا عثمان را بکشتند۔ علی با طلحہ گفت تو دست بر کن تا من سہ دست برکنم و دعا کنم کہ یارب ہر کسیکہ بقتل عثمان شاد شدہ او را لعنت کن تا بنگریم کہ لعنت بر کہ آید۔ طلحہ خاموش شد و ہیچ نگفت پس علی علیہ السلام زبیر را گفت کہ اے زبیر یاد داری کہ فلان وقت بمدینہ نشستہ بودم بفلان محلہ و تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ بگذشتید بر من۔ چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرا بدید۔ بخندید و من نیز بخندیدم۔ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را گفتی یا رسول اللہ ہرگز پسر ابوطالب را رہا مکن و نگاہ کہ او را متبسم کنی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے زبیر از خدا بترس و آن روز کہ بروے لشکر آری ظالم باشی این سخن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را یاد کن۔ زبیر سر فرو افگند و بعد از زمانے گفت یا علی مرا سخنے بیاد آوردی کہ اگر یاد داشتمے ہرگز باینجا نیامدمے واللہ کہ با تو حرب نکنم و آب از چشم زبیر بیرون شد۔ پس عنان باز گردانیدہ بلشکرگاہ در آمد و طلحہ نیز باز گشت۔ طبری جلد چہارم ص۵۶۹ مسعودی ذہبی ص۱۴۱ ابو الفداء ص۲۱۹۔ المرتضیٰ ص۶۹ روضۃ الصفا جلد دوم و اعثم کوفی۔

طلحہ سے زیادہ امیر المومنین کی اس تقریر کا اثر زبیر پر ہوا۔ وہ لشکر سے پھرے اور ام المومنین کی خدمت میں جاکر کہدیا کہ اب میں علی ابن ابیطالب کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچونگا۔ اور نہ انکے ہمراہیوں سے لڑونگا۔ اسوقت علی ابن ابیطالب نے مجھکو وہ بات یاد دلائی ہے کہ میں اُن پر کسی طرح تلوار نہیں اٹھا سکتا۔ اور نہ انکے ہمراہیوں میں سے کسی کو قتل کر سکتا ہوں زبیر ابن العوام ایسے مستند شخص کی زبانی سنکر جو ابتدا سے لیکر آخر تک اس فوج کا سپہ سالار بنا رہا ہو اور جو مکے سے انہیں اسی امر کے لئے یہاں تک کھینچ لایا ہو۔ فوج کا انتظام کیا چاروں طرف سے اپنے ہمخیال فراہم کئے۔ لشکر کی درستی اور آراستگی کا بندوبست خاص اپنے متعلق لیا۔ اب صرف علی کے کہنے سے ایکساعت میں کچھ کا کچھ ہوگیا اور یہ سارا بنا بنایا کارخانہ اپنے ہاتھوں سے مٹا دینے پر تیار ہے ایک ام المومنین ہی کو نہیں بلکہ انکے بیس ہزار ہمراہیوں میں سے ہر ایک کو بہت بڑی حیرت اور بہت بڑا تعجب ہوا۔ کہاں تو میمنہ۔ میسرہ اور ساقہ کا بندوبست ہو رہا تھا اور حملہ کی تیاری کیجاتی تھی۔ کہاں اپنا بازو آپ ہی ٹوٹ گیا۔ اور ہر شخص دست بقبضہ ہونیکی جگہ اپنے قلب پر افسوس کا ہاتھ رکھنے لگا۔ ام المومنین کی تمام فوج میں غیر اطمینانی اور پریشانی پھیل گئی اور سچ پوچھو تو انکی شکست کے آثار اسیوقت سے نمایاں ہونے لگے۔

یہ حالت دیکھکر طلحہ۔ محمد ابن طلحہ اور عبد اللہ ابن زبیر یہ تینوں آدمی زبیر کے پاس آئے۔ زبیر کے متنبہ کرنے میں کسی نے

پہلے زبان نہیں کھولی۔ مگر انکے صاحبزادے عبد اللہ نے پہنچتے ہی اپنے پدر بزرگوار کو تنبیہ کرنا شروع کر دیا اور بہت دیر تک انکی نصیحت کیے پیرائے میں جرأت اور ہمت دلانے والے پُرجوش کلمات کہے اسلامی مورخین نے عبد اللہ کی مختلف تقریریں لکھی ہیں۔ مگر ہم انہیں سے تاریخ طبری کی عبارت کو نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں۔

عبد اللہ ابن زبیر از پدر وجہ بازگشتن پرسید۔ زبیر گفت یا علی حرب نکنم۔ پس عبد اللہ گفت این نیکو بودے کہ چون مردان بایں بیا مدند و تو بخدا شدی و گفتی کہ من با مسلمانان حرب نکنم و چون عبد اللہ ابن عمر کرد با مسلمانان از ہم جدائے عزوجل و اگر بیامدی و لشکر گرد کردی و خلق را بحرب خواندی و خون عثمان را دعوی کردی و زن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را آوردی و خلقے در بصرہ کشتی و بیعت خویشتن را بستدی اکنون لشکر رو برو آوردند و گوئی باز گردم۔ مردم گویند کہ این بیم خدائے عزوجل نبود بلکہ بیم پسر ابو طالب بود۔ این ننگ و عار راکجا خواہی برد۔ طبری جلد چہارم صد ۵۶۴

اپنے بیٹے سے ایسے نصیحت خیز اور غیرت انگیز کلمات جسمیں اسکی بزدلی اور پست ہمتی کے پورے ثبوت تھے سُنکر زبیر ابن العوام کی غیرت نے انکی رگ و پے میں قیامت کا جوش پیدا کر دیا۔ زبیر آخر عرب کا رہنے والا۔ قریش کی شجاع نسل کا یادگار اگر اتنی طولانی تقریر پر بھی خاموش رہجاتا تو تعجب تھا۔ اس نے عبد اللہ کو ڈانٹا اور کہا ہرگز میں امیر المومنین کی تلواروں سے نہیں ڈرا اور نہ انکی کثرت فوج اور جنگی سپاہیوں کو دیکھکر خائف ہوا ہوں۔ تیرا یہ خیال محض غلط ہے میرے اصرار سے میں اب بھی جنگ پر آمادہ ہوں جیسا کہ پہلے تہا۔ مگر میں نے امیر المومنین سے شرعی قسم کھاکر یہ اقرار کیا ہے کہ آپ سے اب جنگ نکرونگا۔ اسکی کیا تدبیر ہیگی۔ عبد اللہ نے کہا قسم کا ازالہ تو کفارہ موجود ہے ہی آپ اپنے غلاموں میں سے کسی کو آزاد کر دیجئے۔ قسم شرعیہ کا کفارہ ہو جائیگا۔ زبیر نہ قبول کرتے تو کیا کرتے۔ غنیم کی نوک شمشیر سے زیادہ تو صاحبزادے کی زبانِ تقریر ایک دل کے سو ٹکڑے کر رہی تھی۔ آخر مجبور ہوکر زبیر نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جس کا نام مکحول تھا بلایا اور اسکو اپنے قسم کے کفارے میں آزاد کر دیا۔ عبد الرحمان ابن سلیمان نے اس قسم اور کفارے کے مضامین کو ذیل کے اشعار میں منظوم کر دیا ہے جسے ہم روضۃ الصفا جلد ثانی سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

یُعتِقُ مَکحُولاً بِصَونِ دِینِہٖ　　کَفَّارَۃً لِلّٰہِ عَن یَمِینِہٖ　　وَالنَّکثُ قَد لَاحَ عَلٰی جَبِینِہٖ

زبیر نے اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنے غلام مکحول کو آزاد کر دیا اور اپنے عہد سے خدا کا کفارہ ادا کر دیا بعض حضرات نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے۔

اَلَم اَرَ کَالیَومِ اَخَا اِخوَانٍ　　اَعجَبَ مِن مُکَفِّرٍ بِالاِیمَانِ　　بِالعِتقِ فِی مَعصِیَۃِ الرَّحمٰنِ

اُسدن نہیں دیکھا گیا ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو اور تعجب کیا ایمان رکھکر کفر کرتے ہوئے اور آزاد کرتے ہیں خدا کے گناہ کیوجہ سے۔ روضۃ الصفا قلمی صد ۲۱۶۔ طبری صد ۵۶۴۔ ابو الفدا صد ۲۱۶

غلام کو آزاد کر کے زبیر پھر اپنے خیالوں میں آزاد ہوگئے۔ فریقین کے لشکر کچھ دور تو تھے ہی نہیں۔ مقابلہ میں

ایک دوسرے کے سامنے موجود تھا۔ امیر المومنین کو زبیر کی پوری کیفیت معلوم ہوئی تب آپنے تھوڑی دیر تامل کیا اور اسکی نسبت پھر آپ غور فرمانے لگے۔ حقیقت میں اسوقت تک امیر المومنین کو اسکا یقین بھی کہ جانبین کے لشکر سلاح جنگ سے آراستہ ہوکر پورے طور سے باہم حملہ کرنے کیلئے موجود ہیں خونریزی سے پرہیز تھا۔ آپ اسوقت تک وہی روش اختیار کر رہے تھے جس سے اسلام کی مصلحت اور امور اسلام کی اصلاح کے پہلو نکلیں۔ زبیر سے علی مرتضیٰ کو کوئی خوف نتھا۔ آپنے انہیں بلاکر اور سمجھا کر میدان جنگ سے کیوں ہٹا دیا اسلئے کہ انکو دیکھکر کوفے اور بصرے والے خود جدا ہو جائینگے۔ اور کشت وخون کی نوبت نہ آئیگی۔ مگر وہاں خود زبیر کیا سمجھاتے۔ الٹے خود ہی سمجھا دیئے گئے۔

اسوقت تک امیر المومنین کو دست بقبضہ ہونیسے پرہیز تھا۔ زبیر کی کیفیت دیکھکر امیر المومنین نے مسلم ابن عبداللہ کو اپنے پاس بلاکر کہا کہ تم ام المومنین کے لشکر میں جاکر انہیں اپنے طور پر فہمائش کرو۔ اور لڑائی کے ارادوں سے باز رکھو کر مصالحت کے طریقہ پر پھیر لاؤ۔ وہ مانیں تو خیر۔ نہیں تو ہماری حجت یہاں سے تمام ہے۔ مسلم اپنے ہمعصروں میں نہایت مہذب۔ پرہیزگار اور مقدس مشہور تھا۔ مسلم یہ حکم سنکر ام المومنین کی فوج کیطرف مخاطب ہوا۔ ہم اس واقعہ تاریخ طبری سے مفصل تحریر کرتے ہیں۔

مردے بود نام او مسلم ابن عبداللہ بود۔ آن مصحف را بستد و پیش صف اندر شد و مصحف را باز کرد۔ وگفت شمارا باین میخوانم۔ طلحہ گفت دروغ میگوئی۔ این عذر پسر ابو طالبؑ است و شمشیر زد و دست آن مرد را بیفگند آن مرد مصحف را بدیگر گرفت و گفت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدؐ رسول اللہ طلحہ شمشیر دیگر بزد و آن مرد را بکشت طبری ص۵۶۵ مسعود ذہبی ص۳۔

امیر المومنین کو مسلم کے حسرتناک واقعہ پر بہت افسوس ہوا۔ مسلم کی بدنصیب ماں اسکی لاش پر دوڑی آئی اور فرط مصیبت میں ذیل کے اشعار جسے تاریخ مسعود ذہبی کے ترجمہ سے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں پڑھے۔

بار الہا مسلم انکے پاس آیا وہ کلام اللہ کی تلاوت کرتا تھا۔ اور اس سے انکو ڈراتا تھا اور اسکی ڈاڑھی انکے خون سے رنگین کر دی اور میں اسکی غریب ماں دیکھتی ہی رہ گئی۔ باب الخلافت علی ص۳

اب ہمکو اسمقام پر سب سے پہلے یہ امر دکھلا دینا بہت ضروری ہے کہ امیر المومنین نے اہل اسلام پر کس حالت میں تلوار اٹھائی۔

علامہ مسعود ذہبی اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین کے تمام ہمراہی اسیطرح حکم کے منتظر میدان جنگ میں خاموش کھڑے رہے اس طرف ام المومنین کے لشکر نے ان پر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ اب انکے ہتھیار ہیں اور یہ۔ وہ ان پر تیرباران کر رہے ہیں اور ان کو جواب دینے کا حکم نہیں۔ یہاں تک کہ عبداللہ ابن بدیل ابن ورقہ خزاعی میسرہ سے اپنے مقتول بھائی کی لاش امیر المومنین کی خدمت میں لایا۔ ابھی اس لاش کا معاینہ ہی ہو رہا تھا کہ ایک اور لاش پیش

کیگئی۔ اس اجل نصیب کو اسکے دشمنوں نے بقدر تیروں سے چھانا تھا۔ کہ اس غریب کی لاش پر سوائے سوراخوں کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا۔

یہاں تک کہ امیرالمومنین نے تحمل کیا اور ایسی حالت میں کہ شاید ہی کسی دوسرے انسان کی قوتیں انکے برداشت کی تاب لا سکتی ہوں۔ مگر اب تحمل۔ نرمی صبر اور سکوت کا موقعہ جاتا رہا۔ ان ہمدردیوں کے ساتھ بھی ان تیس ہزار اہل اسلام میں سے کوئی انکا ہمدرد نہ نکلا۔ آخر کار یہ حالت دیکھکر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے۔ اور فرمایا کہ الٰہی تو گواہ ہے کہ اس قوم نے مجھ سے کیا غدر مچایا ہے اور میرے ساتھ کیسی بیوفائی کی ہے۔ ترجمہ مسعود ذہبی باب الخلافت علیؓ ص۸

اسکے بعد آپ نے حریف کے مقابلہ کا حکم فرمایا۔ اس لڑائی میں ہمکو سب سے پہلے طلحہ ابن عبداللہ اور زبیر ابن العوام کا حال خاتمہ تک پہنچا دینا نہایت ضروری ہے۔

زبیر ابن العوام کا جنگ سے خلاف ہو کر امد پھر کینے سُننے سے آمادہ ہو جانے تک تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اب اس کے تکرار کی ضرورت نہیں۔ غرض زبیر پھر آمادہ ہو کر مقابلہ کی نیت سے میدان میں ضرور آئے۔ ادھر اُدھر دو چار مرتبہ نیزے کے خالی وار بھی کئے۔ پھر گھوڑے کی باگ میدان جنگ سے پھیری اور جنگل کا راستہ پکڑا۔ اور برابر سیدھے نکلے چلے گئے۔ زبیر ابن العوام میدان جنگ سے گھوڑا بھگاتا ہوا وادی السباع میں آیا۔ اس جنگل میں ان لوگوں کا مجمع تھا جو جانبین سے کسی طرف بھی نہیں تھے۔ اور اس میدان میں بیٹھے ہوئے لڑائی کے آخری نتیجہ کا انتظار کر رہے تھے۔ اور پہلے سے اپنے دلوں میں یہ تجویز کر چکے تھے۔ کہ جسکی فتح ہوگی اسکی طرف ملجاوینگے۔ ان لوگوں میں قبیلہ بنی تمیم بھی تھا۔ زبیر جب وادی السباع میں پہنچا تو نماز کا وقت آگیا تھا۔ گھوڑے سے اُتر کر نماز پڑھنے لگا۔ قبیلہ بنی تمیم میں سے ایک شخص نے جس کا نام عمر ابن جرموز تھا۔ اسکو نماز میں مشغول پاکر ضرب تلوار سے مار ڈالا۔ ترجمہ مسعود ذہبی ص۱۲۱۔ المرتضیٰ ص۹۶۔ ابوالفدا ص۱۸۱

مسلم کے واقعہ کے بعد علامہ طبری کا بیان ہے کہ مسلم ابن عبداللہ کے تین بھائی یکے بعد دیگرے اپنے بھائی کا خون زمین پر پانی کیطرح بہتا دیکھکر تحمل نہ کر سکے۔ اور لشکر ام المومنین سے مقابل ہو کر مارے گئے۔ طبری ص۵۶۶

زبیر ابن العوام کا حال تو خاتمہ تک معلوم ہو چکا۔ طلحہ ابن عبیداللہ کی سرگذشت باقی ہے طلحہ ابن عبیداللہ گھوڑے پر سوار قلب فوج سے بازار جنگ کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اسوقت طلحہ کو سوائے زبیر کی پہچ کے اور کسی امر کا خیال بھی نہیں تھا مروان الحکم ام المومنین کے ردیف بنکر مکہ سے یہاں آئے تھے۔ اور اس جنگ میں وہ بھی شریک تھے مگر طلحہ سے کچھ فاصلہ پر پیچھے کھڑے تھے۔ مروان تو بنی امیہ سے تھے۔ جو عمر بھر تک اپنے دشمن کو نہ بھولیں۔ طلحہ کو منتشر اور ملول پاکر انہوں نے سوچا کہ حضرت عثمان کے قتل کرانے میں جسطرح طلحہ نے رُد و در رُوسعی کی ہے۔ ویسی کسی نے بھی نہیں کی۔ خلیفہ عصر نے خود دیکھا بیت المال اسلامی پر متصرف ہوئے۔ باغیان کوفہ اور بصرہ کو اشتعال دیتے رہے۔ غرضؔ اسوقت سب باتیں مروان کے ذہن میں آئیں یہ سوچکر مروان نے اپنے غلام سے کہا کہ تو میرے سامنے کھڑا ہو جا کہ طلحہ مجھکو نہ دیکھے اور میں اسکو تیر مار دوں

جب شہرستانہ پر پہنچ جاؤنگا تو کوئی کہا مجھے پہچانے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ اپنے غلام کو آگے کھڑا کرکے مروان ابن الحکم نے طلحہ کو ایک سم آلود تیر ایسا مارا کہ انکی ران پر جا بیٹھا۔ اس شدت کا تیر تھا کہ طلحہ سے اسکے زخم کا تحمل نہ ہوسکا میدان جنگ سے گھوڑا بڑھا کر علیحدہ ہو گئے۔ بہزار خرابی طلحہ گھوڑے سے اُترے۔ پاؤں کا موزہ خون سے بالکل بھر گیا تھا خون کی کثرت سے نکلا کہ دم کے دم میں انتہا درجہ کے ضعیف ہو گئے۔ تاہم خون بند نہ ہوا۔ آخر اسی صدمہ سے تڑپ تڑپ کے جان دی۔ المرتضیٰ صفحہ ۹۰ - ابوالفداء صفحہ ۴۲ - ترجمہ مسعودی صفحہ ۱۶

علامہ مسعودی اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ طلحہ چلے جاتے تھے اور یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔ وائے ندامت اور افسوس اے سرمندگی۔ میری عقل بہا گئی۔ مجھ پر اور میری مال پر تُف ہے۔ بہر نہایت ہی پشیمان ہوا کہ مجرموں کا ساتھ دیا۔ اور اپنے گمان میں خاموشی چاہا۔ چہرہ سے غبار پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ خدا نے جو چاہا سو ہوا۔ تقدیر میں یہی تھا۔ سوانح عمری علی علیہ السلام کے مولف نے طلحہ کی زبانی یہ شعر لکھا ہے۔ جو اسوقت میں انکے ورد زبان تھا۔

ندمت ندامت الکسعی لما شریت رضیٰ بنی جرم بزعمی

طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام جب دونوں افسران فوج کا خاتمہ ہو گیا۔ تب باقیماندہ لوگوں میں اتنی جرأت اور استقلال کہاں تھا جو میدان کارزار میں اپنے قدم جمائے رکھتے۔ سب کے سب منتشر ہو گئے۔ اور فوج مقابل سے لڑنے کی کسی میں ہمت نہ رہی۔ قبیلہ کے قبیلہ اور گروہ کے گروہ جو آج مہینوں سے اس معرکہ کے واسطے تیار ہو رہے تھے ام المومنین کے لشکر سے علیحدہ ہونیکی فکر کرنے لگے۔ لڑائی کی صورت بگڑ گئی۔ شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بہتیرے بہت سے گریز کر چکے اور بہت سے گریز پر آمادہ تھے۔ فوج کے امرا مارے جا چکے تھے۔ ایسی حالت میں انکے انتشار کا کیا پوچھنا۔ اتنا ہی غنیمت تھا کہ انکی صورت ابھی تک میدان جنگ میں دکھلائی دیتی تھی۔

طلحہ اور زبیر کے قتل ہو جانے پر ساری فوج ام المومنین کی سواری کے پاس سمٹ آئی اور ایک قرار واقعی جمعیت تھی۔ ام المومنین اسدن اپنے محمل میں اسی اونٹ پر سوار تھیں جسکا نام عسکر تھا۔ یہ عسکر وہی اونٹ تھا جو یعلی ابن منیہ نے یمن سے واپس آکر مکہ میں نذر گذرانا تھا۔ محمل کے نزدیک بہت بڑا مجمع تھا اور ام المومنین کے ہمراہیوں نے انکی محمل کی کامل حفاظت کر رکھی تھی۔ اور اسکو پہلے پردے اور موٹے کپڑے وغیرہ سے چھپا دیا تھا۔ تاکہ کسی آلات حرب کی ضرب محمل پر کارگر نہ ہو۔ پھر اُسپر چاروں طرف سے اپنی ڈھالوں کا سایہ کئے ہوئے تھے۔ بیچ میں وہ اونٹ اور چاروں طرف سے لوگوں کا سمٹ کر اکٹھا ہونا۔ فریق مقابل کے واسطے اور بھی مفید نکلا۔ وہ لوگ میدان وسیع پاکر اور اچھی طرح پھیل پھیل کر کھڑے ہو گئے۔ اور نہایت آسانی سے اپنے مخالف پر حملہ کرنے کے لئے مطمئن ہوئے۔

امیرالمومنین نے سب سے پہلے اپنے صاحبزادے محمد حنفیہ کو انکے مقابلہ میں بھیجا۔ اس جنگ میں امیرالمومنین نے انہیں کو

علمدار لشکر بھی بنایا تھا۔ حضرت محمد حنفیہ کو آتا دیکھ کر تیر اندازوں کا ایک دستہ مخالف کی طرف سے سد راہ ہو گیا۔ محمد حنفیہ انکی سبقت کا انتظار کرتے رہے۔ امیر المومنین یہ کیفیت ملاحظہ فرما رہے تھے۔ آپکو انکی خاموشی پر بہت تعجب ہوا۔ اپنا گھوڑا بڑھا کر بیٹے کے قریب پہنچے۔ پوچھا حملہ کیوں نہیں کرتے۔ محمد حنفیہ نے عرض کی کہ میں انکی سبقت کا منتظر ہوں تا یہ راستے ہٹتے ہیں تو میں ان پر وار کرتا ہوں امیر المومنین نے فرمایا کہ تم انہیں تیر اندازوں پر حملہ کرو۔ کیونکہ موت کی سپر سوائے حفظ خدا کے اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ ترجمہ مسعود ذہبی صفحہ ۲۰ ۔

شجاع باپ کا فرمان پا کر مطیع بیٹے نے اپنی طرف سے حملہ شروع کر دیا۔ حضرت محمد حنفیہ کی معرکہ آرائی جنگ جمل کے مشہور واقعات ہے اور قریب قریب تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔ علامہ مسعود ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ اسی حملہ میں تھوڑی دیر کے بعد حضرت محمد حنفیہ نے نیزہ داروں کی گھنی صفوں کو توڑ دیا اور پھر دفعتاً ان تیر اندازوں کو پسپا کر کے مخالف کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ سامنے کی جماعت تو صاف ہو گئی۔ مگر تاہم ام المومنین کی وہ جمعیت جو ان کے اونٹ کے گرد تھی۔ ویسی کی ویسی رہی۔ محمد ابن حنفیہ کو سجگہ چھوڑ کر امیر المومنین بالنفس النفیس اس جمعیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کا میدان سے بڑھنا تھا کہ تمامی لشکر آپکے ہمرکاب ہو گیا۔ امیر المومنین کے متقابل ہوتے ہی علامہ مسعود ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ ام المومنین کا لشکر کائی کی طرح پھٹ گیا۔ جیسے اندھے تنکے اڑ جاتے ہیں۔ دم کے دم میں بڑے کے بڑے رسالے کے رسالے اپنی جمعیت سے ٹوٹ ٹوٹ کر میدان جنگ میں منتشر ہونے لگے مسعود ذہبی صفحہ ۲۱

لڑائی کا میدان قیامت کا میدان ہو گیا۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ اپنی اپنی پڑ گئی۔ نہایت شدت سے خونریزی ہونے لگی۔ طلحہ کے صاحبزادے محمد بھی مارے گئے۔ عبد اللہ ابن زبیر اور مالک ابن اشتر سے مقابلہ ہو گیا۔ مالک نے اسے مار ہی لیا تھا مگر وہ اپنی حکمت عملیوں سے بھاگ نکلا۔ عمر ابن اشرف ام المومنین کے ہمراہیوں میں اپنی شجاعت اور قوت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ وہ بھی اسی معرکہ میں مارا گیا انکے علاوہ اور بہت سے لوگ مارے گئے۔ تھوڑی دیر میں ام المومنین کا لشکر بالکل خالی ہو گیا صرف قبیلہ ضبیہ کے لوگ ام المومنین کی سواری کے پاس کھڑے رہے اور ان کے کھڑے رہجانے کی یہ وجہ تھی کہ انکو ام المومنین کی شتربانی کا منصب حاصل تھا۔ امیر المومنین کے ہمراہی انکے ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔ جب ایک کا ہاتھ کٹ جاتا تھا تو دوسرا اپنا ہاتھ مہار پر رکھ دیتا تھا۔ اسی طرح ستر آدمی اسی مقام پر مارے گئے۔ مسعود ذہبی صفحہ ۲۱ ۔ ابو الفدا صفحہ ۲۱۴

جب ستر آدمیوں کی لاشیں یکے بعد دیگرے گر پڑیں اور اس پر بھی انکی کثرت کم نہ ہوئی تو امیر المومنین نے اپنے ہمراہیوں کو زیادہ خونریزی سے روک دیا۔ مگر جب تک ام المومنین کی سواری وہاں سے نہ ہٹتی۔ اس جماعت کا متفرق ہونا ممکن نہ تھا۔ ان لوگوں سے تو اب کسی حملہ یا مقابلہ کی امید ہی نہ تھی۔ اور نہ خونریزی کا خوف تھا۔ مگر تاہم وہ ضدی بادیہ نشین شاید کسی اور فتنے کی شاخ نکالتے۔ اس لئے امیر المومنین نے ام المومنین کا ہٹا دینا وہاں سے ضروری سمجھا۔ امیر المومنین نے العسکر پر حملہ کا حکم فرمایا اونٹ زخمی کیا گیا۔ اور ام المومنین کی سواری زمین پر خم ہو گئی۔ طبری صفحہ ۵۲۶ ۔ ابو الفدا صفحہ ۲۱۴ ۔ المرتضیٰ صفحہ ۹۶ ۔

ام المومنین کے اونٹ کا بیٹھنا تھا کہ انکے ہمراہیوں کے قدم اٹھ گئے۔ انکے محمل کا بیٹھنا دیکھتے ہی وہ لشکر سے ایسا نکلے جیسے کمان سے تیر۔ قبیلے کے قبیلے اور گروہ کے گروہ متفرق ہو کر مختلف راستوں پر چلے گئے۔ کچھ بصرہ کیطرف۔ کچھ کوفہ کی طرف۔ غرض جو جہاں سے آیا اُدھر چلتا ہُوا۔ اور منہ پھیر کر یہ بھی نہ دیکھا کہ ام المومنین کی آخر کیا حالت ہوئی۔ اب ام المومنین کی محمل اور وہ سنسان میدان۔ امیرالمومنین نے یہ حالت دیکھکر محمد ابن ابی بکر ابن الصدیق کو انکے پاس بھیجا کہ جاکر دیکھو کہ انہیں کوئی چوٹ یا کوئی صدمہ تو نہیں پہنچا ہے محدث دہلوی اور علامہ طبری علیہم الرحمہ اپنی مستند تاریخوں میں لکھتے ہیں کہ محمد نے پہنچکر بہن کی محمل میں اپنا ہاتھ ڈالدیا اور یہ دریافت کرنا چاہا کہ انکو کوئی جسمانی تکلیف تو نہیں پہنچی۔ ام المومنین محمل کے اندر نامحرم کا ہاتھ سمجھکر بے اختیار ہو گئیں اور فرمانے لگیں مَنْ ذَا الَّذِی یَمَسُّ مَوضعاً لَم یَمَسَّهٗ اَحَدٌ اِلَّا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم۔ محمد نے کہا بہن پریشان نہ ہو۔ میں ہوں تمہارا بھائی محمد۔ یہ سنکر انہیں اطمینان ہوا تو کہنے لگیں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی سَلَامَتِكَ یَا اَخِی۔ تاریخ طبری ص۵۶۲ سوانح عمری ص۲۵۶ ترجمہ مدارج النبوۃ۔

محمد نے پوچھا امیرالمومنین علی ابن ابیطالب فرماتے ہیں تمہیں کوئی چوٹ تو نہیں آئی۔ ام المومنین نے جوابدیا۔ نہیں بھائی مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا۔ ایک تیر تو آیا تھا مگر اس سے کچھ نقصان نہیں پہنچا۔ محمد نے جاکر یہ کیفیت امیرالمومنین کیخدمت میں عرض کردی۔ آپکو بھی فی الجملہ اطمینان ہو گیا۔ بعدازاں خود امیرالمومنین انکے محمل کے پاس تشریف لیگئے۔ ایک لکڑی سے انکی محمل کو کھٹکھٹایا اور فرمایا اے حمیرا (گندم گون۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو اکثر اسی لقب سے یاد فرماتے تھے) کیا تم کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ اور گھر میں بیٹھنے کو نہیں ارشاد کیا تھا۔ افسوس جن لوگوں نے تمہیں گھر سے نکالا اور تمہارے برعکس اپنی عورتوں کو اپنے گھروں میں محفوظ رکھا۔ انہوں نے اپنے حق میں کچھ انصاف نہیں کیا۔ ترجمہ مسعودی ص۲۴۳ آخرکار امیرالمومنین نے انکا محمل پھر درست کرا کے دوسرے اونٹ پر رکھوایا۔ اور محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ بصرہ میں صفیہ بن احمد کے مکان پر اُتروادیا۔ امیرالمومنین نے اس سے فراغت پاکر اپنی فوج کے لوگوں کو اکٹھا کر کے پھر وہی احکام سنائے جو شروع جنگ کے وقت سنائے گئے تھے۔ رسالہ المرتضیٰ کے ذیعقدہ مؤلف اتنا لکھکر اپنی یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ علیؑ مرتضیٰ نے اسلامی ہمدردی کو مدنظر رکھکر مخالفین کی نسبت یہ منادی کردی۔ بھاگتے کا تعاقب نہ کرو۔ مجروح کو قتل نہ کرو۔ کوئی آدمی کسی گھر میں گھسے علامہ طبری نے ان احکام کو کچھ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ جو بجنسہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

امیرالمومنین علی رضہ بانگ کرد کہ این حرب شما با مسلمانان افتادہ است و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنت کرد او و حی آمدی و کم کیسے دانشکہ این حرب با اہل قبلہ چگونہ باید کرد و تا با ختامرب مے کنید۔ چون ایشان ہزیمت یافتند۔ در پس ایشان مناز یدو ہر کرا جراحتے آید او را مزنید وانکہ در حرب نیست او را کشتن مکنید واگر با ایشان چیزے یا بید باشمان باز کنید تاریخ طبری جلد چہارم ص۵۶۵

یہ حکم تو انکے لئے تھا جو زندہ تھے۔ اسکے بعد مقتولین کیطرف متوجہ ہوئے اور سب مردوں کو ایک جگہ جمع فرماکر دفن کرادیا۔ اور بہت دیر تک ان کے نتیجوں پر غور فرماتے رہے۔ علامہ مسعودی تحریر فرماتے ہیں کہ جنگ کی عین گرم بازاری میں جو نعت لوح

لوہے سے اور جان جان سے لڑ رہی تھی۔ امیر المومنین پر پیاس ہے غلبہ کیا۔ ایک خادم پاس کھڑا تھا اس سے پانی مانگا وہ فوراً شہد کا شربت بنا لایا۔ اسمیں سے ایک گھونٹ پی کر رکھا۔ فرمایا شہد ہے پانی چاہتا ہوں یعنی بلا شبہ یہ بہت دور پیاسی کھڑی ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر آپکے پہلو میں حاضر تھے کہنے لگے کہ چچا آپکو اب تک ان لوگوں کا خیال ہے۔ انکی ایسی سخت عداوت اور آپکی ایسی مروت امیر المومنین یہ سنکر بے اختیار رو دئیے۔ اور فرمانے لگے کہ اے ابن عم۔ تیرے چچا کے سینے میں ہرگز کچھ بھی دنیا کی باتوں کا خیال نہیں ہے۔ مسعودی کہتے ہیں جسوقت امیر المومنین علیہ السلام میدان جنگ میں تشریف لائے اور مخالفین کی لاشوں کو ملاحظہ فرمایا تو انکی غفلت اور کوتاہ اندیشی پر نہایت تاسف کیا۔ اور ان بے جانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ قتل تقدمت الیکم احل بکم ما احل بمن کان قبلکم۔ احل ثا لا علم لکم بما تزون ونکن اخذ ابن و مصرع السوء۔ میں پیشتر تم لوگوں کو اپنی تلوار کی برش سے خوف دلاتا تھا۔ مگر تمنے اپنی جوانی کے نشہ میں انجام کار کو نہ سمجھا۔ اور میری فہمائش کو اصلاً قبول نہ کیا۔ اب تمہاری موت بُری موت ہے جسمیں تم نے اپنی جان دیدی۔ تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین صفحہ ۵۔

میدان جنگ کے ضروری امور سے فراغت پاکر امیر المومنین شہر بصرہ میں داخل ہوئے۔ اور مسجد جامع میں قیام فرما کر ایک طولانی خطبہ ادا فرمایا جسمیں زمانہ اور اہل زمانہ کی شکایتیں۔ انکی بداخلاقی کے بُرے نتائج ایسے اعلیٰ او یعنی مضامین میں دکھلائے گئے۔ کہ سامعین کی آنکھوں میں دنیا اور دنیا کی ثروت بالکل ہیچ معلوم ہونے لگی۔ امیر المومنین کو یہ پہلی بار عراق میں تشریف لانیکا اتفاق ہوا تھا اسلئے اہل اسلام کے وہ ہجوم تھے کہ مسجد میں بیٹھنے کی کیا کھڑے ہونیکی مشکل سے جگہ ملتی تھی وہ خطبہ یہ ہے۔

یا اھل البصرۃ یا اھل المؤتفکۃ ائتفکت باھلھا ثلثا وعلی اللہ تمام الرابعۃ یا جند المرأۃ واعوان البھیمۃ رغا فاجبتم وعقر فانھزمتم اخلاقکم دقاق ودینکم نفاق وماءکم زعاق بلادکم انتن بلاد اللہ تربۃ وابعدھا من السماء بھا تسعۃ اعشار الشر المحتبس فیھا بذنبہ والخارج منھا بعفو اللہ کانی انظر الی قریتکم ھذہ وقد طبقھا الماء حتی ما یری منھا الا شرف المسجد کانہ جؤجؤ طیر فی لجۃ بحر

اے اہل بصرہ اے منقلب اور غرق شدہ زمین کے رہنے والو۔ جو اپنے باشندوں سمیت تین مرتبہ غرق ہو چکی اور حق سبحانہٗ تعالیٰ چوتھی مرتبہ پھر اسکو غرق کریگا۔ اے زن ناقص العقل کے لشکر والو۔ اے حیوان ذلیل کے مددگارو۔ جب اس نے تمہاری دعوت کی تو تم نے قبول کرلیا۔ اور جب اونٹ اسکا پے کیا گیا تو بھاگ گئے۔ تمہارے اخلاق قبیح اور خراب ہیں۔ تمہارا دین نفاق سے ملا ہے۔ تمہارا پانی تلخ اور شور اور تمہاری خاک متعفن اور بدبو۔ تمہارا ملک چونکہ سب سے نشیب میں واقع ہے اسلئے آسمان سے دور اور رحمت الہیٰ کے نزول سے بعید ہے۔ موجود میں حقہ بدی کے نو حصے انہی لوگوں کو دئیے گئے ہیں جو یہاں رہتے ہیں۔ معصیت میں گرفتار جو نکل گئے ہیں وہ عفو بخشش ایزدی کے سزاوار۔ گویا میں دیکھتا ہوں یہ سارا شہر پانی میں ڈوب گیا ہے۔ مگر مسجد جامع کے

کنگرے اسطرح باہر نکلے معلوم ہوتے ہیں جیسے دریائے ناپایدار کنار میں کسی پرندے کا سر یا کسی کشتی کا صدر۔ تہذیب المتین صفحہ ۶۱
دونوں لشکر دیکھے۔ دہین کے کپڑے اور ہتھیار مسجد جامع میں ایک جگہ جمع کر دیئے گئے۔ امیر المومنین نے حکم دیا کہ اپنے اپنے ورثا
کے کپڑے پہچان کر لے لئے جاویں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر ہتھیار چونکہ غلبہ سے حاصل ہوئے تھے اسلئے بیت المال اسلامی میں رکھوا
لئے گئے۔ بعد اسکے ہم ہزار سے حکم دیا گیا کہ جو شخص اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہے گا وہ محفوظ سمجھا جائے گا۔

جن لوگوں نے اسلام کی متعدد تاریخیں دیکھی ہیں اور انکو ابتدا سے لیکر انتہا تک پڑھا ہے۔ وہ جناب امیر المومنین کے اُن احکام کو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان احکام سے ملائیں جو ایسے موقع پر اپنے عہد میں جاری فرماتے تھے تو وہ ان دونوں میں سر مو فرق نہ پائینگے۔ بلکہ یہ خیال کرینگے کہ ان احکام کا جاری کرنیوالا ایک ہی شخص ہے جسنے مختلف ایام میں دو نو احکام نافذ فرمائے۔ بہر حال شہر بصرہ پر امیر المومنین کا کامل قبضہ ہو گیا۔ اور تمام شہر میں سناٹا۔ ہر شخص اپنے اپنے گھر میں اطمینان سے بیٹھ گیا ام المومنین کے ساتھیوں سے عبداللہ ابن زبیر۔ مروان الحکم۔ ولید ابن عقبہ۔ عبداللہ ابن عامر۔ اور تمام بنی اُمیہ جو انکے شریک تھے گرفتار ہو کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔ عبداللہ ابن زبیر کی سفارش خود ام المومنین نے کی۔ آپ نے معاف کر دیا۔ مروان الحکم کے لئے حضرات حسنین علیہم السلام نے شفاعت فرمائی۔ وہ بھی چھوڑ دیئے گئے۔ باقیماندہ لوگوں کا ہمدرد کوئی نہ نکلا۔ سب تو رہائی کا حکم پا کر اپنے گھر چلے گئے۔ مگر اب یہ لوگ تنہا رہ گئے۔ امیر المومنین نے تھوڑی دیر تک تامل فرما کر انکو بھی اپنی طرف سے چھوڑ دیا اور کسی سے کچھ تعرض نفرمایا۔ مسعودی صفحہ ۲۸ -

ہم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے احوال میں لکھتے آئے ہیں کہ شجاعت کیساتھ رحمدلی یہ انکے اصول جنگ میں ایسا نادر الوجود اور عدیم المثال اصول تھا جسکی تمثیل ہمکو دنیا کے کارناموں سے نہیں ملتی۔ مخالف کیساتھ مخالفت اور دشمن کیساتھ محبت کرنا یہ ایک ایسے عالی ہمت اور کریم النفس شجاع کا کام ہے جو اپنے قتل کو اپنے حریف کے قتل سے مقدم سمجھتا ہے۔ مروان نے علی مرتضیٰ کے ساتھ خلافت ثلثہ میں کیا کچھ نہیں کیا تھا۔ ابھی خاص خلافت کے ایام میں ہاتھ اسنے مخالفانہ کارروائیاں شروع کر دی تھیں۔ یہانتک کہ جنگ جمل میں شریک ہو کر آپکے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر سوء اتفاق سے کامیاب نہ ہوئے۔ اب گرفتار ہو کر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیر المومنین علیہ السلام کو اب ان پر پورا قابو حاصل تھا۔ مروان ہر طرح سے واجب القتل تھے۔ مگر سامنے آتے ہی اور جناب حسنین علیہم السلام کے سفارش فرماتے ہی یہ معلوم ہوا کہ امیر المومنین کی خدمت میں جیسے کوئی گستاخی کی ہی نہ تھی۔ سابق شکایت کی نسبت ان سے جو کچھ بھی پوچھا گیا ہو۔ وزرا رہائی

جناب امیر المومنین کی یہ پیشینگوئی بصرہ اور اہل بصرہ کے لئے نہایت صحیح نکلی۔ دورہ عباسیہ میں قادر باللہ اور قائم باللہ کے ایام سلطنت میں دو مرتبہ بصرہ غرق آب ہو چکا۔ بصرہ نا رسیس سے جسکو جزیرہ الفارس کہتے ہیں جبل خام کی طرف سے اسمیں پانی آیا تھا جسکی وجہ سے تمام شہر پناہ اور تمامی خلقت برباد ہو گئی تھی۔ (اولاد حیدر)

کا حکم دیدیا گیا۔ مگر افسوس مروان پورے بارہ برس تک بھی امیر المومنین اور انکے صاحبزادوں کے محاسن اخلاق اور مروت و اشفاق یاد نہ رکھ سکا۔ اور نہیں پاکیزہ لبوں تک جنسے اسکی سفارش کیگئی تھی اسنے اپنی حکمت عملی اور قساوت قلبی کیوجہ سے زہر ہلاہل کا جام یا موت کا پیام پہنچایا۔ ہم اسکی نسبت صرف یہی خیال کرکے خاموش رہ جاتے ہیں کہ یہ مروان کا ظرف تھا اور وہ امام حسن علیہ السلام کی کریم النفسی اور عالی ظرفی۔

بہر حال جب امیر المومنین کو ان امور سے بھی فراغت ہوگئی تو آپ نے ام المومنین کے قیام کی نسبت غور کیا۔ بیرونجات میں انکا قیام کسی طرح مناسب نہیں سمجھا گیا تو آپنے عبد اللہ ابن عباس کو انکے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اب تمہارا باہر رہنا نہایت نازیبا ہے تم مدینہ چلی جاؤ۔ عبد اللہ ابن عباس جب انکی خدمت میں داخل ہوئے تو ام المومنین ان پر بہت خفا ہوئیں اور کہنے لگیں کہ تم بغیر اذن ہمارے گھر میں چلے آئے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ترک کیا۔ عبد اللہ نے جوابدیا کہ اگر آپ اس وقت تک خانہ رسول میں جہاں وہ آپ کو بٹھلا گئے تھے بیٹھی رہتیں تو ہم بیشک بغیر اذن کے آپکے گھر نہ آتے۔ اب سنئے کہ امیر المومنین آپکی نسبت یہ تجویز فرماتے ہیں کہ آپ بہت جلد بصرہ کو چھوڑ کر مدینہ کا قصد کریں۔ اور بیرونجات میں زیادہ نہ ٹھہریں۔ ام المومنین نے جوابدیا۔ کہ مجھکو اس سے انکار ہے اور میں اس رائے سے اتفاق نہیں کرتی۔ اعثم کوفی قلمی ص ۱۲۶۔ روضۃ الاحباب

عبد اللہ ابن عباس یہ جواب سنکر واپس آئے۔ انکے بعد جناب امیر المومنین نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو ان کے پاس بھیجکر یہ کہلایا کہ اگر تم مدینے کے جانے سے انکار کروگی تو ہم اس بات کی تعمیل پر مجبور ہو جائینگے جسکی اجازت مجھکو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مل چکی ہے اور جسے تم خود جانتی ہو۔ اعثم کوفی قلمی ص ۱۶۵ ترجمہ مسعود ذہبی ص ۲۶

علامہ مسعود ذہبی آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المومنین خود اس مکان میں تشریف لیگئے۔ جہاں ام المومنین فروکش تھیں۔ ام المومنین کیساتھ ان مقتولین کی عورتیں بھی تھیں جنکے شوہر انکی اطاعت میں مارے گئے تھے۔ وہ علی مرتضی کو دیکھتے ہی چلا اٹھیں۔ اے قاتل دوستان۔ انکے جواب میں کچھ ارشاد نہ ہوا۔ صرف اسیقدر فرمایا کہ اگر میں حقیقت میں تمہارے دوستوں کا قاتل ہوتا تو مروان الحکم۔ عبد اللہ ابن زبیر۔ عبد اللہ ابن عامر اور جمیع بنی امیہ کو کبھی امان نہ دیتا۔ یہ خیال تمہارا غلط ہے اسکے بعد ام المومنین نے استدعا کی کہ اب میری خواہش یہی ہے کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اور جہاں تم رہو وہاں میں بھی رہوں اور جس دشمن سے تم لڑو اس سے میں بھی لڑوں۔ امیر المومنین نے انکی استدعا کے جواب میں صاف صاف کہدیا کہ میں ایسا ہرگز نہ کرونگا۔ تم اپنے گھر جاکر بیٹھو جہاں تمہیں رسالت مآب چھوڑ گئے ہیں۔ ترجمہ مسعود ذہبی ص ۳۰۔ باب الخلافت علی

ام المومنین نے غرض کسی طرح اپنے قیام کی صورت نہیں دیکھی تو آخر مجبور ہوکر بصرے سے مدینہ کیطرف روانہ ہوئیں۔ رجب کا چاند انکو بصرہ میں ہوا۔ جناب امیر المومنین نے ان کے بھائیوں میں سے کسی ایک کو عبد الرحمن ہوں یا محمد۔ بہن کے ہمراہ کر دیا۔ اور انکی راہ داری کا کامل بندوبست کر دیا۔ کیونکہ ان ایام میں تمام راہیں مخدوش ہو رہی تھیں۔ اور اس فتنہ و فساد کے باعث قتل و خون۔ لوٹ مار چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے امیر المومنین نے راہ داری کا کامل انتظام فرمایا۔ عبد الرحمن کے

ساتھ تو تیس مرد علیحدہ دیئے اور خاص ام المومنین کی رکاب میں تیس عورتیں قبیلہ بنی عبد القیس وغیرہ سے لیکر جنکی رفاقت پر پورا اعتبار ہو سکتا تھا۔ قافلہ کے ہمراہ کر دیں۔ ان عورتوں کو مردانہ سلاحیں پہنائی گئیں۔ سر پہ عمامے باندھنے کا حکم دیا گیا اور یہ راز ام المومنین سے پوشیدہ رکھا گیا یہ عورتیں مردانہ لباس میں اسی طرح ام المومنین کی خدمت کرتی ہوئیں بصرہ سے مدینہ تک پہنچیں۔ وہاں کے لوگوں نے جب ام المومنین سے اس سفر کی سرگذشت پوچھی تو فرمایا کہ ہاں امیر المومنین علی ابن ابیطالب نے میرے ساتھ بہت عنایت کی۔ لیکن اتنی شکایت مجھکو انکے ساتھ رہ گئی کہ انہوں نے نامحرم مردوں کو میرے ساتھ کر دیا وہ عورتیں یہ سن رہی تھیں ایکبارگی سب کی سب نکل آئیں اور سبھوں نے مردانہ کپڑے اُتار ڈالے اور ام المومنین کے سامنے اپنی اصلی پوشاک میں کھڑی ہو گئیں۔ ام المومنین کو یہ حال دیکھکر سکتا سا ہو گیا۔ بیساختہ شکر کے سجدے میں زمین پر جھک گئیں اور فرمانے لگیں کہ اے ابی طالب کے بیٹے تم ہر وقت میری تعظیم و تکریم کرنا چاہتے ہو۔ میں بھی چاہتی تھی کہ میں تم سے لڑنے کو نہ نکلو۔ مگر مجھکو ایسی ہی خبریں پہنچائی گئیں اور لوگوں نے مجھ سے یہ کہا کہ تم چلو اور مسلمانوں میں صلح کرا دو۔ خیر اب تو جو کچھ ہونے والا تھا ہو گیا وہ عورتیں دو تین دن کے بعد ام المومنین سے رخصت ہو کر بصرہ واپس آئیں طبری ص ۹۶ ترجمہ مسعودی ص ۳۲

جناب امیر المومنین کے ان مکارم اخلاق اور محاسن اشفاق سے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ علی مرتضیٰ کے دل میں ام المومنین کیطرف سے کوئی مخالفت یا کدورت تھی۔ دنیا کی تاریخ پڑھنے والے کیا ہمکو کسی ایسے فاتح کے ایسے محاسن اشفاق کی مثال جو اپنے مفتوح کیساتھ اپنی کامل فتح کے بعد اسطرح پیش آیا ہو دکھلا سکتے ہیں ؟۔ ابھی دو چار روز پہلے ام المومنین اور امیر المومنین کے معاملات کیسے تھے۔ اگر امیر المومنین اسکا خیال فرماتے تو شاید ام المومنین کی رہائی دشوار ہو جاتی مگر نہیں امیر المومنین کے دلمیں ان خیالوں کا کہیں نشان ہی نہیں تھا۔ آپ خوب سمجھتے تھے کہ یہ اپنی کوتہ اندیشیوں کے ہاتھوں غلطی میں پڑ گئیں و ہ اسکے پیچھے سرگرداں ہیں۔ ایکدن سمجھیں گی۔ اب وہ وقت آگیا۔ اور انہوں نے اپنی غلطیوں کو خوب سمجھ لیا۔ اب پھر اُن پر زیادہ سختی سے پیش آنا اور اگلی پچھلی تمام باتوں کا انتقام چکانا تو تمام اسلامی مملکت کا خاک میں ملانا ہے۔ حجاز سے لیکر عراق تک کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا۔ جسکے دس دس پانچ پانچ آدمی انکی فوج میں شریک ہوں اگر ان سب سے اُسطرح انتقام لیا جاتا تو تمام ملک کا استیصال ہو گیا ہوتا۔ پھر کہاں کا ملک تھا اور کہاں کا امیر۔ ہاں طلحہ ابن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام کی کینہ پرور طبیعتیں ہوتیں تو البتہ اسموقع پر خرابیہ کا میدان ایک خوفناک منظر بنکر رہ جاتا۔ ہم تو اسوقت تک ایک عثمان ابن حنیف کی غربت۔ رسوائی۔ اور ذلت پر افسوس کر رہے تھے اگر طلحہ کا ستارہ چمکتا تو ہم یقین کرتے ہیں کہ امیر المومنین کے تمام ہمراہیوں کی ایک ہی صورت ہوتی۔ امیر المومنین نے عثمان ابن حنیف کے واقعے کی نسبت کچھ بھی خیال نہ فرمایا۔ اور خالصتاً للہ چھوڑ دیا۔ جناب امیر المومنین نے ام المومنین کے ساتھ وہی کیا جو ہر طرح سے انکے شایان تھا۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ اگر اس معرکے سے طلحہ اور زبیر جان بر ہوتے اور وہ بھی گرفتار ہو کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو انکے لئے بھی وہ معدن احسانات وہی احکام نافذ فرماتے

جو انکے ہمراہیوں کے لیے اس سے پہلے فرما چکے تھے۔ جناب امیرؑ نے محض اسلام کی محبت اور خلوص کی وجہ سے ان لوگوں کے ساتھ ابتدا سے انتہا تک ہی عنایت اور شفقت قائم رکھی۔ جسکی پوری تفصیل ہم ہر موقع پر جنگ جمل کی ابتدائی حالات سے اسوقت تک برابر اپنے ناظرین کے پیش نظر کرتے آئے ہیں۔

بہرحال ام المومنین کو نہایت عزت و احترام کیساتھ بصرہ سے مدینہ کی طرف روانہ فرما دیا جب ام المومنین بصرہ سے تشریف لیگئیں تو انکے باقیماندہ ہمراہی بھی اِدھر اُدھر چلے گئے جنمیں سے مغیرہ ابن شعبہ عبداللہ ابن عامر اور یعلی ابن منیہ وغیرہ معاویہ کے پاس شام میں پہنچگئے۔ اور اب بصرہ میں ان لوگوں سے کوئی شخص باقی نہ رہا۔ دو تین ہی دن میں شہر ان سے خالی ہو گیا۔ اور جنگ جمل کے تمام و کمال واقعات جو آج کئی مہینوں سے یکے بعد دیگرے پیش آ رہے تھے تمام ہو گئے۔ غنیم سے شہر صاف ہو گیا اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کا تمام تسلط ہو گیا۔

امیر المومنین نے جسطرح تخت خلافت پر بیٹھتے ہی مدینہ کے بیت المال کا سب سے پہلے جائزہ لیا تھا اسی طرح بصرہ کے جملہ امور سے فارغ ہو کر پہلے جس امر سے یہاں کا انتظام شروع فرمایا وہ بیت المال کی جانچ تھی۔ مسعودی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جائزہ کے وقت بصرہ کے زر مخزونہ کی بارہ ہزار روپیہ نقد کی میزان تھی۔ خازن نے امیر المومنین کے سامنے انکا ڈھیر لگا دیا۔ تھوڑی دیر تک آپ اسکو دیکھتے رہے۔ آخر کار تامل کے بعد فرمایا کہ اے سونے اور چاندی کے ڈھیر تو کسی اور کو دھوکا دینا۔ میں تیری کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔ خازن تو موجود ہی تھا۔ حکم دیا کہ فوراً اسکو تمام اہل اسلام پر تقسیم کر دو۔ روپیہ تقسیم ہونے لگا۔ ہر شخص موجود کے حصہ میں پانسو درم آئے ساسیئہ۔ خاص امیر المومنین کے حصہ میں بھی آئے۔ یہاں تک کہ وہ تمام و کمال رقم مخزونہ بٹ گئی۔ بیت المال سے اٹھکر امیر المومنین دار الامارت میں تشریف لائے۔ ابھی اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ اہل اسلام میں سے ایک صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے یا امیر المومنین میں کسی ضرورت سے باہر چلا گیا تھا۔ تقسیم کے وقت حاضر نہیں تھا۔ اب میں اپنے کام سے فارغ ہو کر آیا ہوں میرا حصہ مجھکو دلوا دیا جائے۔ امیر المومنین سنکر متبسم ہوئے اور خادم کیطرف اشارہ کیا۔ وہ گیا اور پانسو درہم جو جناب امیر کے حصہ کے تھے اٹھا لایا اور اس اہل اسلام کے حوالہ کر دیا وہ روپیہ لیکر دار الامارت سے چلتے ہوئے اور امیر المومنین ویسے کے ویسے ہی رہ گئے۔ مسعود ذہبی صہ ۳۵ ۔ تہذیب المتین صہ ۶۱

بہرحال جب انتظامات سے فراغت ہوگئی تو امیر المومنین نے دوسرے امور کیطرف توجہ کی۔ ام المومنین کی کوششوں اور طلحہ و زبیر کی سرتابی نے تمام بلاد اسلامی میں بدنظمی پھیلا رکھی تھی۔ ہر ملک اور ہر صوبہ میں انکے دیکھا دیکھی سرکشی اور مخالفت کے مادے پیدا ہو گئے تھے۔ امیر المومنین نے فتح بصرہ کے بعد بصرہ میں تھوڑے دنوں تک ٹھہر کر۔ عراق خراسان۔ یمن۔ کوفہ۔ حرمین اور مصر وغیرہ کا انتظام درست کر لیا۔ ایک شام کے صوبہ کے سوا باقی اور ممالک بیعت جناب امیر کا پورے طور سے عمل ہو گیا۔ اور اب امیر المومنین کو سوائے شام اور کسی دوسرے علاقہ کی فکر باقی نہیں رہی۔ اور معمور ہے

فارغ ہوکر آپ نے عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کی ولایت دیکر اور زیاد ابن سمیہ کو جو پہلے دو خلافتوں سے یہاں آکر امیر ہوچکا تھا بلاکر ان کی اعانت میں چھوڑا۔ اور بصرہ سے اٹھکر کوفہ چلے آئے۔

کوفہ پہنچکر امیرالمومنین نے فوراً دارالخلافت مدینہ کو واپس جانا مناسب سمجھا۔ آج کیا امیرالمومنین تو اپنی خلافت کے روز اوّل سے سمجھ چکے تھے کہ معاویہ کی مخالفت کا فیصلہ بغیر زبان شمشیر کے اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں ہے اسلئے کوفہ پہنچتے ہی جمعیت لشکر کے انتظام ہونے لگے۔ اور یہ بھی اسیوقت تجویز کرلیا گیا کہ اب سوائے شام کے تمام کی مخالفتیں تمام ہوگئیں اسی سفر میں اسکا خاتمہ بھی کردینا چاہیے۔ نہیں تو پھر یہاں سے مدینہ اور پھر مدینہ سے یہاں تک کی مسافت طے کرنا۔ فوج کی پریشانی کا باعث ہوگا۔ اور دہ سفر کی صعوبت اٹھاکر ایسی تھک جائیگی کہ پھر کس میں مقابلہ کے وقت ان کا اٹھایا جانا اگر مشکل نہیں تو مروت کے خلاف تو ضرور معلوم ہوگا۔

انہیں وجہوں سے امیرالمومنین نے مدینہ کی مراجعت پر کوفہ کے قیام کو ترجیح دی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہیں قیام کیا۔ کوفہ کے قیام سے بعض تاریخ والوں نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ آپنے مدینہ پر کوفہ کو ترجیح دی اور اپنے زمانہ میں کوفہ کو دارالامارت قرار دیا۔

اسمیں تو شک نہیں کہ آپکی حیات کا باقیماندہ زمانہ کوفہ ہی میں تمام ہوا۔ اور خلافت کے تمام کام یہیں انجام ہوتے رہے۔ امیرالمومنین کو پھر مدینہ جانیکی فرصت نہیں ملی۔ لیکن اس سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہم مدینہ پر کوفہ کی ترجیح کا مضمون پیدا کریں۔ کوفہ کا قیام عارضی تھا۔ مگر اسکے ساتھ ہی نہایت ضروری جیسا اوپر تحریر ہوچکا ہے۔ جبتک ان ضروری امور سے فرصت نہ ملجاتی اور اس مہم کا پورا تصفیہ نہ ہولیتا۔ امیرالمومنین کا قیام کوفہ میں تمام قرائن سے نہایت مناسب تھا وہ مہم شام کی مہم تھی۔ اور وہ ضروری امور معاویہ کی بغاوت کا تصفیہ تھا۔ کوفہ شام کا دروازہ تھا۔ شام کے امور کے دریافت کی غرض سے یہ مقام نہایت موزون تھا۔ انہیں ضرورتوں کو خیال کرکے امیرالمومنین نے کوفہ میں قیام کیا مگر اب اس سے یہ مضمون تراشنا کہ کوفہ کے مقابلہ میں امیرالمومنین نے مدینہ اور اہل مدینہ کے ساتھ اپنی کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی بلکہ اسکو اسکے اس پر ترجیح دی۔ یہ محض خیال ہی خیال ہے۔ ہاں اس مہم سے اگر جناب امیر کو فرصت ہوگئی ہوتی اور اس فرصت کے بعد بھی مدینہ کا قصد نہ کیا گیا ہوتا۔ تب ہم البتہ اس خیال کو صحیح مان سکتے تھے۔ جناب امیرالمومنین کے سیکڑوں خطبے اور مکاتبات ہمارے پیش نظر ہیں۔ مگر ہم کسی ایک میں اس خیال کا کہیں بھی نشان نہیں پاتے

جزیرۃ العرب کی بار دیگر فتح

جزیرۃ العرب ان شہروں کے نام ہیں جو بحر عرب کے ساحل پر واقع ہیں۔ انہیں کے مجموعہ کو جزیرۃ العرب کہتے ہیں۔ یہ شہر بلاد اسلامی میں خلافت ثانیہ کے ایام سے شامل تھے۔ خلافت ثالث تک اپنی حالت پر قائم رہے۔ حضرت عثمان کے مرتے ہی معاویہ ابن ابی سفیان نے پہلی کارروائی یہی شروع کی کہ جزیرۃ العرب کے لوگوں کو اپنی سازش میں لاکر

ان سے اپنی بیعت کرالی اور انکو اپنا مطیع بنا لیا۔ طلحہ اور زبیر کے فساد نے ایک تو یونہی تمام ملک میں فساد پھیلا رکھا تھا اور خلافت کے کاروبار ابتر رکھے تھے۔ امیرالمومنین کو ان فکروں سے مطلق فرصت نہیں تھی معاویہ کو موقعہ ملگیا۔ جناب امیرؑ عراق کے معاملات کیوجہ سے عدیم الفرصت تھے۔ اودھر جزیرۃ العرب میں معاویہ کی بیعت بھی ہوگئی اور تسلط بھی شہر حران ماوہان کا دارالحکومت ہوگیا۔ ضحاک ابن قیس الفہری کو وہاں کی حکومت بھی ملگئی۔

جمل۔ بصرہ اور کوفہ کے مختلف انتظاموں سے جب امیرالمومنین کو فرصت ہوگئی تو جزیرۃ العرب کی خبر معلوم ہوئی۔ اور اسکے فوری تدارک کو نہایت ضروری خیال فرماکر امیرالمومنین نے مالک بن اشتر نخعی کو تھوڑی سی فوج کے ہمراہ جزیرہ کی طرف روانہ فرمادیا۔ مالک نے حران پہنچکر ضحاک سے مقابلہ کیا۔ ضحاک اُنکے آنے سے پہلے مطلع ہوچکا تھا۔ اور اُس نے فوج اور قلعہ وغیرہ کا پورا سامان درست کرلیا تھا۔ اب وہ میدان میں نکلکر مالک سے رُو درُو مقابل ہُوا۔ دن بھر آپسمیں لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ضحاک نے شکست کھائی اور وہ قلعہ میں جاکر روپوش ہوگیا۔ مالک نے قلعہ کا محاصرہ کرلیا ضحاک بہت گھبرایا۔ آخر شام میں معاویہ کے پاس اطلاع کی۔ معاویہ نے فوراً عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کو اُسکی کمک میں روانہ کیا۔ مالک کو عبدالرحمن کے آنیکی خبر معلوم ہوچکی تھی۔ اس نے محاصرہ توڑ دیا اور وہاں سے اُٹھکر عبدالرحمن کے راستے پر اپنی فوج کو بٹھلا دیا۔ عبدالرحمن اپنی فوج لیکر پہنچا۔ اور مالک نے وہیں اسکو راستہ ہی میں روکدیا آخرکار دونوں میں مقابلہ کی نوبت آئی۔ اور سخت خونریزی واقع ہوئی۔ مالک ابن اشتر نے عبدالرحمان ابن خالد کی فوج کو شکست دی۔ اسکی فوج اِدھر اُدھر منتشر ہوگئی۔ عبدالرحمن نے اپنی برخاستہ فوج کو بہت سنبھالا مگر وہ نہ سنبھلی اور سیدھی شام کیطرف بھاگ گئی۔

ضحاک اسوقت تک قلعہ میں پوشیدہ تھا۔ اور اسکی پچھلی شکست یافتہ فوج قلعہ میں بند تھی۔ جب اسکو عبدالرحمن کے آنے اور ناکامیاب جانے کی متواتر خبر پہنچی تو اب وہ ہر طرف سے مایوس ہوگیا۔ مالک ابن اشتر اس بیرونی امداد کو کاٹ کر پھر شہر حران میں داخل ہوگئے۔ اور ضحاک ابن قیس کو اپنے محاصرے میں لیلیا۔ ضحاک تو پہلے ہی سے افسردہ دل ہورہا تھا۔ اب سامنا کیا کرتا۔ قلعہ کا دروازہ کھولکر مالک ابن اشتر نخعی معہ اپنے منصور جوانوں کے ساتھ دم کے دم میں قلعہ کے اندر چلا گیا۔ ضحاک کے ہمراہی ضحاک کو لیکر بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں کا تعاقب نہیں کیا گیا۔ جو لوگ بچ گئے تھے انہوں نے مالک بن اشتر کی اطاعت کرلی اور صحیح وسلامت رہ کر اپنے اپنے منصب پر قائم رہے جن لوگوں نے سرتابی کی انکی سزا کامل کیگئی۔ مالک نے وہاں دوچار روز اور قیام کرکے وہاں کے ضروری انتظام درست کردیئے اور پھر اپنی فوج کے ہمراہ کوفہ کی راہ لی۔

امیرالمومنین مالک کے محاسن خدمات کے احوال معلوم کرکے مطمئن ہوگئے۔ اور اسکے بعد جنگ صفین کی تیاریاں ہونے لگیں اور فوراً شام کے معاملات کی سلسلہ جنبانی شروع ہوگئی۔ روضۃ الصفا جلد دوم قلمی ص ۲۲۱

اہل شام اور بنی امیہ کی حکومت

علامہ طبری اپنی مستند تاریخ میں لکھتے ہیں کہ یہ ملک سکندر مقدونیہ کے وقت سے ظہور اسلام تک عیسائی رومیوں کے قبضہ میں رہا تھا۔ ابوالفدا کی تحقیق میں یہاں کا حکمرانی سلسلہ ملک بنی غسان سے شروع ہوتا ہے۔ بنی غسان بھی رومی عیسائیوں کے ماتحت تھے۔ ملوک غسان کی ابتدا اصل ملک یمن سے شروع ہوتی ہے۔ ملوک غسان۔ ازد ابن غوث سلطان یمن کی اولاد میں سے تھے اس سے پہلے یہ لوگ بنی غسان کے نام سے نہیں مشہور تھے۔ شام میں پہنچکر اس لقب سے مشہور ہوئے اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہوئی کہ یہ لوگ یمن سے آکر شام میں ایک چشمہ پر اُترے اور یہیں بود و باش اختیار کی۔ اس چشمہ کا نام غسان تھا۔ اس چشمہ کی رعایت سے ان کا نام بھی بنی غسان ہوگیا۔

رفتہ رفتہ بنی غسان نے شام میں قوت پکڑی اور ایسی قوت ہوگئی کہ آخر کار وہاں کے موجودہ بادشاہ پر حملہ کر دیا اور اسکو شکست دیکر تمامی ملک پر خود متصرف ہوگئے۔ جس بادشاہ کو انہوں نے شکست دی تھی وہ اسی سلسلہ میں تھا۔ جسکو ظالم بخت نصر نے اپنی طرف سے شام کی حکومت کا منصب دیا تھا۔

رومیوں سے پہلے بخت نصر نے بیت المقدس کی بربادی سے پہلے ملک شام کو فتح کیا تھا۔ اور تھوڑے دنوں تک شام کو اپنے ممالک مقبوضہ کا دارالسلطنت بنایا تھا۔ مگر پھر جب وہ بیت المقدس کے معاملات میں مصروف ہوگیا۔ تو یہاں کے کاروبار اس سلسلہ کے سپرد کئے جسکا آخر فرمانروا بنی غسان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بنی غسان سے پہلے جو عرب ملک شام میں بستے تھے انہیں بنی صجاعمہ کہتے تھے۔ بنی ضجاعمہ کے لوگ سلیح کی اولاد میں تھے۔ ابو الفدا جلد اوّل۔

ظہور اسلام سے چارسو برس پہلے بنی غسان ملک شام میں پہنچے تھے۔ ان کا پہلا بادشاہ جو شام کے تخت پر حکمران ہوا۔ وہ جفنہ ابن عمرابن ثعلبہ تھا۔ اس سے پہلے شام والوں کا مذہب جہانتک تحقیق کیاجاتا ہے عیسائی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شام قیصر روم سے متعلق تھا۔ اور بنی غسان سے پہلے بھی جو فرمانروا گذرے تھے وہ قیصر کے باجگذار تھے۔ اسوقت قیصر نہایت شدت سے مذہب عیسائی کی اعانت اور اشاعت میں کوشاں تھا۔ اور ہم جہانتک خیال کرتے ہیں اسکا خیال یہی تھا کہ شہنشاہی کو تمام دنیا کا اسٹیٹ رلیجن (ملکی مذہب) بنانا چاہئے۔ اسی لحاظ سے شام کو اسوقت عیسائی ہونا ضرور تھا۔ مگر حقیقت میں وہاں کی عیسائیت بھی صرف برائے نام تھی۔ جہالت نے زمانہ کو بت پرستی کی کچھ ایسی تعلیم دے رکھی تھی کہ وہ اپنی ملت کے اصول سے بھی واقف نہیں تھے۔ اسوقت جو مذہب عیسائی کہا جاتا تھا۔ بت پرستی اسکی بھی ایک رکن ضرور تھی حضرت مریم۔ حضرت عیسٰی اور روح القدس علی نبینا علیہم السلام کی تصویریں ضرور پوجی جاتی تھیں۔ اگر مذہب یہود تھا تو انہیں بھی یہ اصنام پرستی موجود تھی۔ مریم۔ عیسٰی اور روح القدس کو چھوڑ کر حضرت موسٰی۔ حضرت ہارون اور حضرت نون ابن یوشع علی نبینا علیہم السلام کی پرستش ہوتی تھی۔ غرض جو مذہب تھا وہ مٹا ہوا اور جو شریعت تھی وہ بگڑی ہوئی۔

عرب میں عموماً بت پرستی کا رواج شام ہی سے لیا گیا تھا۔ اس سے پہلے عرب کی جاہل قومیں اور قسم کے کفر و الحاد میں مبتلا تھیں۔ کوئی مسخ ہوئی عیسائی شریعت کا نام لیوا تھا۔ کوئی ملتِ موسیٰ کا برائے نام قائل تھا۔ کسی کا مذہب صبایہ تھا۔ کوئی رہبانیت کیطرف مائل تھا۔ غرض کچھ ایسی خلط مبحث تھی کہ پورے طور سے کسی مذہب کا پابند انکو نہیں کہنا چاہئے۔ مگر جب عمر ابن لحیہ یہاں کا بادشاہ ہوا تو وہ کسی ضرورت سے ملک شام کے مشہور و معروف شہر جابلقا میں گیا اور وہاں کے لوگوں کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے ان سے اس نئی چیز کی ماہیت پوچھی تو انہوں نے اسکو اپنی پرستش کی تصویریں دکھلا کر کہا کہ یہ ہمارے معبود ہیں۔ ہمارے پرورش کرنے والے ہیں۔ ہمارے مارنے اور جلانے والے ہیں۔ یہی پانی برساتے ہیں اور یہی زمین سے غلہ اگاتے ہیں۔ تمام خلائق انہیں سے مدد مانگتی ہے۔ عمر یہ باتیں سنکر نہایت متعجب ہوا اور اسیوقت اس کا دل بت پرستی کی طرف مائل ہو گیا۔ آخر چلتے وقت اس نے ان لوگوں سے ایک بت مانگا۔ انہوں نے اسے ہُبل نامی ایک بت حوالہ کر دیا اور اسکو بھی انہیں صفتوں سے موصوف بتلایا۔ عمر نے عرب میں واپس آکر اس بت کو بڑی شان والا سمجھکر خانہ کعبہ میں رکھا۔ اور اسکی پرستش کی تمام ملک پر تاکید کر دی۔ جسطرح قیاصرہ روم نے عیسائیت کو اپنے تمام ممالک مقبوضہ کا مذہب بنایا تھا۔ اسی طرح عمر نے بھی تمام عرب کو بت پرستی کا اسٹیٹ رلیجن (ملک کا مذہب) قرار دیا۔ ہُبل کے ساتھ اُن لوگوں نے دو بت اور عمر کو دیئے تھے۔ جنکو اساف اور نائلہ کہتے تھے۔ عمر نے ان بتوں کو شہر کا محافظ قرار دیکر شہر مکہ کے پاس صفا اور مروہ میں رکھا تھا۔ ابوالفدا جلد اول سنہ ۱۴۲۔

پھر تو عرب میں بت پرستی کا کچھ ایسا رواج ہوا کہ ہر قبیلہ کا جدا جدا بت ہو گیا۔ انکے اختیارات اور قوتیں بھی علیحدہ علیحدہ بتلائی جانے لگیں۔ مثلاً کوئی بت تھا جسکی طرف انکا یہ اعتقاد تھا کہ یہ روزی دیتا ہے اور معاذ اللہ انکا رزاق مطلق ہے۔ عسرت اور تنگدستی کی حالتوں میں اس سے کشائش رزق اور افزائش معاش کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ کسی بت کی نسبت ان کا یہ گمان تھا کہ یہ پانی برساتا ہے خشک سالی اور قحط کے ایام میں اس سے پانی برسانے کی دعائیں کیجاتی تھیں۔ مگر اتنے بت بنے ہونے پر بھی جس عظمت جس کرامت اور جس قوت کو وہ لوگ ہبل میں تعلیم کرتے تھے وہ کسی میں نہیں یوں سمجھو کہ معاذ اللہ ہبل خدا تھا۔ اور دوسرے بت چھوٹے چھوٹے خدا اسکے مقرب بندے۔ ہبل کی نسبت شام والوں نے عمر ابن لحیہ کو یہ بھی بتلایا تھا کہ ہر حال میں یہ تمہارا معین اور ناصر ہے کوئی کیسی ہی مہم یا کوئی کیسا ہی غنیم تم پر چڑھ آئے یا تمکو کسی ایسے طاقتور اور قوی مخالف سے مقابلہ کی نوبت پہنچے جسکی مجموعی قوتوں کو تم کسی طرح توڑ نہ سکو تو تمہارا یہ خدا (ہبل) تمہارا محافظ ہوگا اور تم اس مہم میں مظفر و کامیاب ہو گے۔ جو شام والوں نے ہبل کی نسبت عمر ابن لحی کو تبلایا تھا اس سے زیادہ اہل عرب کی جاہلانہ لے ہبل کی تعظیم کرائی اس خیال سے ابوسفیان نے احد کے غزوہ میں ہبل کو اپنے ہمراہ لیا تھا اور اعلی اہبل اعلی الہبل کے شور مچا کر تمام مشرکین کو اسکی عظمت اور قوت یاد دلاتا تھا اور انمیں انکے کفر کی گرمجوشی پیدا کرتا تھا۔ شام میں بت پرستی کب سے رائج تھی۔ یہاں اسکا رواج ظالم بخت نصر کے وقت سے چلا آتا تھا اور اسفندیار اور بہمن

ابن اسفندیار شاہان فارس کیطرف سے فتوحات پر معین تھا۔ یہ بادشاہ مدت الایام سے بت پرست اور بندۂ اصنام چلے آتے تھے بخت نصر نے بہت دنوں تک بیت المقدس کی بربادی سے پہلے شام میں قیام کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شہر موصل کو جو شام کے مشہور و معروف شہروں میں سے ہے اس نے اپنا دارالسلطنت بنایا تھا۔

اگر ہم اہل شام کے عقائد اور انکے مذہب کی تمام و کمال کیفیت لکھنا چاہیں تو ہمارا اتنا ہی لکھ دینا کافی ہوگا کہ بخت نصر کے وقت سے لیکر ظہور اسلام تک اور پھر ظہور اسلام سے لیکر خلافت ثانیہ کے آغاز تک شام میں بُت پرستی ہوتی رہی مگر اس زمانے میں کیا تھا کہ وہ بت کی پوجا بھی کرتے تھے اور اپنے عیسائی ہونے کا اعتراف بھی کرتے تھے اور اگر غور سے دیکھو تو وہ بُت پرستی کے اصول پر بھی اچھی طرح قائم نہیں تھے۔ اور نہ عیسائی شریعت پر۔

اہل اسلام کے عقاید قبول اسلام تک ایسے ہی رہے۔ ظلم۔ کینہ پروری۔ سنگدلی۔ بے مروتی۔ اور خلاف وعدگی اہل شام کی طبیعتوں کے لازمی اجزا تھے۔ جنکے بغیر انکی طبیعت کی ترکیب کسی طرح مکمل نہیں ہو سکتی تھی۔ ان کے بداخلاق ہونیکا سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ سے ظالم گورنمنٹ کی ماتحتی میں چلے آئے۔ اور قدیم سے ظالم۔ تندخو۔ جابر اور سنگدل فرمانروا برابر ان پر حکومت کرتے چلے آئے دنیا کی تاریخ دیکھنے والونکو اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی فرمانروا کی طرز حکومت۔ تہذیب اور اخلاق کا اثر کسقدر جلد وہانکی رعایا پر پڑتا ہے اور تھوڑے ہی دنونکے بعد رعایا اپنے فاتح فرمانروا کا کیسا جلد چربہ اُتار لیتی ہے اگر قوم شائستہ اور فرمانروا بھی مہذب ہو تو وہ ملک بہت جلد دنیا میں مہذب مشہور ہو جاتا ہے۔ اگر قوم غیر مہذب اور فرمانروا بھی شائستہ نہیں تو وہ ملک بہت جلد برباد ہو جانے والا ثابت ہوتا ہے۔ وہیں کی آب و ہوا سے دوسرے ملک والے پناہ مانگتے ہیں۔ تمثیلاً دیکھو جیسے انگلینڈ اور اسپین۔ حالانکہ دونو ممالک یورپ میں داخل ہیں۔ مگر کیا انگلینڈ کا ڈنکا بجتا ہے اور اسپین کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔

حضرت جرجیس علی نبینا علیہ السلام کا پُردرد اور حسرتناک واقعہ بھی یہیں گذرا اور خدا کے اس سچے رسول کا خون ناحق افلون کی ترک اطاعت کے باعث سے شام ہی کی زمین پر گرایا گیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو روضۃ الصفا جلد اول

مدینہ میں گیارہ برس تک جناب سرور خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی ہدایت کی۔ اور تمام ملکوں۔ قبیلوں اور قریوں میں اسکی اشاعت ہو رہی تھی۔ قبیلے کے قبیلے۔ قوم کی قوم برابر اسلام قبول کرتی جاتی تھیں۔ یہ سب ہوتا رہا۔ مگر شام والوں کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ ظہور اسلام کی اطلاع سے ناواقف تھے یا ان کو بعثت رسول کی خبر ہی نہیں تھی۔ ان دنوں شام کو یثرب اور بطحا دونوں سے ایک خاص تعلق تھا۔ خصوصاً بطحا والے بڑے بڑے قافلے باندھکر تجارت کی غرض سے ہر سال ملک شام میں جاتے تھے اور وہاں مہینوں رہکر اپنا اسباب بیچتے تھے۔ بلکہ یہی شام کی تجارت اہل حجاز کی بسر اوقات اور گذران کا ذریعہ تھی۔ اسکے علاوہ احد کی لڑائی کی بنا تو بالکل شام ہی کے سرمایہ پر منحصر تھی اگر ابوسفیان کے پاس شام کا سرمایہ نہ ہوتا تو کبھی اورکے مصارف کے لئے قریش کی موجودہ بضاعت کفایت نہیں کرتی تھی

ابوسفیان جبتک رسول اللہ کے برخلاف کوشش کرتا رہا۔ برابر شام ہی کا سرمایہ جنگی مصارف میں اٹھتا رہا۔ ان اسباب سے کون کہہ سکتا ہے کہ اہل شام رسولخدا کی بعثت سے آگاہ نہ تھے۔ نہیں وہ خوب واقف تھے۔ مگر بد قسمت ایسے تھے کہ اسلام کی دولت سے برابر محروم رہے۔ رسول خدا نے ۶ھ ہجری میں انکو نامے بھی لکھے مگر یہ کچھ کبھی ملتفت نہ ہوئے۔ جزیہ کا وعدہ بھی کیا مگر ادا نہیں کیا۔

جب خلافت کے کاروبار حضرت ابی بکر کے سپرد ہوئے تو انہوں نے جناب رسولخدا کا وہی سجا سجایا لشکر جسکو اپنے اپنے بستر موت پر تیار کر کے اسامہ کی ماتحتی میں روانہ کر دیا تہا۔ مگر وہ کل ایک منزل مدینہ سے چلکر جناب رسول خدا کے انتقال کیوجہ سے واپس آیا۔ شام کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لشکر تین افسروں کی ماتحتی میں بھیجا گیا تہا۔ ابو عبیدہ جراح۔ سعد ابن العاص اور خالد ابن الولید۔ خالد امیر لشکر تھے۔ تین برس تک یہ لوگ شام کے معاملات میں الجھے رہے۔ رومیوں کی پچاس ہزار فوج اہل شام کی مدد پر تہی۔ عین مقابلہ کے وقت حضرت ابوبکر کی وفات اور حضرت عمر کی تخت نشینی کی خبر پہنچی اس خبر کے ساتھ ایک حکمنامہ بھی پہنچا جسمیں خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ جراح کی بحالی مندرج تھی۔ خالد کو خود بھی یقین تھا۔ کہ مالک ابن نویرہ والے معاملہ سے حضرت عمر بہت خلاف ہیں۔ خالد کو اپنی معزولی ناگوار تو ضرور ہوئی۔ مگر وہ فوج مخالف سے مقابلہ میں اسی طرح سرگرم رہا مہینوں کے بعد شام کی مہم سر ہوئی۔ ابو عبیدہ حیلہ ابن عمرو وہاں کے موجودہ بادشاہ کو گرفتار کر لائے۔ لشکر اسلام کو اچھی غنیمت ہاتھ لگی۔ بس اسی وقت ملک شام ممالک اسلامیہ میں داخل ہو گیا۔

ملک شام کے فتح ہوتے ہی وہاں کی امارت بنی امیہ کے سپرد ہوئی۔ یزید ابن ابوسفیان جو اس محاصرہ میں شریک تھا شام کا امیر مقرر ہوا۔ اسوقت کے مدبران خلافت نے کسی دوسرے خیالوں سے بنی امیہ کی تائید کی تھی اور اس تالیف قلوب کو جسکے وہ ہمیشہ سے عادی ہو رہے تھے ان کے فرمانبردار اور مطیع بنانے کے لئے مفید سمجہا۔

اسمیں شک نہیں کہ خلافت سے پہلے نبوت کے زمانے میں ان لوگوں کے ساتہہ تالیف قلوب سے کام لیا جاتا تہا اور اسیوجہ سے ابوسفیان اور اسکی اولاد مولفۃ القلوب کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ قال ابو عمر معاویۃ وابوہ من مولفۃ القلوب معاویہ اور اسکا باپ مولفۃ القلوب میں تھے۔ سوانح عمری ص ۵۴ بإسناد استیعاب الامام عبد البر۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ لابن الاثیر الجزری و اصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر و تاریخ الخلفا سیوطی۔

اس تالیف قلوب سے صرف یہی مقصود تہا کہ انکی حریص طبیعتیں اسلام کیطرف سے راضی اور خوشنود رہیں۔ اگرچہ تالیف قلوب سے انکی دلجوئی کیجاتی تہی۔ اور تقسیم غنائم میں عامۃ الخلائق نے الاسلام سے انکو زیادہ حصہ دیا جاتا تہا۔ مگر یہ رعایت صرف تقسیم غنائم ہی تک محدود تھی۔ اکثر غنائم میں جو لوگ اسیر ہو کر آتے تھے وہ برابر تمام اہل اسلام میں تقسیم کر دیئے جاتے تھے۔ ان لوگوں کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں دیا جاتا تہا۔ یہ تخصیص یا یہ استثنا کسلئے تہا۔ صرف اسی لئے کہ یہ ان اسیروں کے ساتہہ کبھی اس ملائمت۔ نرمی اور ہمدردی سے پیش نہ آئینگے جسکے سبب اسلام آجتک دنیا کی قوموں میں یاد کیا جاتا تہا۔

لوگ انکے ساتھ ضرور سختی اور شدت سے پیش آتے جو انکی فطرت کا تقاضہ تھا۔

خلافت ثانیہ تک تو بوجہ اسکے کہ خلافت کا دار و مدار ایک نہایت تیز طبیعت اور سخت مزاج فرمانروا پر تھا انکی آزادی اور خود مختاری پوشیدہ رہی اور شاید انکے افتخار کا موقع بھی نہ آیا تہا۔ خلافت ثالث کا آغاز اور خلیفہ ثالث کا تخت خلافت پر جلوہ فرما ہوناتھا کہ بنی امیہ کی مرادوں کے دروازے کھل گئے۔ حضرات بنی امیہ میں شام کا پہلا امیر یزید ابن ابی سفیان ہوا اہل شام کا اپنی قدیم جہالت اور ظلم و ستم کی عادتوں پر قائم رہنے کا اور اسلام کے اخلاق اسکی تہذیب۔ شائستگی اور خلوص کی پوری تعلیم نہ پانے کا اصلی سبب یہی ہوا کہ ان پر اسلام کیطرف سے وہ قبیلہ فرمانروا بنایا گیا جو خود اسلام کی تعلیم میں محض بتدی تھا۔ ہم اسوقت ۱۲ سنہ ہجری کا حال لکھ رہے ہیں اور بنی امیہ نے اس سے چار پانچ برس پہلے ۹ سنہ میں فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا۔ صحبت جناب رسولخدا بھی دو برس سے زیادہ نہ اٹھائی۔ کیونکہ ۹ سنہ ہجری میں مسلمان ہوئے اور ۱۱ سنہ ہجری کے شروع تیسرے مہینے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ انکے ابتدائی حالات کو دیکھکر کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسلام کی سچی اور پاک تعلیم اور حضرت سید الانام علیہ السلام کی فیضان صحبت نے بھی انکے دلوں پر کوئی اثر ڈالا ہے یا انہوں نے ان نعمات الٰہی میں کوئی حصہ لیا ہے۔ اگر غور کرو تو شام کے نو مسلموں بنی امیہ کا اسلام کل چار برس پڑا تہا۔ اسلام کے وہ تو ابجد خوان تھے۔ اور ایسے ابجد خوان جنکو کسی ایسے لائق اور قابل معلم کی صحبت اٹھانیکا اور اسکی خدمت میں حاضر رہنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا جسکی وجہ سے یہ کہا جاتا کہ ان لوگوں نے بھی اسلام کے تمام اخلاقی اور روحانی خوبیوں کی کافی تعلیم پائی ہے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بھی بنی امیہ کی جو حالت رہی وہ تمام تاریخوں میں درج ہے انکے عقائد اور رسوخ جو اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے ساتھ تھا وہ ظاہر ہے۔ جسطرح یہ اسلام اور رسالت کے مدعا کو سمجھے تھے اسکی تمثیل میں ہم یہاں مناسب سمجھکر ابو سفیان کی ایک نقل لکھتے ہیں جو ہمارے مدعائے بیان کے لئے کافی ہے۔

قال ابن عباس لقد کنا فی محفل فیہ ابو سفیان وقد کف بصرہ وفینا علیؑ فاذن المؤذن فلما قال اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ابو سفیان ھھنا من یحتشم قال واحد من القوم قالوا لا فقال اللہ در اخی بنی ہاشم انظروا این وضع اسمہ فقال علیؑ اسخن اللہ علیک یا ابا سفیان اسخن اللہ عینیک من قال لیس ھھنا من یحتشم۔ مروج الذہب جلد ششم دیکھو رسالہ اصلاح ۱۹۰۶ء بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک صحبت میں ابو سفیان بھی تھے۔ ان دنوں انکی آنکھیں جاچکی تھیں اس جلسہ میں حضرت علی علیہ السلام بھی تھے۔ کہ اذان موذن نے شروع کی۔ جب اشہد ان محمد الرسول اللہؐ پر پہنچا تو ابو سفیان نے پوچھا یہاں کوئی غیر تو نہیں ہے۔ کسی نے جواب دیا نہیں۔ ابو سفیان نے کہا خدا بھلا کرے برادر بنی ہاشم کا

(جناب رسولخدا کی طرف اشارہ ہے) دیکھو اپنا نام کہاں رکھا ہے حضرت علی علیہ السلام نے کہا خدا تیری آنکھوں کو گرم کرے خود خدا نے انکو یہ عزت دی ہے کہ فرماتا ہے ورفعنا لک ذکرک ابوسفیان نے کہا خدا اسکی آنکھوں کو گرم کرے جسنے یہ بیان کیا کہ یہاں ایسا کوئی نہیں ہے جس سے خوف کیا جائے۔

قال ابوسفیان یا بنی اُمیہ تلقفوھا تلقف الکرہ فوالذی یحلف بہ ابوسفیان ما من عذاب ولا حساب ولا جنۃ ولا نار ولا بعث ولا قیامۃ۔ تاریخ خمیس صفحہ ۹۷ جلد دوم مطبوعہ مصر

کہا ابوسفیان نے اے بنی امیہ اس خلافت کو آپس میں تقسیم کرو جیسے کہ میدان میں گیند لے لیا جاتا ہے اسکی قسم جسکی قسم کھائی جاتی ہے نہ عذاب ہے نہ حساب۔ نہ جنت ہے نہ دوزخ نہ بعثت ہے نہ قیامت۔ تاریخ خمیس صفحہ ۹۷

اسی واقعہ کو محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے امام عبدالبر کے اسناد سے مدارج النبوت جلد دوم میں بھی درج کیا ہے انکی بلفظہ عبارت یہ ہے۔

در استیعاب میگوید کہ طائفہ روایت میکنند کہ وے (ابوسفیان) پشت و پناہ منافقان بود از ان بعد کہ اسلام آوردہ بود و در جاہلیت منسوب بزندقہ بود۔ روایت کردہ شدہ است از حسن کہ ابوسفیان در آمد بر امیر المومنین عثمان بسوئے او وقتیکہ رسید خلافت برئے و بوے او اعمی و گفت گردیدہ است خلافت بسوئے تو بعد از تیم و عدی پس بگردان تا وان بنی اُمیہ را و نیست آن مگر ملک۔ و رمی دانم جنت را و نہ نار را۔ جلد دوم مطبوعہ ناصری ۶۳۶

انہیں کے ذیل میں امام جاحظ عثمانی جو متوکل عباسی کے لڑکوں کا معلم تہا۔ لکھتا ہے۔

قد عرفنا کیف کان ابوسفیان فی عداوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی محاربتہ و اجلابہ علیہ وغزوہ ایاہ وعرفنا اسلامہ حین اسلم واخلاصہ کیف اخلص ومعنی کلمہ یوم الفتح حنین ابی الجبودۃ کلامہ یوم حنین وقولہ یوم صعد بلال علی الکعبۃ فاذن

ہمکو خوب معلوم ہے کہ ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس درجہ دشمن تھا اور کسطرح لڑائیاں لڑا اور کوششیں کیں اور کسطرح لوگوں کو حضرت کی دشمنی پر آمادہ کیا اور اسیطرح حضرتؐ نے بھی کس کس طرح اس سے جہاد کیا۔ ہمکو اسکا اسلام بھی معلوم ہے جیسا وہ اسلام لایا اور اسکا خلوص بھی معلوم ہے۔ جیسا اس کا خلوص تھا حضرت عباس سے۔ جو کچھ لشکر اسلام کی شان و شوکت دیکھکر کہا تھا۔ (حضرت عباس سے کہا تمہارا برادر زادہ تو بڑا شاہ ہوگیا۔) صاحب لشکر عظیم۔ وہ بھی معلوم ہے۔ پھر جو کلمہ بروز فتح حنین کہا تہا وہ بھی معلوم ہے الا ان ابطل سحر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوقت سے سحر باطل ہوگیا اور وہ کلمہ بھی معلوم ہے جو ابوسفیان نے اسوقت کہا تہا کہ حضرت بلال نے بالائے خانہ کعبہ اذان کہی۔ رسالہ اصلاح بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ

جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جب شوریٰ کے انتظام نے خلافت حضرت ابی بکر کے سپرد کیا

تو ابوسفیان نے اس بیعت عامہ سے قطعی انکار کیا تہا - بلکہ خلاف ہو کر جناب علی مرتضیٰ کیخدمت میں تشریف لائے اور انسے جو کلمے خلافت کے موجودہ انتظام پر حملہ کرنے کے واسطے کہے تھے وہ یہ تھے - کہ مجھکو تعجب ہے کہ تم دیکھتے رہے اور خلافت بنی ہاشم سے بنی تیم میں چلی گئی - اگر تم میری رائے کی پابندی کرو تو میں ابھی یہ میدان سواروں اور پیدیوں سے بھردونگا -

ان کلمات سے ابوسفیان کی وہ عقیدت اور خلوص جو انکو اسوقت تک اسلام کیساتھ تھا - ظاہر ہوگیا - بہرحال یہ انہیں خیالوں کے ساتھ بوڑھے اور کمزور ہو کر خلافت ثالثہ کے ایام میں مرگئے - اور حکومت کی امارت کے ارمان اپنے ساتھ لیگئے - یزید ابوسفیان سے پہلے مرگئے بیٹے کی عمر نے بھی زیادہ وفا نہیں کی - یزید کی امارت کی ابتدا اور انتہا دونو حضرت عمر کے زمانہ میں تمام ہوگئیں - یزید کے بعد عمر نے شام کی امارت میں کسی لحاظ سے توریث کا قاعدہ جاری نکیا اور یزید کے بعد معاویہ ابن ابی سفیان کو بلاکر خلعت امارت دیا -

معاویہ کے لئے وہاں کون شے مانع تھی اور وہاں انکا کون مخل تھا - بنی امیہ کی حالتیں تو یزید ابن ابوسفیان ہی کے وقت سے درست ہوچلی تھیں وہ معاویہ کے زمانہ میں ہرصورت سے درست ہوگئیں - حضرت عمر کے زمانہ تک خیریت تھی - انکا اٹھنا اور حضرت عثمان کا بیٹھنا بنی امیہ کے لئے ایسا سزاوار ہوا کہ شام کی امارت بھی قائم رہی اور تھوڑے دنوں کے بعد یہ امارت عرب کی بادشاہی ہوگئی - حضرت عثمان نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی یہ سمجھ لیا کہ اسلام میں تمام محاسن اور مکارم کے جائز مستحق اگر ہیں تو صرف قبیلۂ بنی اُمیہ - اب چاہے انکی یہ رائے غلط ہو یا صحیح اسی وجہ سے انہوں نے اپنے وقت میں تمام مناصب - عہدے - خدمتیں - بیت المال - لشکر - امارت - غرض جتنے صیغے اسوقت تک ممالک اسلامی میں قائم تھے - سب بنی امیہ کو دیدیئے - انکے علاوہ ہدیئے - تحفے - انعام اور جاگیریں تقسیم فرمائیں - کسی کو کسی زمین کی معافی لکھدیگئی - کسی نے فاتح ہو کر اپنے مفتوحہ ملک کی غنیمت اپنے نام معاف کرالی وغیرہ وغیرہ -

ادھر خود خلیفۂ عصر کیطرف سے اسقدر ہمدردی اور اعانت کیجاتی تھی اس پر معاویہ کی تائید نے بنی اُمیہ کو بہت جلد قوی کردیا - اور دو طرف سے قوت پاکر بنی اُمیہ جہالت کے زمانے سے زیادہ قوی ہوگئے - معاویہ اپنے امور میں بالکل خودمختار تھے جو تجویز کرتے کر گذرتے - خلیفہ یا خلافت کو مداخلت کی مطلق جرأت نہ ہوتی تھی - ہم اور واقعات سے قطع نظر کرکے صرف دو واقعات انکی خودمختاری کے ثبوت میں خواجہ احمد اعثم کے ترجمہ سے لکھتے ہیں -

: جزیرہ قبرس کی فتح کے بعد بہت سا مال و متاع غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا - معاویہ امیر لشکر تھے معاویہ نے خلیفۂ عصر کی اجازت کا بھی انتظار نکیا - اور وہ تمام مال غنیمت اپنی تجویز کے مطابق لشکر والوں پر تقسیم کر دیا - جہاں مال غنیمت میں بہت سی چیزیں تھیں - وہاں عورتیں بھی تھیں اور بہت سے صاحب حسن و جمال - اس لشکر میں بہت سے

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی حاضر تھے۔ ابوالدرداء عبادہ ابن صامت الانصاری۔ سداد ابن اوس۔ واثلہ ابن اسقع۔ ابوامامہ باہلی اور عبداللہ ابن بسر المازنی لشکر کے دو چار سوار مال غنیمت کے دراز گوشوں پر سوار نظر آئے عبادہ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ یہ دراز گوش کیسے ہیں۔ انہوں نے کہا ہمارے ہیں۔ ہمکو ہمارے امیر لشکر معویہ نے غنیمت میں دیئے ہیں عبادہ نے کہا معاویہ سے ہرگز ان چیزوں کی تقسیم کا جواز نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے یہ ماجرا معاویہ سے کہا معاویہ نے عبادہ کو بلا کر پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ تقسیم اموال کی نسبت مجھے خوب یاد ہے کہ حنین کی فتح کے بعد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی نسبت فرمایا تھا۔ کہ مجھکو بغیر خمس نکالے اونٹ کا ایک بال بھی اپنا حرام مطلق ہے تب معویہ خاموش ہوئے اور وہ تقسیم واپس لیکر پھر از سر نو عبادہ کے حوالہ کر دی۔ اسی تقسیم کے رو سے معاویہ نے غنیمت کی عورتوں میں سے ایک عورت اپنے لئے علیحدہ کر لی تھی۔ جو نہایت صاحب حسن و جمال تھی۔ عبادہ سے اسوقت تک کنیزوالے معاملہ کو پوشیدہ رکھا مگر اہل اسلام نے اس امر کو بھی طشت از بام کر دیا۔ آخر کار انہوں نے ہزار مجبوریوں کے ساتھ اسکو خلیفہ کیخدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ خلیفہ نے بھی اسکو اپنے لئے تجویز کیا۔ پھر اپنی بی بی کے لحاظ سے اس پر قادر نہ ہو سکے۔ اور اسکو معاویہ کے پاس شام میں واپس کر دیا۔

قبرس سے ملا ہوا ایک اور جزیرہ تھا جسکو رودس کہتے تھے۔ وہ بھی اسی کے ساتھ فتح ہوا۔ اموال غنیمت میں ایک سونیکی انگوٹھی مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ اس پر یاقوت کا نہایت خوشنما اور بیش بہا نگینہ جڑا ہوا تھا۔ معاویہ تو اس انگوٹھی کو دیکھکر بے اختیار ہو گئے۔ جو لوگ اسکے مبصر تھے۔ انہیں دکھلایا ان لوگوں نے اسکی قیمت بیس ہزار دینار لگائی۔ معویہ نے وہ انگوٹھی اپنے لئے پسند کی اور اپنے پاس رکھ لی اور باقیماندہ چیزیں خلیفہ کیخدمت میں مدینہ بھیج دیں اعثم کوفی ص ۱۰۹ و ۱۱۲۔

ان دو واقعات سے معاویہ کے مطلق العنان اور خود مختار ہونے کے پورے ثبوت ہوتے ہیں جب انکی آزادی اور مطلق العنانی یہاں تک پہنچ گئی ہو۔ اور کوئی انکی روک ٹوک کرنے والا موجود نہو تو یہ اپنے تخت پر بیٹھے بیٹھے شام میں جو جو نہ چاہتے کر لیتے۔ کسی کو کیا خبر تھی۔ ان خود مختاریوں کے امور میں خلافت کو کوئی مداخلت نہیں۔ معاویہ نے اپنے آپکو اور شام میں بنی امیہ کو ایسا خود مختار آزاد اور قوت سے بھرپور پا کر سب سے پہلے اپنی ان قدیم مخالفتوں کو جو برابر سینہ بسینہ چلی آتی تھیں پھر تازہ کیا دنیا اور دنیا کے لوگوں نے ہاشم مرحوم اور امیہ کے معاملات کو بھی دیکھا تھا اور ابوسفیان اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے حالات کو بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام اور معویہ ابن ابوسفیان کے حالات بھی انکی آنکھوں سے گزرے ہیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اور یزید ابن معاویہ کے واقعات بھی اسکے بعد بھی جو واقعات ایک معصری امیہ نے اپنے ہمعصر بنی فاطمہ سے پیش کئے وہ بھی علی العموم ظاہر ہیں ان سے اچھی طرح یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بنی امیہ کسی وقت میں بنی فاطمہ کی فکر سے غافل نہیں ہوئے۔ جبتک ان بزرگوار دل نے

دنیا کے تعلقات سے دست بردار ہی اختیار نہ کر لی۔

یہ مخالفت کچھ اسی زمانہ کی تجویز نہ تھی۔ بلکہ وہی تھی جسکا ذکر ہمنے کئی مقاموں پر اسی کتاب میں تمہیداً کیا ہے۔ جو تکلیفیں اور دقتیں ابوسفیان نے علی مرتضیٰ کے ہاتھوں اٹھائی تھیں وہ سب معویہ کے ذہن نشین تھیں اسکے نانا شیبہ حقیقی ماموں عتبہ ابن شیبہ حقیقی ماموں زاد بھائی ولید ابن عتبہ اور حقیقی بھائی حنظلہ ابن ابوسفیان کا خون جو صرف امیر المومنین علی مرتضیٰ کے ہاتھوں سے اسلامی جہاد میں مارے گئے تھے۔ ابھی بدر و اُحد کی پتھریلی زمینوں سے اُبل رہے تھے۔ اور وہاں سے زیادہ یہاں وہ معاویہ کی رگ و پے میں شدت سے جوش کھا رہے تھے۔ اس مخالفت کے خیال کے ساتھ اسکو امارت قریش اور حکومت عرب کا اشتیاق بھی لگا ہوا تھا اور وہ اسیطرح ہر وقت اسکے دل میں محفوظ رہتا تھا۔ جیسا سلاطین روس کے دلوں میں پیٹر اعظم کے وصیت نامہ کی وہ پہلی دفعہ جو اسنے تسخیر بلاد ہند کی نسبت اپنے اعقاب کو لکھکر انکی سعادت اور لیاقت کا معیار قرار دیا ہے

معاویہ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اگر تمام عرب کو اسیوقت نہیں تو صرف خلافت اسلامی کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنانے کی تجویز ضرور ٹھہرالی۔ اور ان تدبیروں میں فکر شروع کی۔ کچھ دنوں تک تو یہ امر راز سربستہ بنا رہا۔ اور صرف اپنی تنہا تدبیروں سے اہل شام کو اپنا مطیع بناتا رہا۔ اسکی یہ خفیہ کارروائیاں کچھ دنوں تک اس ضبوطی سے پوشیدہ رہیں کہ اسکے ساتھ بیٹھنے والوں تک کو بھی اسکی خبر نہ ملی۔

معاویہ سا خود غرض حاکم ہوا اور اہل شام سے بیغرض محکوم تو بیچارے اسلام یا اسکے اصول اور دیگر اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو کون پوچھتا ہے۔ معاویہ کو اپنی اطاعت کی تعلیم دینا تھا۔ وہ اس لئے اہل شام کو کامل طورسے دیدی اور وہی اسکی کامیابی کے لئے مفید تھی۔ حضرت ابوذر غفاری کی تعلیم کبھی اسکو نفع نہیں پہنچا سکتی تھی۔ اسیوجہ سے اس نے انکو شام میں رہنے نہ دیا۔ دیکھو روضۃ الاحباب میں علامہ جمال الدین محدث تحریر فرماتے ہیں۔

ونیز پیوستہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ طریق امر معروف نہی از منکر سلوک داشتہ وبموجب قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ كَانَ مرًّا عمل نمودہ۔ معاویہ را ازبعضے امور کہ لائق حکام نبید الست منع می نمود و آواز رسانیدن کلمہ حق ہیچ محابا نمی کرد ووے را ازین معنی بتنگ آمدہ از ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ شکایتہا بامیر المومنین عثمان نوشت۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ صہ ۲۹۳۔

معاویہ نے حصول مقاصد کی تدبیروں میں سب سے پہلے اہل شام کو اسلام کی طرف سے بالکل جاہل رکھنے کی تجویز کی اور وہ اسوجہ سے کہ وہ اپنی جہالت کیوجہ سے ہم پر کسی دوسرے کی فضیلت کا اعتراف نہ کر سکیں۔ اور حقیقت میں وہ جن لوگونکی فضیلت اور اعزاز کو انکی آنکھوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا جسکا بہت بڑا اندیشہ اسے لگا ہوا تھا وہ غریب زمانہ کے ہاتھوں ایسے گئے گذرے ہوئے تھے کہ انکی طرف بہت کم کی امادت اور عقیدت کی آنکھیں اٹھتی تھیں

انکی حالتیں خراب ہوگئیں تھیں - قومیں ذلیل ہوگئیں تھیں اور پوری پچیس یا چھبیس برس کی عسرت اور تنگدستی نے انکی حالت اور طرز معاشرت کو یہاں تک کم کر دیا تھا - کہ فقرائے مدینہ کی بھی اچھی طرح بسر ہوتی تھی اور انکی نہیں -

معرفت اہلبیت کے مٹانے میں جو انکی مخالفت کا خصوص تقاضا تھا - اور اسکے حصول مقاصد کا بہت بڑا اور ضروری ذریعہ تھا - اس نے انتہا درجہ کی کوشش صرف کر دی - اور اہل شام کے دلمیں کبھی کسی طرح سوائے اپنے اور بنی اُمیہ کے اور کسی کا خیال کسی کی عقیدت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد بندھنے نہیں دی - انکو پورے طور سے سمجھا دیا کہ جناب رسولخدا کے بعد انکے قریب تر رشتہ دار - انکی امت کے قریب تر خیرخواہ - انکے قریب تر وارث اور جانشین اور قریب قریب تمامی فضائل و مراتب - محاسن اور مناصب کے لائق اور سزاوار ہیں تو ہم یا ہمارا قبیلہ بنی امیہ انکے علاوہ کوئی دوسرا ہمارا مقابل اور ہمسر نہیں -

اہل شام نے اپنی عقیدت یا جہالت کے باعث سے انکی ان باتوں کو کامل طور سے یقین کر لیا - ان کا یقین کر لینا انسیا تعجب انگیز نہیں - ان بیچاروں نے جبسے آنکھیں کھولیں اور جسدن سے اسلامی دنیا کو دیکھا اسدن سے ان کو سوائے بنی اُمیہ اور آل ابوسفیان کے کسی دوسرے کی صورت ہی دیکھنی نصیب نہیں ہوتی - روز اول سے انکے مطیع اور فرمانبردار رہے اور اپنے ملک پر ہمیشہ انہیں کو حکمران پایا - انکی آنکھوں میں جبتک بنی اُمیہ کا اعزاز قائم رہا - اور پھر اس درمیان میں وہ کسی کے مراتب اور منزلت کو نہ دیکھ سکے - تو ایسی حالتوں میں وہ بنی اُمیہ اور آل ابوسفیان کے ہوتے کسی دوسرے کی فضیلت یا عظمت کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں - انکے حصول معرفت کے دو ذریعے ہو سکتے تھے - یا تو وہ ان لوگوں کے علاوہ کسی اور کی فضیلت یا عظمت کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے یا کسی دوسرے سے ایسے لوگوں کے فضائل و مراتب کو معلوم کرتے اور یہ دونوں باتیں انکے لئے معویہ ابن ابوسفیان نے روک دی تھیں - نہ انہوں نے سوائے بنی اُمیہ و معاویہ کے اچھی حالتوں میں کسی کو اچھا دیکھا اور نہ کسی کو اچھا سمجھا - نہ معاویہ نے سوائے اپنے کسی اور کے اعزاز اور منزلت کی طرف انکو رجوع ہونے دیا اور نہ وہ ہوئے -

اہلبیت کا خیال انکے دل سے اٹھانے اور انکی عظمت کے مٹانے میں جیسی جیسی تعلیمیں اس نے اہل شام کو پہنچائیں وہ ذیل کے واقعات سے ظاہر ہیں - جس سے ہر شخص یہ بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ فضیلت اہلبیت کے مٹانے اور اُن برگزیدگان خدا کی شان گھٹانے میں معاویہ نے کتنا بڑا اہتمام کیا تھا - اور یہ اصول اسکے قیام سلطنت کا ذریعہ تھے اسکے وقت میں اور اسکے بعد قریب قریب تمام بنی امیہ سلاطین کے ایام میں سو برس تک قائم رہے -

علامہ مسعودی سنہ ۱۳۲ ہجری کے واقعات میں ذیل کا واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب اس سال میں خلافت اموی کا دور دورہ تمام ہوا - اور مروان حمار کے تعاقب میں عبد اللہ ابن علی نے جو ابو العباس سفاح - اول خلیفہ بنی عباس کے چچا تھے - اور سپہ سالار لشکر - ملک شام کا سفر کیا - تو چند رئیس و شیوخ شام کا ڈیپوٹیشن (وفد) خلیفہ

کے پاس روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے خلیفہ کے روبرو حلفاً بیان کیا کہ ابھی تک ہم لوگ یہی جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد انکے قرابت مند بنی اُمیہ ہیں جو انکے وارث ہیں۔ انکے سوا نہ پیغمبر کا کوئی عزیز ہے نہ رشتہ دار۔ مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۹ صفحہ ۱۰۹

علامہ ابن اثیر تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں۔ قال المغیرہ لصعصعہ ابن صوحان وایاک ان یبلغنی انک تعلم شیئاً من فضل علی ابن ابیطالب فانا اعلم بذلک منک ولکن ھذا السلطان قد ظہر وقد اخذنا عیبہ للناس فنحن ندع شیئاً کثیراً مما امرنا به فذکر الشی الذی لا نجد منہ بدا ندفع بہ ھولاء القوم عن انفسنا

مغیرہ ابن شعبہ نے صعصعہ ابن صوحان سے کہا خبردار جو کبھی تو فضائل علیؑ کا تذکرہ کرے۔ ضرور میں تجھ سے زیادہ انکے فضائل کو جانتا ہوں مگر سلطان وقت کی مصلحت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہم لوگ مجبور کئے گئے ہیں معائب علیؑ کے بیان کرنے پر۔ ہم انکو آدمیوں پر ظاہر کریں۔ بہت سی باتیں تو ہمنے ان حکمتوں سے چھوڑ دی ہیں اور جنمیں ایسے ہی مجبور ہو جاتے ہیں اسکو رفع شر کے خیال سے بیان کر دیتے ہیں تاکہ اپنے نفسوں سے اسے دفع کریں۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۱۷۱۔

مغیرہ کا یہ واقعہ معاویہ کے اس حکمنامہ کا ضمیمہ تھا جو اس نے اپنی تمام قلمرو میں اس امر کی تاکید میں لکھا تھا کہ کوئی شخص علیؑ کے فضائل نہ بیان کرے۔ دیکھو تاریخ ابوالفدا۔

کسی نے ملک شام میں ایک شخص سے پوچھا۔ جو اپنی وجاہت ذاتی کے باعث نہایت معزز۔ ذی رتبہ اور صاحب عقل و رائے تھا کہ یہ ابوتراب کون ہے۔ جس پر تم لوگونکا امام بالائے منبر لعنت کرتا ہے۔ معاذ اللہ۔ اس نے جواب دیا ہم جانتے ہیں وہ کوئی چور تھا فتن کے چوروں سے۔ مروج الذہب جلد ۶ صفحہ ۱۰۷

شہر بغداد میں حاکم سے ایک شخص نے پوچھا کہ فلاں شخص زندیق ہو گیا ہے۔ حاکم نے پوچھا اسکا مذہب کیا ہے کہا رفضی۔ مرجی قدری حاکم نے جواب دیا تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ تو اس نے جواب دیا کہ وہ معاویہ سے عداوت رکھتا ہے۔ حاکم نے پوچھا کون معاویہ۔ کہا وہی معاویہ جو علی ابن العاص سے لڑا تھا۔ حاکم نے جواب دیا ہم تیری کن باتوں کی قدر کریں۔ اصول کلام کی واقفیت پر ناز کریں۔ یا علم انساب کے تبحر پر۔ ایضاً

ایک عالم کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایک صحبت میں بیٹھے ہوئے ابوبکر۔ عمر۔ علیؑ اور معویہ کا تذکرہ کر رہے تھے کہ اس صحبت میں ایک پیر مرد آیا۔ جو سب سے عاقل جہاندیدہ اور واقف کار معلوم ہوتا تھا۔ ڈاڑھی بھی اسکی بہت بڑی تھی۔ اس نے ہم لوگوں سے کہا کہاں تک انکا تذکرہ کروگے۔ ہمنے پوچھا انکی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ اس نے کہا کسکی نسبت تم مجھ سے پوچھتے ہو ہمنے کہا علیؑ کی نسبت اس نے جواب دیا وہی علیؑ نہ جو معاذ اللہ فاطمہ کے باپ تھے۔ ہمنے پوچھا کون فاطمہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (معاذ اللہ) بی بی جو عائشہ کی (معاذ اللہ) بیٹی تھیں۔ اور معاویہ کی (معاذ اللہ) بہن۔ پھر اس سے پوچھا کہ اچھا اب یہ بتلاؤ کہ وہ علیؑ کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا وہ تو جنگ حنین میں جناب رسولخدا کے ہمراہ شہید ہو گئے۔ ایضاً

جنگ صفین کی عین گرم بازاری میں جب جانبین سے نہایت سخت خونریزی اور شدید لڑائی ہو رہی تھی۔ لشکر اسلام سے

ایک شخص نکلا اور فوج عراق سے مقابل ہوکر جناب امیرالمومنین کی شان میں ناگفتہ بہ کلمات کہنے لگا۔ ہاشم مرقال جو سر معرکہ موجود تھے اسکی بیہودہ گفتگو سنکر کہنے لگے۔ آخر تجھکو بھی ایکدن وہیں جانا ہے جہاں علیؑ جائینگے۔ تو اگر وہ تجھ سے آج کی باتوں کو پوچھینگے تو کیا جواب دیگا۔ اُس نے کہا جہاں علیؑ جائینگے۔ وہاں مسلمان ہوکر میں کیوں جانے لگا۔ ہاشم نے پوچھا کیسے تو اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ تم اور تمہارے امام نماز نہیں پڑھتے۔ روزہ نہیں رکھتے۔ ہم جانتے ہیں تم منکر صوم و صلوٰۃ ہو۔ مروج الذہب جلد ۶ صہ ۱۰۰۔

تاریخ کامل ابن اثیر میں بذیل ذکر سلطنت عمر ابن العزیز لکھا ہے کہ عمر ابن عبد العزیز نے سب علیؑ کی امتناع کی وجوہ میں بیان کیا کہ مجھکو اپنے بچپن سے اسکی امتناع کا خیال ہوا اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ عبداللہ ابن عتبہ ابن مسعود سے میں کلام اللہ پڑھتا تھا۔ اور وہ میرا استاد تھا۔ ایکروز میں لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ اسوقت میں ہمارا کھیل یہی تھا۔ ابوتراب کو گالیاں دینا اہلبیت کو بُرا کہنا۔ لڑکے کھیل رہے تھے کہ عبداللہ آگئے۔ اور حسب معمول مسجد میں چلے گئے۔ جب میں ان سے اپنا سبق پڑھنے گیا۔ تو انہوں نے بیزار ہوکر میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں نے ان سے انکی ناراضی کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ تو علیؑ کو بُرا کہتا ہے۔ مینے کہا اسمیں عیب کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا کہ تو نے کلام اللہ میں کہیں پڑھا ہے کہ اہل بدر سے حق سبحانہ تعالےٰ رضامند ہوکر پھر اُنپر غضبناک ہوا ہو۔ مینے پوچھا کہ علیؑ کیا اہل بدر سے ہیں۔ اس نے کہا دیکھ یا عمر۔ اے عمر افسوس ہے تجھ پر تو نہیں جانتا کہ بدر بالکلیہ جناب علیؑ مرتضیٰ ہی کے ہاتھوں پر تمام ہوا۔ میں نے اسی دن سے اسکے ترک کا اقرار کیا اور پھر کبھی اُن کلمات کو زبان سے نہ کہا۔

میرا باپ ہشام ابن عبدالملک مدینہ میں امیر ہوا تو میں ہر روز جمعہ کو زیر منبر حاضر رہتا تھا وہ خطبہ پڑھنے لگتا تھا تو میں خیال کرتا تھا کہ تمام خطبہ تو کمال فصاحت و بلاغت سے ادا کرتا ہے مگر جب علیؑ کی مذمت پر آتا ہے تو اسکی زبان ژولیدگی کرنے لگتی ہے۔ اور اس پر ایک عجیب اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ ایکروز مینے اس سے پوچھا کہ آپ تو فصحائے زمانہ سے ہیں یہ کیا بات ہے کہ جب آپ علی مرتضیٰ کی مذمت بیان کرنے لگتے ہیں تو آپ کی زبان ژولیدگی کرنے لگتی ہے۔ اس نے کہا اے فرزند یہ لوگ جو اہل شام سے منبر کے نیچے رہتے ہیں اگر اس مرد کے فضائل و مناقب سے آگاہ ہو جائیں جسطرح تیرا باپ آگاہ ہے تو سب لوگ ہم سے برگشتہ ہو جائیں۔ اور پھر ایک آدمی بھی ہماری اطاعت اور فرمانبرداری نہ کریگا۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد پنجم صہ ۱۷

عن ذکوان مولی لمعاویہ لا اعلم احداً سمی ہذین الغلامین ابنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم ولکن قولوا ذکوان فلما کان بعد ذلک امرنی ان کتب بنیہ فی الشرف قال وکتبت بنیہ وبنی بنیہ وترکت بنی بناتہ ثم اتیتہ بالکتاب فنظر فیہ فقال ویحک اغفلت اکثر بنی فقلت من قال اما بنو فلاں بنی لا بنیہ قال فقلت اللّٰہ اکبر لیکون بنی بناتک ولا یکون بنی فاطمۃ بنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم

قال لا یسمعن ھذا احد منک - اخرجہ الحافظ عبدالعزیز ابن الاخضر

امیر معاویہ کا غلام ذکوان بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ معویہ نے کہا میں نہیں جانتا ان دونوں لڑکوں کو (حضرات حسنین علیہم السلام) کو کس نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے قرار دیا ہے۔ انکو تو علیؑ کے بیٹے کہنا چاہئے۔ ذکوان کہتا ہے کہ اسکے بعد معویہ نے مجھکو دفتر میں اپنی اولاد کے نام لکھنے کا حکم دیا۔ میں نے صرف اسکے بیٹے اور پوتوں کا نام لکھدیا اور اسکے نواسوں کا نام چھوڑ دیا اور وہ کاغذ معویہ کے پاس لایا۔ اسکو دیکھکر معاویہ مجھ سے کہنے لگا۔ تو میرے بیٹوں کے نام لکھنا بھول گیا۔ میں نے کہا وہ کون ہیں اس نے کہا میری فلاں بیٹی کے بیٹے میرے بیٹے نہیں ہیں۔ میں نے کہا اللہ اکبر تیری بیٹی کے بیٹے تو تیرے بیٹے قرار دیئے جائیں اور جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے بیٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے نہ قرار پائیں۔ یہ سنکر معاویہ نے کہا ارے چپ رہ تجھ سے کوئی یہ بات نہ سن پائے۔ دیکھو سوانح عمری حضرت علیؑ مطبوعہ لاہور صد ۳۳

ان واقعات کی تفصیل سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ معاویہ نے اپنے زمانے میں اور انکے بعد انکی تعلیم کے مطابق انکے قائم مقام سلاطین نے اہل بیت کی معرفت کو کس کس طرح چھپایا۔ انکی عظمت انکے مراتب اور ان کے مدارج کو کیسے کیسے مٹایا اور حتی المقدور اپنی تمام قلمرو میں اہلبیتؑ کا خیال اور انکی معرفت کو کہیں قائم نہ ہونے دیا۔ انکی اطاعت کرنے والے اہل شام کو کیا سمجھیں اور انکو کیا سمجھیں۔ بعض تو انہیں برادر رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ زوج بتولؑ۔ ابوالحسنین کو چور بتلاتے ہیں۔ بعضے اسکو تارک الصلوۃ۔ منکر عن الفرائض ٹھہراتے ہیں۔ بعضے سوائے بنی اُمیہ کے اور کسی کو رسولؐ خدا کا عزیز اور رشتہ مند جانتے ہی نہیں۔ بعض انہیں سے جانتے ہیں بھی تو انکی قرابت کو رسولؐ اللہ سے ایسے الفاظ کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور ان سے وہ رشتے ملاتے ہیں کہ تمام روئے زمین پر بنی نوع انسان میں کہیں ایسی قرابت اور ایسی رشتہ مندی کبھی قائم نہیں ہوئی ہوگی۔ غرض یہ ایسی عجیب و غریب تعلیمیں تھیں جو کبھی کسی کے خیال میں نہیں آ سکتیں حضرت عثمان کی بارہ برس کی خلافت کا مطلق زمانہ جسنے معاویہ کو آزادی اور خود مختاری کی پوری اجازت دیدی وہ ان تمام تدبیروں کے انتظام کے لئے پورے طور سے کافی ہو گیا۔ بارہ برس کے عرصہ میں معاویہ نے نہایت اطمینان اور سہولیت سے اپنے تمام سامان جو حصول خلافت کے لئے ضروری تھے۔ پورے کر لئے۔

ان واقعات کو دیکھکر اگر کوئی یہ رائے قائم کرے کہ اہل شام کیسے تھے جو انکی نقلیوں کو منزل من اللہ سمجھکر ابا آمنا و صدقنا کہتے گئے۔ ہم انکے فہم و ادراک اور عقل و شعور کے اندازہ کرنے کے لئے ایک واقعہ مثیلاً ذیل میں لکھے دیتے ہیں جو ہمارے مدعا کے لئے پورے طور سے کافی ہوگا۔

ایک شخص کوفہ کا رہنے والا کسی ضرورت سے شام آیا۔ ایک شخص نے اسکے اونٹ کو دیکھکر کہا یہ تو میری اونٹنی ہے جھگڑنے طول کھینچا۔ معاویہ کے پاس معاملہ پیش ہوا۔ گواہی کی نوبت آئی۔ اس شامی نے پچاس آدمی اپنے دعوی پر گواہ

گذرنے نے۔ کوفی کھڑا سنتا رہا۔ معاویہ نے شامی کے حسب دلخواہ فیصلہ کر دیا اور وہ اونٹ اسکی اونٹنی بنا کر شامی کے حوالکر دی جب مرد کوفی یہ فیصلہ سن چکا تو حضور خلافت پناہ میں عرض کی کہ ذرا دیکھ لیا جاوے کہ یہ اونٹنی ہے یا اونٹ حضرت نے کہا اب تو ہم حکم دیچکے۔ شامی وہ اونٹ لیکر چلتا ہوا۔ معویہ نے پیچھے سے اس مرد کوفی کو بلا کر اسکے اونٹ کی دگنی قیمت دی اور کہا کہ کوفہ میں جا کر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے کہدینا کہ انکے مقابلہ کرنے کو ہمارے پاس ایک لاکھ آدمی کی ایسی جماعت موجود ہے جو اونٹ اور اونٹنی میں بھی فرق نہیں کر سکتی۔ تاریخ مروج الذہب حاشیہ کامل ابن اثیر جلد ۷۔

جنگ صفین کے ابتدائی حالات

معاویہ ابن ابوسفیان امیر المومنین سے مقابل ہونیکے لئے پورے طور سے آمادہ ہو چکا تھا۔ تمام بنی امیہ شام میں جمع ہو رہے تھے جنمیں ذیل کے مشہور و معروف لوگ خیال کئے جاتے ہیں۔

مغیرہ ابن شعبہ۔ مروان الحکم۔ سعید ابن العاص۔ ولید ابن عقبہ۔ عبداللہ ابن ابی سرح۔ عبداللہ ابن عامر وغیرہ وغیرہ ان کے علاوہ اور مشاہیر اسلام جنکا ملا لینا نہایت ضروری اور مفید سمجھا گیا وہ بھی خطوط کے ذریعے یا از خود چلے آئے۔ ان میں یہ لوگ زیادہ مشہور ہیں۔

عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ سعید ابن عثمان۔ نعمان ابن بشیر۔ بسر ابن ارطاۃ۔ خارجہ۔ ابو حذیفہ۔ ابو ہریرہ۔ ابو امامہ باہلی وغیرہ وغیرہ۔ ابو حذیفہ یہ وہ بزرگ صحابی ہیں جنکے متعلق جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رازداری کا منصب عطا کیا تھا۔ یہ سب لوگ ایکبار شام میں نہیں آئے۔ بلکہ یکے بعد دیگرے جن جسکی یاد ہوتی گئی وہ پہنچتا گیا۔ انمیں سے پہلے نعمان ابن بشیر مدینہ سے شام میں پہنچے۔ ہم اس مقام پر ضروری سمجھکر انکی پوری کیفیت لکھ دیتے ہیں۔

نعمان ابن بشیر کے مختصر حالات

ان کا شمار صحابیوں میں تو ضرور ہے۔ مگر محقق ابو الفدا کی تحقیق میں طبقہ آخر کے صحابہ میں گنے جاتے ہیں انکے استقلال بیعت کی عجیب کیفیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں تو یہ اسلام لائے۔ ان کے بعد اجماع امت کے معتقد ہوئے اور اسوقت سے لیکر خلافت ثالث کے زمانہ تک اسی اجماع کے قائل رہے۔ مگر امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی خلافت میں یہ اجماع سے منحرف ہو کر شام میں چلے گئے۔ اور معاویہ سے بیعت کر لی۔ انہوں نے شام میں کیا تحفہ پہنچایا اور انکے اس تحفہ نے اہل شام پر کیا اثر پہنچایا۔ اور اسکی وجہ سے اسلام میں کیسے کیسے فتنہ اور فساد واقع ہوئے۔ وہ ہم آگے لکھینگے۔ ہمکو صرف ابھی انکے سلسلہ بیعت کو لکھکر انکے استقلال ایمان کی کیفیت کا موازنہ کرنا ہے۔

معاویہ کے بعد انہوں نے یزید ابن معاویہ کی بیعت کی۔ یزید کے بعد جب بنی امیہ میں خود اختلاف پیدا ہو گیا اور ضحاکیہ اور مروانیہ دو فرقے علیحدہ علیحدہ ہو کر سلطنت شام پر اپنے جداگانہ استحقاق دکھلانے لگے یہانتک کہ ام خالد زوجہ یزید کی بدولت مروان ابن الحکم کو صفت میں بلا واسطہ کی حکومت ملگئی۔ تو نعمان نے مروان کی بیعت

القتیا ء کی اور شہر حمص کے امیر ہوئے۔ مروان ہی کے وقت میں عبداللہ ابن زبیر نے خروج کشی کی اور شہر حمص پر اس نے حملہ کر دیا۔ نعمان نے فوراً مروان کی بیعت توڑ کر عبداللہ کی بیعت کر لی۔ اس حرکت پر اہل حمص ان سے مخالف ہو گئے۔ اور آخر یہ نتیجہ ہوا کہ ان کو شہر سے نکال دیا۔ اور باہر جا کر انکو قتل بھی کر دیا۔

امام عبدالبر کی کتاب استیعاب میں قریب قریب یہی حالات انکے درج کئے ہیں۔ جسکی بلفظہ نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

کان نعمان امیراً علی الکوفہ لمعاویۃ تسعۃ اشہر ثم کان امیراً علی حمص لیزید ابن معاویۃ فلما مات یزید صار زبیریاً فاجاعہ اہل حمص فاخرجوہ منہا واتبعوہ وقتلوہ

نعمان معاویہ کی طرف سے امیر کوفہ رہا۔ پھر نو مہینہ تک امیر حمص رہا۔ بعد اسکی طرف سے یزید حاکم حمص رہا۔ جب یزید مر گیا تو عبداللہ ابن زبیر نے خروج کیا۔ نعمان نے عبداللہ کی بیعت کر لی۔ اہل حمص نے اسکی مخالفت کی۔ بعد اسکے نعمان کو نکال دیا اور قتل کر ڈالا۔ ذوالفقار حیدر جلد ثالث صہ ۳۲۱ مولفہ فخر الحکما حکیم سید علی اظہر صاحب دام اللہ بقائہٗ باسناد کتاب استیعاب۔

یہ شام میں نئے سامان کے ساتھ پہنچے۔ اتنے لوگ معویہ کے دربار میں پہنچے۔ مگر انکو جو معویہ کی خوشی اور رضامندی کی تدبیر سوجھی وہ کسی کو بھی نہیں حضرت عثمان کا خون آلود کرتہ۔ انکی بی بی نائلہ بنت قرافصہ کی مجروح انگلیاں انکو مل گئیں اور انہیں چیزوں کے ذریعہ سے انکی رسائی دربار شام میں پورے طور سے ہو گئی۔

معاویہ ابن ابوسفیان نے انکے تحفہ کو نہایت خوشی سے قبول کیا۔ محقق ابو الفدا کا بیان ہے کہ یہ خون آلود کرتا شام کی مسجد جامع میں لیجا کر منبر پر لٹکا دیا۔ تمام اہل شام جمع ہوئے۔ اور اپنے امیر کے حکم سے اس پیراہن خون آلود کو دیکھکر بہت روئے اور معاویہ نے ان لوگوں کو اسی ذریعہ سے اپنی اطاعت اور امیر المومنین کی مخالفت پر بہت جلد آمادہ کر لیا۔ ابو الفدا موسومہ بالا لوگوں کے آجانے کے بعد معویہ نے اپنے اظہار بغاوت کی نسبت اپنے چھوٹے بھائی عتبہ ابن ابوسفیان سے اس امر میں مشورہ کیا اور اسی کی صلاح سے سب سے پہلے عمر ابن العاص ابن وائل کو فلسطین میں طلبی کا خط لکھا۔

عمر ابن العاص کے مختصر حالات

عمر ابن العاص کے نام سے اسلامی دنیا میں ہر شخص کو تھوڑی بہت واقفیت ضرور ہے۔ اپنی ضرورت کے مطابق ہمکو بھی انکے حالات قلمبند کرنا ضروری ہیں۔ جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عمر ابن العاص کی مجہول النسبی کی کیفیت تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔ اگر ہم انکے بیان کا اعادہ کریں تو ہمکو کسی قدر تہذیب سے ضرور علیحدہ ہونا پڑیگا۔ اسوجہ سے ہم اور کتابوں کی عبارت سے قطع نظر کر کے صرف مستطرف کی عبارت ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔ جو اور کتابوں سے کسیقدر مہذب الفاظ میں لکھی گئی ہے۔

ای اُمّ عمر ابن العاص کانت بغیاً عند عبداللہ ابن جدعان فوطیہا فی طہر واحد ابو لہب وامیہ ابن خلف ابوسفیان ابن حرب والعاص ابن وائل فولدت عمراً فادعاہ کلہم فحکمت فیہ امہ فقالت

ھو للعاص ھو الذی ینفق علیھا۔

عمر عاص کی ماں عبداللہ ابن جدعان کے تصرف میں تھی۔ اس سے ایک ہی وقت میں ابو لہب۔ امیہ ابن خلف۔ ابوسفیان ابن حرب اور عمر ابن عاص ابن وائل۔ چار شخصوں نے ہم بستری کی۔ میعاد معینہ کے بعد عمر پیدا ہوا۔ تو ان چاروں نے ملکر لڑکے پر دعوا کیا۔ آخر کار اس امر کے تصفیہ کے لئے اسکی ماں حکم کیگئی۔ اس نے کہا کہ یہ عاص ابن وائل کا ہے کیونکہ وہ ہمکو نفقہ دیتا ہے۔

اسکے زیادہ ثبوت کے لئے دیکھو تاریخ ابوالفدا صد ۲۴۴۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الانبیاء۔ اعثم کوفی۔ لسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون اور تہذیب المتین فی تاریخ مولانا امیر المومنین صہ ۲۱۶۔ باسناد کتاب الانساب ابوعبیدہ معمر ابن مثنی

اصلیت تو ہو چکی کیفیت یہ ہے کہ محقق ابوالفدا کی تحریر کے مطابق اس زمانہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کا رواج مشرکین میں نہایت شدت سے جاری تھا۔ اور انکے بہت بڑے ہجو کرنے والے یہی تین آدمی مشہور تھے عمر ابن العاص۔ ابوسفیان الحرب اور عبداللہ ابن الزبعری۔ ابوالفدا صہ ۲۴۶۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے بھی تین ہی آدمی انکے جواب دینے کے لئے مقرر تھے۔ حسان ابن ثابت۔ عبداللہ ابن رواحہ اور کعب ابن مالک۔ حسان کے ان اشعار میں سے یہ دو شعر ابتک مشہور ہیں۔ جسے ہم تہذیب المتین سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ابوک ابوسفیان لاشک قد بدت لنا   فیک منہ بینات الدلائل

فافخر بہ اما فخرت فلا تکن   تفاخر بالعاص الھجین ابن وائل

ہمکو بدلائل روشن ثابت ہے کہ تیرا باپ ابوسفیان ہے۔ اے عمر اگر تو فخر کرتا ہے تو ابوسفیان پر فخر کر نہ عاص ابن وائل ایسے نامرد اور فرومایہ پر۔ ان کے باپ عاص ابن وائل جبتک زندہ رہے۔ ہجو جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے رہے۔ آیہ شریفہ انا کفیناک المستھزئین ہمنے استہزا کرنے والوں سے تیری مدد کی۔ انہیں کی شان میں اتری۔ ابن الحدید معزلی امام واقدی کے اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایکروز جناب رسالتمآب خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے نضر ابن الحارث۔ عقبہ ابن معیط عمر ابن عاص ایک اونٹ کا تازہ مشیمہ جسکو اوجہ کہتے ہیں اٹھا لائے اور جناب رسولخدا کے اوپر عین اسی حالت میں کہ آپ سجدہ میں جھکے ہوئے تھے۔ وہ پورا مشیمہ تمام آلائش سے بھرا ہوا آپ پر الٹ دیا۔ وہ متعفن آلائش آپ کے سر اور جسم مبارک پر بہہ گئی۔ جناب سیدہ علیہا السلام کو اسکی خبر ہوئی۔ آپ تشریف لائیں۔ پیاری بیٹی نے مظلوم باپ کے کپڑے دھلائے اور جسم مطہر سے کثافت دور کی۔ آنحضرت نے نہایت حسرت سے آسمان کی طرف دیکھکر فرمایا اللھم علیک قریش رب انی مظلوم فانتصر۔ پروردگارا تو قریش سے سمجھ۔ یارب میں مظلوم ہوں تو میری مدد کر جسطرح اور مشرکین اسلام کے پیچھے پڑے تھے۔ اسیطرح عمر عاص جب غریب مسلمانوں نے مشرکین مکہ کے ہاتھوں تنگ آکر جلا وطنی

اور غربت کی صعوبت اختیار کر لی اور مکہ سے نکلکر حبشہ میں پناہ لی تو مشرکین کیطرف سے جو ڈپوٹیشن بادشاہ نجاشہ کو انکی کفالت اور حمایت سے منع کرنیکے لئے بھیجا گیا تھا۔ اسکے سرگروہ یہی تھے۔ ابو الفدا صلح حدیبیہ کے بعد یہ ایمان لائے۔ سوائے وادی الرمل کے اور کوئی دوسرا واقعہ ہمکو اسلامی تاریخوں میں ایسا نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہو کہ سوائے اس سریہ کے اور کوئی اسلامی خدمت انکے سپرد کیگئی ہو۔ ہم اس سریہ کے تمام و کمال واقعات اسی کتاب کے پہلے حصہ میں لکھ چکے ہیں۔ اسکا خلاصہ یہ ہے۔

سریہ وادی الرمل میں پہلے حضرت ابوبکر بھیجے گئے۔ انکے ناکامیاب واپس آنے پر حضرت عمر بھیجے گئے۔ یہ بھی ناکامیاب لوٹ آئے۔ تو عمر عاص روانہ کئے گئے۔ یہ بھی بے نیل مرام واپس آئے۔ آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضیٰ علیہ السلام کو روانہ فرمایا۔ انکو رشک پیدا ہوا۔ راستہ میں عمر عاص نے لشکر اسلامی میں مخالفت پیدا کرنے کی تدبیر کی اور ہر شخص سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جس رستہ سے تمکو علی مرتضیٰ لئے جاتے ہیں وہ مخدوش ہے۔ تم انکے رستہ سے نہ چلو ہم جو رستہ بتلائیں اسکو اختیار کرو۔ خیریت تھی کہ اہل اسلام نے اسوقت انکی نہ سنی۔ اور جو راہ انہوں نے اختیار کی تھی وہی راہ چلے۔ اور خدا نے اسی راہ سے انکو اب کی بار کامیاب فرمایا۔ روضۃ الصفا صفحہ ۲۱۶ ۔ حبیب السیر قلمی صفحہ ۱۹۴

نبوت کے بعد خلافت کے زمانے میں یہ جنگی خدمات پر بھیجے جاتے تھے۔ اگرچہ یہ امیر لشکر بنائے جاتے تھے۔ مگر اکثر غنیم کی فوج دیکھکر ایسا گھبرا جاتے تھے کہ کوئی دو دن کا بھرتی کیا ہوا نیا سپاہی بھی ایسا منتشر نہوتا ہوگا۔ اس کا سبب کیا تھا زمانہ نے انکو جری مشہور کر دیا تھا۔ ورنہ انکی طبیعت میں جرات کے مطلق جوہر نہیں تھے۔ جسکے ثبوت ہم آیندہ صفین کے معرکہ میں پاؤ گے۔ محاصرہ روم میں رومیوں کی کثرت دیکھکر یہ ایسا گھبرا گئے تھے۔ کہ ابھی سپاہی تو پیچھے قدم ہٹاتے۔ ان سے پہلے یہی پیٹھ دکھلاتے۔ ان کے اس انتشار اور اضطرار کو دیکھکر امام واقدی نے اپنی تاریخ کامل میں نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ دیکھو فتوح الشام والروم واقدی صفحہ

جنگی خدمات کے بعد ملکی مناصب بھی خلافت کی طرف سے ان پر تفویض ہوتے رہے جنگی خدمات سے معزول ہوکر علیحدہ کر لئے گئے۔ اور امارت لشکر سے معزول کرنے کے وقت حضرت عمر نے جو کلمات ان سے بیان فرمائے وہ یہ ہیں۔ ویحک یا عمرو انک لتحب الامارۃ واللہ ما نطلب بھذا لریاسۃ الا شرف الدنیا افسوس ہے اے عمرو تو نے سرداری لشکر اس غرض سے اختیار کی تھی کہ اس سے تجھکو دنیاوی شرف حاصل ہو۔

ملکی خدمات پر یہ اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ شاید اس صیغہ میں قناعت اور توکل اختیار کرینگے۔ مگر انہوں نے یہاں بھی اپنی دست درازیوں کے وہی اصول قائم رکھے۔ دربار خلافت میں جب یہ امر تحقیق تک پہنچ گیا۔ تو ان میں اور حضرت عمر میں اسکی نسبت جو خط و کتابت ہوئی اور اسکا جو نتیجہ نکلا اسکو ہم ازالۃ الخفا کی عبارت سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عمر ابن الخطاب نے عمرابن عاص کو لکھا کہ تجھکو مال کثیر ہاتھ لگا ہے۔ اونٹ۔ گھوڑا بکری اور حشم خدم فراہم ہوگیا ہے حالانکہ یہ چیزیں تجھے اس سے پہلے میسر نہیں تھیں نہ تیرا مقررہ وظیفہ اسلام میں اسقدر ہے کہ اس سے یہ سامان فراہم ہوسکے۔ پھر کہاں سے لایا۔ ہمارے پاس اصحاب سابقین اور اولین سے بہت لوگ ایسے موجود تھے کہ ہم انکو اس کام پر بھیجتے مگر تجھکو ہم جانتے تھے کہ دل کا غنی اور مالدار ہے۔ اسوجہ سے ہمنے تجھکو عامل مقرر کیا۔ پس اگر تونے اپنا نفع کیا اور ہمیں نقصان تو پھر ہم تجھکو کیونکر بحال رکھینگے۔ جلد جواب دے کہ تو یہ مال کہاں سے لایا۔

عمر عاص نے جوابدیا کہ آپکی تحریر بہت صحیح ہے چونکہ ہم ان شہروں میں رہتے ہیں جہاں چیزیں بہت ارزاں ملتی ہیں لہذا مال وافر ہے۔ اسلئے ہم اپنے وظیفہ مقررہ میں سے انتظام کرکے کچھ پس انداز کرتے تھے۔ اور اسی سے یہ حشم خدم فراہم کرتے تھے۔ خدا کی قسم اے عمر اگر تمہارا مال میں ہمکو خیانت بھی جائز ہوتی تو بھی ہم نہ کرتے۔ کیونکہ تم نے ہمپر اعتماد کیا تھا۔ اب تم اپنی رنجش ہم سے کم کرو۔ باقی دربارہ سابقین اور اولین کے جو لکھا ہے کہ کیوں انکو عامل مقرر نہیں کیا تو ہمنے انکے لئے آپ سے درخواست بھی نہیں کی تھی۔

عمر عاص نے اگرچہ اس مصنوعی تحریری حیلوں سے اپنی بہت کچھ صفائی دکھلائی اور حتی المقدور اپنی بریت ثابت کرنی چاہی۔ مگر وہ امر ایسا کچھ تحقیق ہوگیا تھا۔ کہ خلیفہ عمر کو انکی کسی بات پر اعتبار نہوا محمد مسلمہ کو انکی جگہ مقرر فرمایا اور انکو معزول کردیا۔ محمد مسلمہ کی معرفت جو عتاب آمیز خط لکھا گیا۔ وہ بھی ہم ازالۃ الخفا کی عبارت سے ذیل میں ترجمہ کرکے لکھتے ہیں۔

تمہارا خط آیا ہمکو تمہاری اس چاپلوسی اور ملائم باتوں سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ تم لوگ جب کہیں حاکم مقرر کئے جاتے تو مال خدا میں تصرف کرتے ہو۔ اور پھر ہمکو معذرت نامے لکھکر بھیجتے ہو۔ جو کچھ کہاتے ہو وہ آتش جہنم ہے اور اپنے ورثا کے لئے ننگ و عار چھوڑتے ہو۔ اب ہم محمد مسلمہ کو بھیجتے ہیں کہ تیرا نصف مال تقسیم کرلیں۔

جب یہ خط لیکر محمد مسلمہ مصر پہنچے تو عمر عاص نے کھانا پکاکر بھیجا۔ محمد مسلمہ نے کھانا کھانے سے انکار کیا۔ عمر نے پوچھا تو جوابدیا کہ یہ رشوت کا مقدمہ ہے۔ اگر مہمانداری کے طور پر پکواتے تو ہم کھالیتے اپنا کھانا لے جاؤ اور مال لے جاؤ دوسرے روز مال حاضر کیا گیا۔ محمد مسلمہ نے اس مال کو دو حصہ کیا۔ ایک حصہ ضبط ہوکر مدینہ بھیجا گیا۔ بقیہ دوسرا عمر عاص کو واپس دیا۔ عمر عاص کی آنکھوں میں یہ دیکھکر خون اتر آیا۔ اور غصہ میں بیتاب ہوکر کہنے لگے کہ خدا لعنت کرے اس روز پر جس روز ہم عمر ابن الخطاب کے نوکر ہوئے تھے۔

خلافت ثانیہ میں جو انکی کیفیت تھی وہ معلوم ہوچکی۔ مصر سے معزول ہوکر یہ گھر بیکار بیٹھے۔ اب خلافت ثالثہ کا دور شروع ہوا۔ یہ پھر مصر کے عامل ہوئے۔ جن باتوں کے عادی ہو رہے تھے وہ کب ان سے چھوٹنے والی تھیں پھر وہی باتیں شروع ہوگئیں۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ آزاد اور خود مختار ہوگئے۔ خلیفہ عصر قریب کے عزیز تھے۔ چھ سات برس تک تو مصر کے مستقل حاکم رہکر وہاں کی امارت کرتے رہے۔ اتفاق سے انہیں اور مروان الحکم میں سو مزاجی ہوگئی

اور اسکا باعث یہ ہوا کہ مروان نے حضرت عثمان پر قابو پاکر ممالک افریقیہ کا خراج اپنے نام معافی لکھوالیا۔ اب عمرعاص کو مروانکی طرف سے اورخلش پیدا ہوئی۔ مروان کو اسکی خبر لگ گئی۔ اور انہوں نے خلیفہ عصر کیطرف سے انکے کان خوب بھرے اور ان کو ایسا ابھارا کہ آخرکار انکی معزولی کا حکمنامہ تعمیل ہوکر دارالخلافت مدینہ سے داسلا امارت مصر کو روانہ ہوگیا۔ عبداللہ بن ابی سرح کو انہوں نے امارت مصر کا چارج دیدیا۔ اور میٹھ رہے۔ مروان کی کوششیں ایسی نہیں ہوتی تھیں کہ وہ کسی کے منانے منمانے تیں مروان سے یہ جیسے کچھ ناراض نہ ہوئے ہوں۔ اس سے قطع نظر کرکے سب سے پہلے انہوں نے خلیفہ عصر سے اپنی مخالفت دکھلائی۔ ام کلثوم حضرت عثمان کی چھوٹی بہن انکے عقد نکاح میں تھیں۔ انہوں نے اپنی معزولی کے دو دن بعد ان کو اپنے حبالہ نکاح سے خارج کردیا۔ اور اپنی قرابت کو صاف صاف عداوت سے تبدیل کردیا۔ تاریخ طبری جلد چہارم۔

بغاوت کے زمانہ میں جب تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ خلیفہ عصر کی مخالفت پر آمادہ ہوکر اس غرض سے مدینہ میں آئے کہ خلیفہ کو انکی اگلی پچھلی حرکتوں پر تنبیہ کریں۔ اور ان سے انکی نسبت توبہ لیں تو انہیں مصر والے بھی تھے اور انہیں میں عمرعاص بھی شامل تھے۔ ازالۃ الخفا میں یہہ واقعہ اسطرح درج ہے جسکی بلفظہ نقل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ان عمرو بن العاص قام الی عثمان وهو یخطب الناس فقال یا عثمان فدر کبت بالناس من النهابر ورکبوها منک فتب الی الله عزوجل ولیتوبوا فالتفت الیه عثمان وقال ههنا یا ابن النابغة ثم رفع یدیه واستقبل القبلة وقال اتوب الی الله اللهم انی اول تائب الیک

حضرت عثمان مجمع عام میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ عمرعاص نے کھڑے ہوکر کہا اے عثمان لوگوں کو تم نے بہت دق کیا اور وہ بھی تم سے بہت دق آگئے۔ ابتم درگاہ خدا میں توبہ کرو۔ عثمان نے انکی طرف متوجہ ہوکر کہا اے زانیہ کے بیٹے تو بھی یہیں موجود ہے۔ پھر قبلہ کی طرف ہاتھ اٹھا کر توبہ کی۔ ذوالفقار حیدر جلد ثالث صـ۲۹ طبری جلد چہارم صـ۳۴۲

یہ تو انکے حیات اور اسوقت تک کے واقعات ہیں۔ جبتک حضرت عثمان زندہ تھے جب محاصرہ نے طول کھینچا تو عمرعاص فلسطین چلے گئے جسکا اصلی سبب سوائے مخالفت کے اور کیا ہوسکتا ہے۔ یہ فلسطین میں اور امیر معاویہ شام میں بیٹھے ہی رہے۔ یہاں خلیفہ عصر کی مدینہ میں شہادت واقع ہوگئی۔ علامہ طبری کی تو یہ تحقیق ہے کہ باوجود اس امر کے کہ اسوقت عموماً تمام لوگ حضرت عثمان سے خلاف ہورہے تھے۔ مگر کسی شخص نے اس دردناک واقعہ پر اپنی طرف سے اظہار مسرت نہیں کیا سوائے عمرعاص کے۔ انکی اصل عبارت یہ ہے۔ کہ ہیچکس بر قتل عثمان شادی نکرد الا عمرعاص۔ طبری جلد چہارم

امام عبدالبر نے استیعاب میں اسکو زیادہ تشریح سے کہا ہے۔ انکی بلفظہ عبارت یہ ہے۔

فلما عزله یعنی مصر وعزله عنها عمرو بن العاص جعل عمرو بن العاص یطعن علی عثمان و تولت علیه ویسعی فی فساد امره فلما بلغه قتل عثمان وکان معتزلا بفلسطین قال انی اذا انکات قرحة ادمیها

اونحوھذا ۔

جب حضرت عثمان نے عمر عاص کو مصر سے معزول کیا تو عمر عاص نے عثمان پر زبان طعن درازکی اور لوگوں کو ورغلا یا تاکہ انکے امور میں فساد ہو۔ چنانچہ جب عثمان کے قتل کی خبر عمر عاص نے سُنی۔ ان دنوں وہ فلسطین میں معزولی کی حالت میں رہتے تھے تو کہا کہ جب کسی کے زخم لگاتے ہیں تو بغیر خون بہائے نہیں چھوڑتے۔

تین خلافتوں تک تو عمر عاص کی یہ کیفیت تھی۔ جسکو ہم بالتفصیل لکھ چکے۔ جو کچھ حسن عقیدت۔ ارادت۔ خلوص محبت ان کو اپنے خلفائے عصر کیساتھ تھی وہ ظاہر ہوگئی۔ حضرت عثمان کے ساتھ جو ان کے خیالات تھے وہ صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ ان کو کسی کے ساتھ کسی قسم کی مروت لحاظ کے لئے دل میں جگہ باقی نہیں تھی۔ مگر زمانہ کا انقلاب اسی کو کہتے ہیں۔ سال ہی بھر کے اندر مصر کی امارت کے شوق نے ان کو ایسا مجبور کر دیا کہ جنکے خون کرنے پر آمادہ تھے آج اسی کے خون کے دعویدار بنکر اور اس شخص کے خون بہالینے پر جسکے قتل پر کوئی شخص سوائے انکے خوش نہیں ہوا تھا۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب اپنے امام برحق۔ اپنے خلیفہ رسول مفترض الطاعتہ سے جنکی اطاعت اسلام کے تمام اشراف وعمائد کرچکے تھے لڑنے پر آمادہ ہیں اور اسکے بیگناہ قتل پر اپنے ہمراہ ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت کو صفین میں دریائے فرات کے قریب اسکے خون بہانے کے لئے کھڑا کر رکھا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

عمر عاص کے حالات کو اپنے سلسلہ بیان تک پہنچا کر ہم دربار شام میں انکے داخلہ کی کیفیت لکھتے ہیں۔ عتبہ ابن ابوسفیان کی تجویز سے معویہ نے بھی اتفاق کیا۔ اور عمر عاص کی طلبی کو ضروری سمجھکر فلسطین میں قاصد دوڑا یا۔ عمر عاص کا خط دیکھکر پہلے تو یہ کسی قدر رُکے اور اسکے جواب میں ذیل کی عبارت لکھی۔ جسے ہم علامہ سبط ابن جوزی کی مستند کتاب خواص الامتہ سے بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

فکتب الیہ عمرٌ واما بعد فانی قرأت کتابک وفہمتہ فاما ما دعوتنی الیہ من خلع ربقۃ الاسلام من عنقی والتہور معک فی الضلالۃ واعانتی ایاک علی الباطل واخترا ط السیف فی وجہہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب وھو اخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وولیہ ووصیہ ووارثہ وقاضی دینہ ومنجز وعدہ وصھرہ علی بنتہ سیدۃ نساء العلمین وابو السبطین الحسن والحسین علیہم السلام سیدی شباب اہل الجنۃ واما قولک ان امیر المومنین شلّ الصحابۃ علی قتل العثمان فھو کذب وزور وغوایۃ ویحک یا معاویہ اما علمت ان امیر المومنین بذل نفسہ اللہ تعالی وبات علی فرش رسول اللہ وقال فیہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ لایخدع ذا عقل وذا دین والسلام۔

عمر عاص کو معاویہ نے خط لکھا۔ تو عمر عاص نے یہ جواب دیا تیرا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ تو مجھے اسلام پر ترغیب دیتا ہے

کہ میں دین و دنیا سے خارج ہو جاؤں اور تیرے ساتھ گمراہی اور ضلالت میں شریک ہو جاؤں۔ اور امیرالمومنین کے مقابلہ میں باطل کی مدد پر تلوار کھینچوں۔ حالانکہ حضرت علیؑ برادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد سیدہ نساء العالمین کے شوہر حسنین علیہم السلام سرداران اہل بہشت کے والد ہیں اور تم جو یہ کہتے ہو کہ حضرت علیؑ نے صحابہ کو قتل عثمان کی ترغیب دی۔ یہ محض کذب زور اور افترا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر اے معاویہ۔ کیا تو نہیں جانتا کہ ابوالحسنؑ اپنے نفس کو راہ خدا میں بذل کر چکے ہیں۔ اور فرش رسولؐ پر سوئے ہیں۔ اور حضرتؐ نے انکی شان میں من کنت مولاہ فعلی مولاہ فرمایا ہے۔ پس تیرے خط سے تو صاحب عقل و دین فریب نہیں کھا سکتا۔

ان کا یہ جواب تو پہلے معاویہ کے لئے پورا دشکن ثابت ہوا۔ مگر جب عبداللہ ابن جریر البجلی دربار کوفہ سے شام میں پہنچا تو معویہ نے پھر عمر عاص کو لکھا۔ کہ امیرالمومنین کا قاصد آیا ہے۔ ہمنے تمہارے انتظار میں اسکو ٹھہرایا ہے۔ تم یہاں آؤ تو جیسی صلاح ہو ویسی تعمیل کیجائے۔ اپنے جلد پہنچنے میں توقف نہ کرنا۔ نہایت تعجیل تعجیل میں ملانا۔ اعثم کوفی کتاب الصفین ص۳۵

جب یہ خط پہنچا اور اسکے بعد اور متعدد خطوط آتے گئے۔ تو آخر کار عمر عاص نے اپنے بیٹوں سے صلاح لی۔ ان کے دو بیٹے تھے محمد اور عبداللہ۔ دونوں کو بلایا۔ امیر شام کا خط دکھایا۔ جب وہ خط پڑھ چکے تو ان سے انکی رائے پوچھی۔ عبداللہ (بڑے بیٹے) نے کہا جب جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ تو وہ تجھ سے ہر طرح سے رضامند تھے۔ انکے بعد جب دونوں خلفاء نے رحلت کی تو وہ بھی تجھ سے خوشنود تھے۔ انکے بعد حضرت عثمان کے قتل کا واقعہ گذرا۔ تم اسوقت مدینہ میں تھے ہی نہیں۔ لہذا اس معاملہ میں تم پر کوئی الزام نہیں آسکتا۔ ان باتوں کے علاوہ خدا نے تمہیں فراغت اور اطمینان بہت کچھ دیا ہے۔ تم کسی کے محتاج نہیں ہو۔ تمکو خلافت کی خواہش بھی نہیں ہے اب باعتبار عزت و حرمت کے تمہارے لئے ہرگز یہ زیبا نہیں ہے۔ کہ محض حصول دنیا کے واسطے جو ایک گیاہ فانی سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ اس بڑھاپے کو اپنے تم رنج و مصیبت میں مبتلا کرو اور علی ابن ابیطالب کے ساتھ جو چچازاد بھائی۔ داماد۔ اور وصی حضرت ختم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ عداوت پیدا کرو اور خدمت و ملازمت معاویہ ابن ابوسفیان کی قبول کرو۔ تمکو بکمال سعادت اپنے گھر میں خاموش بیٹھنا چاہئے۔ اور دیکھنا چاہئے انجام اس کام کا کیا ہوتا ہے۔ اور پردہ غیب سے کیا جلوہ افروز ہوتا ہے۔ پس میری تو یہی رائے ہے جو میں نے ظاہر کی۔

اسکے بعد عمر عاص کے دوسرے لڑکے محمد نے سر اٹھا کر اپنے باپ سے کہا۔ کہ میں عبداللہ کی رائے پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ گھر بیٹھنا بوڑھوں اور پست ہمتوں کا کام ہے۔ اور آج خلیفہ وقت یعنی حضرت عثمان محض بے قصور قتل کئے گئے۔ معویہ انکے قصاص پر آمادہ ہے۔ اسوقت تمہارا شمار قوم قریش میں افسر اور سرکردہ کے طور پر ہو رہا ہے۔ اور تمہاری شہرت اور ناموری کا جا بجا چرچا ہے اور تو کسی طرح سے معاویہ سے کم نہیں۔ اگر اس کام میں دست بردار ہو جاؤ گے اور گوشہ نشینی اختیار کر لوگے تو ظاہر ہے کہ اس معاملہ کے طے ہو جانے کے بعد کوئی عزت اور حرمت تمکو نہیں ملیگی۔ بلکہ تمہاری اس شرافت کا

بھی نقصان پڑیگا۔ میری تو یہی صلاح ہے کہ تمکو ملک شام میں جاکر معویہ ابن ابوسفیان سے ملنا اور حضرت عثمان کے خون کا قصاص طلب کرنا چاہیئے۔ تاکہ معویہ کے سرداروں میں تیرا شمار بھی ہو جائے۔ طبری صفحہ ۱۷۱۰ جلد چہارم۔

عمر عاص نے عبد اللہ اور محمد کی مختلف صلاحوں کو بغور سنکر فوراً یہ فیصلہ کر دیا کہ عبد اللہ مجھے آخرت کی طرف کھینچتا ہے اور محمد مجھے دنیا کے منزل مقصود پر پہنچاتا ہے۔ بیٹوں نے بوڑھے باپ کو دوراہے میں ڈالدیا۔ صاحب روضۃ الصفا کی تحقیق ہے کہ عمر عاص نے اس امر خاص میں ایک عیسائی کاہن سے بھی رائے لی تھی۔ اور امام طبری لکھتے ہیں کہ اپنے غلام وردان سے بھی مشورہ کیا تھا۔ وردان نے اسکو عبد اللہ سے ملتی ہوئی رائے دی تھی مگر کاہن نے چونکہ یہ کہدیا تھا کہ علی مرتضیٰ کی خلافت دیرپا نہوگی۔ اور معاویہ ابن ابوسفیان کی امارت بہت دنوں تک مستقل رہیگی۔ اس وجہ سے عمر عاص نے اپنے چھوٹے بیٹے کی رائے کی پابندی کی اور فلسطین سے اٹھکر شام میں پہنچگئے

معاویہ عمر عاص کے ملجانے سے بہت کچھ مطمئن ہو گئے۔ اور بڑی عزت و توقیر سے انکی مہمانی خاطر و مدارات اور آرام و آسائش کے تمام سامان مہیا کر دیئے۔ اور اپنے پہلو میں جگہ دی۔ اور اپنے تمام امور کا مشیر بنالیا یہ سب باتیں تو ہوئیں اور ہوتی رہینگی۔ مگر کیا ان باتوں سے عمر عاص کو کوئی خاص دلبستگی ہوئی۔ کچھ نہیں۔ عمر عاص تو اور ہی فکر میں تھے جسکا فوری اظہار وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ ابھی وہ معاویہ کی ضرورتوں میں اپنی اعانت کا اندازہ لے رہے تھے۔

ایکدن معاویہ نے ان سے خلوت میں اپنے دلی رازکو بیان کیا۔ اور کہا کہ مجھکو تین مشکلوں سے ایک ہی وقت میں سامنا ہوا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ میں کیا کروں اور انکو کیسے دفع کروں۔ اول تو یہ ہے کہ محمد حذیفہ مصر کا قیدخانہ توڑکر نکل بھاگا۔ وہ اپنے ساتھ اور لوگوں کو سازش میں لارہا ہے۔ میں اسکے نفس فطرت سے خوب واقف ہوں۔ دوسرے یہ کہ قیصر روم اپنے لشکر عظیم کیساتھ ملک شام کے قصد سے نکلا ہے۔ تیسرے علی ابن ابی طالب کوفہ میں بیٹھکر اور افواج کثیر جمع کرکے ملک شام پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ میں انکے دفع کرنیکی کیا صورت نکالوں۔

تھوڑی دیر تامل کرکے عمر عاص نے جواب دیا کہ اگرچہ تینوں امور تمہاری پریشانی کا باعث ہیں۔ مگر تاہم تمکو مطمئن رہنا چاہیئے محمد حذیفہ کا معاملہ آسان ہے اسکے لئے لشکر بھیجدینا چاہیئے۔ اگر وہ بھاگ جائے تو خیر۔ نہیں تو یہ لوگ ان پر حملہ کرکے چاروں طرف سے گرفتار کرلیں۔ قیصر روم کا معاملہ بھی چنداں دشوار نہیں ہے۔ طرح طرح کے ہدیئے اور قسم قسم کی چیزیں کچھ چاندی کچھ سونے کے اسباب اسکے پاس بھیجکر اسے راضی کرلو۔ اور پھر صلح کے شرائط جانبین سے لکھدو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور صلح کرلیگا۔ پھر کچھ تعرض نہ کریگا۔ اب رہا امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا معاملہ وہ البتہ سخت دشوار ہے اسلئے کہ تجھے کوئی شخص بھی انکے برابر نہیں سمجھتا۔ اور ان کو تجھ پر ہر امر میں ترجیح حاصل ہے۔ معاویہ نے کہا کہ علی ابن ابی طالب نے خلیفہ عصر کے ایسے برگزیدہ شخص کو قتل کیا۔ اور خدا کے آگے گنہگار ہوئے۔ عمر عاص نے اپنی انگلی دانتوں میں دبائی۔ اور کہنے لگے اے معاویہ تمکو ایسا نہیں کہنا چاہیئے۔ علی آج روئے زمین پر ایک عالم شخص ہے جسکا فضیلت

وکمالات واوصاف ان کو ایسے حاصل ہیں جو کسی دوسرے شخص کو ان کے سوا نصیب نہیں ہوتے۔

امیر معاویہ عمر عاص کی ایسی اُلٹی تقریر سنکر بہت گھبرائے۔ عمر عاص اسوقت حقیقت میں اسکی طبیعت کا اندازہ لے رہا تھا معاویہ نے پھر سوچکر کہا کہ جو حالات اور اوصاف تم نے علیؑ کے بیان کئے۔ بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ مگر میری خواہش یہ ہے کہ میں قصاص عثمان کے بہانہ سے علیؑ کے ساتھ جنگ کروں اور ان پر خون عثمان کی تہمت لگاؤں۔

عمر عاص یہ تقریر سنکر ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ پہلے یہ بتلادو کہ تمکو اس معاملہ سے کیا کام۔ اور تمکو اس قصاص سے کیا واسطہ کیونکہ جب عثمان کو لوگوں نے گھیرا تھا اور عثمان نے میرے پاس اپنا ایک آدمی بھیجکر تجھکو بلایا تھا۔ اور تجھ سے مدد بھی مانگی تھی اسوقت نہ تم خود گئے اور نہ کوئی مدد بھیجی۔ اور نہ کسی طرح حضرت عثمان کی مدد کی۔ اور اب اسی عثمان کی قصاص طلبی کر رہے ہو۔ تمہارا حال تو یہ تھا۔ اب ہمارا حال سنو کہ جسوقت وہ محصور تھے ان کو اسی حالت میں چھوڑ کر میں فلسطین چلا گیا۔ ایسی حالت میں عام اس سے کہ تم ہو یا ہم کس منہ سے انکا قصاص طلب کرسکتے ہیں۔

معاویہ نے کبھی ایسے الٹے کلام نہیں سُنے تھے۔ انکا وہ انتظار اور وہ لطف جو عمر عاص کے آنے میں انکو بندھا تھا۔ عمر عاص کی ان باتوں سے بالکل بدمزہ ہو گیا۔ مگر اب یہ کیا کرسکتے تھے۔ آخر کار مجبور ہو کر پھر عمر عاص کو سمجھانے لگے کہ یہ باتیں جانے دو۔ اور ان کو بیان نہ کرو۔ بلکہ میرے ساتھ بیعت کرلو۔ ہم تم موافق ہوکر گھوڑوں پر سوار ہو جائیں اور تمام دنیا کو قبضہ میں لائیں اور حیلہ و حوالہ کرکے علیؑ ابن ابی طالب کو خلافت سے باز رکھیں اور اپنے بقیہ ایام زندگی کو بے کھٹکے فراغت کیساتھ بسر کریں۔ ترجمہ اعثم کوفی باب الصفین مطبوعہ لکھنؤ صہ ۳۸۔ تہذیب المتین صہ ۱۹۴۔ روضۃ الصفا جلد ثانی صہ ۲۲۴

اب عمر عاص معاویہ کا مطلب پاگئے اور وہ بھی انکے دلی مطلب پر آگئے۔ جب عمر عاص نے دیکھ لیا کہ معویہ ہر طرح سے میرا خواہشمند ہے اور میرے بغیر اسکی موجودہ ضرورت نہیں نکل سکتی۔ تو عمر عاص نے پہلے اپنے اظہار مطالب کے ذیل میں صرف اسقدر کہا کہ اے معویہ دنیا کو چھوڑ دینا سہل ہے مگر دین کو ترک کرنا نہایت مشکل ہے۔ اور مجھکو یہ خوب معلوم ہے کہ اس فتنہ وفساد میں تیرا دوست اور علی ابن ابی طالبؑ کا دشمن ہو جانا گناہ عظیم ہے۔ اور اگر بالفرض تجھسے موافقت کرنا بھی میرے لئے ضروری ہو جائے تو پہلے تجھکو میری رضامندی کی فکر کرنا چاہیئے۔

معاویہ نے اتنا سہارا پاکر فوراً جواب دیا کہ میں ایسا ہی کرونگا اور تیری خواہش ہر طرح پوری کرونگا۔ لیکن ابھی تم مجھ سے موافقت کرو۔ عمر عاص نے پوچھا کہ عثمان کے طلب قصاص کی کیا دلیلیں تجویز کرتے ہو معویہ نے کہا اس کام کے لئے آدمیوں کو مکر و فریب حیلہ و دغا سے ملانا ہوگا۔

آخر نتیجہ یہانتک پہنچا کہ معاویہ کی ضرورت اور مجبوری کا پورا اندازہ عمر عاص نے کرلیا۔ مگر اپنی طرف سے اظہار مدعا پر ابھی تک یہ ویسے ہی تامل کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے اپنے اس مدعا کو معویہ ہی کی زبان سے ظاہر کرا دیا۔ معاویہ نے مجبور ہوکر کہا کہ تم مجھ سے اپنی موافقت کے معاوضہ میں کس چیز کے خواستگار ہو۔ اسے بیان کرو۔ عمر عاص نے نہایت مستعدی سے

کہا مجھے ولایت مصر کی خواہش ہے۔ معاویہ نے جواب دیا مصر عراق سے تو کم نہیں۔ عمر عاص نے کہا جب تم نے ملک شام اپنے لئے پسند کر لیا تو مجھکو ملک مصر دینے میں کیا عذر ہے۔ معاویہ کو اسمیں تامل تھا۔ مگر ضرورت وقت دیکھکر معاویہ نے ملک مصر کی نسبت انکو اپنی طرف سے ایک اقرار نامہ کی تعمیل کر دی جس پر تمام اہل شام کی مہریں کر دیگئیں اور وہ کاغذ پورے طور سے مکمل ہوکر عمر عاص کے حوالہ کر دیا گیا۔

عمر عاص نے یہ اقرار نامہ اپنے چچا زاد بھائی کو دکھلایا۔ وہ کہنے لگا کہ تجھکو ولایت مصر لیکر ہرگز مطمئن نہونا چاہیئے مصر والوں نے ابھی ابھی خلیفہ عثمان کیساتھ کیا کیا۔ تو ان سے امید رکھتا ہے تو نے ناحق اپنے دین کو دنیا سے بیچ ڈالا عمر عاص نے جواب دیا کہ بھائی دنیا کے تمام امور تقدیر سے متعلق ہیں۔ اسمیں معاویہ و علیؑ کو کیا دخل ہے۔ ممکن ہے کہ ولایت مصر مجھکو ملجائے اور وہ میرے لئے موجب فرحت اور نام آوری ہو۔ اسکے بھائی نے جواب دیا کہ تو سخت غلطی پر ہے۔ تو نے سمجھ لیا ہے کہ معویہ کو تیری خواہش ہے۔ حالانکہ وہ تیرا دین خراب کر چکا ہے۔ اب دنیا بھی خراب کرنا چاہتا ہے۔

رفتہ رفتہ ان دونو بھائیوں کا تذکرہ امیر معویہ کے کانوں تک پہنچا۔ عمر عاص کے چچا زاد بھائی کی گرفتاری کا حکم دیدیا گیا۔ وہ شام سے بھاگ کر کوفہ پہنچا اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب کیخدمت میں پناہ گزین ہوا۔ اور جو کچھ شام میں اسکے اور عمر عاص کے درمیان گفتگو ہوئی تھی مفصل عرض کر دی۔ تاریخ اعثم کوفی باب ایلہ فین صہ۳۰ روضۃ الصفا جلد ثانی قلمی صہ۲۲۵ ابو الفدا صہ۴۲۳

عمر عاص کی جو غرض تھی وہ پوری ہوگئی اور وہ ایسی ہی ضرورت تھی جس نے عمر عاص سے باوجود اقرار کے فضیلت علیؑ سے پھر انکار کرا دیا۔ بلکہ ابکی بار تو قتل علیؑ پر آمادہ ہوکر ایک لاکھ پچیس ہزار کی جمعیت تیار کر لی۔ عمر عاص نے اب معاویہ کی تجویزوں کی طرف پورا غور کیا۔

سب سے پہلے مدینہ سے شام میں عبید اللہ ابن عمر ابن الخطاب داخل ہوئے۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی خلافت نے سب سے زیادہ انہیں کو خائف اور متردد بنا رکھا تھا۔ معاویہ انکے آنے سے بہت خوش ہوا۔ اور انکے از خود چلے آنے سے اسکو اس امر کا پورا یقین ہوگیا کہ باقیماندہ عمائد مدینہ میری موافقت پر تہ دل سے آمادہ ہیں اور جب ان کا ایسا معزز آدمی بغیر کسی تحریک کے میرے پاس چلا آیا تو وہ لوگ تو میری ذرا سی تحریک پر چلے آئینگے۔ اسلئے معاویہ نے عمر عاص سے اہل مدینہ کی نسبت صلاح لی تو اس نے منع کیا اور کہا انکو ابھی انکی حالتوں پر چھوڑ دو۔ مگر معویہ کو اپنے خیالوں پر ایسا ہی اعتماد تھا کہ اسنے اپنے وزیر کی تجویز سے پوری مخالفت کی اور اہل مدینہ کے نام طلبی کے خط بھیجے۔ ایک خط تو عام اہل اسلام کے نام لکھا گیا۔ اور ایک خط میں تین جداگانہ اشخاص مخاطب کئے گئے۔ انمیں سے ایک خط عبد اللہ ابن عمر کے نام لکھا گیا۔ دوسرا سعد ابن ابی وقاص کے نام اور تیسرا محمد بن مسلمہ کے نام۔ ہم ان تینوں خطوں کے جواب کو تاریخ روضۃ الصفا سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں۔

عبداللہ ابن عمر کے خط کا جواب ۔

امیر شام کو معلوم ہو کہ تیرا خط مجھے پہنچا اور مجھکو تیری بہت بھاری خطا اور سہو کرنے سے تعجب آیا ۔ یہ خط لکھکر تونے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کو بلایا ہے ۔ تجھکو یہ گمان ہے کہ میں حضرت علی ابن ابی طالب کی طرفداری چھوڑ کر تیرے پاس چلا آؤں اور تیری فرمانبرداری اختیار کروں ۔ افسوس تونے اپنے دل میں یہ ایک عجیب طرح کا جھوٹا خیال پیدا کر لیا ہے اور تو جو یہ لکھتا ہے کہ میں علیؓ کا مخالف ہوں تو تجھے مجھکو یہ امر بتلانا چاہئے کہ تجھکو یہ امر کیسے معلوم ہوا ہے ۔ میں ہرگز علیؓ کا مخالف نہیں ہوں اور ان کے خلاف میں اپنا ایک قدم بھی اٹھانا مناسب نہیں سمجھتا ۔ اسلئے کہ مجھکو وہ درجہ منصب جو بباعث ایمان آوری و ہجرت و قربت و قرابت اور لڑائیونکے جو علیؓ لے گئی ہیں اور جو بزرگیاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیخدمت میں حاضر رہنے سے انکو حاصل ہوئی ہیں وہ اور صحابہ میں سے کسی شخص کو بھی میسر نہیں تو خود ہی انصاف کر کہ اتنے بڑے بزرگوار سے میں گردان ہو کر تجھ ایسے شخص کے ساتھ جو دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ چکا اور لذت دنیاوی پر فریفتہ ہو چکا ہے آکر ملجاؤں ۔ افسوس افسوس اے معویہ تو ہی غور کر ۔ اور اس معاملہ کی حقیقت پر خیال کر ۔ اب میرے پاس ایسی باطل اور بیہودہ باتیں نہ لکھنا اور مجھ کو ہرگز علیؓ کا مخالف نہ جاننا اور اپنی اطاعت کیطرف پھر کبھی مجھکو نہ بلانا ۔ والسلام

محمد ابن مسلمہ کے خط کا جواب ۔

اما بعد واضح ہو کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھکو ایسے معاملات و حوادث جو کہ واقع ہونے والے ہیں خبر دے دی ہے ۔ جب ایام واقعہ عثمان رضی اللہ عنہ میں ہمنے تمام فتنہ و فساد ۔ حوادثات اور اسکے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو مجبور ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی ۔ آدمیونکے میل جول سے پرہیز کیا ۔ تلوار کو توڑ ڈالا ۔ اپنے گھر میں جا بیٹھا ۔ اسلئے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اب مجھکو امر معروف و نہی منکر میسر ہوتے نظر نہیں آتے ۔ اور اس گوشہ نشینی اور خانہ گزینی میں ایک میں ہی نہیں تھا ۔ بلکہ ایکجماعت نے جو محمد مصطفےٰ علیہ السلام سے ایسے ہی کلمات سن چکے تھے ۔ پوشیدہ ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر لی ۔ اسلئے کہ ہم بخوبی جان چکے تھے کہ اب ہمارے ساتھ اور ہماری زبان سے کچھ بھی کام نہ نکلیگا اور وہ فتنہ و فساد ہماری سعی اور کوشش سے دور نہوگا ۔ پس عذر تیرا حضرت عثمان کے مدد نہ دینے سے یہی تھا ۔ جو میں نے بیان کیا اور اب اے معاویہ تو جو اس کام پر پیشقدمی کر رہا ہے ۔ غرض تیری اس سے سوا مال اور خزینہ دنیاوی حاصل کرنے کے اور خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے اور کچھ نہیں ہے ۔ اور میرے اس کلام کا ثبوت اس دلیل سے صاف ظاہر ہے کہ جسوقت حضرت عثمان نے عاجز آکر تیرے پاس مدد بھیجنے کے لئے اپنا خاص آدمی بھیجا اور تجھ سے مدد مانگی ۔ تو نے کوئی مدد نہ دی ۔ یہ بات ہر شخص کو اچھی طرح معلوم ہے ۔ تو نے اسوقت عثمان کو تو چھوڑ دیا ۔ اب چونکہ امارت اور سرداری کی تازہ خواہش پیدا ہوئی ہے ۔ اسلئے طلب قصاص کا بہانہ کر کے اور دین کو دنیا کے ہاتھ بیچ کے تو مال و دولت کی فکر میں پڑ گیا ہے ۔ قسم ہے خدا کی تو سخت پشیمان ہوگا ۔ مگر یہ پشیمانی البتہ وقت پر تجھ پر غلبہ کریگی کہ جب تجھے کچھ بھی

فائدہ حاصل نہوا۔ والسلام

ان دونوں خطوں کے بعد ہم اس عام تحریر کو جو تمام اہل مدینہ کے نام لکھی گئی۔ اسی تاریخ کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں

امابعد۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں چونکہ اس فتنہ وفساد کے ایام میں جس زمانے میں حضرت عثمان کا واقعہ پیش ہوا مدینہ میں موجود نہیں تھا۔ اسلئے مجھکو حقیقت احوال پر کافی اطلاع نہیں لیکن آپ لوگوں پر یہ امر ظاہر ہے کہ علی ابن ابی طالب نے فتنہ کے گرا دینے میں بہت بڑی سعی کی۔ اور اب اسی مظلوم خلیفہ کے قاتل انکے اہل مجلس ہیں اور میں چونکہ حضرت عثمان کا والی ہوں۔ میرا ارادہ یہ ہے کہ انکے خون کا قصاص لوں اور انکو علی سے مانگ لوں۔ اگر وہ مجھکو دے دیں تو میں ان سے قصاص لے لوں اور علی سے کچھ تعرض نہ کروں اور پھر خلافت کو شوریٰ پر اسیطرح چھوڑ دوں۔ جیسے حضرت عمر نے چھوڑا۔ اور اگر علی مجھکو نہ دینگے تو میں ان سے ضرور لڑونگا۔ مقصود میرا آپ لوگونکے لکھنے سے یہی ہے کہ اپنے مظلوم خلیفہ کے قصاص میں آپ لوگ میری موافقت کریں۔ اور میرے پاس چلے آنے میں تامل نفرمائیں۔ دیکھو تاریخ روضتہ الصفا دفتر دوم قلمی صفحہ ۲۲۵

ہم اس خط سے پہلے عبداللہ ابن عمر اور محمد مسلمہ کے جواب لکھ چکے ہیں۔ اس خط کا جواب بھی ویسا ہی تھا۔ غرضکہ اہل مدینہ میں اسوقت تک بہت کم لوگوں نے معاویہ کی موافقت کی۔ عمر عاص کو ان خطوں کی خبر ہوئی تو اس نے معاویہ کو انکی رائے نہ ماننے پر بہت غیرت دلائی۔

شرحبیل ابن سمط الکندی کے حالات

شرحبیل کندی تمام اہل شام میں بہت بڑا ذی عزت اور صاحب منزلت خیال کیا جاتا تھا۔ وہ شام کے بہت بڑے بڑے قبیلوں کا رئیس تھا اور ملک شام کی وسیع آبادی میں ہزار ہا قومیں شرحبیل کی اطاعت میں اپنی گردنیں جھکائی ہوئی تھیں۔ معاویہ کو اسکی قوت اپنے کام میں لانا اور شرحبیل کو اپنا معاون بنالینا نہایت ضروری تھا۔ اس لئے اس کو اپنی سازش میں لانیکی بہت جلد فکر کیجانے لگی۔

شرحبیل اسوقت کن خیالوں میں تھا۔ شام میں اس فتنہ وفساد کی خبریں تمام شہور ہو رہی تھیں۔ حضرت عثمان کی شہادت اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی انکے قتل میں کوششیں تو تمام اہل شام کی زبان پر تھیں۔ شرحبیل بھی آدمی تھا۔ اس افواہ کا اس پر بھی ضرور اثر ہوا ہوگا۔ مگر حقیقت میں ابھی اسکو اسکی نسبت کامل یقین نہیں تھا۔ اور ابھی وہ اس کی تحقیق میں تھا کہ معاویہ کے دربار میں خود اسکی تلاش ہونے لگی۔ شرحبیل کسی ضرورت سے بیرونجات میں مقیم تھا۔ شرحبیل کے مطیع کرنے کی ترکیب نکالی۔ روز ایک دو نئے آدمی امیر سے بالکل بے سروکار بنکر اسکے پاس جاتے تھے۔ اور بیان کرتے تھے کہ علی عثمان کے قاتل ہیں۔

صاحب روضتہ الصفا کی تحقیق میں جو لوگ شرحبیل کے مطیع کرنے میں مصروف ہوئے اور شرحبیل کے پاس آتے جاتے رہے وہ یہ تھے۔ زید ابن انس۔ بسر ابن ارطاۃ۔ سفیان ابن عمر۔ مخارق ابن الحارث۔ حمزہ ابن مالک۔ حابس ابن سعید وغیرہم

یہ لوگ یکے بعد دیگرے اپنے معمول کے موافق روز اُسکے پاس جاتے تھے اور عمرعاص کی بتلائی ہوئی ترکیب کو عمل میں لاتے رہے۔ یہانتک کہ شرجیل روز کی کہانی کو سنتے سنتے عاجز آگیا۔ اب بھی اعتبار کرے یا نہ کرے۔ ایک ہو تو غلط ٹھہرایا جاوے دو ہوں تو غلط مانے جاویں۔ یہاں تو جو آتا ہے وہ ایک ہی سبق پڑھاتا ہے۔

آخر کار عمر عاص کا جادو چل گیا اور اس کا یہ پہلا جادو تھا جو اہل شام میں سب سے پہلے شرجیل پر پورے طور سے متاثر ہوا اور اس شدت کیساتھ کہ کہاں تو شرجیل ابھی تک معویہ کے معاملہ میں شکوک تھا۔ اور اب ایسا اس کے خیالوں کا مؤید نکلا کہ فوراً اپنے مقام سے اٹھکر شام کے دربار میں پہنچگیا۔ اور اول بار شرجیل نے امیر شام کو جن الفاظ میں تاکید کی اس کو ہم اعثم کوفی کے ترجمہ سے ذیل میں لکھتے ہیں۔

ایہا الامیر مجھکو عمائد۔ معارف اور اشراف دمشق سے یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ مظلوم خلیفہ کی شہادت علیؓ ابن ابی طالب کی سعی و کوشش سے واقع ہوئی ہے۔ اگر تو ان سے مخالفت نہیں کریگا۔ اور انکی بیعت کر لیگا تو ہم اہل شام کو تیری اطاعت میں نہ رہنے دینگے۔ بلکہ تجھکو بھی اس ملک سے نکالدینگے۔ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۲۶ ترجمہ خواجہ اعثم کوفی کتاب الصفین صفحہ ۵۰

معاویہ یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا اور شرجیل کو بڑی تعظیم سے اپنی مسند پر بٹھایا۔ اور کہا کہ تمام اہل شام اس امر واجب کی تعمیل پہ میرے ساتھ موافقت کر چکے ہیں اور میں بھی اسکی تعمیل کے لئے ہزار جان سے حاضر ہوں۔ مگر اب تمہارے ایسے ہی بزرگان قوم کی ضرورت ہے۔

بہر حال شرجیل تو از خود رفتہ ہو ہی رہا تھا۔ ان باتوں نے اسکو اور فریفتہ کر لیا۔ الغرض شرجیل کو اپنے قابو میں لاکر معاویہ ابن ابوسفیان اسکی جتنی قدر و منزلت کرتے وہ تھوڑا تھا۔ شرجیل بھی پورے طور سے انکی سازش میں آگیا۔ وہ تنہا نہیں تھا جو خود محض یکطرفہ ہی و دوگوش معاویہ کیطرف ہو جاتا۔ شرجیل کے مطیع ہوتے ہی اس کے تمام ہی امیر شام کے مطیع ہو گئے۔ شرجیل کے علاوہ اس کا نسبی ( ) سے بہت بڑا کام یہ نکلا کہ شرجیل نے اہل شام کی باقی ماندہ جاہل قوموں کو جو اسوقت تک ان امور کی نسبت کچھ بھی نہیں جانتی تھیں اور نہ انکی آزادی کی جہالت نہیں ان باتوں کی طرف رغبت دلاتی تھی۔ اپنی موافقت پر آمادہ کیا اور انکو خط لکھکر اور اپنے مخصوص آدمی بھیجکر اپنا موافق بنا لیا۔

شرجیل کی موافقت کی دیر تھی۔ اب امیر معاویہ کو اپنی محاربات کی سلسلہ جنبانی میں کیا عذر تھا۔ فوج بھی تیار تھی اور کل سامان بھی موجود تھا۔

جانبین کے مراسلات

کثیرا من الجن والانس لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا اولئک کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون پارہ ۷ سورہ اعراف

امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے جو اصول جنگ جمل کے پہلے اختیار کئے تھے ۔ بعینہٖ وہی اصول معاملات صفین کے آغاز میں بھی قائم رکھے ۔ جسطرح جنگ جمل کے شرکاء کو انکی غلط فہمی اور جہالت کی نسبت موعظت فرمائی گئی تھی ویسی ہی اہل شام کے لئے بھی تجویز فرمایا گیا ۔

جنگ جمل کے شروع سے پہلے طلحہ اور زبیر کے نام جسطرح امیرالمومنین نے خط لکھے تھے اور ان کو اہل اسلام کی خونریزی اور ملک میں فتنہ و فساد پھیلانے سے جسطرح باز رکھا تھا ۔ اور ان خطوط کے بعد دو چار معزز اہل اسلام کو اپنی طرف سے کمیشن کے طور پر بھی صلح کیغرض سے روانہ کیا تھا ۔ اسی طرح اس موقع پر بھی امیرالمومنین نے پہلی خط و کتابت کے ذریعے جنگ صفین کے شرکاء کا تفحص احوال شروع فرمایا ۔ سب سے پہلا شخص جو اس غرض سے شام کی طرف روانہ کیا گیا ۔ وہ عبداللہ ابن جریر البجلی تھا ۔ انکی معرفت جو خط بھیجا گیا ۔ اسکی عربی عبارت کا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہوتا ہے ۔

اما بعد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی طرف سے معاویہ ابن صخر کو معلوم ہو کہ تجھکو یہ امر خوب معلوم ہے کہ جب مہاجر و انصار نے انتظام کار خلافت و امامت کے لئے آپس میں مشورہ کیا تو اس مہم کی انجام دہی میں انکی رائے ایک شخص پر قرار پاکر اسکو امام اور خلیفہ رسول انام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پیشوائے خاص و عام قرار دیا جاتا ہے ۔ اگر انکے اس انتظام سے ایک شخص بھی ناراض ہو تو اس سے سب جنگ و پیکار کرینگے کہ اسے اپنا مطیع اور موافق بنا دیں ۔ اور تجھکو یہ امر خود ہی معلوم ہے کسی تشریح و تفصیل کی ضرورت نہیں ۔ اور جو معاملات کہ اہل بصرہ کے درمیان پیش آئے ۔ اور جو کچھ جنگ جدال واقع ہوئی وہ سب تونے سنی ہوگی ۔ تجھ پر کوئی امر پوشیدہ نہ رہا ہوگا ۔ خلاصہ یہ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو ان پر ظفریاب فرمایا ۔

وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ

اب میں سنتا ہوں کہ تو معاملہ عثمان میں مبالغہ کو دخل دے رہا ہے اور انکے قاتلوں کے حق میں بہت کچھ باتیں کہتا ہے صلاح یہ ہے کہ تو پہلے میری بیعت اور عام مسلمانوں کی موافقت کرلے ۔ بعد اسکے وارثان عثمان کو میرے روبرو لاکر قاتلان عثمان پر دعویٰ کرائے تاکہ مطابق کتاب خدا کے ان کے معاملہ کا تصفیہ کر دیا جاوے ۔ لیکن تیری موجودہ آرزو کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے بچہ کو دھوکا دیکر اسکا خیال اپنی ترکیب سے پھیر دیتا ہے کہ پھر وہ بچہ ایک وقت معین تک دودھ پینے پر توجہ نہیں کرتا ۔ اگر تو عقل کی نگاہ سے غور کریگا ۔ تو تجھکو معلوم ہو جائیگا کہ خون عثمان کے معاملہ میں مجھ سے بڑھکر کوئی بے سروکار نہیں ہے ۔ تجھکو خوب معلوم ہے کہ تیرا اشمار ان لوگوں میں نہیں ہے جو خلافت کے لائق سمجھے جاتے ہیں ۔

میں یہ نصیحت آمیز خط تجھکو لکھتا ہوں اور جریر ابن عبداللہ البجلی کو جو اہل ہجرت اور صاحب دیانت ہے تیرے پاس بھیجتا ہوں ۔ جو کچھ میرے انتظام ۔ احوال اور طریقہ مال میں مناسب ہوگا ۔ وہ اسکی زبان پر جاری ہوگا ۔ میں جریر کو ہر قسم کا پیغام دے چکا ہوں اگر تو نے میری بیعت قبول کی ۔ اور میری باتیں حق کے کانوں سے سنیں ، تو تجھکو دو جہاں کی بہتری حاصل ہوگی

تمام اہل اسلام میں تجھکو ایک عزت ہاتھ آئیگی اور اگر تونے کچھ اور خیال کیا اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت و عداوت میں ڈالدیا تو تجھکو خدا سے مدد لیکر تیرے جنگ جدال کے لئے آنا پڑیگا۔ اور مصلحت وقت کو اس کار عظیم میں انتہا پر پہنچانا پڑیگا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

عبد اللہ یہ ہدایت نامہ لیکر شام میں معویہ کے پاس پہنچے۔ انکی فصیحانہ تقریر۔ عاقلانہ موعظت۔ ظریفانہ نکتے اور شاعرانہ مناسبت اور سلاست مضامین آپکی اس تقریر سے ظاہر ہیں جو انکے اور معویہ او عمر عاص وغیرہ کے درمیان واقع ہوئی انکی پوری تقریر اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔ مگر ہمنے صرف طوالت کے خوف سے نہیں لکھا۔

بہر حال معویہ نے عبد اللہ کی موعظت کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ اور بخلاف اسکے تمام اہل شام کو مسجد جامع میں جمع کیا اور ان سے کہا کہ تمکو معلوم ہے کہ میں امیر المومنین عمر ابن الخطاب اور عثمان ابن عفان کی طرف سے تم پر فرمانروا ہوں تم میں سے کسی کی حق تلفی کا روادار نہیں ہوا۔ عثمان مظلوم شہید ہوئے۔ میں انکے خون کا وارث ہوں خدا تعالی فرماتا ہے وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً وَ لَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُوراً۔ یہ سنکر تمام حاضرین اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور طلب خون عثمان پر پھر تجدید بیعت کی۔ تہذیب المتین صد ۹۳ اعثم کوفی صد ۳۲۰ ترجمہ روضتہ الصفا صد ۲۲۱

صاحب روضتہ الصفا نے اس سفارت کو حجاج ابن عزیہ انصاری کیطرف منسوب کیا ہے۔ ان کا یہ بیان ہے کہ معویہ نے اسکے جواب میں کچھ نہ لکھا۔ صرف ایک کاغذ پر اپنی مہر چسپاں کر کے اور سرنامہ پر صرف من معاویہ الی علی ابن ابی طالب لکھکر باقی ویسا کا ویسا ہی۔ وہ کاغذ بنی عیس کے لوگوں سے ایک آدمی کی معرفت امیر المومنین کبخدمت میں بھیجدیا۔ مگر پھر نتیجہ پر غور کرو تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ امیر المومنین کی یہ اول تحریک بھی جسکا کچھ جواب نہ دیا گیا اپنے اچھے نتیجہ پیدا کرنے سے خالی نہ نکلی۔ معاویہ کا قاصد سادہ کاغذ لیکر جب کوفہ میں آیا تو امر حق کی تحقیق اور تلاش کر کے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور راسخ الاعتقاد ہوکر پھر معاویہ کے پاس لوٹ کر نہ گیا۔ روضتہ الصفا جلد دوم

عبد اللہ کے واپس آنے پر امیر المومنین نے شام کی روداد سنکر معاویہ کو دوسرا خط لکھا۔ جسکا اردو ترجمہ ذیل میں درج ہوتا ہے۔

تیرا مکتوب۔ حال مجھے معلوم ہوا۔ تونے جو یہ مشہور کر رکھا ہے۔ میں نے عثمان کو قتل کیا اور یہی وجہ تجھکو میرے ساتھ بیعت کرنے سے مانع ہے تو پوشیدہ نہ رہے کہ میں اس معاملہ میں بالکل مہاجرین کے ہمراہ تھا جو کچھ انہوں نے کیا میں انمیں شریک تھا جس سے وہ باز رہے میں بھی اس سے تارک رہا۔ نہ میں نے انکو قتل کیا کہ آج انکا قصاص مجھ سے لیا جاوے۔ اور نہ میں نے انکے قتل کئے جانے کا حکم دوسروں کو دیا۔ کہ اسکی وجہ سے آج میں مجرم قرار دیا جاؤں عثمان کے قصاص سے تمکو واسطہ کیا ہے۔ اسلئے کہ فرزندان عثمان تجھ سے زیادہ اولی ہیں۔ تو صرف ایکمرد ہے بنی امیہ کی طرف سے۔ اور اگر بفرض محال تو ہی اسکے خون کا دعویدار ہو۔ تو تجھکو بھی لازم ہے۔ کہ عامتہ المسلمین کیطرح پہلے تو میری بیعت

کر پھر اسکے تدارک کا خواستگار ہو اور اہل شام اور مصر میں جو فرق بتلاتا ہے اور طلحہ و زبیر سے جو آپ کو ممتاز جانتا ہے یہ خیال خام ہے۔ یہ بیعت عام ہے جسکا حکم حاضر و غائب پر یکساں ہے۔ والسلام۔

اصبح ابن نباتہ تمیمی کو یہ خط دیا گیا۔ یہ بزرگ بہت بڑے مہذب۔ بہت بڑے گویا۔ بہت بڑے فصیح و بلیغ تھے۔ جسوقت یہ دربار شام میں پہنچے۔ تمام دربار امراء و شرفاء کی کثرت سے بھرا ہوا تھا۔ منجملہ انکے ابوہریرہ۔ ابوالدرداء ابوامامہ باہلی۔ نعمان ابن بشیر صحابی بھی حاضر دربار تھے۔ اصبح کی نظر سب سے پہلے جسکی طرف پڑی وہ ابوہریرہ تھے۔ اصبح نے انہیں سے اپنی تقریر کا سلسلہ شروع کیا۔ اور کہا کہ شیخ بیان کرو۔ تم نے غدیر خم والے روز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی جناب علی مرتضیٰ کے حق میں کیا سنا تھا۔ ابوہریرہ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ۔

اصبح نے یہ سنکر جواب دیا کہ اے ابوہریرہ پھر تم کیوں انکے مخالف کو اپنا دوست سمجھتے ہو اور کسلئے ان کے دوستوں کے دشمن بنے ہو۔ ابوہریرہ نے ایک آہ سرد بھری اور کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دیکھو ناسخ التواریخ بحوالہ اخطب خوارزمی۔

معاویہ کو اصبح کی یہ تقریر نہایت ناگوار گذری اور انکو پاس بلا کر کہا کہ تجھکو اب خاموش رہنا چاہئے۔ کیونکہ اس تقریر سے تیرا یہی مطلب ہے کہ ان باتوں سے اہل شام کو قصاص عثمان سے باز رکھیں۔ اسمیں شک نہیں کہ علی نے عثمان کو قتل کرایا۔ ان کا خون کسی طرح ضائع نہ جائیگا۔ تہذیب المتین صہ۹ روضۃ الصفا جلد ثانی قلمی صہ۲۲

اگر ہم جانبین کے مراسلات کو تمام و کمال لکھنا چاہیں تو ہماری یہ مختصر تالیف کبھی انکے لئے کافی نہیں ہوسکتی یہ مراسلات اسیطرح مہینوں جاری رہے۔ اور امیرالمومنین نے کوئی دقیقہ امیر شام اور اسکے ہمراہیوں کی موعظت اور پند و نصیحت کے متعلق اٹھا نہیں رکھا۔ یُعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کی تعمیل واجب سے فارغ ہوگئے۔ مگر وہ تو قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ بِھَا وَلَھُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِھَا کے مصداق ہو رہے تھے۔ ان کے کان امیرالمومنین کیطرف شنوا ہوتے تو کیسے۔

امیرالمومنین کے دلائل کا معویہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ مگر وہ خطوں کے جواب دینے میں کبھی اپنی عاجزی نہیں دکھلاتا تھا۔ ہمنے جہاں تک ان مراسلات پر غور کیا ہے یہ امر پورے طور سے ثابت ہوتا ہے کہ جب امیرالمومنین کی طرف سے اپنا جائز استحقاق دکھلایا گیا۔ اس کا جواب تو معویہ کی طرف سے ندارد۔ مگر ہاں ایک دوسرے سلسلہ سے خط کے جواب کی ابتدا کیگئی۔ مثلاً خون عثمان کی بیجا تہمت کا جواب پہلے خط میں دیدیا گیا۔ اس کا جواب جو آیا اس میں اس قصاص کا ذکر تو نہیں۔ جنگ جمل کے معاملات پر اعتراض پھر پیش کئے۔ جب اسکا جواب الجواب بھیجا گیا تو معاملات

بغل میں چھوڑ کر بیعت عامہ کے وقتوں میں عذر پیش کئے۔

غرضکہ معویہ کے تمام مراسلات ایسے ہی سوال از آسمان جواب از ریسمان سے مملو تھے جنکا لکھنا سوائے طوالت کا باعث ہو اور کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ مگر تاہم نمونہ کے طور پر جانبین کے صرف دو خط جو شیوع جنگ کے بالکل قریب آئے تھے۔ ہم علامہ ابن الحدید کی شرح نہج البلاغہ سے ترجمہ کرکے ذیل میں لکھتے ہیں۔

معاویہ کا پہلا خط

اما بعد ہم بنی عبد مناف ایک چاہ سے پانی پیتے تھے۔ اور ایک ماں کا دودھ۔ ہم میں سے کسی ایک کو اپنے دوسرے پر ترجیح نہیں تھی۔ اور کوئی قائم (بیٹھا رہنے والا) کسی قاعد (سیر کرنے والا) پر فخر و فتخار نہیں رکھتا تھا۔ مجبور اور ممتاز دونو ہمارے موید تھے۔ ہماری جماعت متفق تھی۔ ہمارے قلوب خیانت سے پاک اور نفوس حسد سے بری تھے۔ حتی کہ اے علی تونے اپنے ابن عم (عثمان) پر حسد کیا۔ اور لوگوں کو برانگیختہ کیا۔ اور ذرا بھی اسکی اعانت نہ کی۔ افسوس جسطرح تم نے اسکے عیوب کا اظہار کیا تھا۔ اسی طرح اسکی نصرت کا بھی اشتہار دیا ہوتا۔ تو اسوقت کسی قدر تمہاری معذرت کے لئے گنجائش باقی رہتی۔ مگر تم اسکے برخلاف اپنے گھر بیٹھے رہے اور آفات و صدمات کو ان پر مسلط کردیا۔ وہ قتل ہوئے تو تم مسرور اور شادوں ہوئے اور منصب امامت پر کمر باندہی۔ بزرگان اسلام سے جبراً و قہراً بیعت لی۔ پھر دو شیخ المسلمین ابو محمد طلحہ اور ابو عبد اللہ زبیر کو جو بشیریہ نعیم الجنۃ تھے قتل کیا۔ ام المومنین عائشہ کو اجلاف عرب کے ہاتھوں ذلیل کردیا۔ کوئی انکی تمسخر کرتا تھا۔ کوئی گھڑکتا تھا۔ اور کوئی جھڑکیاں دیتا تھا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے ابن عم جناب رسالتمآب صلعم اسوقت زندہ ہوتے تو تمہاری ان حرکات پر راضی ہوتے یا ناراض۔ علاوہ ان باتوں کے تم نے دار الہجرۃ (مدینہ کو) ترک کیا۔ حضرت رسولخدا نے فرمایا اِنَّ الْمَدِیْنَۃِ کَشْفِی خَبِیْثَھَا کَمَا تَنْقِی الْکِیْرُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ مدینہ اپنی کثافت اور غلاظت کو اسطرح دور کرتا ہے جسطرح آہنگیروں کا کوزہ آہن کی کثافت کو۔ مجھکو اپنی جان کی قسم ہے کہ جناب رسولخدا نے سچ اور صحیح فرمایا۔ مدینۃ النبی تمہاری کثافت اور غلظت سے پاک ہوگیا۔ تم نے کوفہ اور بصرہ کو مدینہ پر ترجیح دی۔ اس سے پیشتر تم دونو خلفائے سابقین کی بیعت سے انکار کرتے رہے۔ اور اس امر کا قصد کیا۔ جس کے لئے خدا نے تمہیں لائق نہ جانا۔ خدا کی قسم اگر تمکو اسوقت خلافت ملتی تو اسلام میں اسیوقت تفرقہ اور تباہی راہ پاتی اور کفر و ارتداد شروع ہوتا۔ اہل اسلام تمہاری دست و زبان سے عاجز آتے۔ معاذ اللہ

اب میں مہاجرین و انصار کے ساتھ یا شمشیرہائے شامی و سنانہائے خطاطی تمہاری طرف آتا ہوں کہ حق سبحانہ تعالی کے سامنے تم سے محاکمہ کروں۔ تم اپنے نفس اور مسلمانوں پر رحم کرو اور عثمان کے قاتلوں کو میرے سپرد کردو ورنہ آگاہ ہو کہ تمہارے اور تمہارے اصحاب کی شان میں یہ آیہ صادق ہے (معاذ اللہ)۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ

فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک قریہ کی مثال بیان کی ہے کہ یہاں کے باشندے امن اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کا رزق ہر طرف سے بفراغت چلا آتا تھا۔ پس انہوں نے نعمات خدا کی ناشکری کی۔ حق تعالیٰ نے انکو فقر و فاقہ کا لباس پہنایا۔ اس امر کی سزا میں جو وہ کرتے تھے۔

امیرالمومنین کا جواب

امابعد ہم ابتدا میں ایسے ہی مجتمع تھے جیسا کہ تو نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے۔ لیکن جدائی فیما بین یوں ہوئی کہ ہم اسلام لائے اور تو نے کفر اور نفاق پر اصرار کیا۔ دوسرا تفرقہ یہ ہے کہ ہم صراط المستقیم پر ہیں اور تم فتنہ و فساد میں غرق ہو۔ تم میں سے کوئی مسلم ایسا نہیں ہے جو کراہت کے ساتھ اسلام نہ لایا ہو۔ تم اس سے مطمئن رہو کہ ہمارے ساتھ تمہارے رشتے یا سابق کے میل جول سے ہمارے مراتب عالیہ میں کوئی فرق یا کوئی کمی نہیں آسکتی۔ اور نہ تم اس مواصلت سے ہماری مثال ہو سکتے ہو۔ اور یہ کیسے ہوگا۔ کیونکہ جناب رسولخدا۔ صادق اور امین ہم میں ہیں۔ اور ابوسفیان سا کاذب تم میں۔ اسداللہ اور اسد رسول (حضرت حمزہ) ہم میں ہیں۔ اور اسد احلاف (اسد ابن عبدالعزیٰ) تم میں۔ سرداران بہشت (حضرات حسنین علیہم السلام) ہم میں ہیں اور صبیۃ النار (عقبہ ابن ابی معیط) تم میں۔ سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا ہم میں ہیں اور حمالۃ الحطب ام الجمیل خواہر ابوسفیان زوجہ ابولہب تم میں۔ انکے علاوہ اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جنسے جاہلیت اور اسلام دونوں میں ہمکو تم پر شرف و اعزاز دیا ہے۔ کلام خدا ہماری فضیلتوں پر گواہ ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ اور دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرماتا ہے۔ ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ وھذا النبی والذین امنوا واللہ ولی المتقین تو کہتا ہے کہ میں نے طلحہ اور زبیر کو قتل کیا اور ام المومنین عائشہ کو ذلیل۔ میں نے کوفہ و بصرہ کی سکونت اختیار کی۔ یہ امور تجھ سے تعلق نہیں رکھتے۔ اس لئے انکا جواب تجھکو نہیں دیا جا سکتا۔ تو کہتا ہے کہ میں مہاجرین و انصار کے ساتھ آؤنگا۔ مگر تو یہ نہیں جانتا کہ تیری ہجرت فتح مکہ کے روز جب تیرا باپ ابوسفیان اور تیرا بھائی یزید اسیر ہو کر آیا۔ تمام ہوگئی۔ ان امور سے بالکل علیحدہ جو تو نے خون عثمان کا ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے بھی ذکر کر چکا ہے۔ میں تجھکو کئی بار سمجھا چکا۔ اور پھر سمجھائے دیتا ہوں کہ اول تجھکو خون عثمان سے کیا علاقہ۔ انکی اولاد موجود ہے اور تیرے ایسے بہت ورثا موجود ہیں۔ اگر تیرا یہ دعویٰ ہو کہ انکے ورثا میں سب سے زیادہ خوشحال میں ہوں تو جس کام کو سب مہاجر و انصار کر چکے ہیں اور جس عہد و میثاق پر سب کے سب یکزبان ہو چکے ہیں تو بھی اسی عہد میں داخل ہوجا اور ان کے ساتھ موافقت کرے تب قاتلان عثمان کی نسبت اپنی صدائے استغاثہ بلند کر کہ حکم خدا اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق حکم معقول دیا جائے۔ اتنا لکھکر امیرالمومنین نے ذیل کے اشعار کا اضافہ فرمایا۔

محمد النبی اخی وصہری و حمزۃ سید الشہداء عمی وجعفر الذی یضحی ویمسی یطیر مع الملائک ابن امی

وبنت محمدؐ سکنی و عرسی　　مسوط لحمہا بدمی ولحمی　　وسبطا احمد ابنای منہا　　وایکم لہ سہم کسہمی

سبقتکم الی الاسلام طرا　　مقرا بالنبی فی بطن امی　　وصلیت الصلوٰۃ وکنت طفلا　　صغیرا ما بلغت اوان حلمی

واوجب لی ولایتہ علیکم　　رسول اللہ یوم غدیر خم　　انا الرجل الذی لا تنکروہ　　لیوم کریہۃ والیوم سلم

الا من شاء فلیؤمن بہذا　　والا فلیمت کمدا بغم　　فویل ثم ویل ثم ویل　　لمن یلقی الالہ غدا بظلمی

ترجمہ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بھائی اور خسر ہیں۔ حمزہ سید الشہداء میرے چچا ہیں جعفر جو فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میرے ماں جائے بھائی ہیں۔ دختر رسولؐ میری آرام دل اور دلھن ہے۔ میرا خون اور اس کا خون ایک ہے۔ سبطین رسولؐ میرے بیٹے ہیں۔ پس کس کا حصہ میرے حصے کے برابر ہے اسلام کے معاملہ میں میں نے تم پر سبقت کی۔ حالانکہ میں رسولخدا کا اقرار کرنے والا تھا۔ اپنی ماں کے شکم میں۔ میں نے جناب رسولخدا کے ساتھ نماز پڑھی اس وقت میں کم سن تھا اور حدود بلوغ تک بھی نہ پہنچا تھا۔ رسولخدا نے میری ولایت کو تم پر فرض کر دیا یہ کہکر کہ آگاہ ہو کہ جو چاہے اس پر ایمان لائے۔ ورنہ غم والم میں مر جائے۔ میں وہ شجاع اور مرد دلیر ہوں جسکو تم صلح اور جنگ کے روز جانتے ہو۔ پس وائے اس پر اور پھر وائے اس پر جو فردائے قیامت میں میرے اوپر ظلم کر کے حق سبحانہ تعالیٰ سے ملاقات کرے۔ اور اسکے سامنے حاضر ہو۔ تہذیب المتین صفحہ ۲۰ نہج البلاغۃ۔

جانبین کے مراسلات پر فاضل معتزلی کی رائے

اس کے بعد فاضل معتزلی نے معویہ کا پورا مراسلات نقل کر کے بے اختیار ہو کر اپنی رائے یوں ظاہر فرمائی ہے کہ ہر چند عجائبات روزگار اور انقلابات لیل ونہار بیحد و شمار ہیں مگر عجیب تر انہیں سے یہ ہیں کہ اس زمانہ غدار کی گردش نے علیؑ جیسے شخص کو معویہ کا نظیر اور عدیل بنایا۔ تا اینکہ طرفین سے رسل و رسائل شروع ہو کر مقابلہ و مناظرہ کی نوبت پہنچی۔ کوئی لفظ انکی زبان مبارک سے ایسا نہیں نکلتا تھا تا اینکہ معاویہ مثل اسکے یا اس سے سخت تر ان کو اس کے جواب میں نہ کہتا تھا۔ کاش اس وقت رسولخدا زندہ ہوتے اور بچشم خود معاہدہ فرماتے کہ وہ اسلام کی تائید میں سنان و شمشیر سے کام لیتے تھے اور بہ نفس نفیس مصیبتہائے عظیم کو تحمل فرما کر اسکے ارکان کو محکم اور ایک عالم کو اس کا مسخر اور مطیع کیا تھا۔ وہی سلطنت اب انکو نصیب ہوئی۔

جانبین کے مراسلات پر فاضل معتزلی کی رائے

ہم ان دو نو خطوں کی نسبت اپنی طرف سے کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ علامہ ابن الحدید ملقب بہ فاضل معتزلی نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں یہ خطوط لکھکر جو اپنی رائے لکھی ہے وہ ایسی ہی کامل اور کافی ہے کہ اسکے بعد پھر کسی کی رائے کو فروغ نہیں ہو سکتا۔

علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ امیر المومنین کا یہ جواب صرف اجمالی تھا مفصل اس کا یہ ہے کہ طلحہ اور زبیر نے عہد شکنی

کہکے اپنے آپ کو قتل کیا۔ اگر اطاعت کے طریقہ مستقیم پر قائم رہتے تو کیوں مارے جاتے۔ اور اگر ام المومنین اپنے گھر بیٹھی رہتی تو اعراب کوفہ اور بصرہ کی نگاہوں میں ان کی وقعت کیوں گھٹتی۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کا اسمیں کیا قصور انہوں نے تاہم انکے لحاظ اور اعزاز ملحوظ رکھے۔ اگر یہ لوگ عمر ابن الخطاب سے اس طرح پیش آتے تو وہ ان پر فتحیاب ہو کر ضرور انکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے۔ مگر حقیقت میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایسے ہی کریم و حلیم تھے اور یہ بات کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زندہ ہوتے تو راضی ہوتے یا ناراض۔ جنیک امیر المومنین اس امر میں نہایت آزادی سے جواب دیکتے ہیں کہ جناب رسولخدا اس امر میں ضرور ان سے (طلحہ اور زبیر سے) خوشنود نہ ہوتے کہ نہ جانکی اور ان کے برادر اور وصی کو ایذا پہنچائی اور نہ لے ابن ابو سفیان ان حضرت سے امر خلافت پر نزاع کرے اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالے اور پھر اس پر بھی جناب رسولخدا راضی نہ ہوتے کہ طلحہ و زبیر علی سے بیعت کرکے بلا حجت و تنبیہ اسے توڑ دالیں اور کہیں ہمکو زر و مال مطلوب ہے۔ چونکہ سنا ہے کہ بصرہ میں مال کثیر ہے آپ ہمکو بصرہ کی طرف جانے دیں۔ تو کیا اب ان امور پر بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم راضی ہو جاتے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

اب رہا مدینہ سے امیر المومنین کا جانا۔ ہر شخص جو مدینہ سے باہر گیا وہ خبیث ہے۔ اسی طرح تمامی صحابہ جیسے عبد اللہ ابن مسعود۔ ابوذر غفاری وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ مدینہ سے نکلے اور دور و دراز ملکوں میں فوت ہوئے تو ان کو کیا کہا جائیگا۔ ان کے علاوہ خود طلحہ زبیر اور ام المومنین عائشہ کے نقل مدینہ کے لئے کیا حکم ہوگا۔ اور یہ امر کہ امیر المومنین نصرت عثمان سے باز رہے۔ ان کے قتل پر لوگوں کو اشتعال دیا اور دوسروں کو اپنی بیعت کے لئے مجبور کیا۔ یہ صرف دعوے ہیں اور ایسے کہ ان پر دلیل قائم نہیں کیجا سکتی۔ اور نفس الامر اسکے خلاف ہے۔

اور یہ امر کہ اگر پہلی ہی بار خلیفہ کر دیئے گئے ہوتے تو ملک میں تباہی آتی اور اسلام میں فساد واقع ہوتا تو یہ غیب کا علم ہے جسکو سوائے حق سبحانہٗ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا۔ مگر گمان غالب یہ ہے کہ اگر اسی وقت خلافت علی کو ملتی تو کوئی خرابی واقع نہ ہوتی۔ کیونکہ یہ فتنے جو اسوقت تک برابر واقع ہوئے۔ صرف اسی سبب سے کہ حضرت عثمان کے بعد چوتھی مرتبہ خلافت انکو پہنچی جب دوسرے لوگوں کے تقدم سے انکی قدر صغیر اور انکی شان حقیر ہو چکی تھی اور سابقین نے تابعین کے دل میں اس امر کا یقین پیدا کر دیا تھا۔ کہ وہ حضرت خلافت کی کامل صلاحیت نہیں رکھتے اگر جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد متصلاً امیر المومنین خلافت اسلامی پر قابض کر دیئے جاتے تو آپکی جلالت قدر و منزلت اختصاص رسول اور فضائل و مناقب کیوجہ سے کسی دوسرے کو ان پر ترجیح نہیں ہو سکتی تھی۔

اتنا لکھکر فاضل معتزلی نے معاویہ کا پورا خط نقل فرمایا ہے اور بے اختیار ہو کر اپنی رائے یوں ظاہر فرمائی ہے ہر چند عجائبات روزگار اور انقلابات لیل و نہار بے حد و شمار ہیں۔ مگر عجیب تر ان میں سے یہ ہیں کہ اس زمانہ کی گردش نے علی جیسے شخص کو معاویہ کا نظیر اور مقابل بنایا۔ تا اینکہ طرفین سے رسل و رسائل جاری ہو کر مقابلہ و مناظرہ

کی نوبت پہنچی۔ کوئی لفظ انکی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا جسکا جواب معاویہ برابر یا اس سے سخت تر الفاظ میں نہ دیتا تھا۔ کاش اسوقت جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زندہ ہوتے تو بچشم خود مشاہدہ فرماتے کہ جس سلطنت کی تائید میں آنحضرت سنان و شمشیر سے کام لیتے تھے اور بنفس نفیس مصیبتہائے عظیم کو تحمل فرما کر اسکے ارکان کو محکم اور ایک عالم کو اسکا مسخر اور مطیع فرماتے تھے۔ وہی سلطنت اب انکو نصیب ہوئی جو آپکے دشمن تھے اور دعوت اسلام کی جا آپکی تکذیب کرتے تھے اور آپ کو وطن سے آوارہ کیا تھا۔ اور ضرب سنگ سے آپکے رخساروں کو گلرنگ بنایا تھا انہیں معرکوں میں جو بزید الضرار حتی کہ عم محترم حمزہ ابن عبدالمطلب تک کام آئے۔ گویا کہ آنحضرت انہیں کے لئے یہ کوششیں فرماتے تھے اور انہیں کی راحت رسانیوں کے واسطے یہ زحمتیں اٹھاتے تھے۔

ابوسفیان حضرت عثمان کے زمانے میں جناب حمزہؓ کی قبر مطہر پر آیا اور اسکو ٹھوکر لگا کر کہنے لگا۔ کہ اے ابوعمارہ جس سلطنت کے لئے ہمارے تمہارے درمیان تلواریں چلتی تھی۔ آج وہی سلطنت ہمارے لڑکوں کے ہاتھوں میں ہے جس سے وہ آج کھیل رہے ہیں۔

ان پر بس نہ ہوئی اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ معاویہ نے علیؑ کی برابری کا دم بھرا اور آپ سے مقابلہ اور مقاتلہ کو تیار ہوا۔ فاضل معتزلی نے یہاں تک پہنچکر ذیل کے اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

اذا عیر الطائی بالبخل مادر — وقرع قسا بالسفاھة باقل — وقال السھا للشمس انت خفیة

وقال الدجی یا صبح لونک حائل — وفاخرت الارض السماء سفاھة — وبوت الشھب الحصی والجنادل

ترجمہ۔ جبکہ مادر کے ایسا بخیل حاتم طائی کو بخل کا عیب لگائے اور باقل سا احمق قیس ابن عبادہ کو نادانی اور سفاہت پر سرزنش کرے اور ستارۂ سُہا مہر تابان کو کہے کہ تو خفی اور پوشیدہ ہے اور شب تاریک صبح کے رنگ کو میلا بتلادے اور ارض و سما فلک عالی کے سامنے از روئے حماقت فخر کریں اور سنگریزے شہاب ثاقب پر فخر کا دم بھرنے لگے۔ تو اے موت تو مجھ سے ملاقات کر کہ ایسی حالت میں زندہ رہنا مذموم ہے اور اے جان تو بدن سے نکل جا کہ تیرا زمانہ اب بہت بیہودہ باتیں کرنے لگا۔ شرح نہج البلاغہ فاضل معتزلی۔

مینے جانبین کے مراسلات کو جس اختصار کے ساتھ لکھا ہے شاید اس کتاب کے کسی مضمون کو اس اختصار کے ساتھ نہیں لکھا ہے اور اسکی اصل وجہ یہی تھی جو میری تالیف سے سات سو برس پہلے فاضل معتزلی اپنی معتبر و مستند شرح میں تحریر فرما چکے ہیں۔ ورنہ کتاب الصفین کے متعلق تمامی اسلامی مورخوں نے صرف باب المراسلات کو اس تفصیل سے لکھا ہے۔ اور جانبین کے خطوط اس کثرت سے درج کئے ہیں کہ انکی تالیف کا وہ حصہ تاریخی مضامین کے پایہ سے اُتر کر عرب کی انشا پردازی کے عرش الکمال تک پہنچگیا ہے۔

مگر کیا اون کے ملوک نحو پر نظر کیجائے تو اس سے بہت کم فائدہ متصور ہوتا ہے۔ ہاں گر اہل شام نے کسی

جائز اور صحیح اصول پر قائم رہ کر مراسلات کا سلسلہ جاری کیا ہوتا۔ اور عام معقول اور پسندیدہ مضامین سے انہیں اپنے دعووں پر استدلال کیا ہوتا۔ تو البتہ ہمیں ان خطوط کے درج کرنے پر ضرور مجبوری ہوتی۔ اور ہم ضرور ایک ایک کرکے لکھ دیتے۔ مگر انکے جواب نہایت شوخ چشمی گستاخی۔ سوء ادبی۔ اور بیہودہ مضامین سے بھرے تھے جنکو کسی معمولی سے معمولی طبیعت والا بھی پسند نہ کریگا۔ اسی لحاظ سے میں نے ان کو صرف خوف القلم کے صرف ایک خط کی نقل پر خراب کی۔

کوفہ کے حالات

عبداللہ ابن جریر البجلی کے بعد اصبغ ابن نباتہ۔ اصبغ کے بعد۔ ابوالاسود ابن عوفجہ۔ ابوالاسود کے بعد طرماح وغیرہ وغیرہ امیرالمومنین کیطرف سے خطوط لیکر شام میں جاتے رہتے۔ مگر امیرالمومنین کی ان کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا آخر میں امیرالمومنین انکی طرف سے بالکل مایوس ہوگئے اور ذیل کے آیہ قرآنی کے مضامین پر غور فرماکر خط و کتاب کا سلسلہ بالکلیہ منقطع کردیا۔

انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین (اے محمدؐ) تم جسے چاہو ہدایت نہیں کرسکتے۔ بلکہ خدا ہدایت کرتا ہے جسے وہ چاہتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔

تہذیب المتین صد ۱۲۳۔ اعثم کوفی صد ۲۱۔

جسطرح امیرالمومنین نے جمل کے معاملات میں اپنی تمام کوششیں جو اسلام کی خالص اور سچی ہمدردیوں پر مبنی تھیں تمام قربا میں اسیطرح صفین کے متعلقات میں بھی اسلام کی محض خیرخواہی اور ہمدردی کے لحاظ سے بہت دنوں تک ان امور کے رفاہ و صلاح کی امید رکھی۔ مگر جب انہیں کسی طرح کامیابی کی صورت نہیں دکھی تو آئندہ ان معاملات کو آخر الحیل السیف کے حوالے فرمایا۔

امیرالمومنین نے آخر ترتیب لشکر کی طرف توجہ فرمائی۔ امیرالمومنینؑ کے لشکر کا شمار اسوقت بعض مورخین کے اعتبار سے چوراسی ہزار معلوم ہوتا ہے۔ کوچ سے ایک دو دن پہلے تمام لشکر نخیلہ میں جمع ہوا۔ یہ مقام کوفہ کی آبادی سے تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں درخت کثرت سے جمے ہوئے ہیں۔ اسی رعایت سے اسکو نخیلہ کہتے ہیں امیرالمومنین نے اپنے ہمراہیوں کو وہیں جمع ہونے کا حکم کیا۔ امیرالمومنینؑ نے کوفہ میں عقبہ ابن عمر انصاری کو اپنا نائب مقرر کیا عقبہ ابن عمر جناب رسولتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معزز اور معمر صحابی تھے۔ عقبہ اولی ہی میں اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ تمامی غزوات رسولؐ میں شریک رہ چکے تھے۔ اور آجتک اپنی عمر عزیز کو اسلام کی خدمت اور خدا کی عبادت۔ اطاعت میں صرف کرچکے تھے۔ ان کا شمار بھی انہیں صبح کے ستاروں میں تھا جنکے نور جلالت کی روشنی ابھی افق اسلام میں باقی تھی۔

امیر المومنین ابھی ترتیب لشکر میں مصروف تھے کہ معاویہ کی ایک لاکھ فوج دمشق سے چلکر سرحد عراق پر پہنچگئی اور دریائے فرات کے کنارے اپنے پڑاؤ ڈالدیئے۔ سرحد کے عامل نے انکی خبر امیر المومنین کو پہنچائی۔ کوفہ کا زیادہ قیام اور ترتیب نشست کا انتظام مصلحت نہ سمجھا گیا۔ بارہ ہزار زرہ پوش فوراً لشکر سے منتخب کئے گئے اور ان پر زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کو امیر مقرر فرماکر پہلے سے لشکر شام کی مدافعت اور سرحد کی حفاظت کے لئے بھیجدیا تاکہ ان کے مخاصمانہ حملات سے ملک کو کسی سرحدی نقصان اٹھانیکی مجبوری نہ ہو۔

اس لشکر کی روانگی سے چند دن بعد امیر المومنین باقیماندہ لشکر کے ساتھ کوفہ سے روانہ ہوئے۔ چلتے وقت آپ نے اس معاملہ پر بہت دیر تک غور کیا اور شہر کے دروازہ سے نکلکر جناب باری کی درگاہ میں ذیل کی دعا فرمائی۔

اللھم رب السموات السقف المرفوع المحفوظ المکفوف الذی جعلتہ مغیضا للیل والنہار وجعلتہ مجری الشمس والقمر ومنازل النجوم وجعلتہ ساکنا من الملٰئکۃ لایسأمون علی العباد خالصۃ لک یا العٰلمین ورب ھذا الارض الذی التی جعلتھا قرارا للانام والہوام والمال مالا یحصی مما یری ولا یری من خلقک من السماء والارض ورب الجبال الرواسی التی جعلتھا اوتادا الارض اللھم ان اظفرتنا علی عدونا وجنبنا البغی وسددنا للحق وان اظفرتھم علینا فارزقنی الشھادۃ واعصمنی باللہ من الفتنۃ۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰۷

امیر المومنین دار الامارت سے اٹھکر پہلے نخیلہ میں تشریف لائے اور قبل اسکے کہ کوئی لشکر فوج شام کی مدافعت کے لئے روانہ کیا جائے۔ امیر المومنین نے لشکر کی یوں ترتیب فرمائی۔

امیر المومنین نے اپنے لشکر کو آراستہ فرماکر اسکو آٹھ حصوں پر تقسیم کیا۔ اور ہر حصہ کا ایک علیحدہ افسر مقرر کیا سعد ابن مسعود ثقفی کو قبیلہ قیس اور عبد القیس پر اور معقل ابن قیس کو قبائل تمیم۔ ضبیہ و رباب و قریش و کنانہ و بنی اسد پر مخنف ابن سلیم کو قبائل ازد۔ نخیلہ خثعم۔ انصار اور خزاعہ پر حجر ابن عدی کندی کو قبائل کندہ اور حضرموت۔ قضاعہ پر زیاد ابن نضر کو قبیلہ مذحج اور اشعری پر سعید ابن مرہ ہمدانی کو بنی ہمدان وحمیر پر اور عدی ابن حاتم الطائی کو قبیلہ طے پر افسر کیا۔

اس تقسیم کے بعد امیر المومنین نے اپنے لشکر کا پہلا حصہ معاویہ کی فوج کی طرف روانہ کیا اور ان پر زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کو امیر مقرر کیا چلتے وقت دونو جنگی افسروں کو بلوایا اور ذیل کے احکام کی نسبت سخت تاکید فرمائی۔

تمکو لازم ہے کہ ہر صبح شام اپنے خدا سے ڈرو۔ اپنی ثروت و اقتدار پر فریفتہ نہ ہو۔ لذات دنیا پر مستعد رہو ظلم و تعدی سے ہمیشہ نفرت کرو۔ میں نے تمکو ان بارہ ہزار بندگان خدا کی امارت کے لئے منتخب کیا ہے۔ ان کے تمامی

امور کی خبر گیری - انکی محافظت - آرام و راحت خدمت و شفقت سب تمہارے ہاتھ میں ہے - تم اپنے اس منصب عالی پر مغرور نہ ہو - کیونکہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عالم وہی ہے جو اپنے قدر و اقتدار کے زمانے میں خدا سے ڈرتا ہے - تم نادانوں کو تعلیم کیا کرو - اور جو دانا ہوں ان سے خود تعلیم لیا کرو - نادانوں کے افعال پر خردہ گیریاں نہ کرو - بلکہ ان لغزشوں سے حتی الوسع چشم پوشی اختیار کرو - تم جسقدر حلم - بردباری - تواضع اور انکساری اختیار کروگے - اسیقدر خیر و برکت کی حدود تک بآسانی پہنچ جاؤگے -

میں نے کچھ لوگوں پر شریح کو اور کچھ لوگوں پر زیاد ابن نضر کو امیر کیا ہے جبکہ یہ دو لشکر اکٹھے ہوجائیں - زیاد ابن نضر تمام لشکر کا امیر ہوگا - اور جب جدا ہوجائیں تو دو نو سردار اپنے اپنے ماتحتی افواج کے امیر ہیں -

امور لشکر کی نسبت تمکو معلوم ہے کہ ہر لشکر کا مقدمہ (آگے کا حصہ) لشکر کے نگہبانوں اور آنکھوں کے برابر ہے اس کے محافظ طلایہ ہوتے ہیں اور طلایہ کی خاص کر یہی خدمت ہوتی ہے کہ وہ اطراف و جوانب میں دریافت احوال کی غرض سے پھرتے رہیں - اب تم اس لشکر کے امیر ہو - طلایہ نکالنے اور اطراف و جوانب کی طرف سے خبرداری میں غافل نہ رہو - پہاڑوں میں - کمین گاہوں میں - درختوں کی آڑوں میں غنیم کا سراغ لگاتے رہو - ایسا نہ ہو کہ وہ ان پوشیدہ گاہوں میں تمہارے قتل کے ارادہ سے چھپے ہوں - اور تم اپنی غفلت سے انکی پروا نہ کرو - وہ موقع پاکر یکایک تم پر ٹوٹ پڑیں اور پھر تم سے انکی مدافعت کے لئے کچھ بن نہ پڑے -

ہمیشہ دن کو سفر کیا کرو - رات کو ٹھہرا کرو - شب کو صف آرائی کا خیال نہ کرو - مگر ہاں جب تم کو کوئی ایسی ہی مجبوری آپڑے - یا غنیم سے شب خون کا احتمال ہو - تب البتہ تم رات کو مقابلہ کا سامان کرسکتے ہو جب دشمن سے سامنا ہو جائے تو کسی پہاڑ یا بلند مقام کو پشت پر لیکر مقابلہ کرو - یا شگاف کوہ میں تاکہ دشمن ایک ہی طرف سے تم پر حملہ کرے - اس سے زیادہ راہ نہ پاوے -

کوچ کے وقت منتشر ہو کر نہ چلو جب سب مجتمع ہوجائیں تب چلنے کا قصد کرو - ایک ہی مقام پر منزل کرو - اندھیری راتوں میں اطراف لشکر کی پاسبانی کرو - لشکر کے سلاح پوش سپاہی باری باری سے پہرہ دیں - خیال رکھو جن لشکر کے لوگ ان امور کا لحاظ کرینگے - اور حریف سے اپنی کامل محافظت کا پورا خیال رکھینگے - اگر وہ کسی کھلے میدان میں بھی پڑے رہینگے تو نہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچیگا - جب تم انکے امیر بنائے گئے ہو تو انکی محافظت بھی تم پر فرض کیگئی ہے راتوں کو بقدر ضرورت آرام کرو - زیادہ آرام کو حرام سمجھو - لازم ہے کہ تمہارے قاصد میرے پاس ہر روز پہنچتے رہیں کہ میں تمہارے روزانہ احوال سے اور تم ہماری روزانہ کیفیت سے مطلع ہوتے رہو - میں بھی تمہارے پیچھے آتا ہوں کہ تمہارا پشت پناہ اور مددگار رہوں -

اگر غنیم سے مقابلہ کی نوبت آجائے تو تم اپنی طرف سے جنگ میں سبقت نکرنا - مگر ایسی اوقات میں جب تک تمکو

تمہاری پوری کامیابی یقینی نہ ہولے۔ اگرچہ اس وقت بھی تمہاری طلب جائز خیال کیجائیگی۔ اور اسکی اجازت تمکو دیجائیگی۔ مگر ایسی عجلت سے پہلے تم اپنے حریف پر اپنی حجت تمام کرلو۔ تب حریف پر ہاتھہ اٹھانے کا قصد کرو۔ خبردار جنگ میں کبھی اپنی طرف سے سبقت نکرنا جب تک میں تم سے آکر نہ مل لوں۔ یا نہیں اپنی اجازت نہ لکھ بھیجوں۔

امیرالمومنین کے لشکر کا کوفہ سے شام تک سفر

اس فوج کی روانگی کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام اپنے باقیماندہ لشکر کے ساتھہ شام کی طرف روانہ ہوئے نخلہ سے ہوتے ہوئے نہر قبتین پر پہنچے اور اسکو عبور فرماکر قصبہ سعیہ میں پہنچے اور یہاں اتنا قیام فرمایا کہ ہمراہیوں نے کھانے پینے کی ضرورت سے فراغت کرلی۔ سعیہ سے اٹھکر آپ بابل پہنچے۔ مگر ارض بابل میں آپ نے قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور بابل سے ہوتے ہوئے آپ دیر کعب میں پہنچے اور دیر کعب سے دو دن کی راہ ایک دن میں قطع کرتے ہوئے آپ کا نزول کربلا میں ہوا۔

روضۃ الصفا اور اعثم کوفی کی روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امیرالمومنین نے یہاں قیام کیا اور اس مقام کے انجام پر نہایت حسرت و افسوس فرماتے جاتے تھے۔ مالی ولآل ابوسفیان۔ ابوسفیان کی اولاد سے مجھے کیا کام پڑا ہے اسی حالت میں آپ نے اپنے نور دیدہ جناب امام حسینؑ کو اپنے پاس بلایا اور ان کو نہایت حسرت سے دیکھکر کہا اصبر ابا عبداللہ فالصبر۔ اے میرے پارہ جگر اپنی مصیبت پر آمادہ رہو اور اس پر صبر کرو۔ آج تیرا باپؑ ابوسفیان کے ہاتھوں جن بلاؤں میں گرفتار ہے۔ اسی طرح تجھکو بھی انکے ہاتھوں ایسی زحمتیں اور تکلیفیں اٹھانی ہونگی۔ اعثم کوفی صہ ۹۲ تہذیب المتین جلد دوم صہ ۱۱۹

جناب امیرالمومنین کی وہ منظوم نصیحت جو آپکے دیوان میں درج ہے اس واقعہ کی پوری خبر دیتی ہے اور واقعات کربلا کے ایسے قیامت خیز اور حسرتناک واقعہ کی پیشین گوئی میں کوئی امر ثبوت تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑتی۔ صحیح ہوسکتا ہے کہ امیرالمومنین نے اپنے نور دیدہ امام حسینؑ کو بلاکر ان کے مصائب پر صبر فرمانے کی وصیت کی ہو۔ وہ اشعار ذیل میں ہم دیوان علی علیہ السلام مطبوعہ دہلی سے درج کرتے ہیں۔

حسینؑ اذا کنت فی بلدة   غریبا معاشر آدابها   کانی بنفسی اعقابها   وبالکربلاء ومحرابها

فتخضب منا اللحیتی بالدما   خضاب العروس باثوابها   مصابا یاک من ان تهد   فاعدد لها قبل ملبابها

هو المدرک الثار لی یا حسین   بل لک فاصبر لانیابها   کان ترم الفرد الفرد ما   تقصر فی قتل احزابها

هنالک لا ینفع الظالمین   قول لعذریه واعتابها   سل الله وارحمه فضح بها   بان لا بقاء لاربابها

لنا سمة الفخر فحکمها   وصلتم علینا باعرابها   حسینؑ فلا تحزن المفرق   فذریاله وضحت لتخرابها

انا الذین لا نشک فی المومنین   بایات وحی وایجابها   فصل علی جدک المصطفیٰ   وسلم علیه وطلابها

ترجمہ:۔ اے حسینؑ جب تم کسی شہر میں تنہا ہو تو وہیں کے طرز معاشرت کی مطابقت کرو میری نظروں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اور میری اولاد آج ہی زمین کربلا اور اسکے میدان جنگ میں موجود ہے۔ ہماری ڈاڑھیاں خون سے رنگی جاتی ہیں جیسے دلہنوں کو لال کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ اگرچہ ان واقعات کو میں نہ دیکھوں گا۔ لیکن انکی دانست کی کنجیاں میرے پاس موجود ہیں۔ اے میرے نور دیدہ حسینؑ۔ ان مصیبتوں میں چند مصیبتیں ایسی ہیں جو اسکے بعد ظاہر ہونگی۔ پس تم ان مصیبتوں کے قبول سے انکے لئے تیار رہو۔ تیرے ایک قطرہ خون کے برابر ہزار ہزار خون کے قطرے ہیں۔ تیرے قاتل تیرے قتل کے جرم میں ضرور قتل کئے جاوینگے۔ اسوقت ان ظالموں کو کوئی بہانہ یا کوئی عذر پیش کرنا فائدہ نہ دیگا۔ اگر تم دنیا کے لوگوں سے انکے گھر کی حالت پوچھو تو وہ کس فصاحت سے جواب دینگے۔ مگر اصل میں وہ دنیا میں ایک گھر کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اے نور دیدہ حسینؑ۔ تم اپنے دوستوں کے فراق میں پریشان نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ویران ہونے ہی کو پیدا ہوئی ہے۔ ہم ہیں جنکے فخر و اعزاز کے آیات کلام الٰہی میں درج ہیں اور خدا نے درود بھیجا ہے ہمیں لوگوں پر اس کے معینوں ہیں۔ ہم انہیں آیات قرآنی اور انکے وجوب کے رو سے تمام اہل ایمان کے دین و ایمان ہیں۔ پس میں تمہارے جد بزرگوار جناب خستم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔ اور ان پر بھی سلام ہو جو انکے طالب ہیں۔ دیوان جناب امیر المومنین علیہ السلام۔

کربلا سے کوچ فرما کر امیر المومنین کا لشکر ساباط مدائن میں پہنچا۔ یہاں کے باشندوں نے اپنی طرف سے رسد رسانی کے لئے کچھ سامان کیا۔ مگر امیر المومنین نے یہ کہکر کہ میں تم پر کسی قسم کا بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ ان چیزوں کے لینے سے قطعی انکار کیا۔ ساباط مدائن سے اٹھکر یہ لشکر بہرسیر میں پہنچا۔ یہ شہر کسی وقت میں آبادی اور فضائیت کے لئے مشہور تھا بغداد کی قربت کیوجہ سے بعضوں کا خیال یہ ہے۔ کہ اس شہر کو بھی کسریٰ نے آباد کیا تھا۔ لیکن یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ مخصوص نوشیروان نے اسکی بنیاد ڈالی ہو۔ ممکن ہے کہ نوشیروان کے پہلے یا پیچھے کسی نے اسکی آبادی کا خیال کیا ہو۔ بہرحال کچھ ہو مگر اس شہر کی بنا ساسانیوں نے ڈالی تھی۔

اسمیں شک نہیں کہ یہ شہر انکے وقت میں بہت بڑی رونق پر تھا۔ مگر اب تو سوائے اسکے کہ آثار بدید است صنادید عجم را۔ اور کچھ بھی نہیں۔ بڑی بڑی عالیشان عمارتوں کے کھنڈر۔ گری ہوئی اونچی اونچی دیواریں۔ اجڑے ہوئے باغ ٹوٹی ہوئی جابجا سنگین تصویریں۔ اور سوکھی ہوئی نہروں کے سوا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف شاہی عمارتوں میں ایک باغ رہ گیا تھا جسمیں کسی قدر درخت وغیرہ جا بجا باقی رہ گئے تھے۔ جو اپنی لٹی ہوئی بہار اور مٹی ہوئی رونق کو دنیا کی نگاہوں میں ثبوت تک پہنچا رہی تھی۔

امیر المومنین کا لشکر اس باغ سے قریب اترا تھا۔ ہر شخص اسکی طرف عبرت سے نگران تھا جریر ابن سہم ابن ربیعہ ان کیفیت کو دیکھکر متاثر ہوا اور ذیل کا شعر پڑھنے لگا۔

حزب الریاح علی مکان دیارھم فکانما کانوا علی میعاد

ان مکانوں پر اور ان سبزوں پر ایسی ہوائیں چلیں کہ ان کو بالکل تباہ کر دیا۔ گویا انکے لئے ایک خاص مدت مقرر کیگئی ہے امیرالمومنین بھی جرید کے قریب کھڑے تھے۔ اسکی آواز کو پہچان کر فرمایا کہ اس شعر سے زیادہ اس آیہ قرآنی کو یہاں کی کیفیت سے مناسبت ہے۔ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین کذالک واورثناھا اخرین فما بکت علیہم السماء والارض وما کانوا منظرین۔

بہت سے لوگ۔ باغ۔ چشمے۔ کھیت عمدہ عمدہ مکانات اور دوسری نعمتیں چھوڑ گئے ہیں جنمیں وہ عیش و آرام سے بسر کرتے تھے۔ ہمنے انکا مالک دوسروں کو بنایا۔ ان پر نہ زمین روئی نہ آسمان۔ اور نہ انہیں اسکی مہلت ملی۔ تہذیب المتین اسی مقام میں امیرالمومنین کے لشکر سے بارہ سو آدمی مدائن کے رہنے والے آکر مل گئے۔ اور عدی ابن حاتم الطائی اور ملک ابن عدی ابن حاتم کے ذریعہ سے خدمت امیرالمومنین میں فیضیاب ہوئے۔ اس مقام سے امیرالمومنین کا لشکر آگے کر شہر انبار میں پہنچا۔ یہ شہر عراق و عجم کی حد فاصل تھا اور یہاں عموماً اہل عجم بستے تھے۔ ان لوگوں نے امیرالمومنین کے استقبال اور مہمانی کا پورا سامان کیا ہے۔ پہلے امیرالمومنین کا استقبال کیا۔ امیرالمومنین جب ان سے قریب آگئے تو سب نے ایکبار اپنے گھوڑے چھوڑ دیئے۔ اور زمین پر اتر پڑے۔ اور گھوڑوں کو امیرالمومنین کیخدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کرنا چاہا عجم میں اسوقت استقبال کا یہ دستور تھا۔ امیرالمومنین نے ان سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے سلاطین اور امرا کا رسم استقبال اسی طرح ادا کرتے ہیں۔ یہ گھوڑے آپکی نذر ہیں۔ امیرالمومنین قبول فرمائیں۔ اسکے علاوہ اہل لشکر کے لئے کھانا بھی حاضر ہے اور جانوروں کے لئے دانہ اور گھاس بھی۔ امیرالمومنین نے انکی استدعا سنکر فرمایا کہ تم اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہو۔ تمہارے سلاطین یا امرا اس سے کچھ بھی منتفع نہیں ہو سکتے۔ میں تمہاری استدعا اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ تمہارے خراج میں تمہارے علاقہ کا عامل انکی واجبی قیمتوں کو مجرا کرلے۔ ان کے علاوہ لشکر یا بار برداری کے جانوروں کا خرچ بغیر ادائے قیمت ہرگز قبول نہیں ہو سکتا میرے اس حکم کے بعد اگر کوئی شخص تم سے کوئی چیز لینا چاہے تو مجھکو فوراً اطلاع کیجائے۔

بہرحال انبار میں لشکر نے قیام کیا۔ دو دن کے بعد انبار سے کوچ ہوا۔ امیرالمومنین کو اب یہاں سے جنگل کی راہ اختیار کرنی ہوئی۔ اسی سفر میں قلعہ صخرہ اور نسطورین مانک راہب نسطوریہ کے اسلام لانے کا واقعہ پیش ہوا جسکو اسلامی مورخوں کے علاوہ مسٹر سائمن اوکلی نے اپنی ہسٹری آف سارا سینس میں نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔

یہاں سے اٹھکر امیرالمومنین کا لشکر مقام ہبت میں پہنچا اور وہاں سے منزل اقطار میں یہانکی آبادی اور فضا کو امیرالمومنین نے بہت پسند فرمایا۔ اور ایک مسجد کی تعمیر کا حکم فرمایا حسب الحکم وہاں کے عامل نے فوراً وہاں پر ایک

مسجد تیار کر دی۔

انقطار سے لشکر روانہ ہوا تو دریائے فرات سے عبور فرما کر ارض جزائر میں داخلہ ہوا۔ قبائل بنی تغلب اور ان کے سردار نمیر ابن قاسط نے رسم استقبال ادا کیا۔ امیرالمومنین نے یہاں ایک روز قیام فرمایا۔ یہاں سے اٹھکر نہر بلیخ کے قریب لشکر نے خیمے نصب کر دیئے۔ دریائے فرات کی ایک چھوٹی سی شاخ جدا ہو کر اس طرف بہہ آئی ہے اس کا پانی کسیقدر شور ہے، اسی وجہ سے اسکا نام نہر بلیخ رکھا گیا۔

یہاں سے کوچ ہوا تو امیرالمومنین کا لشکر شہر رقہ پہنچا۔ شہر رقہ شام کے ممالک محروسہ میں شمار ہوتا تھا اور رقہ پر امیر شام کا قبضہ تھا۔ اور وہاں کے تمام باشندے شام کے مطیع تھے۔ نصر ابن مزاحم کے اسناد کے مطابق رقہ میں تمام عثمانی فرقہ کے لوگ بستے تھے جن لوگوں نے امیرالمومنین کی مخالفت جنگ جمل ہی کے زمانہ میں کی تھی وہ بھی خاتمہ جنگ پر کوفہ سے اور بصرے اور اسکے اطراف سے آکر یہیں بسے تھے۔ تاریخ اعثم کوفی میں ان مفرورین کی تعداد سات سو سے زیادہ لکھی ہے، ان لوگوں نے سماک ابن مخرمہ اسدی کو اپنا سردار بنایا تھا۔

رقہ پہنچکر امیرالمومنین علیہ السلام کو دو سخت ضرورتیں پیش آئیں۔ ایک تو دریائے فرات پر کشتیوں کا پل باندھکر عبور کرنا۔ دوسرے ان مفرورین کی سیاست۔ انکی سیاست کے لئے تو امیرالمومنین نے معقل ابن قیس کو تین ہزار آدمی دیکر انکی طرف روانہ فرمایا۔ اور خود دریا کی ضرورت کیطرف متوجہ ہوئے۔ اہل رقہ معاویہ کے مطیع تھے۔ امیرالمومنین کے معین کیسے ہوتے۔ اپنی کشتیاں سب نے علیحدہ کرلیں اور جب ان سے کشتیاں مانگی گئیں تو صاف انکار کر بیٹھے کہ ہمارے پاس کشتیاں موجود نہیں ہیں۔ تاریخ طبری جلد چہارم ص ۵۷۳۔

امیرالمومنین نے انکی مخالفت اور سرکشی پر بھی کچھ اعتنا نہ فرمائی اور امن وامان قائم رکھنے کی غرض سے اپنے لشکر کو ایک دوسری پل کی راہ سے جو منبج کے مقام پر پہلے سے تیار تھا۔ اتارنا چاہا۔ اور اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ امیرالمومنین خود اسی راہ سے تشریف لے گئے۔ مالک اشتر نخعیؒ نے اہل رقہ کو اپنی ہیبت اور قتل وغارت سے ڈرا کر کشتیاں لانے پر مجبور کیا۔ آخر پل باندھا گیا۔ اور لشکر اتر گیا۔ منزل قرقیسا میں امیرالمومنین سے زیاد ابن نضر اور شریح کے ہمراہی لشکر بھی مل گئے۔ اب تمامی فوج ایک ہو گئی۔ مگر کسی مصلحت سے امیرالمومنین نے انکو اپنے سے پیشتر شام کی طرف روانہ کیا مگر پہلے شریح ان کا سپہ سالار بنایا گیا تھا۔ اب اسکی جگہ پر مالک ابن اشتر فوج اسلامی کا امیر مقرر ہوا۔

مالک ابن اشتر کو بھی لشکر کی حفاظت۔ اہل لشکر کی دلجوئی وغیرہ کے ضروری احکام اسی طرح بتلا دیئے گئے جس طرح ان سے پیشتر کے افسروں کو بتلائے گئے تھے۔ امور جنگ میں زیادہ خصوصیت سے تاکید کر دیگئی کہ غنیم سے جنگ میں ابتدا نہ کرنا تاوقتیکہ انکی طرف سے پیشقدمی نہ ہو۔ جبتک میں نہ پہنچ لوں۔ جہانتک امکان ہو لڑائی کو ملتوی رکھو۔ ہرگز انکی عداوت اور مخالفت کو دیکھکر اپنی مزاج میں غیظ وغضب کو راہ نہ دو۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہوسکے صبر وتحمل کو راہ دو۔ جب مجھ

ہوکر تمہیں غنیم سے مقابلہ کی ایسی ہی نوبت آجائے تو میمنہ لشکر پر زیاد ابن نضر کو اور میسرو لشکر پر شریح ابن ہانی کو اور خود قلب لشکر میں قیام کرنا۔ دشمن سے اپنے ہمراہیوں کو اسقدر نزدیک مت رکھنا کہ وہ تمکو خود جنگ پر حریص سمجھیں اور نہ اتنا دور رہنا کہ وہ تم پر اپنے خوف اور دہشت کا گمان کریں۔ تاریخ طبری جلد چہارم صد ۵

صفین کے خاص ابتدائی حالات

یہاں تک تو ہمنے امیر المومنین کے لشکر کے متعلق خاص خاص حالات بیان کئے۔ اب ہم اہل شام کے حالات لکھتے ہیں معاویہ نے اپنی روانگی سے پہلے پچیس ہزار آدمیوں کو **ابو الاعور اسلمی** کے زیر فرمان دیکر عراق کیطرف روانہ کیا اور خود اپنے ہمراہیوں کی جنکی تعداد اسلامی مورخوں نے ایک لاکھ سات ہزار لکھی ہے معہ عمر ابن سعد۔ ولید ابن عقبہ۔ مروان الحکم۔ عبداللہ ابن ابی سرح یعلی ابن منیہ عبیداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ اور بہت سے وفادار رفقا کو ساتھ لیکر امیر المومنین کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ابو الاعور اسلمی نے بابل کیطرف سے اپنی فوج کو نہایت تیزی سے لاکر ایک وسیع میدان میں اتار دیا۔ اس کے پہنچنے کے دوسرے دن مالک ابن اشتر بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ سر پر آدھمکا۔ اور شام کے لشکر کو خیمہ زن دیکھکر اپنے ہمراہیوں کو بھی قیام کا حکم دیا۔ ان کے پڑاو بھی وہیں پڑ گئے۔ مالک کو سبقت کے لئے سخت ممانعت کیگئی تھی۔ اب یہ خلاف کیسے کرتے اس لئے دوسرے دن انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی سنان ابن نخعی کو سفارت کے طور پر ابو الاعور کے پاس بھیجا۔ سنان اس کے پاس گیا اور اسے سمجھانے لگا۔ ابو الاعور کچھ سمجھنے یا سمجھانے تو آیا نہیں تہا۔ اسکو جو کچھ سمجھنا تھا وہ شام میں معویہ کے پاس سمجھ چکا تھا۔ دوسرے دن جانبین سے مقابلہ ہوگیا۔ صبح سے لیکر شام تک اہل عراق اور اہل شام میں لڑائی ہوتی رہی۔ دوسری رات بھی لڑائی میں تمام ہوگئی۔ صبح ہوتے ہی اہل شام کی سرگرمی ٹھنڈی ہوگئی۔ اور آپس کے مقابلہ سے ان کے دل چھوٹ گئے آخر کار ابو الاعور نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ ابو الاعور نے پھر کہیں راہ میں قیام نکیا۔ اور ایک بارہ وہاں سے اٹھکر معاویہ ابن ابو سفیان سے مقام **اقبح** میں مل گیا۔ مالک بھی برابر ان کو دباتا چلا گیا۔ معاویہ ابو الاعور کی کیفیت سنکر بہت ڈرا۔ اور قبح میں اپنا قیام زیادہ نامناسب سمجھکر چلتا ہوا۔ اور صفین کے میدان میں آکر اپنے لشکر کے پڑاؤ ڈالدیئے۔

بعض تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ صفین کا میدان کسی وقت میں آباد تہا۔ اور اسوقت تک شاہان روم کی گری پڑی عمارتوں کے کچھ نشان معلوم ہوتے تھے جو جابجا اس وسیع صحرا میں پائے جاتے تھے۔ امیر شام اور اسکے مشیروں نے تجربہ سے اس مقام کو مقابلہ کے لئے مناسب سمجھا۔ اور اپنے لشکر کے خیمے وہیں نصب کر دیئے۔ سب سے اچھا یہ موقع ہاتھ لگا کہ دریائے فرات قریب تہا۔

امیر المومنین کے لشکر پر آب دریا کا بند ہونا

دریائے فرات کی روانی اس طرح واقع ہوئی تھی کہ سوائے ایک گھاٹ کے دور تک کسی دوسرے گھاٹ کا جہاں سے ضروری معاملات

کے لئے پانی لیا جائے۔ کہیں نشان نہیں تھا۔ معاویہ نے اسی وجہ سے اس مقام کو میدان جنگ کے لئے زیادہ تر پسند کیا اور پہنچتے ہی اس گھاٹ پر قبضہ کرلیا۔ ان کے آنے کے بعد مالک ابن اشتر بھی اپنے ہمراہی لشکر کے ساتھ ان کا تعاقب کرتا ہوا آپہنچا۔ غنیم کی کثرت دیکھکر مالک مقابلہ کی جرات نہ کرسکا۔ اور وہاں سے کنارہ کرنے کو بھی اپنی جرات کے خلاف سمجھا آخر کار وہیں قیام کرنا مصلحت سمجھا۔ اور اہل شام سے کچھ فاصلہ پر لشکر اہل عراق نے بھی اپنی کمریں کھولدیں اور اپنے پڑاو ڈالدیئے۔

مالک اشتر کے آنے کے دوسرے دن بعد امیر المومنین بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پہنچگئے۔ صفین میں آتے ہی امیر المومنین نے افسران فوج کو بلاکر دریا سے اتنی دور ہٹ کر اترنے کی وجہ پوچھی اور اسی وقت ان کو اس امر کا یقین دلا دیا۔ کہ دریائے فرات پر قبضہ کرکے معاویہ کے ایسے کینہ پرور اور حاسد دشمن سے ہمیں قوی امید ہے کہ وہ دریائے فرات سے پانی نہیں لینے دیگا۔

افسران فوج نے جواب میں یہ عرض کی کہ ہمکو خارجاً معلوم ہوا ہے کہ اگر ہم دریا کے قریب اترینگے تو معاویہ محاصرہ کرکے دریا کے اس بند کو جو یہاں سے آگے تھوڑی دور پر بندھا ہوا ہے توڑ دیگا۔ اور دریا کا پانی ہماری طرف بہہ آئیگا ہم غرق ہوجائینگے۔

امیر المومنین یہ سنکر نہایت متعجب ہوئے اور اسیوقت سے انکی کوتہ اندیشی۔ خام خیالی کیطرف سے شبہ ہوگیا تاہم انہیں سمجھا دیا کہ معاویہ کی مکاریوں کا یہ ہی ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ کہ اس نے بعضوں کو اس افواہ کی اشاعت کے لئے مخصوص مقرر کیا ہے۔ جنہوں نے تمہیں اپنے وسوسہ میں گرفتار کرلیا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسی وقت دریا کا فیصلہ کرلو
افسران فوج نے جواب دیا کہ معاویہ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ہمکو پانی کے لینے سے روک سکے اور نہ ہمکو اس سے ایسی امید ہوتی ہے۔

امیر المومنین نے صعوبت سفر کا خیال کرکے اس بحث کو زیادہ طول نہ دیا اور جہاں ٹھہرے تھے وہیں ٹھہرے رہے دوسرے دن اسکی کیفیت معلوم ہوگئی۔ اہل عراق دریا کے گھاٹ پر پانی لینے کے لئے گئے۔ معاویہ کے محافظ جو اسی غرض سے بٹھائے گئے تھے مزاحم ہوئے۔ امیر المومنین کو آخر کار خبر ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ جس امر کو ہم ہونے والا سمجھ لیتے ہیں تب اسکا اظہار تم سے کرتے ہیں۔ تم مجھکو کیوں جھٹلاتے ہو۔ اور مجھ سے کیوں خلاف کرتے ہو۔ یہ کہکر صعصعہ کو بلایا اور معاویہ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ اس جنگ سے مراد امر دین اور مقدمہ امامت کا طے ہونا ہے اور حق و باطل کا پورا امتیاز ہوجانا ہے عامۃ المسلمین پر پانی کا بند کرنا سخت زیادتی ہے۔ اگر ہم یہ جانتے تو تجھ سے پہلے دریا پر قبضہ کرلیتے اور تجھ کو بھی پانی نہ لینے دیتے۔ اب اپنے محافظ دریا سے اٹھالے کہ خلقت خدا سیراب ہو۔ ورنہ اگر دریا کے لینے ہی پر ہمارا تیرا فیصلہ ہے تو بھی ہم راضی ہیں جو گھاٹ لے لے۔ اسی کی فتح ہے۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۷۲

دربار شام میں امیر المومنین کے قاصد کی کچھ شنوائی نہیں ہوئی۔ صعصعہ واپس آیا۔ اہل عراق کو نہایت ندامت اور غیرت ہوئی۔ مالک ابن اشتر شریح ابن ہانی اور زیاد ابن نضر وغیرہ بہت سے شیردل اور قوی ہمت جوان لشکر سے یہ ہمت باندھ کر نکلے کہ جسطرح ہوسکیگا معاویہ کے محافظوں کو دریا سے ہٹا دینگے۔ اور جب تک گھاٹ کا فیصلہ نہ کرلینگے میدان جنگ سے واپس نہ آئینگے۔

ہمت کامیابی کی دلیل ہے یہ قوی ہمت جوان کچھ تھوڑے سی فوج اپنے ہمراہ لیکر گھاٹ پر پہنچے اور محافظان آب فرات سے مقابل ہوئے اہل شام میں پہلا شخص جوان سے مقابل ہوا وہ صالح ابن فیروز عکی تھا۔ مالک نے اسکا مقابلہ کیا اور اسکو مار ڈالا۔ اسی طرح ایک کے بعد دوسرا شام کے لشکر سے نکلتا رہا۔ اور آپسمیں سخت خونریزی ہوتی رہی یہانتک کہ فوج شام کے سات نمودار مردان میدان مالک کی ضرب شمشیر سے کام آئے۔ اس طرح سے کہ فیروز کے بعد مالک ابن ادہم سلمانی۔ مالک کے بعد ریاح ابن عبیدہ غسانی۔ ریاح کے بعد ابراہیم بن وضاح جمحی۔ ابراہیم کے بعد زائل ابن عتیک خزاعی زائل کے بعد محمد ابن وصابہ جمحی۔ محمد کے بعد اجلح بن منصور کندی۔

اتنے لوگوں کے بعد ابو الاعور کو مالک ابن اشتر نے اپنے مقابلہ کے لئے بلایا۔ وہ آیا اور دیر تک آپسمیں ردّ و بدل ہوتی رہی۔ آخرکار مالک نے اسے مجروح کیا۔ مگر پھر وہ کسی طرح مالک کے پنجہ سے نکل بھاگا۔ اس کے بھاگتے ہی اہل شام کی وہ فوج جو گھاٹ کی محافظ تھی۔ اپنے افسر کو گریزاں دیکھکر آیندہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور گھاٹ چھوڑکر صفین کے وسیع میدان میں اِدھر اور اُدھر منتشر ہونے لگے۔ مالک نے غنیم کو پوری ہزیمت دیکر انکے تعاقب سے پہلے گھاٹ پر قبضہ کرلیا۔ امیر المومنین کا لشکر دو دن سے پیاس کے سخت صدمے اٹھا رہا تھا۔ گھاٹ پر قبضہ کرتے ہی سب لوگوں نے خوب سیر ہو ہوکر پانی لے لیا۔ مالک ابن اشتر گھاٹ کا معقول انتظام کرکے لشکرگاہ کو واپس آئے۔

لشکر شام پر مالک کی یہ دوسری فتح تھی۔ اور ابو الاعور معاویہ کا نمودار اور سربرآوردہ جنگی افسر جسکی ماتحتی میں پچیس ہزار فوج مقدمۃ الجیش بناکر بھیجی گئی تھی۔ دو مرتبہ مالک کے مقابلہ سے بھاگ چکا۔ جانبین کی ذاتی شجاعت اور دلیری کے ثبوت میں صرف یہی دو واقعے کافی ہیں۔

ابو الاعور معاویہ سے پھر آملا۔ معویہ نے اسکی داستان سنکر کہا کہ امیر المومنین اب ہمکو پانی نہ دینگے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمکو نہر سے علیحدگی کرکے کسی دوسری جگہ اپنی فوج لیجانا ہوگا۔ عمر عاص نے کہا۔ جیسا جو ہوتا ہے وہ ویسا ہی سمجھتا ہے خدا کی قسم تو شوق سے پانی لے اور جسکو چاہو پلا۔ علی کا ایسا ظرف نہیں ہے۔ جیسا تیرا علی سے ایسے ظلم نہیں ہونے کے جیسے تجھ سے وہ کبھی کسی متنفس کو اپنے فیض روان سے محروم نہ رکھیں گے۔

امیر شام نے عمر عاص کی صلاح سے تھوڑی دیر کے بعد اپنی طرف سے بارہ آدمیوں کو امیر المومنین کیخدمت میں بھیجا یہ لوگ معویہ کی طرف سے پانی کی استدعا لیکر ساقی کوثر کیخدمت میں حاضر ہوئے جو شب ہی ظلم جوان لوگوں میں سب سے زیادہ

فصیح اور گویا مشہور تھا۔ امیر المومنین کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ یا امیر المومنین ملکت فاسجح وجد علینا بالماء واعف عما سلف من معاویہ۔ امیر المومنین مالک آپ ہیں۔ ہمکو پانی دیجئے اور جو کچھ معویہ سے ہوا اسکو معاف کیجئے۔

امیر المومنین نے حکم دیدیا کہ شوق سے کہ تم لوگ پانی پیو۔ کوئی ممانعت نہیں ہے۔ جتنے چشمے دریا خدا کی رحمت ہیں اس سے دشمن دوست سب کو سیراب ہونا چاہئے۔ میں ہرگز تمہارے ساتھ وہ نہ کرونگا جو ابھی ابھی تم میرے ساتھ کرچکے ہو۔ امیر المومنین کے بعض لشکریوں نے جنکو اہل شام کی اس ظالمانہ حرکت پر بہت طیش آیا تھا اور دو دن کی تشنگی کی تکلیفیں یاد تھیں۔ امیر المومنین کو خلاف رائے دی۔ مگر آپ نے انکی رائے سے اتفاق نکیا۔ اور اہل شام کے مقابلے میں ان کا جواب ان الفاظ میں ارشاد فرمایا۔ لاخلو بینهم و بینه لا افعل ما فعل الجاهلون وسنعرض علیهم کتاب الله وندعوهم الی الهدی فان اجابوا و الا ففی حد السیف ما یغنی عن مثل هذا ان شاء الله نہیں وہ فعل میں نکرونگا۔ جو ان جاہلوں نے کیا۔ پانی کی راہ کھولدو۔ ہم کتاب اللہ ان پر عرض کرینگے اور ہدایت کی طرف دعوت کرینگے۔ انہوں نے قبول کیا تو بہتر ورنہ تلوار سے وہ کام ہم نکال سکتے ہیں جسے کہ ہم سیر ہو جائیں۔

اہل فوج سے یہ کہکر منادی کو بلایا اور علی العموم تمام منادی کردی کہ کوئی کسی کو پانی لینے سے منع نکرے جسکا جی چاہے دریا سے پانی لے۔ شام کا آیا ہوا ایلچی امیر المومنین کی دریا دلی سے نہایت محظوظ اور ممنون ہو کر اپنے لشکر گاہ کو واپس گیا۔ روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۲۳۱ تاریخ طبری جلد چہارم۔ سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صہ ۲۶۱ باسناد تاریخ مسعودی و مروج الذہب۔

صفین کے متعلق یہ ایسے واقعات ہیں جو علی العموم تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہیں۔ ان سے جناب امیر المومنین کی کمال کریم النفسی۔ عالی ظرفی۔ رعایت و مروت۔ غرض تمام اخلاقی محاسن کا ثبوت صرف اسی ایک واقعہ سے ملتا ہے۔ اور یہ وہی محاسن ہیں۔ جنسے برگذیدگان خدا موصوف ہوتے ہیں۔

ان اوصاف کے مقابلہ میں اگر ہم معویہ کی حرکات پر موازنہ کی نظر ڈالیں تو ہمکو یہیں سے حق کا حق اور باطل کا باطل معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر اسکے علاوہ ابھی ہمارے پاس اسی کے ایسے اور بھی واقعات ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معویہ کو حصول خلافت اور تمنائے امارت کی کوششوں میں امیر المومنین کیا، اسلامی دنیا میں کسی کے ساتھ بھی ہمدردی محبت اور رعایت کا خیال باقی نہیں تہا۔

شیوع جنگ سے پہلے کے واقعات

یہ تمام واقعات جسے ہم معاملات صفین کے ابتدائی حالات میں یہانتک درج کرچکے ہیں ذی الحجہ ۳۸ھ ہجری تک کے سوانحات تھے۔ اب محرم سنہ ۳۹ھ شروع ہو گیا۔ معاویہ کی غیرت میں تو دو بار شکست کہا کر بھی خم نہ آیا تھا۔ ان کو ماہ محرم اور اسکی حرمت سے کیا واسطہ اور اربعة اشهر قل قتال فیها حرام کی نص صریح سے کیا سروکار۔ مگر

امیر المومنین نے نص قرآنی کے مطابق خونریزی کو حرام سمجھا۔ اور اس لئے لشکر میں تا اختتام ماہ محرم الحرام لڑائی موقوف کرنے کے فرمان علی الاعلان جاری فرمائے دیکھو تاریخ ابو الفدا۔

صفین کے میدان میں جانبین کے لشکر اپنی اپنی قیام گاہ میں ماہ محرم کے تمام ہونے کے منتظر بیٹھے رہے۔ معویہ تو محرم کے دن گن رہا تھا۔ مگر امیر المومنین کے خیالات ان بیکاری کے ایام میں بھی ان فکروں سے آزاد نہیں تھے جو ابتدائے جمل میں ان کو پیدا ہوئی تھیں۔ آپ نے اہل شام کی پھر موعظت اور تنبیہہ و ہدایت کا خیال فرمایا۔ دو خط لکھے ان کے جواب ویسے ہی فضول اور جعل پلٹے تو اپنی طرف سے قاصد بھیجے اور کچھ لوگ اُدھر سے بھی ادھر آئے۔ مگر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ آخر کمشن جو اہل شام کیطرف سے لشکر امیر المومنین میں آیا۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صحابی بھی تھے ایک ابو الدردا دوسرے ابو امامہ باہلی ان حضرات کو جو جواب ملے وہ کچھ ایسے ہی پر اثر تھے کہ صاحب روضتہ الصفا کی تحقیق میں وہ دونو صاحب امیر شام کی متابعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر صفین کے معاملات میں کبھی شریک نہ ہوئے۔ دیکھو روضتہ الصفا جلد ثانی و تاریخ اعثم کوفی۔

شام کے کمیشن کی یہ کیفیت تھی۔ اب ہم امیر المومنین کے کمیشن میں سے صرف ایک کمیشن کے حالات دکھاتے ہیں جسکو علامہ تقی کے ذیقعدہ مؤلف نے اپنے رسالہ میں مندرج کیا ہے۔ اس سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ معویہ ضرور کمیشن کی دلیلوں سے قائل ہو جاتا تھا مگر جب اس کے پاس کمیشن کے قائل کر دینے کے لئے کوئی جواب نہیں ہوتا تھا۔ تو آخر مجبور ہو کر ان کو دربار سے نکلوا دیتا تھا۔ چنانچہ امیر المومنین نے ابو عمر۔ بشیر ۔ سعید ابن قیس ۔ شیث ابن ربعی۔ کو کمیشن کے طور پر معویہ کے پاس بھیجا جو کچھ بشیر نے تقریر کی۔ اسے ہم مکالمہ کے طور پر ذیل میں لکھتے ہیں۔

بشیر (معاویہ سے) جماعت اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اور خونریزی نہ کرو۔

معاویہ۔ یہ نصیحت اپنے رفیق علی ابن ابی طالب کو کیوں نہیں کرتے۔

بشیر۔ وہ تم جیسا نہیں ہے وہ سبقت فی الاسلام۔ قرابت خیر الانام کے رو سے سب سے زیادہ خلافت کا مستحق ہے۔

معاویہ۔ تو اب تمہاری کیا رائے ہے۔

بشیر۔ علی مرتضیٰ بیعت کی نسبت جو کچھ تم سے کہیں تم اسکو مان لو۔

معاویہ۔ کیا ہم قصاص عثمان چھوڑ دیں۔ قسم بخدا مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔

جب معاویہ اپنی تقریر تمام کر چکا۔ تو شیث نے کہا ہم خوب جانتے ہیں کہ تم نے قصاص کے بہانہ سے ان احمقوں کو اپنی طرف مائل کر رکھا ہے۔ حالانکہ عثمان کی ہم مدد کرتے تھے۔ اور تو نے اس وجہ سے وقفہ کیا تھا۔ کہ آج تم کو یہ موقع حاصل ہو۔ خدا سے ڈر اور اپنے ارادہ سے باز آ۔ اور جو اس خلافت کا مستحق ہے۔ اس سے ناحق نزاع نہ کر۔ معاویہ نے اس کے جواب میں کہا کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ۔ ہم میں تم میں تلوار کے سوا اور کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ علامہ تقی

باستناد تاریخ کامل ابن اثیر ص۱۰۳ سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام ص۲۳۰ تاریخ طبری جلد چہارم ص۵۵

کمیشن نے واپس آکر دربار خلافت میں معاویہ کی تقریر بیان کی۔ امیر المومنین کو اب معاملات شام کی طرف سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ اور ذیل کا آیہ تلاوت فرماکر امیر المومنین نے انکی طرف سے بالکل سکوت اختیار فرمایا۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم اپنی دعوت۔ مردہ کو یا ایسی چیزوں کو نہیں پہنچا سکتے۔ جو پشت پھیر کر بھاگتے ہیں اور تم کبھی دل کے اندھے کو اسکی گمراہی سے ہدایت نہیں کر سکتے۔ اور کوئی بات انکو نہیں سنا سکتے۔ مگر انہیں لوگوں کو جو ہماری قدرتوں پر ایمان لائے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے محرم ۳۶ھ تک بالکل خاموشی اختیار فرمائی جب ان محرم کا مہینہ ختم ہوا۔ اس دن سے ترتیب فوج اور غنیم کے مقابلہ کا انتظام شروع ہوا۔ تمام اعیان انصار جمع ہوئے۔ امیر المومنین نے نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا جس میں معاویہ کے چلے۔ اسکی باغیانہ تدبیریں۔ مکر و زور کی باتیں۔ امن و امان صلح و مصالحت سے نفرت۔ بجا صبر و تحمل اور رفاہ اصلاح باہمہ پر اپنی مستعدی۔ جیسے وہ خود آنکھوں سے برابر دیکھتے چلے آتے تھے بیان فرمائیں۔ اس کے بعد حاضرین کو دنیا کی ناپائداری۔ اسکی ثروت و اقتدار کی بے اعتباری کی نسبت بہت دلچسپ اور پر تاثیر باتیں بتلائیں۔ ہمت۔ دلیری۔ شجاعت۔ ثابت قدمی۔ اور استقلال کے متعلق ضروری تعلیم دیکر خوف و اندیشہ۔ پست ہمتی اور گریز سے ان کو بہت ڈرایا۔ اور آخر میں اپنے خطبہ کو آیہ قُل لَّن يَنفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُم مِّنَ الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ اگر تم موت اور قتل سے گریز چاہو تو ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات تمکو نفع پہنچانے والی نہیں پر ختم فرمایا۔

خطبہ کے تمام ہو جانے کے بعد ذیل کے احکام جنہیں ہم جنگ جمل میں بھی درج کر آئے ہیں۔ تمام لشکر کو سنائے۔ اور انکی پابندیوں کے لئے ان پر سخت تاکید کر دی۔

۱۔ جب تک غنیم تم سے لڑائی نہ کرے تم اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔

۲۔ اگر مقابلہ کے وقت کوئی تمہیں برے الفاظ سے یاد کرے تو تم اسے سنکر خاموش رہ جانا۔

۳۔ رجز خوانی میں اپنی تقریر کو زیادہ طول نہ دو۔ بلکہ اپنی خود ثنائی کیجگہ خدا کا ذکر کرو۔ جو تمہارے لئے تمہاری رجز خوانی سے زیادہ مفید ہوگا۔

۴۔ جو کوئی تم سے تو منہ کھا کر بھاگ جائے۔ تم اس کا تعاقب نہ کرو۔

۵۔ جو زخمی ہو جائیں انکو قتل نہ کرو۔

۶۔ جو کوئی غنیم میں سے مقتول ہو اسکو برہنہ نہ کرو۔

ے مقتول کے ناک۔ کان کاٹ کر اسکی رسوائی اور ذلت نکرو۔

ے کسی کا مال نہ لو۔

۹ عورات سے معترض نہو۔ اگر وہ عورتیں تمہاری عورتوں کو یا تمہارے ناموس کو بُرا بھلا کہیں۔ تو تم انہیں خاموش ہوکر سُن لو۔ ان پر صبر کرو۔ اور اس کا جواب نہ دو۔ المرتضیٰ صہ ۱۰۲۔ تاریخ طبری جلد چہارم صہ ۵۰۔ روضۃ الصفا جلد دوم۔ ابو الفدا صہ ۲۴۳

ان امور کے بعد امیر المومنین نے ترتیب فوج کیطرف توجہ فرمائی۔ لشکر کا نشان ہاشم ابن عتبہ کو دیا۔ سواروں کو حضرت عمار یاسرؓ کی ماتحتی میں اور پیادوں کو بدیل ابن ورقہ کی زیر حکومت دیا۔ میمنہ لشکر پر اشعث کو اور میسرہ لشکر پر حارث ابن مُرّہ کو مقرر فرمایا۔ اس کے علاوہ قبیلے قبیلہ کا جدا جدا افسر مقرر کیا اور اسکی ماتحتی میں اسکے قبیلے والوں کو دیا۔

معاویہ نے بھی اسی طرح فوج کی ترتیب کی۔ فوج کا علم عبد الرحمٰن ابن خالد ابن ولید کو دیا گیا۔ سواروں پہ عبید اللہ ابن عمر ابن الخطاب اور پیادوں پر مسلم ابن عقبہ۔ میمنہ لشکر پر عمر ابن العاص میسرہ پر حبیب ابن مسلمہ فہری مقرر کئے گئے۔ قلب کا انتظام ضحاک ابن القیس فہری کے سپرد ہوا۔

صفین کی پہلی لڑائی

یکم صفر ۳۷ھ ہجری سے لڑائی کا آغاز ہوا۔ لشکر تو جانبین سے تیار تھے۔ حکم کی دیر تھی۔ اہل شام اپنے امیر کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ اور اہل عراق انکی سبقت کے منتظر تھے۔ صبح سے دوپہر تک اسی خاموشی میں گذرا۔ شام کے قریب ابو الاعور اسلمی ایکہزار سواروں کے ساتھ شام کے لشکر سے جدا ہوا۔ جانبین سے سخت خونریزی واقع ہوئی۔

پہلا شخص جو لشکر معاویہ سے نکلا وہ عوف المحارثی تھا۔ رجز خوانی کے بعد دیر تک فنون جنگ کے جوہر دکھلاتا رہا۔ علقمہ ابن قیس امیر المومنین کے لشکر سے ان کے مقابل ہوئے۔ تھوڑی رد و بدل کے بعد علقمہ نے اپنے حریف کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ اور اس کا کام تمام کرکے اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے۔ اہل شام کے سردار میمنہ عمر عاص نے اپنے صاحبزادے عبید اللہ کو ایک علم دیکر میدان میں بھیجا۔ وہ تھوڑی دیر تک مصروف کارزار رہ کر اپنے مقام پر واپس آگیا۔ علقمہ کے بعد حصین ابن منذر بنی ربیعہ کے ہمراہ عبید اللہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا۔ حصین نے جس حسن سے ابتدا کی اگر اسی خوبی سے اپنی خدمات کو انتہا تک پہنچا دیتا تو ہم البتہ کہہ سکتے تھے۔ کہ حصین ہے۔

بہرحال اسوقت حصین نے اہل عراق کی خیر خواہی میں بہت اچھے کام کئے۔ کہ آخر کار اہل شام اپنے قلب لشکر تک واپس گئے۔ حصین ابھی اپنے مقام پر واپس نہیں آیا تھا۔ کہ حضرت عثمان کے غلاموں میں ایک غلام تھا جسکا نام احمر وہ لشکر سے نکل پڑا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے غلام کیسان کو اس کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ احمر نے سے [illegible]

اور کیسان بیجان ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔

اب اجیر کا دل وتبی ہو گیا وہ اسقدر گستاخ ہوا کہ امیرالمومنین کو اپنی سے مبارز طلبی کہنے لگا۔ اور خدمت ممدوح کو اپنے مقابلہ کے لئے بلانے لگا۔ امیرالمومنین نے اسکی استدعا قبول فرمائی۔ اور اس سے مقابل پہنچکر ایک ضرب شمشیر سے اسے دو ٹکڑے زمین پر گرا دیا۔

معاویہ نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو جسکا نام حریب تھا لڑائی کے لئے بھیجا اور اسوقت تک معویہ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ امیرالمومنین بنفس نفیس گرم قتال ہیں۔ حریث کو اس لئے اس نے بھیجنے کے وقت تاکید کر دی تھی کہ امیرالمومنین سے ہرگز مقابلہ کا قصد نکرنا۔ حریب نے نہایت شوخی سے اسکو جواب دیا کہ آپکی مخالفت میں اگر وہ مجھ سے مقابل ہونگے۔ تو میں ان سے بھی جنگ کرنے میں دریغ نہ کرونگا۔ اور ان کو بھی نہ چھوڑونگا

معاویہ نے اسکی جہالت پر اسکو تنبیہ کیا۔ مگر عمر عاص نے پھر اسکو اپنے طور پر یہ کہکر سمجھا دیا کہ معویہ تیری شجاعت کو ایسا مشہور نہیں کرنا چاہتا۔ جیسا تو ہے۔ اگر تجھ سے علی علیہ السلام ملیں تو تم ضرور ان سے مقابلہ کرنا

بہرحال حریب معاویہ کے غلام نے امیرالمومنین کے قریب پہنچکر اپنی جرأت و دلاوری کے جوش میں رجز خوانی شروع کر دی۔ اور اسمیں معاویہ کی عبودیت کا بھی اظہار کیا جس سے امیرالمومنین علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ معاویہ کا غلام۔ عثمان کے غلام کا عوض لینے آیا ہے۔ آپ نے ذیل کا رجز جیسے ہم دیوان علی سے نقل کرتے ہیں اس کی شوخ کلامی کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

انا الغلام العربی المنتسب ∴ من خیر عود فی مصاص المطلب

یا ایھا العبد اللئیم المنتذب ∴ ان کنت للموت محبًا فاقترب

واثبت رویدا ایھا الکلب الکلب ∴ اولی فول ھاربا ثم انقلب

میں جوان عربی بہترین اور برگزیدہ قبیلہ بنی عبدالمطلب ہوں۔ اے بے ادب اور فرومایہ غلام اگر تو اپنی موت کا دوست ہے تو قریب آ۔ اے سگ دیوانہ اپنی جگہ پر ٹھہر ارہ۔ بلکہ الٹے منہ بھاگ جانا تیرے لئے بہتر ہے۔ دیوان علی علیہ السلام۔

اس کے بعد آپ نے اسے قتل کر ڈالا۔ اور وہ دم کے دم میں بیدم ہو کر زمین پر لوٹنے لگا۔ دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صد ۲۶۲۔

معاویہ کو حریب کے مارے جانے نے نہایت سخت صدمہ پہنچایا۔ مگر اس نے فوراً اپنی اسی بیچینی کی حالت میں عمرابن الحصین السکونیکو رزمگاہ میں بھیجا۔ عمر نے آتے ہی امیرالمومنین پر حملہ کر دیا۔ سعید ابن القیس الھمدانی قریب کھڑے تھے۔ فوراً امیرالمومنین کے آگے آگئے۔ اور اسکے حملہ کے مفید کارہونے سے پہلے اسکے کام کو تمام کر دیا۔

عمرو ابن الحصین السکونی کے بعد ذوالکلاع حمیری ایکہزار سوار ونکے ساتھہ اپنے مقام سے علیحدہ ہوا۔ امیر المومنین نے ذوالکلاع کی یہ تیاریاں دیکھکر سعید ابن القیس الہمدانی کو اسکے مقابلہ پر روانہ فرمایا۔ سعید نے حکم پاتے ہی اپنے تمام قبیلہ ہمدان کو اپنے پاس بلاکر ذوالکلاع سے مقابلہ کیا۔ ذوالکلاع اور بنی ہمدان میں نہایت سخت خونریزی واقع ہوئی۔ تلوار پر تلوار اور لاش پر لاش گرتی رہی۔ آخر کار بنی ہمدان نے اہل شام پر فتح پائی۔ انکی طرف کے بہت سے نامور اور بہادر لڑائی میں مارے گئے۔ شام ہوگئی اور جانبین کی فوجیں اپنے اپنے فرودگاہ کو واپس گئیں۔ آج کا دن بھی امیر المومنین کے ہاتھہ رہا۔

دوسری لڑائی

دوسرے دن سویرے سے جانبین نے پھر حملہ کیا۔ امیر المومنین کی فوج سے ابو ایوب انصاری میدان میں آئے۔ اور دیر تک رجزخوانی کرتے رہے مگر عرصہ تک فوج شام سے کوئی ان کا مقابل اور جواب دینے والا نہیں نکلا۔ آخر مجبور ہوکر ابو ایوب انصاری خود اپنا گھوڑا دوڑاکر لشکر شام پر حملہ کرنے لگے۔ دلاوران شام کے دل ٹوٹ گئے۔ ابو ایوب انصاری اپنی تیغ آبدار سے اسی طرح مخالفوں کا تصفیہ کرتے ہوئے معویہ کے خیمہ تک پہنچگئے۔

خواجہ احمد اعثم کوفی اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابو ایوب انصاری کے دفعتاً پہنچتے ہی امیر شام اسقدر گھبرا گیا۔ کہ خیمہ سے نکلکر اپنے قلب فوج میں جاچھپا۔ امیر کی پریشانی دیکھکر دلاوران شام بھی منتشر ہوگئے۔ ابو ایوب اپنے مقام کو واپس آئے۔

اہل شام نے اہل عراق کے ہاتھوں آج کل سے زیادہ نقصان اٹھایا۔ دیر کے بعد انکی طرف سے متوقع ابن منقر مقتولین کے قصاص کے لئے آمادہ ہوا۔ مگر ابو ایوب انصاری نے اسکو کامیاب نہ ہونے دیا۔ فوراً ضرب شمشیر سے متوقع کی تمام امیدوں کو اسکے رشتۂ حیات کے ساتھہ منقطع کردیا۔ متوقع کے بعد سمرہ ابن مالک لشکر معویہ سے نکلا۔ اہل عراق سے بنی طے اس کے مقابل ہوئے۔ عرصہ تک آپسمیں تلوار چلتی رہی۔ اور جانبین سے بہت سے لوگ مارے گئے۔ امیر المومنین نے خونریزی کی یہ شدت دیکھکر محمد ابن ابابکر کو ایک دستہ سواروں کا دیکر بنی طے کو قوی کردیا۔ محمد کے آتے ہی ان میں ایک تازہ جان آگئی۔ اور وہ ازسرنو حریف پر حملہ آور ہوئے اور اسکو پوری ہزیمت پہنچاکر اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے۔

امیر شام نے یہ رنگ دیکھکر فوراً کمک بھیجی۔ مگر یہ تازہ دم سوار اسوقت پہنچے۔ جسوقت محمد ابن ابی بکر الصدیق کی تیزدستی اپنا پورا کام کرچکی تھی۔ اور وہ کامیاب ہوکر اپنے لشکرگاہ کو واپس جاچکے تھے۔

امیر المومنین نے ان سے مقابلہ کا حکم دیا۔ اور اہل عراق کی فوج سے سواروں کا ایک دستہ ان کے مقابلہ کیلئے روانہ ہوا۔ جانبین کے حملے کچھ ایسے شدید اور خوفناک تھے۔ کہ بڑے بڑے مردان کارزار کے کلیجے انکی ہیبت آواز میں

لشکر کانپ جاتے تھے کشت و خون کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ جانبین سے کوئی بھی اپنے لشکر گاہ کو زندہ نہ پھرا (تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۳۶)

موت کی عین گرم بازاری کے عالم میں عبید اللہ ابن عمر نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو معویہ کے اشارہ سے بلایا۔ اور ان سے کچھ پرحیلہ تقریر شروع کی۔ مگر امام حسین علیہ السلام نے انکی باتوں کی طرف کوئی التفات نہ کی اور ان کو اسقدر ڈانٹا۔ کہ وہ اپنی حرکت کی معافی مانگ کر اپنے مقام کو واپس گئے۔ اعثم کوفی صفحہ ۱۳۶ و ۱۳۸

دن تمام ہو چلا تھا اور اس کے ساتھہ دن بھر کی صعوبت اٹھاکر جانبین کو کسی آیندہ حملہ کی کسی کی طرف سے امید نہ تھی۔ کیونکہ دونو ساوی صدمہ کا نقصان اٹھا چکے تھے۔ مگر امیر شام کی طبیعت ابھی سیر نہوئی تھی۔ انہوں نے پھر اپنے ایکہزار سواروں کو اشارہ کیا کہ وہ دفعتہً اہل عراق کے میسرہ لشکر پر ٹوٹ پڑے اور اپنی تیز دستیوں سے امیر المومنین کی فوج کو بہت نقصان پہنچایا۔ امیر المومنین کو اسکی خبر لگی۔ تو آپ نے خود ان کا مقابلہ کیا اور عراق کے چند افسروں کے ساتھہ ان کو انکے عین راستے میں جا گھیرا۔ جسوقت وہ اہل عراق پر چھاپہ مار کر اور ان کو نیکا یک نقصان پہنچاکر اپنے لشکر گاہ کو واپس جا رہے تھے۔ رستہ ہی میں وہ محاصرہ میں آگئے۔ امیر المومنین نے اپنے ہاتھوں سے خود ان کا استیصال فرمایا۔ اور ان کے ہزار آدمیوں میں سے سات سو آدمیوں کو زمین پر مار کر گرا دیا۔ وقت تھوڑا تھا۔ اس لئے امیر شام کو جواب کا موقع نہ ملا۔ جانبین نے وقت کی قلت پر نظر ڈالکر اپنی اپنی فوج کو واپس بلایا۔ اور آج کا دن بھی امیر المومنین کے ہاتھہ رہا۔

تیسری لڑائی

دوسرے روز آفتاب کے طلوع ہوتے ہی جانبین سے جنگ کی تیاریاں ہوگئیں۔ سب سے پہلے امیر المومنین نے اپنا مرکب بڑھایا۔ اور معویہ کو اپنے مقابلہ کے لئے یہ کہکر طلب فرمایا۔ کہ اے پسر ہندہ اب تو خلقت خدا پر زیادہ دست تعدی دراز نکرو۔ اور ان کے خون مت بہا۔ آج تو بھی میری طرح میدان جنگ میں نکل آ۔ اور ہم تم دونو تھوڑی دیر تک مقابل ہوکر اپنی تلواروں کے فیصلے پر راضی ہوجائیں۔ جو جسکو مار لے اسکی فتح ہے۔ اگر تو نے مجھکو مار لیا تو دنیا تیری ہوجائیگی۔ اور اگر مینے تجھے مار لیا تو تمام مسلمانوں کو اس رنج و مصیبت سے نجات ملجائیگی۔ دیکھو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۴۶۲

معاویہ امیر المومنین کی تمام و کمال تقریر سنتا رہا۔ اور انمیں سے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ وہ ایسا کیا تھا جو ان باتوں کا جواب دیتا۔ عبید اللہ ابن عمر ابن الخطاب نے آخر کار اس کے اس سکوت کو یہ کہکر توڑ دیا کہ اگر تو ابو سفیان ایسا قریشیوں کی سرداری کا دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے شجاعت و فنون جنگ میں بہت بڑا تجربہ حاصل ہے کہ تو لڑائی پر مستعد ہوجا کہ ہم بھی تیری لڑائی کی سیر کریں۔ معویہ ایسے کیا تھے کہ اسکا جواب دیتے یا ایسی بیجا غیرت کو رہنے دیتے

امیر المومنین نے اسکی پوری بزدلی پر یقین کرکے خود اہل شام کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کیا۔ اور انکو درہم وبرہم کیا۔ اب تو عمر عاص سے نہ رہا گیا۔ معویہ کو مخاطب کرکے کہنے لگے۔ کہ آج مجھکو تیری پست ہمتی اور بزدلی دیکھکر نہایت شرم آتی ہے۔ علی ابن ابی طالب دیر تک بلاتے رہے۔ تو تو انکے مقابل جاتا کیسا جواب تک نہ دیا۔ معویہ نے عمر عاص کی بھی باتوں کا جواب نہ دیا۔ اور اسکی باتیں سنتا رہا۔

معاویہ کے اس سکوت نے عمر عاص کی شجاعت میں ایک فوری جوش پیدا کر دیا۔ آخر کار وہ جھنجھلا کر فوج سے نکل پڑا۔ اور اپنی انہیں پرجوشیوں میں اہل عراق کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔ کہ میں تم سے ایسی حالت میں بھی ضرور لڑونگا افسوس ہے کہ اسوقت امیر المومنین علیہ السلام میرے روبرو نہیں۔ یا قادت الکوفه یا اهل الفتن ؕ اضربکم ولا اری ابو الحسن۔ اے صاحبان کوفہ اور اہل فتن میں تم سے لڑتا ہوں مگر علی ابن ابی طالب ابو الحسن کو نہیں دیکھا۔

امیر المومنین ابھی میدان جنگ ہی میں تھے۔ مگر کسی قدر فاصلہ پر۔ عمر عاص کا یہ دلیرانہ رجز سنکر فوراً اسکے سر پر آ پہنچے اور نہایت فصاحت سے اس کے شعر کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا۔ ابو الحسین واعلمنا والحسن جاءك یقتاد العنانُ والرسن آگاہ ہو کہ یہ حسنین علیہ السلام تیرے پاس گھوڑے کی باگ موڑتا ہوا چلا آیا۔ یہ سنتے ہی عمر عاص کے تمام حوصلے پست ہو گئے۔ اور سارے ولولے جاتے رہے۔ گھوڑے کی باگ چھوٹنے سے پہلے اس کا دل چھوٹ گیا اب نہ وہ جنگ کی پُرجوشی باقی رہی اور نہ مقابلہ کی مستعدی۔ امیر المومنین کو دیکھتے ہی گھوڑے کی باگ لی اور میدان جنگ سے منہ موڑا۔ امیر المومنین نے فوراً تعاقب کیا۔ اور نیزہ سے وار کیا۔ نیزے کی انی اسکے دامن میں لگی اور وہ اپنے کپڑوں میں الجھ کر گٹھری کیطرح زین سے زمین پر گرا۔ اسکے گرتے ہی امیر المومنین بھی اسکے سر پر آ پہنچے۔ عمر عاص کو دیکھا تو وہ برہنہ پڑا ہوا ہے۔ اس حال خراب سے دیکھکر امیر المومنین نے فوراً اپنا منہ اسکی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا کہ آج تجھکو تیری شرمگاہ نے بچا لیا۔ یہ فرما کر واپس آئے۔ اور اس سے مطلق معترض نہ ہوئے۔ سوانح عمری ص ۲۶۶

عمر عاص کو اسوقت یہ ذلت بھی غنیمت سے کم نہ معلوم ہوئی۔ زمین سے گرد پونچھتے ہوئے اٹھے اور معاویہ کے لشکر کی راہ لی۔ جانبین نے عمر عاص کی اس گرہ بازی کی خوب سیر کی اہل عراق تو اہل خود شام والوں نے بیچارے کو اس حرکت پر ایسا بنایا کہ اسکی جان پہ آبنی۔ سب سے پہلے معویہ نے کہا کہ لڑائی میں آجتک کسی حریف نے اپنے مقابل سے بچنے کی ایسی تدبیر نہیں سوچی تھی جیسی تجھکو سوجھی۔ میں تیری بزدلانہ حیا کی تعریف اور دلیا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی دلیرانہ غیرت کی جنہوں نے تجھ ایسے حیا دار کو برہنہ دیکھکر تیرے قتل سے اپنا ہاتھ روک لیا۔

عمر عاص معاویہ کی یہ تقریر سنکر بہت جھلایا اور کہنے لگا۔ کہ اے معاویہ زیادہ باتیں نہ بنا۔ اگر تو کہیں ایسے موقع پر ہوتا۔ تو اس بیحیائی اختیار کرنے پر بھی تجھے علی ابن ابی طالبؑ زندہ نہ چھوڑتے۔ سوانح عمری ص ۲۶۷

مسلمان عمر عاص کی حیاداری نے اہل شام کو اور کوئی فائدہ پہنچایا ہو یا نہ مگر اتنا احسان تو ضرور کیا کہ اس دن کی

لڑائی نے زیادہ طول نہ کھینچا۔ اور ہر شخص عمرو عاص کی ذلت پر ایسا خندہ زن ہوا کہ جانبین سے کسی کو مقابلہ کا خیال نہ رہا اور سب کے سب اپنی اپنی لشکرگاہ کو واپس آئے۔ سوانح عمری صہ ۲۶۴ روضتہ الصفا صہ ۲۳۶

چوتھی لڑائی

آغاز جنگ سے پہلے امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ہمراہیوں کو ایک جگہ مجتمع فرما کر نہایت فصیح خطبہ ادا فرمایا اور استقلال و ثبات کی نسبت بہت کچھ ارشاد کیا اور آیہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (وہ لوگ جو خدا کی راہ میں دل کھول کر جہاد کرتے ہیں انکی مثال بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں) کی ہیں ان کو تشبیہہ دیکر فرمایا۔ کہ اپنی فوج کی صفوں کو بنیان مرصوص کیطرح مضبوط اور مستحکم بناؤ۔ تم میں جو لوگ زرہ پہنے ہوئے ہیں ان کو آگے رکھو۔ اور جنکے پاس کم ہتھیار ہیں انہیں پیچھے مقابلہ سے پہلے اپنے دلوں کو سخت رکھو۔ اپنی جگہوں پر اپنے پاؤں گاڑے رکھو۔ یہ امور لڑائی کے واسطے نہایت ضروری ہیں اور جب تم ایسا کروگے۔ تو تمہارا دل قوی رہیگا۔ تم پر تلوار کارگر نہ ہوگی۔ لڑائی کے وقت بیرونی امداد کی سخت خبرداری رکھو۔ کہ ان سے عمدہ عمدہ کام لئے جائیں۔ اپنے ہتھیاروں کو بہت عزیز رکھو۔ ان کو سوائے جنگی لوگوں کے اور کسی کو نہ دو۔ اپنی صف اور اپنے قبیلہ سے جدا نہ ہو۔ کہ تمہارا منتشر ہونا تمہارے دشمن کو تم سے دفع نہیں کر سکتا قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا کے احکام سے تم باہر نہیں ہو سکتے اگر تم اپنے حریف کے مقابلہ کی احتیاط کرو۔ اور میدان جنگ سے صرف اپنی جان کا خوف کرکے گریز کرو تو سمجھ لو کہ تمہاری موت آگئی ہے۔ اور مشیت ایزدی نے تمہارے لئے یہی حکم دے رکھا ہے تو یہ بھاگنا تمہارے لئے نفع بخش نہیں ہوگا۔ اور تم ہرگز بھاگ نہ سکوگے۔ تمہیں لازم ہے کہ تم خدا کے احکام پر صابر رہو۔ اور صبر و سکون بہ اختیار حاصل کرو۔ سمجھ لو کہ کامیابی انہیں اوصاف سے حاصل ہوتی ہے۔

امیر المومنین خطبہ سے فراغت کرکے لشکر کی ترتیب کی طرف مصروف ہوئے اسوقت سب سے پہلے شام والوں کی طرف سے مسجع ابن الشر الخزامی اپنے قبیلہ بنی خزام کے ساتھ رزمگاہ میں آیا۔ اور اپنی خودنمائی کے جوش میں آندھی بنا ہوا سب سے پہلے امیر المومنین کو اپنے مقابلہ کے لئے طلب کیا۔

عدی ابن حاتم الطائی نے فوراً اسکی گستاخی کا جواب دیا۔ اور گھوڑا بڑھا کر اسکے قریب جا پہنچا۔ اور ایک ہی ضرب میں اسے ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد عمرو عاص نے ہزار آدمیوں کے ہمراہ مقابلہ کیا۔ مالک ابن اشتر نخعی نے اس کا پورا جواب دیا۔ اور اپنی جمعیت کے ساتھ اسکے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ عمرو عاص مالک کو دیکھتے ہی اپنی جمعیت سے علیحدہ ہو کر لشکرگاہ کو واپس آیا۔ اور میدان جنگ سے ایسا بھاگا۔ جیسا مجرم غلام۔ مالک نے اس کا تعاقب نہ کیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ عمرو عاص کی جمعیت پر حملہ آور ہوا۔ بڑی دیر تک خونریزی ہوتی رہی اہل شام کی

طرفین سے اتنی آدمیوں کی لاشیں گر ادی گئیں۔ اور مقابلہ نے یہاں تک طول کھینچا کہ اسوقت صفین کا میدان نہایت خوفناک اور قیامت خیز معلوم ہو رہا تہا گہوڑوں کی ٹاپوں سے زمین کا غبار آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ اسمیں چمکتی ہوئی تلواریں اور مردان نبرد آزما کی پرجوش آوازیں وہ خوفناک اور پرتاثیر کیفیت دیکھنے والوں کو نہایت مخوف بنا رہی تھیں۔ مالک کیساتھ اسوقت قبیلہ بنی نخع کے لوگ اپنی شجاعت اور دلاوری کے بہت ہی نادر اور بیش بہا جوہر دکھلا رہے تھے۔

اہل شام کی پریشانی قابل بیان نہیں تھی۔ انکی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ اب انمیں سے کوئی بھی اہل عراق کے مقابل کو نہیں نکلتا تھا۔ معاویہ نے مجبور ہوکر نعمان ابن جبلۃ القضاعی کو بلایا۔ یہ شخص اہل شام میں بہت بڑا قوی دل اور شجاع مشہور تھا۔ اپنی قوم کا رئیس تہا اور اپنے قبیلہ کا صاحب نشان۔ نعمان حسب الطلب اسیوقت اپنی جمعیت سے علیحدہ ہوکر معویہ کے پاس خلوت میں حاضر ہوا۔

معاویہ نے اسکو کسی قدر کشیدہ پاکر دلجوئی کے طور پر اس سے کہا کہ اے نعمان مجھکو اپنی فوج میں کسی قوم پر اتنا اعتبار نہیں ہے جتنا خاندان قضاعہ پر۔ خاندان قضاعہ کی جاہ وجلالت اور انکے مردان جنگی نے مجھے بہت کچھ اطمینان دلایا ہے مگر مجھکو البتہ اسوقت حیرت ہے کہ میدان کارزار میں صبح سے اسوقت تک تمام قوم اور قبیلے آگئے مگر تیری قوم تے اب تک قدم نہ بڑہائے۔

نعمان نے جواب دیا کہ اگر ہمکو کسی عمدہ دسترخوان پر جس پر کہ انواع و اقسام کی نعمتیں چنی ہوئی ہیں اور شیشۂ شراب آراستہ خوش ذائقہ اور خوشبودار شرابیں۔ پہولوں کے بہت سے گلدستے۔ اور خوش رنگ ولذیذ میوہ ہائے خشک وتر رکھے ہوئے ہیں طلب کیا جاوے۔ تو توقف حاضری کا اسوقت سبب بھی پوچھا جاوے۔ مگر ہمارا حال تو یہ ہو رہا ہے کہ ہم جنگ وپیکار دلیران ملک حجاز اور پہلوانان ملک عراق وسرافرازان کوفہ وشمشیر زنان بصرہ کے لئے طلب کئے جاویں۔ ہمکو ایسے لشکر کے ساتھ لڑنے کا حکم ملتا ہے جسکا سردار وسرگروہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ یہ معاملہ جیسا تونے سوچا ہے ویسا انجام کو نہ پہنچیگا تونے خیال کیا ہے کہ سینوں کو تیروں اور نیزوں پر قربان کرنا اور سروں کو ضرب شمشیر ہائے آبدار پر نثار کردینا ہنسی اور لڑکوں کا کھیل ہے۔ میری فوج کے پاس غنیم سے مقابلہ کرنیکا اثاثہ درست ہے۔ میں اس حالت میں انہیں مقابلہ کے لئے کافی نہیں سمجھتا انکی عزیز جانیں ایسی مفت کی نہیں ہیں کہ وہ طبل جنگ سنتے ہی میدان کارزار میں بے سروسامان دوڑتے ہوئے چلے جائیں۔ اور خود بخود دریائے فنا میں غرق ہوجائیں۔ ہمکو بھی تمہاری معزولی کا خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہم اپنی معزولی کو اپنے حق میں نہایت مفید سمجھتے ہیں۔ فی الحقیقت ہم اپنی سزا کو پہنچ گئے۔ اور تیرے حقوق سے ادا ہوگئے۔ اگر ہم نے اپنے دین کو دنیا کے ہاتھوں نہ بیچا ہوتا۔ اور تیری فرمانبرداری کو علی ابن ابی طالب کی متابعت پر ترجیح نہ دی ہوتی تو آج یہ باتیں کبھی تیری زبان سے نہ نکلتیں۔ میں نے راہ راست کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔ موقع نجات جو میرے ہاتھ میں تھا ہر کے مدد گار جان ہوا۔ سیدھی راہ کو چھوڑ کر میں گمراہ ہوگیا۔ عزت کی قدر نہ جان کر ذلیل ہوا۔ اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ علی کے

جنگ کرنے میں سب سے پہلے میں تیرا شریک ہوا تھا۔ تیری خدمت میں نے ہمیشہ مشفقانہ اور خیر خواہانہ طور پر کی ہے۔ اپنی طرف سے کوئی قصور نہیں کیا۔

امیر شام نے جواب دیا جو کچھ تو نے کہا سب صحیح ہے اور حق تیری جانب ہے۔ ابتک تو نے کوئی تقصیر نہیں کی میں ہی تیرا تقصیروار ہوں۔ اگر میری عمر نے وفا کی تو تجھ سے عذر خواہی کر لوں گا۔ اور تیری محاسن خدمات کا تیرے حسب لخواہ صلہ دونگا۔ میں نے اسوقت جو عتاب آمیز کلام کئے۔ اس سے صرف تمہارے جلد آنے کی غرض تھی۔ اور کچھ بھی نہیں اور یہ جو تو نے کہا کہ میں نے راہ راست خود اپنے ہاتھوں سے کھودی اور تیری مخالفت میں چلا آیا اس تقریر کو عنوان دُوُّ الاول دو دینا چاہئے۔ کو ناحق اس سے بڑھکر ہوگا۔ کہ خلیفہ مظلوم جیسے بے گناہ قتل کیا گیا۔ اس کے قصاص کی طلبی اس ظالم جماعت سے کیجائے۔ نعمان نے یہ سُنکر جوابدیا۔ یہ عجیب طرح کی بات تم نے مجھ سے بیانکی۔ تم کیوں میری آنکھوں پر پردہ ڈالتے ہو۔ میں رتی رتی حال تمہارا تمام وکمال جانتا ہوں۔ کیا تجھے بھول گیا ہے کہ جسوقت خلیفہ عثمان نے تم سے طلب کی تو تمنے اسکی مدد نہ کی۔ باوجودیکہ اگر تم چاہتے تو انکی کمک کامل طور سے کر سکتے تھے۔ آجکل تم انکے طلبخون پر آمادہ ہوئے ہو۔ حالانکہ علیؑ خلیفہ زمانہ موجود ہیں۔ تمکو خلیفہ عثمان کے قصاص کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جنگ و جدال سے سوائے حصول امارت کے تمہارا کوئی اور مطلب نہیں ہے۔ اور میں نے تو فی الحقیقت اپنے معاملے میں بہت بڑی خطا کی۔ طریقہ حق و سبیل نجات سے غافل ہو گیا۔ اپنا وطن چھوڑا اور تیری خوشنودی کے واسطے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بھائی اور وصی سے لڑا۔ حالانکہ امیرالمومنین علیہ السلام سب سے پہلے شخص ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ پر ایمان لائے۔ پہلا شخص جس نے خدا کی نماز اس کے نبی کے ساتھ ادا کی وہ وہی ہیں جسطرح سے میں تیرے پاس چلا آیا۔ اسی طرح اگر ان کے پاس چلا جاتا۔ تو آج میری دینی اور دنیوی امور دونو آنکھونکی طرح روشن ہو جاتے اور علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام تجھ سے بڑھکر مجھ پر مہربان ہوتے۔ مجھے آبرو و مرتبہ۔ دولت۔ اور قدرت میں بہت بڑا حصہ ملتا۔ اب میں دن رات رنج میں پھنسا ہوں۔ اپنی خطا کا کوئی عذر معقول پیش نہیں کر سکتا۔

جب معاویہ ابن ابی سفیان نے نعمان ابن جبلہ کی باتیں سُنیں۔ تو پھر کوئی بات منہ سے نہ نکالی۔ عمر ابن مُرۃ الجہنی اور الحارث ابن النمر الخزاعی جو عثمان کے رشتہ دار تھے اس کے پاس آئے اور امیر کیطرف سے بہت معافی چاہی۔ اور نعمان کو بہت کچھ منت کے بعد اہل عراق کے مقابلہ پر آمادہ کیا۔

نعمان اپنے قبیلے کے ہمراہ رزمگاہ میں آیا اور اسوقت سعید اور مالک اشتر امیرالمومنین کی طرف سے افسران میدان تھے۔ ان دونوں نے اپنے حریف سے مقابلہ کیا۔ تھوڑی دیر میں جانبین سے حملے ہونے لگے۔ اور دیر تک آپس میں لڑتے رہے ہوا بجتا رہا۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا۔ اور رات کی تاریکی نے چاروں طرف صفین کے میدان میں اپنا عمل کر لیا مغرب کی نماز ابھی قضا نہیں ہوئی تھی کہ نعمان کو قضا کا حکم آگیا۔ اور وہ مالک ابن اشتر کی ضرب سے مقتول ہو کر زمین پر گر گیا

عثمان کے کہتے ہی جانبین سے لڑائی موقوف کردی گئی۔ اور دونو لشکر اپنے اپنے فرودگاہ کو میدان سے واپس گئے۔

ادھر آج تو بازار جنگ گرم رہا ادھر عمر عاص نے ابو الوخ کو بلا کر عمار یاسر کے پاس بھیجا اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر تمکو فرصت ہو اور کوئی مانع نہ ہو تو تم میرے پاس چلے آؤ۔ تاکہ ہم تم باہم ملکر جانبین سے مصالحت کرا دینے کی نسبت کچھ قرار دیں اور باہمی اتفاق کی کوئی صورت نکالیں۔ ابو الوخ عمار کے پاس آیا اور عمر عاص کا پیغام سنایا۔ عمار یاسر رضؓ نے جواب دیا میں ضرور آؤنگا۔ میرے لئے کوئی شے مانع نہیں اور کوئی وجہ تامل کی نہیں ہے۔ میں عمر عاص کی اس تجویز سے بہت احسان مند ہونگا۔ عمار یاسر نے اپنے چند رفیقوں کو بلایا اور اپنے ہمراہ لیکر عمر عاص کے پاس پہنچے۔

عمار یاسرؓ سا خالص الاسلام اہل اسلام کا جلیل القدر صحابی جو آج سالہا سال سے عمر عاص کی عیاریوں کو خصوصاً صفین کے معاملات میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکو دیکھتے ہی آگ ہو گیا۔ پہلے تو عمار نے اسکی نسبت اسے بہت کچھ نصیحت کی۔ اور پھر اصل معاملہ پر آکر عمر عاص اور اسکے جلیسوں کو مخاطب فرما کر کہا کہ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ تم لوگوں نے حضرت عثمان کے واقعہ کی نسبت تمامی حالات مفصل سُنے ہونگے۔ یہ بھی تمکو معلوم ہوا ہو گا کہ بعض لوگوں نے ان سے رسم و راہ ترک کر دی تھی۔ اور بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو اہل بلوا کو ان کے قتل پر مستعد کرتے تھے۔ اس سبب سے کوئی شخص عام اس سے کہ اسکا شمار صحابی میں ہو یا عامتہ المسلمین میں۔ دار الخلافت عثمانی میں ان کا مددگار نہ نکلا اور کسی طرح انکی مدد نہ کی۔ محاصرہ میں ان لوگونکی عموماً یہ حالت رہی کہ وہ گھر سے مسجد تک نہ آتے تھے طلحہ و زبیر کے جو حالات تھے وہ بھی تم نے سُنے ہونگے۔ ان لوگوں نے جیسا عہد و پیمان توڑا اس سے بھی تمکو پوری اطلاع ہے مادر مسلمین حضرت عائشہ نے جب عثمان نے ان کا وظیفہ موقوف کر دیا۔ جو کچھ انکے حق میں فرمایا وہ بھی تم نے سُنا۔ پھر انہیں عائشہ نے بلوائیوں کو جو کچھ انکے قتل کی نسبت لوگوں کو عموماً تحریص و ترغیب دلائی۔ وہ بھی تمکو معلوم ہے۔ پھر ناحق مادر مومنان نے انہیں کا قصاص طلب کیا۔ باوجودیکہ ام المومنین عائشہ کو خدائے سبحانہ تعالیٰ کیطرف سے خون عثمانی کے لئے کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اب انکے بعد معاویہ ابن ابو سفیان اسی قصاص کے لئے اٹھے ہیں۔ اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے قصاص عثمان طلب کرتے ہیں اور قاتلان عثمان کو ان سے مانگ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ امر تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ قتل حضرت عثمان کے واقعہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی کوئی شرکت نہیں تھی۔ نہ انکے قتل کا حکم امیر المومنین نے دیا تھا اور نہ انکے قتل پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ تمکو سوچنا چاہئے۔ اور ان واقعات میں تمکو حکم بنجانا چاہئے اور غور و تامل سے دیکھنا مناسب ہے کہ معاویہ اس امر قصاص میں اپنے آپ کو کس امر کا حقدار سمجھتا ہے اور اسکو اس میں کون منصب اور کون حق حاصل ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ عثمان کا وارث ہے اور نہ ان کا وصی اور نہ ولیعہد۔

عمر عاص یہ سنکر کہنے لگا کہ اے ابو الیقظان (حضرت عمار یاسر کی کنیت ہے) جو کچھ تم کہتے ہو سچ ہے۔ واقعات شکنی طلحہ و زبیر اور ان کا قتل عثمان پر اہل بلوہ کو رغبت دلانا جسمیں ام المومنین بھی ضرور شریک تھیں بہت صحیح

ہے اور ان امور میں سے بعض کو تم نے خود دیکھا ہوگا۔ اور بقیہ کو معتبر شخصوں سے سنا ہوگا۔ رہا یہ امر کہ معاویہ جو خون عثمان طلب کرتا ہے تو اس معاملہ میں معاویہ حق پر ہے۔ اس لئے کہ عثمان بھی بنی امیہ کے سلسلہ میں داخل تھے اور معاویہ بھی انکے رشتہ دار ہیں حضرت عثمان کی شفقت جو معاویہ کے حال پر تھی وہی آج اسکو ان کے طلب قصاص پر توجہ دلا رہی ہے۔ اور یہ سب باتیں ظاہر ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہم لوگ یہاں حسب و نسب کے بیانات کی غرض سے نہیں آئے ہیں۔ بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ اس لڑائی کی کیفیت کو جس پر زمانہ دراز گذرتا جاتا ہے۔ آپس میں بیان کریں اور اسکے نیک و بد کی نسبت مشورہ کریں۔ اس لئے کہ لشکر علیؓ ابن ابی طالب میں تم سب سے بڑھ کر ممتاز ہو۔ تمہاری عزت و حرمت سب میں بڑھی ہوئی ہے۔ شاید تمہارے ذریعہ سے تمام رنج و تشویش دفع ہو۔ اور تمہاری رائے کے وسیلے سے یہ انتظام ہو جاوے۔ اور اس آگ پر پانی پڑ جاوے۔ یہ غبار عظیم بیٹھ جاوے۔ اور آدمیوں کا خون بہنے سے بچ جاوے۔ اے ابو الیقظان۔ آخر تمکو خیال کرنا چاہئے۔ کہ کیا ہم اور تم ایک خدا کی پرستش نہیں کرتے اور کیا ایک قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتے۔ جو تم نماز پڑھتے ہو وہی ہم بھی۔ ہم بھی قرآن پڑھتے ہیں اور اسکی اوامر و مناہی کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہمارے اور تمہارے اتفاق کی تو یہ صورت ہے۔ مگر تاہم ہم میں اور تم میں یہ مخالفتیں آپڑی ہیں۔ ہم مومنین اور مسلمین کو باہمی اختلاف کیوں کرنا چاہئے۔ اور باوجودیکہ ہم سب ایک ترکیب سے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ہمکو اور تم کو کیوں لڑنا چاہئے اور کسواسطے کشت و خون کرنا چاہئے۔

عمار یاسرؓ نے جواب دیا کہ اے عمر عاص تو کب تک باتیں بناتا رہیگا۔ اور کہاں تک یہ منافقانہ اور تعجب خیز گفتگو کرتا رہیگا۔ تو نہ مثل گل نرگس کے شوخ رنگ ہے اور نہ گل لالہ کی طرح سرخ پوشاک رکھتا ہے۔ پھر تجھکو گل سوسن کی طرح دو زبان بنجانا لازم نہیں ہے تو نے جو یہ کہا کہ ہم اور تم ایک خدا کی پرستش کرتے ہیں اور ایک قبلہ کیجانب نماز پڑھتے ہیں۔ الحمد للہ یہ کلمات تیری زبان پر جاری تو ہوئے۔ مگر تجھکو اور تیرے ہمراہیوں کو میرے رفیقوں سے کیا کام خدا پرستی قرآن خوانی۔ ایمانداری۔ دینداری اور راستبازی ہمارا شغل ہے نہ تمہارا۔ ان سے ہمکو نفع پہنچیگا۔ نہ تجھکو نہ تیرے ہمراہیوں کو۔ ہم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوست ہیں۔ ہم لوگ سازش اور ریاکاری سے دور ہیں۔ تو مال و جاہ پر ایسا حریص ہو رہا ہے۔ کہ ہدایت اور ضلالت کو نہیں پہچانتا۔ سعادت اور شقاوت میں مطلق تمیز نہیں سکتا۔ تم کو اس نیلگون آسمان کے نیچے کانٹوں کے ڈھیر پر گلاب کے پھولوں کا یقین ہے۔ مجھکو جناب رسالتمآب کا ارشاد یاد ہے اور وہ یہ ہے کہ اے عمار تم ایک جماعت سے لڑوگے۔ جو خدا کے اوپر اپنے عہد و میثاق کے توڑ ڈالنے کو جائز سمجھے گی چنانچہ میں نے تم سے جنگ کی اور مجھ سے جہاں تک ممکن ہو سکا۔ میں نے ارشاد نبوی کے مطابق انجام دیا۔ مجھ سے آنحضرتؐ نے فرمایا تھا۔ کہ تم ظالموں اور ستمگاروں سے شمشیر زنی کروگے۔ اور قاسطین اور بیدادگروں کو قتل کروگے۔ ظاہر ہے کہ تم لوگ اسی جماعت میں ہو۔ اور تمہاری یہی صفت ہے جو بیان ہوئی۔ پھر مجھ سے آنحضرتؐ نے قتال مارقین کی نسبت بھی جو کچھ

خدا سے اس طرح نکلجائیں گے جیسے کمان سے تیر۔ ارشاد فرمایا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ اس گروہ کو بھی میں اپنے زمانہ حیات میں پاؤنگا۔ یا نہیں۔ کیوں عمرعاص سچ کہہ تو نے امیرالمومنین کی شان میں آنحضرتؐ کو یہ فرماتے نہیں سُنا ہے کہ میں خدا کا دوست اور رسولؐ ہوں۔ اور علیؑ میرا دوست ہے۔ اب تم اپنا حال کہو۔ تم کس کے دوست ہو عمرعاص نے جواب دیا۔ عمار ہم تو تم سے بلاملامت باتیں کرتے ہیں اور تم ہمیں گالیاں دیتے ہو اور بُرا کہتے ہو۔ ترجمہ تاریخ اعثم کوفی۔

اتنی طویل تقریر کے بعد عمرعاص نے حضرت عثمان کے خون کا الزام بالکل عمار یاسرؓ کے سر لگانا چاہا۔ اور جانبین سے بات بڑھ گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل شام عمار کی گفتگو سے عاجز ہو کر اپنی لشکرگاہ کو واپس گئے۔ عمرعاص کے ہمراہیوں میں سے دو شخص ایک حصین ابن مالک دوسرا حارث ابن عوف عمار یاسرؓ کی باتیں سُنکر لشکر شام سے علیحدہ ہو گئے اور حمص کیطرف چلے گئے۔

عمرعاص جب معاویہ کے پاس گیا تو اس نے کیفیت پوچھی۔ عمرعاص کے ہمراہیوں نے بیانکیا کہ عمارؓ یاسر کی تقریر کا یہ عالم تھا کہ زبان عمار برش اور کاٹ ڈالنے میں شمشیر آبدار تھی اور مار ڈالنے میں مار زہر دار۔ بخلاف اس کے عمرعاص کا حال باوجود دعویٰ تقریر کے ان کے سامنے یہ بنا ہوا تھا۔ جیسا گونگا۔ بالکل بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا تھا معویہ عمرعاص کی ناکامیابی کے افسانے کو سنکر بہت ملول ہوا۔ اور ان امور کو چھوڑ کر دوسرے دن صبح سے پھر لڑائی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

پانچوین لڑائی

قبل اسکے کہ ہم پانچویں لڑائی کے واقعات لکھیں۔ ہمکو حصین ابن مالک کے واقعہ جیسا ایک دوسرے شخص کا قصہ بھی لکھدینا نہایت ضروری ہے۔ خواجہ احمد اعثم کوفی تحریر فرماتے ہیں کہ جب عمرعاص عمار یاسرؓ کی تقریر سے مایوس ہو کر اپنی لشکرگاہ کو واپس آیا تو اہل شام کے ایک گروہ نے اس سے دریافت کیا کہ ہم نے نہایت معتبر لوگوں سے عمار کی نسبت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ایک حدیث سُنی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمارؓ یاسر کو حق چاروں طرف سے گھیرے ہے۔ عمرعاص نے اسکی تصدیق کی۔ مگر فوراً اسکی تاویل بھی یوں کر دی کہ ہم عمار سے کب جُدا ہیں۔ تم نے ابھی نہیں دیکھا۔ کہ ہم اور وہ کس کشادہ پیشانی اور اطمینان سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کا شمار ہم میں اور ہمارا شمار ان میں ہے عمرعاص کے پاس اسوقت ذوالکلاع حمیری بھی تھا۔ بیساختہ بول اٹھا کہ اے عمرعاص تو کیوں انکو اپنے فریب میں لیتا ہے جو کچھ تیرے اور عمار یاسرؓ کے درمیان گذرا۔ اسکو میں نے اپنے کانوں سے سُنا۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس نے اسقدر تجھکو اپنی سیف زبان سے گھائل کر دیا جیسے کولھو کا بیل زخمی ہو جاتا ہے۔ تو اسکی فصاحت اور گویائی کا مطلق جواب نہ دیسکا۔ اس سے اچھا ہوتا کہ وہ نہ آتا اور تم رسوا نہ ہوتے۔ عبیداللہ ابن سوید ذوالکلاع حمیری سے کہنے لگا کہ تجھکو کیا پڑی تھی جو اس صحبت میں شریک ہوا۔ ذوالکلاع نے کہا کہ صرف اس حدیث کی تصدیق کے لئے۔ کہ یا عمار مستقلاً

الفئة الباغية يدعوهم الى الجنة ويدعونك الى النار

اس کے بعد ذوالکلاع حمیری نے اسیوقت عمرعاص کی ہجو اور عمار یاسرؓ کی مدح میں چند اشعار پڑھے یہاں تک تو خیریت گذری۔ اسی جلسہ میں عبداللہ بن عمر التمیمی بھی تھا۔ وہ بھی ان دونوں کی باتیں سنتا تھا اور جانبین کی باتوں پہ غور کرتا تھا۔ اسکی ممیز عقل نے عمار کی صدق کلامی کا اعتراف کیا۔ اور وہ رات ہی کو اہل شام کے کیمپ سے نکلکر امیرالمومنین سے جاملا۔ اور یہ اشعار جن کا ترجمہ ذیل میں درج ہے تصنیف کرکے ذوالکلاع کے پاس روانہ کردیئے

سواریوں کے جلوس میں زنان رقاصہ ان اشعار کو بے شبہ گائیں اور نقل کریں۔ جو امور عمرعاص کی نسبت واقع ہوئے کیونکہ وہ مغرور ہے۔ آج میں عمرعاص اور تجھ سے علیحدہ ہوجاتا ہوں معویہ اور اسکی تمام فوج کو چھوڑے دیتا ہوں اب مجھکو چاہئے دنیا کی کیسی ہی لالچ ہو میں عمار یاسر کی نسبت یہ حدیث سنکر ان سے قیامت تک نہ لڑونگا۔ میں نے عمرعاص سے منہ موڑا اور اسکو چھوڑا۔ اور میں اسکے ترک کرنے پر مجبور ہوں۔ اے ذوالکلاع تو بھی اس کو چھوڑدے جنہوں نے صدق کا انکار کیا۔ تیری ان آنکھوں کے صدقے جائیے جنہیں سزا کا مطلق خوف نہیں ہے۔ اس لئے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی حدیث میں شک وشبہ کرنیکی جگہ نہیں ہے۔ اس جناب کے ارشاد کا کوئی شخص امتحان نہیں لے سکتا۔ ترجمہ اعثم کوفی لکھنؤ ص ۱۸۶۔

معاویہ کو عبداللہ ابن عمر التمیمی کے نکل جانے کی جب خبر معلوم ہوئی۔ تو وہ عمرعاص کو بلاکر نہایت برہم ہوا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ اگر تو دوچار حدیثیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی ہی بیان کریگا۔ تو چند روز میں ہمارا لشکر ویران ہوجائیگا۔ ہم تجھ سے زیادہ ان حدیثوں کو جانتے ہیں۔ مگر اس مصلحت کیوجہ سے جسکو تو خوب جانتا ہے میں انکو بیان نہیں کرتا۔ تو بے موقع ایسی حدیث کو بے سمجھے بوجھے بیان کرتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا لشکر ایک نامی اور دلاور جوان سے خالی ہوگیا۔ دیکھئے ان حرکات سے کون کون مصیبت مجھے دیکھنی ہوتی ہے۔

عمرعاص تو جھنجھلایا ہوا تھا ہی۔ معاویہ کی ان باتوں کو سنکر اسکے بدن میں آگ لگ گئی اور نہایت سختی سے بولا کہ میں نے عمار یاسرؓ کے حق میں جو باتیں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زبانی سنی تھیں صرف وہی بیان کی ہیں جسوقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث عمار یاسرؓ کی نسبت فرمائی تھی۔ اسوقت نہ تیرا لشکر تھا اور نہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی فوج۔ نہ مجھکو علیؑ کے ساتھ مخالفت تھی اور نہ انکو میرے ساتھ۔ لیکن میں یہ کیا جانتا تھا کہ میرے منہ سے ایک بات ایسی نکلیگی کہ جسکے بعد لاکھوں آدمی صفین کے میدان میں جمع ہوجائینگے اور انمیں سے ایک کا سردار تو بنے گا۔ اور ایک جماعت کے علیؑ۔ عمار یاسرؓ تو علیؑ کے رفیق ہونگے۔ اور میں تیرا۔ اور جو باتیں کہ میں عمار کے حق میں بیان کرونگا۔ ان سے تجھکو رنج پہنچیگا۔ اور ایک پست ہمت اور بزدل تیرے لشکر سے نکلکر بھاگ جائیگا اور علیؑ کی خدمت میں جاملیگا۔ اور اس لئے تو مجھ سے رنجیدہ ہوگا۔ پس اگر یہ تمام واقعات اور حادثات معلوم ہوتے تو

پھر میری غیب دانی میں کیا کلام تھا۔ حالانکہ خدائے سبحانہ تعالیٰ اپنے رسولؐ سے ارشاد فرماتا ہے کہ خلائق سے کہدو کہ اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت سے کار ہائے نیک کرتا اور مجھے کوئی صدمہ نہ پہنچتا صرف حق سبحانہ تعالیٰ غیب دان ہے اور تم نے بھی تو عمار یاسرؓ کے حق میں چند باتیں بیان کی ہیں۔ اگر میں نے ایک روایت بیان کی تو کیا ہوا۔ اور اگر ایک جنگی شخص تمہاری پچیس ہزار کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا تو تمہارا کیا بگڑا۔ یہ جنگ جدال جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے شروع ہے اگر ایک ہی شخص کے نکلجانے پر آخیر ہو جائے تو بہتر ہے کہ تمہیں اس کام سے دست بردار ہو جاؤ۔

بہر حال اسدن معاویہ اور عمر عاص میں شب بھر کشیدگی رہی اور اسدن کچھ نہ ہوا۔ دوسرے دن سویرے سے پھر لڑائی کا سلسلہ آغاز ہوا۔ جانبین سے لشکر مرتب ہوکر رزمگاہ میں آگئے۔ سب سے پہلے ہمام ابن حنیفہ التمری جس کا شمار دربار شام کے خواصوں میں تھا۔ جوش جنگ میں بیتاب ہو کر اپنی صف سے نکل آیا۔ امیر المومنین کی فوج سے عدی ابن حاتم الطائی نے اسے مار لیا۔ اور نیزے سے زخمی کرکے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔

ہمام کے مارے جانے کا صدمہ معویہ کو جسقدر ہوا وہ تو اسی واقعہ سے ظاہر ہے جو معاویہ نے اپنے تسلط کے زمانہ میں عدی ابن حاتم الطائی اور حجر ابن عدی وغیرہ سے اسکے قصاص میں سلوک کیا۔ ہمام کے واقعہ کے بعد ایک حسرتناک واقعہ پیش آیا جس سے صرف حسرت اور افسوس ہی کا اظہار نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے استقلال اور پاداری کا بھی پورا ثبوت ملتا ہے۔

ہمام کے بعد لشکر شام سے ایک شخص نکلا جسکا نام حمل تھا حسب دستور میدان کارزار میں پہنچکر فوج مقابل سے اپنا مبارز طلب کرنے لگا۔ امیر المومنین کی فوج سے اسی شخص کا لڑکا جسکا نام اثال تھا اسکے مقابلہ پر آیا اور باپ کا مقابل ٹھہرا ؎

جو لڑکپن میں کلیجہ سے لگا رہتا تھا
وہ جواں ہو کے قیامت کا بھی فاجو نکلا

مگر جانبین میں اتفاق سے ایسی لاعلمی طاری تھی کہ ایک دوسرے کو نہ پہچان سکا۔ اور اسکی وجہ بعض مورخین نے یہ تحریر فرمائی ہے۔ کہ حمل اپنا تمام منہ خود سے اس طرح چھپائے ہوئے تہا کہ اسکی دونوں آنکھوں کے سوا اور کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا تہا بیٹے نے اپنے پوشیدہ باپ کے قریب پہنچتے ہی اپنے داد حصاف کرنا شروع کردئیے اور دم کے دم میں اپنے جوان ہاتھوں سے اسکی پیری کی کہنہ عمارت کو آثار زین سے فرش زمین پر گرا دیا۔ گرتے ہی اس کے سر کا خود زمین پر اتار ہا اسکے گرتے ہی یہ راز سربستہ کھل گیا۔ اور بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو پہچان لیا۔ اب تھیار پھینک کر بیٹا فوراً باپ کے قدموں کی طرف جھک گیا اور اپنی غلطی لاعلمی ظاہر کرکے اپنی معذرت اور اسکے زخم کی کیفیت پوچھنے لگا۔ باپ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر جواب دیا کہ ابھی زخم کارہی ہے۔ مگر جو تکلیف ہے وہ رفع ہو جائیگی میرا وقت آخیر آ پہنچا

کچھ باتیں سنلو۔ اگر میں تجھ سے اپنے امیر معاویہ ابن ابو سفیان کے انعام و اکرام کو تشریح وار بیان کروں تو میرا بڑھاپا ضعف مجھے اس کے بیان سے باز رکھیگا۔ بہتر ہے کہ تو معاویہ کے پاس چل۔ میں اس سے تیری سفارش اور تیرا قصور عفو کرادوں اور تیری موجودہ افلاس و نکبت کی حالتوں کو عزت و ثروت سے تبدیل کرادوں۔

خلاص الایمان بیٹے نے جواب دیا کہ اے باپ تمہاری دنیا تمہاری طرح ضعیف ہوگئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ بھی فنا ہو جائیگی۔ اسمیں جو کچھ آرام و تکلیف ہے وہ بھی اسی کے ساتھ فنا ہو جائیگا۔ اب تمکو اسکی طرف متوجہ ہونا نہایت نازیبا ہے۔ انسان کو دنیا میں کوئی مستحکم وسیلہ رکھنا لازم ہے۔ میری دانست میں حصول آخرت کا عمدہ ذریعہ اور دخول جنت کا بہترین وسیلہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی فرمانبرداری کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے میری رائے ہے کہ آپ ایسی حالت میں طمع دنیاوی سے اب بالکل دست بردار ہو جائیں اور میرے ساتھ امیر المومنین کی خدمت میں چلے چلیں تو میں آپکو نعمتہائے ابدی اور نجات اخروی سے بہرہ مند کرادوں۔

یہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے خیالوں میں مساوی قسمت رکھتے تھے۔ بیٹے کی تقریر سنکر نہایت ترشروئی سے باپ نے جواب دیا کہ میں تو علیؑ کے پاس نہ جاؤنگا۔ اور نہ مجھ سے انکی خدمت کیجاویگی۔ جسکا جواب بیٹے نے نہایت استقلال سے یہ دیا۔ کہ تو پھر مجھ سے بھی معویہ کی صورت آنکھوں سے نہ دیکھی جائیگی۔ اور میں کسی طرح اس کے پاس نہیں جاسکتا باپ بولا کہ پھر اٹھ تو علیؑ کے پاس جا۔ اور مجھکو معویہ کے پاس جانے دے۔ بیٹے نے قبول کرلیا۔ باپ اٹھا اور گرد ندامت جھاڑکر شام کے لشکر میں چلا گیا۔ اور بیٹا امیر المومنین کی لشکر گاہ کو واپس آیا۔

پہلے تو ہمام اور عدی ابن حاتم الطائی کے قبیلوں نے تمام دن لڑائی میں تمام کر دیا تھا۔ اب جو کچھ رہا تھا وہ باپ بیٹوں کی سعادت اور شقاوت کی نذر ہو گیا۔ آخر میں اتنا وقت نہیں رہا۔ کہ جانبین سے کسی تازہ حملہ کی امید کیجاوے اس لئے دونوں فوجیں اپنے اپنے لشکر گاہ کو واپس گئیں۔

چھٹی لڑائی

صبح کو آفتاب نکلتے ہی اہل شام نے مقابلہ کا سامان کیا اور بہت بڑی خونریزی کی بنیاد ڈالی۔ چار صفیں ہزار ہزار آدمیوں کی سلاح جنگ سے آراستہ ہوکر ابو الاعور سلمی کی ماتحتی میں فوج مقابل سے سر میدان مبارزطلبی کرنے لگیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے سعید ابن قیس الہمدانی اور مالک ابن الاشتر کو قبیلہ مذحج۔ بنی عدی اور بنی ہمدان کے ہمراہ روانہ کیا۔ میدان جنگ میں پہنچتے ہی جانبین سے سخت حملے ہونے لگے اور بہت بڑی خونریزی شروع ہوئی لڑائی کی یہ کیفیت دیکھکر اہل شام نے ایک تازہ دم فوج کمک میں بھیجی۔ صبح سے غروب آفتاب تک لڑائی کا ایک ہی انداز رہا۔ آخر کار شب کی تاریکی نے جانبین کو کشت و خون سے باز رکھا اور جانبین کی فوجیں واپس آئیں۔

ساتویں لڑائی

علی الصباح دوسرے دن معاویہ ابن ابوسفیان نے فوج کی ترتیب کی۔ عمدہ عمدہ اور تحفہ تحفہ نشان درست کئے عمرعاص عبید ابن عمر ابن الخطاب۔ عبدالرحمٰن ابن خالد ابن ولید اور عتبہ ابن ابوسفیان وغیرہم کے ایسے ایسے فوجی افسروں کو یہ نشان دیکر میدان جنگ میں روانہ کیا۔ سب سے پہلے اہل شام کی طرف سے بسر ابن ارطاة نے رجز خوانی شروع کی سعید ابن قیس الہمدانی نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے نیزے سے زخمی کیا۔ بسر زخم کھاکر میدان جنگ میں اپنے قدم نہ جما سکا۔ اور منہ پھیر کر بھاگا۔

بسر کے بعد ایک دوسرا جوان شام کے لشکر سے نکلا۔ حجر ابن عدی نے اس سے مقابلہ کیا۔ اور اسکو مار ڈالا۔ اسکے بعد حکم ابن الازہر لشکر شام سے برآمد ہوا۔ اسکو مالک ابن اشتر نے مار ڈالا۔ حکم کے بعد عامر کی باری آئی یہ شخص باعتبار اپنی قوت وشجاعت کے اہل شام کی جمعیت میں نامی تھا۔ تمام لوہے میں غرق تھا۔ اور سوائے آنکھوں کی پتلیوں کے کوئی دوسرا عضو بدن اسکا ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ حجر ابن عدی نے ان پر حملہ کیا۔ مگر مالک نے اس پر پیشدستی کی اور فوراً عامر کے قریب پہنچکر اپنی تلوار کی ایک ہی ضرب میں اسکو قتل کر ڈالا۔ عامر کے قریب ایک شخص اسکے ہمراہیوں میں کھڑا تھا اس نے عامر کا قصاص فوراً مالک سے لینا چاہا۔ مگر مالک نے دوسرے حملہ میں اسکا بھی خاتمہ کر دیا۔ اسکے بعد اسکا دوسرا رفیق پیدا ہوگیا۔ مگر اسکو بھی مالک نے مار ڈالا۔ اسی طرح مالک نے اہلشام کے چار دلیر جوانوں کو کھڑے کھڑے میدان جنگ سے چن لیا۔

معویہ مالک کے ایسے سخت حملے دیکھکر نہایت متردد ہوا۔ اور مروان الحکم سے اہل شام کی مدد کرنے کو کہا۔ مگر مروان عمر عاص پر ٹال گیا۔ ہرچند کوشش کی مگر مروان نے ذرا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ کی۔ آخرکار عمر عاص کو بمجبوری اہل عراق سے مقابلہ کی مصیبت اٹھانا پڑی۔ عمر عاص کو اسوقت کی موجودہ ضرورت کے موافق اپنی شجاعت کا جوش آگیا تھا۔ پانچسو سواروں کے ساتھ امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر سے مقابل ہوا۔ مالک بھی اسکو مقابل پاکر عمر عاص کے سامنے گیا عمر عاص کو آج بھی اسی کیفیت سے سامنا ہوا۔ مالک کے نیزہ کی ٹکان ان کو ایسی پہنچی کہ گھوڑے پر یہ کسی طرح نہ سنبھل سکے۔ آخر زمین پر گر پڑے۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہوگیا۔ خیریت ہوگئی کہ انکے ہمراہی مالک کے پہنچنے سے پہلے ان کے قریب پہنچگئے۔ اور ان کو لشکرگاہ میں واپس لیگئے۔ نہیں تو مالک کے پہنچتے ہی انکی ساری تمناؤں کا خاتمہ ہوجاتا اور فتوحات افریقہ کی تمام ناموریاں خاک ہوجاتیں۔

جب یہ کیمپ میں پہنچے تو مروان الحکم جو ان پر ضرور خار کھائے تھا۔ ان سے پوچھنے لگا۔ اے عمر عاص یہ کیا ہے عمر عاص نے جواب دیا کچھ نہیں مروان نے ہنسکر کہا کہ ہاں سچ ہے ایسی ہی تکلیفیں امیر مصر ہونے کے مقابلے میں کہیں آسان

ہیں۔ عمر عاص کے معرکہ کے بعد دن تمام ہو چلا تھا۔ مگر شام کے لشکر سے دفعتاً ایک نوجوان لڑکا مالک کے مقابلہ پر موجود ہوا مالک نے اپنے بیٹے ابراہیم کو اس سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ابراہیم نے اپنے حریف کو مار لیا۔ اس کے بعد رات ہو گئی اور اہل شام نہایت بری حالتوں سے اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے۔ اعثم کوفی

آٹھویں لڑائی

صبح کو ابھی آفتاب پردہ افق سے نہیں نکلا تھا۔ کہ اہل شام کی تمام فوج جو کل کے دن غنیم کے ہاتھوں نہایت سخت صدمے اٹھا چکی تھی۔ میدان جنگ میں آنکلی۔ معاویہ نے خود تمامی فوج کا سر میدان جائزہ لیا۔ اور ان کو ان کے مقام مناسب پر ترتیب دیکر کھڑا کر دیا۔ اب آفتاب طلوع ہو گیا۔ اور اچھی طرح دن نکل آیا۔ اہل شام تو کل ہی سے پست ہمت ہو رہے تھے۔ اور اب انکے دل امیر المومنین علیہ السلام سے مقابلہ پر آمادہ اور قوی نہیں ہوتے تھے۔ معاویہ نہایت مضطرب الحال ہو رہا تھا۔ اسی عالم میں اس نے عقیل ابن مالک کو جو قبیلہ بنی عبس میں بہت بڑا قوی دل اور شجاع مشہور تھا۔ مقابلہ کے لئے حکم دیا۔ عقیل نے جواب دیا کہ میری خود خواہش تھی کہ اس لڑائی میں بہت بڑی کوشش کروں اور تجھکو اپنے محاسن خدمات سے رضامند کروں۔ لیکن جس روز سے کہ عمر عاص اور ذوالکلاع حمیری نے آپسمیں باتیں کیں اور مناظرہ کیا۔ اس دن سے میرے دلمیں ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے اور اسی باعث سے اب میں علی ابن ابیطالب اور ان کے اصحاب سے نہیں لڑ سکتا۔ میں اس معاملہ میں جہاں تک غور کرتا ہوں علیؑ کو حق پر اور تجھکو باطل پر پاتا ہوں۔ اس دنیائے فانی کے چند روزہ ایام بہت جلد گذر جائینگے۔ لیکن اب مجھے اس جہان کا سخت اندیشہ لگا ہے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عتاب اور خدا کے عذاب سے نہایت خوفناک ہوں۔ یہ دو روز کی زندگی تو خوشی یا ناخوشی گرم و سرد میں گذر جائیگی۔

عقیل کی یہ باتیں سُنکر معاویہ کو سخت صدمہ پہنچا۔ مگر اس نے عتاب کا مطلق خیال نہ کیا۔ اور اسی وقت یہ ارادہ کر لیا۔ کہ اگر عقیل یونسؑ کی طرح مچھلی کے پیٹ میں بھی جا چھپے تو بھی میں اسکو زندہ نہ چھوڑونگا۔ اسی دن رات کو معاویہ نے دو تین آدمیوں کے ذریعہ سے عقیل کو قتل کر ڈالا۔ اعثم کوفی

عقیل تو کسی طرح مقابلہ پر آمادہ نہوا۔ امیر المومنین کے لشکر نے مقابل کا دیر تک انتظار کیا۔ لیکن جب ان کو بالکل مایوسی ہو گئی۔ تو اصبع ابن نباتہ۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معزز صحابی لشکر امیر المومنین سے نکلکر لشکر شام پر حملہ آور ہوئے۔ اور بہت دیر تک ان سے اُلجھے رہے۔ مگر کوئی شخص ان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا۔

اصبع کے واپس آنے کے بعد اہل شام میں ایک شخص کو جسکا نام عوف بن نخرات تھا اپنی شجاعت اور قوت دلاوری کی حرارت آئی۔ کعب ابن جریر الاسدی اس سے نکلکر مقابل ہوا اور دو ہی چار حملوں میں اسے قتل کر ڈالا۔ کعب اسکو قتل کر کے معاویہ کی طرف جھپٹا تھا مگر اسکو نہ پا سکا۔ اپنے مقام پر واپس آیا۔ پھر عبد الرحمن ابن خالد ابن الولید لشکر شام

سے نکلکر حارث ابن قدامہ کا مقابل ہوا۔ حارث نے اسکو ایسا کاری زخم لگایا۔ کہ وہ آخرکار بیچین ہوکر اپنی صف میں جا گھسا۔ عبدالرحمن کے بعد ابوالاعور سلمی آیا اور کعب کا مقابل ہوا۔ مگر اسکی بھی وہی حالت ہوئی۔ جو عبدالرحمن کی۔ یہ کیفیت دیکھکر معویہ نے اہل شام کو ایکبار حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ مگر امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں سعید ابن القیس الہمدانی نے بہت جلد اس حملہ کی پوری مدافعت کا انتظام کرلیا۔ اور نہایت دلیری سے اسکو روکا آخرکار شام ہوگئی اور جانبین کی فوجیں اپنے اپنے کیمپ کو واپس گئیں۔

نویں لڑائی

یہ لڑائی عمر ابن عطارد داروی تیم کے نام سے مشہور ہے اہل شام پر اس نے صبح سے حملے کئے۔ اور شام تک انکے ساتھ تیغ زنی میں مصروف رہا۔ آخرکار رات کی وجہ سے دونو لشکر جنگ سے باز رہے۔

دسویں لڑائی

امیرالمومنین کے لشکر سے آج قبیضہ ابن جابر قبیلہ بنی اسد کے رئیس نے غنیم سے مقابلہ کا قصد کیا اور اپنے قبیلہ کے تمام لوگوں کو جمع کرکے انکی بہت دلجوئی تشفی اور تسکین کی۔ جسوقت اہل شام میدان جنگ میں آئے۔ اسی وقت قبیضہ ان کے سر پر آ پہنچا اور عمر ابن عطارد کیطرح اس نے بھی صبح سے لیکر شام تک اپنی شجاعت قوت اور ہمت کے بینظیر اور لاجواب جوہر دکھلائے۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کی جان نثاری کے حقوق نہایت مستعدی سے ادا کئے۔ رات ہوگئی لڑائی موقوف ہوگئی۔

گیارھویں لڑائی

معاویہ ابن ابوسفیان نے صبح سے اپنی فوج کو غنیم کے مقابلہ پر تیار کر رکھا تھا پہلے تو اہل شام روزانہ صعوبتوں کا خیال کرکے کسی قدر ہٹے۔ مگر عمر عاص کا جیتا جاگتا جادو ایسا ہی پُر اثر تھا کہ آخرکار ان کو کیمپ سے میدان جنگ میں گھسیٹ ہی لایا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام آج خود میدان جنگ میں تشریف فرما تھے۔ اور ذیل کے رجز کو جسے ہم تاریخ اعثم کوفی کے ترجمہ سے لکھتے ہیں ارشاد فرماتے تھے۔

میں علی ہوں مجھ سے سوال کرو کہ تمکو معلوم ہو جائے۔ اگر تم میدان جنگ میں نکل آئے تو بھاگو گے۔ میری تیغ آبدار میں سخت برش ہے اور میرے نیزہ کی انی بہت روشن ہے۔ میرے سلسلہ میں نبی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہیں۔ میرے ہی سلسلہ میں حمزہ اخیار اور جعفر تیار ہیں جنکے دو بازو عطیۂ الہی ہیں۔ اور وہ فضل خدا سے بہشتوں میں پرواز کرتے ہیں۔ فاطمہ طاہرہ علیہا السلام میری عروس ہیں۔ جن پر مجھکو فخر و مباہات ہے۔ یہ تمامی افتخار میرے لئے ہیں اور پسر ہند کے لئے ان میں سے کچھ بھی نہیں۔

معویہ نے یہ رجز سنی تو اسکو بھی کسی قدر جرأت اور شجاعت کی حرارت آئی۔ اور وہ کسی قدر امیر المومنین کے مقابلہ پر آمادہ ہوا۔ چھوٹا بھائی عتبہ ابن ابوسفیان پہلو میں پاس کھڑا تھا۔ یہ قصد دیکھکے کہنے لگا۔ کہ ایسا خیال دلمیں ہرگز نہ لانا اور جان بوجھکر شیر کے پنجہ میں نہ جانا۔ علی کی رجز خوانیوں کا خیال نہ کرو۔ میری فوج میں کوئی ایسا نہیں ہے جو ان کے مقابلہ کی تاب لائے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ تیرے غلام حریب کو جو ہزاروں میں فرد تھا۔ انہوں نے کیسا دم کے دم میں قتل کر ڈالا عمر عاص جو اپنی جنگو لیاقتوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ کیسی ذلت اور رسوائی اٹھاکر ان کے مقابلہ سے بھاگا۔ اگر تم کو اپنی جان کی وقعت اور ہماری محبت نہیں رہی ہے اور اپنی زندگی سے یونہی بیزار ہو گئے ہو تو ان کے سامنے جاؤ

عتبہ کے کہنے سے معاویہ کے قصد میں کچھ کمی آئی تھی مگر ابرہہ ابن الصباح نے پھر کسی قدر آمادہ کیا تھا کہ معاویہ کے خاص مصاحبوں نے پھر اسکو روکدیا۔ جس پر ابرہہ کو نہایت غصہ آیا اور اسی وقت لشکر سے علیحدہ ہو کر اپنی آرامگاہ کو واپس آیا۔

بہرحال معویہ تو نہ نکلے مجبور ہو کر بسر ابن ارطاۃ کو امیر المومنین سے مقابلہ کرنا ہوا۔ بسر اسدن اپنے جسم کی پوری حفاظت کئے ہوئے تھا۔ مگر کسی وجہ سے اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تھا۔ بسر امیر المومنین سے مقابل تو ہوا مگر حملہ اللّٰہی کے وقت اسکی بھی وہی کیفیت ہوئی۔ جو اسکے قبل اس کے ہمپایہ اور ہمشان عمر عاص کی ہو چکی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بیساختہ اپنی آنکھیں چھپالیں اور لشکرگاہ کو واپس آئے۔ سوانحعمری حضرت علی علیہ السلام ص ۲۶۵۔

بسر ابن ارطاۃ کی یہ ذلت اس کے ذی ہمت غلام سے نہ دیکھی گئی وہ نہایت پُرجوشیوں میں رجزخوانی کرتا ہوا لشکر شام سے نکلا۔ اور میدان جنگ میں آکھڑا ہوا۔ مالک ابن اشتر نے اسکے رجز کا جواب دیکر اس سے مقابلہ کیا اور اسے مار ڈالا۔

اس غلام کے مارے جانے کے بعد امیر المومنین کے لشکر سے اشعث ابن قیس۔ عدی ابن حاتم الطائی۔ سلیمان ابن صرد۔ سعید ابن قیس الہمدانی اور حارثہ ابن قدامتہ السعدی نے مع اپنے ہمراہیوں کے اہل شام پر حملہ کر دیا اور اپنی تلواروں سے فوج کے بہت بڑے حصہ کو کاٹ ڈالا۔ اور بقیہ کو میدان جنگ سے بہت دور تک پیچھے ہٹا دیا یہ لڑائی صبح سے مغرب کی نماز کے وقت تک ہوتی رہی۔ آخرکار تاریکی کا خیال فرماکر امیر المومنین کے دلیر اور پُرہمت افسروں نے لڑائی موقوف کی۔ اہل شام نے اہل العراق کے ہاتھ سے اس لڑائی میں بہت نقصان اٹھائے آج ہی ان کے چہرے سے انتشار اور غیر اطمینانی کے پورے آثار ظاہر ہونے لگے۔

بارھوین لڑائی

ہم پہلے آج رات کی کیفیت لکھیں تو صبح سے جنگی روزنامچہ کا سلسلہ آغاز کرینگے۔ معاویہ ابن ابوسفیان بہت ہی شکستہ خاطر میدان جنگ سے کیمپ کو گیا تھا۔ اپنی فوج کی مضطربانہ حالتیں دیکھکر اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا

اپنی آرامگاہ میں پہنچکر پہلا کام جو اس نے کیا وہ یہ ہے کہ تمام افسران فوج رؤسا اور اشراف بنی امیہ اور قریش کو جتنے لوگ موجود تھے۔ جمع کیا۔ اور ان سے مخاطب ہوکر کہا۔ کہ ہمنے انہیں چند روزوں میں سب کچھ دیکھ لیا۔ اور تمہارے پورے واقعات کے حالات دریافت کرلئے۔ مگر مجھے اس امر سے نہایت تعجب ہوا۔ کہ میرے اس کاروبار میں یا اعتماد پر میرے ساتھ شفقت کرنے والا کوئی نہ نکلا۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جو میرے ساتھ کوئی بات خواہ کوئی کام ایسا کرتا کہ جس سے کچھ تو محبت کی بو آتی اور جسکو کسی روز یہ کہنے کا موقع ہوتا کہ ہمنے صفین کے جنگ میں ایسے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ تم لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں نکلا۔ کہ جو حریف سے مقابلہ کے وقت رسوا۔ مغلوب اور ذلیل ہوا ہم کس کس کے حالات بیان کریں۔ ایک عمر عاص ہی کو دیکھو۔ عقلمندی۔ کفایت شعاری۔ مردانگی اور شجاعت کا تو یہ دعویٰ۔ اور بات کہیگا تو ایسی کہ گویا تمام ملک شام مجھ پر گرا دیا۔ لیکن جب معرکہ میں نکلیگا۔ اور غنیم سے لڑائی کو جائیگا۔ تو اس رسوائی اور فضیحت سے بھاگ آئیگا جسکی حالت سب کو معلوم ہے۔ بسر ابن ارطاۃ پر خیال کرو۔ یہ مقابلہ کو نکلے تو علی ابن ابی طالب سے۔ مگر جب مقابلہ ہوا تو کیا نتیجہ نکلا۔ وہ بھی ابھی ہم آنکھوں سے دیکھ چکے۔

معاویہ اپنی تقریر کو یہاں تک پہنچا چکا تھا۔ کہ مروان الحکم سے نہ رہ گیا۔ اسکی بات کاٹ کر کہنے لگا۔ کہ اے ابوسفیان کے بیٹے جو جو تونے چاہا کہدیا۔ ہم سب سنتے رہے۔ اب اسکا جواب بھی سن لے۔ معاویہ نے کہا بیان کر۔ مروان نے کہا کہ ہم بنی امیہ کن وجہوں سے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے رشتہ داروں پر ترجیح حاصل کرسکتے ہیں اور کسطرح ہم اپنے آپ کو ان کا مقابل بنا سکتے ہیں۔ اگر سنت اسلام پر فخر کریں تو بزرگی کا لحاظ پرہیزگاری اور تقویٰ سے ہوتا ہے اور وہ تم میں مطلق نہیں۔ زمانہ جاہلیت کے فخر و مباہات عموماً حسب نسب پر ہوتے ہیں۔ اور آج تمام عرب میں ہر شخص کو قریش کی عظمت۔ تقدیم اور تقدیس معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی اعتراف ضرور ہے کہ نسل قریش کے مایہ افتخار بنی عبدالمطلب ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب بھی بنی عبدالمطلب کے سرمایۂ ناز ہیں۔ ہم بنی عبد مناف ہوکر کیونکر ان پر ترجیح حاصل کریں۔ اور اپنے لوگوں کو ان کا مقابل کیونکر بنائیں۔ ہم لوگوں کو امیرالمومنین پر کبھی فخر و مباہات دستیاب نہیں ہوسکتا۔ ترجمہ تاریخ اعثم کوفی۔

معاویہ ابن ابو سفیان کو مروان کی تقریر بہت بری معلوم ہوئی۔ اور جھلا کر اسکے جواب میں کہا کہ میں نے صفین کے میدان میں ہزاروں سپاہی جمع کر دیئے۔ اور لاکھوں قسم کے آلات حرب بھی فراہم کرلئے۔ اور ایک لاکھ کی جمعیت لیکر میدان جنگ میں کھڑا کردیا۔ صرف اسی لئے کہ علی ابن ابی طالب پر ثابت ہوجائے کہ تمام حسب نسب پر تیغ بار و مناقب جاہلیت میں کون سرور اور چکا ہے۔ اور اسوقت بھی باعتبار کثرت الناس کے حمایت اسلام کے منصب پر ہم میں سے ان میں کون بہتر حکم دینے والا ہے۔ تو اسوقت حسب نسب پر فخر کرتا ہے۔ ہمکو مفاخرت سے کیا علاقہ۔ ہم لڑنے آئے تھے یا اپنے آباو اجداد پر مفاخرت کرنے۔ یہ فخر و مباہات کو لیکر کیا کرونگا مجھکو تو صرف جنگ جدال منظور ہے۔

معاویہ کی اس تقریر کا اس جلسہ میں کسی نے جواب نہیں دیا۔ اور وہ بات یہیں تک پہنچکر رہ گئی۔ بلکون باتوں میں بات بہت آگئی۔ اور ہر شخص لڑائی کی صعوبت اٹھاکر دل بھرکا خستہ ہو رہا تہا۔ اس لئے وہ جلسہ برخواست ہو گیا۔ اور تمامی اشراف و عمائد قریش معویہ ابن ابوسفیان کی صحبت سے اٹھکر اپنی اپنی خوابگاہ کو واپس آئے۔

صبح ہوئی معاویہ تو اشراف قریش کیا اپنی تمام فوج کی پست ہمتی اور سرد نفسی دیکھکر بیدل ہو رہا تہا۔ آج اس نے تمام قبیلوں سے قطع نظر کر کے اپنے چھوٹے بھائی عتبہ ابن ابوسفیان کو اپنی موجودہ جمعیت کا سردار بنایا اور میدان جنگ میں بھیجا۔ جعدہ ابن ہبیرہ (حضرت ام ہانی بنت ابی طالبؑ کے بیٹے) ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جعدہ اور عتبہ میں کچھ شناسائی اور ارتباط پہلے سے بھی تہا۔ اس لئے مقابل ہوتے ہی حملہ سے پہلے آپسمیں کچھ گفتگو ہوتی رہی جسکا نتیجہ آخیر دست بقبضہ ہونے کے سوا اور کچھ بھی نہ نکلا۔ عتبہ کیسا تہہ اسوقت اہل شام کی کثیر جماعت تہی اور جعدہ کے ساتھ بھی بہت سے اہل عراق موجود تہے۔ گفتگو کے بعد جانبین سے ایک نے دوسرے پر حملہ کیا اور دوپہر سے شام تک بازار جنگ گرم رہا۔ اور شدید خونریزی ہوتی رہی۔ تلوار پر تلوار اور لاش پر لاش گرتی رہی۔ آخیر دنا گرے عتبہ کی جماعت میں انتشار کی کیفیت پیدا ہوئی۔ جعدہ ان کے رخ پہچان گئے۔ اور شدید حملہ پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے۔ شام ہوتے ہوتے اہل شام کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ عتبہ سے فوج سنبھالی نہ گئی آخر اسکے پاؤں بھی اٹھ گئے۔ اور وہ بھی ایک معمولی حیثیت میں ہو کر جان کے خوف سے میدان جنگ سے فرار ہو گیا۔ جعدہ نے اس کا تعاقب بھی نہ کیا اور جنگ موقوف کر کے اپنی لشکرگاہ کو واپس آیا۔

معاویہ نے بھائی کو اسوقت اس ذلت سے بھاگتا دیکھا تو اس پر اور بھی جھلایا۔ اور کہا کہ تونے آج اس ترکیب سے لڑکر اور پھر اس طرح بھاگ کر ہم سب پر ایسا سخت دھبہ لگایا ہے کہ اسکو ہم اسوقت کسی طرح سے دور نہیں کر سکتے تیرا مباحثہ تو نہایت خوب تہا۔ بشرطیکہ تیرا مقابلہ بھی ایسا ہی ہوتا۔ جعدہ کی تقریر کے بعد تو اس سے لڑا اور پھر ایسی ذلت سے بھاگا۔ کہ تیری تقریر اور لڑائی دونو سے مجھے کلی نفرت ہو گئی۔ اے کاش تونے یہ کچھ نہ کیا ہوتا اور کلمات عزو رمنہ سے نہ نکالے ہوتے۔

تیرھوین لڑائی

بہرحال کسی نہ کسی طرح وہ رات کٹی۔ مگر اب روز بروز معویہ کے لشکر میں ضعف۔ انفعال اور انتشار پیدا ہوتا جاتا تہا۔ اور اسکے ہر شخص کی ہمت۔ جرأت اور شجاعت میں پورے طور سے کمی آتی جاتی ہے۔ بہرحال جب آفتاب طلوع ہوا۔ تو آج لشکر امیرالمومنین علیہ السلام سے وہ دلیر و ذی ہمت۔ قوی دل۔ جوان نبرد نکلے۔ جنکی ہمت دلیری اور شجاعت کا امیر شام کی فوج کو اگرچہ اس سے پہلے بھی امتحان ہو چکا۔ مگر صفین کی لڑائی میں ابتک ان سے مقابلہ کی نوبت نہیں آئی تہی۔ یہ انصار کی جنگ آور مقدس جماعت تہی۔ جنکی امداد و اعانت پر اسلام کو اعتراف

تھا۔ جنہوں نے جناب سید الانام اور اسلام کی اس تنہائی اور مجبوری کی حالت میں محافظت اور اعانت کی تھی جو وقت تمام جزیرہ نمائے عرب میں اسلام کی پشت پہ کوئی ہاتھ رکھنے والا نہیں تھا۔ انصار کی خدمت مہاجرین سے کبھی کم نہیں کہی جاسکتی۔ اور انکی ذاتی ہمدردی اور اعانت کو مہاجرین کی خدمتوں سے کم ٹھہرانا انصاف کا مقتضی نہیں ہے۔

بہرحال امیرالمومنین نے انصار کی مقدس جماعت کو رزمگاہ میں بھیجا۔ اور ان کو وہی علم عنایت فرمایا جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مختلف غزوات میں دیا تھا۔ معویہ نے انصار رسول کو آمادہ کارزار دیکھ کر اور جناب رسالت مآبؐ کے نشان کو پہچان کر نعمان ابن بشیر مسلمہ ابن مخلد کو جو انصار میں سے تھے بلایا اور کہا کہ آج میں انصار کے ہاتھوں عاجز آگیا ہوں۔ فوج سے جنکو ان کے مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔ سنتا ہوں مارا گیا۔ کیا اچھا ہوتا کہ انصار لڑائی کے کام کے نہ ہوتے اور اسکے عوض میں خرما اور طفیلی خوری کی عادتوں پر قانع رہتے تو میں آج اس آفت سے بچ جاتا۔

نعمان ابن بشیر کو اتنے دنوں میں تو آج ہی امیر معویہ کی طعن آمیز باتوں پر تھوڑا سا طیش آیا تھا۔ معاویہ کی پوری تقریر سنکر کہنے لگے کہ اے امیر۔ اب قوم انصار کو شجاعت اور مردانگی پر ملامت نہ کر۔ اسلئے کہ انکی عادت اور خاصہ طبیعت زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں شجاعت اور مردانگی ہی رہی ہے۔ جس کام پر متوجہ کئے گئے اس پر ہمیشہ مردانہ وار رہے ہیں۔ انہیں انصار نے جو کچھ دلیری اور مردانگی خدمت جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہ کر دکھلائی ہے۔ اسے سب دیکھ چکے ہیں۔ اور تو بھی ان سے بخوبی واقف ہے۔ خرما کھانا یہ عموماً اہل عرب کی عادت ہے تم لوگوں نے جب خرمے پر دانت لگایا۔ تو اسکو بالکل نوش کر گئے اور ہمارے لئے کچھ بھی نہ چھوڑا۔

معاویہ ابن ابوسفیان نے نعمان کی باتوں سے قطع نظر فرما کر اپنی موجودہ فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ حکم کی دیر تھی ایکبارگی تمام فوج اہل شام حرکت میں آئی۔ اہل عراق میں قیس ہمدانی نے یہ خیال کر کے کہ انہیں کے ساتھ ان کا امیر بھی ہوگا فوراً اپنے گھوڑے کو تیز کیک ان کے سر پہ آموجود ہوا۔ اور فوج شام کے ایک ممیز سوار پر اس خیال سے کہ یہی معویہ ابن ابوسفیان ہے۔ اپنی تیغ آبدار کا وار کیا وہ تو ضرب کھا کر زمین پر آ رہا۔ مگر اسکے گرتے ہی قیس کو معلوم ہو گیا کہ یہ معویہ نہیں۔ یہ اپنی لشکرگاہ کو واپس آیا۔ مگر اس کے ہمراہی حریف سے اسی طرح جنگ و جدال میں مصروف رہے۔ مخارق ابن عبدالرحمن اہل شام میں نہایت شجاع اور قوی ہیکل جوان مشہور تھا۔ رزم گاہ میں آیا۔ مومن بن عبداللہ لشکر امیرالمومنین سے نکلکر اس سے مقابل ہوا۔ مخارق نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے زمین پر گرتے ہی وہ بھی گھوڑے سے اُترا۔ اور مومن کا سر کاٹ لیا۔ اور اسکی لاش کو برہنہ کر دیا۔ مومن کے بعد مسلم ابن عبد ربہ الازدی اس سے مقابل ہوا مخارق نے اسے بھی قتل کر ڈالا۔ اور مسلم کی بھی ویسی حالت کی جو مومن کی۔

مخارق نے اسی طرح دم کے دم میں عراق کے چار جوانوں کو گھوڑے گھوڑے میدان جنگ سے چن لیا اور سب کے

ہتھیاروں کو برہنہ کر دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام معرکہ میں موجود تھے۔ مخارق کی یہ جرأت دیکھکر آپ کو تحمل نہ رہا اور فوراً مخارق کے قریب جا پہنچے اور اسکو اپنی ضرب شمشیر سے دو کر دیا۔ اور اسکا سر کاٹ ڈالا۔ مخارق کے بعد دوسرا شخص میدان میں آیا۔ اسکی بھی وہی حالت رہی۔ اسی طرح اہل شام کے چار آدمی پے در پے جناب امیرؑ نے مار کر مقتولین عراق کا پورا معاوضہ لے لیا۔ اب اہل شام میں آپکے مقابلہ کی کوئی جرأت نہ کر سکا۔ ہر چند معاویہ نے اپنے غلام حارث کو آمادہ کرنا چاہا۔ مگر وہ جان کے خوف سے اسوقت چوٹ بچا گیا۔ آخر امیر المومنینؑ مجبور ہو کر واپس ہوئے۔

امیر المومنینؑ کے واپس آنے کے بعد پھر اہل شام کے دل بڑھنے لگے۔ کریب ابن الصباح ابن ذی حزن الحمیری اپنی صف سے جدا ہو کر اہل عراق پر حملہ آور ہوا۔ المرتفع ابن الوضاح الخولانی نے اس سے مقابلہ کیا۔ مرتفع مارا گیا۔ پھر حارث ابن اللجاح الحکمی اسکے مقابلہ پر آیا۔ وہ بھی مقتول ہوا۔ حارث کے بعد عباد ابن مسروق الہمدانی مقابل ہوا۔ اسکی بھی وہی حالت ہوئی۔ اب تو کریب اور بھی شیر دل ہو گیا۔ گھوڑے سے اترا اور مقتولین کے سر کاٹکر اور انکی لاشیں ایک پر ایک رکھکر تمام شجاعان جنگ کو اپنی شجاعت اور قوت کا نمونہ دکھلایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے یہ دیکھکر اسکی طرف رخ کیا۔ پہلے تو اسکو کچھ موعظت فرمائی اور اسکو حق کیطرف مائل کرنا چاہا۔ مگر ایک تو وہ پہلے ہی سے جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھا۔ اور اب دو تین آدمیوں پر اس دلیری اور آزادی سے کامیاب ہو کر اپنی پر جوشیوں میں اندھا بنگیا۔ ایسی حالت میں وہ کسی کی کیا سنتا۔ آخر کار امیر المومنینؑ دست بقبضہ ہوئے۔ اور کریب تھوڑی دیر میں اپنے خون میں لوٹتا نظر آنے لگا۔ کریب کے بعد الحارث بن وداع الحمیری آیا۔ وہ بھی مقتول ہوا۔ اس کے بعد المطاع ابن عبد المطلب العیسی آیا وہ بھی مارا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اہل شام کی گرمجوشی کچھ عرصہ تک ٹھنڈی پڑ گئی۔ امیر المومنینؑ نے عرصہ تک اپنے دوسرے مقابل کا انتظار کیا۔ مگر انکی ہمتیں جواب دے چکی تھیں۔ اب وہ کیا نکلتے۔ امیر المومنین علیہ السلام گھوڑے سے اترے اور کریب کی طرح مقتولین کی لاشوں کو ایک کے اوپر ایک رکھکر قصاص کی پوری صورت دکھلا دی اور ذیل کی آیہ تلاوت فرمائی۔

الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين۔

پھر معاویہ کو بآواز بلند پکار کر فرمایا۔ اے معاویہ میدان میں نکل آ۔ ہم تم دونوں تھوڑی دیر میدان جنگ میں چل پھر لیں اور جو کچھ جوہر جنگ ہیں وہ ظاہر ہو جائیں۔ معویہ نے جواب دیا۔ کہ میں اپنی جان کو بہت عزیز رکھتا ہوں مجھے تم سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ آج تم نے میرے چار جوانوں کو جو دلیری میں یکتا شمار کئے جاتے تھے قتل کر ڈالا

سوانح عمری صر ٣٦٢۔

عروہ ابن داؤد دمشقی نے بڑھ کر کہا کہ اے پسر ابیطالب اگر معویہ تمہارے مقابلہ سے کم ہمت کرتا ہے تو کیا ہوا میں تو

کراہیت نہیں کرتا۔ یہ کہکر وہ اپنی صف سے باہر نکل آیا۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب نے اس مقابلہ کو ناموزون خیال کیا۔ مگر امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ جب اس نے اس جگہ دیوں سے مجھے بلایا ہے تو مجھکو وہ اسکی تمنا پوری کر دینی لازم ہے یہ کہکر آپ عروہ پر حملہ آور ہوئے۔ اور اسکے حملہ کرنے سے پہلے آپ اسکا سر اسکے جسم پر ثابت نہیں تھا۔

عروہ کے بعد اہل شام کی مجموعی نوجوانوں نے بالکل بازوسی ظاہر کی۔ اور تاب مقابلہ نہ لاکر اپنے لشکر گاہ کو واپس آئیں امیر المومنین نے بھی وقت کی قلت کا خیال کرکے اپنی فتحیاب فوج کو واپسی کا حکم دیا۔

چودھویں لڑائی

دوسرے دن معاویہ نے ولید ابن عقبہ اور مروان الحکم کو رزمگاہ میں بھیجا تھا۔ اور عتبہ۔ شیبہ اور حنظلہ وغیرہ کے باقی قصاص دکھلا کر انکو مخالفت علی پر اور زیادہ پرجوش بنانا چاہا۔ مگر وہاں تو دلوں میں شمشیر علی کا خوف بیشتر سے اثر کر رہا تھا جسکے سامنے نہ کسی کی تقریر کام کرتی تھی اور نہ کسی کی تدبیر۔ مروان اور عمر عاص سے تو ہمیشہ جھگڑے چلا کرتی تھی۔ اسوقت بھی چل گئی۔ مروان تو اپنی حفاظت جان کی غرض سے عمر عاص کی باتیں سن رہا تھا۔ اور ان پر تحمل کرتا تھا۔ ابھی انکی باہمی گفتگو تمام نہ ہوئی تھی کہ ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص ایک معتدبہ جماعت لیکر میدان کارزار میں انکے سر پر آپہنچا۔ ہاشم کی ایک آنکھ جنگ یرموک میں زخم تیر سے جاتی رہی تھی یہ جنگ سنہ ۱۳ ہجری میں واقع ہوئی تھی۔

ہاشم کا مقابل اسوقت اہل شام میں فلان ابن جبل نکلا۔ اور امیر المومنین اور انکے اصحاب کی نسبت برے کلمات کہنے لگا۔ ہاشم نے اسکی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ تم لوگ تارک الصلوۃ ہو۔ نماز نہیں پڑھتے روزے نہیں رکھتے اسکا پورا قصہ ہم تعلیم معاویہ کے ذیل میں لکھ چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جب شامی حقیقت احوال پر مطلع ہوا۔ تو متنبہ ہوکر امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی غلط فہمیوں پر نادم ہوکر اپنی سوء اعتقادیوں سے تائب ہوا اسکے بعد ہاشم بہت دیر تک لشکر شام سے مقابل رہا۔ اور اپنا مبارز طلب کرتا رہا۔ مگر کوئی اسکے مقابلہ پر جواب نہ کر سکا۔ ہاشم یہ حالت دیکھکر لشکرگاہ کو واپس آیا۔ جب یہ لوٹ آیا تو حمزہ ابن مالک الہمدانی الشامی کی طرف سے نکلا۔ ہاشم اسکو دیکھکر پھر رزمگاہ کی طرف بڑھا۔ اور اس پر حملہ کرکے اسکو مار ڈالا۔ اسی طرح ہاشم نے شام کے متعدد جوانوں کو تھوڑے عرصہ میں قتل کر ڈالا۔ اور آخر کار خود بھی شہید ہوگیا۔ رحمتہ اللہ علیہ رحمتہ واسعتہ۔

ہاشم کے بعد شفیق بن ثور العبدی حریف کے مقابلہ پر جا پہنچا۔ اور اہل شام کو ہاشم مرحوم کی لاش مظلوم کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرنے دی۔ دیر تک ان پر حملہ کرتا رہا۔ آخر کار یہ بھی مارا گیا۔ شفیق کے بعد ہاشم کے بیٹے عتبہ نے میدان جنگ کا رخ کیا۔ اور باپ کی شجاعت اور دلیریوں کو زندہ کرکے دیر تک حریف سے دست وگریبان رہا مگر یہ بھی شہید کیا گیا۔ عتبہ کے بعد ابوطفیل عامر ابن واثلہ الکنانی میدان میں آیا۔ بڑی دیر تک اہل شام کو

حملے کرتا رہا۔ پھر اپنے مقام کو واپس گیا۔ اسکے بعد عبداللہ ابن بدیل بن ورقا الخزاعی میدان جنگ میں آیا اور اہل شام کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کرتا ہوا قلب لشکر میں جا دھنسا۔ اور وہاں بھی دیر تک لڑتا رہا۔ مگر اب ورقا انکے حلقے سے باہر نہ آسکا اور وہیں شہید ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ

امیرالمومنین کے لشکر میں یہ شخص نہایت قوی اور شجاع مشہور تھا۔ اہل شام کو اسکے قتل نے نہایت اطمینان دلایا اور وہ بہت خوش ہوئے۔ ورقا کے بعد نہایت شدت سے بازار جنگ گرم ہوا۔ اور طرفین سے حملے ہونے لگے۔ دونو طرف کی فوجیں بدلیوں کی طرح ایک دوسرے پر اُمنڈ آئیں۔ اور جانبین کے پرجوش شجاع اور دلیر مرد میدان کسی قدر متحمل پرجوشیوں کے باعث بیتاب ہوکر ایک دوسرے پر جھک پڑے۔ تلوار پر تلوار گرنے لگی۔ اور لاش پر لاش۔ لشکر شام سے جوشب ذی ظلیم جسکا ذکر ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اہل عراق پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ میدان میں آتے ہی ٹوٹ پڑا۔ سلیمان ابن صرد نے اپنے ہمراہیوں کیساتھ اسکی راہ روکدی۔ اور اسکی پرجوشیوں کا پورے طور سے جواب دیا۔ جوشب تمام لشکر شام میں بہت بڑا شجاع اور بہت بڑا دلیر مشہور تھا۔ جوشب انہیں لوگوں میں تھا جنکی قوت اور مردانگی پر معاویہ کی امیدیں منحصر تھیں۔ بہرحال سلیمان نے جوشب پر اور جوشب نے سلیمان پر حملہ کیا۔ اور دونو آپس میں اُلجھ گئے۔ سلیمان جوشب سے زیادہ تیزدست تھا اس نے جوشب کو مار گرایا۔ اور وہ زمین پر گر کر اپنے خون میں آپ لوٹنے لگا جوشب کے قتل نے معویہ کو غایت درجہ کا مایوس کر دیا۔ اور ورقا ابن عبداللہ کی خبر نے جسقدر اسکو مطمئن کیا تھا اسیقدر اس خبر سے وہ منتشر اور متردد ہو گیا۔ جوشب کو مار کر سلیمان ابن صرد کا ہاتھ نہ رُکا۔ اہل شام پر علی الاتصال حملے کرتا رہا۔ اس کا ایک حملہ دوسرے حملہ سے بڑھا ہوا تھا۔ غنیم کی بُری حالت ہو رہی تھی۔ انکی لڑائی سے دل اور میدان سے پاؤں اکھڑے جاتے تھے۔ ذوالکلاع حمیری کے حالات بھی اکثر مقام پر مندرج ہو چکے ہیں۔ ذوالکلاع بھی معویہ کے نزدیک قدر و منزلت میں یکساں تھا۔ اسکی شجاعت اہل شام کی سرمایۂ ناز تھی۔ ذوالکلاع آتے ہی سلیمان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اسکی پرجوشی اور تیزدستی کچھ بھی مفید ثابت نہ ہوئی۔ ذوالکلاع کو سلیمان نے آخر کار مار لیا۔ ذوالکلاع حمیری کے مرتے ہی تمام اہل شام کے چہروں پر مُردنی چھا گئی۔ اور اب ایک متنفس بھی اہل عراق پر حملہ کرنے کی جُرأت نہ کرسکا میدان جنگ میں جسقدر بڑھ آئے تھے۔ اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور اب وہاں بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش آگئی۔ سلیمان ابن صرد نے یہ دیکھکر ان کے قلب پر حملہ کر دیا۔ حملہ کے ہوتے ہی سب کے پاؤں اکھڑ گئے اور سب نے اپنی فرودگاہ کا رُخ کیا۔ اور اہل عراق نے اسی حالت میں ان کا تعاقب کیا۔ اور ان کو معاویہ ابن ابوسفیان کی آرامگاہ تک پہنچا کر واپس آئے۔ اور لشکر شام کے بڑے بڑے نمود اروں کا خاتمہ ہو گیا۔

پندرھوین لڑائی

آج امیرالمومنین علیہ السلام کے لشکر میں میدان جنگ کی امارت کا منصب قبیلہ بنی مذحج کو ملا۔ اہل شام بھی میدان میں

آئے میدان کے لشکر یا مارث حریث کے متعلق تھی۔ جو معاویہ کے غلاموں میں نہایت شجاع اور دلیر مشہور تھا۔ بنی مذحج پر حریث نے حملہ کیا۔ اور میدان سے مقابل طلب کیا۔ حبتی نے سبقت کرکے حریث سے مقابلہ کیا۔ اسکو قتل کرکے حبتی امیرالمومنین علیہ السلام کے حقوق خدمت سے ادا ہو گیا۔

حریث کے مرنے نے معاویہ کو بہت رنج پہنچایا۔ اور وہ دیر تک اس کے لئے روتا رہا۔ حریث کے بعد عبیداللہ ابن عمر ابن الخطاب نے میدان کارزار کا رخ کیا۔ ہم عبیداللہ ابن عمر ابن الخطاب کے تمام حالات ابتدا سے لیکر انتہا تک اوپر لکھ آئے ہیں۔ انکی قدر و منزلت جسطرح اہل شام میں ہوتی تھی۔ ویسی کسی اور کی نہیں۔ امیر خود جسقدر انکی خاطر کرتا تھا وہ ہمارے کسی بیان کی محتاج نہیں۔ عبیداللہ کو امیرالمومنین سے مخالفت ضرور تھی۔ اور یہ انکی خلافت کے ابتدا سے مدینہ کو چھوڑے تھے۔ عبیداللہ کے مقابلہ کا قصد حضرت محمد حنیفہؒ نے کیا۔ مگر امیرالمومنین نے انہیں باز رکھا۔ اور ان کو جانے نہ دیا۔ عبیداللہ نے زیادہ انتظار کو نامناسب سمجھکر اہل عراق پر حملہ کر دیا۔ اور ہر ضرب کے ساتھ یہ کہتے جاتے تھے کہ میں عمر ابن الخطاب کا فرزند رشید ہوں۔ اور خلفِ الصدق۔ قوم قریش کے گذشتہ۔ موجودہ اور آیندہ لوگوں میں نیکو کا اور باعث افتخار عبیداللہ ابن سوار العبدی جسکا شمار امیرالمومنین کے معمولی ہمراہیوں میں تھا۔ ان کا مقابل نکلا تاب نہیں سے وار ہونے لگے۔ عبداللہ نے عبیداللہ ابن عمر کو مار لیا۔ اور وہ اسکے نیزے سے زخمی ہو کر گرا اور مر گیا۔

اسکے اصلی قاتل کی نسبت مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ حریث ابن خلدہ نے اسکو قتل کیا۔ قبیلہ ہمدانی کا قول ہے کہ ہانی ابن الخطاب نے اسکو مارا حضر موت کے باشندوں کی تحقیق میں ان کا قتل ہانی ابن عمر البغی کے ہاتھوں واقع ہوا۔ قبیلہ بنو بکر کا بیان ہے کہ اسکو محریز ابن الصبیح نے ہلاک کیا اور صاحب روضۃ الصفا ابو حنیفہ دینوری کی تاریخ سے لکھتے ہیں کہ حریث ابن جابر حنفی نے اسکو قتل کیا۔ ملاحظہ ہو جلد دوم صد ۲۳۸۔

مگر صحیح یہ ہے کہ عبداللہ ابن سوار العبدی نے اسکو قتل کیا۔ اور اسکی تلوار بھی لے لی۔ جو بعد امتداد ایام کے عبداللہ کے پاس سے معویہ کے پاس پہنچی۔ ترجمہ تاریخ اعثم کوفی۔

سولھوین لڑائی

صبح ہوتے ہی شام کی فوج میدان میں نکل آئی۔ معاویہ انکو کل کی مصیبتوں پر آزردہ خاطر اور بیدل پاکر کہنے لگا کہ تم اوپر جو مہربانی فرما رہے ہو میں ان کا معترف ہوں۔ یہ سنکر قبیلہ اشعری کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے اے معویہ ہم لوگوں کو تجھ سے بڑی امید تھی۔ ہمکو یقین ہو گیا کہ تو باطل پر اور علیؑ حق پر ہیں۔ مگر ہم لوگوں نے تیری ہی رضامندی کے لئے اختیار کر لیا۔ اور حق کیجانب سے منہ موڑ لیا۔ شب و روز علیؑ کے ساتھ لڑتے رہے۔ آخر ہمکو اس امر میں فائدہ پہنچا جاہئے یا نہیں۔ دین ملے یا دنیا۔ اگر آج ہمکو جاگیریں ملینگی تو ہم تیرے موافق ہو کر اپنی کوششیں دکھائینگے۔ نہیں تو اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیر کر جناب امیر علیہ السلام سے جا ملینگے۔

یہ سنکر معاویہ نے جواب دیا تم پر منحصر نہیں جس قبیلہ کو مجھسے کہتا ہو۔ عرض کرے کہ میں انکی تمناؤں کو پورا کر دوں یہ سنکر خاندان بیک کے لوگ کہنے لگے کہ ہمکو جاگیر کی ضرورت نہیں۔ ہمکو انعام اضافہ تنخواہ کے ساتھہ ملنے چاہئیں اشعری نے عرض کی کہ مواضع ہوازن ہمکو ہماری وجہ معاش میں معاف کر دیا جاوے اور جبتک ہم زندہ رہیں موضع مذکور ہمارے تحت تصرف میں برقرار رہے۔ معاویہ نے انکی استدعا کو قبول کیا۔ اور ہر شخص کی خواہش کے مطابق اس کی استدعا پوری کر دی۔ ترجمہ اعثم کوفی مطبوعہ لکھنؤ۔

اسکے بعد جانبین سے حملہ ہوگیا۔ محمد اور عبداللہ۔ عمرو عاص کے دونو بیٹے۔ لشکر شام کے امیر تھے اور نہایت شدت سے اہل عراق کے ساتھہ مصروف کارزار۔ مالک ابن اشتر نے انکا مقابلہ کیا۔ یہ دونو انکے حملہ کی تاب نہ لاسکے اور قلب لشکر میں جا چھپے۔ مگر اہل شام کی باقیماندہ جمعیت کی غریب جانوں پر بن آئی۔ انکی تمام صفیں ٹوٹ گئیں۔ رسالے کے رسالے۔ پرے کے پرے میدان جنگ میں منتشر ہونے لگے۔ مالک نے انکی کامل ہزیمت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ یہ بھی لپٹتے لڑتے تھک گئے۔ اور کسی قدر زخمی بھی ہوئے۔ مگر اہل شام کو انکی فرودگاہ تک پہنچا کر واپس آگئے۔ اور لڑائی موقوف ہوگئی۔

سترھویں لڑائی

جانبین کے لشکر تیار ہوکر میدان میں پہنچگئے۔ اہل شام میں سے پہلا شخص جو نکلا وہ عزار ابن الادہم تھا یہ شخص اپنی شجاعت و قوت میں تمام اہل شام میں یکتا تھا۔ عباس ابن ربیعہ اسکا مقابل تھا۔ عزار نے اپنی اظہار شجاعت کی غرض سے اسدن اتنی جدت کی کہ باوجود سوار ہونے کے پیدل ہوگیا۔ اور اپنے مقابل کو بھی پیدل ہونے پر مجبور کیا۔ عباس بھی پیدل ہوئے اور دونو میں تیغ زنی ہونے لگی۔ عزار بہت مضبوط زرہ پہنے تھا۔ اس لئے مشکل سے عباس کا وار اس پر کارگر ہوتا تھا۔ مگر آخر کار عباس نے عزار کو مار گرایا۔ اور وہ زخمی ہوکر مر گیا۔

عزار کے مرنے سے اہل شام کو بہت محزون کر دیا۔ معاویہ نے اسی لئے اپنی فوج سے دو آزمودہ کار دلیروں کو عزار کے قصاص لینے کے لئے عباس پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے یہ آمادگی دیکھکر عباس کو مقابلہ سے باز رکھا اور خود ان دونو سے مقابلہ کیا اور انکو قتل کرکے اپنی جگہ پر واپس آئے۔

امیر المومنین کے واپس آنے کے بعد قیس ابن کسوح نہایت دلیریوں سے اہل شام کی صفوں کو چیرتا ہوا معاویہ کے قریب پہنچا۔ اسنے اپنے دل میں یہ ارادہ مصمم کر لیا تھا۔ کہ امیر شام کو ضرور مار لونگا وہ انہیں پُرجوشیوں میں آگے بڑھتا ہوا معاویہ کے قریب پہنچگیا۔ معاویہ کے ایک غلام رومی نے جو پاس کھڑا ہوا تھا۔ قیس کو اس دلیری سے آتے ہوئے دیکھکر ان پر حملہ کر دیا۔ قیس کا ایک ہاتھہ کٹ گیا۔ قیس نے دوسرے ہاتھہ سے تلوار تھام کر اس غلام آدمی کا بھی خاتمہ کر دیا۔ عبدالرحمن ابن اصلح یہ کیفیت دیکھہ رہا تھا۔ آگے بڑھا اور قیس کو ہلاک کر ڈالا۔ عباس ابن شریک

فوراً قیس کی کمک میں پہنچا مگر وہ بھی قتل ہوا۔ عباس کی یہ کیفیت دیکھکر مسروق ابن مسلم اور ابو شریح ابن عقیل قلب لشکر میں جا پہنچے اور تھوڑی دیر تک اہل شام سے اپنی شجاعت کی داد لیکر دو لوٹ آئے گئے۔ عقبہ ابن جونہ کو یہ کیفیت دیکھکر تاب نہ آئی وہ معہ اپنے ہمراہیوں کے گھوڑا اڑاتا ہوا اہل شام کے قلب لشکر میں دھنس پڑا۔ اور اپنے تمام مقتولین کے معاوضے کھڑے لے لئے۔ اور غنیم کے بہت سے سواروں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ عقبہ ابن جونہ کے بعد حجر ابن عدی الطائی اور معقل ابن قیس الریاحی بھی انکے ہمراہ ہو گئے۔ ان لوگوں نے ملکر اہل شام کو اسقدر دبایا کہ آخر وہ عاجز آکر میدان جنگ میں ادھر اُدھر منتشر ہونے لگے۔

اہلشام نے آج پوری ہزیمت اٹھائی۔ امیر المومنین کے چند اصحاب کام آئے۔ اور شام والونکی ایک معتد بہ جمعیت مارے گئی۔

سترھویں لڑائی کی رات

اس رات کو زخمیوں کو اسقدر تکلیف تھی کہ لشکریان شام کے کراہنے کی آواز عراق کے لشکر میں صاف طور سے چلی آتی تھی۔ اب معاویہ کو مقابلے سے پہلے اپنی فوج کی بگڑی حالتوں کو درست کرنا پڑا۔ امیر المومنین کے لشکریوں نے وہ گہرے گہرے زخم اٹھا کر اب ایسے نہیں رہے تھے کہ آئندہ کسی مقابلہ کی جرات کریں یہ کچھ انکی پست ہمتی۔ بزدلی اور خوف و دہشت کیوجہ سے نہیں تھا۔ بلکہ وہ آج دو دو تین تین روز سے ایسے زخم کھا رہے تھے اور انکی کثیر جماعت میں بہت کم لوگ ایسے باقی تھے جسکا جسم جراحت سے خالی نہ ہو۔

اٹھارھویں لڑائی

جانبین کے لشکر صبح کو پھر حرکت میں آئے اور دونوں طرف کے جنگی افسر کارزار پر آمادہ ہو گئے۔ نہایت سخت خونریزی ہونے لگی اور نہایت شدت سے تلوار پہ تلوار اور لاش پر لاش گرنے لگی۔ اس گیرو دار اور کارزار کیا لتا میں حضرت عمار یاسرؓ قلب لشکر سے جدا ہو گئے۔ اور اپنے ہمراہیوں کو استقلال و ثبات و قوت و جگرداری کے متعلق بہت پرتاثیر تقریر کی اور فرمایا بھائیو تمکو معلوم ہے کہ ہم لوگوں نے تین بار جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیساتھ انہیں لوگوں کے مقابلے میں جنکو نے الحال امیر شام کے پاس دیکھ رہے ہو جنگ کی ہے۔ میں آج کے مقابلہ میں صرف آمادہ ہی نہیں ہوں۔ بلکہ اپنی موت پر بھی اسیطرح مستعد اور تیار ہوں۔ اگر میں حریف کے ہاتھوں تمام ہو گیا تو میرے ہمراہیوں کو مناسب ہے کہ میرے بدن سے تمام ہتھیار کھول لیں اور مجھکو دفن کر دیں۔

بہرحال عمار یاسر رضی اللہ عنہ جان سے ہاتھ دھو کر میدان جنگ میں اہلشام سے مقابل ہوئے اور پے درپے مردانہ وار حملہ کرکے اپنی شجاعت اور جگرداری کے ساتھ ہی اپنی ضعیف اور کہن سالی ہاتھونکے جوہر دکھلائے اور عرصہ تک اسی طرح اہل شام سے الجھے رہے انکی صفوں کو توڑتے ہوئے اہل شام کے اس غول کیطرف بڑھے جو معاویہ کی حفاظت

کی غرض سے قلب لشکر تک تاکید میں اپنے پیچھے باندھے ہوئے سامنے کھڑے تھے۔ اہل شام نے عمار یاسرؓ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا یہ اپنی شجاعت اور قوت کے ہاتھوں ان سے اسیطرح تیغ زنی میں مصروف ہوئے۔ نہایت شدت سے خونریزی ہونے لگی اور بہت سرعت سے متواتر پر تلوار گرنے لگی۔ عمار یاسر رضی اللہ عنہ نے باوجود اس ضعف اور پیرانہ سالی اہل شام کے متعدد جوانوں کو قتل کیا اور آخر میں خود بھی مجروح ہوئے۔ ابن جویہ السکونی نے عمار یاسر کو بہت سخت زخم لگایا اور اسی محاصرہ میں ان کا کام تمام کرنا چاہا۔ مگر عمار یاسرؓ کے استقلال۔ ثبات اور شجاعت نے محاصرہ کے ایسے نازک وقت میں بھی ایسے بیش بہا جوہر دکھلائے۔ جنہوں نے اہل شام کے تمام مردانہ اور جوانانہ دلیریوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور اہل شام کے اس مستحکم محاصرے کو توڑ کر نکل آئے۔ اور اپنے گھوڑے کو بڑھاتے ہوئے اسی طرح اپنی صف میں آکھڑے ہوئے۔ عمار یاسرؓ نے اہل شام کے محاصرہ میں بہت بڑی قوت داریوں سے کام لیا۔ مگر بانیہمہ زخم کاری کی شدت اور پیری کے موجودہ ضعف و نقاہت نے زیادہ سنبھلنے کی اجازت نہ دی۔

ان کے ایک خادم رشید نامی نے اپنے مقدس مخدوم کی یہ حالت دیکھکر بہت جلد دودھ اور شہد کا شیرین شربت تیار کیا۔ قبل اسکے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقدس متبرک اور برسوں کا صحبت یافتہ رفیق زخم کی شدت سے نڈھال ہوکر گھوڑے سے نیچے اُترے۔ اس باوفا خادم نے یہ جام اجیز اپنے آقا کی خدمت میں پیش کیا عمار یاسرؓ نے اپنے جان نثار خادم کی اس خدمت کو نہایت حسرت سے دیکھا اور تھوڑی دیر تک سوچ کر کہا۔

صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اذا قیل علیہ السلام یا عمار تقتلک الفئة الباغیہ یدعوهم الی الجنه و یدعونک الی النار و اخر زادک اللبن۔

جناب رسولخدا نے سچ فرمایا۔ کہ اے عمار ایک فرقہ باغی تجھے قتل کریگا۔ تو ان کو جنت کی طرف بلائیگا اور وہ تجھکو دوزخ کی طرف بلائینگے اور تیری آخر غذا دودھ ہوگی۔ رشید اب میری موت مجھکو متیقن ہو گئی اور اب اسکی نسبت مجھے کچھ بھی شبہ نہیں رہا۔ یہ کہکر وہ جام خادم سے لے لیا اور پی گئے۔ مگر وہ تمام شربت زخم کی راہ سے باہر نکل آیا رشید نے یہ کیفیت دیکھکر گھوڑے کی باگ تھام لی اور اپنے آقا کو میدان جنگ سے علیحدہ اٹھا لایا۔ اب عمار یاسر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے۔ رشید نے اپنے ہاتھوں کے سہارے زین سے زمین پر اُتارا۔ زمین پر ان کا آنا تھا کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ طبری جلد چہارم ص ۵۔ ابو الفدا ص ۴۲۵۔ ترجمہ تاریخ علامہ ذہبی باب الصفین ص ۵۔ المرتضیٰ باسناد صحیحین شریفین ص ۱۴۲۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اسکی خبر ہوئی۔ اصحاب انصار کے ساتھ فوراً لاش عمار پر تشریف لائے اور نہایت حسرت سے اپنے قدیم رفیق کو مردہ دیکھکر اسکی فرط محبت اور محاسن خدمات کا خیال فرماکر تحمل نہ کرسکے بیساختہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ لاش کے قریب بیٹھ گئے اور ذیل کے اشعار ارشاد فرمائے۔

الایا ایہا الموت لیس تارکی ✤ ارحنی فقد افنیت کل خلیلی

اراک بصیرا بالذین احبہم ✤ کانک تنحو نحوہم بدلیل

اے موت تو مجھکو چھوڑنے والی نہیں ہے۔ مجھکو بھی آجا اور اب مجھکو بھی راحت دے جب میرے تمام دوستوں کو فنا کرچکی۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو میرے دوستوں کو اسطرح ایذا پہنچاتی ہے یا دیکھ لیتی ہے کہ گویا کوئی راہ نما ہے جو تجھکو انکی جانب راہ دکھاتا ہے۔ تہذیب المتین روضتہ الصفا جلد ثانی ص ۲۳۹۔

اسکے بعد جناب امیر المومنین دیر تک عمار یاسر کی لاش پر افسوس فرماتے رہے۔ امیر المومنین کے تمام اصحاب و انصار کا اسوقت لاش عمار پر ہجوم تھا۔ امیر المومنین کے علاوہ ابھی بہت سے ایسے بزرگوار اس مجمع میں موجود تھے جن کی آنکھوں میں اسوقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے لطف گھوم رہے تھے اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو انکی باتوں کو یاد کرکے اپنے دل میں حد سے زیادہ متاثر نہ ہوتا ہو۔ حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ کیجانب قدر و منزلت اور فضائل و مراتب ایسے نہیں تھے جو اسوقت کسی کی آنکھوں سے پوشیدہ ہوں۔

قتل عمارؓ کے متعلق دوسرے حالات

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ وہ شخص تھا جسے میں نے کبھی صحبت رسولؐ کو خالی نہ پایا۔ جب کبھی تین آدمی ان کی صحبت میں ہوتے تو چوتھے عمار یاسرؓ تھے۔ اور اسی طرح جب چار آدمیوں کا مجمع انکی خدمت میں موجود ہوتا تو پانچواں شخص یہی (بزرگ) ہوتا تھا۔ یہ وہی مقدس ہے جسکے بہشتی ہونے کے پاک بشارتوں کو جناب محمد صادق علیہ السلام نے ان صاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتَشْتَاقُ اِلٰی ثَلٰثَةٍ عَلِیٍّ وَّ عَمَّارٍ وَّ سَلْمَانَ۔ بہشت تین بزرگوں کی مشتاق ہے۔ علی۔ عمارؓ اور سلمان کی۔ صحیح بخاری مطبوعہ میرٹھ ص ۲۴۲۔

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام نے عمار یاسرؓ کی نعش اٹھا کر کنار دریا غسل فرمایا۔ نماز پڑھی اور وہیں دفن کردیا روضتہ الصفا جلد دوم ص۲۴۰۔ تہذیب المتین ص ۱۷۰۔

بہر حال ہم اپنے قدیم بیان کے سلسلہ پر آجاتے ہیں۔ حضرت عمارؓ کے واقعہ سے اہل عراق میں جو پریشانی اور افسوس کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس سے بڑھکر اس واقعہ نے انتشار اور شورش اہل شام میں پیدا کردی تھی۔ ابن جو ہر سکسکی اور ابو العادیہ فزاری دونوں عمار یاسر کے قتل میں باہم گچھ شریک تھے۔ امیر المومنین کے ایسے معزز اور مقدس سردار لشکر کو مار کر اور بے انتہا انعام و اکرام کی تمناؤں میں بیچین ہوکر دونوں عمرو عاص کے پاس لڑتے ہوئے آئے۔ ان میں سے ہر ایک شخص کا دعوا تھا۔ کہ میں نے عمارؓ کو مارا ہے۔ عمرو عاص دیر تک ان دونوں کی بحث پر غور کرتا رہا۔ اس کے خاموش رہنے سے وہ دونوں اور جری ہو ہوکر اپنے بیان اور دعوے کو بزور اور وسیع کرتے رہے۔ یہاں عمارؓ کے واقعہ نے عمرو عاص کی آنکھوں میں کچھ ولایت مصر ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کی دنیا تاریک بنادی تھی۔ اور دریا حماد مستقبل کے واقعات

الباغیۃ کی حدیث صحیح نے انکو سراپا انتشار اور اضطراب بنا رکھا تھا۔ آخرکار دیر کے سکوت کے بعد عمر عاص نے انکو مخاطب کرکے کہا کہ تم دونو جہنمی ہو۔ خدا کی قسم مینے اپنے کانوں سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ عمار کو فرقہ باغی قتل کریگا۔ دیکھو سوانح عمری علی علیہ السلام صد۲۷۵ باسناد خصائص امام نسائی و ابن مسعود روضۃ الصفا جلد ثانی صد۲۴۷۔

ان دونوں نے اپنے دعوی کی اپیل اپنے امیر معاویہ کے پاس پیش کی۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا معویہ ابن ابوسفیان ایسے کیا تھے جو اپنے دعوی کو بے دلیل کہتے۔ اور ایک عمار کے قتل سے تمام الزام اپنے سر لیتے۔ مگر دلمیں جو انکی حالت ہو رہی تھی وہ عنقریب معلوم ہو جائیگی۔ اسوقت انہوں نے ان جاہلوں کو اپنے طور پہ سمجھا لیا اور انکے بعد عمر عاص کو بلایا اور کہا کہ اگر تم ہر شخص کے سامنے اسی طرح اظہار حق سے کام لیا کروگے تو ہمارا کام نکل چکا۔ ولایت شام ہی کی امیدیں جب منقطع ہو جائینگی تو امارت مصر کے موہوم خیال کب قائم رہ سکتے ہیں۔

ایک ایسے جلیل القدر اور عظیم الشان صحابی کا مارا جانا کوئی معمولی بات تو تھی ہی نہیں کہ کوئی اس پہ بہت نہیں تو تھوڑا ہی غور کرتا۔ عمر عاص سے روکھا جواب سُنکر عمار کے قاتل معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے انکو سمجھا دیا کہ فرض کر دیہ حدیث صحیح بھی ہے تو پھر تمہارے سر اسکا کیا الزام ہے۔ عمار کے قتل کا باعث وہی شخص کہلائیگا۔ جو ان کو اپنے ہمراہ لایا ہوگا۔ اور اس گروہ باغیہ کا خطاب اسی کے سر لگیگا۔ جس گروہ میں یہ شریک تھے۔ سوانح عمری صد۲۷۳

انکی جہالت کا اتنا مایہ کہاں تھا کہ معویہ کے اتنا سمجھانے کو وہ کافی سمجھتے۔ انہیں اتنا شعور کہاں کہ اسکی کوئی تردید کریں۔ جو سمجھا دیا گیا یہ سمجھ گئے۔ شدہ شدہ اسکا چرچا خاص خاص لوگوں میں ہوا۔ معاویہ کے خاص دربار میں اسوقت عمر عاص ولید ابن عقبہ۔ عبد اللہ ابن عمر عاص۔ محمد ابن عمر عاص وغیرہ وغیرہ بہت سے لوگ بیٹھے تھے اور عمار کے واقعہ اور حدیث ستقتلک الفئۃ الباغیۃ کے خیال میں ہر شخص متفکر ہو رہا تھا۔ معاویہ نے اس مجمع کے سامنے بھی عمار کے قتل کی نسبت وہی رائے ظاہر کر دی جو قبل اسکے ان جاہلوں کے سمجھانے کے لئے تجویز کی تھی معاویہ سے ایسا مہمل اور فضول جواب سنکر حاضرین نے امیر کیطرف نہایت استعجاب سے دیکھا اور انکی عقل و شعور کی بہت تعریف کی۔ عبد اللہ ابن عمر عاص سے اب نہ رہا گیا۔ بول اٹھے کہ اے امیر یہ تیری دلیل کیسی فضول اور تیرا یہ دعوی کیسا ضعیف ہے۔ اگر اپنے رفع الزام کے لئے اسوقت یہ اصول قائم کر لیا۔ تو غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان اہل اسلام کا خون کسکے سر جائیگا جو رسول اللہ کی رفاقت میں درجہ شہادت پہ فائز ہوئے۔ آخر وہ بھی تو لشکر اسلام کے ہمراہ آئے تھے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ پھر انکے قتل کا کون باعث ٹھہریگا اور یہ خطاب (معاذ اللہ) اسوقت کس جماعت کے سر ہو جائیگا۔ اگر میرے باپ کی شرکت اور لڑائی میں نہ ہوتی اور اسکی اطاعت منجانب اللہ مجھ پر فرض نہ کیگئی ہوتی۔ تو میں اسی وقت سے تیری بیعت

ہو کر دیتا۔ اور محض آزاد بنکر اپنے گھر واپس جاتا ہے۔ معویہ ابن ابوسفیان کو اس جواب نے اسقدر حیرت میں ڈالا کہ پھر وہ اپنے زانوئے تامل غور سے سر نہ اٹھا سکا۔ اور یہ انکے پاس سے اٹھ آئے۔

علامہ طبری نے اس مکالمہ کو عبد اللہ ابن عمر ابن الخطاب کے متعلق لکھا ہے۔ اسکا ثبوت دشوار ہے۔ کیونکہ عبد اللہ ابن عمر کا معاملات صفین میں کسی طرف ہو کر حاضر رہنا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ عبد اللہ ابن عمر سے عبید اللہ ابن عمر مراد ہے جو ابتدائے جنگ صفین سے معویہ کے شریک تھے۔ تو یہ بھی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ عبید اللہ ابن عمر قتل عمار سے پہلے مارے جا چکے تھے۔ اس لئے ان دونو بھائیوں میں سے کسی ایک کیطرف بھی اسکی نسبت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ہاں یہ قرین قیاس کیا جا سکتا ہے کہ معاملہ صفین کے بعد جب اسکی پوری کیفیت عبد اللہ ابن عمر کو معلوم ہوئی تو اسکے جواب میں انہوں نے اپنی ایسی رائے قائم کی ہو۔

روضۃ الصفا کے ذیقدر مصنف طبری کا قول لکھکر یہ بھی لکھتے ہیں کہ بعض تاریخیں یہ کہہ رہی ہیں کہ جب قتل عمار کی نسبت معاویہ کا دعویٰ جناب امیر علیہ السلام کو معلوم ہوا تو آپنے اس کے خاموش کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا تھا۔

روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۴۰۔

اسلام کی تمام تاریخیں عام اس سے کہ حقوق اہلبیت کی مؤید ہوں یا بنی امیہ کی طرفدار۔ اس مقام پر سب کے سب ہمکلام۔ ہمزبان۔ اور ہمداستان ہیں۔ حقوق بنی امیہ کے پہلو لینے والی تاریخیں بھی ابتدائے معاملات میں کسی نہ کسی طرح امیر معاویہ کے حرکات کو اپنا تحریری لباس پہنا کر چھپا لیتے ہیں۔ مگر اس واقعہ پر پہنچکر ان کے ہاتھوں سے بھی قلم چھوٹ جاتا ہے اور وہ بھی امر حق کی تصریح پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

حدیث یا عمار ستقتلک الفئۃ الباغیۃ نے صحیح ہے کہ معاویہ کے جمے جمائے طلسم کو توڑ دیا۔ اور وہ نقشے جو عام نگاہوں میں اترے ہوئے تھے۔ بالکل اکھڑ گئے اور یہ اسی حدیث کا اثر تھا کہ قتل عمارؓ نے اہل شام کی بغاوت کو زمانہ کی نگاہوں میں پورے طور سے ثابت کر دیا۔ اس حدیث میں کوئی سقم نہیں ہے اور یہ مشہورات و متواترات میں داخل ہے علاوہ صحیحین کے اور علمائے کرام نے بھی اسکی تصدیق اور توثیق پورے درجہ تک کی ہے۔ جنمیں سے چند بزرگوں کے اقوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

امام ابو المعالی علیہ الرحمہ کتاب ارشاد میں لکھتے ہیں حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ ہو من اثبت الاخبار حدیث تقتلک الفئۃ الباغیۃ نہایت ثابت شدہ احادیث میں سے ہے۔

امام عبد البر استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں و تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انہ قال تقتل عمار الفئۃ الباغیۃ وہذا من اخبارہ بالغیب و اعلام نبوۃ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہو من اصح الاحادیث متواترہ حدیثیں جناب رسولخدا سے مروی ہیں کہ حضرت نے فرمایا عمار کو باغیوں کا گروہ قتل

کریگا! اور یہ حضرت کی پیشینگوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی ہے۔ جسکا اعلام نبوت میں شمار ہے اور نہایت صحیح احادیث میں داخل ہے۔

علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس قصہ کو یوں لکھا ہے جسکی بجنسہ عبارت ہم ذیل میں درج کرتے ہیں

وقد اختلف فی قاتلہ فقیل قتلہ ابو العادیہ المزنی وقیل الجہنی طعنہ فسقط فلما وقع رکب علیہ آخر فاحتز راسہ فاقبلا یختصمان کل واحد منہما یقول انا قتلتہ فقال عمرو بن عاص واللہ ان یختصمان الا فی النار واللہ لوددت انی مت قبل ہذا الیوم بعشرین سنۃ۔

ان کے قاتلوں میں اختلاف سے کہتے ہیں کہ ابو العادیہ المزنی نے قتل کیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جہنی نے اسکو نیزہ مارا تھا جب وہ مر گئے تو ایک دوسرے شخص نے ان پر چڑھ کر ان کا سر کاٹ لیا۔ پس وہ دونو لڑتے ہوئے آئے۔ ہر ایک ان میں سے یہی کہتا تھا کہ میں نے عمار کو قتل کیا ہے۔ عمر عاص کہنے لگا۔ واللہ یہ دونو نہیں جھگڑتے مگر دوزخ میں گرنے کے لئے۔ میں واللہ اگر بیس برس اس سے پہلے مر گیا ہوتا تو اچھا تھا۔ اسی مضمون کو علامہ ابو الفدا نے اپنی تاریخ کامل میں بھی تحریر فرمایا ہے۔ تاریخ ابو الفدا جلد سوم صہ ۲۶۴ -

علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ فی معرفۃ الصحابہ میں لکھا ہے وظہر بقتل عمار ان الصواب کان مع علیؑ عمار کے قتل سے ظاہر ہو گیا کہ حق علیؑ کیجانب تھا۔ المرتضیٰ صہ ۱۱۴

ابن طلحۃ الشافعی نے مطالب السئول میں اس حدیث کی تصدیق کی نسبت ایک دلچسپ اور قوی رائے ظاہر فرمائی ہے جو ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

قیل معاویہ کان من کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان خال المومنین فکیف یحکم علیہ وعلی من معہم بکونہم بقتال علی بغاۃ فی فعلہم جائرین عن سنن الصواب بقصدہم قاصدین بما ارتکبوہ من بغیہم الجانین فی زمرۃ الخارجین عن طاعۃ ربہم قلت احکم علیہم بصفۃ البغی ولوازمہا وصفا وافتراء واختراعا بل حکمت بما نقلا واتباعا فانہ روی الائمۃ الاعیان من المحدثین فی مسانیدہم الصحاح احادیث متعددۃ توقع کل واحد منہم حدیثہ لسندہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعمار بن یاسر تقتلک الفئۃ الباغیہ و ہذہ الاحادیث لاخطاء فی اسنادہا ولا اضطراب فی متونہا فثبت بہا ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصف الفئۃ القاتل عمار یکون بالمعیہ کان ظالماً جائر وکان قاسطا خارجا عن طاعۃ ربہ فتکون الفئۃ القاتل عمارا متصفہ بہذا الصفات بخبر الصادق المصدوق -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اکثر بات کہی جاتی ہے کہ معویہ آنحضرت کے کاتب اور مسلمانوں کے ماموں تھے۔ تم ان پر

اور ان کے متابعین پر علی علیہ السلام کے جنگ کرنے میں کس طرح بغاوت کا حکم لگاتے ہو کہ وہ اس اپنے فعل میں راہ صواب سے بھٹکتے ہوا ور قصداً بغاوت کے مرتکب اور خدا کی اطاعت سے خارج ہو جانے والوں کے گروہ میں داخل ہونے والے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے ان بغاوت کے وصف اور اسکے لوازمات کے حکم بناوٹ اور جھوٹ اپنی طرف سے گھڑ کر نہیں بلکہ یہ بحکم نقل اور اتباع کے کیا ہے۔ جسکو محدثین میں سے مشہور آئمہ نے اپنے صحیح مسندوں میں متعدد حدیثوں کے درمیان روایت کیا ہے اور ہر ایک ان میں سے اپنی حدیث کی سند کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تک پہنچاتا ہے کہ عمار سے فرمایا تھا تجھے باغیوں کا گروہ قتل کریگا۔ یہ ایسی حدیثیں ہیں جنکے اسناد میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہے اور ان حدیث کے متون (جمع متن) میں کسی قسم کا اضطراب نہیں ہے۔ بس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عمار کے قاتلوں کے گروہ کو وصف باغی ہونے کے ساتھ قرار دیا ہے اور بغی کا وصف اس گروہ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ اس گروہ کے لئے یہ وصف لازم ہے اور باغی کے معنے ظلم اور کثرت فساد کے ہیں۔ پس جو شخص باغی ہوا وہ ظالم جابر اور عدل سے تجاوز کرنے والا ہے۔ اور خدا کی اطاعت سے خارج ہو جانے والا ہے۔ پس عمار کے قتل کرنیوالوں کا گروہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فرمانے کے مطابق انہیں صفات کیساتھ موصوف ٹھہرا یونہی علی علیہ السلام صد۔۔

بہر حال حضرت عمار یاسر سے عظیم الشان اور کثیر المناقب کے ذکر خیر کو ہم تمام کرکے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام عمار کے حسرتناک واقعہ سے اسقدر متاثر ہو رہے تھے کہ آپ نے اسی وقت باقیماندہ امور جنگ کا خاتمہ کر دینا چاہا تھا۔ اور اسی غرض سے جسطرح قبل اسکے ایکبار اور معویہ کو اپنے مقابلہ پر بلایا تھا۔ اسی طرح اسکو آج بھی اپنا مبارز بنانے کے لئے طلب کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ آؤ ہم تم دونو آپسمیں مقابلہ کرکے اپنے معاملات کا تصفیہ کرلیں۔ کیوں خلقت خدا کے خون سے صفین کی زمین رنگین ہو۔ اور عراق و شام کے ہزاروں گھر ویران ہو جائیں۔ مگر معاویہ ایسے کیا تھے۔ جو ایسی باتوں کی طرف شنوا ہوتے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی جان کی عزیز شے کو خطرے میں ڈالتے۔ خاموش رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ مگر عمرو عاص نے انکی خاموشی دیکھکر پھر اسیطرح جس طرح پہلے انکی سرزنش کی تھی اور انکو شرم دلائی تھی۔ اسیطرح اب کی بار بھی کیا مگر معویہ نے پھر اسکو بھی یہی کہکر ٹالدیا کہ میں تیرے جیسا کج فہم نہیں ہوں جو اس امر کو بخوبی سمجھکر کہ علی ابن ابیطالب کے مقابلہ میں کوئی جانبر نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کے مقابلہ میں جاؤں اور اپنی جان جوکھم میں ڈالوں مترجمہ مسعودی ابن ذہبی صرا، باب الخلافۃ علیؑ طبری جلد چہارم صد ۵ ۔ ابو الفدا صر ۲۳۱ ۔ سوانح عمری صر ۲۷۳۔

امیر المومنین تو اپنے مبارز اور مقابل کے بزدلی اور پست ہمتی کی تھوڑی دیر تک اپنے قیامگاہ کو واپس گئے لیکن مالک ابن اشتر ابن نخعی و قیس ابن سعد ابن عبادہ وغیرہ قتل عمار کی وجہ سے اپنی غایت درجہ کے غم و غصہ میں بیچین ہو کر

بارہ ہزار تازہ دم فوج سے مقابل کی جمعیت پر ٹوٹ پڑے اور اسی سرگرمی۔ شدت اور پرجوشی سے غنیم کی گھنی صفوں پر حملہ کرنے لگے۔ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں غنیم کو اپنی حد پر قائم رہنا دشوار ہو گیا۔ انکی گھنی صفیں خالی ہو گئیں ان کے مستحکم پرے ٹوٹ گئے۔ انکی آنکھوں میں تاریکی چھا گئی۔ اس تیزی سے خونریزی واقع ہوئی اور اس سختی سے قتل عام ہوا کہ امیر شام کے تمام کیمپ میں کوئی خیمہ ایسا نہیں بچا تھا جسکی طنابیں نہ کٹ گئی ہوں اور انکی کٹی ہوئی رسیاں مقتولین اور مفرورین کے ہاتھ پاؤں سے نہ الجھی ہوں۔ اسی کیفیت میں شام ہو گئی۔ اہل عراق کی سرگرمی کو رات کی تاریکی نے دھیما کر دیا۔ اور وہ مجبور ہو کر واپس گئے۔

خواجہ احمد اعثم کوفی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ رات اہل الشام کے لئے قیامت کی رات تھی۔ قتل عمار کیوجہ سے تو کچھ انکو اطمینان حاصل ہوا تھا۔ اور کچھ انفعال۔ مگر آخر وقت میں اہل عراق کے پچھلے حملوں نے انکی جمعیت کیساتھ وہی کیا جو برق خرمن کیساتھ کرتی ہے۔ اور ایک عمار کے قصاص نے انکے ایسے ایسے نامی دلاوروں کا خاتمہ کر دیا۔ جو انمیں صاحب اعزاز تھے۔ اور انکے سرمایۂ ناز۔ ایسے لوگونکے قتل ہونے پر وہ اس شدت سے نوحہ وزاری کرتے تھے کہ انکی آہ وزاری کی آوازیں امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں صاف طور پر چلی آتی تھیں۔ انمیں سب سے زیادہ معویہ ابن خدیج الکندی بےچین ہو رہا تھا۔ وہ اپنے رفقا کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ ذوالکلاع حمیری کے مارے جانے کے بعد جو ہم زندہ ہیں تو یہ زندگی ہماری کوئی زندگی نہیں ہے۔ محض بیکار بے سود اور فضول اور اگر اسحالت میں کبھی اہل عراق پر فتح نصیب بھی ہوئی تو ہرگز یہ فتح نہ کہلائیگی بلکہ شکست سے بھی بدتر سمجھی جائیگی اس کے موجودہ رفقا نے یہ کہکر اس کے کلام کی تائید کی کہ جس امر کا خاتمہ اسکی ابتدا کا ایسا نہ ہو اسمیں کبھی خیروبرکت نہیں ہو گی۔ اعثم کوفی ص۳۰۵۔

ہمنے تو صرف ایک ہی شخص کے اضطراب انتشار کی کیفیت لکھی ہے۔ مگر اب ہم عوام کو چھوڑ کر خاص معاویہ کی پریشانی کی کیفیت لکھتے ہیں جو انکو آج اہل عراق کے سخت اور غیر متحمل حملوں سے پیش آئی تھی۔ فوج کی تباہی دیکھکر یہ ایسے متردد ہو رہے تھے کہ لڑائی موقوف ہو جانے کے بعد بھی فوراً انہوں نے اپنے خاص خاص لوگوں سے آئندہ کارروائی کی نسبت صلاح لینی شروع کر دی۔ فوج کی حالت جو ہو رہی تھی وہ انکی اور انکے رفقا کی آنکھوں سے پوشیدہ نہ تھی۔ اہل عراق کے حملوں کی کیفیت انہوں نے بھی دیکھی تھی۔ اور انہوں نے بھی۔ معویہ کو اسوقت سوا اسکے اور کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ کہ کسی طرح کچھ عرصہ تک یہ جنگ ملتوی رہ جاوے۔ اس درمیان میں فوج بھی تازہ دم ہو جائیگی اور مجروحین اصلاح پذیر۔ یہ تجویز کر کے انہوں نے معویہ ابن خدیج کو اشعث ابن قیس کے ساتھ خط وکتابت کرنے پر آمادہ کیا۔ اگرچہ اس خط وکتابت نے مخفیانہ طور پر اشعث کے دل پر بہت کچھ اثر کیا جسکا نتیجہ آگے چلکر ظاہر ہو گا۔ مگر اسوقت یہ مراسلات کچھ بھی مفید نہ نکلے۔ اسکے بعد نعمان ابن بشیر الانصاری

قیس ابن سعد انصاری کیخدمت میں بھیجے گئے۔ مگر اس سے بھی کوئی حسب خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ ترجمہ اعثم کوفی صفحہ ۳۰۰

اب ان متواتر ناکامیابیوں پر امیر شام کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں۔ کامیابی سے تو یاس ہو گئی تھی۔ فوج کی موجودہ خراب حالت غنیم سے آیندہ مقابلہ کی مطلق ہمت نہیں دلاتی تھی۔ غایت درجہ کے اتشاد نے اس کے بالکل حواس کھو دیئے تھے۔ اور تمام دلی تمناؤں نے شاہد کامیابی کیطرف سے منہ پھیر دیا تھا اسوقت معویہ ابن ابوسفیان پر ایسا ہی عالم یاس ہو رہا تھا۔ کہ اپنی تمام وسیع آرزوؤں سے قطع نظر کرکے انہوں نے صرف اپنی ایک آرزو پر اکتفا کرنی چاہی۔ جو نہایت ضروری تھی۔ اور حقیقتاً ان کا اصلی مطلب بھی یہی تھا۔ اسوقت انکی آنکھوں میں عراق وغیرہ کی حکومت کیا شام کی حاصل شدہ امارت سے بھی قطعی مایوسی ہو گئی تھی۔ اس لئے اپنے تمام خیالوں سے درگذر کرکے اب انہوں نے یہ تجویز کی کہ جناب امیر علیہ السلام سے التجا کیجائے۔ منت کی جاوے اور کسی نہ کسی طرح اگر اور املاک نہیں تو صرف ملک شام اپنے لئے مستخلص کرلیا جاوے نہیں تو یہ موقع بھی قریب ہے کہ ؛ تھ سے نکل جائے تو اسوقت سوائے حسرت و افسوس کے اور کچھ باقی نہ رہیگا۔ ان امور پر خیال کرکے معویہ ابن ابوسفیان نے پھر بار دیگر اپنی اس دلی راز کو جو آج سالہا سال سے انکے دلمیں پوشیدہ تھے افشا کردیا اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں اس امر کی نسبت اپنی طرف سے جو استدعا لکھی اور اسمیں جو مضامین درج کئے وہ ہم تاریخ روضۃ الصفا کے معتبر اسناد سے بجنسہ ذیل میں لکھتے ہیں۔ وہو ہذا۔

اما بعد من چنان گمان نمی بردم و اگر نیز میدانستیم کہ مہم محاربہ تا اینجا خواہد رسید۔ قطعا در این امر شروع نمی نمودیم۔ خود امید واریم و تو نیز امیدواری و ہمچنانکہ از مرگ مے ترسیم و تو بنرسیم و ہراس میداری و بر تو روشن است کہ اخیار و صلحائے در این مخاصمت و منازعت کشتہ شدند و من پیش از این التماس کردہ بودیم کہ حکومت شام بمن ارزانی فرمائی۔ بشرط آنکہ در امر متابعت خود معاف داری۔ حالا نیز ہمان ملتمس را مکرر میگردانم و اگر این محاربہ را در ماندنے بہ شود۔ بقیۃ السیف ہم زنخ نمایند۔ می باید کہ میان ما یان چندیں مخاصمت نماید۔ چہ ما ہر دو از عبد مناف متولد شدہ و از یک اصل متفرع گشتہ ایم کہ ہیچ یک ما از ما دیگرے رجحان و تفضیل نیست۔

امیر المومنین علیہ السلام نے جو اس خط کا جواب دیا۔ اسکو بھی ہم اسی مستند تاریخ کی معتمد اسناد سے بجنسہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اما بعد لے معویہ نامہ تو بمن رسید۔ بر مضمون اطلاع افتاد بغی و عناد و ظلم و فساد تو بر من روشن گشت آنچہ نوشتہ بودی کہ اگر تو و ما مے دانستیم کہ جنگ باین مرتبہ خواہد انجامید۔ درین کار شروع نمی کردیم من امروز ہم بہ سلیقہ کارزار و پیکار تو حریص ترام۔ از آنکہ دے بودم۔ و دیگر آنکہ نوشتہ این معنی ہمت از دنیا و خواہم نہ بر خیرت و آنچہ گفتہ بودی۔ کہ میان ما و شما خوف و رجا مساوی است چنین نیست زیرا کہ شما اہل شک و شریعہ آید و ما ارباب یقین

ویقین۔ دیگران کہ حرص اہل عراق با احتراز مشوّیان اخرادی مبشتر است از حرص ارباب شقاوت بمزخرفات دنیوی امادیث التماس شام بے اطاعت وبیعت من قبول نیست۔ بیش از این مسئلت مزوده بودی وباجابت مقرون نگشته بود والنون چہ واقع شد وکدام حق بر ذمہ ما ثابت کردی کہ مستحق آن گشتی وآنچہ نوشتہ بودی کہ ما ہر دو پسران عبدمناف ہستیم این سخن راست است۔ وآن غلط اینکہ ہیچ یک را بر دیگرے فضل ورجحان نیست زیرا کہ ہرگز امیّہ چوں ہاشم نبود۔ وحرب با عبدالمطلب ہمسری نمیداشت وابوسفیان مرد۔ ابیطالب نمی رسید ونزد من تو چہ چیستی از اینکہ تو طلیق ابن طلیقے۔ طلیق با مہاجر ونہ طریق کہ صاحب توفیق باشند دم مساوات نمی تواند زد۔ نہ ترا سابقین در اسلام ہستند ونہ موافقین۔ ورمہاجرت با نبی علیہ السلام وتو با من کہ ابن عم رسول اللہ برادر ووصی ووارث علم وخلیفہ اویم درمیان اُمّت وبچہ حقیقت وبکدام منصب با من معارضہ نمائی ودیگر آنکہ نسبت من با آنحضرت نسبت ہارون است بموسیٰ علیہ السلام۔ واگر باب ہمسری بمہر نبوت ادمختوم نگشتی چنانچہ بولایت خاص مخصوص بہ نبوت عام ہم فائز شدی۔ حضرت واہب العطایا مرا بہ تشریف آیات متواترات مشرف ساختہ ورایات عنایات بر سر من افراختہ اولاد کرام مرا بہ نبات لیام تو چگونہ قیاس کنند وبر خاطر تو خطور نکند کہ مرا از قتال وجدال تو کلال وملال می باشد واگر عرب را سعادت موافقت ومتابعت من مساعدت نمودے ہر آئینہ بہ محنتے متعرض مے شدی کہ دافع از ان مشکل تر ودر ہیبت آن معضل تر وحادثہ از ان حائل در عالم نبودے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

روضتہ الصفا دفتر ثانی صد ۲۴۲۔

دنیا کے پولیٹیشنز (جنکی نظر ہمیشہ دنیا کی ملکی حالتوں پر قائم رہتی ہے) وہ امیر شام کی اس استدعا کو دیکھکر جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اسکے قبول کرنے کی ضرور صلاح دیتے اور اسکی تعمیل پر مجبور کرتے۔ اور فی الحال اس زمانہ میں اکثر لوگ انہیں کی تقلید کرنے لگتے۔ کیا اسوقت بھی یہ لوگ معویہ ابن ابو سفیان اور امیر المومنین کی نسبت بھی کہینگے کہ امیر المومنین کو دنیا کے پولیٹکس میں مہارت نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو کبھی معویہ کی استدعا نامنظور نہ فرماتے؟

ہم کہتے ہیں کہ ایسی رائے قائم کرنے والوں کو اپنی کسی رائے کے اظہار سے پہلے ان کے حالات کو پورے طور سے دیکھ لینا چاہیئے۔ عام لوگوں سے قطع نظر کرکے اگر وہی بزرگ امیر المومنین اور معاویہ کی ذاتی تفاوت کو اچھی طرح سمجھ لیں تو پھر کبھی امیر المومنین کی تجویز کو خلاف مصلحت نہیں کہہ سکتے۔

سب بحثوں کو چھوڑکر اور حق وناحق کے جھگڑوں سے علیحدہ ہوکر اگر معاویہ کی موجودہ استدعا پر ایک پولیٹیکل نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایک فرمانروا سے دو ماتحت ریاستیں بغاوت کرکے اسکے مقابلہ پر آمادہ ہیں اسکی مخالفت میں تلوار بن کھینچ چکیں قتل وخون کر چکیں۔ انمیں سے ایک کو شکست ہوئی۔ اب وہ فرمان روا

ایک مہم سے فراغت پاکر دوسری بغاوت کی اصلاح و دفعیہ کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اس نے پہلے انکو اس فتنہ اور فساد سے پھیرنا چاہا۔ یکجوئی۔ صلاح اور رفاہ کی طرف راغب کرنا چاہا۔ اپنی طرف سے قاصد بھیجے خط لکھے اور اسکے ہمعصر مخالف کے نتیجوں کو طلحہ زبیر اور شتر کا جمل جو اس سے قدر و منزلت میں کم نہیں تھے۔ دکھلاکر عبرت دلانا چاہی۔ مگر اس نے کچھ نہ مانا۔ آخر کار ہر طرف سے مایوس ہوکر اس فرمانروا نے تلوار کھینچی۔ اور سینکڑوں نہیں کیا ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ مگر تاہم اسکو افسوس نہ آیا۔ اور وہ اسی طرح اپنی بغاوت پر قائم رہا۔ مگر ایسے وقت میں کہ اپنے مقابل کے حملوں سے عاجز آیا۔ اور اسکی فوج بھی نصف سے زائد کٹ چکی۔ جو بچ گئی وہ بھی مضمحل اور بے دل ہوگئی۔ وہ تو اپنے انہیں بیشمار مقبوضوں کے ملنے میں اسی شے کی استدعا کرنے لگا جس پر اس کو اس معاملہ کی ابتدا سے اصرار تھا۔ اور جسکی وجہ سے یہ معرکے پڑے اور ملک میں یہ سامان اور نقصان واقع ہوئے تو ایسا فرمانروا جو ایسے صریح نقصانات اٹھاکر اور اپنی اتنی سعی و کوشش کے بعد اسکی ایسی استدعا کو قبول کرے اور اسکو وہی شے واپس دیدے۔ جو ان تمام مصیبتوں کا باعث ثابت ہو چکی ہو۔ تو ایسے فرمانروا کی نسبت ضرور کہا جائیگا کہ اسکو امور ملکی میں بہت کم حصہ ملا ہے۔ اور اپنے مخالف کے مقابلہ میں اپنی قوت اور ہمت کے اظہار سے پہلے اپنی بزدلی۔ ضعف اور کمزوری کا اقرار کر دیتا ہے۔

جن لوگوں نے اسلامی تاریخیں پڑھی ہیں وہ فوراً سمجھ جائینگے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافت میں جو جو مخالفتیں پیش آئیں۔ انکی یہی صورت تھی۔ اور جمل سے لیکر صفین تک کے معاملات کی بنا ایک ہی اصول پر قائم تھی۔ اب ان مساوی حالتوں میں اگر جناب امیرالمومنین انکی موجودہ استدعا کو قبول فرماتے تو آپکا یہ منظور کر لینا۔ اسکے تمام حقوق کو تسلیم کر لینا تھا۔ اور ممالک اسلام پر اسکی پوری حقیقت کا اقرار کرنا تھا

معاویہ کی اس درخواست پر کیا منحصر ہے۔ اس سے تین برس پہلے آپ نے اپنی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں مغیرہ ابن شعبہ کی رائے سے پہلے کیوں اتفاق نہیں کیا اور اسکے خلاف میں ماکنت متخذ المضلین عضدا سے کیوں استدلال فرمایا۔ اس درخواست کو قبول کر لینا اسلام کے مستحکم اور قوی اصولوں میں کسقدر فساد پیدا کرتا۔ خلافت کسی اصول پر قائم نہ رہتی۔ پھر تو اختیار نہ ہوتا کہ چاہے ایک ہی وقت اور ایک ہی زمانے میں اسلامی خلافت پر ایک جگہ دو دو تین تین خلیفہ ہوں۔ کچھ پروا نہیں اور پھر ہر خلیفہ اپنے اصول اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرے۔ کوئی اندیشہ نہیں۔ نہ قرآن کی ضرورت نہ سنت کی احتیاج۔ اگر اسلام کو آج تیرہ سو برس کے بعد بگڑنا تھا۔ تو ایسی حالت میں وہ مشکل سے چالیس برس تک سنبھل سکتا۔ ایک شام میں خلافت کی سند بھیجتی۔ ایک کوفہ اور ایک مدینہ میں۔

ایسی حالت میں دنیا کے وہی پولیٹیشن اگر اسلام کے برباد اور متفرق ہو جانے کی وجہ ڈھونڈتے اور اسکی

اندرونی خرابیوں کو تحقیق کی نظر سے دیکھتے۔ تو آج اسکی بربادی تباہی اور اسکی خرابی کی اصل وجہ کس پر قائم ہوتی اور اسکا موجد اور بانی کون ٹھہرتا۔ وہی جس نے اپنے زمانے میں اس خرابی کی بنیاد ڈالی اور جس نے اپنے ضعف و اضمحلال کیوجہ سے اپنے فریق کے ان ناجائز استحقاق کو قبول کرلیا۔ جن کا انکار وہ کن سختیوں سے پہلے کرتا تہا۔ شام کے معاملات تو اس درخواست پر تمام ہوجاتے۔ اور معویہ ابن ابو سفیان ملک شام لیکر علیحدہ ہوجاتے۔ اب زمانہ کے اہل انصاف جناب امیر علیہ السلام کے اس فیصلہ کی نسبت اپنی کیا رائے قائم کرینگے۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے۔ کہ جسطرح جنگ صفین کے معاملات معاویہ کے متعلق تھے۔ ویسے ہی عراق کے طلحہ و زبیر سے۔ جیسے معاویہ شام کے مستدعی تھے۔ ویسے ہی طلحہ و زبیر عراق کے طالب۔ فرق اتنا تھا کہ معویہ مدت سے اپنے مطلوبہ پر متصرف تھے۔ اور طلحہ اور زبیر مستفیض ہونے کی امید رکہتے تھے۔ ملک شام تفویض کردیئے جانے پر زمانہ کے انصاف ڈھونڈنے اور مساوات قائم کرنے والی طبیعتیں مزور کہتے کہ جسطرح معویہ کی درخواست قبول کیگئی اور شام کا ٹکڑا دیدیا گیا۔ اسی طرح طلحہ و زبیر کو بھی عراق کی حکومت سپرد کر دینا سراسر عدالت کے مقتضی تھا۔

انکی نسبت تو امیر المومنین کو معویہ سے زیادہ رعایت کرنے کا موقع حاصل تھا۔ کیونکہ یہ دو نو آدمی بیعت میں آچکے تھے۔ انکے برعکس معاویہ تو شروع ہی سے انکار بیعت کرتے تھے اور اسوقت تک بھی اپنی اسی جہالت پر قائم تھے۔ شام کی درخواست تو کیجاتی ہے مگر بیعت کیساتھ انکار رہے۔ اس خط میں معویہ نے کھل کر لکھدیا کہ شام کی امارت دیدیجائے۔ مگر بیعت سے معاف رکہا جاوے۔

اگر دنیا کے یہی پالٹکس ہیں اور پولٹیکل اصول انہیں کے نام ہیں۔ جنکا لحاظ اور جنکی پابندی دنیا کے تمام فرمانرواؤں پر لازم ہے۔ تو ہم خیال کرتے ہیں کہ انکا سچا پابند فرمانروا بہت جلد اپنا ملک کھو دیگا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنے تمام افسروں پر اپنے ماتحتی املاک کو باری باری تقسیم کرکے خود دامن جھاڑکر تخت حکومت سے اٹھ کھڑا ہوگا۔ کیا امیر المومنین علیہ السلام کے پولیٹیشن ہونے کا پورا گمان اسوقت کیا جاتا جبوقت معاویہ ابن ابو سفیان کو شام۔ طلحہ ابن عبید اللہ کو بصرہ۔ زبیر ابن العوام کو کوفہ۔ یعلی ابن منبہ کو یمن۔ عبد اللہ ابن عامر کو مکہ۔ عبد اللہ ابن حذیفہ کو ممالک افریقیہ کی مسلم امارت سپرد کر دیجاتی۔ اور انکے تمام حقوق تسلیم کر دیئے جاتے اور صرف مدینہ اور اسکے مضافات پر قناعت کرکے خلیفہ عصر مرقد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گوشہ نشینی اختیار کرتا۔ پھر اسکے بعد بھی ممکن تھا۔ کہ تھوڑے دنوں میں کچھ اور لوگ ایسے بھی پیدا ہو جاتے جو ان بچے بچائے ٹکڑوں کو بھی اس سے علیحدہ کر لیتے اور وہ انہیں پولٹکس کا خیال کرکے ان کو بھی حوالے کر دیتا۔ اور یہی فیصلہ بھی ضرب المثل ہوکر اسکی عدالت کا مقتضی ٹھہرتا۔

خلیفہ عصر کی اسکے بعد کیا صورت ہوتی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ایسی حالت میں امیر المومنین علیہ السلام

کو کون اچھا کہتا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی ضروریات زمانہ کے خلاف کوئی امر نہیں کیا۔ اور اسی ضرورت کا اصلی نام پولٹیکس ہے،

لیلۃ الہریر

یہ دن جمعرات کا تھا۔ جنگ صفین کو تین مہینے کامل گذر گئے۔ اور اسقدر طول کھچگیا۔ کہ ہر شخص اپنے خاتمہ کو اس جنگ پر یقین کر چکا تھا۔ امیر المومنین نے اپنے ہمراہیوں میں سے بارہ ہزار جوان منتخب کر کے اپنے ہمراہ لئے۔ اور اہل شام پر کچھ دن رہے سے شدید حملہ کر دیا۔ اہل شام کہاں تک مقابلہ کرتے۔ اور کسقدر اپنے استقلال و ثبات سے کام لیتے۔ قتل عمار کے بعد ان پر جیسا کچھ شدید حملہ ہو چکا تھا۔ اسکی کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اہل شام انہیں حالتوں میں ابھی تھے۔ کہ اہل عراق نے پھر ان پر حملہ کر دیا اور پہلے سے بھی شدید۔ ان کے قدم تو لغزش میں آ ہی چکے تھے۔ اب تھمتے تو کیسے۔ انکے حوصلے پست۔ ارادے ضعیف ہو چکے تھے لڑائی سے دل اور میدان جنگ سے قدم اٹھ چکے تھے۔ اب وہ اس انتشار کیساتھ مقابل کے حملوں کا کیا جواب دیتے۔ اب جب حریف سر پر آگیا۔ اور اس نے اپنی تلوار ونکے نیچے رکھ لیا۔ تو جھوٹا سچا۔ اچھا برا جواب ضرور دینا ہوا۔ شرم مٹانے کی غرض سے اہل شام نے جواب تو دیا۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں نہایت شدید خونریزی ہونے لگی۔ اور ایکدوسرے پر گرنے لگا۔ لاش پر لاش پھڑکنے لگی۔ صفین کے میدان میں خون کا سیلاب بہنے لگا۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ اور اسی طرح حملات کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیلۃ الہریر کا واقعہ اسلامی تاریخوں میں عام طور سے اسقدر مشہور ہے کہ اسکی نسبت مورخین کی تلاش کی ضرورت نہیں۔

جناب امیر نے موت کی عین گرم بازاری کے وقت میں جنگ کی شدت پر نظر فرما کر آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا۔ اور ذیل کے دعائیہ فقرے ارشاد فرمائے۔ اللھم الیک نقلت الاقدام وافضت القلوب ورفعت الایدی ومدت الاعناق وشخصت الابصار وطلبت الحوائج اللھم انا نشکو الیک غیبۃ نبینا وکثرۃ عدونا وتشتت اھوائنا ربنا افتح بیننا وبین قومنا وانت خیر الفاتحین۔ (ترجمہ)

قدم تیری طرف بڑھتے ہیں اور قلوب تیری طرف روان ہوتے ہیں اور ہاتھ تیری درگاہ میں دراز ہوتے ہیں اور گردنیں تیری جانب بلند ہوتی ہیں۔ اور نظریں تیری سمت اٹھتی ہیں۔ اور حاجتیں تجھ سے طلب کیجاتی ہیں۔ پروردگارا ہم تجھ سے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت میں شکایت کرتے ہیں اور دشمنوں کی کثرت ہوا وہوس کی۔ خداوندا ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرما اور تو بہتر فتح کرنے والا ہے۔

ہمنے معاملات صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کو بالنفس النفیس گرم قتال کم پایا ہے۔ مگر آج کی رات والی لڑائی ہم ان معاملات میں سب سے زیادہ سرگرم اور مستعد پاتے ہیں حقیقت میں امیر المومنین نے جنگ صفین میں اسوقت تک تامل فرمایا۔ کہ کسی اور جنگی مہم میں اسقدر صبر و سکون نے فرمایا تھا۔ ایک تو جنگ کے طول دوسرے قتل عمار کے واقعہ نے آپ کو از حد متاثر کر رکھا تھا۔ مگر اتنی شدید خونریزی پر بھی جسوقت امیر المومنین کے نظر مقتولین پر پڑتی تھی تو بیساختہ آپ درگاہ خدا میں دست استغاثہ طلب فرماتے تھے۔ اور نہایت الحاح وزاری سے مناجات کرتے تھے۔ مورخین نے بہت سے

مناجات اپنی اپنی معرزۃ لیلۃ الہریر میں درج کی ہیں۔ مناجات کے بعد امیر المومنین اپنے ہمراہیوں سمیت اہل شام پر حملہ کرتے تھے حقیقت میں وہ ایسے سخت حملے ہوتے تھے جنکی برداشت کی اہل شام میں مطلق جرات باقی نہیں تھی اور تلواروں سے پہلے ان کے دل ٹوٹ جاتے تھے۔ رات کی تاریکی صفین کا سنسان میدان۔ جانبین کی کثرت۔ خونریزی کی شدت۔ موت کی گرم بازاری نے صفین کے ہولناک میدان کو قیامت کا میدان بنا رکھا تھا۔ امیر المومنین بہ نفس نفیس اہل شام کے مقابلے میں معروف تھے اور ذیل کے اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ اللیل داج والکنا من تسبطہم نطلوا اشد ما را بغلطہ فہم بنام وھو مسلطہ لخابراسہ فقل سایہم (ترجمہ)

شب تاریک اور سیاہ ہے زخموں پر پھیلی ہوئی ہے۔ راہوار نہایت تیزی سے بھاگے جاتے ہیں۔ بس وہی زخمی لوگ خواب مرگ میں ہیں۔ ان پر زخم پھیلے ہوتے ہیں۔ نجات پائی انہوں نے کہ کشادگی انکی ظاہر ہے۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰ (۵۴۳)

اسلام کے کئی معتبر مورخین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اسی رات کو امیر المومنین علیہ السلام نے پانچسو تئیس تکبیریں کہیں اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جبکسی کو آپ قتل فرماتے تھے تو فوراً تکبیر کہتے تھے۔ تو اس حساب سے اسی رات کو پانچسو تئیس اہل شام کیطرف سے مارے گئے۔

روضۃ الصفا کے معززنا ور معتبر مؤلف نے امام ابی سعد السمعانی کے مطابق معجم کبیر کے اسناد سے خاص معویہ کی زبانی لکھا ہے کہ امیر المومنین نے اس رات کو نوسو (۹۰۰) اہل شام کو قتل کیا۔ پھر آگے چلکر معاویہ کی زبانی انکی خاص کیفیت بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اسوقت ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنی جان بچانے کے وسیلے ڈھونڈ رہا تھا۔ اسوقت میرے ذہن میں دو خیال آئے۔ اول تو یہ کہ میں عبداللہ ابن عباس رضؓ کے ذریعے سے اپنا عرض حال کروں اور انکے وسیلہ سے (جسطرح میرا باپ اپنی بغاوت سے آخیر تائب ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کیخدمت میں انکے باپ حضرت عباس کے ذریعے پہنچا تھا) ویسے ہی میں بھی انکے وسیلہ سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی حضوری میں حاضر ہو جاؤں اور ان سے مکہ چلے جانے کی اجازت مانگوں۔ اور ہمیشہ کے لئے ہجرت کروں۔ دوم اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر میں قیصر روم کے پاس چلا جاؤں اور وہاں پناہ گزین ہوں۔ میں ابھی انہیں خیالوں میں تھا۔ کہ دو شعر میرے ذہن میں آگئے اور انکے مفہوم نے مجھے پھر مطمئن کر دیا روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۴۴۔

یہ تو خاص معاویہ کی پریشانی تھی۔ اب فوج کی بے سروسامانی اور انتشار یہ تھا۔ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اہل شام نے بری طرح سے عاجز آکر ایکبارگی بھاگنے کا قصد کر دیا۔ ان کے انتشار اور گھبراہٹ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ بہت سے بوڑھے جوان اور بچے لشکر شام سے نکلکر اہل عراق کو مخاطب کر کے کہنے لگے اور نہایت الحاح و زاری منت و عاجزی سے فریاد کرنے لگے کہ خدا سے ڈرو اور ان معدودے چند جو کئی ہزاروں میں صرف چند ہزار باقی رہ گئے ہیں رحم کھاؤ۔ اور عورتوں اور بچوں پر رحم کرو۔ لڑائی تمام کرو۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰۔ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۲۴۳۔ مسعودی صفحہ ۵۔

دنیا کے بڑے بڑے کارنامے دیکھے ہوتے اور بہت سے ایسے بزرگ جنکو علمی مذاق کیطرف زیادہ توجہ ہے اور اسوجہ سے انہوں نے اگر دنیا کی مختلف تاریخیں نہیں دیکھی ہیں۔ صرف اسلامی واقعات ہی تک اپنی حد تحقیقات کو پہنچایا ہے تو وہ صفین کے حالات کو یہاں تک دیکھکر ان معاملات کا کیا تصفیہ کرینگے اور امیرالمومنین علیہ السلام کے اس صاف اور کھلے ہوئے واقعات کو کیونکر امیرالمومنین کی فتح نہ رکھینگے۔ ہمکو یقین ہے کہ وہ صفین کے احوال کو یہاں تک پڑھکر بغیر کسی تحریک کے نہایت آزادی سے یہ فیصل کر دینگے۔ کہ اہل عراق نے اپنے مقابل اہل شام کی کامل شکست پہنچانے میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔ اور اسی طرح اہل شام نے اپنی مایوسی۔ انتشار پریشانی اور اضطرار کے اظہار میں کوئی امر باقی نہیں چھوڑا۔

صفین کے معاملات یہاں تک ایسے تھے۔ جنکو جنگ سے تعلق تھا۔ اور جانبین کی قوت۔ ہمت اور شجاعت کی جولانگاہ تھی مگر اب تو اہل شام انکے برعکس کھلے مکر پیچ فریب اور صاف صاف دغا اور حیلہ سازی سے کام لینے لگے۔ اگرچہ ان امور کا اظہار پہلے سے بھی ہوتا تھا۔ مگر اس طرح پر خفیہ کہ کسی پر کھلا اور کسی پر نہیں جسکی اشاعت سے پہلے اسکی حفاظت کا بندوبست کر لیا جاتا تھا۔ مگر اب صفین کا رزمگاہ انہیں حیلہ سازی اور دغابازی کا بازیگاہ ہو رہا تھا۔ وقت کے اعتبار اور اپنے موجودہ نقشہ سے اتنی فرصت کہاں تھی۔ کہ وہ اپنے اظہار مکائد سے پہلے اسکے پوشیدہ رکھنے کے لئے سابق کی ایسی فکر کر لیں۔ جب ظاہر کریں اب تو گردنیں تلوار و نیزے کے نیچے آگئیں۔ اور غنیم کا پورے طور سے غلبہ ہو گیا۔ شکست کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ فوج میں گریز پر کمریں کسگئیں۔ ضروریات کے مطابق راحلہ بندھ چکا۔ اعانی اعان اللہ ھذا فراق فی امان اللہ کی فریادیں بلند ہونے لگیں۔ اب ایسے وقت میں اظہار یا غیر اظہار کا خیال کیسا جو جسکو سوجھے وہ کرے اور جو جس سے بنجاے وہ کر گذرے خدا کے خلاف ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناگوار۔ دین رہے۔ مذہب مٹے۔ اسلام جائے۔ ایمان پر زوال آئے۔ خلوص میں کمی ہو۔ اعتقاد میں فرق جو کچھ ہو وہ ہو جائے۔ مگر جان بچے اور موت کے پنجہ سے مخلصی پائیں ایسے نازک وقت میں کیسی ایسے حیلے اور ایسے مکر و دغا کا بچانا اور اسکی اشاعت اعلان اور افشا کے اچھے برے نتیجوں پر غور کرنا یہ طول طویل اسوقت کیسے ممکن تھا۔ نہ اہل شام کی تلواروں میں اسوقت اتنی روانی باقی تھی۔ جس سے وہ کام لیتے اور نہ انکے منو دلوں میں اتنی جرات باقی تھی۔ کہ وہ غنیم پر حملہ کی ہمت کرتے۔ یہ ضروریات مقابلہ میں سے اگر ان کے پاس کچھ موجود تھا تو وہی حسرت اور سامان جنگ میں جو کچھ بچ رہا تھا۔ وہ اسباب گریز۔ باقی اور تمامی ضروریات کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ امیر شام کے خود حواس بجا نہیں تھے۔ وہ کسکو سمجھاتے۔ وہ تو خود اپنی جان سے مایوس تھے۔ کسکو اطمینان دلاتے۔ نہ اب انکی زبان میں اتنی گویائی باقی تھی۔ کہ ایسے نازک وقت میں اپنی شکستہ دل فوجکو سنبھالیں۔ اور انکو پھر اپنی راہ پر لگائیں انکی خاص حالت جو ہو رہی تھی وہ اوپر لکھی جا چکی ہے جان بہت بڑی شے ہوتی ہے۔ اگر اسوقت انکو کسی چیز کا خیال تھا تو صرف اپنی عزیز جان کا۔ کہاں کی فوج اور کیسے افسر۔ تمام اسلامی تاریخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرکار وہ اپنی اسی انتہا درجہ کی گھبراہٹ میں اپنے وزیر پُر تدبیر (اسوقت پر خطاب انکے لئے نہایت موزوں ہے) عمرو ابن عاص سے کہنے لگا کہ اب کیا کیا جائے تیری وہ

تدبیریں اور حیلے جنکا خزانہ بھرا رہتا تھا۔ کیا ہوئے اب وہ کسدن کام آئینگے۔ انکو دکھلا۔ تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۳۲۶ تاریخ مسعودی صفحہ ۶۲ ۔ باب الخلافت علی روضۃ الصفا دفتر دوم صفحہ ۲۴۲ ۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵ ۔ سوانح عمری حضرت علی صفحہ ۳۹۶ مورخ طبری کے اسناد کے مطابق عمر عاص نے جوابدیا۔ کہ ہاں ابھی ایک حیلہ باقی ہے وہ یہ کہ اہلشام سے کہو کہ نیزوں پر کلام اللہ باندھکر اہل عراق کو دکھلائیں اور چلائیں کہ ہم تمہارے درمیان کلام خدا کو دیتے ہیں۔ تم لڑائی موقوف کرو۔

عمر عاص کے اس حیلہ کے کارگر ہونیکی کیفیتوں سے پہلے ہم جنگی حالات بیان کرتے ہیں۔ کہ اسوقت تمام اہل شام کی کیا حالت ہو رہی تھی۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کے جانباز ہمراہیوں نے انکو کہاں تک اور انکی جنگ کو کس حد تک پہنچا دیا تھا۔ جمعہ کی رات ۳۹ھ ہجری جو لیلۃ الہریر کے نام سے تمام اسلامی تاریخوں میں مشہور ہے تمام ہو گئی۔ اور جمعہ کا دن ربیع الثانی کی دسویں تاریخ۔ دن کے دس بجگئے۔ خوب اچھی طرح دن چڑھگیا۔ بلکہ دوپہر بھی قریب آگئی۔ لیکن لڑائی کا سلسلہ جسطرح رات سے شروع ہوا تھا۔ اسی طرح اسوقت تک ایک حالت پر قائم تھا۔ جسمیں کسی طرح کی کمی نہیں آئی تھی بلکہ اہل عراق اپنی فتح اور اپنی کامیابی کی کافی امیدوں پر تیقن ہو کر اپنے حملوں میں نہایت تیز دستی سے کام لیتے تھے اور امیرالمومنین علیہ السلام کے اس تاکیدی احکام کو پے درپے سُن رہے تھے۔ الا من یشری نفسہ للہ ویقاتل مع الاشتر حتی یظھر و یلحق باللہ۔ ہاں کوئی ہے کہ اپنے نفس کو راہ خدا میں فروخت کرے اور مالک ابن اشتر نخعی کیساتھ ہو کر اعدائے دین پر جہاد کرے۔ یہاں تک کہ یا فتح و ظفر ظاہر ہو جاوے یا وہ خدا سے ملجاوے تہذیب المتین صفحہ ۱۹۶ ایک ایک اہلشام پر دس دس اہل عراق جھپٹے تھے۔ اور باہم بگرد دست و گریبان ہو رہے تھے۔ مالک کی امثل اسوقت ایک شیر غضبناک ہوتی تھی۔ اور اہلشام کیحالت شل ریوڑ کی تھی جبکی شامت اعمالی کیوجہ سے وہ شیر غضبناک آپڑا تھا اور ان کا شیان بامحافظ اپنی جان کے خوف سے اپنے ریوڑ کو جس پر اسکی ساری تمناؤں کا خاتمہ تھا اور جس پر وہ آج سالہا سال سے ریامن کرتا چلا آتا تھا۔ ان کو اس شیر غضبناک کے منہ میں تنہا چھوڑکر آپ اپنے خاص حفاظت جان کے اسباب ڈھونڈنے لگا ہو اور الگ بھاگکر کھڑا ہو۔ مالک ابن اشتر نے اپنے حریف پر یہ اچھی طرح ثابت کر دیا تھا کہ ہم زخمی کرنے والے ہیں اور کبھی کسی حال میں زخمی ہونیوالے نہیں ہیں۔ اہلشام میں نہ کوئی حلاوت باقی چھوڑی تھی اور نہ انمیں کسی قسم کی حرکت باقی تھی۔ اگر صرف دو گھنٹہ اور مالک ان سے الجھا رہتا تو ہمیشہ کے لئے اسلام کے فتنہ و فساد کی یہ گتھی فوراً سلجھ جاتی عمر عاص کے اس مکر و فریب نے جسکی ابتدا ہم اس سے اوپر لکھ چکے ہیں۔ عین اسی وقت میں اپنا کام کیا۔ اور ایسا کامل اثر پہنچایا کہ جنگی معاملات کے سوا اسکے اس حیلہ نے اہل اسلام کے نو ہزار آدمیوں پر وہ قیامت کی تاثیر کی کہ انھوں نے اسلام میں ایک نئی بات پیدا کی۔ اور دائرہ اسلام میں ایک جداگانہ نام سے موسوم ہوئے اور انکے نتیجے تمام اہل شام کے نتیجوں سے بُرے ثابت ہوئے۔ جسے ہم آیندہ اپنے مقام پر لکھینگے۔

بہر حال ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ اہلشام کی باقیماندہ جماعت میں پانچسو کلام اللہ نیزوں پر بلند کئے گئے

عام اس سے کہ وہ کلام اللہ ہوں یا کلام اللہ کی صورت میں کوئی دوسری شے باندھی گئی ہو۔ ان کے بلند ہوتے ہی اہل شام نے ادعوکم الی القرآن کے نعرے بلند کئے۔ امیر المومنین علیہ السلام اگرچہ بنفس نفیس اسوقت متوجہ قتال نہیں تھے مگر رزمگاہ سے کسی قدر علیحدہ ہو کر اپنے خاص خاص اعیان کے ہمراہی اپنے جان نثاروں کی پرجوشیوں کے سیر دفرما رہے تھے عبداللہ ابن عباس بھی پہلو میں قریب کھڑے تھے۔ کلام اللہ کو نیزوں پر آویزاں دیکھکر اور اہل شام کے یہ قول سنکر کہنے لگے یا امیر المومنین علیک السلام لڑائی تمام ہو گئی۔ اور اب مکاری اور حیلہ سازی شروع ہو گئی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جوابدیا۔ کہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ حیلے صرف جان بچانے کی غرض اور تلواروں کے خوف سے ہوئے ہیں۔ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۵۔

امیر المومنین علیہ السلام اور عبداللہ ابن عباس کی یہ گفتگو ابھی آخیر تک نہ پہنچی تھی کہ اہل عراق کے چہروں سے بغاوت کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اور بالعوض اسکے کہ مشغولین رزمگاہ حریف پر حملہ کریں اور انکو پیچھے ہٹادیں یکایک ساکت ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کی طرف جیسا کسی آنے والے کا انتظار ہو دیکھنے لگا۔ اور ایک ایسا شور عظیم برپا ہو گیا کہ سوائے اس شور وغل کے جوانمیں برپا تھا اور کوئی لفظ یا کوئی کلمہ تمیز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسوقت اہل عراق کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ ایک فرقہ تو وہ تھا۔ جو قرآنوں کو دیکھکر یکایک ساکت ہو گیا تھا۔ اور دوسرا وہ جو اپنے رسوخ خلوص اور اعتقاد پر اسی طرح ثابت قدم تھا۔ اور مالک ابن اشتر کی رفاقت میں اپنی شجاعت اور جان نثاری کے بیش بہا جوہر دکھلارہا تھا۔ اور اپنی مستعدگی اور ثابت قدمی سے اپنے حریف کو یہ بتلا رہا تھا۔ کہ ہم اس متفرق ہو جانے پر بھی تمہاری پوری ہزیمت اور کامل شکست پہنچانے کے لئے پورے طور سے کافی ہیں۔ انکی نگاہیں کلام اللہ کی طرف نہیں تھیں بلکہ ان کی نظر حریف کے سر پر تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے اور نہ جاننا چاہتے تھے۔ کہ عمر عاص کے حیلے اسوقت تک میدان جنگ میں کیا کرچکے ہیں۔ اور اب کیا کر رہے ہیں۔ وہ چیدہ وفادار اور سچے جان نثار اپنے فرائض مذہبی کو خوب سمجھے ہوئے تھے اور جس خدمت پر معین کئے گئے تھے جب تک اسکو تمام نہ کرلیں اس سے وہ اپنی بازگشت اور اسکے ناکامل چھوڑ دینے کو بھی محسن کشی اور احسان فراموشی سمجھتے تھے۔

ایسے خیالوں والے تو اسی طرح کارزار میں مصروف تھے۔ باقی وہ فرقہ جسکا تذکرہ اوپر لکھا گیا ہے خاموش تھا اور ابھی تک آپسمیں سرگوشیاں کر رہا تھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اب انمیں سے چار آدمی عمر ابن حمق الخزاعی رفاعہ ابن شداد خصین ابن منذر اور خالد ابن معمر امیر المومنین علیہ السلام کیخدمت میں آئے۔ ان کے آنے سے پہلے اشعث ابن قیس جناب امیر علیہ السلام کیخدمت میں حاضر ہو چکا تھا۔ مگر ان لوگوں کے انتظار میں ساکت تھا اب ان لوگوں کو آتا دیکھکر اسکو بھی عرض حال پر جرأت ہوئی۔ اشعث نے عرض کی یا امیر المومنین آپ اکثر فرماتے تھے۔ کہ میں انہیں کلام حق اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں۔ یہ اس طرف نہیں آتے اور مجھ سے مخالفت کرتے ہیں۔ اب تو وہ خود آپ

سے معتقد ہیں اور کلام اللہ کو درمیان دیکر مصالحت پر آمادہ ہیں۔ اب آپ انکی استدعا کو کیوں قبول نہیں فرماتے۔ اگر آپ اسکو قبول نہ فرمائینگے تو میں تو اسوقت سے ایک تیر بھی انکی طرف نہ پھینکونگا۔

جناب امیر المومنین نے نہایت سنجیدگی سے اشعث کی اس باغیانہ آمادگی کا جواب دیا کہ میں ان لوگوں کو خوب پہچانتا ہوں ان کا مقصود قرآن اور حکم قرآن ہرگز نہیں مگر اصل امر یہ ہے کہ اسوقت انکو اپنی شکست اور تمہاری فتح کا پورا یقین ہو چکا ہے وہ چاہتے ہیں کہ انہی حیلوں سے وہ اپنی جانوں کو بچالیں۔ اے اشعث تم انکی باتوں میں نہ آؤ اور ان کے دام مکر میں نہ پھنسو۔ یہ تمہیں بالکل دھوکا دیتے ہیں۔ صبر کرو اپنے کام پر مستعد اور ثابت قدم رہو کہ نسیم فتح و ظفر کوئی دم میں اب چلنے والی ہے ایسا نہ ہو کہ تمہارے منہ سے عوام الناس یہ باتیں سنکر اور شک وشبہ میں پڑیں۔ ابو الفدا ص ۱۸۲ سوانح عمری ص ۲۶۵۔

اشعث ابن قیس جو ان امور کی تعلیم آج کئی روز پیشتر سے پاچکا تھا۔ کہنے لگا کہ مجھ کو ہرگز یہ امر گوارا نہیں ہوگا کہ میں اس قوم کو کتاب خدا اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دعوت کرتے ہوئے دیکھوں اور کانوں سے سنوں مگر تاہم ان سے مقابلہ کروں۔ اور ان پر تلواریں اٹھاؤں۔ اگر آپکو کچھ تردد ہو تو مجھے معاویہ کے پاس سفارت کے طور پر بھیجدیجئے۔ میں اس سے حقیقت احوال دریافت کر آؤں۔ امیر المومنین نے جب اسکی مخالفت اسقدر بڑھی ہوئی دیکھی تو تھوڑی دیر تک سکوت فرمایا اور آخر میں اسکو اپنے اختیار سے بالکل باہر دیکھکر صرف اتنا ارشاد کیا کہ میں اہل شام کی نسبت جتنا جانتا تھا تم سے بیان کرچکا۔ اب جو تیری طبیعت قبول کرے تو وہ کر۔ اشعث کو اب بغیر معاویہ کے چین کہاں۔ لشکر گاہ سے اٹھا اور معاویہ کے پاس آپہنچا۔ وہ انکے دعووں کو سنکر اس جماعت کیساتھ ہوگیا۔ جو ادعو کم الیٰ کتاب اللہ کے نعرے مار رہی تھی۔

اشعث کے خیالوں میں تبدیلی کا آنا تھا۔ کہ بہت سے جاہل اور وہم پرست اہل عراق جو آج تین روز سے اشعث کی صلاح و مشورہ میں داخل تھے۔ ایکبارگی اپنی صفوں سے اکھڑ گئے۔ یہ دیکھکر عبد اللہ ابن عباس کی صلاح سے امیر المومنین نے رزمگاہ میں اپنے قیام کو مناسب نہ جانا۔ میدان جنگ سے آرامگاہ میں تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ہی ان فہمی اور جاہل اہل عراق کی ایک معتدبہ جماعت خیمہ کے دروازے پر ٹڈی کی طرح آکھڑی ہوئی۔ جسکے سرگروہ عمر ابن حمق خزاعی سفاعہ ابن مسعدا و بجلی حصین ابن منذر اور خالد ابن معمر وغیرہ تھے۔ یہ لوگ تو ابتدائے ورود سے معویہ کے اجتہاد کے معتقد ہورہے تھے۔ اور اشعث کی تقلید کو اپنے اوپر فرض کر چکے تھے۔ انہوں نے اپنا سلسلہ بیان اسی اصول پر قائم کیا۔ جس اصول پر عمر عاص نے یہ کارروائی کی تھی۔ اور اشعث نے ابھی ابھی تقریر کی تھی۔ ان لوگوں نے کیا کیا نہیں کہا۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام کی خاموشی سب سنتی گئی جب ان کا سلسلہ بیان منقطع ہوچکا اور اب انکے پاس عرض معروض کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ تو نصر ابن مزاحم کی روایت کے مطابق امیر المومنین علیہ السلام نے نہایت سنجیدگی سے ان کے

پھر زور و شور و غل کے جواب میں ایک مختصر سا خطبہ ارشاد فرمایا جسکو ہم شرح نہج البلاغہ کے علاوہ اور مختلف تاریخوں کے اسناد سے ذیل میں ترجمہ کرکے لکھتے ہیں۔

ایہا الناس میں کتاب خدا کی اعانت کے لئے تم سے پہلے اور تم سے زیادہ مستحق ہوں تمام عالم سے پہلے میں نے اسلام کو قبول کیا ہے۔ سبقتکم الی الاسلام طراً + مقراً بالنبی فی بطن امی ۔ معاویہ عمر عاص۔ ابن ابی معیط اور عبداللہ ابن سرح نہ اہل دین ہیں نہ اہل قرآن۔ میں لڑکپن سے اسوقت تک برابر انکے ساتھ رہا ہوں۔ خیر و صلاح انہیں کبھی نہیں پائی گئی۔ یہ صرف انکی شرارت اور عیاری ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ یہ کلمہ حق کہتے ہیں مگر مقصود ان کا باطل کی طرف ہے۔ قرآن انکے پاس ہے مگر اسکے مطالب و معانی کو ان سے مطلق سروکار نہیں ہے اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ تم تھوڑی دیر اور صبر کرو۔ اور اپنے خیالوں پر ثابت قدم رہو۔ اور اپنے سر و بازو کو ایک ساعت کیلئے مجھے عاریتاً دیدو۔ کہ حق اپنے مطلع تک (ظاہر ہونیکی جگہ) اور ناحق اپنے مقطع (قطع ہونیکی جگہ) تک پہنچ گیا ہے۔ اپنی تقریر سنکر اور لوگ تو کسی قدر سر بگریبان رہے۔ مگر مسعر ابن فدکی اور زید ابن حصین جو اسوقت قاریوں میں مشہور تھے کہنے لگے کہ یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ ہمکو تو کتاب کی طرف بلائیں۔ اور ہم نہ جائیں۔ اگر آپ اسمیں زیادہ اصرار فرمائینگے تو ہم آپکو بھی ویسا ہی قتل کرینگے جیسا حضرت عثمان کو باغیوں نے قتل کر ڈالا تھا۔ مسعودی ذہبی صفحہ ۲۔ طبری جلد ۵ روضۃ الصفا صفحہ ۲۳۶۔

جناب امیر علیہ السلام نے انکو اپنے قابو سے بے قابو اور اختیار سے بے اختیار دیکھکر فرمایا کہ میں زمرۂ اسلام میں اسی کلام اللہ کیطرف سب سے پہلے دعوت کیا گیا۔ اور سب سے پہلے جس شخص نے اسکی تصدیق کی اور اس پر ایمان لایا وہ شخص میں ہی ہوں۔ مجھ سے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں پھر اسی کلام اللہ کی طرف بلایا جاؤں اور میں اس سے انکار کروں۔ ہم تو اسلئے ان سے جنگ کرتے ہیں کہ یہ احکام خدا کو نہیں مانتے۔ اور کتاب اللہ کی پوری پابندی نہیں کرتے انہوں نے صاف صاف لفظوں میں خدا کی نافرمانی کی۔ اور خدا کے وعدوں کو توڑ ڈالا یہ لوگ تمہیں سخت فریب دے رہے ہیں۔ تمہیں نہایت خبردار اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ قرآن پر عمل کرنا ان کا ہرگز مقصود نہیں ہے اسکے خلاف ان کا مقصود ایک جداگانہ امر ہے۔ جسے تم نہیں سمجھتے۔ تم اپنی لڑائی کے سلسلہ کو منقطع نہ کرو۔ اپنے حملوں میں استقلال و ثابت قدم رہو۔ اب تمہاری فتح اور کامیابی میں کچھ دیر نہیں ہے۔ اور اسکے لئے کسی انتظار کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے امیر المومنین کے اس جائز اور برحق موعظت نے ان جاہل اور غلط فہموں پر اس قیامت کا الٹا اثر ڈالا کہ وہ سب کے سب تلواریں میان سے نکال نکال کر آگے بڑھ آئے۔ اور وہ ہجوم جو اسوقت تک مذبذب تھا قریب آگیا اور ہزاروں آدمی جو اشعث ابن قیس، حصین ابن منذر کے سلسلہ میں آکر بغاوت پر پورے طور سے آمادہ ہوچکے تھے۔ یکزبان ہو کر کہنے لگے یا علی ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ نکلیگا۔ کسی کو بھیجو اور مالک ابن اشتر کو وہاں سے جلد واپس لائیے۔ نہیں تو ہم تمہیں یہاں

قتل کر ڈالینگے۔ اور جو حضرت عثمان کیساتھ کیا وہی تمہارے ساتھ کرینگے یا ایکبارگی تمہیں پکڑ کر معویہ کے پاس لیجائینگے
مسعودی ذہبی کتاب الصفین باب الخلافت علی صہ۳۰۷۔ اعثم کوفی صہ۔ روضتہ الصفا جلد دوم صہ۳۴۶ طبری جلد چہارم صہ۳۵
ابوالفدا صہ۲۲۳ تاریخ کامل ابن اثیر جلد سوم صہ۱۳۷۔

اسوقت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس سوائے ابن عباس اور معدودے چند بنی ہاشم کے جو بروایت تہذیب المتین دس سے زیادہ نہیں تھے اور کوئی نہیں تھا۔ امیر المومنین کو اسوقت سوچ تھی اور قیامت کی سوچ اب اسوقت سے امیر المومنین نے انکے تمامی معاملات کو اپنے اختیار سے باہر پایا۔ اور اہل فوج کی ان حریص طبیعتوں کو جو اشعث ابن قیس اور حصین کی سازش میں آچکے تھے بے قابو دیکھا اور ان امور میں انکی جہالت۔ کوتہ اندیشی۔ غلط فہمی اور وہم پرستی کی اصلاح کو قطعی ناممکن سمجھکر انکے آیندہ امور سے صرف اتنا کہکر اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ کہ اگر تمکو میری اطاعت منظور ہے تو جنگ کرو اور اگر نہیں چاہتے تو جو تمہارے جی میں آئے وہ کرو۔ تاریخ ابوالفدا صہ۲۲۴ طبری جلد چہارم صہ۱۰۵۔

اب امیر المومنین نے انکے معاملات سے بالکل علیحدگی اختیار فرمائی۔ اور ہر قرینہ یہی مصلحت بھی تھی جو یہ کہتے گئے۔ وہ کہتے گئے۔ انکی باغیانہ تقریر سنکر امیر المومنین علیہ السلام نے یزید ابن ہاشم کو مالک ابن اشتر کے پاس بھیجا۔ خالص الایمان اسوقت تک اہل شام سے اسی طرح دست و گریبان تھا۔ اسکی تیز دستی سے حریف کے قابو میں نہ ہاتھ تھے نہ پاؤں وہ بھاگ رہے تھے۔ اور یہ اکیلا ہوکر میدان میں انکا شکار کر رہا تھا۔ اسی حالت میں یزید ابن ہاشم نے طلبی کا حکم سنایا۔ وہ پہلے تو گھبرا گیا۔ مگر پھر تمامی واقعات یزید کی زبانی سنکر کہنے لگے کہ اے اہل عراق تمہاری عقلیں کہاں گئی ہیں۔ اور تمہاری فہم و بصیرت کو کون لے گیا ہے یہ تمکو کیا ہوگیا ہے۔ جب وہ وقت آیا کہ تمہاری جو قربانیاں یاد آور ہوں تو تمہیں عمرو عاص نے فریب دیا۔ اور تم اسکے دام تذویر میں مثل مرغ نادان اسیر ہوگئے۔ خدا کی قسم وہ قرآن اور قرآن والوں کو نہیں پہچانتے۔ ایک لمحہ مجھکو میری جگہ پر چھوڑ دو۔ کہ تمہاری فتح ہے زیادہ نہیں تو اسیقدر توقف کرو کہ ایکمرتبہ میں غنیم کے لشکر کے اس کنارہ سے اُس طرف ہو آؤں۔ پھر دیکھو کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ یزید ابن ہاشم یہ جواب لیکر ابھی لوٹا نہیں تھا کہ باغیوں کی وہ جماعت جو مالک کے واپس بلا بھیجنے پر اور زیادہ مجبور کرینگی امیر المومنین علیہ السلام نے پھر دو آدمی مالک کے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا۔ کہ مالک سے کہدو کہ صفین کے معاملات سے ہاتھ دھو ڈالو اور لڑائی سے باز آؤ۔ یہاں کے رنگ دیکھو۔ جب میں نہیں رہا تو تمہارا آنا یا نہ آنا محض بیکار ہوگا
تاریخ طبری جلد چہارم صہ۱۰۵۔ تہذیب المتین صہ۱۰۲۔

اب جناب امیر علیہ السلام اس مایوسی کے کلمات کہیں بھیجیں اور مالک ابن اشتر سا خالص الایمان اب بھی رُک جائے بڑی تعجب کی بات ہے۔ فوراً مالک ابن اشتر اپنی حاصل شدہ فتح کو نامکمل چھوڑکر واپس آئے دیکھا کہ امیر المومنین کے آرامگاہ کے دروازے پر باغیوں کی وہ کثرت ہے کہ اندر جانیکی راہ باقی نہیں ہے۔ اور انکی بغاوت یہاں تک بڑھی

ہے کہ ہر شخص تلوار کھینچے ہوئے کسی کے حکم کا منتظر کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر مالک ابن اشتر کے تو ہوش اڑ گئے۔ اور اسکی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی۔ کسی نہ کسی طرح وہ امیرالمومنین کی خدمت میں پہنچا۔ ان باغیوں سے بھی گفتگو ہوئی۔ جسکا نتیجہ سوائے فتنہ و فساد کے زیادتی کے اور کچھ نہ نکلا۔ آپس میں بات بڑھ چلی تھی مگر بیچ بچاؤ کر دیا گیا۔ کامل ابن اثیر صہ ۱۲۵۔

مالک کے آنے کے تھوڑی دیر بعد تک باغیوں کا ہجوم ویسا کا ویسا ہی بنا رہا۔ خدا خدا کر کے وہ جاہل دروازے سے ہٹے۔ اور تمام آدمی انکے میدان میں پھیل گئے۔ اور چلا چلا کر کہنے لگے۔ الموادعۃ قد رضی امیرالمومنین قد قبل امیرالمومنین ہماری دعوت قبول ہوگئی اور جناب امیرالمومنین ہماری دعوت پر راضی ہو گئے۔

ابھی تک رزمگاہ میں ادھر ادھر جو بچے بچائے خالص الایمان اہل عراق اہل شام سے دست و گریبان تھے یہ آوازیں سنکر آیندہ کوششوں میں بیدل ہو گئے اور مجبور ہو کر دریافت احوال کی غرض سے لشکرگاہ کو واپس آئے امیرالمومنین علیہ السلام نے اسوقت موجودہ جماعت کے سامنے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

یا ایہا الناس ان اخذت امری لم یزل معکم علی ما احب الی ان اخذت منہم الحرب وقد واللہ اخذت منکم ترکت واخذت من عدوکم فلم یترک وانہا فیہم انکی وانہک الا انی کنت امس امیرا فاصبحت الیوم مامورا کنت ناہیا فاصبحت منتہیا وقد احببتم البقاء ولیس لی ان احملکم علی ما تکرہون (ترجمہ)

ایہا الناس تم ابتک میری خواہش کے مطابق میرے ساتھ رہکر اس قوم کے ساتھ جنگ کرتے تھے تا کہ طرفین سے بہت سے آدمی اسمیں کام آئے۔ مگر زیادہ تر صدمہ اسمیں دشمن کو پہنچا۔ چنانچہ ہم میں اب بھی بہت سے مردان نبرد موجود ہیں۔ انکا قریب قریب خاتمہ ہو گیا۔ لیکن کل میں تمہارا حاکم تھا آج محکوم۔ کل تمکو اوامر و مناہی کرتا تھا اور آج تم مجھکو امر و نہی کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تمنے اپنی بقاء حیات کو دوست رکھا اور جنگ و ہلاکت سے کراہت کی۔ اب مجھ میں اتنا مقدور نہیں ہے کہ میں تمہاری طبیعتوں کے خلاف کوئی کام کروں یا تمکو اسکی تعمیل پر مجبور کروں والسلام۔ تہذیب المتین صہ ۱۸۱۔

امیرالمومنین نے اتنا فرما کر پھر وہی سکوت اور خاموشی اختیار فرمائی جو آپ ہمیشہ ایسے نازک وقت میں اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور جسکے حسن و خوبی کو ہم خلافت اولیٰ کے ذکر میں درج کر چکے ہیں۔ مالک اور اسکے ہمراہیوں کے واپس آنے کے بعد اہل شام بیفکر ہو گئے۔ اور اہل عراق کی تلواروں سے مطمئن ہو کر اپنے لشکرگاہ کو واپس آئے۔ اشعث ابن قیس حصین ابن منذر۔ اور یزید ابن حصین وغیرہم جنکو کلام اللہ کے آویزاں ہونے نے یا یوں سمجھو کہ مکار عمرو عاص کے پرتاثیر افسون نے کامل طور سے تسخیر کر لیا تھا۔ وہ امیرالمومنین کی خدمت سے علیحدہ ہو کر فوراً اہل شام سے جا ملے اور نہایت کشادہ پیشانی سے امیر شام کے دربار میں اپنے محاسن خدمات کے اظہار نہایت افتخار سے کرنے لگے اور

یہ کہنے لگے کہ ہم امیرالمومنین علیہ السلام کو مصالحت اور کلام اللہ کی دعوت پر راضی کر آئے فوراً ایک کمیشن (جماعت) انکے پاس تحریر صلحنامہ کی غرض سے بھیجی جاوے۔ امیر شام نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ اشعث فوراً واپس آیا اور اپنے ہمخیالوں سے اسکی نسبت صلاح و مشورہ کرنے لگا۔ حکمین کی تجویز تو دربار شام میں پہلے ہی طے پاچکی تھی۔ اب صرف ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو ان امور کو اپنے طور پر فیصل کردے۔ پہلے آپسمیں سرگوشی ہوکر ابو موسیٰ الاشعری کے انتخاب پر اتفاق کیا گیا۔ مگر جب امیرالمومنین علیہ السلام کیخدمت میں یہ تجویز پیش ہوئی تو آپ اپنی جگہ پر خاموش رہے۔ ہاں مالک اشتر نے ابو موسیٰ کا نام سنتے ہی قطعی انکار کیا۔ اور انکی جگہ عبداللہ ابن عباس کو اپنی طرف سے حکم کرنا چاہا۔ مگر اشعث ابن قیس نے قرابت کا عذر کرکے اسکو ناجائز ٹھہرایا۔ امیرالمومنین نے نہایت تامل کے بعد اتنا فرمایا۔ کہ مالک ابن اشتر کی رائے سے اتفاق کرو۔ اور جو یہ کہتا ہے وہ کرو۔ تمنے مجھ سے مخالفت کی اور معاویہ سے موافقت۔ اسکا نتیجہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور اپنی حاصل کردہ فتحیابی کی تکمیل نہ کرسکے۔ میں بھی عبداللہ ابن عباس یا مالک ابن اشتر کی تجویز کو پسند کرتا ہوں اسوقت اگر عبداللہ ابن عباس کو نہ پسند کروگے اور ان سے موافقت کروگے تو پھر ویسی ہی پریشانی اور پشیمانی میں پڑجاؤگے۔ اور پہلے سے بھی زیادہ نقصان اٹھاؤگے۔ اشعث کو تو فیصلہ سے پہلے فیصلہ کرنے والے کی تلاش تھی۔ وہ کیونکر اہل شام کے مفید پہلو کو چھوڑتا۔ کہنے لگا کہ ہم سوائے ابو موسیٰ کے اور کسی سے راضی نہیں۔ ابوالفدا صفحہ ۴۲۸۔

امیرالمومنین سے اٹھا اور اہل شام کے لشکرگاہ میں آکر کمیشن کے لیجانے کے بندوبست کرنے لگا۔ معاویہ ابن ابوسفیان نے اب کمیشن کے لوگونکی تلاش کرنی شروع کی۔ اور انکی نسبت غور کرنے لگا۔ آخرکار عمائد شام میں سے چند نمودار اور معزز لوگوں کو جو امیرالمومنین کی تیغ شرربار سے بچ رہے تھے اور جنکی وفاداری اور جان نثاری پر معاویہ کو پورا اطمینان تھا۔ عمرابن العاص۔ ابوالاعور اسلمی کے اور اشعث ابن قیس کے ہمراہ کیا اور کہدیا کہ صلحنامے کی تعمیل ہوجائے جسطرح تم لوگ امیرالمومنین کو ابو موسیٰ کے تعین کے لئے مجبور کر آئے ہو اسی طرح اہل شام نے بھی مجھے عمرعاص کے تعین پر مجبور کردیا ہے۔

بہرحال اشعث ان تاکیدی اور ضروری احکام کو سنکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ امیرالمومنین کے لشکر میں چلا آیا۔ اور صلحنامے کی تحریر شروع ہوئی۔ بعض مورخین نے ابورافع جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خاص خادم کو کاتب بنایا ہے اور بعض نے احنف ابن قیس کو بہرحال کوئی بزرگ کتابت کرتے ہوں۔ کاتبنے شروع کیا۔ ھذا ما صلح علیہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب و معاویۃ۔ معویہ بولا اگر میں اقرار کرلوں کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام امیرالمومنین ہیں اور پھر انکے ساتھ جنگ کروں تو شاید دنیا میں مجھ سے بدتر اور کوئی دوسرا نہ ہوگا۔ عمرعاص نے کہا امیرالمومنین لکھنا ضرور نہیں صرف نام و ولدیت کی قید کے ساتھ کافی ہے۔ احنف

ابو رافع جو کاتب ہوں فرمانے لگے کہ ہم امیر المومنین کی امارت کو آپکے اسم مبارک سے منقطع نہ کرینگے امیر المومنین اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے تھے جب سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو آپ نے اپنے سکوت کو توڑکر فرمایا اللہ اکبر یہ قصہ بالکل مشل واقعات حدیبیہ کے ہے جب میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور سہیل ابن عمر کی طرف سے صلحنامے لکھنے گیا اور لکھا ھذا ما تصالح علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و سہیل ابن عمر۔ سہیل نے کہا ہم تمکو رسول اللہ ہی جانتے تو تمہارے ساتھ جنگ کیوں کرتے۔ اور طواف کعبہ سے تمکو منع کیوں کرتے صرف محمد ابن عبد اللہ لکھو۔ اور لفظ رسول اللہ کو عبارت سے محو کر دو۔ میں نے لفظ رسول اللہ کے محو کرنے سے انکار کیا۔ تو حضرت نے فرمایا یا علی میں رسول اللہ بھی ہوں اور ابن عبد اللہ بھی۔ اگر صرف میرا نام ہی ہو تو اس سے میری رسالت میں سر مو فرق نہ ہوگا تم انہیں کے کہنے کے مطابق صرف محمد ابن عبد اللہ لکھدو اور اے علی آگاہ ہو کہ تمکو بھی ایک زمانہ میں اسی طرح کا واقعہ پیش آئیگا۔ میں جانتا ہوں وہ دن آج ہی ہے جسکی خبر جناب رسولخدا نے دی تھی وہ صلح مشرکین مکہ کے ساتھ تھی۔ اور یہ اُنہیں کی اولاد و احفاد کیساتھ۔ یہ سنکر عمر عاص نے کہا۔ سبحان اللہ آپ ہمکو کفار و مشرکین سے مثال دیتے ہیں حالانکہ ہم مومن اور مسلمان ہیں۔ جناب امیر المومنین نے نہایت نفرت سے فرمایا اور کہا اے پسر نابغہ تو کب مسلمانوں کا دوست ہوا ہے اور کس روز تم سے کفار کی خیر خواہی ظاہر نہیں ہوتی ہے زمانہ حیات جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں مشرکین کیا تھ ہوکر آنحضرت سے جنگ کرتا رہا انکی وفات کے بعد انکی امت میں تفرقہ اندازی کرتا رہا۔ اور اب اس فتنہ اندازی میں سرگرم ہے۔ عمر عاص وہاں سے یہ کہتا ہوا اٹھا کہ میں اب کبھی آپکی مجلس میں شریک نہ ہونگا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جواب دیا کہ خدا سے میری بھی یہی دعا ہے کہ میری مجلس اور میری صحبت تجھ جیسوں سے ہمیشہ پاک و صاف رہے۔

بہرحال عمر عاص تو امیر المومنین کیخدمت سے اٹھکر اپنی لشکرگاہ کو واپس گیا اور ابو رافع نے صلحنامے کا کاغذ اٹھایا اور ذیل کی عبارت درج کی۔

یہ وہ اقرارنامہ ہے جسپر علی ابن ابی طالب اور معویہ ابن ابی سفیان لے۔ اہل حجاز اور اہل شام۔ شیعیان علی اور متابعان معاویہ۔ شروع سے لیکر آخیر تک حکم خدا کے مطابق راضی ہوئے وہ سب چیزیں جسکو قرآن قائم رکھتا ہے اسی کو یہ لوگ بھی قائم رکھیں گے۔ اور جس جس کو قرآن ناجائز کردے اسکو یہ بھی ناجائز کردیں گے انہوں نے عبد اللہ ابن القیس (ابو موسی الاشعری) اور عمر عاص کو حکم مقرر کیا۔ یہ دونوں حکم جو حکم کریں اس پر سب راضی ہوئے اور علی ابن ابی طالب۔ معاویہ ابن ابو سفیان نے عبد اللہ ابن قیس اور عمر عاص سے اس امر پر ضمانت لی ہے۔ کہ وہ دونوں جو کچھ حکم کریں وہ ایسا ہی ہوگا جیسا قرآن میں ارشاد ہوگا۔ اگر کتاب خدا میں وہ حکم موجود نہ ہو تو مطابق سنت جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جس پر ایک ایک خاص و عام مجمع کا اتفاق ہو

حکم صادر کریں اور ابوموسیٰ الاشعری اور عمر عاص دونو شخص دونو لشکروں سے بےخوف رہینگے اور انکے حکم پر دونو لشکر کو اعتراض نہ کرینگے۔ دونو لشکر اس اقرارنامے کے مضمون پر راضی ہوئے اور وہ اقرار یہ ہے کہ اہل عراق کیطرف اور اہل شام شام کی جانب چلے جائیں یہ دونو حکم پھر دومتہ الجندل میں جمع ہوں اور اس حکم کے معاملہ میں فیمابین ایک سال کی مہلت قرار پائی۔ اعثم کوفی صفحہ ۳۷۰

اس واقعہ کے (تحریر اقرارنامہ) ثبوت میں دیکھو۔ ابوالفدا صفحہ ۴۳۔ اعثم کوفی صفحہ ۳۶۶۔ روضتہ الصفا صفحہ ۴۴۳ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۸۲۔ پیشین گوئی کی تصدیق میں دیکھو۔ معارج الصادقہ واقدی صفحہ ۳۲۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۴۴۵ معارج النبوۃ صفحہ ۱۹۱۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۸۴۔ ابوالفدا جلد دوم صفحہ ۲۹۴۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۸۲۔ تاریخ الانبیاء۔

جب یہ کاغذ تیار ہو گیا تو کاتب نے اسکی ایک نقل اہل شام کے حوالے کر دی اور وہ اسکو لیکر اپنے لشکرگاہ کو واپس گئے۔ اس اقرار سے آپس میں صلح ہو گئی۔ اور جنگ جدال کا جو سلسلہ آج کئی ہفتوں سے برابر جاری تھا بالکل بند ہو گیا اور اسکے تصفیہ میں بھی حسب الاقرار سال بھر کا عرصہ ہو گیا۔

اب ہم اپنے سلسلہ بیان کے اعتبار سے اگر اس واقعہ کو یہیں تمام کر دیں اور اس درمیان میں جو کچھ سال بھر کے اندر واقع ہوا پہلے اسکو بیان کر کے تب انکے تصفیہ کی کیفیت لکھیں تو پھر ہمارے سلسلہ تحریر میں بہت فرق پڑ جائیگا جو ناظرین کی برخاستگی خاطر کا باعث ضرور ہو گا۔ اسلئے ہم اس تحکیم کے قضیہ کو آخیر تک پہنچا لیں اور وہ تمامی امور جو واقعہ تحکیم کے متعلق ہیں بیان کر لیں تو دوسرے واقعات کی تصریح کا خیال کرینگے۔

بہرحال ابوموسیٰ الاشعری اور عمر عاص اس فیصلہ کے لئے موزون تھے یا نہیں اور ان دونو میں سے کسی کو کسی کے ساتھ رعایت یا فائدہ رسانی کا خیال تھا یا نہیں یہ ایک بحث قبل ازوقت اور غیرضروری خیال کیجائیگی جسے ہم علیحدہ لکھیں گے مگر صرف ابوموسیٰ کی نسبت جو اہل عراق یا امیرالمومنین کیطرف سے مجبوراً حکم مقرر کئے گئے تھے صرف اتنا بیان کر دینا شاید قبل ازوقت نہیں خیال کیا جا سکتا کہ انکے خیالات موجودہ حالت میں عام طور سے جناب امیرالمومنین علیہ السلام اور ان لوگوں کے ساتھ کیسے تھے۔ جسکی طرف سے یہ حکم مقرر کئے گئے تھے۔ یا جن کے حقوق کے موئد ہونے کا ان پر خیال کیا جاتا تھا۔

ابوموسیٰ کی کوفہ سے معزولی کے بعد جب مالک ابن اشتر نے وہاں کا بطور خود انتظام کر لیا تو ابوموسیٰ مالک ابن اشتر کے خوف سے صرف ایک رات کوفہ میں رہ کر صبح ہی کو شام کے ایک قریہ میں روپوش ہو گئے اور اسوقت تک یہیں موجود تھے۔ جب یہ معاملہ پیش ہوا تو اہل شام نے آپکی طلبی میں قاصد بھیجا اس سے انہوں نے صفین کا حال دریافت کیا۔ قاصد نے کہا صلح ہو گئی۔ ابوموسیٰ نے کہا الحمد للہ۔ قاصد نے کہا تمہیں تو حکم مقرر کئے گئے ہو ابوموسیٰ

نے جواب دیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابو موسیٰ اہل شام سے ملتا ہوا اپنے ہمراہی قاصد کے ساتھ اہل عراق کے لشکر میں آیا۔ مالک ابن اشتر نے ابو موسیٰ کو وہ دن یاد دلایا کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کوفہ کی مسجد جامع میں خطبہ پڑھ رہے تھے اور عائشہ الاسلام کو اپنے پدر بزرگوار کی بیعت میں جنگ جمل کی شرکت پر ہدایت کرتے تھے۔ اور تم ان لوگوں کو برانگیختہ کرنا چاہتے تھے اور باز رکھنا چاہتے تھے ہمکو تم سے کیا امید ہے ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ صحیح ہے میں اسی دن کی آگ میں تو جل رہا ہوں کہ اس حادثہ میں تمہارا شریک اور اس وبال میں تمہارے ساتھ غوطہ زن ہوں۔ روضۃ الصفا جلد دوم صہ ۲۴۳

ملا مدائنی کتاب الفتن میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابو موسیٰ اشعری اہل عراق کے لشکر میں داخل ہوا تو حضرت عبداللہ ابن عباس اسکے پاس آئے اور کہا اے ابو موسیٰ تمکو ان لوگوں نے کسی فضل و شرافت کے اعتبار سے نہیں اختیار کیا ہے کیونکہ اگر انکا ایسا خیال ہوتا تو مہاجرین و انصار سے بہت ایسے شخص موجود ہیں جو رتبہ میں تم سے کہیں زیادہ ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ شام کے لشکر میں اہل یمن بہت سے ہیں اس سبب سے انہوں نے یہ خواہش کی ہے کہ ہمارا حکم بھی ہمارے ہی لوگوں میں سے ہونا چاہئے۔ خدا کی قسم میرا گمان ہے کہ یہ امر ہمارے اور تمہارے دونوں کے لئے برا ہے اور یہ ایک ایسی بلائے بد ہے جو تیرے سر سے لگا دی گئی ہے یہ تجھکو خوب معلوم ہے کہ معویہ میں کوئی ایسا وصف موجود نہیں ہے جس سے وہ مستحق خلافت سمجھا جا سکے۔ اگر تیرا حق اسکے باطل پر غالب آیا۔ تو خیر ورنہ ضرور وہ اپنی حاجت پوری کریگا اے ابو موسیٰ تجھکو یہ خوب معلوم ہے کہ معاویہ طلیق الاسلام ہے اسکا باپ راس الرئیس الاحزاب ہے اور فی الحال وہ بلا مشورت و بیعت خواستگار خلافت ہے اگر اسکا یہ دعویٰ ہے کہ خلفائے سابقین نے مجھے عامل مقرر کیا تو یہ کہنا درست ہے مگر اس سے خلافت پر اسکا استحقاق نہیں ہو سکتا۔ اور اس سے خلافت نہیں ہو سکتی۔ ان خلفا کے اور بہت سے عامل ایسے ہیں جو کسی طرح دعویدار خلافت نہیں۔ عمر ابن الخطاب خلیفہ دوم معویہ کے لئے بمنزلہ طبیب تھا۔ شہوات نفسانیت پر اس کو پرہیز دلاتا تھا اور عثمان ابن عفان خلیفہ ہوئے تو عمر ابن الخطاب کی پیروی کی اور اسکو اسی جگہ قائم رکھا معاویہ کو جانے دو عمرو عاص کی تمام کار روائیاں تمکو خوشنما معلوم ہونگی مگر باطن اسکا خوب نہیں۔ تم کو باتیں بھول جانا مگر یہ ضرور یاد رکھنا کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ انہیں لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے حضرت ابو بکر و عمر اور عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ اور وہ بیعت ہدایت ہے اور اب جو امیر المومنین نے ان سے جنگ کی ہے تو انہیں کیساتھ جو ناکثین کے شمار میں ہیں۔

ابو موسیٰ نے عبداللہ ابن عباس کی یہ طول طویل تقریر سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا پھر جواب دیا۔ رحمک اللہ تعالیٰ خدا کی قسم میں کسی کو سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے اپنا امام نہیں جانتا۔ اور جو باتیں تم نے مجھ سے کہی ہیں میں ان سے آگاہ ہوں اور حق کو چھوڑ کر معاویہ اور اہل شام کی پیروی کرنا یا انکی حمایت کرنا میں کسی طرح پسند نہیں کرتا

تہذیب المتین صہ ۱۹۱۔

بہر حال چونکہ اس تصفیہ میں ابھی چھ مہینے کا عرصہ تھا۔ اسلئے جانبین کے لشکر اپنے اپنے علاقوں کو واپس گئے امیر شام اپنا باقیماندہ لشکر لیکر شام کی طرف اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ کی جانب تشریف لیگئے اور اپنے اپنے کام و شغل میں مصروف ہوئے یہانتک کہ سال بھر کی میعاد ختم ہو گئی۔ اور جانبین کے حکم میں یہ رائے قرار پائی۔ کہ مقام دومۃ الجندل میں اسکا فیصلہ سنایا جائے۔ وہیں طرفین کے لوگ حاضر ہوں اور اپنے اپنے حکم سے اپنی انتزاع کا فیصلہ سن لیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے شریح ابن ہانی اور حضرت عبد اللہ ابن عباس اور چند ممیزین اسلام کو تھوڑی سی فوج دیکر تفحص احوال کی غرض سے دومۃ الجندل کی طرف روانہ فرمایا۔ وقت کے قریب ابو موسیٰ بھی دومۃ الجندل میں پہنچگیا اور عمر عاص بھی لشکر معاویہ سے علیحدہ ہو کر وہیں پہنچا۔ معاویہ نے بھی تھوڑی سی فوج مغیرہ ابن شعبہ کے ہمراہ دیکر دریافت احوال کے لئے بھیدی۔ انکے فیصلہ سنانے میں مہینہ دو مہینہ کی دیر تھی۔ حکمین میں اسکی نسبت صلاح ہوتی رہی۔ عمر عاص جیسے چالاک اور ہوشیار کا قدم درمیان تھا۔ اس نے ابو موسیٰ کی خاطر۔ دلجوئی۔ طاعت اور خدمت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا اپنا انکسار اور اس کا شرف و اعزاز ہمیشہ بیان کرتا تھا اور کسی وقت اسکے تالیف قلوب سے خیالوں سے غافل نہیں رہتا تھا جب اس فیصلہ کی آپسمیں صلاحیں ہونے لگیں تو ابو موسیٰ نے کہا کہ میرے نزدیک تو اس نزاع کے رفع کردینے اور اس فتنہ و فساد کے اٹھا دینے کی تجویز اس سے بڑھکر کوئی دوسری نہیں ہے۔ کہ سنت عمر ابن الخطاب پھر زندہ کیجاوے اور عبد اللہ ابن عمر ابن الخطاب کہ مرد عابد اور پرہیزگار ہے۔ اور اس فتنہ اور فساد میں کسی طرف شریک نہیں۔ خلافت اسلامی پر منصوب ہو۔

عمر عاص کو یہ سنکر چین نہ آیا۔ کہنے لگے تمہارے نزدیک معاویہ میں کیا قباحت ہے۔ عثمان ظلم سے شہید ہوئے اور وہ اس کا ولی خون ہوا ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطنا قریش میں اسکی قدر و منزلت سب سے بڑی ہے حسن سیاست اور آئین ملک داری میں بھی وہ یکتا ہے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھائی ہے۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ معاویہ کی حکومت سے تم جتنا منتفع ہوگے اتنا کسی دوسرے کا خلیفہ ہونا تمہارے لئے مفید نہ ہوگا۔

ابو موسیٰ کو یہ سنکر طیش آیا۔ اور جواب دیا اے عمر عاص خدا سے ڈرو۔ خلافت اسلامی دنیاوی شرافت و افتخار سے مطلق علاقہ نہیں رکھتی۔ اگر اسی کو بھر استحقاق خلافت ہو تو ابرہہ بن صباح کی اولاد اسکے لئے زیادہ موزون ہے۔ اسلئے کہ ایک زمانہ میں تمام عراق و حجاز انکے قبضہ میں تھا۔ خلافت اسلام میں دینداری اور فضیلت کا کام ہے۔ اگر شرف و منزلت پر بھی بقول تیرے استحقاق منحصر کردیئے جائیں تب بھی امیر المومنین علیہ السلام سے کوئی زیادہ مستحق نہیں ٹھہرتا۔ اور تیرا یہ کہنا کہ معاویہ عثمان کا وارث ہے تو میں مہاجرین اولین کے مقابلہ میں عثمان کی اس وراثت

کو کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ اور میرے فائدہ کی طرف جو تم اشارہ کرتے ہو تو قسم خدا کی میں دین رسول میں کبھی رشوت قبول کرنے والا نہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمکو سنت عمر ابن الخطاب زندہ کرنی چاہئے اور ہماری یہ رائے ہے کہ عبداللہ ابن عمر خلیفۃ الاسلام بنائے جائیں۔

مغیرابن خرام کی روایت کے اعتبار سے ابو موسیٰ نے عبداللہ ابن عمر کے لئے ہرچند زور مارا مگر عمر عاص نے ایکی نہ مانا۔ آخر انکا جواب یہی دیا کہ اگر عبداللہ ابن عمر ہی اس منصب کے لئے موزون خیال کئے جاتے ہیں تو میرا بیٹا عبداللہ بھی اس منصب کے لئے ان سے کم نہیں ہے۔ ابو موسیٰ نے جوابدیا کہ ہاں تھا ایسا ہی۔ مگر عبداللہ عمر ابن عاص نے معاملات صفین میں معاویہ کی رفاقت کی۔ اب وہ اس الزام سے ایسا پاک وپاکیزہ نہیں کہا جا سکتا جیسا عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ عمر عاص خاموش ہوگیا۔ اور کچھ جواب نہ دے سکا۔ طبری صہ ۳۳۵۹ ۔ سوانح عمری صہ ۲۰

ابو موسیٰ اور عمر عاص نزاع اول کے تصفیہ سے پہلے اپنی اس موجودہ نزاع میں قریب دو مہینے اکٹھے رہے اور آپس کی نسبت برابر بحثیں ہوتی رہیں۔ اور طرح طرح کے کلام پیش ہوتے رہے مگر کچھ بھی مفید کار نہ ہوا۔ تصفیہ کا وقت آنا ہی تھا۔ آخرکار جانبین کے حکم میں اس امر پر تصفیہ ہوگیا کہ ہم لوگ علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور معویہ ابن ابو سفیان کو خلافت وامارت سے علیحدہ کردیں اور یہ امر عمر ابن الخطاب کی طرح عامۃ المسلمین کی اتفاق رائے پر چھوڑ دیں اور خود علیحدہ ہوجائیں جس پر وہ لوگ اجماع کرکے متفق ہوں وہ شخص خلیفہ قرار دیا جاوے۔ عمر عاص نے اسکو بھی ہر پہلو سے اپنے مطلب کے مفید سمجھکر قبول کرلیا۔ ابو الفدا صہ ۲۳۱

عمر عاص نے نہایت رازداری سے آیندہ جمعہ تک اس راز کو افشا نہ ہونے دیا مگر عبداللہ ابن عباس کو اسکی خبر لگ گئی۔ یہ ابو موسیٰ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ میں نے سُنا ہے عمر عاص نے تمکو اپنی فریب میں لے لیا ہے اگر تم دونوں کسی فیصلے پر راضی ہوگئے ہو جیسا مینے سنا ہے تو خدا کے واسطے میرا اتنا کہنا مان لو کہ اسکی (عمر عاص) رائے سے پہلے تم اپنی رائے ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ عمر عاص جیسا شخص ہے وہ تمکو خوب معلوم ہے۔ مجھکو خوف ہے کہ اگر اس اقرار کو کہیں تم نے پہلے ظاہر کردیا۔ تو وہ پھر اسکے پیچھے مزدور پڑجائیگا اور جب اسکے بیان کرنے کی نوبت آئیگی تو وہ بالکل اسکے خلاف ظاہر کریگا۔ اور پھر اسمیں ایک نئی بات پیدا کریگا۔ اور اس سے ایک فتنہ عظیم پیدا ہوگا کہ پھر اس کی اصلاح کسی طرح ممکن نہیں ہوسکتی۔

ابو موسیٰ کو تو عمر عاص کی ابلہ فریبی اور تالیف غلوب نے کئی دن پہلے سے بے داموں مول لے لیا تھا وہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی دوستانہ اور خیرخواہانہ صلاح کو سنتے تو کن کانوں سے۔ عمر عاص پر ان کو پورا یقین ہوگیا تھا اس سے عہد و پیمان کرکے برخلاف کرنا مناسب نہ جانا۔ عبداللہ ابن عباس کی باتوں کو سُنکر کہنے لگے کہ جس بات پر ہمارا اور اس کا اتفاق ہوگیا ہے۔ ممکن نہیں کہ ہم میں کوئی اب اس سے خلاف کرے۔ عبداللہ ابن عباس یہ کلم

دم بخود ہو گئے - طبری جلد چہارم صہ ۵۰۵ - ابوالفدا صہ ۳۳۲

حکمین کا فیصلہ

دوسرے دن جمعہ تھا دومۃ الجندل کی مسجد جامع میں فریقین اور عامۃ المسلمین کی اسقدر کثرت تھی کہ بیٹھے ہوئےکو کھڑے ہونیکی اور کھڑے ہوئےکو بیٹھنے کی مشکل سے جگہ ملتی تھی۔ جگہ کی قلت نے زیادہ انتظار کی گنجائش باقی نہیں رکھی اتنے میں عمر عاص نے ابوموسیٰ سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ منبر پر جائیں اور اہل اسلام کو اپنی رائے اور تصفیہ سے آگاہ فرمائیں عمر عاص نے جواب دیا معاذ اللہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں کسی امر پر پیشقدمی کرسکوں - تم پر میری شرافت وفضیلت ظاہر ہے۔ آپکو کلام میں مجھ پر تقدیم کرنا نہایت موزون ہے -

عمر عاص کے صرف اس فقرے نے ابوموسیٰ کو چٹکیوں میں لے لیا اور جو کچھ بات بننے والی تھی اب بگڑ گئی اور اسلام اور اہل اسلام پر جو ادبار اور نکبت آنے والی تھی وہ آگئی جو ذلت مصیبت اور تکلیفیں اسکو اٹھانی تھیں وہ سب دومۃ الجندل کی مسجد جامع کے دروازے پر اسیوقت جمع ہوگئیں - صداقت - راستبازی - رعایت حرمت جو اسلام کی خاص صفتیں تھیں - یکبارگی الوداع کہکر اس سے رخصت ہوگئیں - عقیدت - خلوص - ایمانداری اور وفا شعاری جو اسکی معیار تھی خدا حافظ و ناصر کہکر اس سے جدا ہوگئیں - اسلام کے آئین - ایمان کے قواعد شریعت محمدی کے نظام بگڑ گئے - اور انکی جگہ شاہان روم و فارس کے مراسم اور انکے شاہانہ لوازم نے چاروں طرف سے گھیر لیا - ابوموسیٰ کی سوء فہمی نے اتنے حسنات کو اسلام سے اٹھا دیا اور انکی جگہ دنیاوی معائب کو ان پر مسلط کردیا جن سے انکو اور کچھ نہیں تو پورے سو برس تک فراغت نہیں ہوئی -

بہر حال اتنی تمہید کے بعد ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں - ابوموسیٰ الاشعری عمر عاص کے حکم کو الامر فوق الادب سمجھکر منبر پر گئے - اور حمد و نعت کے بعد جیسا خطبہ کا دستور ہے بیان کیا - ایہا الناس ہم دو نوں نے اس امت کی صلاح و بہبود کی طرف بغور نظر کی - ہمارے نزدیک کوئی امر اس سے زیادہ اسلامی امور کے لئے مفید نہیں ہے کہ علی ابن ابیطالب خلیفۃ الاسلام اور معویہ ابن ابوسفیان کو خلافت اسلامی سے منتزع کرو اور اس امر کو پھر آپکی تجویز اور صلاح و مشورہ پر چھوڑ دو جسکی طرف کثرت رائے ہو اسکو اپنا خلیفہ اور اپنا امام مقرر کرو - میں نے ان دونوں کو خلافت سے خلع کیا اس طرح یہ کہکر اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار لی) والسلام

یہ کہکر وہ منبر سے نیچے اتر آئے اور انکی تجویز کا علی العموم اظہار ہوگیا - اب عمر عاص کی نوبت آئی یہ بھی منبر پر گئے - اور بیان کیا یا معشر الناس ابوموسیٰ الاشعری نے جو کچھ بیان کیا - اسکو تم سن چکے - اب میری رائے سنو - ابوموسیٰ نے اپنی جانب سے علی ابن ابیطالب کو خلافت سے خلع کیا میں ابوموسیٰ سے متفق ہوں اور علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو خلافت اسلامی سے علیحدہ کرتا ہوں - اور انکی جگہ اپنے صاحب یعنی معاویہ ابن ابوسفیان

کو خلافت اسلامی پر قائم کرتا ہوں اس طرح کہکر اپنی انگوٹھی اتارلی اور پھر انگلی میں پہن لی جسطرح یہ انگوٹھی میں نے اپنی انگلی میں پہن لی۔ کیونکہ میں اس امر کو خوب جانتا ہوں کہ معویہ ابن ابو سفیان حضرت عثمان کا وارث اور ان کے خون کا ولی ہے۔ ان کے خون ناحق کا اسوقت خواستگار ہے اور انکی جگہ پر بیٹھنے کا سب سے زیادہ وہی مستحق ہے۔ ابوالفدا ۴۴۲ طبری جلد چہارم صہ ۵۸۵۔

اتنا کہکر عمر عاص تو منبر سے نیچے اتر آئے اور یہاں دومتہ الجندل کی مسجد جامع میں قیامت برپا ہوگئی۔ ابھی تک عامتہ المسلمین کچھ اور ہی سمجھے ہوئے تھے۔ اسکا ثبوت ابوموسیٰ کی تقریر تک ہوا ابھی تھا مگر عمر عاص کے منبر پر جاتے ہی وہ تمام باتیں سر سے جاتی رہیں۔ اور ان خیالوں کا کہیں نام بھی نہ رہا۔ یہ تو عام اہل اسلام تھے جن کو صرف فیصلہ سننے سے تعلق تھا۔ مگر فیصلہ سے کوئی مخصوص تعلق نہیں تھا۔ ان کا استعجاب تو اسقدر ہماری تشریح کا محتاج نہیں مگر ہاں۔ عمر عاص کی تقریر سنکر ابوموسیٰ کا استعجاب اور اضطراب البتہ قابل تصریح ہے۔ اُنکی تقریر سنکر ان کا رنگ زرد ہوگیا اور وہ شرف و اعزاز اور زبانی افتخار جو عمر عاص کی باتوں سے حاصل ہوئے تھے آنکھوں میں خاک معلوم ہونے لگے۔ اب یہ تھے اور قیامت کی ندامت۔ یہ تھے اور غایت درجہ کی ذلت۔ تمام اہل اسلام کی نظر چاروں طرف سے انہیں کی طرف پڑ رہی تھی۔ ہر شخص انکو استعجاب سے دیکھ رہا ہے۔ اور یہ ہر شخص کو حسرت و اضطراب سے دیکھ رہے ہیں۔ اہل شام جو اس مجمع میں بیٹھے تھے۔ اپنے حکم کی رائے سنکر اور اسکے تصفیہ کو اپنے مفید مطلب سمجھکر خلافت معاویہ کے قائم ہونیکا شور و غل مچانے لگے۔ اور ایکدوسرے کو اس نعمت کے حاصل ہونے پر مبارکباد دینے لگا۔ عمر عاص کی ابلہ فریبیوں اور اسکی عیارانہ چالوں نے ان کو یہ دن دکھلایا۔ اور ابوموسیٰ کی سوء فہمی اور کج بداندیشیوں نے اس کج وقت ڈالا۔ اب یہ کریں تو کیا اور کہیں تو کیا۔ نہ انکا کرنا کوئی دیکھتا ہے نہ ان کا کہنا کوئی سنتا ہے۔ عبداللہ ابن عباس کی نصیحتوں پر غور کرتے ہیں۔ تو انتہا درجہ کی خفت اور ندامت ہوتی ہے۔ عمر عاص کی خوشامد اور تالیف قلوب پر خیال ڈالتے ہیں تو اس سے زیادہ ذلت اور خجالت حاصل ہوتی ہے۔ ابوموسیٰ کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن ان سب باتوں سے قطع نظر کرکے ان سے اسوقت اپنے کمال انفعال مٹانے کی بھی کوئی معقول تدبیر نہیں ہوسکتی تھی۔ اور ہوتی تو کیسے۔ جبوقت تک کہ انہوں نے اپنی رائے ظاہر نہیں کی تھی۔ جانبین میں انکا مایہ شعور محفوظ تھا اور جب یہ رائے ظاہر کرچکے اور اسی کے ساتھ ہی عمر عاص نے اپنے دلی راز کا اعلان کیا تو اہل شام کو انسے کام نکالنا تھا۔ نکال چکے اور جو انکے ہاتھ سے پانا تھا وہ پاچکے۔ اب وہ کیوں انکی سننے لگے۔ اور نہ انکی طرف دیکھنے لگے باقی رہے اہل عراق۔ ان کے خلاف انکی رائے ٹھہری۔ اور انکے استحقاق پر ان کی سوء فہمیوں نے جیسا کچھ ستم ڈھایا وہ انکے پیش نظر تھا۔ وہ انکو منزلت کیسی غایت درجہ کی نفرت سے دیکھنے لگے۔ ان کے مایۂ قابلیت کو تو وہ پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے۔ اور اشعث کی ساری کارروائیوں کی انکو پوری خبر تھی۔ اسوقت انکی حسرت پر تمام اہل عراق کا خون جوش

پر تھا۔ افسردہ دلی اور پژمردگی کیجگہ انہیں انتہا درجہ کی حرارت تھی۔ اور واقعی ابو موسیٰ کے مار ڈالنے میں انکو ذرا بھی تامل نہیں تھا۔ مگر عبد اللہ ابن عباس بنی ہاشم تھے جنکی فطرت رعایت۔ مروت اور محاسن اخلاق کے جوہروں سے بھری تھی۔ پھر بھی ابو موسیٰ کے بہت بڑے نازک وقت میں امداد کی اور اہل عراق کو اس قصد سے باز رکھا بالمرتضیٰ صفحہ ۱۱۱۔ باسناد تاریخ کامل ابن اثیر ابن خلدون۔

ابو موسیٰ الاشعری اہل شام کے اس شور و غل کو سنکر نہایت طیش میں آئے اور سوائے اسکے کہ یہ بھی خوب زور شور سے چلائیں۔ اسوقت انکے بنائے اور کچھ نہیں بنتا تہا۔ یہ ایک اور انکی آواز ایک وہ ہزاروں اور انکی آواز ہزار وہ ملکر چلائیں تو کوسوں آواز جائے یہ اکیلے چیختے چیختے تھک جائیں تاہم آواز مسجد کے دروازے سے باہر نہ جاوے اور وہیں گونج گونج کر رہ جاوے۔

الغرض ابو موسیٰ نے اہل شام کو اس شور و غل سے باز رکھنا چاہا۔ کہ عمرعاص کی مکاریوں نے مجھکو بھی اور تمکو بھی فریفتہ کرلیا۔ یہ قضیہ ناقص ہوا۔ اس پر یقین نہ کرو۔ مگر انکی سنتا کون تھا۔ ہر طرح سے مجبور آکر آخر ابو موسیٰ عمرعاص کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اور دونوں میں نزاع لفظی ہونے لگی۔ اب سب چپ ہوکر تماشہ دیکھنے لگے۔ ابو موسیٰ نے کہا اے عمرعاص تونے اسلام میں بہت بڑا فتنہ پیدا کیا۔ خدا کا گنہگار نہ ہو۔ میرا تم سے یہ اقرار نہیں ہوا تہا جسکا اظہار تونے اسوقت سرمنبر کیا۔ تیری مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ انما مثلک مثل الکلب ان تحمل علیہ یلھث او تترکہ تلھث تیری مثال کتے کی ہے۔ اس پر حملہ کریں تو زبان نکالدیتا ہے۔ حملہ نکریں اور چھوڑ دیں تو زبان نکالدیتا ہے۔

عمرعاص جب نہیں تو اب ابو موسیٰ سے تقریر میں کب بند ہونے والا تھا۔ میری مثال تو جیسی تھی ویسی تونے کہی اب اپنی مثال مجھ سے سُن لے۔ انما مثلک مثل الحمار یحمل اسفارا۔ تیری مثال گدھے کی سی ہے جسپر بھاری بھاری کتابیں لاد دی جائیں اور وہ انکے مضامین سے کچھ خبر اور آگاہی نہیں رکھتا ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند

چار پائے بر او کتابے چند

طبری جلد چہارم صفحہ ۵۰۵۔ سوانح عمری صفحہ ۲۷۰

اہل عراق اور عبد اللہ ابن عباس کے ہمراہی اور اہل شام اور انکے ہمراہی سب سُن رہے تہے عبد الرحمن ابن ابوبکر بھی اسوقت موجود تھے۔ عمرعاص اور ابو موسیٰ کی تقریر سنکر کہنے لگے۔ ابو موسیٰ ہم راضی تہے اگر تم دونوں پہلے اس واقعے کے مرگئے ہوتے اور ایسا خلاف اور بیہودہ فیصلہ نہ سنایا ہوتا۔ سوانح عمری صفحہ ۲۷۰

عبد اللہ ابن عباس نے یہ سنکر کہا کہ انکا قصور نہیں۔ ان سے پوچھو جنہوں نے انکے حکم مقرر کرنے میں اصرار کیا تھا

کو نہایت درجہ کا مجبور بنا دیا۔ شریح ابن ہانی نے جو ابیات ابو موسیٰ اشعری کی ہجو میں کہے تھے وہ عراق میں لوگوں کو زبانی یاد ہو گئے جو حسب دستور عرب کے دو ایک پیر کے قافیہ ملا کر لگایا بہت بڑھ چلی تھی۔ لوگوں نے بہت جلد پیچ بچاؤ کر دیا۔ عدی ابن حاتم الطائی وغیرہ نے ملکر اہل عراق کی پرجوشیوں کو بہت سنبھالا نہیں تو وہ مسجد جامع کے صحن کو صفین کا میدان بنائے بغیر نہیں چھوڑتے سوانحمری

عبد اللہ ابن عباس نے ان واقعات کے بعد اپنے موجودہ ہمراہیوں کے مجمع میں اپنے چچا کے اشعار بیان فرمائے جو انہوں نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت اولیٰ میں تصنیف فرمائے تھے۔

مَا کُنتُ احسب ہذا الامر منصرفًا ٭ عن ہاشم ثم منہا عن ابی الحسن

الیس اول من صلی القبلتہم ٭ واعلم بالناس بالایات والسنن

واخر الناس عہدا بالنبی ومن ٭ جبرئیل عون لہ فی الغسل والکفن

من فیہ ما فیہم لا یمترون بہ ٭ ولیس فی القوم ما فیہ من الحسن

ماذا الذی ردکم عنہ فنعلمہ ٭ ہا ان بیعتکم من اول الفتن

کسی فارسی شاعر نے اس کا ترجمہ نظم میں حرف بحرف کیا ہے۔ جسے ہم روضۃ الصفا کی معتبر عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں وہو ہذا

ندانم خلافت چرا منصرف شد

ز ہاشم پس آنگاہ از بوالحسن

نہ او اولیں مقبل قبلہ بودہ

نہ او عالم وحی بود و سنن

نہ اقرب بعہد نبی بود او

معین جبرئیلش بغسل و کفن

جز او مجمع جملہ اوصاف کیست

ز قدر علی و ز قدر حسن

بعض مورخین نے ان اشعار کو حسان ابن ثابت کیطرف منسوب کیا ہے مگر مطابق قول جناب سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اعلی اللہ شانہ فی فردوس الاعلیٰ۔ یہ شعر ربیعہ ابن حارث ابن عبد المطلب کے ہیں۔ تہذیب المتین فی تاریخ مولانا امیر المومنینؑ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی۔

بہر حال ابو موسیٰ الاشعری بہزار خرابی بعض مسجد جامع سے باہر نکلے اور شہر سے باہر چلے گئے۔ واقعی خیریت ہو گئی ورنہ اگر اہل شام نہیں تو اہل عراق انہیں کسی طرح نہ چھوڑتے وہ بیچاری قوم جنہوں نے مصاحف کی عظمت

کی نظر نے اس تصفیہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ قرآن کے خلاف ایسا اشافیصلہ سنکر ابو موسیٰ پر الٹ پڑے مگر پھر انکو بھی قیس ابن ہمدانی نے یہ کہکر سمجھا دیا۔ کہ ہمارے خلوص اور قلوب جیسے امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ ہیں وہ ایسے مستحکم ہیں جو عمر عاص یا ابو موسیٰ الاشعری کی ہدایت کے محتاج نہیں اگر وہ امیرالمومنین کی اہانت کریں تو بھی ہمارے خلوص اور عقیدت میں سرمو فرق نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ ہمیں انکی نسبت زیادہ ہدایت کریں تاہم ہمارے خلوص اپنے اعتدال سے قدم باہر نکال نہیں سکتے۔ اگر عمر عاص اور ابو موسیٰ دونوں کے دونو گمراہ ہوجائیں تو ہمارے لئے یہ ضرور نہیں ہے۔ کہ ہم بھی انکے ہمراہ گمراہ ہوجائینگے اور انکی پابندی اور متابعت پر مجبور ہوں۔

بہرحال تمام اہل اسلام دو ایکدن بعد اپنے اپنے مقام کو واپس آئے۔ اور تمامی ماجرا کہہ سنایا اور عبداللہ ابن عباس بھی اپنے اصحاب و انصار کے ہمراہ امیرالمومنین کیخدمت میں لوٹ آئے۔ امیرالمومنین ان معاملات میں ابتدا سے لیکر اس وقت تک جیسے کچھ خاموش مشہور تھے اسکی پوری کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ یہ کیفیت سنکر البتہ اب امیرالمومنین کو اسدن سے استدلال کرنے کا موقع مل گیا۔ جو عمر عاص کے فریب میں آکر ایسے غیر مفید اور ناجائز فیصلے پر راضی ہوگئے تھے۔ امیرالمومنین نے تمام اہل اسلام کو کوفہ کی مسجد جامع میں جمع فرمایا اور نہایت پرتاثیر الفاظ میں ذیل کا خطبہ سنایا۔

الحمد للہ وان اتی الدھر بالخطب الفادح والحدث الجلیل واشھد ان لا الہ الا اللہ لیس معہ الہ غیرہ وان محمد عبدہ ورسولہ اما بعد فان معصیۃ الناصح الشفیق العالم المجرب تورث الحسرۃ وتعقب الندامۃ وقد کنت امرتکم فی ھذہ الحکومۃ امری ونخلت لکم مخزون رأیی لو کان یطاع لقصیر امر فابیتم علی اباء المخالفین الجفاۃ والمنابذین العصاۃ حتی ارتاب الناصح بنصحہ وضن الزند بقدحہ فکنت وایاکم کما قال اخو ھوازن ؎

امرتکم امری بمنعرج اللوی

فلم تستبینوا النصح الا ضحی الغد

خدائے سبحانہ تعالیٰ کو تمام محامد ثابت اور مسلم ہیں۔ ہرچند اہل زمانہ نے مصیبت عظیم اور حادثہ جلیل واقع کیا میں خدا کی وحدانیت پر گواہی دیتا ہوں۔ اس امر کی کہ سوائے اس کے اور کوئی معبود نہیں ہے اور اس امر پر بھی کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکے بندے اور اسکے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ اما بعد حقیقت میں اپنے شفیق دانا اور تجربہ کار ناصح کا حکم نہ ماننا بلاشبہ حسرت اور ندامت کا باعث ہوتا ہے۔ میں نے اس حکومت کے بارے میں تمکو نصیحت کی اور اپنی مخزون رائے صاف صاف تمہارے سامنے بیان کر دی مگر تم نے میری رائے نہ مانی۔ اور میری اطاعت نہ کی۔ اور مثل جفاکار اور معاصی دوست مخالف کے میری مخالفت کی اور اسکے مخالف

امور اسقدر عمل میں لائے کہ آخرکار میری نصیحت میں تزلزل آگیا اور زند یعنی چوب آتش یا سنگ آتش بھی ایسی حالت میں آگ نکالنے لگتے ہیں۔ اب میرا حال سُنو اور میری نسبت تمہارے ساتھ ایسی ہی ہے۔ جیسا بھائی ہوازن نے کہا ہے۔

امرتکم امری بمنعرج اللوی

فلم تستبینوا النصح الا ضحی الغد

میں نے تمکو (اپنی قوم سے) مقام منعرج لوی میں حکم کیا اور اپنی رائے بتلائی۔ مگر تم پر (قوم پر) اس کا مضمون دوسرے دن بوقت چاشت ظاہر ہوا۔ جبکہ نقصان اٹھا چکے۔ نہج البلاغۃ

اتنا فرماکر جناب امیر علیہ السلام نے حاضرین سے ان خود غرضوں کی نسبت ارشاد کیا کہ آگاہ رہو کہ یہ دونو خود غرض جنکو تم نے حکم مقرر کیا تھا۔ حکم قرآن کے تارک اور ہوائے نفسانی کے تابع ہوئے۔ انہوں نے اس امر کو زندہ کیا جسکو قرآن مردہ کرچکا تھا اور بلا حجت خدا اور سنت رسول کے حکم کیا اور پھر اپنے حکم میں اختلاف کیا پس تم لوگ جہاد کے لئے تیار اور آمادہ رہو۔ اور جسدن میں کہوں اسی دن جمع ہوجاؤ۔ نہج البلاغۃ۔ تہذیب المتین صہ ۱۹۵ سوانح عمری صہ ۲۰۲ باسناد کفایۃ الطالب محمد ابن طلحۃ الشافعی۔

حکمین کے فیصلہ پر رائے

اس خطبہ سے معلوم ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام اور اہل عراق کی وہ باقیماندہ جماعت جو ابھی تک اپنے میثاق بیعت پر قائم تھی وہ اس فیصلہ سے ناراض ہوئی اور اسکی پابندی کو اپنے لئے لازمی نہ سمجھی۔ اسکی کیا وجہ یہ خیال ہو سکتا

فٹ نوٹ:۔ (خدائے سبحانہ تعالیٰ کو تمامی) اصل قصہ یہ ہے کہ قصیر عمر ابن عدی کا لقب ہے اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ عمر ابن عدی قد میں نہایت چھوٹا تھا اس لئے اسے قصیر کہتے تھے۔ حریمہ ابن ابرش نے بھی اپنی سلطنت میں زُبّا ملکہ جزیرہ کے باپ کو قتل کیا تھا۔ زبّا نے براہ فریب اس سے کہلا بھیجا تھا کہ یہاں آکر میرے ساتھ شادی کرلے۔ حریمہ اسکے فریب میں آگیا۔ اور تھوڑے سے آدمی لیکر اس طرف روانہ ہوا۔ اسے عمر ابن عدی نے جو رشتہ میں حریمہ کا بھانجا ہوتا تھا ماموں کو سمجھا دیا کہ یہ عورت حقیقت میں تمکو دھوکا دیتی ہے۔ حریمہ نہ مانا اور چلا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ زبّا نے اسے اپنے فریب میں لاکر معہ اپنے ہمراہیوں کے قتل کرڈالا۔ قصیر نے جب یہ ماجرا سُنا تو یہ کلا کہا جو قریب دو ہزار برس سے آجتک یہ محاورہ عرب میں مستعمل ہے۔ اصل میں یہ شعر درید بن صمۃ کا ہے۔ اور تمام قصیدہ اس کا دیوان حماسہ میں موجود ہے۔ اصل شعر قصہ طلب ہے اور اسکی شرح یوں ہے کہ درید کے بھائی عبد اللہ ابن صمہ نے قبیلہ بکر بن ہوازن کے ساتھ جنگ کرکے انکی تمام جائداد کو غارت کیا اور مقام منعرج اللوی

کہ جب ایک امر کی نسبت دو متنازع فیہ لوگوں نے آپسمیں یہ طے کر لیا اور جانبین سے اس اقرار کی نسبت دستخط ہو چکے۔ تو پھر انمیں سے کسی کا علیحدہ ہو جانا اگر نا جائز نہیں تو اعتراض کی آنکھوں سے تو ضرور دیکھا جائیگا اسکو اپنے سابق اقرار سے اختلاف کرنے کا اسوقت کوئی اختیار باقی نہیں رہا۔ ہماری نگاہوں میں اس اصول پر اہل شام قائم رہے اور اہل عراق نہیں تو اب یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل عراق نے عہد شکنی کی اور اختلاف

آخر اہل عراق کے لیئے ان کے پاس کوئی معذرت بھی ہے اور وہ اپنے اس الزام سے بری ہونے کی کوئی معقول وجہ بھی رکھتے ہیں یا نہیں۔ اسلامی تاریخیں دیکھنے والے جنکو پورا پورا تاریخی مذاق حاصل ہے وہ بغیر اسکے کہ اہل عراق سے اسکا استفسار کریں اور ان سے اسکے وجوہات طلب کریں۔ اگر خود واقعات پر تھوڑی دیر تک زحمت اٹھا کر غور کریں تو اسکی معقول وجہیں اور انکے جائز اسباب اس تحکیم کی اصلی حالت اور حکمین کی خود غرضی اور نفسانیت معلوم کر لینگے۔

اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابو موسیٰ الاشعری کو بغیر کسی کی مجبوری کے ان پر خاص رضامندی سے حکم مقرر کیا اور وہ گئے۔ دومۃ الجندل میں عمر عاص سے ملے اور اس مسئلہ پر بحث ہونے لگی اور اس تنازع کے یکسو کرنے کے راستے تجویز کرنے لگے۔ طول وطویل بحثوں کے بعد جیسا ہم اوپر معتبر اسناد سے لکھ آئے ہیں طے پا گیا کہ جانبین کے امور موقوف کئے گئے اور خلافت و امارت دونو سے منتزع کر لیجائے حکمین کا انتہاہی تصفیہ تھا۔ آیندہ امور اسلامی کے تصفیہ کے لئے حکمین میں یہی قرار پایا کہ ان دونو خلیفہ کے منتزع کر دیئے جانے کے بعد پھر خلافت عمر ابن الخطاب کی سیرت کے مطابق اہل اسلام کی رائے پر چھوڑ دی جائے۔ جسکو وہ چاہیں اپنا خلیفہ اور اپنا امام بنا لیں۔ حکمین کو اسمیں دست اندازی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ بات اتنی ہی تھی اس سے زیادہ نہیں۔ ابو موسیٰ اس مجلس عام میں گئے۔ اور جو امر طے پا گیا تھا بیان کیا یہ تو اپنے حسابوں اپنی نیت اور ارادے میں درست رہے۔ ان کے بعد خود غرض عمر عاص کی باری آئی۔ انہوں نے اپنی خود غرضی اور نفسانیت کی وجہ سے اس طے شدہ امر کو بالکل الٹ دیا اور ایسا تصفیہ سنایا جس سے ابو موسیٰ کو مطلق تعلق ہی نہیں تھی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان لوگوں نے اس سال بھر کے کافی عرصہ میں کبھی آپسمیں ملاقات ہی

بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ۳۷۳۔ پر آکو ہوازن کے اونٹوں میں سے چند اونٹونکو ذبح کیا اور رات کو اسمقام پر مقیم رہا۔ علی الصباح حریف نے آکر اس پر حملہ کیا اور عبد اللہ ابن ورید کے بھائی کو نیزہ سے زخمی کیا۔ عبد اللہ نے ورید سے مدد چاہی وہ لوگ مجروح عبد اللہ کو تنہا چھوڑ کر ورید پر ٹوٹ پڑے۔ ورید تو کسی طرح بھاگا مگر عبد اللہ نہ بچ سکا اور جب کہ بھائی کام آیا تب ورید نے یہ قصیدہ لکھا۔ تہذیب المتین صفحہ ۱۹۵ مطبوعہ مطبع یوسفی دہلی

نہیں کی گئی اور کبھی فیمابین اس مسئلہ کا ذکر ہی نہیں ہوا۔

فی الحال زمانہ کے مقتدر و مدبر۔ جنکے ہاتھوں میں بڑی بڑی سلطنتوں کے زمام اختیار ہیں اور ان کو تمدن ملکی میں بہت بڑی دستگاہ حاصل ہے وہ اسکے ایسے ایسے سخت اور دشوار متنازعہ فیہ مسئلوں کا تصفیہ دو طرح پر عموماً بیان کرتے ہیں۔ اگر وہ مسائل رعایا سے متعلق ہوتے تو اپنی طرف سے وہ ایسے قابل اور کامل لیاقت والے جن کے علم و کمال پر انکو پورا اعتبار ہوتا ہے۔ رعایا کے تصفیہ کے لئے مقرر کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ دو سے کم نہیں اور بارہ سے زائد نہیں ہوتے رعایا کے متنازعہ فیہ مسائل اسکے جلسہ میں پیش ہوتے ہیں مسائل کے اعتبار سے جب تک وہ جلسہ کا جلسہ ایک ہی امر پر متفق نہیں ہو لیتا وہ اپنا تصفیہ یا اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ انمیں سے ہر ایک شخص اپنی اپنی جداگانہ رائے سنانے کا مجاز ہو۔

یہ رعایا کے معاملات تھے۔ دیکھو جب کسی سلطنت پر ایسا وقت آتا ہے اور جب وہاں باہمی کوئی ایسے مسائل پیش آجاتے ہیں یا دو غیر سلطنتیں آپسمیں کسی امر پر الجھی رہتی ہیں اور عرصہ تک انمیں کسی طرح تصفیہ نہیں ہوتا یا جنگ میں طول کھنچتا ہے۔ خلق خدا کی ہزاروں لاکھوں جانیں تلف ہوتی ہیں۔ قریہ کے قریہ شہر کے شہر۔ ملک کے ملک برباد ہو جاتے ہیں اور کسی طرح انکی بات یکسو نہیں ہوتی۔ تو انکی ہمسائے سلطنتیں عام اس سے کہ انکو اس مخالفت میں کسی قسم کی مداخلت ہو یا نہ ہو صرف انکی ہمدردی کے خیال سے آپسمیں ملکر ان کے معاملات کے تصفیہ پر مستعد اور آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اگر اتفاق سے ایسی ہمدرد سلطنتیں نہ ہوں تو ایسا ہوتا ہے کہ صرف جانبین اپنے نیک و بد اور اپنی طول طویل مخالفت کے آیندہ نتائج پر غور کرکے خود اس قسم کے تصفیہ پر راضی ہو جاتے ہیں اور اپنی طرف سے اپنے قریب کی سلطنتوں کو اپنے فیصلہ کے لئے حکم کر دیتے ہیں۔ جب یہ امر قرار پا جاتا ہے اُن سلطنتوں کی طرف سے انکے فیصلہ کے لئے دس بارہ جتنے مناسب سمجھے جاتے ہیں ایسے قابل اور کامل بزرگ جنکی عمریں دنیا کے امور تمدن اور ملکی نظم و نسق میں صرف ہوتی ہیں۔ نامزد کئے جاتے ہیں۔ ان میں جانبین کے لوگ بھی ضرور ہوتے ہیں۔ یہ کمیشن ان متنازع سلطنتوں میں آتا ہے۔ اور انکی مخالفت کے تمامی حالات اور واقعات کی مہینوں بلکہ برسوں نہایت گہری تحقیقات کرتا ہے۔ اور ایک خاص امر پر جس سے جانبین کی اصلاح ملک کی رفاہ اور رعایا کی آسائش کے پورے ذریعے نکلتے ہوں۔ وہ جماعت کی جماعت اتفاق کرتی ہے اور جب تک وہ آپسمیں اسکے نشیب و فراز کی نسبت سوچتے اور سمجھتے رہتے ہیں اور تا وقتیکہ انمیں یہ امر طے نہیں ہو لیتا اور ایک ہی تجویز پر وہ تمام جماعت اتفاق نہیں کر لیتی وہ کبھی اپنی رائے ظاہر نہیں کرتے۔ تمام معاملات اسی طرح سے معطل رہتے ہیں۔ جب انمیں اتفاق قائم ہو لیا اور ایک ہی تجویز پر سب راضی ہو گئے تو اس جماعت نے اپنے فیصلہ کا ایک دن خاص مقرر کیا۔ جانبین کے لوگ اس دن کسی مقام موعودہ پر جمع ہوئے جب کمیشن جلسہ کا تو

اس نے اپنی جماعت سے کسی ایک کو منتخب کر کے وہ فیصلہ سنا دیا۔

فی زمانناملکی تمدن کی بھی صورت ہے جو شب و روز تمہارے پیش نظر رہتے اور دنیا کے مدبران ملکی کی بھی یہی کارروائیاں ہیں جو تم رات دن اپنے اخباروں میں پڑھا کرتے ہو۔ اب عام اس سے کہ یہ یوروپین سلطنت کے امور ہوں یا ایشیاٹک افیئرس asiatic affairs امریکن پاورس american powers کے معاملات ہوں یا African colonies کے جہاں ایسے معاملات سے سامنا ہوگا ان کی اصلاح اسی طرح کیجائیگی۔

اب ہمارے ناظرین کو غور کرنا چاہئے کہ دومۃ الجندل کی کمیشن نے اپنی کارروائیوں میں کہاں تک اصول کا لحاظ رکھا۔ اور کس حد تک اپنی بے غرضی اور اپنی بے لوثی قائم رکھی۔ ہم اجماع امت۔ بیعت عامہ اور استخلاف وغیرہ کی تمام و کمال بحثیں چھوڑ کر اور اس امر سے بھی قطع نظر کر کے یہ کمیشن جائز تھا یا ناجائز۔ اس کے مقرر کرنے والوں کو اس کمیشن کے مقرر کرنے کا کوئی حق تھا یا نہیں۔ ان کا تعین امیر المومنین علیہ السلام کے استخراج اور استرضا سے ہوا تھا یا نہیں۔ ہم صرف اپنی بحث کے سلسلہ میں یہ دکھلاتے ہیں کہ اگر بفرض محال ہم اس کمیشن کو جائز۔ اسکے تعین کرنے والوں کو اسکا پورا مستحق۔ اہل کمیشن کو نہایت بے لوث۔ آزاد اور پاک و صاف سمجھ ہی لیں تو انکی کارروائیوں کا اظہار جو قریب قریب سال بھر کے بعد ہوا۔ ایسا ہی خراب اور بیکار واقعہ ہوا جنہوں نے اسکے تمامی محاسن کو بالکل مٹی کر دیا۔ یہ کمیشن کسی اصول کا پابند نہ رہا۔ اور جب یہ آپس ہی میں اتفاق قائم نہ رکھ سکا۔ اور ایکدوسرے سے علیحدہ ہو گیا۔ تو ان سے جانبین کے ہزاروں اور لاکھوں کی جماعت کی نسبت کسی ایسے تصفیہ کی جس سے انکی تمام جماعت میں ایک اتفاق قائم ہو جائے۔ کیا امید کیجا سکتی ہے۔ اس کمیشن نے تصفیہ سے پہلے جس امر پر اتفاق کر لیا تھا۔ اور جس تجویز کی نسبت انمیں شوریٰ ہو چکے تھے۔ اسکی پوری کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اگرچہ یہ تجویز بھی پورے طور سے موجودہ اسلامی امور کے لئے مفید نہیں تھی۔ مگر تاہم اسمیں ایک آزادی تو ضرور رکھتی مگر اس پر بھی انکی نیتیں مستحکم نہ رہ سکیں اور انکی خودغرضی اور دنیاوی ثروت کی طمع نے ان کو راستی اور انصاف سے منحرف کر دیا۔ ہمکو امیر المومنین علیہ السلام کے حقوق قائم رہنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اور نہ ابوموسی الاشعری ہی کی ذات سے۔ نہ عمر عاص کے۔ کیونکہ ان دونو حضرات کے خیالات امیر المومنینؑ کی نسبت جیسے چلے آتے تھے۔ انکی پوری تشریح ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

اس واقعہ سے قبل عمر عاص کے جو خیالات امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق تھے وہ ابوموسیٰ کے ارادے جو انکے ساتھ تھے وہ دونو ہم تاریخ روضۃ الصفا کے معتبر اسناد سے اوپر لکھ چکے ہیں۔ امیر المومنین پر کیا منحصر عمر عاص کی جو کیفیت اور تین خلافتوں کے ساتھ رہی اور انکے محاسن سلوک جیسے خلفائے سابقین کے ساتھ رہے

انکی پوری تفصیل بھی اوپر درج ہو چکی۔ ابوموسی کی جیسی کچھ خبریں خلافت ثالثہ میں پہنچی تھیں جو آخیر میں انکی معزولی اور ولید ابن عقبہ کی ماموری کا باعث ہوئیں اوپر لکھی گئیں۔ جب ہم ابتدا سے انکی طبیعتوں کے بھی انداز دیکھ رہے ہیں تو اسوقعہ میں انکی خودغرضی اور طمع دنیاوی سے مخصوص شکایت کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔

عمرعاص نے جب حضرت عثمان جیسے شفیق حال اور مہربان سرپرست کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ اور الٹے اہل بغاوت کے ساتھ ہوکر انہیں مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گنہگار اور خطاوار بنایا۔ تو یہ کر اٹھی چھوڑی۔ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تو درحقیقت انکے حصول مقاصد کے لئے مخل تو ضرور ہی تھے اور یہ وہی تھے جو انکو اپنی مجالس میں آنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ اب اسوقت انکے مقابلے میں ابتدا سے لیکر انتہا تک اگر عمرعاص نے انکی مخالفت کا ساتھ دیا۔ ان کا شریک۔ معین اور بہی خواہ بنا رہا۔ اور پھر آخیر میں انہیں کی منفعت کے خیال سے انہیں کے ایسا موافق فیصلہ سنایا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

عمرعاص نے جن خیالوں سے کام لیا اور جس غرض سے اس اصول پر اپنی رائے قائم کی وہ وہی تھی جو فلسطین سے آکر شام میں انہوں نے اپنے اور امیر شام میں پہلے ہی ٹھہرائی تھی۔ اگر دومۃ الجندل میں وہ ایسا فیصلہ سناتے اور معویہ کی امارت کا اقرار نہ کرلیتے تو ولایت مصر کے اقرارنامے کی تکمیل کیونکر ہوتی۔ اور جن تمناؤں کے اشتیاق میں حضرت عثمان کی خلافت سے آجتک انکی بسر ہوتی تھی وہ کیسے پوری ہوتیں۔ معویہ ابن ابوسفیان ایسے کیا تھے جو اپنی کامیابی سے پہلے ان کے اقرار کی پابندی کرتا اور انکی فرمائش کی تعمیل کرتا۔

خیر عمرعاص کو تو ولایت مصر کی تمناؤں نے اس صریح حق تلفی پر آمادہ کیا۔ انہوں نے معویہ کو امیر شام بنایا۔ اور اس نے انکو امیر مصر ~~

اکیم لیسلا ولیلا کیست من
ما دو روحیم آمدہ دریک بدن

کا واقعہ تھا۔ ابوموسی کو کیا ہاتھ لگا۔ پشیمانی۔ ذلت اور رسوائی۔ عام نگاہوں میں صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو کچھ شرف واعزاز باقی تھا۔ وہ ابھی اس واقعہ سے جاتا رہا۔ وشل الحمار یحمل اسفارا کی مثال ہوکر رہ گئے۔ نوبت باینجا رسید۔ دومۃ الجندل سے خفیہ بھاگے اور مدینہ میں مدتوں تک پوشیدہ رہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے زمانہ ہی میں بسر ابن ارطاۃ کے ہاتھوں پھر معویہ کی بیعت کی اور اسی عزلت نشینی کی حالت میں مر گئے۔

اب رہا اس امر کا تصفیہ کہ یہ لوگ اس امر کے لائق تھے یا نہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے علاقوں سے چھوٹے معاملات میں جب کبھی ایسے اتفاقات پیش ہو جاتے ہیں تو عموماً ایسے ہی لوگ منتخب کئے جاتے ہیں۔ جنکی دیانت صداقت وعدالت پر جانبین کو پورا یقین حاصل ہوتا ہے۔ انمیں سازش خصوصیت جنبہ (پلہ داری) کا احتمال نہیں ہوتا

ان کا دامن خود غرضی اور طمع سے پاکیزہ اور بے لوث ہوتا ہے اور جب تک وہ آزاد اور بے لوث نہیں ہونگے انکی تجویز ہرگز آزاد اور ان کا فیصلہ بے لوث نہیں کیا جا سکتا۔

اب اس بحث میں ہمکو یہ دکھلانا ہے کہ معاملات صفین کے تصفیہ کے لئے جو کمیشن بیٹھا اور جو حکم مقرر کئے گئے اپنی رائے اور اپنی تجویزوں میں آزاد اور بے لوث تھے یا نہیں اور ان لوگوں نے جو کچھ تجویز کیا اور تمام اہل اسلام کو اپنا فیصلہ سنایا وہ سچی آزادی اور عدالت پر مبنی تھا یا نہیں۔ اس کے غور کرنے میں اگر اور کوئی واقعات نہیں ہم صرف صفین ہی کے معاملات سے ابتدا کریں تو ہمکو صاف طور سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ عمرعاص جو اس کمیشن میں اہل شام کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے وہ ابتدا سے لیکر امیر شام اور اہل شام کے معاملات میں شریک رہے ہیں اور شریک بھی کیسے۔ شریک غالب۔ انکے مشیر تھے تو یہی۔ وزیر تھے تو یہی۔ سپہ سالار لشکر تھے تو یہی۔ مدار المہام تھے تو یہی۔ غرض جو کچھ تھے وہ یہی مگر یوں تو رزمگاہ میں ہر وقت موجود ہی رہتے تھے۔ اکثر اوقات خود بھی تلوار اٹھا کر۔ اہل عراق پر حملہ کرتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام سے ایکبار مقابل ہوئے۔ ہم انکی شرکت کو صرف شرکت ہی نہیں کہینگے۔ انکی شرکت بھی تھی اور خدمت بھی۔ اہل شام کے یہ شریک بھی تھے۔ اور انکے خادم بھی فلسطین سے خط لکھکر بلوائے گئے تھے۔ اور یہ کہہ سنکر اپنے شریک بنالئے گئے تھے۔ مگر یہ ایسے کیا تھے جو اس خالی شرکت پر اپنی بڑی مہم کا التزام اپنے سر پر لیتے۔ آخر کار امیر شام سے ولایت مصر کا اقرار نامہ لکھا کر ہی چھوڑا جب آپس میں تحریر ہو گئی۔ اور یہ طے پا گیا۔ کہ تم ایسا کرو تو ہم تمکو یہ دینگے۔ تو ایسی حالت میں عمرعاص کی یہ شرکت پوری خدمت ہو گئی۔ عمرعاص ملک شام کے خادم ہو گئے اور امیر شام انکے مخدوم پھر خادم ہو کر اپنے فرائض منصبی کے اعتبار سے جو جو محاسن خدمات ان سے ظاہر ہوئے۔ وہ تفصیل وار اس رسالہ پر کیا منحصر ہے تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے ہمارے بیان کے محتاج نہیں۔ ایسی حالت میں ان کا حکم مقرر کیا جانا اور ان کو معاملات صفین سے علیحدہ اور جدا سمجھنا انصاف کا گلا کند چھری سے ریتنا ہے۔ انکو آزاد اور معاملات شام سے محض بے لوث خیال کرنا ہرگز انصاف کے شایاں نہیں۔ ان کا فیصلہ ہرگز آزاد نہیں ہوسکتا۔ اور انکی تجویز بے لوث نہیں ٹھہر سکتی۔ یہ امیر شام کی طرف سے خادم تھے۔ ان کا فرض تھا کہ ان معاملات میں جس پہلو جس قرینے اور جس ذریعہ سے ہو سکے عام اس سے کہ ایمان کھویا جائے۔ دین مٹے۔ اسلام برباد ہو۔ مگر اہل شام کی کامیابی ہو اور انہیں کا فائدہ نکلے۔

مولانا و مولی الثقلین امیر المومنین ابی الحسن علیہ السلام نے انکے انتخاب کی خبر پاتے ہی ان جاہل اور ضعیف الاعتقاد اہل عراق سے مالک ابن اشتر اور عبداللہ ابن عباس کے تقرر کے لئے زور دیا تھا کہ جانبین کے انتخاب میں مساوات قائم ہو۔ اور طرفین کے حکم ہموزن اور ہم پہلو ہوں۔ جسقدر انکو اہل شام سے تعلق تھا اسی قدر اہل شام کو ان سے۔ جسطرح اہل شام کی طرف سے عمرعاص صفین کے معرکے میں جنگی خدمتیں بجالاتے تھے اسیطرح

مالک ابن اشتر اور عبداللہ ابن عباس بھی اہل عراق کیطرف سے اپنے حریف کے مقابل ہوتے تھے اور لڑتے تھے ان ہر دو صاحبان کے ہموزن اور مساوی ہونے میں سر مو فرق نہیں تھا۔ برابر کا موازنہ تھا اور تعلقات کے اعتبار سے بھی دونو ہمسر تھے۔ مالک ابن اشتر اور عبداللہ ابن عباس کیجگہ ابو موسیٰ کا انتخاب کسی طرح موزوں نہیں تھا اگر ابو موسیٰ کا انتخاب اس اصول پر تھا کہ حکم کو بالکل بے تعلق ہونا چاہیئے تو پھر عمر عاص کا انتخاب بالکل بیکار تھا اور اگر اس باعث سے تھا۔ کہ حکم کو ان معاملات سے تھوڑا بہت ضرور واقف ہونا چاہیئے تو ابو موسیٰ کا انتخاب فضول ٹھہرتا ہے۔ غرض اس اجماع کی بنیاد بھی کسی اصول پر قائم نہیں ہوتی۔

مگر نہیں جس ضرورت نے ابو موسیٰ کے انتخاب کو اہل شام کو مجبور کر دیا۔ وہ دوسری نہیں۔ اہل شام نے انکے انتخاب کو اپنے منتفع ہونے کیلئے ایک بہت بڑا ذریعہ سوچ لیا تھا۔ کہ ابو موسی الاشعری کو اس بے سروکاری کے ساتھ بھی امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ کیساتھ ایک خاص مخالفت چلی آتی تھی۔ اہل شام نے عمر عاص کی عیارانہ چالوں کے سامنے ناسمجھ اور ناتجربہ کار سمجھکر اور امیرالمومنین علیہ السلام کا مدعی جان کر انکے انتخاب کو نہایت مفید سمجھا اور ان اہل عراق سے جو اشعث ابن قیس اور حصین ابن منذر وغیرہ کے ذریعے پہلے ہی انکی سازش اور موافقت میں آچکے تھے۔ اسکی تعمیل پر زور دلوا دیا۔ اور اسکی منظوری پر امیرالمومنین علیہ السلام کو مجبور کر دیا۔ ابو موسی الاشعری کے دلمیں امیرالمومنین کیطرف سے مخالفت کینہ اور فساد کا ہونا غلط نہیں ہوسکتا۔ اس مخالفت کے اسباب ہم واقعہ تحکیم کی ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔ ان سب سے قطع نظر کرکے صرف اسی تقریر پر نظر ڈالی جاوے جو انہوں نے منتخب ہونے کے بعد مالک ابن اشتر سے کی تھی جسے ہم روضۃ الصفا کے معتبر اسناد سے اوپر لکھ چکے ہیں تو صاف صاف معلوم ہوجائیگا۔ کہ مخالفت علیؑ میں دونوں کی شرکت برابر تھی۔ ایسی حالتوں میں ابو موسیٰ کو عمر عاص سے کسی طرح اہل شام کے جملہ حقوق کا موید اور اہل عراق کے استحقاق کا پورا مخالف سمجھنا چاہیئے۔

امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے استیصال استحقاق کی نسبت جیسے ابو موسیٰ تھے۔ ویسے ہی عمر عاص نہ ان سے وہ زیادہ نہ ان سے یہ کم اپنے مفترض الطاعۃ امام سے اگر وہ جاہل اور ناعاقبت اندیش اہل عراق اتفاق کرتے تو آج یہ دقتیں انکو پیش نہ آتیں۔

عمر عاص کی عیاریوں کو ابو موسیٰ جیسے سادہ لوح کیا سمجھتے۔ یہ ایکبار نہیں کئی بار ہوشیار کئے گئے عبداللہ ابن القیس اور عبداللہ ابن عباس نے کہدیا کہ پہلے عمر عاص کی رائے سُن لینا پھر اپنی تجویز بیان کرنا مگر عمر عاص کے صرف اتنے کہنے سے کہ تمکو اسلام میں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔ اس لئے میں تمکو کسی امر میں اپنے سے پیچھے نہ رکھونگا۔ ان کو اتنا بڑا ناز ہوا کہ یہ پھر اپنے آیندہ ضرر اور نقصان کا کچھ بھی خیال نہ رکھ سکے۔ اور جو نتیجہ دیکھنا تھا وہ دیکھ چکے۔ عمر عاص تو گھر گئے۔ یہ ویسے ہی کے ویسے رہے۔ ایسا ضعیف الرائے۔ ضدی اور ہٹ دھرم ہو جیسے

تجویز اور رائے میں کسی دوسرے کی کچھ نہ سُنی۔ اور آپنے مقابل کی عیارانہ حکمتوں کو سمجھنے کی اور اس پر غور کرنے کی اپنے فائدہ اور ضرر کی مطلق تمیز نہ کرسکے۔ اتنے بڑے تنازع کے تصفیہ کے لئے کبھی لائق سمجھا جاسکتا ہے۔ اور ایسے ناقابل شخص کے تعین کرنے والے کب اس تعین کی نسبت صحیح الرائے ماننے جاسکتے ہیں جب حکم اور اسکے متعین کرنے والے وہ لوگ اپنی منفعت اور غرض کے خواہشگار ہوں۔ اور ایک دوسرے کے مخالف نب پہ تحکیم۔ یہ کمیشن اہل اسلام کی اصلاح کے لئے کیا کرسکتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ بہر حال یہ کمیشن اور اسکی تمام کارروائیاں بے اصول تھیں اور اس کمیشن کا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا۔ جو ایسی مخالفت میں اکثر فیصلوں سے ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے یہ واقعہ اہل اسلام کی کتابوں میں (کسی وقت میں) کسی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اور محض بے بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اب ہم اسکے جواز اور عدم جواز سے قطع نظر کرکے دوسری بحث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ اس کمیشن نے معویہ ہوں یا اہل شام۔ اہل عراق یا تمام اہل اسلام ان کا کیا منشا رکھا۔ ہم اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ امر مان بھی لیں۔ کہ معاویہ نے محض اسلامی خیر خواہی کے تقاضہ سے اصلاح اور اتفاق کے خیال سے ایک جلسہ کی بنیاد ڈالی جسکی غرض صرف اسلام کے معاملات کی اصلاح تھی۔ معاویہ کے حقوق کی تائید کرنے والے عام طور سے اس جلسہ کے انعقاد سے یہی مطلب نکال لیتے ہیں۔ اب ایسی حالت میں ہمکو یہ دیکھنا ہے۔ کہ اس جلسہ کی کارروائیوں نے اسلام میں کون سی اصلاح پیدا کردی ہے۔ یا انمیں اتفاق پیدا کرنے کی کیا صورت نکالی جب ہم انکی طرف غور کرتے ہیں تو یہ معاملہ ہمکو بالکل برعکس معلوم ہوتا ہے۔ سوائے نفاق کے اتفاق کی صورت۔ سوائے بگڑنے کے اصلاح کا کوئی قرینہ نہیں تھا۔ اسمیں کسی کو بھی شک نہیں ہوگا کہ جناب امیر علیہ السلام کی بیعت دار الخلافتہ اسلامی میں تمام اہل اسلام کرچکے تھے۔ معویہ کی نہیں۔ معویہ کو اسوقت تک خلافت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ نہ ان امور میں کوئی اوکا تذکرہ کرتا تھا نہ نام لیتا تھا۔ اب اگر اہل اسلام جناب امیر علیہ السلام کی خلافت سے ناراض تھے۔ اور معویہ ابن ابوسفیان سے رضامند۔ تو ایسی صورت میں اگر ہم اسکو قبول بھی کرلیں کہ امام یا خلیفہ کے عزل و نصب میں انکو پورا حق حاصل تھا۔ تاہم اس جلسہ یا اس کمیشن کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خود اجماع کرتے بقیۃ المہاجرین۔ بقیۃ الانصار۔ اشراف مکہ اور عمائد مدینہ کو جمع کرتے اور ایسے جلسہ میں معویہ ابن ابوسفیان کے تعین بالخلافت کے مسئلہ کو پیش کرکے تخت اسلامی کو اسکے حوالہ کردیتے بات ہوگئی تھی۔

مگر یہاں تو ان طرفداریوں کے ساتھ ہی اپنے آپ کو پکا دیندار۔ اسلام کا سچا خیر خواہ۔ اہل اسلام کا سچا خیر خواہ رفیق اور ہمدرد بھی کہلانا چاہتے تھے مطلب انہیں پردون میں اپنا کام نکالنا چاہتے تھے۔ معویہ کی خلافت اسلامی دنیا میں بہت کم ایسے لوگ تھے۔ جو راضی کہے جاسکتے تھے۔ اگر تھوڑے بہت ایسے تھے تو وہی جو دنیا

کی خواہش نہیں پڑکر اسکے احسانات کی توقع پہ اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اہل شام کی نسبت اگر خیال کیا جائے تو وہ معویہ کے حقوق کے البتہ مؤید تھے۔ اور ان کو معاویہ کے ساتھ ایک خاص خصوصیت تھی اگر اس وقت وہ اور اسکے تمام اعیان ملکر اسکے حاصل کرنے کی کوشش نہ کرتے تو یہ برسوں کا ریاض اور سالہا سال کی محنت برباد گئی تھی۔ اس وجہ سے اپنی صفائی کے اظہار میں کمیشن کا تصفیہ یا تحکیم کا فیصلہ دنیا کو دکھلایا گیا مگر کمیشن والے مقرر کیئے گئے۔ جو سوائے انکے مقابل کی طرف ایک نظر بھی دیکھہ نہیں سکتے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ اس کمیشن سے اہل اسلام کی کونسی اصلاح ہوئی اور اسکے انعقاد سے ان کے کونسے کام نکلے سوائے اسکے کہ اسلام میں اور فتنہ و فساد پڑگئے۔ ہاں اتنا تو ضرور ہوا کہ بنی ہاشم کی بڑہتی ہوئی قوتوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ اور بنی امیہ کا استحکام۔ مگر انکے استقلال اور انکے استحکام سے اگر اسلام کو کچھ فائدہ ہوا ہوتا۔ تاہم ہم اسکی کارروائیوں کو مناسب سمجھتے۔ یہاں تو یوماً فیوماً اسلام میں تنزل اور ضعف آتا گیا اور اسکی صورت تبدیل ہوتی گئی۔ خلافت سے امارت ہوگئی۔ امارت سے شاہی۔ خلیفہ سے امیر ہوئے۔ امیر سے بادشاہ۔ بادشاہ بھی کیسے۔ عیاش۔ شہوت پرست۔ ظالم اور ناخدا شناس۔ کیا اسلام اور اسلامی سلطنت کے لئے ایسے ہی فرمانروا شایاں تھے۔ اور دنیا میں اسلام انہیں خواہشوں کے پورا کرنے کے لئے اترا تھا۔ مسٹر جسٹس آنریبل مولوی سید امیر علیخان بہادر سی۔ آئی۔ ای۔ باقابہ اسپرٹ آف اسلام صہ ۲۹۵ میں دوحۃ الجندل کے واقعہ کے بعد ممالک اسلامی کی حالت اور اسکے فرمانرواؤں کی سیاست اور انکی کیفیت لکھتے ہیں

اب ہمکو یہ تصور کرنے دو کہ معویہ کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تعصب ہے۔ ہم یہاں ایک ایسے مورخ کا بیان لکھتے ہیں۔ جو دونو فرقوں میں کسی طرف ہونے کے الزام سے بالکل مبرا ہے۔ مسٹر اسپرن لکھتے ہیں۔ مکار۔ ناعاقبت اندیش اور بے رحم معویہ بنی امیہ کے پہلے خلیفہ نے حصول سلطنت کے لئے اپنی خطاؤں کو کبھی نہ گھٹایا۔ دشمن کے مٹانے میں قتل عام اسکی خاص عادت تھی۔ نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اس نے زہر دلوایا حضرت علیؑ کے فوجی افسر مالک ابن اشتر کے ساتھ بھی اس نے وہی حالت کی۔ اپنے بیٹے یزید کے استحکام بیعت کے لئے اس نے اپنے اس عہد کو توڑ ڈالا جو اس نے سابق میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ بزدل ملاحدین عرب کو جمع کرکے یہ ممالک اسلامی پر حکومت کرتا رہا۔ اس کے سلسلہ میں حکومت عرب سو برس تک قائم رہی۔ اسکی بدترتیبیوں کی تصریح دو حالتوں پر قائم رہی جسکو ہم ایک مرتبہ ظاہر کرچکے ہیں۔ اسلام کا پہلا معیار یہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی امور کو دنیاوی تعلقات سے بالکل علیحدہ ظاہر کرتا ہے۔ دوسرے وہ کہ اہل عرب کے تفرقے قبائل سے بالکل جدا رہے۔ ممالک ایشیا۔ شمالی افریقہ اور اسپین کے فتح کرلینے والے اپنی موجودہ حالت پر کبھی نہ ٹھہرتے۔ انمیں شان و شوکت آگئی۔ اور وہ اپنی امرِ سلطنت

شوکت میں پھر اسی شکست - دشمنی اور حسد کے درجوں پر آگئے - انہوں نے جو لڑائیاں لڑیں وہ ایسی ہی تھیں جو ملک عرب میں شیوع اسلام کے قریب ہوا کرتی تھیں - معاویہ کے عروج سے کفار کے تمامی قواعد سلطنت نے اسلام کی جمہوری انتظام کو اٹھا دیا - بت پرستی اپنی تمام برائیوں کے ساتھ تازہ ہو گئی - تمام برائیاں اور بیدینیاں بنی امیہ عاملوں کے دیکھنے میں واقع ہوئیں - اس ناعاقبت اندیش کے ایام حکومتیں عراق اور حجاز سخت حکومت میں تھا - لیکن اس نے اس سختی سے اسلام کا گلا دبایا تھا جس سے چھوٹ کر آزادی حاصل کرنا نہایت دشوار تھا - وہ تمام دولت جو ان بے رحمیوں سے رعایا سے وصول کرتا تھا وہ اپنے تمام خود غرض ہوا خواہوں کے پیچھے صرف کرتا تھا - جو اسکے عوض میں اسکے ان تمام شکایتوں کو رفع کرتے تھے جو ملک میں اسکے خلاف پیدا ہوتی تھیں - اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۲۴۵

امیر المومنین سے ابو موسیٰ کے تعین پر جسقدر زور دیا گیا اسکی پوری کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں - اگر جناب امیر علیہ السلام ساعت دو ساعت اپنے انکار پر اور اصرار فرماتے تو اس گروہ کا فتنہ و فساد اور ان باغیوں کا جوش خلیفہ عثمان کے واقعہ سے اور شدید واقعہ کے اقدام پر ضرور مستعد ہو جاتا - صفین کا میدان ابھی رفقائے علیؑ سے خالی نہیں ہوا تھا - معاویہ کا مقابلہ تو درکنار - پہلے انہیں میں خوب تلواریں چلتیں اور پھر فتنہ و فساد کا لگاتار سلسلہ مدتوں تک ختم نہ ہوتا -

مگر اس پر بھی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ جیسا اسلام کا سچا رفیق اور ہمدرد اگر یہ سمجھ لیتا کہ یہ صرف ہماری جان لیکر اسلام کی آیندہ خرابی اور تباہی سے دست بردار ہو جائینگے تو ہم یقین کرتے ہیں کہ آپکو انکی برہنہ تلواروں کے سامنے اپنی گردن اور سر جھکا دینے میں مطلق تامل نہیں ہوتا - آپ اس کو خوب سمجھے ہوئے تھے - کہ یہ اسلام کے پورے مخالف ہو گئے ہیں اور مخالف بھی کیسے - نہایت سخت مخالفت میری جان لیکر بھی یہ اسلام کی خرابی کے لئے بس نہیں کرینگے اور اسکے دشمن ویسے ہی بنے رہیں گے - اس قرینہ میں امیر المومنین کا فرض تھا - کہ جہاں تک ہوتا انکو انکی غلطیوں پر متنبہ کرتے - انکو سمجھاتے جیسا آپنے کیا مگر جب یہ اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ اپنی جہالت اور ضلالت کے خیالوں میں ایسے ہی قوی اور مستحکم ہو گئے ہیں کہ اپنے نفع اور نقصان کا مطلق خیال نہیں کرتے - اور اپنی جہالت کی شدت میں الٹے اپنے سمجھانیوالے کے سر پر تلواریں کھینچتے ہیں - تو مالک ابن اشتر کو انہیں کے کہنے کے مطابق رزمگاہ سے واپس بلا لیا - ایک ہوئی - دوسری یہ کہ ابو موسیٰ کے انتخاب کی نسبت بھی ایسا ہی انکار فرمایا گیا اور انکی جگہ عبداللہ ابن عباس یا مالک ابن اشتر کے تعین کے لئے ارشاد کیا گیا - مگر اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے جناب امیر علیہ السلام نے اس امر کو بھی اختیار لیے یا پر دیکھکر انہیں کی رائے پر چھوڑ دیا اور خود اسکے تمامی امور سے علیحدہ ہو گئے

امیرالمومنین نے اپنے ان تازہ مخالفین کو کیوں اپنی رائے پر غالب آنے دیا۔ اور اسی وقت انکے عزائم ہمکو ان کا کیوں استقبال نہ فرمایا۔ اس کی کئی وجہیں ہیں۔ امیرالمومنین کے ساتھ معاملات صفین میں یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات سے لیکر آجتک کئی بار امیرالمومنین کو ایسے معاملات سے مقابلہ ہوا ہے۔ مگر آپکے مکارم اخلاق۔ محاسن اشفاق کے نتیجے۔ اسلامی ہمدردی کے تقاضے۔ رفاہ امت کے خیالوں نے آپکو ہمیشہ ایسی باتوں سے باز رکھا جو آگے چلکر کسی الزام کا باعث ہوں۔ صفین کے باغیوں کی نسبت ممکن تھا کہ امیرالمومنین ان باغیوں کی سرکشی دیکھکر فوراً ان کا تصفیہ کر دیتے۔ مگر اسی وقت یا آگے چلکر اہل اسلام میں یہ خیال ضرور پیدا ہوتا کہ امیرالمومنین نے اپنا لشکر اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالا۔ حریف کا فتنہ و فساد ابھی فرو نہیں ہوا تھا۔ کہ ایک تازہ بغاوت اور مخالفت کی بنیاد ڈالی۔ امیرالمومنین جب حریف سے مقابلہ اور جنگ میں تامل فرماتے تھے۔ تو یہ تو اپنی ہی فوج بگڑی ہوئی تھی اسکی اصلاح پذیر ہونے کا زیادہ انتظار کرنا ضرور تھا۔ مگر آخر کار جب ان کا ارتداد اور انکی گمراہی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ اور انکی پھر مستقیم الاعتقاد ہونیکی کوئی صورت نہیں دیکھی گئی۔ تب انکی خبر لینی ضرور ہو گئی۔ جسکی تمام و کمال کیفیت ہم جنگ نہروان میں عنقریب تفصیل سے لکھینگے۔

اب رہا یہ امر کہ امیرالمومنین نے ان امور میں اتنی خموشی کیوں اختیار فرمائی۔ اس کا اصلی باعث یہی تھا کہ امیرالمومنین کو اپنی نیک نیتی اور سلامت نفسی کی احتیاط غایت درجہ کی منظور تھی۔ اپنی تخت نشینی کے وقت جو خطبہ تمام اہل اسلام کے روبرو ارشاد کیا گیا تھا۔ اس کے یہی مضامین تھے۔ جو آخیر خطبہ میں فرمائے گئے تھے کہ جس وقت تم میری متابعت سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔ اسوقت میں بھی تم کو چھوڑ کر کنارے ہو جاؤں گا اور تمہارے ہی جیسا ہو جاؤں گا۔ دیکھو تاریخ ابو الفدا صہ ۱۷۱۔

جنگِ نہروان کے واقعات اور فرقہ خوارج کے پورے حالات

هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا۔ ترجمہ آؤ خبر دیں ہم تمکو ان لوگوں کے حال سے کہ وہ تمام آدمیوں سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں اپنے اعمال کے اعتبار سے یہ وہ لوگ ہیں کہ انکی تمام کوششیں جنکو وہ اپنی عمر میں بجا لائے بیکار ہو گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اچھا کام کرتے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اس فرقہ کو اسی آیہ کا مفہوم بتلایا ہے۔ ان کے حالات بیان فرماکر ارشاد کیا یا اهل النهروان غدا منهم بعيد۔ اہل نہروان سے کل کا دن کچھ دور نہیں ہے۔ انکی ابتدا تو اپنی بنا اسے رکھی جبکہ دونوں فوجیں قضیہ تحکیم پر راضی ہو کر دومۃ الجندل کے فیصلہ کا انتظار کرنے لگیں۔ انکی

جہالت کا آغاز یوں ہوا۔ کہ اقرار نامہ کے مرتب ہونے کے بعد جب امیرالمومنین کوفہ واپس آئے۔ تو ان لوگوں نے کسی قدر اپنی غلط فہمیوں پر خیال کیا۔ مگر یہ خیال بھی انتہا درجہ کا انفعال ندامت اور پشیمانی کے ساتھ پیدا ہوا کہ فوراً اس نے انکو پھر ایک ایسے بُرے رستے لگایا جو پہلے سے بھی زیادہ بُرا تھا۔

امیرالمومنین تو انکے امور میں بالکل خاموش تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ امیرالمومنین اب کبھی ہماری طرف سے صاف نہیں ہونگے۔ تو اب اپنے امام کی عیب جوئیوں کی طرف راغب ہوئے۔ اور اس سے یہ مضمون تراشا کہ اگرچہ ہمیں لوگوں نے اس فیصلہ کے قائم کرنیکی کوشش کی تھی تاہم اگر یہ امام برحق ہوتے تو ہمارے امور میں خاموش کیوں رہتے۔ اور اب بعد اسکے بھی کہ خلافت سے علیحدہ کر لئے گئے۔ تاہم یہ خاموش ہیں اور معویہ سے قصاص کا کچھ خیال نہیں فرماتے۔ انہوں نے تحکیم کے واقعہ پر راضی ہو کر گناہ کیا۔ اب گنہگار ٹھہرے تو حضرت عثمان کی طرح یہ بھی توبہ کریں۔

اب انکے دماغوں میں اس جہالت نے قوت پکڑی اور بالکل خلافت ثالثہ اور خلیفہ ثالث کے آخیر سامانوں کی صورت بندھنے لگی۔ جنکے وہ آج چار برس سے خوگر اور عادی ہو رہے تھے۔ انہوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کے معاملات کو بھی بالکل عثمان اور انکی خلافت کے مطابق کرنا چاہا۔ ایک شخص کا یہ خیال ہوا اور یہ خیال رفتہ رفتہ انکے ہمخیالوں میں پھیلتا گیا۔ اور قوت پکڑتا گیا۔ یہاں تک کہ قریب قریب آٹھ ہزار آدمیوں کے ان کے اس خیال میں شریک ہو گئے۔ اور انہوں نے قضیہ تحکیم کے وقوع سے پہلے جناب امیر علیہ السلام کو مہم شام پر مستعد کرنا چاہا۔ اور صفین کے معاملات کو پھر از سر نو آغاز کرنا چاہا۔ جناب امیرؑ نے انہیں معقول جواب دیکر تا تصفیہ انتظار کرنیکی تاکید کی۔ اور شام کے معاملات کی طرف سے خاموشی اختیار کرنیکی ہدایت فرمائی مگر یہ نہ مانے اصرار کرتے گئے۔

حقیقت تو یوں ہے کہ یہ بھی دنیا سے نرالے تھے اور انکی جہالت بھی دنیا سے نرالی تھی۔ یہ جاہل تھے اور سخت جاہل مگر تعجب یہ ہے۔ کہ جہالت کیساتھ ضد۔ اصرار اور ہٹ ضرور ہوتی ہے۔ مگر انکی جہالت کے ساتھ ایک دوسرا جوہر ایسا لگا ہوا تھا۔ جو انکو کسی ایک ضد پر بھی قائم نہیں رہنے دیتا تھا۔ وہ انکی طبیعتوں کا تلوّن تھا اکثر جاہل اپنے مدعا سے کم جدا ہوتے ہیں اور کسی بحث میں ابتدا سے لیکر انتہا تک ایک ہی ضد پر قائم رہتے ہیں اور جس چیز کو وہ مضبوطی سے پکڑ لیتے ہیں پھر بہت مشکل سے چھوڑتے ہیں۔ مگر انکی جہالت کی ضدوں میں بھی عجیب لطف کا تلوّن تھا کسی سطح پر قائم ہی نہیں رہتے تھے۔ انہیں نے عمرعاص کی عیاریوں پر اعتبار کیا اور کلام اللہ کی دعوت کے خوف سے جنگ میں خود بھی رُکے۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام کو بھی رُکنے پر مجبور کر دیا۔ انہیں نے صلحنامے کی تعمیل میں سب سے پہلے سعی کی۔ اور امیرالمومنین کو اپنی تلواروں کے نیچے رکھکر اس صلحنامے کی تحریر پر

مجبور کیا۔ انہیں نے ابو موسیٰ کے انتخاب اور انکے تقرر کو اپنے لئے مفید سمجھا۔ اور اس امر میں بھی امیرالمومنین کی رائے سے اختلاف کیا۔ انہیں مالک ابن اشتر اور عبداللہ ابن عباس کے انتخاب کو قطعی ناپسند کیا۔ انہیں نے دومۃ الجندل کے تصفیہ پر راضی ہو کر آئندہ جنگ سے ہاتھ کھینچا۔ اور خود مطمئن ہو کر جانبین کو اپنے اپنے مقام پر واپس بھیجا۔ یہ تمام باتیں خود پیش کر کے دو چار ہی مہینوں کے بعد ان یاران کی جہالت نے ایسا پلٹا کھایا کہ دومۃ الجندل کے فیصلہ کے قبل ہی وہ تمام و کمال سابق کے ارادے۔ سابق کی تجویزیں اور سابق کی صلاحیں فراموش ہو گئیں۔ کہاں تو اہل شام کے مقابلے سے اتنا پرہیز تھا۔ اور اس درجہ کراہت۔ کہاں اسقدر یکبارگی مستعدی اور سرگرمی کہ بلا انتظار تصفیہ قبل از وقت امیرالمومنین علیہ السلام کو ان سے بار دیگر مقابل ہونے کے لئے مجبور کرنے لگے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے ذاتی محاسن ایسے کیا تھے جو ان متلون مزاج جاہلوں کا اعتبار فرماتے اور ان کے اصرار پر انکی غنیمت سمجھکر ان کے ساتھ ہو جاتے۔ انکی جاہلانہ استدعا سنکر امیرالمومنین نے نہایت آزادی سے جواب دیا کہ جب تک دومۃ الجندل کا تصفیہ نہیں ہو لیتا اور اسکی کیفیت اور نیک و بد کی سختیوں کو میں کماحقہ معلوم نہیں کر لیتا۔ ہرگز انکے مقابلہ کا قصد نہیں کر سکتا ہوں۔ گو میں یہ بھی اسیوقت سمجھتا ہوں کہ یہ حکم اور ان کے فیصلے ہرگز راستبازی۔ دیانتداری اور صداقت پر قائم نہیں ہونگے۔ جو کچھ ہوگا وہ خود غرضی اور نفسانیت کا اصول پر مگر تاہم اسکا اظہار علی العموم نہیں ہو لیتا۔ میں خاموش رہونگا۔ میں تو تم سے پہلے ہی جانتا تھا۔ مگر تمہیں نے مجھے جنگ موقوف کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ تاریخ طبری صہ ۵۰۳۔ روضۃ الصفا صہ ۲۴۶۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے ایسا قطعی انکار سنکر انکی جاہل اور ہٹ دھرم طبیعتیں اور بھی برہم ہو گئیں۔ جاہل تو تھے ہی۔ جہالت انکو جس طرف پھیر دیتی کوئی تعجب خیز یا ناممکن امر نہیں تھا۔ اب ان میں یہ خیال پیدا ہوا کہ امیرالمومنین ہرگز امامت اور خلافت کے قابل نہیں اور ہمکو بھی کسی امام یا خلیفہ کی بیعت کے لئے مجبوری نہیں اب ایک قرینے سے پوچھو تو یہ درست ہو گئے۔ پہلے تو امیرالمومنین سے جدا ہو کر معاویہ کی طرف گئے اب پھر اس سے علیحدہ ہو کر امیرالمومنین کی طرف ہونے لگے۔ مگر جناب امیر نے نہ سنی۔ اب یہ کہاں جاتے۔ ان کے لئے دونوں طرف سے راستے مسدود ہو گئے۔ نہ معویہ کے قابل رہے نہ امیرالمومنین کے لائق اِلَی ھٰؤُلَاءِ کے مصداق بن کر میں شامل اور وَلَا اِلَی ھٰؤُلَاءِ میں داخل ہو گئے۔ ایسی جاہل اور سرکش قوم کے لئے ضرور تھا کہ وہ ہر طرف سے عاجز آ کر بھی ایک دوسری روش اختیار کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام سے علیحدہ ہو کر وہ طریقہ اختیار کیا اور اسلامی امور سے ایسے علیحدہ ہو گئے۔ کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ پیشین گوئی جو آج ۳۹ برس پہلے ان کی نسبت ارشاد فرمائی گئی تھی۔ انکے حالوں کے بالکل مطابق اتری۔

جو طریقے ان لوگوں نے اختیار کئے تھے وہ یہ تھے۔ کہ ہم اسلام میں کسی کے مطیع رہنے کے لئے یا کسی شخص معین کی اطاعت اختیار کرنے کے لئے مجبور نہیں ہونگے۔ اس لئے ہم کسی کو اپنا امام خلیفہ یا امیر بنانا نہیں چاہتے اور نہ کسی کی اطاعت میں رہ سکتے ہیں۔ حکمین کے فیصلہ کے بعد جب انہوں نے سمجھ لیا کہ امیر المومنین کے بالکل ضعف آگیا۔ تو یہ اپنی بغاوت کے خیالوں میں اور قوی ہو گئے اور ان کا نعرہ تھا۔ اَلَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ

آخر کار امیر المومنین علیہ السلام نے مسجد کوفہ میں تمام اہل اسلام کو جمع فرمایا۔ جنمیں اس خیال والے بھی کثرت سے موجود تھے اور ایک طولانی خطبہ جسمیں آپکی موعظت کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔ بیان فرمایا اور اس آیہ قرآنی کی نسبت جسکے معنوں کو وہ پورے طور سے سمجھ نہیں سکتے ذیل کے مضامین ارشاد فرمائے۔ جسے ہم شرح نہج البلاغہ سے خلاصہ کر کے نقل کرتے ہیں۔

نَعَمْ لَاحُکْمَ اِلَّا اللّٰہِ وَلٰکِنَّ ھٰؤُلَاۗءِ یَقُوْلُوْنَ لَا اِمْرَۃَ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِیْرٍ مُؤْمِنٍ اَوْ فَاجِرٍ فِیْ اِمْرَتِہِ الْمُؤْمِنُ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْہِ الْکَافِرُ وَیُبَلِّغُ اللّٰہُ فِیْھَا الْاَجَلَ وَیُجْمَعُ الْفَیْءُ وَیُقَاتَلُ بِہِ الْعَدُوُّ وَتَاْمَنُ بِہِ السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَّیُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔

ترجمہ۔ یہ درست ہے کہ حکومت حقیقی صرف خدا ہی کے لئے ہے۔ مگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی کے لئے سوائے خدا کے بالکل حکومت نہیں۔ حالانکہ لوگوں کے لئے ایک امیر کا ہونا ضروری ہے۔ مومن ہو یا فاجر۔ مومن ہو تو اس کے عہد میں نیک لوگ ہوئے اور اچھی باتیں ان سے ظاہر ہوئیں۔ فاجر ہو تو اسکے عہد میں برے لوگ ہوئے اور کفار ان سے مستفید ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انکی عمر اسی میں تمام کی۔ خزانے اس سے جمع کئے جاویں دشمنوں سے مقابلہ کیا جاوے۔ راستوں میں امن ہو۔ ضعیف اپنا حق قوی سے لے تاکہ نیک لوگ آرام پائیں اور انکو برے لوگوں سے راحت ملے تہذیب المتین صہ ۲۳۷۔

امیر المومنین علیہ السلام کے یہ مضامین ہدایت آگین سنکر انکی جہالت میں کمی کیا آتی۔ انکی ضلالت اور ترقی کرتی گئی۔ ان کا اختلاف اور قوی ہو گیا۔ گمراہوں نے انکو کلمہ حق کیطرف متوجہ ہونے دیا۔ ان کی بدعمالیوں نے ان نافہموں کو حق بینی اور راست بازی کی توفیق نہیں دی۔ انکی جہالت نے ان کے قلوب کو حق کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ جیسے تھے ویسے ہی رہے۔ خدا کی شان۔ امیر المومنین باب علم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین سے مناظرے پر تیار ہوئے۔ اور انمیں سب سے پہلے حرقوص نے آگے بڑھکر عرض کی۔ کہ ہماری سب کی رائے یہ ہے۔ کہ آپ معاویہ سے پھر بار دیگر فوراً مقابلہ کا سامان کریں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جواب دیا

ہیں خود بھی اس سے مقابلہ کرونگا۔ حرقوص نے کہا حکمین کے تعین پر راضی ہوجانا گناہ تھا۔ آپ اس کے تعین پر راضی ہوئے تو گنہگار ہوئے۔ اب توبہ کیجئے۔ امیرالمومنین نے جوابدیا کہ میں تمکو پہلے ہی اس سے منع کرتا تھا۔ تم نہ مانے جبکو تم پہلے ثواب سمجھتے تھے۔ اب اسی کے معصیت ہونے کے قائل ہو۔ تمہیں نے اسکی تعمیل کی تمہیں نے گناہ کیا۔ اب تمہیں توبہ بھی کرو۔

حرقوص تو اتنا سنکر چپ ہوگیا۔ مگر ابن الکوا نے ایکدوسری بحث نکالی۔ وہ کہنے لگا کہ مجھکو آپ کے امام ہونے میں بھی شک ہے۔ اگر آپ امام ہوتے تو جہاد سے پہلوتہی نہ فرماتے۔ اور حرقوص کی استدعا پر معویہ سے مقابلہ پر تیار ہوجاتے۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ میں نے تا تصفیہ دومتہ الجندل معویہ ابن ابوسفیان کے ساتھ حدیبیہ جیسے معاملات کئے ہیں۔ میں صرف وقت کا انتظار کرتا ہوں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے واقعات میں قریش کے مقابل پہلوتہی کی اور نہایت آسان اور ملائم شرائط پر نہایت نرمی سے صلح کرلی۔ تو کیا تم ان کو معاذ اللہ پیغمبر نہ کہوگے۔ اور کیا میری امامت جیسا ان کی نبوت میں بھی شک کروگے۔

عبدالکوا کی دلیل بھی یہیں سے تمام ہوگئی۔ اس سے زیادہ اسکو تقریر کی مجال نہ ہوئی شیعیان علی نے ان سے مزاحمت کرنی چاہی۔ مگر امیرالمومنین نے باز رکھا۔ اس کے بعد وہ سب کے سب کوفہ کی جامع مسجد سے اُٹھکر اپنے اپنے گھر وںمیں واپس گئے۔ امیرالمومنین علیہ السلام حکمین کے تصفیہ کے منتظر تھے۔ تھوڑے دنوں کے بعد دومتہ الجندل کی خودغرض کمیشن نے اپنا فیصلہ سنادیا۔ اور تمام دیار اسلامی میں ابوموسیٰ کی سادہ لوحی اور عمر عاص کی ابلہ فریبی کی خبریں پہنچگئیں۔ ان گمراہوں کو جو خوارج کے لقب سے اسلامی دنیا میں یاد کئے گئے۔ اس فیصلہ نے بہت قوت دلائی۔ اور اب وہ آزاد ہوکر اپنے خیالوں سے اور تیز ہوگئے اب انھوں نے اپنی جماعت اکٹھی کرنی شروع کردی۔ چار ہزار کی تعداد تو امیرالمومنین کے خاص لشکر سے نکلی اور آٹھ ہزار کے قریب اور جاہلوں کو اپنے ساتھ سمیٹ لیلیا انمیں زیادہ بصرہ اور اسکے اطراف کے لوگ تھے سب کے سب کوفہ سے نکلکر نہروان کے میدان میں جو واسط اور بغداد کے درمیان شہر سے چار کوس کے فاصلے پر واقع ہے مجتمع ہوئے انکی جمعیت اسوقت بارہ ہزار سے کم نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی بغاوت۔ سرکشی آزادی اور خودمختاری کے تمام امور رفتہ رفتہ فراہم کرلئے۔ اور علی الاعلان منادی کردی الا ان امیر القتال شبیث ربعی وامیر الصلوٰۃ عبد اللہ الکوا والامر شوریٰ بعد الفتح والبیعۃ للّٰہ علی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر۔

ترجمہ۔ امارت جنگ شبیث ابن ربعی سے متعلق ہے۔ اور امامت نماز عبد اللہ ابن الکوا سے۔ امر شوریٰ

بعد فتح ظاہر ہوگا۔ صرف اسوقت ایک معمولی طور پر عام لوگوں سے بیعت لیجائیگی۔ فرقہ خوارج کا اصلی مقصود کیا تھا۔ اور اس بندوبست سے ان کا مطلب کیا تھا۔ ان غلط فہمیوں نے حقیقت میں انکو کہیں کا نہ رکھا اہل عراق تھے تو ان سے بیزار اہل شام تھے تو ان سے ویسے ہی بیزار۔ امیرالمومنین علیہ السلام سے انہوں نے صریح مخالفت کی۔ امیر شام نے بھی ان سے اپنا کام نکال کر انکو کبھی اپنا نہ سمجھا۔ اور انکی نقض فطرت پہچان کر کے اور آئندہ امور میں انکی وفاداری اور جان نثاری سے قطعی ناامید ہوکر انکو علیحدہ کر دیا۔ اب یہ جائیں تو کس کے پاس۔ اور رہیں تو کسکے ہو کے۔ انہیں وجہوں سے ایک علیحدہ جماعت بنائی۔ اور اسکے جداگانہ اصول قائم کر والئے۔ اور ان سامانوں سے انکا دلی مقصود یہی تھا۔ کہ ہم امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ ابن ابوسفیان دونو سے مقابلہ کریں۔ اگر تمہاری امیرالمومنین پر فتح ہو تو تمام ممالک اسلام پر تاجدار کہلائے۔ اور اگر معاویہ پر غالب آئے تو شام کی سلطنت ہاتھ لگی۔ اور اگر اس سے بھی بڑھکر قسمت نے یاوری کی۔ اور دونو سلطنتوں پر فتح پائی تو پھر تمام جزیرہ نمائے عرب میں ہمیں ہم ہیں۔ اور کوئی دوسرا نہیں ان خیالوں میں انہوں نے امیر شام کے مقابلہ سے امیرالمومنین کے مقابلہ کو مقدم سمجھا۔ اور سب سے پہلے اسی کی فکر کی۔ نہروان کوفہ سے کچھ اتنی دور نہیں تھا۔ انکی روزانہ خبریں دربار خلافت میں پہنچا کرتی تھیں اور انکے مخالفانہ بندوبست اور انتظام معلوم ہوتے تھے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے دومۃ الجندل کے تصفیہ کے بعد ہی فوج کی درستی کیطرف توجہ فرمائی اور لوگوں کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ جو فوج بچ رہی تھی وہ بھی تازہ دم ہوگئی۔ اور بیرونجات سے امدادی فوج طلب ہونے لگی۔ بصرہ۔ مصر۔ اور حجاز سے بیرونی کمک مانگی گئی۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بصرہ والے سب سے زیادہ فرقہ خوارج میں داخل ہوگئے تھے۔ ضرور تھا کہ اب امیرالمومنین کی تائید میں پس و پیش کرتے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مگر عبداللہ ابن عباس نے اس پر بھی تین ہزار آدمی بصرہ سے نکال ہی چھوڑے اور کوفہ میں آکر امیر علیہ السلام کیخدمت میں بھیجدیئے۔

امیرالمومنین علیہ السلام کا خیال اسوقت تک خوارج کی طرف ذرا بھی نہیں تھا۔ دراصل یہ تمامی سامان معاویہ ابن ابوسفیان سے بار دیگر مقابلہ کے لئے ہو رہے تھے۔ اور امیرالمومنین خوارج کی کوئی اصل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ معویہ کے مقابلہ میں انکی مخالفت کچھ بھی نہیں تھی۔ اکثر آپ کے خالص الایمان رفقا آپ کو انکی طرف توجہ بھی دلاتے رہے۔ تو آپ انکے جواب میں ذیل کا آیہ تلاوت فرماتے تھے۔

فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون۔ صبر کرو۔ خدا کا وعدہ سچا ہے تمکو وہ خفیف نہ کر سکینگے۔ جو اپنی ضلالت اور جہالت کی وجہ سے ایمان نہیں لائے۔ تہذیب المتین صہ ۲۳۳ سورہ روم

باسناد کفایۃ الطالب محمد ابن طلحہ شافعی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے موجودہ جمعیت کا جائزہ لیا تو چالیس ہزار آدمی شمار میں آئے۔ دوسرے دن شام کی روانگی کا حکمدیا۔ مگر فوج نے پہلے خوارج کے تصفیہ کو اہل شام کے معاملات پر مقدم سمجھا۔ اور یہ کہلایا کہ یہ فساد اپنے ملک اور لشکر کا ہے۔ جس کے بڑھنے سے اپنی مجموعہ قوت میں ضرور فرق آئیگا۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے انکی مدافعت کی فکر کیجائے۔ امیر المومنین نے اسوقت انکی رائے سے اتفاق کیا۔ گو کہ اہل شام کے معاملات نہروان کے حالات سے کم نہیں تھے۔ مگر تاہم موجودہ مصالح پر نظر کر کے لشکر کی تجویز پسند کیگئی۔ اور فوج کو کوفہ سے براہ راست نہروان کی طرف روانگی کا حکمدیا۔

امیر المومنین نے اپنی لڑائیوں میں جس تامل سے کام لیا تھا۔ ویسا ہی نہروان کے معاملات میں بھی بہت بڑے صبر سے کام لیا گیا۔ اور واقعی یہ ایک ایسا نادر اور عدیم المثال جوہر تھا جو آپکی ذات مجمع الصفات کیساتھ مخصوص تھا۔ جسطرح اہل جمل اور اہل صفین کے یکسو ہو جانے کیلئے خط و کتابت۔ رسالت اور موعظت کے مختلف ذریعوں سے کوشش فرمائی گئی تھی۔ اسی طرح اہل نہروان کی بھی اصلاح۔ رفاہ اور صراط مستقیم پر پھیر لانے کیلئے کوئی کوشش اور کوئی سعی اٹھا نہیں رکھی گئی۔ اسی لحاظ سے حضرت عبد اللہ ابن عباس چند آدمیوں کے ہمراہ پہلے نہروان کی طرف خوارج کے سمجھانے اور تسکین و تشفی دلانے کی غرض سے بھیجے گئے تھے۔

عبد اللہ ابن عباس نے انکو اپنے طور پر بہت کچھ موعظت فرمائی۔ مگر وہ ایسے نہیں تھے جو صرف ایک عبد اللہ ابن عباس کی تقریر سے موم ہو جاتے۔ موعظت سے مناظرہ کی نوبت پہنچی۔ اور وہ قائل تو ہوگئے مگر یہ کہکر عبد اللہ ابن عباس کے پاس سے ہٹ آئے۔ کہ اے بھائیو یہ وہی قوم قریش ہے جسکے لئے حق سبحانہ تعالیٰ اپنے قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ بل ھم قوم خصمون۔ بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہے۔ ان کیساتھ ہمارا حجت کرنا بیکار ہے۔

بہرحال عبد اللہ ابن عباس نہروان سے ناکامیاب واپس آئے۔ اسوقت خوارج کے فتنہ و فساد ترقیوں پر تھے۔ انہوں نے نہروان کے گرد و نواح میں ایسے فتنہ و فساد مچا رکھے تھے۔ کہ تمام خلق خدا انکی مفسدی اور ظلم و تعدی سے کانپ اٹھی تھی۔ جسکو چاہتے تھے مار ڈالتے تھے۔ مروت۔ رحم اور رعایت سے مطلق آشنا نہیں تھے۔ تلوار کے زور سے تمام دنیا کو ایسا گمراہ بنانا چاہتے تھے۔ نہروان کے قریب کچھ عیسائی آباد تھے اور وہ ایک اسلام کے قبیلے بھی اسی کھلے میدان میں اپنی آزادی سے بسر کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اہل اسلام کو اپنے عقائد کے خلاف پاکر ان کو اپنی شریعت جدیدہ سے قابل قتل سمجھا۔ ان کو تو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں کے ساتھ اسلامی رعایت روا رکھی۔ اور جزیہ لیکر چھوڑ دیا۔ کامل ابن اثیر۔

عبداللہ ابن جباب کا پُردرد واقعہ

اس سے بڑھکر عبداللہ ابن جباب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی کا واقعہ ہے جنکو خوارج نے محض غربت بیکسی اور تنہائی کی حالت میں نہایت بے رحمیوں سے قتل کرڈالا۔ عبداللہ ابن جباب کسی ضرورت سے نہروان میں آئے۔ خوارج نے انکو پہچان کر گھیر لیا۔ اور ان سے انواع واقسام کے سوال کرنے لگے۔ ان کے ساتھ انکی بی بی بھی تھیں۔ اور وہ حاملہ تھیں۔ عبداللہ ابن جباب کے گلے میں کلام اللہ تھا۔ خوارج نے قرآن کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ ہمکو تمہارے قتل کا حکم کرتا ہے۔

عبداللہ ابن جباب نے نہایت آزادی سے جواب دیا۔ کہ قرآن تمہیں جسکے زندہ رکھنے کا حکم دیتا ہے بیشک تم اسکو زندہ رکھو۔ اور جسکے قتل کا حکم دیتا ہے اسے ضرور قتل کرو۔ پھر عبداللہ سے پوچھا گیا کوئی حدیث بیان کرو۔ عبداللہ نے جوابدیا کہ میں نے جناب رسول خدا سے سنا ہے کہ بعد وفات آنحضرت ایک فتنہ ہونے والا ہے۔ جسمیں انسان کے قلوب ایسے مردہ ہو جائینگے جیسے ان کے جسم موت کے بعد۔ شام کو مومن ہوگا صبح کو کافر اٹھیگا۔

اس کے بعد عبداللہ سے پوچھا گیا کہ سابق خلفا کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ عبداللہ نے سب کی تعریفیں کیں۔ پھر پوچھا گیا کہ حضرت عثمان کے بارے میں۔ انکی شش سالہ خلافت کے بعد۔ اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی نسبت۔ قصہ تحکیم کے بعد تمہاری کیا رائے ہے۔

یہ کیسا سخت اور الجھاوے کا سوال تھا۔ اور حق ناحق کہو اگر اس بیچارے کی جان لینی تھی۔ مگر اس پر بھی عبداللہ نے ان معاملات کو اچھے لفظوں سے یاد کیا۔ مگر تاہم انکی تشفی نہ ہوئی۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ تحکیم جو حضرت علی کی رضا ورغبت سے واقع ہوئی وہ صحیح و درست تھی یا غلط۔ اب بیچارے عبداللہ ان کے سوالوں سے عاجز آگئے۔ ایک ہو تو جوابدیا جاوے دو ہوں تو جوابدیا جاوے۔ یہاں تو سوالات کے سلسلہ کا خاتمہ ہی نہیں ہوتا۔ آخرکار عبداللہ نے جوابدیا کہ میں اپنی راہ چلنے آیا ہوں تم سے مناظرہ یا مباحثہ کرنے نہیں آیا۔ مگر ہاں میں اتنا ضرور کہونگا کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام خدا کے احکام تو تم سے زیادہ جانتے ہیں انکی دینداری اور پرہیزگاری تمہارے تقویٰ اور طہارت سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔

یہ سنکر ان لوگوں نے جوابدیا۔ کہ تم ہدایت کے پیرو نہیں بلکہ رجال کے مقلد۔ یہ کہکر وہ ظالم ان سے چمٹ گئے۔ اور ان کو پکڑکر دریا کے کنارے لے گئے۔ اور عبداللہ کو زمین پر لٹاکر ذبح کرڈالا۔ عبداللہ کے بعد انکی غریب بی بی کو بلایا۔ اسکا پیٹ چاک کرکے اس بچے کو جو اسکے پیٹ میں تھا مار ڈالا۔

یہ مصائب حقیقت میں ایسے ہیں جن کے لکھنے سے انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ دو معصوم بے گناہوں کے خون کے علاوہ اس معصوم کے خوفناک خون کا واقعہ جس نے دنیا کو اپنی آنکھوں سے بھی نہ دیکھا تھا ایسا دردانگیز ہے جو لکھنے والے دیکھنے والے اور سننے والے کے قلب پر قیامت کا اثر ڈالتا ہے۔

امیرالمومنین کا خوارج سے مناظرہ

عبداللہ ابن خباب کے واقعہ نے امیرالمومنین علیہ السلام کو نہایت سخت صدمہ پہنچایا۔ اس ظلم و تعدی کی ایسی خبریں سنکر ایک ساعت کے لئے بھی ان کو انکی حالتوں پر چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا گیا۔ اور فوراً ان کی گوشمالی اور سخت سزا کی تجویز ہوئی۔ اس واقعہ نے امیرالمومنین علیہ السلام ہی کو نہیں بلکہ تمام ممالک اسلامی کو دہلا دیا۔

دوسرے دن امیرالمومنین نے پچیس ہزار کے ہمراہ نہروان کا قصد کیا۔ نہروان کوفہ سے کچھ ایسا دور تو تھا ہی نہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں امیرالمومنین کا لشکر خوارج کی چھاؤنی کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں پہنچکر امیرالمومنین علیہ السلام نے پھر عبداللہ ابن عباس کو انکے پاس کمیشن کے طور پر بھیجا۔ اور انکی ہدایت اور موعظت کی پھر ایک راہ نکالی مگر وہ روز بروز اپنی ضلالت اور گمراہیوں سے ترقی کرتے جاتے تھے۔ خوارج نے عبداللہ ابن عباس سے کہا کہ آپکی موعظت ہمارے لئے ہرگز اثر پذیر نہیں ہوگی۔ ہمارے پاس پانچ دلیلیں ایسی قوی ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام سے ان کا جواب نہیں چل سکتا۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ جب انکے اور معویہ کے درمیان عہدنامہ تحریر ہوا تو انہوں نے اپنے نام سے امارت مومنین کو خود بخود محو کرا دیا۔ جب وہ اپنے اقرار سے امیرالمومنین نہیں رہے تو ہم مومنین ہیں۔ ہم بھی اس سے راضی نہیں۔ کہ وہ ہم پر حکومت کریں۔ اور ہمارے امیر ہوں۔

دوسری انہوں نے خود اپنی امامت میں شک کیا۔ اور حکمین سے کہا کہ جانبین کے معاملات میں غور کرو۔ اگر معاویہ کو اس کام کے لئے اچھا سمجھو تو اسی کو امیر بناؤ۔ نہیں تو مجھکو۔ جب ان کو اپنے معاملہ میں شک آگیا تو ہمارے لئے تو یہ شک زیادہ موزون ہے۔

تیسری امیرالمومنین نے حکومت غیر کو دیدی اور وصیت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کیا حالانکہ ان سے زیادہ حکومت کا سزاوار کوئی دوسرا نہیں تھا۔

چوتھی یہ کہ انہوں نے دین خدا میں حکم رجال داخل کیا۔ اور آدمیوں کا حکم کرنا جائز نہیں تھا۔

پانچویں یہ کہ جنگ جمل کے خاتمہ پر تمام غنائم تو ہم پر امیرالمومنین علیہ السلام نے تقسیم کر دی مگر عورات اور اطفال کو نہ دیا۔ اسکی کیا وجہ ہے۔

چھٹی - یہ کہ وہ وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے - انہوں نے وصی ہو کر وصیت کو ضایع کیا۔

عبداللہ ابن عباس یہ دلیلیں سُنکر امیر المومنین علیہ السلام کیخدمت میں واپس آئے۔ اور بلفظہ وبجنسہ بیان کر دیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خود انکی دلیلوں کا جواب دونگا۔ ان سے کہو کہ اپنے اپنے خیموں سے نکلکر ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا تمام خوارج خیموں سے نکل آئے۔

امیر المومنین علیہ السلام بھی اپنے چند رفقا کے ساتھ انکے قریب گئے۔ اور تھوڑی سی تمہید کے بعد ان کی دلیلوں کا جواب دینے لگے۔ پہلی دلیل کی نسبت ارشاد فرمایا کہ ایہا الناس تمہیں معلوم ہے کہ جس زمانے میں جناب رسول خدا نے ابوسفیان اور سہیل ابن عمر سے مقام حدیبیہ میں صلح فرمائی۔ تو ان دونوں کا کاتب وحی یا قضایا اور شروط وامان وغیرہ میں ہی تھا۔ میں نے حسب دستور لکھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ھٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَیْہِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَبَا سُفْیَانَ وَ سُھَیْلَ ابْنَ عَمْرٍو یہ صلحنامہ ہے درمیان محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوسفیان اور سہیل ابن عمر کے۔ سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن و رحیم کو نہیں جانتے۔ اور تمہارے رسول ہونے کا اقرار نہیں کرتے۔ تمہارے لئے یہی شرف کافی ہے کہ تمہارا نام صلحنامہ میں ہمارے ناموں سے مقدم لکھا گیا۔ گو ہم سن میں تم سے زیادہ اور ہمارا باپ تمہارے باپ سے بڑا تھا۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ بجائے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے باسمک اللّٰھم لکھدو میں نے حسب الحکم باسمک اللّٰھم لکھدیا اور اسی طرح جب رسول خدا کے محو کرنے کا وقت آیا تو میں نے اسکے محو کرنے میں تامل کیا۔ جناب رسول خدا نے لفظ رسول اللہ محو کر دیا اور پھر مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ کیجگہ محمد ابن عبداللہ لکھدو۔ میں نے لکھدیا۔ اسدن جناب رسولخدا نے فرمایا کہ اے علی تجھے بھی ایک دن ایسا ہی پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب میرے معاویہ اور عمرعاص کے درمیان صلحنامہ کی تحریر شروع ہوئی تو کاتب نے کہا یہ صلحنامہ ہے درمیان امیر المومنین علیہ السلام معویہ اور عمرعاص کے۔ انہوں نے کہا۔ کہ اگر ہم باوجود اس اقرار کے کہ تم امیر المومنین ہو پھر تمہارے ساتھ جنگ کریں تو یقینا ظالم اور گنہگار ٹھہرینگے صرف یہ لکھو۔ ھٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَیْہِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یہ حال دیکھکر میں نے بھی اپنے نام سے امیر المومنین کے لفظ کو محو کر دیا۔ جسطرح جناب رسول خدا نے لفظ رسول اللہ اپنے نام سے محو کر دیا تھا۔ اگر تم اس امر پر مجھ سے معترض ہوتے ہو تو مجھ سے پہلے تمکو جناب رسول خدا پر اعتراض کرنا لازم ہے۔ یہ سنکر خوارج نے کہا کہ البتہ یہ حجت آپکی قوی ہے۔

دوسری دلیل کی نسبت ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے معاملہ میں دوسروں کو حکم کیا۔ یہ امر میرا کسی شک کی وجہ سے نہیں تھا۔ جیسا تم اپنی غلط فہمیوں کی وجہ سے سمجھ رہے ہو۔ بلکہ ایک منصفانہ کلام ہے۔ تمہاری

بھی مزید اطمینان کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا وَاِیَّاکُمْ لَعَلٰی ھُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ
ہم اور تم بیشک ہدایت پر ہیں یا سخت گمراہ ہیں۔ یہ ارشاد باری عز اسمہٗ کا کسی شک کی وجہ سے نہیں تھا۔
کیونکہ خدا خوب جانتا تھا کہ ہمارا نبیؐ حق پر ہے۔ یہ سنکر خوارج نے کہا کہ ھٰذِہٖ لَکَ یہ حجت بھی تمہارے لئے ہے

تیسری دلیل کے جواب میں فرمایا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ میں نے اپنے معاملہ میں ایک غیر کو حکم قرار دیا حالانکہ میں خود سب سے زیادہ حکم ہونیکی لیاقت رکھتا تھا۔ بالکل بیجا ہے اس دلیل سے کہ جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات بنی قریظہ میں اپنی طرف سے سعد ابن معاذ کو حکم مقرر فرمایا تھا حالانکہ وہ جناب سب سے زیادہ حکم کرنے کے لائق تھے۔ خدائے سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ تمہارے لئے رسولؐ خدا ہی کی پیروی بہتر ہے۔ سب نے کہا یہ بھی درست ہے

چوتھی دلیل کی تردید میں ارشاد کیا گیا کہ تمہارا یہ کہنا کہ میں نے دین خدا کے امور میں آدمیوں کو حکم کیا یہ بھی خلاف ہے۔ میں نے خود آدمیوں کو حکم نہ کیا۔ بلکہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بھی ایسے ہی حکم دیا ہے۔ واقعی اس مقدمہ میں اصل حکم الٰہی تھا۔ نہ آدمی کا۔ مگر چونکہ اسکے سمجھنے اور اسکے موافق حکم کرنے کے لئے ضرورت آدمیوں کی ہوتی۔ اس لئے آدمیوں کا دخل لازم آیا۔ حالانکہ حکومت رجال شرعاً ممنوع ہی نہیں ہے۔ دیکھو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ایک طائر کے معاملہ میں تین آدمیوں کو حکم مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْکُمُ بِہٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ جو قتل کرے اسکو تم میں سے بدلہ اس کا یہ ہے کہ مقتول کے قسم سے چارپایوں میں سے ادا کرے۔ اس امر میں تم میں سے صاحب عدالت حکم کریں۔ دیکھو مسلمانوں کے خون طائر کے خون سے عظیم تر ہیں۔

اور بروایتے اس دلیل کی تردید میں امیر المومنین علیہ السلام نے اس آیہ قرآنی کے علاوہ دوسری آیت سے بھی انکی ہدایت فرمائی تھی۔ اور وہ یہ ہے۔ جواباً ارشاد ہوا کہ جناب باری عز اسمہ نے ایک مرد اور ایک عورت کی خلاف مرضی ہوجانے کے معاملہ میں حکم مقرر کئے جانے کے لئے حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا۔ کہ ایک حکم مرد کی طرف سے ہو اور ایک عورت کی طرف سے یہ جواب سنکر خوارج نے کہا کہ آپکی یہ حجت بھی قوی ہے۔

پانچویں دلیل کے جواب میں امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ بروز جمل جب میں اہل بصرہ پر فتحمند ہوا تو میں نے سلاح و دواب تو تم پر تقسیم کردی۔ مگر زنان و اطفال ہمکو نہ دیئے میں نے حقیقت میں ان لوگوں پر منت اور احسان کیا جیسا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے دن مشرکین قریش پر لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ کہکر اپنے احسان قائم رکھے تھے یہ ہمارے لئے ایسے [illegible]

محاسن ہیں جنکو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے علاوہ وہ مردوں نے ہم پر بغاوت اختیار کی تھی۔ ہم ان کو قتل کر چکے تھے بچوں اور عورتوں نے کیا کیا تھا۔ جو ہم اُن کو قید کرتے اور اپنا غلام ان کے مردوں کو اور لونڈیاں ان کی عورتوں کو بناتے۔ پھر اس پر بھی تم میں سے وہ کون ایسا تھا جو ام المومنین عائشہ کو اپنے حصہ میں لیتا۔ اس جواب پر بھی وہ قائل ہو گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے انکی اخیر دلیل میں فرمایا کہ تم جو یہ کہتے ہو کہ میں جناب رسالتمآبؐ کا وصی تھا میں نے انکی وصیت کو ضایع کیا۔ آگاہ رہو کہ تم مجھ سے پھر گئے اور مجھ سے بغاوت اختیار کی۔ اب تمہارا یہ ارادہ ہے۔ کہ خلافت اور امارت مجھ سے منتزع کر لو۔ اب مجھکو لازم نہیں ہے کہ میں لوگوں کو دعوت کروں۔ اسلئے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ صرف انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتا ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ ہم اوصیا ہیں ہمکو خود اپنی طرف دعوت کرنے کی احتیاج نہیں۔ یہ علم نبوت کے متعلق باتیں ہیں۔ جسکو تم لوگ بہت کم جانتے ہو۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا لوگوں پر اللہ کی طرف سے فرض ہے کہ خانہ کعبہ کا حج ادا کریں۔ جو لوگ زاد راہ پر استطاعت رکھتے ہوں پس اگر لوگ حج کو ترک کریں تو خانہ کعبہ کافر نہ ہوگا۔ بلکہ وہ لوگ ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہونگے۔ اس لئے کہ خانہ خدا (کعبہ) ایک نشان منصوب من اللہ ہے۔ اسی طرح سے میں خدا کی جانب سے ایک نشان منصوب ہوں۔ چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے حق میں ارشاد فرمایا ہے یَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ الْكَعْبَةِ تُؤْتِیْ وَلَا تَاْتِیْ اے علیؑ تو میری جانب سے کعبہ کی مثال ہے تیرے پاس لوگوں کو آنا چاہئے تجھکو ضرورت نہیں کہ تو کسی کے پاس جاوے۔ سوانح عمری باسناد کفایۃ الطالب صہ ۲۸۲ تہذیب المتین جلد دوم صہ ۲۴۳

خوارج کے فرقے نے جسوقت جناب امیر المومنین علیہ السلام سے ایسے صاف اور پاکیزہ جواب سُنے تو اُن میں سے ایکبارگی آٹھ ہزار آدمیوں کی جماعت ان سے علیحدہ ہو گئی التوبۃ امیر المومنین التوبۃ امیر المومنین کی پُر زور صدائیں بلند ہوئیں اور نہروان کا تمام میدان گونج اٹھا۔ اب اسوقت کسی میں اتنی مجال باقی نہیں تھی کہ وہ امیر المومنین علیہ السلام سے آنکھیں ملاتا۔ یا پھر کسی مباحثہ یا مناظرہ کے خیال سے آپکے مقابلہ پر آتا۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابو ایوب انصاری کو جناب رسالت مآب کا عنایتی علم دیکر تاکید کی کہ تم اس علم کو لیکر جانبین کی جماعتکے درمیان کھڑے ہو جاؤ۔ جو تمہارے اس علم کے نیچے آجاوے وہ ہماری امان میں ہے۔ اس کو ہم سے اور ہمکو اس سے پھر کوئی تعرض نہیں ہے۔ علم امان کے

تعصب ہونے بھی وہ آٹھ ہزار خوارج جن کے دلوں پر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی موعظانہ تقریر نے کامل تاثیر کی تھی وہ سب کے سب سمٹ کر اس علم کے نیچے چلے آئے اور اپنے تمام عقائد فاسدہ سے تائب ہو کر صراط المستقیم پر راسخ ہو گئے۔ بارہ ہزار کی جماعت میں کل آٹھ ہزار ایسے نکلے جن پر کلیہ ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم و علیٰ ابصارھم و علیٰ سمعھم غشاوۃ صادق آتا تھا۔ وہ اب بھی ویسے ہی کے ویسے رہ گئے۔ انکے سنگین دلوں پر امیر المومنین علیہ السلام کی موعظانہ تقریر نے کچھ بھی اثر نہ کیا اور وہ ویسے کے ویسے ہی رہ گئے۔

جنگ نہروان

امیر المومنین علیہ السلام نے جب دیکھ لیا کہ خوارج کی باقیماندہ چار ہزار جماعت اپنے ارتداد اور ناپاک عقائد سے کبھی باز نہ آئیگی۔ اور اسی طرح اپنی ضلالت پر قائم رہیگی تو اب ان کو انکی حالتوں پر چھوڑ دینا اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا خلاف مصلحت تھا۔ اس لئے امیر المومنین نے انکے مقابلہ کا حکم دیا مگر انہیں تاکیدوں کے ساتھ کہ ہماری فوج میں سے کوئی جنگ پر سبقت نہ کرے۔ خوارج نے امیر المومنین کا حکم اپنی باقیماندہ جمعیت کو بھی سمجھا۔ اور انکو مقابلہ کے لئے مرتب کیا۔ وہ اپنے خیالوں میں اس پھرتی سے کام لیتے تھے کہ اہل عراق تے بھی ان کے مقابلہ کے پورے سامان بھی درست نہیں کئے تھے کہ خوارج کے ایک تازہ دم دستے نے نہایت شدت کیساتھ امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر پر تیروں کا مینھہ برسانا شروع کر دیا۔ جب مخالف کے یہ سامان دیکھ لئے تو امیر المومنین علیہ السلام نے بھی یہ کہکر الا ان طاب لکم القتال فاحملوا علیھم (اب تمہارے لئے بھی جہاد روا ہے ان پر حملہ کرو) فوج کو حملہ کا حکم عطا فرمایا۔

سب سے پہلے امیر المومنین علیہ السلام نے عامر ابن صعصعہ کو کلام اللہ دیکر یہ حکم فرمایا کہ تم اس کیطرف انکو رجوع کرو۔ دیکھو وہ تمہارے اس قرآن کی کہاں تک وقعت کرتے ہیں۔ حامل القرآن حسب الحکم انکی طرف آیا۔ اور ان کو کلام پاک کی طرف دعوت بھی کی۔ مگر جب انہوں نے امیر المومنین کی نہ سنی تھی تو بیچارے صعصعہ کی کیا سنتے۔ اسکو تو جاتے ہی چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور تیروں سے اسکے جسم میں اسقدر سوراخ کئے کہ وہ بیچارہ اسی وقت جان بحق تسلیم ہو گیا۔ رحمۃ اللّٰہ علیہ رحمۃً واسعۃً

انکی یہ شدت دیکھکر امیر المومنین علیہ السلام نے انکے کامل استیصال کو جائز سمجھ لیا اور اپنی فوج کو ان پر حملہ کرنے کے لئے پورا زور دیا۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ خوارج کے فرقہ سے سب سے پہلا آدمی جس نے میدان جنگ کا رخ کیا وہ شخص ابن حذیر طائی تھا۔ ابھی ابھی یہ صفین کے معرکوں میں اپنے مختلف محاسن خدمات سے

امیرالمومنین کو نہایت مسرور کرچکا تھا۔ مگر پہلے جیسی ہی خصومت تھی۔ ویسی ہی خصومت ہوگئی وہ اپنی پُرجوشیوں میں صف سے نکلکر فوج کے اس سرے سے نکلکر اس سرے سے نکل گیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام کو اسکی یہ جرأت دیکھکر نہایت تعجب ہوا اور بنفس نفیس اسکے مقابلہ پر مستعد ہوکر اسکے تعاقب میں جا پہنچے۔ اب یہ کہاں جاتے ذوالفقار کے ایک ہی وار میں دو ہوکر خانہ زین سے فرش زمین پر آتا رہا۔

احنف کے بعد حرقوص بن زہیر تمیمی معروف بہ ذی الثدیہ نے میدان جنگ میں قدم بڑھائے اس نے امیرالمومنین سے احنف کا قصاص لینا چاہا۔ اور اپنی پیشدستی سے امیرالمومنین پر ہاتھ اٹھایا امیرالمومنین نے فوراً اسے ایسا زخم لگایا کہ اسکا گھوڑا اسے بھگاتا ہوا دریائے فرات کے اس کنارے لے گیا اور وہ وہاں ایک گڑھے میں گرکر مرگیا۔

حرقوص کے بعد مالک ابن الوضاح۔ ذی الثدیہ کا چچا زاد بھائی اپنے مقتول بھائی کے معاوضہ پر تیار ہوا۔ مگر امیرالمومنین نے اسکا بھی وہیں خاتمہ کردیا۔

مالک کے بعد عبداللہ ابن وہب راسی جو خوارج کا امام جماعت تھا۔ یہ رنگ دیکھکر نہایت پیچ و تاب میں آیا۔ اور اپنی صف سے نکلکر میدان جنگ میں آکھڑا ہوا۔ امیرالمومنین کو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ اے علی ابن ابی طالب اب کہاں تک دست ظلم و تعدی دراز کرکے خلقت خدا کا استیصال کرتے رہوگے۔ آؤ ہم تم ملکر فیصلہ کرلیں۔ میں قسم بخدا یہاں سے نہ ہٹونگا۔ جب تک کہ آپ کو قتل نہ کرونگا۔ یہ کہکر ذیل کے اشعار رجز میں پڑھے۔

انا ابن وهب الراسی الشاری ٭ اضرب فی القوم لاخذ الثار

حتی یزول دول الاشرار ٭ و ترجع الحق الی الاخیار

میں وہب ہوں۔ میں نے دنیا کو بیچ کرکے دین خریدا ہے۔ میں قوم مخالف میں تلواریں مارونگا۔ یہاں تک کہ اشرار کی سلطنت زائل ہوجاوے۔ اور حق پرستوں کی طرف رجوع کرے۔ تہذیب المتین صہ ۲۴۷

امیرالمومنین علیہ السلام نے اسکی رجزخوانی تو سُنی مگر اسکی طرف کچھ التفات نہ فرمائی اور فوراً اس کے سر پر بڑھکر تیغ آبدار کا وہ تلا ہوا ہاتھ لگایا کہ وہ قاش قاش زین سے لاش بنکر زمین پر آتا رہا۔

وہب کے مرتے ہی خوارج کے پاؤں میدان جنگ سے اکھڑ گئے۔ دنیا انکی آنکھوں میں سیاہ ہوگئی وہ منتشر ہوکر ادھر اُدھر نہروان کے کھلے میدان میں بھاگنے لگے۔ نہروان کی ایک سمت تو دریا تھا اور تین طرف کھلا ہوا میدان۔ کوسوں کا ریگستان۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کا منشا دیکھکر ان کے تعاقب کا فوری حکم دیا فوج نے تین طرف سے گھیر لیا۔ دریا کی طرف انہوں نے رخ کیا۔ مگر اسی عرصہ میں امیرالمومنین علیہ السلام کی فوج نے ان کا ایسا سخت محاصرہ کیا کہ پھر وہ اس سے باہر نہ ہوسکے اور اس شدید حملہ میں ایسی خونریزی واقع ہوئی کہ انکی

چار ہزار جمعیت میں سوائے نو آدمیوں کے کوئی دسواں نہ بچ سکا۔ یہ بقیہ نو آدمی بھی ایک ہی طرف نہ بھاگ گئے کوئی کدھر گیا کوئی کدھر۔ جسکو جدھر راستہ ملا وہ اُدھر ہی کا ہو رہا۔ جنگ نہروان کی مدت صبح سے لیکر دوپہر تک تمام ہوگئی۔ ان بچے ہوئے نو آدمیوں میں سے دو شخص تو سیستان کی طرف نکل گئے۔ دو عمان کی طرف۔ دو یمن میں چلے گئے۔ اور دو تل مورون کی سمت۔

امیر المومنین کے لشکر میں صرف نو آدمی مارے گئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ رویہ بن دیر بجلی۔ رفاعہ ابن وائل ارحی۔ فیاض ابن خلیل ازدی۔ کیسوم بن مسلمہ جہنی۔ حبیب ابن عاصم ازدی۔ انکے علاوہ چار شخص اور تھے۔ ظہر کے وقت انکے امور سے فراغت کی گئی۔ خوارج کے کشتوں کا جائزہ لیکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا بُؤساً لکُم لَقَدْ ضَرَّکُم مَنْ غَرَّکُمْ تمہارا برا ہو۔ ضرر پہنچایا جس نے تمکو بہکایا۔ رفقا میں سے جو لوگ موجود تھے پوچھنے لگے کہ ان کا بہکانے والا کون ہے ارشاد ہوا اَلشَّیْطٰنُ الْمُضِلُّ وَالْاَنْفُسُ الْاَمَّارَۃُ بِالسُّوْءِ وَفَسَحَتْ لَهُمْ فِی الْمَعَاصِیْ وَ وَعَدَتْهُمُ الْاِظْهَارَ فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ۔ شیطان اور انکے گمراہ کنندہ نفسوں نے جو ہمیشہ برائی کی طرف حکم کرتے ہیں انکو بہکایا۔ صرف ایک امر موہوم پر۔ اور ان کے گناہوں کو ان پر وسعت دی۔ انکی نصرت اور مددگاری کا وعدہ کیا۔ مگر داخل کیا ان کو جہنم میں۔ تہذیب المتین جلد دوم صہ ۲۳۹

اسلام میں ذوالثدیہ کا مشہور قصہ

اسلام میں نہروان کے متعلق ہمکو ایک خاص حدیث سے بحث کرنی ہے وہ حدیث ذوالثدیہ کی نسبت ہے جو اسلامی تاریخوں میں مستند بین الفریقین ہے صحیحین میں وارد ہے کہ ایک روز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ مال تقسیم فرما رہے تھے یہ تقسیم غالباً غزوہ حنین کی تھی۔ تقسیم کے وقت ذوی الخویصرہ تمیمی المعروف بہ ذوالثدیہ حاضر تھا۔ بول اٹھا کہ یا محمد عدل کرو۔ آپ نے فرمایا وائے ہو تجھ پر۔ میں خدا کا امین ہوکر اگر عدالت نہ کروں گا تو اور کون کریگا۔ حضرت عمر بھی موجود تھے۔ اسکی یہ گستاخانہ کلام سنکر جناب رسالتمآبؐ سے کہنے لگے کہ اگر حکم ہو تو میں اسکی کامل سزا کردوں۔ ارشاد ہوا جانے دو کہ اسکے چند اصحاب ہیں کہ تمہارے نماز روزے انکی نماز روزوں کے سامنے حقیر ہونگے۔ قرآن پڑھینگے مگر وہ انکے حلقوم سے نہ اُتریگا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر۔ ابو سعید خدری کا بیان ہے کہ میں نے بھی یہ حدیث جناب رسالتمآبؐ سے سُنی تھی اور میں اسکی فکر میں تھا۔ نہروان کے واقعہ کے بعد میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ذوالثدیہ کی تلاش ہوئی اور وہ سات لاشوں کے نیچے انہیں نشانوں کے ذریعہ پہچانا گیا۔ جو جناب رسالتمآبؐ ہم سب کو بتلا گئے تھے۔

سنن ابی داؤد میں ابو سعید خدری اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ عنقریب میری اُمت میں اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوگا۔ اسمیں ایک فرقہ ایسا ہوگا کہ جنکے قول انکے فعلوں کے مطابق نہیں ہونگے۔ زبان سے اچھی اچھی باتیں کہینگے مگر اس پر عمل نہیں کرینگے۔ قرآن پڑھینگے مگر انکے حلق سے نیچے نہیں اُتریگا۔ دین سے اس طرح نکل جائینگے جیسے کمان سے تیر۔ وہ شریر ترین خلائق ہونگے خوشحال انکا جو انکو قتل کریں یا انکے ہاتھ سے مقتول ہوں۔ وہ کتاب خدا کی طرف اور انکو دعوت کرینگے اور خود اسکے کسی حکم کو نہ مانیں گے جو انکو قتال کریگا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوگا۔

ابن الحدید۔ فاضل معتزلی کا بیان ہے کہ جن احادیث میں قاتلان خوارج کے لئے وعدہ ہائے ثواب کئے گئے ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ حد تواتر کو پہنچگئے ہیں۔

ابوالحسن انصاری سے منقول ہے کہ ام المومنین عائشہ نے مجھ سے پوچھا کہ خارجیوں کو کسنے قتل کیا میں نے کہا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے۔

مفتاح النجاۃ میں علامہ بدخشانی نے اسکو یوں تحریر فرمایا ہے۔ قال ابی الحسن الانصاری عن ابیہ قال دخلت علی ام المومنین عائشۃ فقالت من قتل الخوارج قال قلت قتلھم علیؑ ابن ابی طالب قالت ما یمنعنی الذی فی نفسی علی علیؑ ان تقول الحق سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یقول یقتلھم خیار امتی من بعدی وسمعتہ یقول علی مع الحق والحق مع العلی علیہ السلام۔

ابوالحسن انصاری اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ میں ام المومنین عائشہ کے پاس گیا تو عائشہ نے مجھ سے پوچھا خوارج کو کس نے قتل کیا۔ میں نے کہا علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے۔ عائشہ نے جواب دیا کہ جو میرے دل میں علیؑ کی طرف سے ہے وہ مانع نہیں ہوسکتا۔ حق کہنے سے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرمایا قتل کریگا انکو (خوارج کو) میرے بعد میرا بہترین امت اور فرمایا حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ تشفی جناب فخر الحکما صہ ۱۷۸۔

روایت کی تصدیق مسروق سے یوں ہوتی ہے کہ ایک دن ام المومنین نے مسروق سے پوچھا کہ اے مسروق میں تجھکو سب لوگوں سے عزیز رکھتی ہوں تو مجھکو سچ بتلادے کہ مدحج کو کسنے قتل کیا۔ مسروق نے کہا کہ مجھکو تحقیق معلوم ہوا ہے کہ اسکو امیرالمومنین علیہ السلام نے دریائے فرات پر قتل کیا۔ عائشہ نے کہا کہ تو اپنے اس بیان پر شاہد جمع کر۔ مسروق نے ستر گواہیاں گذرانیں جب ام المومنین نے ستر آدمیوں کے بیان لئے تب ارشاد کیا کہ خدا عمر عاص سے سمجھے کہ جس نے مجھکو لکھ بھیجا کہ میں نے مخدج کو دریائے نیل پر مصر میں قتل کیا۔ مسروق نے ام المومنین سے پوچھا کہ آپکو اسکے قتل کی کیوں تلاش ہوئی ہے۔ ام المومنین نے جواب دیا

کہ میں نے اسکے قتل کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے ھُمْ شَرُّ الْخَلْقِ وَ الْخَلِیْقَۃِ یَقْتُلُھُمْ خَیْرُ الْخَلْقِ وَاَقْرَبُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ وَسِیْلَۃً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وہ بدترین خلق ہیں اور انکو وہی لوگ قتل کرینگے جو بہترین خلائق ہیں جنکا وسیلہ قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ ہے مسروق کی روایت مستند اور معتمد بین الفریقین ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی کئی طریقوں سے اس کو بحار الانوار میں درج فرمایا ہے اور لکھا ہے وقد ورد ھذا عن مسروق عن عائشۃ بعدۃ طرق اقتصرنا علی ما اوردنا روایت مسروق کی حضرت عائشہ سے چند طرق پر مذکور ہوئی ہے مگر ہم نے اسی قدر اختیار کیا۔

بہرحال خوارج کے متعلق اسلام میں جسقدر پیشینگوئیاں تھیں وہ لکھی گئیں اور ان سے جسقدر ان کے مظالم اور فتنہ و فساد متعلق تھے لکھدیئے گئے۔ انکی بغاوت اور مخالفت حقیقت میں ایسی ہی صحیح اور سچی پیشینگوئیوں کے مستحق تھی۔ صفین کی حاصل شدہ فتح کی بنی ہوئی صورت انہیں نے بگاڑ دی اور امیر المومنین علیہ السلام کے تمام ریاض کو خاک کر ڈالا۔ اور جناب امیرؑ نے مجبور ہوکر اور ان کو اپنے اختیار سے بالکل باہر پاکر خاموشی اختیار کی۔ اگرچہ انکی صلاح میں امیر المومنین کا نقصان صریح تھا۔ مگر تاہم انہیں کی خاطرداری کے لئے انہیں کی بات رکھی گئی۔ مالک ابن اشتر رزمگاہ سے واپس بلائے گئے۔ جنگ صفین کی فتح جسکے حصول میں کچھ دیر نہیں تھی باز رکھی گئی۔

یہاں تک تو جناب امیر المومنین علیہ السلام جو جو یہ کہتے گئے۔ کرتے گئے۔ مگر ان سب باتوں کے طے ہوجانے کے بعد بھی انکی برہم زن طبیعت اور انکے گمراہ خیالوں نے دوسرے پہلو بدلے اور ایسی اُلٹی کروٹ بدلی کہ جس شے کی تعمیل کو ہر طرح سے جائز صحیح اور مصلحت سمجھکر ایک وقت امیر المومنین کو اس پر مجبور کرتے تھے۔ اب اسی کو غلط اور ناجائز جان کر امیر المومنین علیہ السلام کو اسکے قبول کرنے کے لئے اُلٹے الزام لگائے۔ اور الزام بھی کیسے معمولی نہیں نہایت سخت اور نہایت شدید۔ دائرہ اسلام سے خارج بتلانے لگے۔ وہ ذراسی باتوں میں کتنی شاخیں نکالتے تھے۔ اور اپنی جہالت اور ضلالت کے زوروں میں ایک دوسرے پر اور دوسرا تیسرے پر لپکتے پھرتے تھے۔ ایسے خیالوں والے کبھی اسلام میں مستقل اور مستحکم کہے جاسکتے ہیں یا ان کا ایمان کبھی خالص اور کامل مانا جاسکتا ہے۔ نہیں کبھی نہیں۔ انکی ان حرکتوں نے اسلامی دنیا پر کتنا بُرا اثر ڈالا اور ان کے مفسدوں سے اہل اسلام میں کیا تفرقہ اور کیا ہرج پڑا وہ عام طور سے تمام اسلامی تاریخوں میں درج ہے۔ انکی تفصیل ہمارے بیان کی محتاج نہیں۔

مگر اپنے سلسلہ بیان کے تمام کردینے کے لئے ہمکو اتنا ضرور لکھدینا ہوگا کہ ان کا ارتداد ان کا یہ فتنہ و فساد

مملکت اسلامی میں کتنے دنوں تک قائم رہا کچھ امیر المومنین یا بنی فاطمہ پر منحصر نہیں۔ یہ آگے چل کر تو تمام اہل اسلام کے مخالف نکلے۔ اور انکی برابر یکساں حالت رہی جب کبھی ان کو تھوڑی بہت قوت ہوئی۔ شاہان اسلام سے اسی طرح اپنی بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔

خوارج کے آئندہ فساد

جنگ نہروان کے تمام ہوتے ہی خوارج کی مجموعی قوت تو تمام ہو گئی۔ مگر ابھی ابھی ادھر ادھر کے حال قبیلہ جو انکی سازش میں قبل اس سے آچکے تھے اور جنگ نہروان میں اپنے بھائیوں کی مدد نہ کر سکے تھے۔ اسی طرح اپنی حالت پر قائم ہے۔ نہروان کے فیصلہ کے بعد جب اپنے ہمخیال بھائیوں کے بڑے نتیجوں کی خبر انکے کانوں تک پہنچی تو یہ بھائی بیتاب ہو گئے۔ اور اپنے بھائیوں کے قصاص پر آمادہ ہو گئے۔

علامہ ابن اثیر نے کامل التواریخ میں اور مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں انکی مفصل کیفیت لکھی ہے اور ہم اپنی کتاب میں انہیں کی مستند تصانیف سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔

جنگ نہروان کے بعد اشرس بن نوف شیبانی نے سب سے پہلے مقام وسکرہ میں دو سو آدمیوں کی جماعت لیکر مقام انبار میں آیا۔ یہ خبر سنکر کوفہ سے اشرس بن حسان تین سو آدمیوں کی جمعیت کیساتھ اسکے مقابلہ میں روانہ کیا گیا۔ یہ واقع ربیع الثانی ۳۹ھ میں پیش آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشرس ابن نوف شیبانی اپنے ہمنام اشرس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اسکے ہمراہی بھی ادھر ادھر منتشر ہو کر چھپ رہے

ہلال ابن علقمہ نے شیبانی کے بعد شہر ماسندان پر حملہ کیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے معقل ابن قیس کو اسکے تدارک کے لئے روانہ فرمایا۔ معقل نے ابن علقمہ پر پوری فتح حاصل کی اور شہر میں پھر تسلط ہو گیا۔

ہلال کے بعد اشہب ابن بسر بجلی نے ایک سو اسی آدمیوں کے ساتھ خروج کیا اور علقمہ کی قتل گاہ پر آکر اسکی حالتوں پر رویا۔ جاریہ ابن قدامہ السعدی اور بروایتے حجر ابن عدی اسکے مقابلہ کو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی تمام جماعت کا مع اسکے پورا خاتمہ کر دیا گیا۔

اس کے بعد سعید ابن قفل تیمی نے رجب کے مہینہ میں مقام بند نشینین میں بغاوت کا خروج کیا۔ قبل اسکے کہ انکی خبر دربار خلافت میں پہنچے کہ سعد ابن مسعود ثقفی عامل مدائن کو انکی خبر معلوم ہو گئی۔ اس نے فوراً اس کے استیصال کا سامان کیا اور اس مقام پر پہنچکر اسکی جمعیت کا خاتمہ کر دیا۔

سعید کے بعد ابو مریم سعدی نے خروج کیا۔ اہل خوارج میں سب سے زیادہ کم مایہ یہی تھا۔ اس کے پاس کوئی جماعت تھی اور نہ فوج۔ صرف اسکے خاص غلاموں کی ایک معتدبہ جماعت تھی۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ انکی جماعت میں کل چھ عرب شامل تھے جنہیں وہ بھی شمار ہوتا تھا۔ مگر پھر آگے چلکر اس نے کچھ ادھر ادھر سے اور

لوگ بھی اپنی جماعتیں فراہم کر لیئے۔ اور کوفہ سے پانچ کوس پر اپنے پڑاؤ ڈالدیئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے پہلے کسی کو انکے پاس فہمائش کے طور پر بھیجا۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر کار شریح ابن ہانی سات سو آدمیوں کے ہمراہ اسکے مقابلہ میں روانہ کئے گئے۔ اتفاقاً شریح نے شکست کھائی یہ سنکر امیر المومنین خود بدولت تشریف لیگئے۔ پہلے انکو سمجھایا جب نہ مانے تو تھوڑی دیر میں انکا پورا استیصال کر دیا گیا۔ صرف پچاس زخمی باقی رہ گئے تھے جو کوفہ میں لاکر جراح کے سپرد کئے گئے۔ تہذیب المتین صفحہ ۲۶۱ باسناد کامل ابن اثیر و بحار الانوار ملا مجلسی علیہ الرحمہ۔

حریث ابن راشد کی بغاوت

ہمنے فرقہ خوارج کے تمام و کمال حالات لکھدیئے۔ مگر انہیں کے ضمن میں ابھی ایک اور شخص کا حال لکھنا ہے۔ اور وہ بھی اس فرقہ کا ایک رکن تسلیم کیا جاتا ہے اس کا نام حریث ابن راشد تہا۔ علامہ ابن الحدید المعتزلی المخاطب بہ فاضل معتزلہ نے شرح نہج البلاغہ میں اسکا پورا واقعہ کتاب غارات ابراہیم ثقفی سے لکھا ہے اسی تفصیل کا خلاصہ ملا مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں درج فرمایا ہے۔

حریث ابن راشد بصرہ کا رہنے والا تھا۔ اسکا شمار قبیلہ بنی ناجیہ میں تھا جنگ نہروان کے بعد جب تمام لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے تجدید بیعت کی تو بصرہ والے بھی اسمیں شامل تھے۔ بصرہ والوں نے اپنی جانبری کے لئے بصرہ کے عامل سے تین فرقوں میں ہوکر یہ بیان کیا کہ ہمارا ایک فرقہ پہلے نصارا تھا پھر مسلمان ہوگیا اور سب کے ساتھ فتنہ و فساد میں شامل ہوگیا۔ اب جسطرح سب بیعت کرتے ہیں ویسے ہی ہم بھی اور وہ راہ راست پر آگئے۔

دوسرے فرقہ نے کہا کہ ہم نصاری تھے ہمکو خوارج بزور اپنے ہمراہ لیگئے۔ اب انہوں نے شکست کھائی ہم بدستور سابق جزیہ دینے کو موجود ہیں۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم نصارٰی تھے۔ مسلمان ہوئے۔ مگر پھر اسلام پسند نہ آیا۔ اس لئے ہم نصارٰی کے نصارٰی رہے۔ ہم سے جزیہ لیا جائے۔ اس آخری فرقہ سے توبہ کے لئے کہا گیا۔ انہوں نے انکار کیا عامل بصرہ نے انکے ساتھ جنگ کیا۔ اور انکو پھر شکست دیکر انکی پوری سیاست کی۔ انہیں لوگوں میں حریث ابن راشد بھی تھا۔ جنہوں نے جنگ نہروان کے بعد بیعت سے قطعی انکار کیا تھا۔ یہ کوفہ میں مع ہمراہیوں کے ساتھ پہنچا۔ اور امیر المومنین علیہ السلام سے ظاہر کیا کہ میں تمہاری بیعت نہ کرونگا۔ اور تمہارے ساتھ نماز نہ پڑھونگا۔ کل صبح کو تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ شام وقت ہو چکا تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اسے صبح کو بلایا مگر وہ صبح ہوتے ہی مع اپنے ہمراہیوں کے بھاگ گیا۔ امیر المومنین کو جب اسکے بھاگ جانیکی خبر معلوم ہوئی

تو اس اندیشہ کی احتیاط کو مدنظر فرماکر کہ یہ ادھر اور ادھر اپنی پھر کوئی نہروان کی سی مخالفت نہ پیدا کرے تو امیر المومنین علیہ السلام نے تمام عمال کے نام اس مضمون کے احکام جاری فرمائے کہ حریث ابن راشد اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ مجھ سے باغی ہوکر مفرور ہوگیا ہے۔ میرا گمان ہے کہ وہ بصرہ کی طرف گیا ہے۔ تمکو چاہئے کہ دیہات میں اسکا حال دریافت کرو۔ اور اپنے تمام علاقہ میں ہر طرف اسکی تلاش کے لئے جاسوس بھیجو اور جو کچھ معلوم ہو اس سے بہت جلد اطلاع دو۔ تہذیب المتین صفحہ ۲۵۳۔

معقل ابن قیس حریث کا پتہ لگاتا ہوا بصرہ پہنچا۔ عبد اللہ ابن عباس بصرہ کے عامل سے ایک تازہ کمک لی اور بصرہ سے لشکر بھیجا گیا اس کا افسر خالد ابن سعدان الطائی تھا۔ دونوں لشکر آپسمیں اکٹھے ہوگئے۔ مگر پھر ان لوگوں کو باہر کے زمینداروں نے یہ خبر پہنچائی کہ حریث اپنی جماعت کیساتھ قلعہ رامہرمز پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتا ہے۔ معقل نے اسوقت نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اور قبل اسکے کہ حریث اور اسکی جمعیت قلعہ میں داخل ہوجاوے یہ دونوں فوجیں وہاں پہنچ گئیں۔ اور معقل نے آگے بڑھکر اسکا راستہ روکدیا۔ اب حریث معقل کے پورے محاصرہ میں آگیا۔ آخرکار جانبین سے فوجیں مرتب ہوئیں۔ حریث کے پاس اسوقت جاہل اور لٹیرے عرب کی کثیر جماعت ہوگئی تھی۔ جانبین سے مقابلہ کے پورے سامان ہوچکے۔ تو حریث نے لڑائی شروع کی معقل نے خود تلوار کھینچی اور غنیم کی موجودہ جماعت پر حملہ کیا۔ تھوڑی دیر میں انکے پاؤں لڑائی کے میدان سے اکھڑ گئے۔ اسکے ستر ہمراہی مارے گئے۔ باقیماندہ اپنی جان بچاکر دریا کے راستہ اپنے کسی عزیز کے گھر جو وہاں سے قریب تھا جاکر پناہ گزین ہوئے۔ معقل نے اسکا تعاقب کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ کنارہ بحر فارس قبیلۂ بنی عبد القیس سے سازش پیدا کرنیکی کوشش کر رہا ہے اور انکو امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت سے منحرف کرنا چاہتا ہے معقل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ فوراً موقعہ پر پہنچگیا۔ واقعہ صحیح تھا تمام قرب وجوار کے لوگ حریث کے ہمراہ ہوگئے معقل نے ان سے جنگ کی۔ حریث بھی خوب دل کھولکر لڑا۔ آخرکار نعمان ابن صہبان راسبی نے موقع پاکر حریث پر حملہ کیا اور گھوڑے سے زمین پر گراکر اسے قتل کر ڈالا۔ اب بے سر کے فوج کیا لڑتی۔ عراق کی فوج نے انکو چاروں طرف سے مارا۔ اب وہ تاب مقابلہ نہ لائے۔ میدان میں ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ معقل جنگی کارروائیوں سے فراغت پاکر قوم کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا۔ اور انکی پوری سیاست کے بعد پھر ان کو طوق اسلام پر راسخ کردیا۔

ان لوگوں میں کچھ عیسائی بھی تھے۔ معقل نے انکو قتل نہیں کیا۔ صرف گرفتار کرکے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں لیچلا۔ بعض لوگ ان کے لیجانے سے مانع ہوئے۔ معقل نے کہا کہ ہم نے ان پر رحم کیا ہے یہ کامل طور سے واجب القتل ہوچکے تھے۔ تاہم میں نے انکو قتل نہیں کیا۔ صرف اپنے ساتھ لے لیا ہے۔

معقل نے انکو نہ چھوڑا اور اپنے ہمراہ لیکر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہ اسیر عیسائی شمار میں پانچسو آدمی تھے۔ علامہ ابراہیم ثقفی اپنی کتاب غارات میں لکھتے ہیں کہ امیرالمومنین کے لشکر کا مقام اردشیر میں ہوا۔ یہ شہر عرب اور ایران کے حد فاصل پر واقع تھا۔ مصقلہ ابن ہبیرہ الشیبانی امیرالمومنین کی طرف سے یہاں کا عامل تھا۔ یہ شخص رحمدل بہت تھا مگر ساتھ ہی اسکے غایت درجہ کا نا عاقبت اندیش بھی تھا۔ مصقلہ نے قیدیوں کو دیکھ کر معقل سے کہا کہ ان کو میرے ہاتھ بیچڈالو۔ اور مناسب قیمت مجھ سے لیلو۔ پانچسو اُسترا کی قیمت پانچ لاکھ درہم طے ہوئی۔ معقل نے اسیروں کو اسکے سپرد کر دیا۔ اور خود وہاں سے تنہا اٹھکر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام و کمال کیفیت کہہ سنائی۔ ارشاد ہوا کہ مصقلہ نے ایسا بارگراں اپنے سر لیا ہے۔ جسکے برداشت کی وہ بہت کم طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے اس سے ضرور وعدہ خلافی ہوگی۔

آخر کار یہی ہوا مصقلہ نے مشکل سے دو لاکھ درہم بیت المال اسلامی میں داخل کئے اور بقیہ ادا نکرسکا کوفہ سے خفیہ بھاگ کر معویہ کے پاس شام میں جا پہنچا اور اسکی متابعت کر لی۔ ذہیل ابن حارث نے جب اسکو اس حرکت پر متنبہ کیا تو مصقلہ نے جواب دیا۔ کہ اگر ایسا معاملہ معویہ کے ساتھ ہوتا تو معویہ مجھ سے کبھی روپیہ طلب نہ کرتا۔ اور اگر عثمان کا زمانہ ہوتا تو وہ بھی مجھ سے یہ رقم طلب نہ کرتے۔ اور مجھے ضرور بخش دیتے۔ اشعث ابن قیس کو تو آذربائیجان کے خراج سے ایک لاکھ درہم سالانہ ملا کرتا تھا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے مصقلہ کی جب یہ کیفیت سُنی تو فرمایا قَبَّحَ اللّٰہُ مُصْقَلَۃَ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَۃِ وَفَرَّ فِرَارَ الْعَبِیْدِ فَمَا اَنْطَقَ مَادِحَہٗ حَتّٰی اَسْکَتَہٗ وَلَا صَدَّقَ وَاصِفَہٗ حَتّٰی بَکَّتَہٗ وَلَوْ اَقَامَ لَاَخَذْنَا مَیْسُوْرَہٗ وَانْتَظَرْنَا بِمَالِہٖ وُفُوْرَہٗ۔

خدا مصقلہ کا بُرا کرے۔ اس نے سرداروں کا کام کیا اور غلاموں کی طرح فرار ہوا۔ پس میں نے اسکی تعریف کرنے والوں کو اچھی طرح بولنے نہیں دیا تھا کہ خاموش کر دیا۔ اور مداح کی تصدیق بھی نہ کی کہ اسکو جھڑک دیا۔ اگر ہمارے پاس ٹھہرتا تو جو اس سے بن آتا ہم لے لیتے اور باقی کے لئے اسکی مالی ترقی کے منتظر رہتے۔

مصقلہ نے شام میں پہنچکر اپنے تمام قبیلہ کو اپنے ہی جیسا بنانا چاہا۔ اور اپنے بھائی کو جو امیرالمومنین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں تھا خط لکھا۔ اور اسکو معویہ ابن ابی سفیان کے انعام و اکرام کی کیفیت لکھکر اس کو بھی اسکی ترغیب دی۔ نعیم مصقلہ کا بھائی اسلام میں کامل اور ایمان میں خالص تھا۔ اس نے بھائی کا خط پڑھتے ہی فوراً اس کا جواب لکھا۔ اور خط کے مضامین تمام کر کے ذیل کے اشعار لکھے۔ جسے ہم شرح نہج البلاغہ سے ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔

قد کنت فی خیر مصطاب ومرتفع   تحمی العراق وتدعی خیر شیبانا

حتیٰ قحمت امرکنت ترکہ | الراکبین لہ سرّاً و اعلانا
لو کنت ادیت مال اللہ مصطبرا | للحق ذلیت احیاءً و موتانا
لکن لحقت لاہل الشام ملتمسا | فضل ابن ہند فذاک الرأی اسحانا
فالیوم تقرع من العجز من ندم | فاذا تقول وقد کان الذی کانا
اصبحت بغضک الاحیاء قاطبہ | لم یرفع اللہ بالبغضاء انسانا

ترجمہ۔ تو پائگاہ عالی اور مناصب رفیع پر واق کا حامی اور قبیلہ شیبان کا بہتر او رمہتر شمار ہوتا تھا یہاں تک کہ ایک امر میں داخل ہو گیا کہ اسکی تعمیل کو تو کمر وہ جانتا تھا۔ اگر مال خدا کو صبر و استقلال کے ساتھ ادا کر دیتا تو دنیا و عاقبت میں پاک ہو جاتا مگر تو اہل شام سے مل گیا اور پسر ہند کے فضل و کرم کا متوقع ہوا یہی رائے ہے جسدن کہ عاجزی اور پشیمانی کے سبب دانت بجینگے۔ (بروز قیامت) کیا جواب دیگا۔ حالانکہ تجھ سے سرزد ہو چکا ہے جو کچھ سرزد ہونے والا تھا۔ تو نے ایسی حالت میں صبح کی ہے کہ تمام قبیلہ والے تجھ سے عداوت اور بغض رکھتے ہیں اور خدائیتعالیٰ بغض و عداوت کی وجہ سے کسی کو بلند مرتبہ نہیں کرتا۔

بعض لوگوں نے امیرالمومنین علیہ السلام کو یہ رائے دی کہ ان اسیروں کو پھر گرفتار کرنا چاہئے۔ کیونکہ انکی قیمت بیت المال اسلامی میں داخل نہیں ہوئی ہے۔ انکی آزادی باطل ہوگئی۔ ارشاد ہوا کہ یہ عدالت کا مقتضی نہیں وہ لوگ خرید لینے اور آزاد کر دینے کی وجہ سے آزاد ہو گئے۔ باقی رہا اسلام کا مال وہ خریدار کے ذمہ ہے۔ ان کے ذمہ نہیں۔ تہذیب المتین صہ ۲۰۱۔

مملکت مصر کے حالات

فاضل معتزلی نے کتاب غارات کے اسناد سے لکھا ہے کہ باغیان مصر کے اشتعال طبعی میں محمد ابن حذیفہ کی پوری شرکت تھی۔ مگر یہ مصر میں موجود نہیں تھا۔ عبداللہ ابن ابی سرح مصر کا عامل تھا جب عثمان کے زمانے میں مدینہ پر باغیوں کا تسلط ہو گیا اور خلیفہ نے مجبور ہو کر آخر خانہ نشینی اختیار کی تو محمد ابن حذیفہ نے عبداللہ کو مصر کی حکومت سے نکالدیا۔ اور مصر میں پہنچکر وہاں کی امارت لے لی۔ عبداللہ ابن ابی سرح مصر سے نکلکر فلسطین پہنچا اور وہاں سے عرب۔ شام اور مصر کی عین سرحد پر مقام کر کے خلیفہ عصر عثمان کے آئندہ نتیجوں کا انتظار کرنے لگا۔ جب حضرت عثمان مارے گئے تو پہلے تھوڑے دنوں تک یہ معویہ کی سازش میں نہ آیا۔ مگر جہم علی علیہ السلام کے زمانہ میں آپنے محمد ابن حذیفہ کو کسی نہ کسی طرح اپنے ڈھب پر لاکر مخالفت علی پر مستعد کر لیا۔ جب امیرالمومنین علیہ السلام کی تخت نشینی واقع ہوئی تو آپ نے قیس ابن سعد عبادہ کو حکومت مصر عنایت فرمائی۔ قیس ابن سعد چند رفقا کے ساتھ مصر پہنچے اور تھوڑے عرصہ میں مصریوں سے امیرالمومنین

علیہ السلام کی بیعت لے لی۔ اور اسکے تمام نواح قیس کی متابعت میں آگئے۔ صرف ایک قصبہ کے لوگ جو باتفسیر عثمانی کہلاتے تھے بیعت سے باز رہے۔

عثمانیوں نے قیس کے پاس کہلا بھیجا کہ ملک میں تمہارا جہاں جی چاہے عمال مقرر کرو۔ خراج لو۔ مگر ہمکو صرف امر بیعت سے معاف رکھو۔ قیس نے اسکو قبول کر لیا مسلمہ ابن مخلد انصاری طلب خون عثمان پر لوگوں کو دعوت کرنے لگا۔ قیس نے اسکو نہایت سختی سے منع کیا۔ مسلمہ نادم ہوا۔ اور قیس کو لکھ بھیجا کہ جب تک تم والی مصر ہو کوئی خلاف حرکت مجھ سے سرزد نہ ہوگی۔

حقیقت میں قیس ابن سعد نہایت مدبر۔ ہوشیار۔ اور امور ملکی میں پوری لیاقت رکھتے تھے۔ مصر کی امارت کے لئے ہر پہلو سے موزون تھے۔ متابعین کے علاوہ اپنے مخالفین کے ساتھ انہوں نے کچھ ایسی موافقت کے برتاؤ اور محاسن اخلاق کی روش اختیار کی تھی کہ باوجود انکی مخالفت کے ان سے ہمیشہ ملے جلے رہے اور کسی امر میں ان سے جدائی اور اختلاف نہ کر سکے خراج دیتے رہے۔ دربار امارت میں اسطرح آتے جاتے رہے جو کچھ حکم و احکام ہوتا تھا بجا لاتے تھے۔ ایک بیعت تو نہیں کی باقی تمامی حقوق قیس کے تسلیم کرلئے اور پھر ان سے سرمو نہ اختلاف کیا نہ انحراف۔

محمد ابن حذیفہ جو آج سالہا سال سے مصر والوں کو عثمان کے خون کرنے پر ترغیب دے رہا تھا معویہ کے پاس سے مصر میں چلا آیا اور اپنے تمام فتنہ و فساد کی کوششیں قیس کے خلاف اسی طرح تازہ کیں۔ معویہ نے دوبارہ اسکو اپنے قبضہ میں کیا۔ بعضوں کا قول ہے کہ یہ اسی قید میں مرگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ قید سے چھوٹا مگر راستہ میں مارا گیا۔ صحیح یہ ہے کہ وہ قید ہی میں مرگیا۔

محمد ابن حذیفہ کی موت سے معاویہ کے معاملات یکسو ہوگئے اور سوائے قیس کے کسی دوسرے کی فکر اسکو مصر میں باقی نہیں تھی۔ پہلے اس نے قیس کے نام دو ایک سازشی خط لکھے۔ اور اسمیں بہت سے وعدے وعید لکھے۔ مگر قیس کی خلوص امانت اور وفاداری میں سرمو فرق نہ آیا۔ جب ان کوششوں میں معاویہ کو کامیابی نہ ہوئی تو اس نے دوسری راہ اختیار کی۔ اور دو ایک خط قیس کی طرف سے جعلی بنا کر اہل شام کو دکھلائے اور یہ بیان کیا کہ قیس نے میری اطاعت قبول کر لی۔ اور میری بیعت میں آگیا۔ اس لئے اس نے فرقۂ عثمانی سے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت لینے میں زیادہ کد نہیں کی۔

دربار شام میں تو رات دن ایسی تجویزیں ہوا کرتی تھیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں یہ خبر عام ہوگئی امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں اس خبر نے ایک سخت انتشار پیدا کیا۔ لشکر والوں نے امیر المومنینؑ سے عرض کی کہ ایسے مشتبہ شخص کو ایسے اعلیٰ منصب پر بحال رکھنا مصلحت کے سراسر خلاف ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے ہرچند انکی تشفی کی۔ اور قیس ابن عبادہ کی امانت اور دیانت کے ثبوت دیئے مگر وہ مطلق شنوانہ ہوئے۔ مشکل یہ تھی کہ جنگ صفین کا آغاز تھا۔ اسلئے آپ اہل لشکر سے اس مسئلہ پر زیادہ اصرار بھی نفرما سکے۔ آخرکار قیس مصر سے بلائے گئے اور انکی جگہ محمد ابن ابی بکر ابن الصدیق بھیجے گئے۔ محمد کی رخصت کے وقت امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے منصب کے متعلق ہر امور کی نسبت علیحدہ علیحدہ ہدایت فرمادی اور کچھ پند و نصائح کر دیئے۔ اسکے علاوہ ان کو ایک دستورالعمل بھی لکھکر تیار کر دی۔ جسمیں تمام ملکی مسائل اور ضروریات زمانہ درج تھے۔ محمد ہمیشہ اسی کو دیکھتے تھے اور اسی کے مطابق تعمیل کرتے تھے۔

اسی مکتوب کی نسبت تمام اسلامی مورخین کا اتفاق ہے کہ محمد ابن ابی بکر کی وفات کے بعد یہ دستورالعمل معویہ کے ہاتھ لگا۔ اس نے اسکو نہایت احتیاط سے رکھ لیا۔ اور ضرورت کے وقت اکثر اسی کے مطابق حکم واحکام دیا کرتا تھا۔ مگر جب اہل شام کو اسکی خبر لگی کہ یہ ابوتراب کی مکتوب سے استفادہ کرتا ہے تو اسکے بعض مشیروں نے اسے یہ صلاح دی۔ کہ تم اس خط کو جلا ڈالو۔ نہیں تو اہل شام تمہاری طرف سے بدظن ہوجائینگے۔ معویہ نے یہ سنکر جواب دیا۔ کہ افسوس ہے تم پر تم مجھکو ایسے علوم کے مٹا دینے کا حکم کرتے ہو۔ قسم ہے خدا کی میں نے ایسا جامع اور مضبوط علم اب تک نہیں دیکھا ہے۔ مگر اس گفتگو کے بعد معویہ نے پھر اہل شام کی تشفی کے لئے یہ کہدیا کہ یہ مکتوب جو مجھکو محمد ابن ابی بکر کے مال میں ملا ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ حضرت ابوبکر کا لکھا ہوا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کی ہدایت کے لئے یہ دستورالعمل لکھکر ان کے حوالے کرگئے تھے۔ تہذیب المتین صہ ۲۲۹

بہرحال محمد ابن ابی بکر کی امارت پر منتقل ہوکر کوفہ سے روانہ ہوئے۔ محمد جوان۔ بہادر اور تیز طبیعت تو ضرور تھے۔ مگر زمانہ کی نشست و برخاست نے بھی انکو ابھی اتنا تجربہ کار نہیں بنایا تھا جتنا قیس بن عبادہ کو۔ محمد کی امارت میں اہل مصر کو مطلق عذر نہیں ہوا۔ مگر وہی عثمانی فرقہ کے لوگ جو قیس کے وقت سے برابر عذر کرتے چلے آتے تھے۔

قیس کی جہاندہ طبیعت نے جس امر کو قبول کر لیا تھا۔ اسکو محمد کی تیزی برداشت نہ کرسکی صفین کے سلسلہ کے آغاز تک تو جانبین سے خاموشی رہی۔ مگر حکمین کے خود غرض انعقاد نے سب سے پہلے ہیں فتنہ وفساد کا بازار گرم کیا۔ عثمانی فرقہ بغاوت پر آمادہ ہوگیا۔ یہ سنکر معویہ ابن خدیج کو اس فرقہ باغیہ کی کمک میں بھیجا۔ محمد کے تین اصحاب جو صرف ہدایت کی غرض سے رسالت کے طور پر بھیجے گئے تھے مار ڈالے گئے۔

اب محمد ابن ابی بکر سے ضبط نہ ہوسکا۔ اس نے بھی مقابلہ کا سامان کیا۔ امیرالمومنین علیہ السلام کو ان

امور کی اطلاع کردی۔ امیر المومنین نے یہ خبر سنکر مالک ابن اشتر کو جزیرۃ العرب کی ولایت سے واپس بلالیا اور محمد کی کمک میں مصر کی طرف روانہ فرمایا۔ مصر میں اسوقت تک محمد کے ساتھ سو آدمیوں سے زیادہ کی جمعیت نہیں تھی مالک کے ساتھ کوفہ سے ایک معتدبہ فوج روانہ ہوئی۔

معاویہ کو اسکی خبر لگی تو اس نے سوچ لیا کہ مالک ابن اشتر کے مقابلہ میں معویہ ابن خدیج کو کامیابی نہیں ہو سکتی اس لئے اس نے دہقان سے سازش پیدا کی۔ مالک نے اس دن اس دہقانی کے گھر منزل کی وہ تو پہلے ہی سے سازش میں آیا ہوا تھا۔ اس نامہربان اور مہمان کش میزبان نے شہد میں زہر ملاکر مالک کی دعوت کی مالک ان حالات سے کیا واقف۔ شہد کھاتے ہی زہر نے اپنا پورا اثر کیا اور وہ اس کے گھر میں جان بحق تسلیم ہو گئے طبری جلد چہارم صر ۵۹۱۔ ابو الفدا صر ۲۳۳

امیر المومنین علیہ السلام کو اس واقعہ نے بہت بڑا صدمہ پہنچایا۔ تمام اہل اسلام کو آپ نے جمع فرماکر ارشاد کیا

انا للہ وانا الیہ راجعون رحمہ اللہ مالکا وفی عہدہ وقضی نحبہ ولقی ربہ للہ در مالک مالک لو کان جبلا لکان فندا ولو کان حجرا لکان صلدا هل قامت النساء عن مثل مالک وهل هو موجود کمالک

رحمت ہو خدا کی مالک پر اس نے اپنے وعدے کو پورا کیا اور اپنی مدت تمام کی اور اپنا عہد پورا کیا اور اپنے خدا سے جا ملا۔ مالک اشتر کیا خوب آدمی تھا۔ اگر وہ پہاڑ تھا تو بہت اونچا اور اگر پتھر تھا تو سنگ خارا کے مشابہ تھا۔ عورتیں مثل اسکے دوسرا نہ جنیں گی اور اسکی مثال دوسرا موجود نہیں ہے۔ تہذیب المتین جلد دوم

مالک کے واقعہ کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے محمد ابن ابی بکر کے نام ایک جدید فرمان روانہ فرمایا اسمیں مالک کی پوری کیفیت تحریر کی۔ اس خط کو میں نہج البلاغہ کی شرح سے ترجمہ کرکے ذیل میں درج کرتا ہوں

مالک ابن اشتر ہمارا خالص دوست اور ہمارے دشمنوں کا شدید دشمن تھا۔ خدا کی رحمت ہو اس پر اس نے اپنے ایام حیات کو پورا کیا اور عالم عقبیٰ کو انتقال کیا۔ ہم اس سے خوشنود ہیں۔ خدا نے سبحانہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو اور ثواب بحساب عطا فرمائے۔ اب تمکو ایسی حالت میں مناسب ہے کہ مخالفین کے مقابلہ پر فوراً آمادہ ہو جاؤ اور اپنے خدا سے فتح ونصرت کے خواستگار رہو۔ کہ وہ تمہاری پوری اعانت اور تائید کریگا۔ شرح نہج البلاغہ تاریخ طبری جلد چہارم صر ۵۹۱۔

ملک مصر کے معاملات یہاں تک پہنچے تھے کہ قضیہ تحکیم اور اسکے خود غرض اور بے اصول فیصلہ نے معویہ ابن ابوسفیان کے دعووں کو قوی کردیا۔ اور دومۃ الجندل کا خود غرض کیش اپنی خود غرضی میں کامیاب ہوکر اپنے معاون کے ہمراہ دربار شام میں پہنچا اور آیندہ کاروائیوں کی نسبت غور کرنے لگا۔ امیر المومنین علیہ السلام کو وہ بالکل

سمجھ چکے تھے اور خلافت عثمانی کو ایک ایسی لاوارث شے سمجھکر جسکا کوئی پرسان نظر نہیں آتا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی بالکل قوتیں ٹوٹ گئیں اور اب وہ کسی طرح ہمارے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔

وہ خود غرض کیش دومتہ الجندل سے اٹھکر دربار شام میں پہنچا اور وہاں تمام ممالک اسلامی میں عام طور سے بغاوت پھیلا دینے کی تجویز پر اتفاق کیا گیا۔ اس تجویز کی بنیاد اس خیال پر قائم تھی کہ اگر ہر ملک میں علیحدہ علیحدہ مقابلہ کیا جاویگا۔ تو اسمیں کامیابی کی کم امید ہوگی۔ اور اسقدر تاخیر اور ضروریات کے لئے نہایت مصر ٹھہریگی۔ اور اسکے خلاف ایکبارگی تمام ملک میں فساد پھیلانے سے ممالک اسلامی نہایت آسانی سے منتزع کر لیا جاویگا۔ امیرالمومنین علیہ السلام تنہا اپنی بغاوتوں کی اصلاح کے لئے کبھی کافی نہیں کہے جا سکتے۔ اس تجویزیں میں عمر عاص۔ حبیب ابن مسلمہ۔ بسر ابن ارطاۃ۔ ضحاک ابن قیس۔ شرجیل ابن سمط الکندی ابوالاعور اسلمی۔ عبدالرحمن ابن خالد اور حمزہ ابن مالک وغیرہ بھی شریک تھے۔ ممالک اسلامی میں اسوقت مصر کے معاملات کی جلد خبر لینا بہت ضروری تھا۔ وہاں بغاوت آغاز ہو چکی تھی۔ اور معویہ ابن خدیج معویہ ابن ابی سفیان کے اشارہ سے آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا۔ اس غرض سے سب سے پہلے انہیں کے معاملات کی طرف ان کو متوجہ ہونا ضروری ہوا۔ اور فوراً عمر عاص چھ ہزار سواروں کے ساتھ شام سے مصر کو روانہ ہو گیا۔ مصر کو عمر عاص کے ساتھ ایک خاص دلچسپی تھی اور عمر عاص کو مصر کے ساتھ ایک مخصوص مناسبت تھی۔ عمر عاص نے اسوقت تک جو کچھ کیا تھا وہ اسی مصر کے لئے۔ اب اسکے معاملات کے یہ خبر گیر نہ بنائے جاتے تو کیا کوئی دوسرا۔

بہرحال عمر عاص اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مصر پہنچگیا۔ معویہ ابن خدیج۔ مسلمہ ابن مخلد انصاری اور فرقہ عثمانیہ کے تمام لوگ عمر عاص کے شریک ہو گئے۔ عمر عاص کے پہنچتے ہی مصر کے باغیوں کو بہت بڑی قوت ہو گئی محمد ابن ابی بکر کے تازہ انتظام اسکو مطلق روک نہ سکے۔ اور اسوقت عمر عاص کے مقابلہ کے لئے اس کے پاس چار ہزار آدمیوں سے زائد نہ نکلے۔

محمد ابن ابی بکر نے عمر عاص کے آنے کی پوری کیفیت دربار خلافت میں لکھ بھیجی اور اپنی موجودہ جماعت سے اسکا مقابلہ کیا۔ پہلے دو ہزار آدمیوں کو کنانہ ابن بشیر کے زیر فرمان دیکر عمر عاص کے مقابلہ میں بھیجا اور بقیہ دو ہزار اپنے ہمراہ لیکر کنانہ کے آخری نتیجوں کا انتظار کرنے لگا۔ کنانہ نے نہایت دلیری سے عمر عاص کا مقابلہ کیا مگر قضا کار کنانہ ابن بشیر اس لڑائی میں مارا گیا۔ اسکے مرتے ہی اسکے ہمراہیوں میں انتشار پیدا ہوا اسکا پورا اثر محمد بن ابی بکر کے ہمراہیوں پر اس شدت سے پڑا کہ اسکی فوج تو درکنار محمد کو اپنی ہی فوج کا سنبھالنا دشوار ہو گیا مگر تاہم محمد نے نہایت دلیری سے عین اسی انتشار کی حالت میں عمر عاص سے مقابلہ کیا جب وہاں محمد پہنچ لیا تو اسکے ہمراہیوں نے ایکبارگی اسکو بالکل تنہا چھوڑ دیا۔ اور خود کنانہ کے ہمراہیوں کے ساتھ منتشر

ہو گئے۔ ابن عمرو عاص کو محمد پر پورا قابو مل گیا۔ اُسنے معویہ ابن خدیج کو محمد کی گرفتاری کا حکم دیا۔ معویہ ابن خدیج نے محمد کو گرفتار کیا۔ اور عمرو عاص کے پاس پہنچایا۔ عمرو عاص کی بے رحمیوں نے سے قتل بھی کیا اور پھر قتل کرکے اس مظلوم کی لاش کو اسی میدان میں جلا دیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃ۔ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۹ - ابوالفدا صفحہ ۲۴۴

امیر المومنین علیہ السلام نے محمد ابن ابی بکر کا خط پاکر جسمیں عمرو عاص کی بغاوت کی خبر مندرج تھی۔ کمک کا پورا بندوبست کیا تھا۔ اور مالک ابن کعب کو دو ہزار سواروں کے ساتھ کوفہ سے مصر کی طرف روانہ فرمایا تھا ابھی مالک ابن کعب کوفہ سے تھوڑی دور گیا ہوگا کہ مصر میں محمد اور اسکے معاملات کا خاتمہ ہو گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام کو جب محمد کے پُر درد واقعہ کی خبر ملی تو بہت دیر تک افسوس فرماتے رہے اور کہتے رہے کہ قد اردت تولیتہ مصر ہاشم ابن عتبہ ولو ولیتہ ایاہا لما اخلی لھم العرصۃ ولا انھزم الفرصۃ بلا ذم لمحمد فلقد کان لی حبیباً و ربیباً۔

میرا ارادہ تھا کہ میں حکومت مصر ہاشم ابن عتبہ کے سپرد کروں اگر وہ امیر مصر ہوتا تو دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ چھوڑتا۔ اور ان کو مہلت نہ دیتا اور موقع نہ دیتا۔ تاہم میرے اس کلام سے محمد کی مذمت مقصود نہیں ہے اسمیں شک نہیں کہ وہ میرا حبیب بھی تھا اور ربیب بھی۔

امیر المومنین علیہ السلام مصر کے معاملات سے اسوقت تک غافل نہیں ہوئے تھے اور محمد کے واقعہ کے بعد بھی جیسا آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاشم ابن عتبہ ابن ابی وقاص کو بار دیگر مصر کی مہم کے لئے آمادہ کیا مگر حقیقت میں اہل عراق نہروان کے واقعہ کے بعد کچھ ایسے سست اور پست ہمت ہو گئے تھے کہ اب انکے دل کسی آیندہ معرکہ میں لگے نہیں بڑھتے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام کو انکی جمعیت کا انتظار تھا۔ اور ہاشم بھی انکے منتظر بیٹھے تھے۔

کوفہ کی یہ حالت تھی۔ شام کی یہ کیفیت کہ وہاں معاملات مصر کے تصفیہ سے پہلے جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے تمام اسلامی ممالک میں عموماً بغاوت پھیلانے کی تجویز پیش ہو کر منظور ہو چکی تھی۔ مصر کے واقعہ کے بعد ہی ان بغاوتوں کا دروازہ کھل گیا اور بنی امیہ کو قوت ملتی رہی۔ انہوں نے دل آزاری۔ خونخواری اور ظلم و تعدی کے قدیم آئین پھر اسیطرح تمام قلمرو میں جاری کردیئے اور کوئی حصہ عرب کا ایسا نہیں چھوڑا۔ جہاں کشت و خون قتل و غارت کی سخت بلا نہ پہنچائی ہو۔

ضحاک ابن قیس الفہری کا ممالک عراق پر حملہ

فاضل معتزلی کے علاوہ تمام اسلامی مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے وہ فوج جو شام سے عراق میں آئی وہ ضحاک ابن قیس فہری کی تھی۔ یہ ضحاک ابن قیس وہی شخص تھے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی ابتدائی حکومت میں معاویہ کی خفیہ کاروائیوں کے ذریعہ سے جزیرۃ العرب کے امیر مقرر ہوئے تھے۔ مگر جب اسکی خبر کوفہ میں پہنچی تو مالک اشتر

انکے مدارک کے لئے روانہ کئے گئے مالک نے اسکو کامل شکست پہنچائی اور یہ اپنی جان بچا کر جزیرۃ العرب بھاگے۔

بہرحال ضحاک کہ پہلے نہیں تو اب کسی قدر ان باتونکے معاوضہ کا پورا موقع ہاتھ لگا تھا۔ دربار شام میں عام بغاوت کی تجویز ہو چکی تھی۔ سب سے پہلے یہی آمادہ ہو کر عراق میں آئے اور یہ مشہور کیا کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام ایک فوج کثیر کے ساتھ تمہاری سیاست کے لئے بھیجے آرہے ہیں۔ میں امیر شام کی طرف سے تمہارے تحفظ اور اعانت کے لئے مامور کیا گیا ہوں تم میرے ساتھ ہو اور انکے مقابلہ کے لئے آمادہ رہو۔ عراق کے بہت سے جاہل اور فتنہ پرداز طبیعت والے ضحاک کے مطیع ہو گئے۔ ضحاک عراق سے روانہ ہوا اور راستہ میں جو صحرانشین قبیلے ملتے گئے ان کو قتل کرتا ہوا ثعلبیہ تک پہنچا وہاں حجاج کے قافلہ پر چھاپہ مارا اور انکے تمام مال و متاع کو غارت کیا۔ عمر ابن عمیس ابن مسعود دہلی۔ عبداللہ ابن مسعود صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے کو مع ان کے ہمراہیوں کے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور ان کے موجودہ سرمایہ کو غارت کر دیا اور لوٹ مار کر تباہ کر ڈالا۔ طبری جلد چہارم صہ ۵۹۶

اس ظلم و تعدی کی خبر دربار خلافت میں پہنچی۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفہ سے دو ہزار آدمیوں کو اسکے مقابلہ میں روانہ فرمایا مگر ضحاک کو کوئی مستقل جنگ تو کرنا ہی نہ تھا اور اس کا مطلب کسی خاص علاقہ کے مطیع کرنے سے تو تھا ہی نہیں۔ وہ تو اچھا خاصہ قطاع الطریق اور رہزن تھا جسطرف نکل گیا یا جس قبیلہ کی طرف نکلگیا اسکو لوٹ مار کر خاک سیاہ۔ تباہ و ویران کر ڈالا۔ بس ایسا سمجھو جیسے ہمارے ہندوستان میں کریم خان چیتو وغیرہ۔ پنڈاری جرگہ سے گورنمنٹ انگلشیہ کو سابقہ پڑا تھا۔ اسی طرح اُس زمانے میں خلافت اسلامیہ کو ان رہزنوں سے سابقہ ہوا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی فرستادہ فوج انکی تلاش میں عرصتک ادھر اُدھر پھرتی رہی مگر اس کا کہیں نشان نہیں ملا۔ مگر جب ضحاک حیرہ کو غارت کرتا ہوا شام کو واپس آیا تب راہ میں اہل عراق کی فوج سے سامنا ہوا۔ بہت دیر تک آپس میں خونریزی ہوتی رہی یہاں تک کہ ضحاک ابن قیس الفہری کی تمام فوج پسپا ہو کر میدان جنگ سے بھاگی اور وہ خود بھی فرار ہو گیا۔ اہل عراق نے بہت دور تک اس کا تعاقب کیا اور اسکو عراق کی حد سے نکال دیا۔ تہذیب المتین جلد ۲ صہ ۲۶۴

سرحد عراق پر نعمان ابن بشیر کا حملہ

ضحاک ابن قیس کے بعد نعمان ابن بشیر کے معتدے کی باری آئی یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرقہ انصار میں داخل۔ انکے حالات کسی قدر تشریح سے ہم اپنی کتاب کے اوپر حصہ میں درج کر چکے ہیں مگر تاہم اپنے سلسلہ بیان کے قائم رکھنے کے لئے ہمکو اتنا لکھ دینا ضروری ہوگا کہ جنگ صفین کے وقوع سے پہلے

جانبین میں جو مراسلات ہوتے تھے اور اہل شام کے اکثر لوگ امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں اور امیر المومنین علیہ السلام کی طرف کے لوگ اہل شام کی فوج میں جاتے تھے انہیں لوگوں میں الغرض تب یہ بھی ابو ہریرہ کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے انکی اطاعت کی نسبت بہت کچھ تنبیہ کیا۔ ابو ہریرہ تو اسی وقت شام کو واپس گئے مگر نعمان ابن بشیر کوفہ میں ٹھہر گئے۔ اور انہوں نے یہ ظاہر کیا کہ اب معویہ کے پاس نہ جاؤنگا امیر المومنین ہی کی خدمت میں حاضر رہوں گا مگر آخر کار یہ تھوڑے دنوں تک بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے ایک دن کوفہ سے پوشیدہ ہو کر شام کو بھاگے عین التمر تک پہنچے تھے کہ وہاں کے عامل مالک ابن کعب نے گرفتار کر لیا مگر بہت منت و سماجت کے بعد رہائی کر دیگئی۔ رہائی کے بعد یہ شام پہنچے اور معویہ ابن ابو سفیان سے مل جل گئے۔

ضحاک ابن قیس کی ناکامیابیوں کے بعد معاویہ نے نعمان کو دو ہزار آدمیوں کے ہمراہ شام سے روانہ کیا یہ وہاں سے اٹھکر عین التمر میں پہنچے وہی مالک ابن کعب ابھی تک یہاں کا عامل تھا اس نے ان سے مقابلہ کیا مگر بات یہ تھی کہ مالک کے پاس آدمی تھوڑے تھے قبل اس کے وہ اپنی فوج کو کوفہ بھیج چکا تھا اس لئے اس نے قریب کے عاملوں سے مدد مانگی مدد عین وقت پر پہنچگئی اور مالک نے نعمان کو پوری ہزیمت پہنچائی اور اہل شام اپنے ارادوں سے باز آئے جدھر سے آئے تھے ادھر لوٹ گئے۔ تہذیب المتین جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۲۴۰ تاریخ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۹۵۔

بصرہ پر عبد اللہ ابن عامر مخزومی کا حملہ

نعمان ابن بشیر انصاری کی غارت کے بعد عبد اللہ ابن عامر کے فساد کی نوبت آئی معویہ ابن ابو سفیان نے اسکو تھوڑی سی جمعیت دیکر بصرہ کی طرف بھیجا۔ عبد اللہ نے وہاں پہنچکے بصرے والوں کو معویہ کی طرف خون عثمان کے حیلے سے راغب کرنا چاہا۔ اسمیں عبد اللہ کو کامیابی بھی ہوئی۔ عبد اللہ کی کامیابی کی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ عبد اللہ ابن زیاد اسوقت بصرہ کا عامل تھا۔ عبد اللہ ابن عباس محمد ابن ابی بکر کی رسم تعزیت میں کوفہ گئے ہوئے تھے۔ عبد اللہ ابن زیاد۔ عبد اللہ ابن عامر حضرمی کی ہمت اور اہل شام کی کثرت دیکھکر ان سے مقابل نہ ہو سکا وہ اپنی جان کے خوف سے قبیلہ ازد میں پناہ گزین ہوا اور بصرے کے حالات امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں لکھ بھیجے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے عبد اللہ ابن زیاد کا خط پاکر اعین بن صبغہ اور جاریۃ ابن قدامہ کو سو آدمیوں کے ہمراہ انکی طرف روانہ فرمایا۔ ان لوگوں کی وجہ سے عبد اللہ ابن زیاد کو کچھ قوت ملگئی ان لوگوں نے مل کر عبد اللہ ابن عامر سے پورا مقابلہ کیا۔

حارثہ جنگ سے پہلے بصرے والوں کو امیرالمومنین علیہ السلام کا وہ خط سنایا جو ان کے نام کوفے سے آیا تھا۔ جب وہ خط بصرہ والوں کے سامنے پڑھا گیا تو جرہ بن شمان اٹھا اور کہنے لگا سمعنا و اطعنا نحن حرب لمن حارب امیرالمومنین اسلم لمن سالمہ ہم نے سنا اور اطاعت کی جو امیرالمومنین علیہ السلام سے لڑے ہم اس سے لڑینگے اور جو ان کے ساتھ صلح رکھیگا ہم بھی اس کے ساتھ صلح رکھینگے۔ اے حارثہ اگر تیری قوم تجھ کو کفایت کرے تو بہتر ورنہ ہم تیری نصرت کے لئے موجود ہیں۔

جیرہ کی تصدیق بہت سے اہل کوفہ نے بھی کی اور بہت سے عمائد اور اشراف اس کے ہمکلام ہو گئے حارثہ ہر طرح سے قوی ہو گیا پھر یہ شریک ابن اعور حارثی کے ہمراہ تمام بنی ازد کے قبیلہ کو لیکر عبداللہ ابن عامر سے مقابل ہوا۔ تھوڑی جنگ کے بعد عبداللہ ابن عامر کو پوری شکست ہوئی اور اسکی تمام جمعیت منہدم ہو گئی حارثہ نے ان کا تعاقب کیا وہ لوگ سہیل سعدی کے گھر چھپے حارثہ نے سعدی کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور آگ لگادی عبداللہ ابن عامر مع اپنے ستر آدمیوں کے ہمراہ اسی آگ میں جل گیا۔ حارثہ عبداللہ ابن زیاد کو بصرے کی حکومت پر مستقل کر کے کوفہ واپس آیا۔ تہذیب المتین صد ۲۶۹۔

یزید ابن شجرہ کا حرمین پر حملہ

سنہ ۳۹ھ کے آخیر میں معاویہ نے یزید ابن شجرہ کو چھ ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ حرمین کے تسخیر کی غرض سے روانہ کیا اور یہ تاکید کی کہ وہاں کے باشندے میری اطاعت پر مائل کئے جاویں اگر وہ قبول کریں تو ان کے ساتھ بملائمت پیش آنا اور اگر تیری فہمائش سے سرتابی کریں تو تم بھی ان پر سختی کرنا اور ان سے لڑنا۔

یزید ابن شجرہ اپنی ہمراہی جمعیت کے ساتھ دسویں ذی الحجہ کے قبل مکہ میں داخل ہو گیا اہل شہر کو اسکی ناگہانی آمد نے بہت کچھ خوف دلایا وہ لوگ جمع ہو کر قثم ابن عباس کے پاس جو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف سے عامل مکہ تھے آئے مگر ان کو تو اپنے سے بھی زیادہ مضطرب الحال اور مختل الحواس پایا۔

شیبہ ابن عثمان نے کہا ایہا الامیر آپ کے اتنے اضطراب اور انتشار کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہمارے کام ابھی تک کچھ نہیں بگڑے ہم لوگ اسی طرح آپ کی اطاعت میں حاضر ہیں آپ کو اپنا امیر اور اپنے خلیفہ کا ابن عم جانتے ہیں جو کام ہمارے لائق سمجھا جائے ہم سب اپنی اپنی وسعت کے مطابق ضرور اسے انجام دینگے شیبہ ابن عثمان کے علاوہ دوسرے اور خالص الایمان جان نثاروں نے بھی ایسی ہی باتیں کیں مگر قثم ابن عباس کے دل پر اہل شام کے خوف ایسے ہی غالب تھے کہ انہوں نے اپنی امارت اور مسلمانوں کی اطاعت کا مطلق خیال نہیں کیا اور اپنا اسباب سفر درست کر کے مکہ سے باہر چلے آئے ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور و معروف صحابی یہ سنکر انکے پاس آئے اور کہا کہ ابھی ابھی مدینہ کے تاجر

کوفہ سے ہوتے ہوئے ادائے حج کی غرض سے یہاں آئے ہیں وہ تمہارے نام ایک خط بھی لائے ہیں ان کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کو یزید ابن شجرہ کی خبر پہنچ گئی اور وہاں سے معقل ابن قیس ریاحی ایک معتدبہ جمعیت کے ساتھ تمہاری کمک میں بہت جلد آنے والا ہے ایسی حالت میں تمہارا یہ اضطراب امیر المومنین کے سخت عتاب کا باعث ہوگا اور اہل اسلام کے ادائے مراسم میں بہت بڑا حرج واقع ہوگا مسلمانوں کی یہ جماعت جو سینکڑوں کوس سے اپنے گھر چھوڑ کر صرف ادائے حج کی غرض سے یہاں آئی ہوئی ہے ابتر اور پریشان ہو جائیگی اتنا کہکر ابو سعید خدری نے جناب امیر کا وہ خط بھی انہیں دیدیا اس کا مضمون یہ تھا جسکا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

اما بعد میرے ایک مخبر نے مجھکو مغرب سے لکھا ہے کہ ایک قوم سیاہ دل کور باطن جو حق و باطل میں مطلق امتیاز نہیں کرتی اور خدا کی گنہگار ہوکر اس کے بڑے بندوں کی اطاعت اختیار کرتی ہے موسم حج میں مکہ کا قصد کرتی ہے پس تمکو خیال کرنا چاہیئے کہ نیکی کرنے والا نیکی پاتا ہے اور ثواب کرنے والا ثواب۔ میں تمہارے پاس مسلمانوں کی بہادر اور دلیر جماعت کو معقل ابن قیس ریاحی کے ہمراہ بہت جلد بھیجتا ہوں وہ اہل شام سے تمہاری کامل حفاظت کریگا اور ان کے تعاقب میں ہمہ تن مصروف رہیگا یہاں تک کہ اس آئی ہوئی بلا کو تمہارے اور تمہارے ملک کے سر سے ٹالے اور تمکو ایسی حالتیں بہت بڑی احتیاط سے رہنا چاہیئے اور اپنے نفس کو سختی اور جفاکشی کا عادی کر دینا چاہیئے اور سستی اور غفلت سے دور رہنا چاہیئے۔

والسلام تہذیب المتین باسناد نہج البلاغہ صد ۲۷۳۔

حقیقت میں قثم ابن عباس اہل شام کی ظلم و تعدی سے ایسے خائف ہو رہے تھے کہ انہوں نے نہ ابو سعید خدری کے کہنے کا خیال کیا اور نہ امیر المومنین علیہ السلام کی ہدایت کا مکہ سے اہل و عیال کو لیکر باہر نکل جانے کا پورا قصد کر لیا اور کہنے لگا کہ اہل شام تو شہر میں داخل ہو گئے اور اہل عراق نہیں آئے اب وقت نکل جانے پر میری امداد آئی بھی تو کس کام کی ابو سعید نے جواب دیا کہ تم اسوقت صریح غلطیوں سے کام لے رہے ہو اگر تم اپنے خلیفہ عصر کی اطاعت میں مستقل رہ جاؤ گے تو پھر کسی طرح ملزم نہیں کہے جاسکتے اہل شام سے اندیشہ نہ کرو تم حرم محترم میں ہو جہاں کافر تک پر ہاتھ اٹھایا نہیں جاتا۔

خدا خدا کر کے قثم ابن عباس سمجھے اور مکہ میں مقیم رہے۔ یزید ابن شجرہ نے اپنے طور پر لوگوں کو سمجھایا مگر وہ اسمیں کسی قدر ناکامیاب رہا۔ یزید اہل مکہ کے رخ پہچانکر حج ادا کر کے چلا گیا۔ یزید کے چلے جانیکے بعد معقل ابن قیس الریاحی امیر المومنین علیہ السلام کی بھیجی ہوئی جمعیت کے ساتھ مکہ پہنچا یزید لئے مکہ سے نکلتے ہی رستہ میں تمام قتل و غارت شروع کر دی اس لئے معقل کو اس کا تعاقب ضرور ہو گیا وادی القری میں یزید کو معقل نے جا تھام لیا۔ اس سے مقابل ہوا اور اہل شام مقابلہ کے بعد بھاگ گئے معقل نے اس کی

کئی ہمراہیوں کو گرفتار بھی کیا اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں بھیجدیا۔ تہذیب المتین صہ ۲۷۴

بسر ابن ارطاۃ کا حرمین پر حملہ

بسر ابن ارطاۃ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابیوں میں شامل تھے انکی کیفیت ہم کسیقدر تفصیل سے اوپر لکھ چکے ہیں یہ امیر المومنین کی آغاز خلافت سے معاویہ کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے جنگ صفین کے تمام معرکوں میں ابتداسے لیکر آخیر تک یہ امیر المومنین علیہ السلام اور انکے ہمراہیوں سے مقابل ہوتے رہے۔ قضیہ تحکیم کے بعد صنعا۔ یمن کے متعلقات میں تھوڑے سے عثمانی لوگ بستے تھے امیر المومنین کی طرف سے صنعا کے عامل عبید اللہ ابن عباس تھے اور وہاں کی حکومت فوج سعید ابن نمران کے سپرد تھی عثمانی فرقے نے اپنے عامل کی مخالفت پر کمر باندھی اور چند امور میں اس کے خلاف کوشش کی عامل نے امیر المومنین علیہ السلام کو اطلاع دی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے انہیں نہایت شرح وبسط کے ساتھ ایک ہدایت نامہ لکھا اسوقت تو ان لوگوں نے اس خط پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ مگر اسکے بعد فوراً معاویہ کو ایک خط لکھا اور اس سے مدد مانگی۔

معاویہ نے بسر ابن ارطاۃ کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ حرمین کی طرف بھیجا اور یہ تاکید کی کہ حرمین سے یمن تک جہاں جہاں شیعیان علی کا نشان ملے ان کو میری بیعت پر راضی اور مجبور کیا جائے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو انکو تلوار کے نیچے رکھ لیا جائے اور وہ قتل کئے جائیں۔ انکے مال و اسباب لوٹ لیا جائے اور مدینہ پہنچکر بھی یہی انتظام کیا جائے۔

بہرحال بسر ابن ارطاۃ اپنی ہمراہی فوج کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہوا جسوقت مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریب پہنچا تو بنی قضاعہ نے بسر ابن ارطاۃ کا رسم استقبال نہایت اہتمام و احترام سے ادا کیا اور ان کی مہمانی اور تواضع میں اپنی پوری محبت اور اپنا کمال خلوص ظاہر کیا۔

بنی قضاعہ سے اٹھکر بسر کا لشکر مدینہ میں پہنچا اسوقت امیر المومنین کی طرف سے ابو ایوب انصاری مدینہ کے عامل تھے وہ بسر کی خبر پاکر روپوش ہو گئے۔ بسر نے مدینہ میں پہنچتے ہی معاویہ کی بیعت کا قضیہ نکالا اور ہر شخص کو اپنا ہمداستان بنانا چاہا۔ بعضوں نے اسے قبول کیا اور بعضوں نے نامنظور کیا منکرین بیعت سے بسر ابن ارطاۃ نے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور انکے اکثر گھروں میں آگ لگادی۔ انہیں کے ساتھ ابو ایوب انصاری کا گھر بھی پھونکدیا مدینہ میں یہ پہلی آگ تھی جو بسر ابن ارطاۃ نے لگائی۔ طبری جلد ۴ صہ ۵۹۷۔

ایکدن مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دروازے پر پہرے مقرر کر دیئے کہ حاضرین مسجد سے کوئی شخص بغیر معاویہ کی بیعت کئے باہر نہ جانے دیا جائے۔ پھر تمام اہل اسلام کو جمع کرکے کہا کہ تم لوگوں نے مظلوم عثمان کو قتل کیا قسم خدا کی میں حاضرین میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا تاوقتیکہ تم سب معاویہ کی بیعت نہ کر لوگے طبری جلد ۴ صہ ۵۹۷

عبد اللہ ابن جابر الانصاری پر بہت سختی کی گئی مگر یہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی وجہ سے بچ گئے۔ بسر ابن ارطاۃ دو مہینہ تک مدینۃ النبیؐ میں رہ کر اور ابو ہریرہ کو اپنی طرف سے عامل بنا کر خود بیت اللہ کی بربادی کی طرف روانہ ہوا۔ تہذیب المتین صہ ۲۷۶۔

شیعیان علیؑ کی تلاش اور عبد اللہ ابن عباسؓ کے بیٹوں کا قتل

مدینہ سے طائف تک بسر ابن ارطاۃ شیعیان علیؑ کا تجسس کرتا ہوا چلا آیا۔ جو ملتا گیا وہ اس کے ظلم و تعدی اور قتل و غارت کی نذر ہوتا گیا۔ طائف کے قریب ایک بستی میں تھوڑے سے شیعوں کی آبادی تھی بسر ابن ارطاۃ کو انکی خبر ہوئی تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو لیکر انکا محاصرہ کر لیا اور ان کو قید کر کے قتل پر آمادہ ہوا۔ ان لوگوں نے طائف میں بسر ابن ارطاۃ کے پاس اپنی معافی کے لئے درخواست بھیجی طائف کے عمائد نے ان بیگناہوں کی شفاعت کی مگر بسر ابن ارطاۃ نے خاکر انکے جواب میں اسقدر دیر لگائی کہ تھوڑی دیر اگر ان کا جواب نہ آتا تو پھر تمام شیعیان علیؑ قتل کر دیئے گئے ہوتے۔ تاہم جواب پہنچتے پہنچتے دو ایک آدمی مار ڈالے گئے اہل طائف کی وجہ سے ان بیچاروں کی جان بچی اور اس قتل سے رہا کر دیئے گئے۔

بہرحال بسر ابن ارطاۃ طائف سے مکہ آیا۔ تمام خلقت اسکی ہیبت اور ظلم کی وجہ سے شہر چھوڑ کر بھاگ گئی۔ انہیں لوگوں میں عبد اللہ ابن عباس کے دو لڑکے جن کا نام سلیمان اور داؤد تھا۔ بھاگے یہ دو لڑکے حوریہ بنت خالد قارط کنانی کے بطن سے تھے یہ بچے بھی باپ کے پاس یمن بھاگے راہ بھول گئے۔ بسر کے آدمیوں کے ہاتھ پڑے۔ اس ظالم نے ان دو نو معصوموں کو ایک ضرب شمشیر سے قتل کر ڈالا۔ پھر نہایت اطمینان سے مکہ میں قتل عام کر کے نجران کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچکر عبد اللہ ابن عبد الہمدانی (عبد اللہ ابن عباس کے خسر) اور ان کے بیٹے مالک کو نہایت بے رحمی سے قتل کر ڈالا۔ بنی نجران سے اٹھکر اجیب میں پہنچا وہاں ابو کرب کو جو تمام قبیلہ بنی ہمدان کا رئیس تھا مار ڈالا۔ طبری جلد ۴ صہ ۵۹۔ تہذیب المتین جلد ۲ صہ ۲۷۹

بہرحال بُسر اجیب سے ہوتا ہوا شہر صنعا میں پہنچا۔ عبید اللہ ابن عباس اور سعید ابن نجران خلافت کی طرف سے یہاں کے عامل تھے یہ لوگ بسر ابن ارطاۃ کے قتل و غارت کی خبر سنکر شہر سے اٹھے اور امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے۔ عمر ابن اراکہ کو اپنا قائم مقام چھوڑا۔ عمر ابن اراکہ نے بسر ابن ارطاۃ کو کسی طرح شہر میں آنے نہ دیا۔ آپسمیں اخیر دست بقبضہ ہونے کی نوبت آئی۔ عمر ابن اراکہ اسی لڑائی میں جان بحق تسلیم ہوا زرارۃ ابن قیس نے اس فتنہ و فساد کی خبر کوفہ میں پہنچائی۔ امیر المومنین علیہ السلام کو اس وحشتناک خبر نے نہایت متردد کیا۔ منبر پر تشریف لیگئے اور ذیل کا خطبہ جسکو ہم شرح نہج البلاغہ سے ترجمہ کر کے درج کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

یا ایہا الناس۔ پہلا تفرقہ اور تمہارا اول نقصان یہ ہے کہ تم میں جو لوگ عقیل اور ذی رتبہ تھے ان کا منصب بھی تھا کہ جو خدمت انکے سپرد کی جاتی اسے قبول کرتے۔ جو زبان سے کہتے اسے کر دکھاتے حقیقت یہ ہے کہ ایسے خالص الایمان تمہارے درمیان سے اٹھ گئے اور ہمارا پہلو ان پاک صورتوں سے خالی ہوگیا۔ میں نے تمکو خفیہ اور علانیہ۔ رات دن۔ صبح اور شام جہاد کی طرف بلایا فما یزیدکم دعائی الا فراراً۔ تم نے سوائے بھاگنے کے میرے کہنے کو نہ مانا۔ رغبت کیجگہ ہم سے تمہاری نفرت زیادہ ہوئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بُسر ابن ارطاۃ حجاز و یمن تک پہنچگیا اور قتل و غارت میں مصروف ہو گیا۔ مناسب ہے کہ تم لوگوں میں سے ایک آدمی اسکی سید ست کیلئے جائے اور اس کو اپنے حدود مقبوضہ سے باہر نکالدے۔

امیر المومنین علیہ السلام کے اس خطبہ کا سامعین پر کامل اثر پڑا۔ ابو مرہ ابن عوف ازدی نے عرض کی کہ یا امیر المومنین اگر آپ اس طرف کا عزم کریں تو ہم رکاب میں وا ور فاقت دینے کے لئے حاضر ہیں امیر المومنین علیہ السلام نے جواب دیا کہ ایسی رائے خطا ہے۔ صواب نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں دارالامارت لشکر اور بیت المال اسلامی کو تنہا چھوڑ کر انصرام امور عظام کو پس پشت رکھکر چند لٹیروں اور قزاقوں کے پیچھے کوہ و صحرا میں آوارہ پھروں۔ اس سے بہتر ہے کہ میں تمہارے امور سے قطعی دست بردار ہو کر خانہ نشینی اختیار کروں اور تمہاری صحبت سے احتراز کروں۔ جاریہ ابن قدامۃ السعدی یہ سنکر بیساختہ اپنی جگہ سے اٹھکھڑا ہوا اور نہایت خلوص سے کہنے لگا کہ خدا وہ دن نکرے کہ آپ ہمارے درمیان نہوں۔ میں بُسر ابن ارطاۃ کے لئے تنہا کافی ہوں۔ جاریہ کے بعد وہب ابن مسعود خثعمی اٹھا اور نہایت ادب سے کہنے لگا کہ میں بُسر کی سرکوبی کے لئے تیار ہوں۔

ابھی یہ گفتگو یہیں تک پہنچی تھی کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کے بیٹوں کے مارے جانے کی خبر پہنچی امیر المومنین علیہ السلام نے عبد الرحمان ابن عبید کو ایک خط دیکر جاریہ کے پاس بھیجا۔ جسکا ترجمہ ذیل میں درج ہے

اما بعد میں نے چلتے وقت تجھکو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کر دی تھی کہ یہی دو صفتیں تمام دنیا کی نیکیوں کی اصل ہیں مگر بعض وصیتیں ذکر سے رہ گئیں جواب لکھتا ہوں۔ ہرگز کسی خلق خدا کو خفیف و حقیر نہ جاننا۔ بعد میں کسی کا شتر یا خر بیگاری میں نہ پکڑنا۔ ہر چند بغیر اس کے پیدل ہی کیوں نہ چلنا پڑے یا کسی مقام پر رہ کے رہنے کا اندیشہ ہو جب کسی چشمہ یا کنوئیں پر پہنچنا تو پانی لینے میں تم انکے مالکوں پر سبقت نہ کرنا اور انکی اجازت اور رضامندی سے پانی پینا کسی مسلمان مرد یا کسی مسلمان عورت کو اسیر اور بے پردہ نہ کرنا۔ کافر تک کے آزار اور ظلم رسانی کے باعث نہ ہونا۔ نماز کو اپنے مقررہ اوقات پر ادا کرنا اور خدا کے ذکر کو کبھی نہ بھولنا اور اپنے فرض منصبی سے غافل نہ رہنا۔ یہاں تک کہ تم اپنے حریف کو اپنے ملک سے باہر نکالدینا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

بہر حال اول تو جاریہ خود ہی اپنی کوشش میں اتنا سرگرم تھا کہ دو دن کا رستہ ایکدن میں طے کرتا تھا اس پر اب امیر المومنین علیہ السلام کے اس تاکیدی ہدایت نامے نے اس کو اسکے ارادوں میں اور قوی کر دیا۔ ان باتوں کی نسبت اسے ہدایت کی گئی تھی ان کو نہایت عقیدت اور خالص الایمانی سے تعمیل کرتا ہوا اہل شام کی تلاش میں چلا گیا اگر اسکے ہمراہیوں میں سے۔ صاحب روضۃ الصفا کا بیان ہے کسی کے پاس زاد راہ ختم ہو جاتا تو وہ خود اپنے پاس سے اسکا سامان درست کر دیتے یا کسی اور کے راحلہ میں اسکو شریک کر دیتے۔

بہر حال جاریہ یمن میں داخل ہوئے۔ عثمانی لوگ جو بُسر ابن ارطاۃ کے باعث تمام یمن میں فتنہ و فساد مچا رہے تھے جاریہ کے خوف سے بھاگ گئے۔ اہل عراق نے ان کا تعاقب کیا۔ بسر ابن ارطاۃ بھی جاریہ کی خبر پاتے ہی یمن سے نکلکر حضر موت کو چلا گیا اور وہاں عبد اللہ ابن ثوابہ کو قتل کرتا ہوا شام کو واپس گیا۔ فوجکشی ہی یہیں تک پہنچی تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت واقع ہو گئی۔

تمنا مرخص ہوئی نا امیدی

یہ کیا ہو گیا اور مرے دل میں کیا تھا

جاریہ نے کوفہ سے حرمین تک کا سفر کیا اور حرمین سے لیکر حضر موت تک بسر ابن ارطاۃ کے تعاقب میں چلا گیا۔ بسر ابن ارطاۃ بھی جاریہ کو اپنے پیچھے آتے ہوئے دیکھکر کہیں بالاستقلال اپنے قدم نہ جما سکا اور جس طرح اُسنے اپنے ابتدائی فوجکشی کے انتظام اطمینان سے کئے تھے ویسے اطمینان سے پھر انتظام نہ کر سکا لوٹتے وقت قبیلہ بنی تمیم نے بسر ابن ارطاۃ کو منتشر اور متردد پاکر اس پر حملہ کر دیا اور اس کے اسباب چھین لئے۔

جاریہ بھی جہاں جہاں پہنچا اسکے انتظام کو درہم و برہم کرتا اور اس کے تمام بند و بست کو توڑتا ہوا برابر چلا گیا اور مکہ سے ہوتا ہوا مدینہ پہنچا۔ مدینہ میں بُسر نے ابو ہریرہ کو عامل کیا تھا۔ جاریہ نے اہل مدینہ کو پھر امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت پر راسخ الاعتقاد کر دیا۔ ابو ہریرہ نے معاملہ اپنے خلاف پاکر مدینہ کی امارت سے استعفا دیا اور خانہ نشین ہو رہے۔

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت

۳۹ سنہ ہجری سے لیکر اسوقت تک جیسے جیسے فتنے اہل شام کی طرف سے تمام ممالک اسلامی میں اٹھ رہے تھے اسکی پوری تفصیل ہم درج کر چکے ہیں امیر المومنین علیہ السلام کی کوششوں نے اسے مروت اور شفقت کے ساتھ ان خرابیوں کی نہایت خوبی سے اصلاح کر دی اور ضحاک ابن القیس الفہری کے شروع فتنہ و فساد سے لیکر بُسر ابن ارطاۃ کی اخیر فوجکشی تک اسلام کے ملکی حالات کو اسی طرح سنبھالے رہے اور شام کے یکے بعد دیگرے طوفانوں کی مطلق اعتنا نفرمائی جسوقت امنیں سے کسی نے سر اٹھایا اس وقت اسکی سرکوبی

اور سیاست کا کامل انتظام فرمایا اور ان کو اپنی حدود محروسہ سے باہر کر دیا۔ یہ انتظام ایسے نازک اور تیرہ و تاریک زمانے میں کہ کوفہ میں نصف سے زائد ضعیف الاعتقاد جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی متابعت میں کمی کرنے لگے تھے برابر قائم رکھے گئے۔

بہرحال سنہ ۴۰ ہجری کے شعبان میں خوارج کے بچے ہوئے لوگوں میں سے تین آدمیوں نے خانہ کعبہ میں اس امر پر اتفاق کیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام۔ معاویہ اور عمر عاص کو قتل کرنا چاہئے اور آپس میں اپنے عہد پر میثاق کی۔ خانہ کعبہ کو درمیان دیکر ایک نے دوسرے سے قسمیں کھائیں۔ عبدالرحمان ابن ملجم مرادی نے کہا کہ میں امیرالمومنین علیہ السلام کو قتل کرونگا۔ برک ابن عبداللہ تمیمی نے معاویہ کے قتل کا وعدہ کیا اور عمر ابن بکر التعدی نے عمر عاص کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ سب سے پہلے ہم عبدالرحمن کے کچھ ابتدائی احوال لکھکر اپنے سلسلہ بیان کو قائم رکھتے ہیں۔

عبدالرحمن ابن ملجم مرادی کا حال

جنگ صفین میں جہاں اور ملکوں سے کمک طلب کی گئی تھی وہاں مصر سے بھی۔ محمد ابن ابی بکر کی امارت کا زمانہ تھا۔ مصر سے امیرالمومنین کا حکمنامہ پاتے ہی تھوڑے سے آدمی کوفہ بھیجے انہیں میں عبدالرحمن ابن ملجم بھی تھا محمد نے اسکے کوفہ جانے میں اپنی طرف سے کوشش نہیں کی تھی اس نے خود وہاں جانے کی استدعا کی اور ان لوگوں کے ساتھ ہو لیا۔ کوفہ پہنچکر امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیرالمومنین کی خدمت میں مصریوں کی فہرست پیش ہوئی تو ایک ایک کا جائزہ شروع ہوا۔ اس کے نام پر پہنچکر امیرالمومنین علیہ السلام نے پوچھا تیرا ہی نام عبدالرحمن ہے اس نے جواب دیا ہاں۔

دوسرے دن مصریوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے تجدید بیعت کی۔ امین ابن ملجم بھی تھا اسکی بیعت کے بعد امیرالمومنین نے بتاکید فرمایا کہ جو عہد تو نے مجھ سے اسوقت کیا ہے اس پر قائم رہنا اور اسکو ہمیشہ مضبوط اور مستحکم رکھنا۔ بہرحال ابن ملجم نے تھوڑے دنوں تک امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہکر ایک گھوڑے کی درخواست کی اور یہ عذر بیان کیا کہ میرا جانور مصر سے یہاں تک کے سفر کا متحمل نہ ہو سکا رستہ میں مر گیا غزوان اسوقت حاضر تھا امیرالمومنین علیہ السلام نے غزوان سے فرمایا کہ میرا کمیت گھوڑا اسکو دیدو جب ابن ملجم گھوڑا لے چلا تو امیرالمومنین علیہ السلام نے یہ اشعار پڑھے ؎

اريد حباءه و يريد قتلي

عذيرك من خليلك من مرادي

میں نیکی اور احسان کرتا ہوں اور وہ ارادہ میرے قتل کرنے کا رکھتا ہے وہ کون شخص ہے جو قبیلہ مراد

کی طرف سے میرے پاس عذر خواہی کرے۔ سوانح عمری صد ۱۰۰ باسناد ابن سعد۔

مگر علامہ ابن الاثیر نے ابو طفیل کے اسناد سے ذیل کے اشعار حضرت کے زبانی لکھے ہیں۔

اشدد حیازیمک للموت   فان الموت اتیک

ولا تجزع من القتل   اذا حل بوادیک

اپنے سینہ کو موت کی طرف بڑھا کیونکہ تیری موت آنیوالی ہے۔ قتل ہونے سے مت ڈر جبکہ وہ تیرے سامنے آجاوے

سوانح عمری صد ۱۰۰ باسناد ابن سعد و حافظ ابو نعیم و تاریخ کامل ابن اثیر۔

بہرحال ابن ملجم امیر المومنین علیہ السلام کا عطیہ لیکر واپس گیا اور جنگ نہروان تک ہمراہ رہا۔ جنگ نہروان کے تمام ہوتے ہی اسکے تمام مصنوعی خلوص اور عقیدت بے رحمی اور شقاوت سے تبدیل ہو گئے۔ نہروان سے یہ علیحدہ ہو کر خوارج کے باقی ماندہ لوگوں سے ملگیا۔

یہ تو مصر ہی سے اس امر کی نیت کر چکا تھا اور خانہ کعبہ سے قسم کھا کر اٹھا تھا۔ اب مصر ہوتا ہوا اس نفاق کی آڑ میں چھپکر کوفہ پہنچا اور نہروان تک تو اپنے خلوص کا اظہار کرتا رہا جب وہ ایام قریب آگئے اور وہ میعاد سال بھر کی تمام ہونے لگی جس پر کعبہ میں عہد و پیمان ہوئے تھے تو ابن ملجم کو بھی اپنا وعدہ یاد آیا اور وہ اسی دن سے مخالفت ظاہر کرنے لگا مگر پوشیدہ۔

اب اس مقام پر اسکے ساتھ اسکے اور شرکا کا حال بھی لکھے دیتے ہیں۔ عمر ابن بکر السعدی جو عمر عاص کی گھات میں مصر روانہ ہوا تھا اور برک شام کی طرف چلا۔ عبد الرحمن ابن ملجم۔ عمر ابن بکر نے حسب الوعدہ مسجد مصر میں امام جماعت پر یہ سمجھکر کہ عمر عاص امامت کرتا ہوگا تلوار ماری۔ اتفاق سے اس دن عمر عاص کچھ علیل ہو گیا۔ اس نے خارجہ ابن ابی حبیبہ کو اپنی جگہ پر مسجد میں امامت کے لئے بھیجدیا۔ عمر ابن بکر السعدیہ کی تلوار خارجہ پر پڑی اور وہ اسکی ضرب سے جانبر نہو سکا۔ فوراً مر گیا۔

برک نے اسدن شام پہنچکر معویہ پر حملہ کیا۔ تلوار ران پر بیٹھی۔ زخم کاری نہ تھا جراح نے دیکھ کر کہا کہ گو یہ تیغ سم آلود کی ضرب ہے مگر تاہم شفا ممکن ہے غرضکہ وہ بھی مرنے سے بچگیا۔

اب رہا ابن ملجم اپنے دونو ںخیالوں میں جیسی پوری کامیابی نامراد ابن ملجم مرادی کو حاصل ہوئی ویسی ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں۔ ان دونو نے اپنے اپنے حریف پر اگرچہ لوہے حملے کئے مگر آخرکار وہ بچگئے یا اس زخم سے شفا پاگئے۔ مگر ابن ملجم کا مظلوم مقتول اسکی قیامت خیز ضرب سے اپنی جان سلامت نہ لیجا سکا کوفہ پہنچکر ابن ملجم کی اشتغال طبعی کا اور ایک واقعہ پیش آیا۔

یوں تو ابن ملجم اسی ارادہ سے کوفہ آیا تھا۔ مگر امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر ہاتھ اٹھانا ایسا

معمولی کام نہیں تھا کہ آج کوئی اسکا ارادہ کرتا اور کل اسے پورا کر لیتا۔ یہ اسی فکر میں غرق تہا اور اپنے انہیں خیالوں میں پریشان۔ ایکدن اتفاق سے قبیلہ تیم الرباب میں بیٹھا تھا وہاں اسنے قطامہ بنت اخضر تیمیہ کو دیکھا یہ عورت اپنے حسن وجمال کے اعتبار سے اس زمانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ ابن ملجم اسکے حسن وصورت پر فریفتہ ہوگیا یہ معلوم کرکے کہ قطامہ بے شوہر ہے تب اس نے اپنے نکاح کی خواہش ظاہر کی قطامہ نے اسکی استدعا سنکر اپنی رضامندی تو ظاہر کی مگر شرائط یہ کہ میرا مہر تین ہزار درہم۔ ایک غلام اور ایک کنیز ہوگا۔ اسکے علاوہ ایک شرط اس نے ان تمامی شرائط میں ایسی سخت ظاہر کی کہ ابن ملجم پہروں اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ قطامہ نے کہا کہ مہر میں اور سب چیزیں تو مہیا کر سکتا ہے مگر میرے نکاح کے اور شرائط میں سب سے ضروری شرط جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ اسلام کا قتل ہے جسکی نسبت میرا خیال ہے کہ تو کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اول تو ابن ملجم خود بھی ان خیالوں میں سعی کر رہا تھا۔ قطامہ کے حسن وجمال نے اب اسکو اور مبہوت کر دیا اس نے ان تینوں شرائط کو قبول کیا۔ سوانح عمری صہ۴۰۰ باسناد ابوعمرو کتاب استیعاب امام عبدالبر رسالہ المرتضیٰ کے ذیقعد مصنف بیان کرتے ہیں کہ یہ مہر جو اسلامی دنیا میں اپنی نرالی وضع کے باعث عجیب قسم کا تھا فرزدق شاعر نے اسکی نسبت یہ شعر نظم کئے ہیں۔

فلم ار مهرا ساقه ذو سماحة	کمهر قطام بين غير معجم
ثلاث آلاف وعبد وقنية	وضرب عليا بالحسام المسمم
فلا مهر اعلى وان غلا	ولا فتك دون فتك ابن ملجم

(ترجمہ) میں نے کوئی ایسا مہر نہیں دیکھا جو مہر قطامہ کی مانند صاف اور ظاہر ہو۔ اسکا مہر تین ہزار درم ایک غلام ایک لونڈی۔ اور علی مرتضیٰ علیہ اسلام کا قتل شمشیر براں سے ہے پس کوئی مہر مہر قطامہ سے گراں نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ کتنا ہی گراں بہا ہو اور نہ کوئی گناہ ابن ملجم کے گناہ سے بڑھکر ہے المرتضیٰ صہ۱۲۹

قطامہ نے ابن ملجم کی امداد میں اپنے بھی دو تین آدمی دیئے۔ وردان ابن مخالد کو اسکے ہمراہ کر دیا اور ابن ملجم نے خود شبیث ابن بجرہ خارجی سے بھی سازش پیدا کر لی۔ رمضان المبارک کی انیسویں شب تھی یہ تینوں ظالم اپنے ارادوں میں مستحکم ہوکے کچھ رات رہے سے مسجد کوفہ میں آ پہنچے اور آپسمیں یہ صلاح کر لی کہ نماز صبح کے وقت عین نماز کی حالت میں سجدہ امامت پر ہاتھ مار کر قتل کر دو۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام پر جو کیفیت اس رات کو طاری تھی وہ علی العموم تمام اسلامی کتابوں میں درج ہے۔ دن بھر کا روزہ۔ رات بھر کی شب بیداری۔ طول وطویل رکوع وسجود۔ ایفائے وعدہ کا خیال۔ اہل وعیال کی مفارقت۔ کچھ ایسی بیچینی اور اضطراب کی کیفیت تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے

وہ تمام رات اسی اضطراب میں بسر کی - مولانا المفتی میر محمد عباس اعلی اللہ مقامہ نے اپنی مثنوی من وسلوی میں ان تمام کیفیتوں کی ایسی سچی تصویر کھینچی ہے جو بے اختیار پڑہنے والونکے دل ہلاتی ہے - اسکے چند اشعار ذیلمیں درج ہوتے ہیں

قصہ لیل شہادت یاد کن	یارۂ ہمزبان عبادت یاد کن
بود از خوف خدا بیخود علیؑ	ہے بصحن خانہ می آمد علیؑ
از کمال درد دل بیخواب بود	مضطرب چون ماہی بے آب بود
گریہ ہا میکرد و می فرمود شاہ	آہ ہست امشب شب موعود آہ
از ملاقات خدائی خوف داشت	با عبادات کذائی خوف داشت
تا سحر گہ شب بہ بیداری گذشت	در فغان و نالہ و زاری گذشت
شد چنان با اضطراب دل روان	گشت تنہا جانب قاتل روان
لذتِ ذوق عبادت یکطرف	جذبۂ شوق شہادت یکطرف
دید چون آن حال پرسیدش حسنؑ	این چہ بے تابیست اے بابائی من
گفت اے جانِ پدر حالم مپرس	از بلائے سخت می نالم مپرس
با شجاعان کردہ ام پیکارہا	رفتہ ام در دشت وحشت بارہا

در دلم امشب ملالے دیگر است
شدت خوفست و حالے دیگر است

(من وسلوی مطبوعہ عظیم آباد صفحہ ۱۰۴)

امیر المومنین علیہ السلام کا معمول تہا کہ رات ہی سے مسجد میں جاتے اور اسیوقت سے عبادت الہی میں معروف ہوتے تھے یہانتک کہ صبح کے آثار نمایاں ہوتے - خدا کے عبادت گذار بندے اسکی عبادت کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے - امیر المومنین علیہ السلام انکے ساتہہ نماز جماعت پڑہتے تھے اور خطبہ وغیرہ سے فراغت پاکر دن چڑہے گھر واپس آتے تھے اسدن بھی حسب المعمول امیر المومنین علیہ السلام اسی طرح مسجد میں تشریف لے گئے گھر سے نکلتے ہی آپ نے یہ اشعار پڑہے -

اشدد حیازیمک للموت ... فان الموت لاقیک
ولا تجزع من الموت ... اذا حل بوادیک

اپنی کمر کو موت کیلئے مضبوط باندھ لو - موت بہت جلد تجہ سے ملاقات کرنے والی ہے - اپنی موت

ہے جبکہ وہ تیرے پاس آئے تو مت گھبرا۔

مسجد میں تشریف لائے۔ جو لوگ صحن مسجد میں سو رہے تھے انکو بیدار فرماکر خود خدا کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہوئے تو عبد الرحمن ابن ملجم اور اسکے ہمراہی بھی مسجد ہی میں شام سے گھات لگائے تھے جب نماز صبح کا وقت ہوا اور امیر المومنین علیہ السلام محراب عبادت میں تشریف لاکر نماز میں مصروف ہوئے تو عبد الرحمن ابن ملجم سب سے پہلے اول صف میں چھپکر کھڑا ہو گیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے سجدہ اول سے فراغت پاکر دوسرے سجدہ میں جو ہیں اپنا سر جھکایا کہ ابن ملجم نے اپنی زہر آلود تیغ کی ضرب لگائی۔ اتفاق سے اسکی تلوار اسی مقام پر ڈوبی جہاں عمر ابن عبد ود کی تلوار تیس برس پہلے ڈوب چکی تھی۔ کاسہ سر سے لیکر جبین مبارک تک شگافتہ ہو گئی اور خدا کے اس برگزیدہ مصلی کا خون پانی کی طرح مصلے پر چاروں طرف بہنے لگا۔ ابن ملجم نامراد کی تلوار کھاتے ہی امیر المومنین علیہ السلام نے باواز بلند فرمایا بسم اللہ و باللہ و علی ملت رسول اللہ فزت برب الکعبۃ سوانح عمری ص۲۲۲ باسناد ابن اثیر۔

زخم کی شدت نے اسوقت اس سے زیادہ کہنے نہ دیا۔ دونوں ہاتھوں سے جبین مبارک تھام کر آپ خدا کی راہ میں جھک گئے اور دیر تک اپنے خون میں لوٹتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اٹھے اور مسجد کی خاک لیکر زخم پر چھڑکتے جاتے اور ذیل کا آیہ تلاوت فرماتے جاتے تھے منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری یعنے تمکو زمین سے پیدا کیا اور اسکی طرف تمکو پھیریں گے اور پھر اس سے تمکو دوبارہ نکالیں گے وہ جان نثار اور خالص الایمان مقتدی جو امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ نماز میں شریک تھے اس حسرتناک واقعہ کو دیکھکر دو تین حصوں میں ہو گئے۔ کچھ لوگ تو دولتسرا کی طرف خبر کرنے کے لئے دوڑے اور کچھ وہیں مسجد میں آپکے پاس حاضر رہے۔ بقیہ ابن ملجم کی تلاش میں رہے۔

تھوڑی دیر کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کے قتل کی خبر عام ہو گئی۔ مسجد کوفہ اہل اسلام سے بھر گئی حضرات حسنین علیہم السلام نے اپنے پدر بزرگوار کے مجروح فرق کو ایک پارچہ سے مضبوط باندھا اور بہتے ہوئے خون کو پانی کے دڑیڑوں سے متواتر دھویا مگر وہ زخم ایسا ہی کاری تھا کہ اس پر بھی خون کی روانی بند نہیں ہوئی۔

تھوڑی دیر میں لوگ ابن ملجم کو گرفتار کر لائے۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اپنے باپ کے قاتل سے پوچھا کہ تو نے امیر المومنین علیہ السلام کو کیوں شہید کیا انکی نیکیوں کا تیرے پاس یہی بدلا تھا جو تو نے آج انکے ساتھ ادا کیا ہے۔ ابن ملجم کے پاس سوائے خاموشی کے اور کیا جواب تھا چپ کھڑا رہا۔

ہمکو ابن ملجم کے ساتھ ہی اسکے دو ہمراہیوں کا بھی حال لکھدینا ضرور ہے۔ اوپر ہم لکھ چکے ہیں کہ

ابن ملجم کے ہمراہ شبیب ابن بجیرہ خارجی اور وردان ابن مجالد بھی گئے تھے۔ وردان تو ایسا بھاگا کہ اس کا پتہ نہ لگا۔ مگر شبیب مسجد سے بھاگ کر اسوقت اپنے گھر پہنچا جب امیرالمومنین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھا اسکو اسیوقت مار ڈالا۔ تہذیب المتین صہ ۴۲۶

بہرحال ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں حسنین علیہم السلام اپنے مجروح پدر عالی قدر کو گھر اٹھا لائے۔ تیغ سم آلود کی ضرب کچھ ایسی ہی قیامت کا اثر رکھتی تھی کہ امیرالمومنین علیہ السلام کو شدت زخم سے انکیاعت آرام دشوار تھا۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آپ بیہوش ہوہو جاتے تھے جسم مبارک سے اتنا خون نکل گیا تھا کہ نشست و برخاست کی طاقت اسی دن جواب دیگئی تھی۔

اصبغ ابن نباتہ اور حارث ابن ہمدان کا بیان ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی عیادت کو آئے دیکھا کہ آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور پارچہ زرد آپ کے زخم پر بندھا ہوا ہے مگر خون کی روانی ویسی کی ویسی ہی ہے اس کپڑے سے پیشانی کا خون ٹپکر پاؤں پر آرہا ہے۔

بہرحال امیرالمومنین علیہ السلام کو دو دن اسی حالت میں گذرے۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کو صاحبزادیوں نے ایک کاسہ شیر۔ دو جو کی روٹیاں اور تھوڑا سا نمک سامنے رکھا۔ آپ نے وہ کاسہ شیر حضرت زینب کو یہ کہکر واپس دیا کہ تمہارا مجروح باپ دنیا کی دو نعمتوں سے کبھی آپ کو ایک وقت میں سیر نہیں کرتا۔ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے نمک اٹھانا چاہا آپ نے انھیں منع فرمایا اور دودھ کا پیالہ ہٹا دیا اور اسی نان جو اور نمک پر اکتفا فرمایا۔ شام کے وقت دودھ کی جگہ پیالہ میں شربت تھا امام حسن علیہ السلام موجود تھے۔ فرمایا کہ شربت میرے قاتل ابن ملجم کو پہنچا دو اور اس کے ساتھ لطف و انداز سے پیش آؤ۔ وہ تمہارا اسیر ہے اور مجبور

بیسویں تاریخ تمام ہوتے ہوتے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف سے سب کو یاس ہوگئی۔ شام ہوتے ہی آپ نے اپنے تمامی اصحاب کو اپنے پاس جمع فرمایا اور ارشاد کیا سلونی قبل ان تفقدونی مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ مجھکو نہ پاؤ۔

حاضرین کو جو پوچھنا تھا پوچھا اور جو سننا تھا سنا۔ پھر جناب امیرالمومنین علیہ السلام تکیہ دے کر بیٹھے اور حاضرین سے بالکل قریب آگئے اور ایک خطبہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا جسے ہم نہج البلاغت کی شرح سے ذیل میں ترجمہ کر کے لکھتے ہیں،

میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدائے بزرگ کی جو ایسی تعریف و مدح کا سزاوار ہے اور جو ایسے محامد

کو پسند کرتا ہے میں اس کے احکام کا اس وقت تک مطیع و فرمان بردار رہوں اور اس کے واحد اور ہمیشہ ہونے کی گواہی دیتا ہوں ایہا الناس موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ موت سے بھاگنا عین موت کا سامنا کرنا ہے۔ خبردار رہو کہ حکم قضا ہر شخص کو اس کی اجل مقررہ کی طرف کھینچے لئے جا رہا ہے مسئلہ قضا و قدر میں زیادہ فکر نہ کرو کہ وہ خدا کے علم اسرار میں میرے مخصوص وصیت تم لوگوں سے یہی ہے کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک جانو کسی شے کو اس کی عبادت میں اس کا شریک نہ سمجھو اور سنت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ضائع نہ کرو۔ ہمیشہ کتاب خدا اور سنت رسول پر کاربند رہو ہمارے اہلبیت اور حسنین علیہم السلام سے غافل نہ ہو۔ یہ راہ ہدایت کی دو شمعیں ہیں ان کو روشن رکھو۔ کہ طریق حق سے منحرف نہ ہوگے۔ تحقیق کہ حقتعالیٰ نے ہر شخص کو بقدر اس کی طاقت کے تکلیف دی۔ کم علم۔ نادانوں سے خفیف مواخذہ ہوگا۔ آگاہ رہو کہ تمہارا پروردگار کریم ہے۔ رحیم ہے دانا ہے حلیم ہے۔ کل میں تمہارا امام اور مصاحب تھا اور آج تمہارے لئے عبرت گاہ ہے۔ کل تمہارے درمیان سے رحلت کر جائیگا۔ اگر مجھکو اس زخم سے شفا ہو جائے گی تو خدائے عزوجل کا شکر بجا لاؤں گا۔ کہتا ہوں میں نے کبھی اس دنیا میں دل نہ لگایا۔ اور اس دار ناپائیدار میں ایسا رہا کہ جیسے کوئی کسی درخت کے سایہ میں بیٹھے اور وہ سایہ بہت جلد اس کے سر سے دور ہو جائے یا کسی کے نزدیک ہوا سے کچھ خس و خاشاک جمع ہو جائیں اور پھر ایک دوسرا جھونکا ہوا کا ان کو ایسا ہی متفرق اور پریشان کر دے یا جیسے پارہ ابر کسی کے سر پر سایہ افگن ہو پھر ایک دم کے بعد وہ سایہ رفع ہو جائے میرا بدن چند روز تمہارے ساتھ رہا۔ مگر دل ہمیشہ ملاء اعلیٰ سے متعلق تھا تم بہت جلد میرے بدن کو روح سے خالی پاؤگے نہ وہ بلیغ خطبے اس سے سنوگے نہ وہ علوم الٰہی اور معارف ربانی حاصل کروگے۔ پس تمکو چاہیے کہ تم میرے حال سے عبرت کا سبق لو۔ کیونکہ مجھ سے بڑھکر فصیح۔ بلیغ۔ اور سچی نصیحت کرنے والا۔ اب تمکو نہ ملیگا۔ اب میں وداع کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ روز قیامت پر مجھ سے تم سے ملاقات ہو کہ اسوقت میری قدر و منزلت جو اب تک تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہے معلوم ہو جائے، اس میں شک نہیں کہ جب میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں گا اور ایک دوسرا شخص میری جگہ تمہارا امیر ہوگا تو تم مجھکو بہت یاد کروگے اب میں تمہارے لئے اور اپنے لئے دعائے مغفرت کرتا ہوں والسلام تہذیب المتین ص ۳۲۴

اس عام خطبہ کے بعد آپ نے اپنے اہلبیت علیہم السلام کو اپنے پاس بلایا اور جناب امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تمہیں تقوے اور پرہیزگاری کی وصیت کرتا ہوں۔ تم اپنے بھائیوں

سے نیک سلوک کرنا اور اُن پر بھی واجب ہے کہ وہ بھی تمہاری اطاعت اور متابعت میں ہمیشہ سرگرم اور مستعد رہیں۔ تم دنیا کی آرزو نکرنا اور جو چیز تم سے تمہارے ابنائے زمانہ چھین لیں اون پر تم متاسف نہونا۔ راستبازی اختیار کرو۔ ضعیفوں کی مدد کرو۔ ظالم سے خصومت اور مظلوم کی رعایت کرو جو کچھ کتاب اللہ میں ہے اُس کے موافق عمل کرو۔ خدا کے کسی رستہ میں کسی ملامت کنندہ سے ڈرو

پھر محمد حنفیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تمکو بھی تمہارے بھائیوں کی طرح وصیت کرتا ہوں تم بھی اپنے بھائیوں کی تعظیم و تکریم کرتے رہنا کہ تم پر اُن کے بہت بڑے حقوق ہیں اور اُن کے سوا کسی دوسرے پر بھروسا نہ کرنا۔

شیخ مجلی المومن الشافعی نے اپنی کتاب نور الابصار میں امیر المومنین علیہ السلام کی وصایا کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے جو ذیل میں مندرج ہوتے ہیں۔

عن الحسن قال لما حضرت ابی الوفات اقبل یوصی فقال هذا ما اوصی به علی ابن ابیطالب اخو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابن عمه وصاحبه اول وصیتی اشهد ان لا اله الا اللّٰه وان محمدا عبده ورسوله وخیرته جبله وارتضاه بخلقه وان اللّٰه باعث من فی القبور وسائل الناس عن اعمالهم عالم بما فی الصدور ثم انی اوصیک یا حسن وکفی بک وصیا بما اوصانی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فاذا کان ذالک فالزم بیتک وابک علی خطیئتک ولا تکن الدنیا اکبر همک واوصیک یا بنی بالصلوٰة عند وقتها والزکوٰة فی اهلها عند محلها والصمت عند الشبهة والاقتصاد والعدل فی الرضاء والغضب وحسن الجوار واکرام الضیف ورحمة المجهود واصحاب البلاء وصلة الرحم وحب المساکین ومجالستهم والتواضع فانه من افضل العبادة وذکر الموت وزهد فی الدنیا فانک رهن الموت وغرض البلاء وطریح سقم واوصیک بخشیة اللّٰه تعالی فی سرائرک وعلانیتک وانهاک عن مخالفة التورع بالقول والفعل واذا عرض لک شیء من امر الآخرة فابدأ به فاعرض لک من امر الدنیا فانه حتی تصیب رشدک فیه وایاک وموطن التهمة والمجلس المظنون به السوء فان قرین السوء یغیر جلیسه وکن یه یا بنی عاملا وعن الخنی زجورا وبالمعروف امرا وعن المنکر ناهیا واخ الاخوان فی اللّٰه واحب الصالح لصلاحه ودار الفاسق عن دینک وابغضه بقلبک وزائله باعمالک لئلا تکون مثله وایاک والجلوس فی الطرقات ودع المماراة والمجاراة من لا عقل له واقتصد یا بنی فی معیشتک واقتصد فی عبادتک وعلیک فیها بالامر الدائم الذی تطیقه والزم الصمت وبه تسلم وقدم لنفسک تغنم وتعلم الخیر تعلم وکن ذاکر اللّٰه تعالی علی کل حال وارحم من اهلک الصغیر ووقر الکبیر ولا تاکل طعاما حتی تتصدق منه

قبل كله وعليك بالصوم فانه زكواة البدن وجنة لاهله وجاهد نفسك واحذر جليسك واجتنب عدوك وعليك بمجالس الذكر واكثر من الدعا فاني لم آلك يا بني نصحا وهذا فراق بيني وبينك واوصيك باخيك محمد خيرا فانه ابن ابيك وقد تعلم حبي واما اخوك الحسين فهو ابن امك وابن ابيك والله خليفتي عليكم واياه اسال ان يصلحكم وان يكف الطغاة البغاة عنكم واصبر الصبر حتى يقضي الله هذا الامر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم

جناب امام حسن علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب میرے والد ماجد علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آگیا آپ وصیت فرمانے لگے کہ یہ وہ بات ہے کہ جس کی لسبت حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور ان کا ابن عم اور اُن کا مصاحب وصیت کرتا ہے سب سے پہلے میری وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود سوا خدا کے نہیں ہے اور محمد اُس کے رسول اور برگزیدہ ہیں۔ اس نے اپنے علم سے ان کو رسالت کے لئے اختیار کیا اور اپنے خلق کو ہدایت کے لئے اُن کو پسند کیا اور جو لوگ کہ قبروں میں ہیں اُن کو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا اور آدمیوں سے اُن کے اعمال کی پرسش فرمائیگا اور جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے اسکو وہ جانتا ہے بعد اس کے اے حسن میں تجھکو وصیت کرتا ہوں اور میری وصیت ادا کرنے کی لئے میں کافی ہوں۔ یہ وہ چیز ہے کہ اُس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھکو وصیت کی ہے۔ پس جبکہ ایسا ہو تو اپنے گھر میں رہا کر اور اپنے گناہوں پر رویا کر اور دنیا کے حاصل کرنے میں اپنی ہمت کو مصروف نکر اور اپنے میرے فرزند میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ نماز کو اُس کے وقت پر ادا کیا کر اور جب زکواۃ کا محل ہو تو اُس کے مستحق کو دیا کر اور جب کوئی امر مشتبہ ہو تو اُس میں ٹہیر رہا کر اور خوشنودی اور غصہ میں میانہ روی اور عدالت اختیار کرنا اور اپنے ہمسایہ کے ساتھ نیکی کر اور مہمان کی تکریم کر اور جو لوگ کہ عاجز ہوں اور مصیبت میں مبتلا ہوں انپر رحم کر اور صلہ رحم بجالا اور مسکینوں سے محبت کر اور اُن کے پاس بیٹھا کر اور اُن سے تواضع کیا کر اس لئے کہ یہ افضل عبادات ہے اور موت کو یاد کر اور دنیا میں زہد اختیار کر اور نیز میں تجکو وصیت کرتا ہوں اپنے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا کر اور ہر قول وفعل میں شرع کی مخالفت سے منع کرتا ہوں اور جب کوئی چیز امور آخرت میں سے تجھکو پیش آئے تو اس میں جلدی کر اور جب کوئی امور دنیا میں تجھے کوئی چیز تمکو پیش آئے تو اسمیں تامل کرو۔ یہانتک کہ اسمیں اپنی بہبودی کو پورے طور سے تحقیق کرلو اور ایسے مقامات میں کہ انہیں تہمت کا شبہ ہو اور ایسی صحبتوں میں کہ جنہیں برائی کا گمان ہو بچا کرو۔ اسواسطے کہ جو شخص کہ خود برا ہے وہ اپنے مصاحب کو بگاڑ دیتا ہے

اے میرے فرزند تو اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص اور خالص کر اور گناہگار کو تنبیہ اور اچھی بات کا حکم کر اور بُری باتوں سے منع کر اور بھائیوں سے خدا کی راہ میں دوستی کر اور صالح شخص کو بسبب اس کی نیکی کے دوست رکھ اور فاسق سے مدارا کر اور دل میں اُسکو بُرا سمجھ اور اپنے اعمال میں اس سے علٰحدہ رہنا ایسا نہو کہ تو بھی مثل اُس کے ہو جائے اور بازاروں میں نہ بیٹھا کر اور بے وقوفوں سے صحبت نکیا کر اُن کی ہمسائگی اختیار کر اور اپنی معاش میں اور عبادت میں میانہ روی اختیار کرو اور عبادات مسنونہ میں اُس چیز کو اختیار کرو کہ جس کے ادا کرنے میں تجھے طاقت ہو اور ہمیشہ اسکو قایم رکھ سکے اور سکوت کو اپنے اوپر لازم کر لے کہ اُس کے سبب سے تو بُرائیوں سے بچ سکتا ہے اور نیکی کو اپنے نفس کے لئے مقدم کرتا کہ تجھے غنیمت حاصل ہو اور ہر حال میں خدا کو یاد کیا کرو اور تمہارا جو صغیر السن ہو اسپر رحم کرو اور جو کبیر السن ہو اس کی بزرگی کرو اور جب تو کھانا کھائے تو پہلے اس میں سے صدقہ نکال لیا کرو اور تمکو روزہ رکھنا لازم ہے اس لئے کہ وہ بدن کی زکواۃ ہے اور روزہ دار کی سپر ہے اور اپنے نفس سے مجاہدہ کیا کرو اور ہم نشین سے ہوشیار رہا کرو اور اپنے دشمن سے پرہیز کیا کرو اور تم ہمیشہ ایسی مجلسوں میں بیٹھا کرو کہ جس میں خدا کا ذکر ہوتا ہو اور اکثر دعا کیا کرو اے میرے فرزند میں نے تجھے نصیحت کے کرنے میں کچھ بھی کوتاہی نہیں کی ہے اور اب میرے اور تیرے باپ کا اور تیری ماں اور تیرے باپ دونوں کا بیٹا ہے اور مجھے جو کچھ کہ اُس سے محبت ہے تو اُسکو جانتا ہے اور لیکن تیرا بھائی حسینؑ علیہ السلام ہیں وہ تیرا ہم بطن بھائی ہے اور تیری ماں اور تیرے باپ دونوں کا بیٹا ہے اور اللہ تعالےٰ میرے بعد تیرا نگہبان ہے اور میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ تمہارے کاموں کی اصلاح کرے اور سرکشوں کی باغیوں کے شر کو تم سے دفع کرے اور تمکو صبر کرنا چاہئے کہ اللہ اسیات میں حکم کرے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اتنا کہنے پائے تھے کہ نقاہت اور بیہوشی نے پھر خاموش کر دیا اور ایسا خاموش کہ پھر سوائے کلمہ شہادتین کے منہ سے کچھ اور نہ نکلا۔ صبح قریب تھی کہ روح مطہر عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی ؎

افسوس ہے شکار اجل شیر ہو گیا پچھلے کو شمع بجھ گئی اندھیر ہو گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

ماتم زدہ بیٹوں نے اپنے مجروح پدر بزرگوار کی تجہیز و تکفین کی اور فراغت فرما کر اکیسویں تاریخ نماز صبح پڑھ کر لاش مطہر کو دو شنبہ اسے اُٹھا کر نجف اشرف میں جسے غری بھی کہتے ہیں اور جو کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے مدفون فرمایا۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی وفات پر جس قدر مرثیے لکھے گئے اُن کی تفصیل طول کا باعث ہے صرف اتنے مرثیے جتنے اسوقت میرے پیش نظر ہیں۔ اگر میں اس مقام پر جمع کردوں تو شاید مجکو مصائب کے ایک جداگانہ کتاب لکھنی ہوگی ان میں سب سے زیادہ پُردرد اور مشہور و معروف مرثیہ ابوالاسود دُولی کا ہے ہم صرف اس کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔

الا یا عین ویحك اسعدینا — الا تبکی امیرالمومنینا
وتبکی ام کلثوم علیہ — بعبرتھا وقد رات الیقینا
الا قل للخوارج حیث کانوا — فلا قرت عیون الحاسدینا
افی الشھر الصیام فجعتمونا — بخیر الناس طرا اجمعینا
قتلتم خیر من رکب المطایا — وذللھا ومن رکب السفینا
ومن لبس النعال ومن حذاھا — ومن قراء المثانی والمبینا
وکل مناقب الخیرات فیہ — وحب رسول رب العالمینا
فلا تشمت معویۃ ابن صخر — فان بقیۃ الخلفاء فینا
فلا واللہ لا انسی علیا — وطول صلواتہ فی الراکعینا
الا ابلغ معویۃ ابن حرب — فما قرت عیون الشامتینا

واذا استقبلت حیرا فی خیر
وانت البدر داع الناظرینا

ترجمہ ہاں اے آنکھ۔ افسوس ہے تجپر تو فرط گناہ سے ہماری تائید کر کیا تو امیرالمومنین علیہ السلام پر تروینگی درآنحالیکہ حضرت ام کلثوم اون کے لئے گریہ کناں ہیں اُسنے ایمان کا مرتبہ پایا ہاں خارجیوں سے۔ جہاں وہ ہوں کہدو کہ حاسدوں کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی ہونگی۔ آیا تم نے دردمند کیا ہمکو ماہ صیام میں اس شخص کے قتل کی وجہ سے جو تمام آدمیوں کی وجہ سے بہتر تھا۔ قتل کیا۔ تم نے اُسکو کہ تمام شتر سواروں میں اور اُنپر آرام کرنے والوں اور کشتی میں بیٹھنے والوں سے بہتر تھا اور اُن سے بھی کہیں بدرجہا بہتر تھا جو نعلین پہنتے ہیں اور جو قرأت کرتے ہیں سورۃ الفاتحہ اور قرآن کی تمام خیر و خوبی کی لیاقت اس میں تھی اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا دوست تھا اے معویہ ابن سفیان ہمکو اس مصیبت میں تو شماتت نکر تحقیق کہ بقیہ خلفاء اللہ یعنی امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہمارے درمیان باقی ہیں۔ قسم خدا کی میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو فراموش نکروں گا درآن حالیکہ ان کی نماز بہت طول طویل تھی وہ سب سے نماز گذاروں سے

معاویہ ابن حرب سے جا لگے تاکہ وہ اپنی شامت کی آنکھوں کو خنک نہ کرے۔ کیونکہ ایک خبر کے بعد ایک خبر ہوتی ہے۔ اور وہ مثل بلند کے ہے کہ درجہ کمال پر پہنچ کر ناظرین کی آنکھوں سے رخصت ہو گئے

تہذیب المتین ص ۴۲۹

اخیر کے دو شعر تاریخ طبری جلد چہارم ص ۴۰ میں درج ہیں۔ وہ تہذیب میں نہیں

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کا مدفن

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے مدفن میں مدتوں تک اختلاف رہا اور اس اختلاف کی وجہ بنی امیہ اور اہل خوارج کا خوف تھا اندیشہ تھا کہ قبر کا صحیح نشان پاکر ان کی طبعی اور خلقی عداوت شاید لاش مطہر کے ساتھ کسی بے ادبی کا قصد کرے اسوجہ سے مقدس مزار کا بہت دنوں تک صحیح نشان نہ معلوم ہوا۔ عامۃ المسلمین میں کہیں بغداد۔ کہیں مسجد کوفہ وغیرہ میں دفن کا خیال کیا جاتا تھا۔ نجف اشرف کے صحیح مزار کو اس وقت تک چیدہ چیدہ لوگوں کے سوا اور کوئی جانتا نہیں تھا مگر بنی امیہ اور اُن کے تابعین کی مخالفت اس زمانے میں کچھ ایسی بڑھی ہوئی تھی اور اُن سے کچھ ایسی ہی مظالم اور بے ادبیوں کا اندیشہ ہوتا تھا کہ قبر مطہر کا صحیح جاننے والا کبھی مشہور ہو جانے کے خوف سے نہیں بتا سکتا تھا

دورہ امویہ تک یہی حالت قایم رہی۔ مگر جب عباسیوں کا زمانہ شروع ہوا اور ابو العباس السفاح عراق میں آئے وہ بنی ہاشم ہونے کی وجہ سے۔ نشان قبر کی صحت سے واقف تھے انھوں نے قبر مطہر کا صحیح نشان بتلایا السفاح نے صرف وہاں پر نشان قبر کا پتھر نصب کر دیا۔

السفاح کے وقت میں اتنا ہی ہوا۔ ہارون الرشید اپنے عہد میں یہاں آیا اور قبیلہ بنی اسد سے یہ معلوم کر کے کہ یہاں قبر مطہر امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے اصلی مزار کا ہونا معلوم ہو گیا اور اسی وقت سے اس کی عظمت اور وقعت کا خیال تمام اہل اسلام کے دل میں لگ گیا

معز الدولہ دیلمی نے پہلے اس عمارت کی بنیاد ڈالی اور اسکو تکمیل تک پہنچایا۔ امیر تیمور نے بھی اپنے وقت میں کچھ اضافہ کیا۔ نادر شاہ افشار نے اس کی تعمیر پھر از سر نو کی اور تکمیل تک پہنچائی اور مملکت ایران کے خزینہ سے یا ہندوستان کی دولت سے جو کچھ اس کے ہاتھ آیا اس نے اپنی خوش عقیدگی کے ہاتھوں یہیں لگا دیا۔ فی الحال اس عتبہ عالیہ کی زینت اور جملہ انتظام فرمانروایان ایران کی عقیدت اور خلوص کے نمونے ہوتے ہیں۔

ازواج و اولاد طاہرین امیرالمومنین کی تفصیل

اوّل حضرت سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہرا بنت سید المرسلین خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنہ ۲ ہجری میں جناب سیدہ کا عقد امیرالمومنین علیہ السلام سے واقع ہوا جس کی پوری کیفیت ہم اس کتاب کے پہلے حصہ میں کسیقدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ جسطرح جناب رسولخدا نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حیات میں کسی دوسرے عقد کی طرف توجہ نفرمائی اسی طرح جناب علی مرتضیٰ نے بھی حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی زندگی میں آپ نے کسی دوسری بی بی کے ساتھ عقد نہیں کیا۔

جناب سیدہ کے بطن سے دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں اور ایک حمل اسقاط ہوا۔ اولاد ذکور میں اوّل جناب امام حسن علیہ السلام۔ ان کی ولادت سنہ ۳ ہجری میں ہوئی۔ امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے چھ مہینہ بعد جناب خاص آل عبا امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے۔

صاحبزادیوں میں سب سے بڑی جناب علیا مکرمہ جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا اور ان کے بعد جناب ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

جناب سیدہ کی وفات کے بعد ان معصومہ کی وصیت کے مطابق امیرالمومنین علیہ السلام نے امامہ بنت زینب جناب رسالتمآب کی دختر ربیبہ کی صاحبزادی سے عقد کیا۔ انھوں نے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے بچوں کی پرورش اپنے بچوں کی طرح کی

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کے بعد پھر لیلیٰ بنت مسعود اربیہ کے ساتھ عقد کیا۔ پھر ام سعید بنت عروہ ابن مسعود ثقفی کے ساتھ۔ پھر ام البنین بنت حزام ابن خالد کے ساتھ۔ پھر اسماء بنت عمیس کے ساتھ یہ بی بی جناب جعفر کے عقد میں تھیں ان کے بعد ابوبکر کے حبالۂ نکاح میں آئیں۔ ان کے بطن سے محمد ابن ابی بکر اور ام کلثوم مشہور بنت علیؑ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ پھر خولہ بنت جعفر بن قیس حنیفہ

اولاد طاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفصیل ہیں جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی کل اولاد شمار میں (۲۷) لکھی ہیں۔ گیارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں ان کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے امام حسن اور امام حسین علیہم السلام صاحبزادے زینب الکبریٰ اور زینب الصغریٰ صاحبزادیاں انھیں کی کنیت ام کلثوم تھی۔

محمد بن حنفیہ۔ کنیت ان کی ابوالقاسم ان کی ماں کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس حنفیہ ہے۔

عباس ۔ جعفر ۔ عثمان اور عبد اللہ ان کی والدہ کا نام ام البنین مشہور بہ حمیدہ خزامیہ ہیں یہ چاروں بزرگوار سلام اللہ علیہم ۔ معرکہ کربلا میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ درجہ شہادت پر فائز ہوئے عمر ۔ ام حبیب بنت ربیعہ کے بطن سے پیدا ہوئے ۔ یہ اپنی بہن رقیہ کے ساتھ توام پیدا ہوئے تھے محمد اصغر ۔ کنیت ان کی ابو بکر تھی ۔ اور ابو عبد اللہ یہ دونوں حضرات لیلیٰ بنت مسعود ارمیہ کے بطن سے تھے ۔ یہ بھی معرکہ کربلا میں شہید ہوئے ۔

یحییٰ ان کی والدہ کا نام اسما بنت عمیس ہے انھوں نے صغر سنی میں اپنے پدر عالیقدار کے سامنے انتقال فرمایا ۔

ام الحسن اور رملہ یہ دونوں صاحبزادیاں ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی کے شکم سے تھیں ۔

باقی زینب الصغریٰ و رقیۃ الصغریٰ ۔ ام ہانی ۔ ام الکرام ۔ جمانہ ۔ ان کی کنیت ام جعفر تھی ۔ امامہ ۔ ام سلمہ میمونہ ۔ خدیجہ اور فاطمہ یہ سب مختلف ماؤں سے تھیں ۔

تمت بالخیر والعافیہ

جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان میں آیات قرآنی اُن کے اسباب نزول اور معتبر اسناد

اپنی کتاب کے اس حصہ میں ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ فضائل علی ابن ابیطالب روحی لہ الفدا کے متعلق ہم ان آیات قرآنی اور ارشادات سبحانی کو مع اُن کے اسباب نزول اور صحیح اسناد کے بیان کریں ۔ جس کی نسبت فریقین کے علمائے کرام گہری سے گہری اور دقیق سی دقیق تحقیقیں ۔ منصفانہ اور محققانہ طور پر اس امر کو طے کر چکے ہیں ۔ **قرآن مجید کے یہ آئے علی مرتضیٰ علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئے ہیں** ان آیات کی نسبت جو علمائے کرام نے تحریر کیا ہے پہلے ہم اُسکو لکھیں گے اس کے بعد آیات کا سلسلہ شروع کریں گے عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما انزل **یا ایھا الذین امنوا** الا علی علیہ السلام امیرھا و شریفہا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وما ذکر علیا الا بخیر ا اخرجہ احمد و الطبرانی و ابن ابی حاتم و ابن عبد البر فی الاستیعاب و علامہ ابن حجر ابن الصواعق ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یا ایھا الذین امنو کے خطاب سے

مناطب فرمایا ہے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے خطاب کے ابیروشریف ہیں خدا تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب پر بعض مقام پر عتاب کیا ہے مگر علی علیہ السلام کا ذکر خیر ہی کے سا تھ کیا ہے۔

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال ما نزلت یا ایھا الذین آمنوا الا کان علی علیہ السلام لبھا ولبابھا اخرجہ ابوبکر بن مردویہ)

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یا ایہا الذین آمنو نازل نہیں ہوا مگر علی علیہ السلام اس کے لب لباب تھے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علی علیہ السلام اخرجہ ابن عساکر وابن مردویہ وابن حجر فی الصواعق المحرقہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی کتاب میں جسقدر آیتیں جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔

عن علی علیہ السلام قال نزل القرآن ارباعاً فربع فینا ۔ فربع فی عدونا وربع سیروامثال وربع فرائض واحکام ولنا لتکریم القرآن (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ)

جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے اُسکا ایک ربع ہماری شان میں ایک ربع ہمارے دشمنوں کے حق میں ۔ ایک ربع قصص اور سیر میں اور ایک ربع فرائض اور احکام میں اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نزلت فی علی علیہ السلام ثلثمائۃ آیۃ (اخرجہ ابن عساکر

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں

عن مجاھد رحمۃ اللہ علیہ قال نزل فی علی علیہ السلام سبعون آیۃ (ابوبکر ابن مردویہ)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں ستر آیتیں اُتری ہیں۔

آیات قرآن فی شان مولانا علی علیہ السلام

اب ہم حسب وعدہ اُن آیات قرآنی کو اوپر کی مختصر تمہید کے بعد ذیل میں درج کرتے ہیں

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

(سورۂ احزاب پارہ نمبر ۲۲)

عن عایشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غداۃ وعلیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن ابن علی علیہ السلام فادخلہ ثم جاء الحسین علیہ السلام فادخلہ ثم جاءت فاطمۃ علیہا السلام فادخلہا ثم جاء علی علیہ السلام فادخلہ ثم قال انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطہیرا اخرجہ احمد والمسلم والترمذی وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن ابی حاتم والحاکم والسیوطی،

ان علماء نے عایشہ سے روایت فرمائی ہے کہ ایک روز جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے۔ پس جناب امام حسن علیہ السلام تشریف لائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو اس میں داخل کر لیا پھر جناب امام حسین علیہ السلام آئے انکو بھی آپ نے داخل کر لیا پھر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا تشریف لائیں آپ نے انکو بھی داخل کر لیا پھر جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام تشریف لائے آپ نے انکو بھی اس میں لے لیا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے اے گھر والوں تم سے نجاست کو اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا

دوسری روایت میں پھر انہیں علماء نے جن کے اسمائے گرامی۔ پہلے لکھے جاچکے اس مضمون کو ام المومنین ام سلمہؓ کی زبانی بعینہ لکھ کر اتنا اضافہ اور فرمایا ہے کہ جب یہ پانچوں بزرگوار علیہم السلام عبا میں داخل ہوگئے تو ام المومنین نے بھی عبا میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور فرمایا انا معھم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال انک علی الخیر ان علمائے کرام کے علاوہ علامہ دولابی اور بیہقی اور ابن منذر اور دیلمی اور ابن مردویہ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور ابن سعد کوفی اور ابی حاتم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اسناد سے اسکو لکھا ہے۔

قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین سورۂ نساءؑ

عن سعد ابن ابی وقاص قال لما نزلت ھذہ الآیۃ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھل بیتی اخرجہ احمد والمسلم والترمذی والنسائی فی الخصائص۔

سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوئی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو بلاکر کہا اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں

ان علماء کے علاوہ حاکم نے جابر ابن عبد اللہ کے اسناد سے اور ابی حاتم نے ایک طولانی عبارت میں حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے اسناد سے اور علامہ دارقطنی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ الایۃ قالو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھولاء الذین امر ناللہ تعالی بمودتھم قال علی ابن ابیطالب علیہ السلام و فاطمۃ علیہا السلام وابنا ھما علیہم السلام داخرجہ احمد تا ابن ابی حاتم والطبرانی والبغوی عن مقاتل والکلبی والحاکم والدیلمی والطبری

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو لوگوں نے عرض کی کہ جن لوگوں کی محبت کے لئے خدا نے ہمکو حکم کیا ہے وہ کون ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی علیہ السلام۔ فاطمہ علیہا السلام اور اُن کے صاحبزادے علیہم السلام۔

وقفوھم انھم مسئولون سورۂ والصفت پ ۲۳

عن ابن سعید وابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالی وقفوھم انھم مسئولون یوم القیمۃ عن ولایۃ علی علیہ السلام داخرجہ الواحدی فی تفسیرہ ابوبکر ابن مردویہ والدیلمی فی فردوس الاخبار

ابن سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہ تعالی سے مروی ہے اس آیت کریمہ کے متعلق کہ کھڑا کرو انکو تحقیقکہ پوچھنا ہے قیامت کے دن علی علیہ السلام کی ولایت سے

انما منذر ولکل قوم ھاد سورۂ رعد پ ۱۳

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر وعلی ھاد واشار بیدہ الی علی علیہ السلام وقال بک تھتدی المھتدون داخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم فی کتابہ ما نزل فی القرآن فی علی علیہ السلام وابوبکر ابن مردویہ)

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ میں ڈرانیوالا ہوں اور علی علیہ السلام ہادی ہیں اور آپ نے جناب علی علیہ السلام کی طرف دست مبارک سے اشارہ فرمایا اور کہا یا علی علیہ السلام ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے

اسی روایت کو بعض علما نے ابی برزۃ الاسلمی کے اسناد سے بھی لکھا ہے اور ابن جریر ابن مردویہ ابن عساکر ابن النجار اور امام سیوطی نے حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا

عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ ان الحسن والحسین علیہم السلام مرضا فعادھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومعہ ابوبکر وعمر فقالو یا اباالحسن لو نذرت علی ذالک فنذر علی وفاطمۃ وفضۃ سلام اللہ

علیہم اجمعین جاریۃ لہما ان بر آما بھما ان یصوموا ثلثۃ ایام فشفیا وما معہم شیٔ فاستقرض علی علیہ السلام من شمعون الیہودی الخیبری ثلثۃ اصوع من الشعیر فطحنت فاطمۃ علیہا السلام صاعًا واختبزت خمسۃ اقراص علی عددھم ووضعتہا بین ایدیہم لیفطروا فوقف علیہم سائل فقال السلام علیکم اھل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ من موائد الجنۃ فاثروہ وباتوا لم یذوقوا الا الماء واصبحوا صیامًا فلما امسوا ووضعوا الطعام بین ایدیہم فوقف علیہم یتیم فاثروہ ووقف علیہم اسیر فی الثالثۃ ففعلوا مثل ذالک فلما اصبحوا اخذ علی علیہ السلام بید الحسن والحسین علیہم السلام واقبلوا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما ابصرھم وھم یرتعشون کالفراخ من شدۃ الجوع قال ما اشد ما یسؤنی ما ارٰی بکم فقام فانطلق معھم فرای فاطمۃ فی محرابہا قد التصق ظہرھا ببطنہا وغارت عیناھا فساءہ ذالک فنزل جبرائیل علیہ السلام فقال خذھا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھناک اللہ تعالیٰ فی اھل بیتک فاقرءہ الایۃ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما واسیرا د اخرجہ الزمخشری فی الکشاف،

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرات حسنین علیہم السلام بیمار ہو گئے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابوبکر اور عمر کو ساتھ لے کر اُن کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا ابوالحسن علیہ السلام اگر آپ اپنے نورچشموں کے لئے نذر مانتے تو بہتر تھا پس جناب امیر اور جناب فاطمہ علیہم السلام اور فضہ رضی اللہ عنہا آپ کی خادمہ نے صاحبزادوں کی تندرستی پر تین تین روزے رکھنے کی نذر مانی پس جب وہ دونوں صاحبزادے شفا پا گئے تو سب نے مل کر روزے رکھے اُن کے پاس اُسوقت کچھ بھی نہیں تھا جو افطار کے لئے کام آتا جناب امیر علیہ السلام نے شمعون یہودی خیبری سے جَو کے تین پیمانے قرض لئے اس میں سے ایک پیمانہ کو جناب سیدہ علیہا السلام نے پیس کر پانچ روٹیاں گھر کے آدمیوں کی تعداد کے موافق پکائیں جب افطار کے لئے سب آگے رکھیں تو ایک سائل نے آکر صدا کی السلام علیکم اے اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں مسلمان مساکین میں سے ایک مسکین ہوں مجھے کچھ کھلاؤ۔ خدا تمکو جنت کی نعمتوں سے سیر کرے سب نے اپنا کھانا اُسے بخشدیا اور پانی سے افطار کرکے سو رہے اور پھر دن بھر روزہ رکھا جب رات ہوئی اور افطار کے لئے کھانا مانگا گیا تو ایک سائل نے آواز دی میں یتیم ہوں سب نے اپنا کھانا اسے اُٹھا دیا اور پانی سے افطار کرکے سو رہے پس اسیطرح سے تیسرے روز کی افطاری ایک قیدی کو بخشدی۔ صبح کو جناب امیرالمومنین علیہ السلام حضرت حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑکر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حضور میں لے گئے دونوں صاحبزادے مرغ کے چوزے کی طرح کانپ رہے تھے حضرت نے اُن کو دیکھکر فرمایا اُن کی کیا حالت

ہے جس سے مجھے رنج پیدا ہو رہا ہے پھر آپ جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں تشریف لے گئے جناب سیدہ علیہا السلام کو محراب عبادت میں دیکھا کہ اُن کا پیٹ کمر سے لگا ہوا ہے اور اُن کی آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت کو یہ دیکھکر نہایت ملال ہوا اور اتنے میں جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا تعالےٰ آپ کو آپ کے اہلبیت علیہم السلام کی نسبت تہنیت دیتا ہے اور یہ آیۂ کریمہ پڑھی (اور کھلاتے ہیں کھانا اپنی محبت پر فقیروں اور یتیموں اور قیدیوں کو امام واحدی نے بھی اسی روایت کو حضرت عبد اللہ ابن عباس کے اسناد سے لکھا ہے۔

من يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن اولئك رفيقا (سورۃ النساء)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وفی قولہ تعالےٰ من يطع الله الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال علی علیہ السلام یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هل نقدر این تزورك فی الجنة کما اردنا ان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لکل نبی رفیقا اول من اسلم من امتہ فنزلت هذہ الایۃ اولئك مع الذين انعم الله عليهم الخ فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیہ فقال ان اللہ قد انزل بیان ما سالت فجعلك رفیقی لانك اول من اسلم وانت الصدیق الاکبر (تفسیر ابن الحجام)

ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہم جنت میں بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہوں جس طرح سے کہ دنیا میں مشرف ہوتے ہیں۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک نبیؐ کے لئے اسکا ایک رفیق ہوتا ہے جو اُس نبیؐ پر اس کی امت میں سب سے پہلے ایمان لایا۔ پس یہ آیۂ شریفہ نازل ہوئی کہ وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر کہ خدا تعالےٰ نے انعام کیا ہے پس جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کو بلوا کر کہا اللہ تعالیٰ نے یا علی تیرے سوال کا جواب نازل کیا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے کیونکہ تو سب سے پہلے ایمان لایا اور تو صدیق اکبر ہے۔

والذی جاء بالصدق وصدق به اولئك هم المتقون (سورۂ زمر)

عن مجاهد فی قوله تعالیٰ الذی جاء بالصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصدق به قال علی علیہ السلام اخرجہ ابن عساکر والحافظ ابونعیم فی الحلیہ والفقیہ ابن المغازلی فی المناقب واخرجہ ابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور عن ابی ہریرۃ۔

مجاہد علیہ الرحمۃ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ جاء بالصدق سے مراد جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور صدق بہ سے جناب ابیطالب علیہ السلام مراد ہیں۔

یا ایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ تعالیٰ مع علی علیہ السلام لانہ سید الصادقین (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم فی الحلیۃ الاولیاء وسبط ابن جوزی والسیوطی فی الدر المنثور) وابن عساکر وابن مردویہ عن ابی جعفر علیہ السلام (سورۂ توبہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں کہ ہوجاؤ ساتھ صادقوں کے۔ فرماتے ہیں کہ یعنی ساتھ علی علیہ السلام کے کیونکہ وہ صادقوں کے سردار ہیں

والذین اٰمنوا باللہ ورسولہ اولٰئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم لہم اجرہم ونورہم (سورہ حدید)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انہا نزلت فی علی علیہ السلام اخرجہ احمد فی المسند والثعلبی فی تفسیرہ وابن المغازلی فی المناقب

ابن عباس رضی اللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فمنہم من قضیٰ نحبہ ومنہم ینتظر سورۂ احزاب

عن عکرمہ قال سئل علی علیہ السلام وہو علی المنبر الکوفۃ عن قولہ تعالیٰ من المومنین رجال صدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ فقال اللّٰہم عفوا ہذہ الآیہ نزلت فیّ وفی عمی حمزۃ وفی ابن عمی عبیدۃ ابن حارث فان قضی نحبہ یوم بدر واما عمی حمزۃ فانہ قضی نحبہ یوم احد واما انا

فانتظر منقالها لیخضب هذہ من هذہ واشار الی لحیتہ وراسہ وقال عھد عھدہ الی الی ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ ابن مردویہ وسبط ابن الجوزی وابن حجر صواعق محرقہ

عکرمہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ایک مرتبہ کوفہ کے منبر پر تشریف رکھتے تھے کہ اُن سے اس آیت کو (بعض مومنین ایسے مرد ہیں کہ پہنچکر دکھایا انھوں نے جو عہد کہ خدا سے باندھا تھا) کی تفسیر میں پوچھا گیا کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے خدا بخشیو۔ یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور میرے چچیرے بھائی عبیدہ ابن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے پس میرا چچا بھائی عبیدا ابن حارث نے بدر کے روز اپنے وعدہ کو پورا کیا اور میرے چچا حمزہ نے احد کے دن۔ اب میں اس امت بدبخت کے انتظار میں ہوں۔ پھر آپ نے اپنے سر اور ڈاڑھی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ وہ اُسکو خون سے رنگین کرے گا میرے پیارے ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھسے پختہ عہد کیا ہے۔

هذان خصمان اختصموا فی ربھم فاما الذین کفروا قطعت لھم ثیاب من النار یصب من فوق رؤسھم الحمیم یصھر بہ ما فی بطونھم والجلود ولھم مقامع من حدید کلما ارادوا ان یخرجوا منھا من غم اعیدوا فیھا وذوقوا عذاب الحریق ان اللہ یدخل الذین امنوا وعملوا الصلحت جنات تجری من تحتھا الانھار یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا ولباسھم فیھا حریر

عن قیس ابن عبادہ قال علی علیہ السلام انا اول من یجثوا بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیامۃ قال قیس وفیھم نزلت ھذان خصمان اختصموا فی ربھم قال ھم الذین تبارزوا یوم بدر۔ حمزہ و علی وعبیدہ علیھم السلام وعتبہ ابن ربیعہ والولید ابن عتبہ (اخرجہ البخاری)

قیس ابن عبادہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں سب سے اول خدا کے سامنے اپنا جھگڑا پیش

گروں گا قیس کہتے ہیں کہ یہ آیت ذوقدمی جھگڑے ہیں اپنے رب کے لئے ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئے کہ جنہوں نے بدر کے روز جنگ کی ہے وہ جناب حمزہ اور علی علیہ السلام اور حضرت عبیدہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ ہیں اور عتبہ ابن ربیعہ اور شیبہ ابن ربیعہ اور ولید بن عتبہ ہیں۔

ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلهم كالذین امنو وعملوا الصلحت سواء

(سورہ جاثیہ) کیا گمان کرتے ہیں وہ لوگ جو برائیاں کرتے ہیں ہم ان کو مانند ان لوگوں کے کہ ایمان لائے اور کام اچھے کئے۔

عن ابن عباس قال نزلت فی علی علیہ السلام وحمزة وعبیدہ ابن الحارث فالذین اجترحوا السیئات عتبہ وشیبہ والولید۔ والذین آمنو وعملوا الصالحات علی علیہ السلام وحمزة وعبیدة رضی اللہ عنہم (سبط ابن جوزی)

ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت جناب علی علیہ السلام حضرت حمزہ اور عبیدہ ابن حارث کے حق میں نازل ہوئی ہے اس آیہ میں فالذین اجترحوا السیئات سے عتبہ۔ شیبہ اور ولید مراد ہیں اور والذین آمنوا وعملوا الصلحت سے جناب علی علیہ السلام حضرت حمزہ اور عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

افمن كان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه

(سورہ ہود) عن عباد ابن عبد اللہ الاسیدی قال سمعت علیا یقول وھو علی المنبر ما من رجل من قریش الا وقد نزلت فیہ ایۃ وایتان فقال رجل فما انزل فیک ثم قال اما انک لولم تسألنی علی رؤس القوم ما حدثتک ویحک ھل تقرأ سورۃ ھود ثم قرء علی علیہ السلام من کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ (اخرجہ ابن ابی حاتم) وابن المغازلی فی المناقب وابن عساکر وابن مردویہ والسیوطی فی الدر المنثور والثعلبی والواحدی وابن جریر الطبری والطبرانی فی المعجم الکبیر وابن منذر وابو الشیخ وابو نعیم والمتقی فی کنز العمال وصاحب معالم التنزیل

عباد ابن عبد اللہ الاسیدی سے روایت ہے کہ میں نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ جس کے حق میں ایک دو آیتیں نازل ہوئی ہوں۔ ایک شخص کہنے لگا آپ کے حق میں کونسی آیت نازل ہوئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو لوگوں کے سامنے

مجھ سے نہ پوچھتا تو میں تجھ سے بیان نکرتا افسوس ہے تجھپر - کیا تو نے سورہ ہود کبھی نہیں پڑھی پھر جناب امیر علیہ السلام نے اس آیت کو پڑھا کہ آیا جو شخص کہ اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اسکی قریب اسی کی طرف سے ایک گواہ آئے، پھر اس کی توضیح کے لئے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی نبیتہ من ربہ سے مراد ہیں اور شاہد منہ سے میں مراد ہوں۔

فان اللّٰہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین (سورہ تحریم)

پس خدا اپنے نبی کا پس خدا اور جبریل اور صالح المومنین اپنے نبی کا رفیق ہے۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول و صالح المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم وابن ابی حاتم والسیوطی فی الدر المنثور والمتقی فی کنز العمال

اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام صالح المومنین ہیں۔

علامہ ابن عساکر ابن مردویہ اور امام فخرالدین رازی نے بھی اس حدیث کو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسناد سے لکھا ہے۔

وتعیھا اذن واعیہ (سورہ الحاقہ) یاد رکھے اسکو کان سننے والے کے

عن بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی علیہ السلام ان اللہ امرنی ان اعلمک لتعی وحق علی اللہ ان تعی فنزلت وتعیھا اذن واعیہ اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والامام الواحدی فی اسباب النزول والحافظ ابونعیم فی ما نزل من القرآن فی علی علیہ السلام ابن جریر وابن ابی حاتم والدیلمی فی فردوس الاخبار) بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جناب امیر علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ہمکو حکم دیا ہے کہ یا علی علیہ السلام ہم تمہیں تعلیم کریں تاکہ تم یاد رکھو اور خدا حق پر ہے کہ تمہیں یاد رکھا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی کہ یاد رکھے اسکو سننے والا کان

اس حدیث کو علامہ ابن المغازلی نے حضرت عبداللہ ابن عباس کے اسناد سے لکھا ہے

افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون

(سورہ سجدہ) آیا وہ شخص جو مومن ہے ہو سکتا ہے مثل اُسکے جو کافر ہے۔

اخرجہ الواحدی و ابن عساکر من طریق سعید ابن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ واخرج جریر والحافظ السلفی عن عطاء ابن یسار واخرج ابن عدی والخطیب فی تاریخہ من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ قال نزلت فی علی علیہ السلام والولید ابن عقبہ ابن ابی معیط واخرج الخطیب و ابن عساکر من طریق لمعۃ عن عمرو بن دینار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال انہا نزلت فی علی علیہ السلام وعقبہ ابن ابی معیط لا الولید (لباب النقول فی اسباب النزول للسیوطی)

امام واحدی اور ابن عساکرؒ نے سعید ابن جبیر کی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور علامہ ابن جریر اور حافظ السلفی نے عطاء ابن یسار سے روایت کیا ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں کلبی کے طریق سے ابی صالح روایت کی ہے کہ اس نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور ولید ابن عقبہ ابن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی ہے اور دوسری روایت میں خطیب اور ابن عساکر کے طریق سے عمر ابن دینار سے اور اُنسے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور ولید کے حق میں نازل نہیں ہوئی بلکہ لبید کی جگہ اس کے باپ عقبہ ابن ابی معیط کے حق میں اُتری ہے

صاحب تفسیر کشاف اور اسباب نزول نے اس روایت کو حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اسناد سے لکھا ہے اس آیہ کی سبنت حسان ابن ثابتؓ کی ایک نظم اجتک یادگار ہے جسکو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

انزل اللہ الکتاب عزیز فی علی وفی الولید قرآنا
فتبوا لبد من ذاک فسقا وعلی مبتوء ایمانا
لیس من کان مومنا عرف اللہ کمن کان فاسقا خوانا
سوف یجزی الولید خزیا نارا وعلی لاشک یجزی جنانا
فعلی یلقی لدی اللہ عزا والولید یلقی ھناک ھوانا

خدا نے عزت والی کتاب کو علی علیہ السلام اور ولید کے حق میں اُتارا اور ولید کا فسق ٹھکانا جتایا اور علی علیہ السلام کا ایمان ٹھکانا بتایا۔ نہیں ہے وہ شخص جو ایمان والا ہے اور جس نے خدا کو پہچانا مثل اُس کے فاسق ونا جر اور خاین ہے عنقریب ولید دوزخ میں رسوا کیا جائے گا اور علی علیہ السلام کو بیشک جنت میں جزا ملیگی پس علی علیہ السلام خدا سے عزت کے ساتھ ملیں گے اور ولید وہاں رسوا ہوگا دسویں تاریخ غمری حضرت علی علیہ السلام صفحہ ۲۰ جلد اول

اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ و

الیوم الاخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ

سورۂ توبہ) کیا اگردانتے ہو تم حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کی تعمیر اس شخص کے مانند جو اللہ اور دنیا مت پر ایمان لایا اللہ کی راہ میں جہاد کیا - نہیں ہیں وہ لوگ برابر اللہ کے نزدیک۔

عن اخرج ابو حاتم وابو الشیخ وعبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن جریر وابن منده والثعلبی فی تفسیرہ والواحدی فی اسباب النزول والقرطبی وابن اثیر فی جامع الاصول والنسائی فی سنن السیوطی فی الدر المنثور والحافظ ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ قالوا ان علیا والعباس وطلحۃ ابن ابی شیبہ افتخروا فقال طلحۃ انا صاحب البیت مفاتحہ بیدی ولو شئت کنت فیہ فقال العباس انا صاحب السقایۃ والقائم علیہا فقال علی علیہ السلام لا ادری لقد صلیت ستۃ اشہر قبل الناس وانا صاحب الجہاد فی سبیل اللہ فانزل اللہ تعالیٰ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ والیوم الآخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یستون عند اللہ

ابو حاتم - ابو الشیخ - عبد الرزاق - ابن ابی شیبہ - ابن جریر - ابن منده - امام ثعلبی - امام واحدی - قرطبی ابن اثیر - امام نسائی - امام سیوطی اور حافظ ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عباس اور طلحہ ابن ابی شیبہ باہم مفاخرت کرنے لگے - طلحہ نے کہا میں خانہ کعبہ کا متولی ہوں اور اگر چاہوں تو میں اسی رہا کروں - عباسؓ کہنے لگے میں زمزم کا متولی ہوں (اور اگر میں چاہوں) اور اسکا نگہبان ہوں پس جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے کہا میں نہیں جانتا - میں نے چھ مہینے بیشتر لوگوں سے نماز پڑھی ہے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنیوالا ہوں پس خدائے تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

جو لوگ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں رات کو اور دن کو پوشیدہ اور ظاہر پس اس کے لئے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور انکو ڈر نہیں اور نہ وہ غم کھائیں گے

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قولہ تعالیٰ شانہ الذین ینفقون اموالھم قال نزلت فی علی علیہ السلام کانت معہ اربعۃ دراھم فانفق فی اللیل درھما وفی النھار درھما۔

وفی سرہ درھما وفی العلانیۃ درھما فانزل اللہ تعالے ھذہ الآیۃ۔ اخرجہ الواحدی والطبرانی فی الکبیر وابوبکر ابن مردویہ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے ان کے پاس چار درہم تھے ایک درہم انہوں نے رات کو خدا کی راہ میں دیا۔ ایک درم دن کو۔ ایک درم چھپا کر دیا اور ایک درم دکھلا کر پس خدائے تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سال سائل بعذاب واقع للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی معارج

(سورۂ معارج) ایک مانگنے والے نے ایک عذاب کو مانگا جو ہونیوالا ہے کافروں کے لئے کوئی اسکا دفع کرنے والا نہیں ہے۔ عذاب اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی سیڑھیوں والا ہے۔

نقل الامام ابواسحاق الثعلبی فی تفسیرہ ان سفیان ابن عیینۃ سئل عن قولہ تعالیٰ سال سائل بعذاب واقع فیمن نزلت فقال للسائل لقد سئلتنی عن مسئلۃ ماسالنی احد عنھا قبلک حدثنی الامام ابو جعفر علیہ السلام عن آبائہ علیہم السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما کان بغدیر خم نادی الناس فاجتمعوا فاخذ بید علی علیہ السلام وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فشاع فطار فی البلاد وبلغ ذالک الحارث ابن نعمان الفہری فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاناخ راحلتہ فنزل عنھا فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرتنا عن اللہ عزوجل ان نشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقبلناہ منک وامرتنا ان نصلی خمسا فقبلناہ منک وامرتنا بالزکوٰۃ فقبلناہ منک وامرتنا بالصوم رمضان فقبلناہ منک وامرتنا بالحج فقبلناہ منک ثم لم ترض بھذا حتی رفعت بضبعی ابن عمک تفضلہ علینا فقلت من کنت مولاہ فعلی مولاہ فھذا شئی منک ام من اللہ عزوجل فقال النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی لا الٰہ الا ھو ان ھذا من اللہ عزوجل فولی الحارث بن نعمان الفہری یرید راحلتہ وھو یقول اللھم ان کان ما یقول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم ما وصل راحلتہ حتی رماہ اللہ عزوجل بحجر سقط علی ھامتہ فخرج من دبرہ فقتلہ فانزل اللہ عزوجل سال سائل بعذاب واقع لیس لہ دافع للکافرین لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج

ترجمہ امام ابو اسحاق ثعلبی اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ سفیان بن عیینہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ آیت

کس کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگے تو نے مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھا ہے کہ تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھا تھا۔ امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ جب غدیر خم کے چشمہ پر لوگوں کو ایک جمع فرما کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حدیث من کنت مولاہ کو ارشاد فرمایا اور یہ حدیث سب کہیں پہنچ گئی تو حارث ابن نعمان فہری یہ سنکر حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ کی خدمت میں آیا دوڑتا ہوا اور اپنی اونٹنی کو بٹھا کر کہنے لگا یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ نے ہم سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دینے کو کہا۔ ہم نے آپ کی اس بات کو بھی مان لیا اپنی نبوت کی گواہی کا حکم دیا ہے ہم نے اسکو بھی مان لیا پھر آپ نے پانچ وقت کی نماز کا حکم دیا وہ بھی ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے رمضان کے روزوں کا فرمان دیا وہ بھی مان لیا۔ پھر آپ نے زکواۃ کا حکم کیا۔ وہ بھی مان لیا۔ پھر آپ نے حج کرنے کو کہا وہ بھی مان لیا ان باتوں پر بھی آپ راضی نہ ہوئے تو پھر آپ نے اپنے ابن عم کا بازو پکڑ کر اُٹھا لیا اور ان کو ہم پر فضیلت دی اور من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمایا۔ آیا یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی طرف سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اسکی جس کے سوا کوئی خدا نہیں یہ حکم خدا ہے حارث ابن نعمان یہ کہتا ہوا اپنی اونٹنی کی طرف لوٹا کہ خدایا کہا اگر جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ سچ ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا یا ہمیں دردناک عذاب پہنچا جب وہ اونٹنی کے پاس پہنچا خدائے سبحانہ نے اسپر ایک آسمان سے پتھر پھینکا جو اسکے سر پر لگا اور دُبر کی راہ سے نکل گیا۔ پس خدا تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی

یاایھا الرّسول بلغ ما انزل الیک من ربّک

(سورہ مائدہ) اے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہنچا دی اس چیز کو جو تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس حدیث کے تمام وکمال اسناد طولانی شرح وبسط کے ساتھ ہم غدیر خم کے واقعہ میں لکھ چکے ہیں۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

(سورۂ مائدہ) آج میں نے کامل کیا دین تمہارا اور تمام کی اپنی نعمت تم پر

اس آیت کے متعلق بھی تمام حالات ہم غدیر خم کے واقعات میں لکھ چکے ہیں

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریّہ

سورہ بینہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں سب خلقت سے بہتر ہیں۔

عن جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقبل علی علیہ السلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد اتاکم اخی ثم التفت الی الکعبۃ فضربھا بیدہ ثم قال والذی نفسی بیدہ وان ھذا وشیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ ثم قال انہ اولکم ایمانا معی واوفاکم بعھد اللہ واقوامکم بامر اللہ واعدلکم فی الرعیۃ واعظمکم عند اللہ مزیۃ واقسمکم بالسویۃ قال فنزلت ھذہ الایۃ ان الذین الخ قال فکان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اقبل علی علیہ السلام قالوا قد جاء خیر البریۃ (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب وابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور)

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جناب رسولخدا صلعم کے حضور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے۔ حضرت ہم سے ارشاد فرمانے لگے کیا تمہارے پاس میرا بھائی آرہا ہے پھر آپ نے کعبہ کی طرف متوجہ ہوکر اسپر ہاتھ مارا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ اور یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز یہی لوگ جنت میں پہنچنے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا تحقیق یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ کے عہد کو پورا کرنیوالا ہے اور خدا کے حکم پر تم سب سے زیادہ رعیت کے حق میں عدل کرنیوالا ہے اور تم سب اللہ کے نزدیک بزرگی والا ہے تم سب سے زیادہ تقسیم کرنیوالا ہے پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے الخ جابر ابن عبد اللہ کہتے ہیں پھر جبکہ جناب علی مرتضی علیہ السلام تشریف لاتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اصحاب کہتے تھے کہ بہترین خلق تشریف لارہے ہیں۔

اسی روایت کو تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھا ہے اور ایسی تبدیل کے ساتھ اسکو پھر علامہ خوارزمی مناقب میں اور ابن مردویہ اور علامہ سیوطی نے درمنثور میں زید ابن شرجیل الانصاری کی اسناد سے لکھا ہے اور ابن عدی نے ابی سعید خدری کی اسناد سے لکھا اس روایت کو مرفوع لکھا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

سورہ مریم۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کرگئے البتہ کرے گا رحمن ان سے محبت

عن البراء ابن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی علیہ السلام قال اللھم اجعل لی من عندک عھدا واجعل لی فی صدور المومنین مودۃ فانزل اللہ تعالی ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا اخرجہ احمد والبخاری وابو داؤد فی السنن والحمیدی

فی جمیع بین الصحیحین وعبدری فی کتابہ جمیع بین الصحاح الستۃ وصاحب المشکوٰۃ عن الصحیح الترمذی والحافظ ابونعیم والثعلبی وابن مردویہ وسبط ابن جوزی وحافظ ابن حجر ا

براء ابن عازب سے منقول ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے کہ یا علی علیہ السلام دعا کرو اور کہو کہ اے میرے پروردگار اپنے پاس سے مجھے ایک عہد عطا فرما اور مومنوں کے دلوں میں میری محبت ڈال دے پس خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی -

حافظ سلفی نے اس کی شان نزول کو محمد ابن حنفیہ کے اسناد سے اور فقیہہ ابن المغازلی نے حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ کی اسناد سے مختلف روایات کے عبارت میں لکھا ہے -

من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد

(سورۂ بقر) بعض لوگوں میں ایسے ہیں جو بیچتے ہیں اپنی جان کو خدا کی رضا مندی کے لئے اور اللہ شفقت کرنے والا ہے اپنے بندوں پر

نقل الامام حجۃ الاسلام محمد الغزالی فی احیاء العلوم الدین ان لیلۃ مات علی علیہ السلام علی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوحی اللہ تعالیٰ الی جبرئیل ومیکائیل انی اخیت منکما وجعلت عمر احدکما اطول من الآخر فایکما یوثر صاحبہ بالحیوٰۃ فاختارو وکلوا احدہما الحیوٰۃ فاوحی الیہما فلا کنتما مثل علی اخیت بینہ وبین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فبات علی علیہ السلام علی فراشہ ویوثر بالحیوٰۃ فاھبطا الی الارض فاحفظاہ من عدوہ فکان جبرئیل علی عند راسہ ومیکائیل عند رجلہ ینادی بخ بخ لک یابن ابیطالب علیہ السلام یباھی اللہ ویک الملائکۃ فانزل اللہ تعالیٰ عزوجل ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ والحافظ ابونعیم فی الحلیہ

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ جب شب ہجرت میں جناب امیر علیہ السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرش مبارک پر سوئے پروردگار عالم نے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم دونوں میں کسی ایک کی عمر زیادہ ضرور بنائی ہے تم دونوں میں سے ایسا کوئی ہے کہ اپنی عمر کا حصہ اپنے دوسرے بھائی کو دے دونوں فرشتوں نے اپنی عمر کی کوتاہی کو گوارا کیا خدا نے سبحانہ تعالیٰ نے کا حکم ہوا کہ تم دونوں علی (روحی لہ الفداء وسلام اللہ علیہ) کے مثل ہرگز نہیں ہو - میں نے اسکو اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا بھائی بنایا ہے دیکھو وہ اپنے بھائی کے بستر پر سو رہا ہے اور اپنی جان کو میرے رسول صلی اللہ علیہ والہ پر فدا کرتا ہے اور اپنی زندگی کو اوپر قربان کر رہا ہے تم دونوں زمین پر جاکر اُسکو دشمنوں سے بچاؤ حضرت جبرئیل جناب امیر علیہ السلام کے سرمبارک کیطرف اور حضرت میکائیل پاؤں کی طرف اوترے اور تمام رات اُن کی حفاظت کرتے رہے اور پکارتے رہے شاباش ای ابن ابیطالب علیہ السلام خدا اور اُس کے فرشتے یترے اوپر فخر کرتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔

مرج البحرین یلتقیان ویخرج منھما اللؤلؤ والمرجان

(سورۂ الرحمان) عن انس ابن مالک فی قولہ تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان قال ھو علی علیہ السلام وفاطمۃ علیھا السلام ویخرج منھما اللؤلؤ والمرجان قال الحسن والحسین علیھم السلام (رواہ صاحب کتاب الدر) سوانح عمری ص ۶۳

انس بن مالک سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں کہ ملتے ہیں دو دریا انہیں روایت ہے کہ دو دریا جناب امیر علیہ السلام اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا اور نکلے اُنسے موتی اور مونگے یہ جناب حسنین علیہ السلام ہیں۔

واجعل لی لسان صدق فی الاٰخرین (سورہ شعرا)

ترجمہ۔ بنا میرے لئے ایک سچ کی زبان پچھلوں میں

عن ابی عبد اللہ جعفر ابن محمد ن الباقر علیہ السلام قال لسان الصدق ھو علی ابن ابیطالب علیہ السلام لما عرضت ولایتہ علی ابراھیم علیہ السلام فقال اللھم اجعل من ذریتی ففعل اللہ اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ

جناب امام ابو عبد اللہ جعفر صادق ابن محمد باقر علیہم السلام سے مروی ہے کہ سچ کی زبان جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں جب اُن کی ولایت کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا اُنھوں نے جناب الٰہی کی درگاہ میں دعا کی کہ اے پروردگار اُنکو میری ذریت میں بنا پس خدا نے ایسا ہی کیا

والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین اٰمنو (سورۃ العصر)

قسم ہے اترتے دن کی بیشک انسان نقصان میں ہے۔ مگر جو ایمان لائے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ان الانسان لفی خسر ابا جھل والا الذین اٰمنو علی علیہ السلام

وسلمان رضی اللہ عنہ اخرجہ حافظ ابونعیم وابوبکر ابن مردویہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک انسان نقصان میں ہے اس سے مراد ابی جہل ہے مگر جو ایمان لائے ان سے مراد علی علیہ السلام ہیں اور سلمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی سورہ والنجم

قسم ہے اس ستارہ کی جو ٹوٹا تمہارا صاحب نہ گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا

عن ابی الحمراء حبۃ العرنی قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسد الابواب التی فی المسجد شق علیہم قال حبۃ کانی لانظر الی حمزۃ ابن عبد المطلب وھو تحت قطیفۃ حمراء وعیناہ تذرفان ویقول اخرجت عمک وابابکر وعمر وعباس واسکنت ابن عمک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قد شق علیہم فدعا الصلوٰۃ جامعۃ فصعد المنبر فلم یسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبۃ کان ابلغ منہا تمجیدا وتوحیدا فلما فرغ قال یا ایہا الناس واللہ ما انا سددتھا ولا انا فتحتھا ولا انا اخرجتکم واسکنتہ وافرأ والنجم الخ (ابن مردویہ والسیوطی)

حبۃ عرنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ان دروازوں کے بند کر دینے کا حکم دیا جو مسجد میں تھے۔ لوگوں پر بہت شاق گذرا۔ حبہ کہتے ہیں کہ اب تک میری آنکھوں کے سامنے وہ آسمان گھوم رہا ہے کہ حمزہ ابن عبد المطلب سرخ لنگی اوڑھے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں آپ نے اپنے چچا اور ابو بکر اور عمر اور عباس کو مسجد سے نکال دیا ہے اور اپنے چچیرے بھائی کو رکھ لیا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے نماز جماعت کی منادی کرائی اور منبر پر چڑھ گئے ایسا فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید اور توحید میں ویسا خطبہ نہیں سنا گیا۔ پھر فرمایا اے لوگو میں نے ان دروازوں کو بند نہیں کیا ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تمکو نکالا ہے اور نہ اسکو رکھ لیا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا ہے۔

مگر علامہ ابن المغازلی اور صاحب ینابیع المودۃ وذخائر العقبیٰ نے اس آیہ کریمہ کی شان نزول میں دوسری روایت بیان کی ہے جو قریب قریب علمائے امامیہ کی روایات سے ملتی ہے اسلئے ہم اسکو زیادہ معتبر سمجھ کر ذیل میں درج کرتے ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا جلوسا بمکۃ مع طائفۃ من شبان قریش وفینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا انقض نجم فقال علیہ سلام اللہ من انقض ھذا النجم فی منزلہ

فھو وصی من بعدی فقاموا وانظروا وقد انقض فی منزل علی علیہ السلام فقالوا قد ضللت فی علی علیہ السلام فنزلت والنجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم وما غوی۔ اخرجہ ابن المغازلی وصاحب ینابیع وذخائر العقبیٰ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ مکہ میں جوانان قریش کے ایک گروہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی ہم میں تشریف رکھتے تھے ناگاہ ایک تارہ ٹوٹا پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تارہ جس شخص کے گھر میں گرے گا وہ میرے بعد میرا وصی ہوگا یہ سنکر لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور دیکھنے لگے وہ ستارہ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے گھر میں گرا۔ پس لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا (معاذ اللہ) آپ علی علیہ السلام سے سب دھوکا کھاتے ہیں پس یہ آیت نازل ہوئی قسم ہے تارے کی جو ٹوٹا نہیں گمراہ ہوا تمہارا صاحب اور نہ بھٹکے گا

وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا

(فرقان) اور وہ اللہ ہے کہ جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی کو پھر بنایا اس کے لئے باپ کے رشتہ والوں اور سسرال کے رشتہ کو

عن محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فی قولہ تعالیٰ ھو الذی خلق الخ قال انھا نزلت فی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابیطالب علیہ السلام فکان لہ نسبا وصھرا (کفایت المطالب العلامۃ علی اللہ ابن یوسف الکنجی الشافعی

محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ کریمہ کے شان نزول میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے اور جناب علی علیہ السلام کے حق میں کہ وہ نسب کی وجہ سے ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ہیں اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے شوہر ہونے کے سبب سے آپ ان کے لئے سسرال کا رشتہ ہیں۔

اخوانا علی سرر متقابلین

بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے (سورۃ الحجر)

عن زید ابن اوفی ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی علیہ السلام انت معی فی قصری فی الجنۃ مع فاطمۃ ابنتی علیہا السلام وانت اخی ورفیقی ثم تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و

اخوانا علی سرر متقابلین اخرجه احمد

زید ابن اوفی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد کیا کہ تو میرے ساتھ میرے گھر میں قیامت کے روز جنت میں میری بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ہوگا اور تو میرا بھائی اور رفیق ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا۔

ابن مردویہ نے اس آیت کو ابوہریرہ کی اسناد سے لکھا ہے۔

هو الذی ایدك بنصره و بالمومنین (سورۂ انفال)

وہ خدا ہے جس نے تیری تائید کی اپنی اور مومنوں کی مدد سے۔

عن ابی هریره فی قوله تعالیٰ هو الذی ایدك بنصره و بالمومنین قال رسول صلی الله علیه وآله وسلم مکتوب علی العرش لا اله الا الله وحده لا شریك له محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی ابن ابیطالب علیه السلام (اخرجه ابونعیم فی الحلیه والسمعانی والسیوطی فی الدر المنثور)

ابوہریرہ سے منقول ہے اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں کہ اُسنے تائید کی تیری اپنی اور مومنوں کی مدد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا کہ نہیں ہے خدا کے سوا کوئی معبود درانحالیکہ وہ واحد ہے کوئی اُسکا شریک نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے ساتھ اس کی تائید کی۔

واقیموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وارکعوا مع الراکعین

قائم رکھو تم نماز کو اور دو تم زکوٰۃ کو اور جھکو تم جھکنے والوں کے ساتھ (سورۃ البقرا)

عن مجاهد عن ابن عباس قال نزلت هذه الایة فی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعلی علیه السلام خاصة و هما اول من صلے ورکع (اخرجه الطبرانی والحافظ ابونعیم وابن المغازلی وسبط ابن جوزی

مجاہد ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام کے حق میں خاصکر نازل ہوئی ہے اور انہیں دونوں صاحبوں نے اول نماز پڑھی اور یہی دونوں پہلے جھکے ہیں۔

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار

سورہ توبہ جو لوگ قدیم ہیں پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ شانہ والسابقون الاولون قال سبق یوشع بن نون الی موسیٰ علیہ السلام وصاحب الیاسین الی عیسیٰ علیہ السلام وسبق علی ابن ابیطالب علیہ السلام الی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ الثعلبی والطبرانی وابن مردویہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ یوشع ابن نون نے جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف اور الیاسین یعنی حواریوں کے دوست نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کیطرف اور جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرف اسلام لانے میں سبقت کی ہے۔

فاما نذهبن بك فانا منهم منتقمون (سورۃ الزخرف)

پس اگر ہم تجھ کو لے گئے تو ہمکو ان سے بدلہ لینا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاما نذهبن بك فانا منهم منتقمون نزلت فی علی علیہ السلام انہ ینتقم من الناکثین والقاسطین والمارقین من بعدی (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ والدیلمی والسیوطی فی الدر المنثور

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ ناکثین۔ قاسطین۔ اور مارقین سے میرے بعد انتقام لیں گے۔

حافظ ابونعیم اصبہانی نے اس روایت کو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی اسناد سے لکھا ہے۔

وجنات من اعناب وزرع ونخيل صنوان وغير صنوان يسقى بماء واحد

(سورہ رعد) اور باغ ہیں انگوروں کے اور کھیتیاں اور کھجوریں ہیں ایک جڑ میں یعنی ایک تھالے میں پانی جاتی ہے۔ ایک پانی سے۔

عن جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہما انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول الناس من شجر شتی وانا وانت یا علی علیہ السلام من شجرۃ واحدۃ ثم قرء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجنات من اعناب اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ وھو صحیح علی رای الحاکم۔

جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے) فرماتے ہوئے سنا ہے
کہ لوگ متفرق شجروں سے ہیں اور میں اور تو یا علی علیہ السلام ایک شجرے سے ہیں پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ سورۃ التحریم

اس دن اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول ما یکسی
من حلل الجنۃ ابراھیم لخلتہ من اللہ عزوجل ثم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانہ صفوۃ اللہ
ثم علی علیہ السلام یزف بینھما الی الجنان ثم قرء ایوم لا یخزی اللہ الخ ابن مردویہ
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے روز
جناب ابراہیم علیہ السلام بباعث خلیل اللہ ہونے کے جنت کے لباس سے ملبوس ہوں گے پھر جناب محمد مصطفٰے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیونکہ وہ برگزیدہ درگاہ الٰہی ہیں پھر علی علیہ السلام کو اور وہ ان دونوں کے درمیان
جنت میں ٹہلتے ہوں گے پھر آنحضرت نے اس آیت کو پڑھا

وکفی اللہ المومنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا

سورۃ الاحزاب۔ اور مدد کی اللہ نے مومنوں کی لڑائی میں اور اللہ ہی زور آور زبردست۔
عن عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان یقرء اھذ الحروف وکفی اللہ المومنین القتال
بعلی وکان اللہ قویا عزیزا اخرجہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن عساکر والسیوطی فی الدر
المنثور
عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس روایت کو یوں پڑھا کرتے تھے کہ کفایت کی اللہ نے مومنوں کی لڑائی
میں۔ علی علیہ السلام کے ساتھ اور اللہ ہے قوی عزت والا۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والآصال

(سورۃ النور) ان گھروں میں کہ اللہ تعالٰی
نے ان کے بلند کئے جانے اور ان میں اپنے نام کے ذکر کئے جانے کا حکم کیا ہے صبح و شام انہیں اس کے سامنے
رضا کے لئے، تسبیح کرتے ہیں

عن انس و بریدہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیوت اذن اللہ الخ فقال رجل ای بیوت ھذہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال بیوت الانبیاء فقال ابو بکر ھذا البیت منھا واشار الی بیت علی و فاطمہ علیہما السلام قال نعم من افاضلھا اخرجہ ابن مردویہ والسیوطی

انس بن مالک اور بریدہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا آیت پڑھی ایک شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کن گھروں سے مراد ہے آپ نے فرمایا انبیا کے گھروں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گھر یعنی جناب امیر اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہم کا انہیں گھروں میں سے ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ ان کی بہترین میں سے ہے۔

یا ایھا لاہ وعدا حسنا فھو لاقیہ (سورۃ القصص)

یس جس کے ساتھ کہ ہمنے وعدہ کیا ہے وہ اسکو ملیگا۔

عن مجاھد رح قال نزلت ھذہ الآیۃ فی علی علیہ السلام وحمزہ رضی اللہ عنہ اخرجہ المحب الطبری،

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام اور حمزہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ

قال الواحدی فی کتابہ المسمی باسباب نزول القرآن نزلت ھذہ الآیۃ فی علی علیہ السلام وحمزہ علیہ السلام وقست قلوبھم ابو لھب واولادہ وھکذا ذکرہ ابو الفرج ابن جوزی

امام واحدی اپنی کتاب اسباب نزول القرآن میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جسکا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو سو وہ نور ہیں اپنے رب کے جناب علی مرتضی علیہ السلام اور حضرت حمزہ علیہ السلام کی شان میں اُتری ہے اور وہ جس کا دل سخت ہو گیا اور وہ ابو لھب اور اس کی اولاد ہے علامہ ابو الفرج ابن جوزی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا یقیمون الصلوٰۃ

ویوتون الزکوۃ وھم راکعون (سورہ مائدہ)

بجز اس کے اور نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور اسکا رسول ہے (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اے وہ لوگو کہ ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور زکواۃ دیتے ہیں۔ اسحالت میں کہ وہ رکوع کئے ہوئے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کان جالسا علی شفیر زمزم یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا اقبل رجل متعم بعمامۃ فجعل ابن عباس رضی اللہ عنہ لا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا قال الرجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ابن عباس سالتک باللہ من انت فکشف العمامۃ عن وجہہ وقال یا ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی فانا ابوذر الغفاری سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاتین والا فصمتا ورایتہ بھاتین والا فعمیتا یقول عن علی علیہ السلام قائد البررۃ وقاتل الکفرۃ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ اما انی صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوما من الایام الظھر فسال سائل فی المسجد فلم یعطہ احد شیئا فرفع السائل یدیہ الی السماء وقال اللھم اشھد انی سالت فی مسجد نبیک ولا یعطی احد شیئا وکان علی علیہ السلام فی الصلواۃ راکعا فاومی الیہ بخنصرہ الیمنی وفیھا خاتم فاقبل السائل فاخذ الخاتم من خنصرہ فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طرفہ الی السماء فقال اللھم ان اخی موسی سالک فقال رب اشرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری فانزلت علیہ قرانا سنشد عضدک ونجعل لکما سلطانا اللھم انی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیک وصفیک اللھم فاشرح لی صدری ویسرلی امری واجعل لی وزیرا من اھلی علیا علیہ السلام اشدد بہ ازری قال ابوذر رضی اللہ عنہ فما استتم دعاہ حتی اتی جبرئیل علیہ السلام من عند اللہ وقال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین یقیمون الخ (اخرجہ ابو اسحق الثعلبی)

ایک دفعہ ابن عباس رضی اللہ عنہ چاہ زمزم کے کنارے بیٹھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیثیں بیان کر رہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص عمامہ پوش نکلا ابن عباس نے حدیث بیان کرنے میں توقف کیا وہ شخص حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرنے لگا۔ ابن عباس کہنے لگے اے شخص میں تجھے خدا

کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ سچ بتا کون ہے اس نے اپنا چہرہ کھولدیا اور کہا اے لوگو جنے مجھے پہچانا ہو وہ اور جنے نہ پہچانا ہو وہ پہچان لے کہ میں ابوذر غفاریؓ ہوں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ان دونوں کانوں کے ساتھ سُنا ہے ورنہ یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اور ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ورنہ یہ دونو بے نور ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کی شان میں فرماتے تھے کہ وہ نیکوکاروں کا پیشوا ہے اور بدکاروں کا قاتل ہے۔ فتحمند ہوا وہ شخص کہ جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا وہ شخص جنے کہ اسکو چھوڑا میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھتا تھا ایک سائل نے آکر سوال کیا کسی نے اُسے کچھ نہ دیا سائل آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھاکر کہنے لگا اے خدا گواہ رہو میں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مسجد میں سوال کیا تھا مجھ کسی نے کچھ نہ دیا جناب امیر علیہ السلام رکوع میں تھے سائل کی طرف اپنے دہنے ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کیا اسمیں انگوٹھی تھی۔ سائل نے بڑھ کر اتار لی یہ ماجرا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھ کر دعا کی الہیٰ میرے بھائی علی علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام نے تجھ سے دعا کی تھی کہ اے میرے پروردگار میرے سینہ کو کھول اور میرے کام کو سہل کر میرے دل کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری باتیں سمجھ سکیں اور میرے گھر کے لوگوں کو میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اسی کی وجہ سے میری پشت کو قوی کر اور اسکو میرے کام میں میرا شریک بنا۔ پس الہیٰ تو نے اپنا قرآن مجھ پر نازل کیا کہ ہم تیرے بھائی کی وجہ سے تیرے بازو کو قوی کریں گے اور تم دونوں کو غالب بنائیں گے الہیٰ میں محمد ہوں (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اور تیرا نبی برگزیدہ ہوں۔ پس میرے سینہ کو بھی کھولدے اور میرے کام کو بھی آسان کردے اور میرے گھر والوں میں سے علی علیہ السلام کو میرا وزیر بنا اور اسکی وجہ سے میری پشت کو قوی کر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دعا کو ختم نہیں فرمایا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام خدا کے پاس تشریف لائے اور کہنے لگے یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس آیہ کریمہ کو پڑھو۔ بجز اس کے نہیں کہ تمہارا رفیق اللہ اور رسول ہے اور وہ جو لوگ ایمان لائے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں دراں حالیکہ رکوع کئے ہوں۔

اول، **حسان بن ثابت** رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کو اپنی دو نظموں میں منظوم کیا ہے۔ جسکو ہم علامہ ابوبکر ابن مردویہ اور علامہ خوارزمی اور علامہ سبط ابن جوزی کی معتبر اور مستند کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

ایا حسن تفدیک روحی و مہجتی — وکل بطیی فی الھدی والمسارع — فانت الذی اعطیت اذ انت راکعا
فدتک نفوس الخلق یا خیر راکع — بخاتمک المیمون یا خیر سید — یا خیر ساجد ثم یا خیر راکع

فانزل فیک اللہ خیر ولایۃ ۔ وبینہا فی محکمات التراٸع

اے ابو الحسن علیہ السلام تجھ پر میری روح اور جان قربان ہو اور ہر ایک ایسے شخص کی جو ہدایت میں کندی اور تیزی کرنے والا ہے ۔ پس تو وہ ہے کہ جس نے رکوع کی حالت میں بخشا ۔ عام لوگوں کی جان تجھ پر فدا ہو اے تمام رکوع کرنیوالوں سے بہتر بخشی تو نے انگوٹھی اے قوم کے بہتر اور سردار ۔ اے تمام سجدہ اور رکوع کرنیوالوں سے بہتر ۔ پس خدا نے تیری ولایت میں نص کو نازل کیا اور اسکو شریعت کے محکمات سے بیان کیا ۔

(دوم) ولہ رضی اللہ عنہ

من ذا یجاصم بقدو راکعا ۔ واسر فی نفسہ اسرارا ۔ من کان بات علی فراش محمد
ومحمد اسری نجوی الغارا ۔ ومن کان فی القرآن سمی مؤمنا ۔ فی تسعین آیات تلین غزارا

کون اس سے جھگڑ سکتا ہے جسنے رکوع کی حالت میں بخشش کی ہے اور خدا نے اپنے اسرار کو اس کی نفس میں ودیعت رکھا ہے اس کے سوا کون شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بستر مبارک پر سویا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غار کیطرف تشریف لیجا رہے تھے اس کے سوا خدا نے کس کو قرآن مجید کی ۹۰ آیتوں میں مومن کہا ہے اور پڑھتا ہے تو ان کو رکوع اور سجود میں

اس کو علاوہ ان علماء کے جو اوپر لکھے گئے ہیں امام واحدی نے کتاب اسباب نزول القرآن میں اور حافظ ابن اثیر نے جامع الاصول میں بحیح امام نسائی اور ابن جوزی کی اسناد سے لکھا ہے ۔

یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ ذالک خیر لکم (سورہ مجادلہ)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جس وقت کہ تم لوگ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے راز کھولو تو راز کہنے سے پہلے صدقہ دو تمہارے لئے یہ بہتر ہے ۔

عن علی علیہ السلام قال لما نزلت یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول الخ قال صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لعلی علیہ السلام امرھم ان یتصدقوا قال لکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال بدینار قال لا یطیقونہ قال فنصف دینار قال لا یطیقونہ قال فکم قال فشعیرۃ قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انک لزھید فانزل اللہ تعالی ءاشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقات الآیۃ وکان یقول بی خفف عن ھذہ الآیۃ اخرجہ النسائی والثعلبی والواحدی ۔

جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب آیۂ نجویٰ نازل ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ لوگوں سے جا کہو کہ صدقہ دیا کریں میں نے عرض کی کہ اسقدر لوگوں میں طاقت دینے کی نہیں ہے فرمایا کس قدر دے سکتے ہیں۔ کہا ایک دینار کہ کس قدر دیا کریں فرمایا ایک دینار۔ میں نے عرض کی کہ لوگوں میں اسقدر دینے کی طاقت نہیں ہے۔ فرمایا نصف دینار۔ میں نے عرض کی اسقدر دینے کی بھی طاقت نہیں ہے پھر فرمایا کس قدر دے سکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جو بھر سونا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بہت ڈرنیوالا ہے۔ پس حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ ڈر گئے تم راز کہنے سے پیشتر صدقہ دینے سے۔ پس جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ میری وجہ سے اس امت پر تخفیف ہوئی ہے۔

اس روایت کو طولانی عبارت علامہ حرزی تفسیر مدارک میں لکھا ہے۔ مگر علمائے شریعت اہلبیت علیہم السلام نے اس کی شان نزول میں دوسری روایت لکھی ہے۔

والسابقون السابقون اولئك المقربون فی جنات النعیم سورۂ واقعہ

جو سب سے آگے والے ہیں وہی ہیں نعمتوں میں سب سے نزدیک۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قول تعالیٰ والسابقون السابقون الخ فقال لی جبرئیل ذاک علی علیہ السلام اخرجہ ابن مردویہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی آپ نے فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ علی علیہ السلام ہیں۔

اذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا واذا خلوا الی شیطینہم قالوا معکم انما نحن مستہزءون

(سورہ بقر) جب وہ ملتے ہیں اُن لوگوں سے جو ایمان لائے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں اور جب وہ اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہنسی کرنیوالے ہیں۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان عبد اللہ ابن ابی واصحابہ خرجوا فاستقبلہم نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال عبد اللہ ابن ابی لاصحابہ انظروا کیف ارد ھولاء السفہاء عنکم فاخذ بید علی علیہ السلام فقال عبد اللہ مرحبا یا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وختنہ وسید بنی ھاشم ما خلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال علی علیہ السلام یا عبد اللہ

اتق اللہ ولا تنافق فان المنافق اشر خلق اللہ فقال مھلا یا ابالحسن علیہ السلام ان ایماننا کایمانکم ثم تفرقوا فقال ابن ابی لاصحابہ کیف رایتم ما فعلت فاتوا علیہ خیرا ونزل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واذا لقو الذین الخ (اخرجہ ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ ابن اُبی اپنے دوستوں کے ساتھ آ رہا تھا راستہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند اصحاب کو آتے دیکھا اپنے دوستوں سے کہنے لگا دیکھو میں ان بیوقوفوں کو کس طرح تم سے ٹالتا ہوں ان اصحاب کرام میں جناب علی مرتضی علیہ السلام بھی تھے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ شاباش اے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ابن عم اور اُن کی تمام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سوا تمام بنی ہاشم کے سردار جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے عبد اللہ خدا سے خوف کر اور منافقت مت کر بیشک منافق تمام خلقت کا شریر ہے اُس نے جواب دیا اے ابو الحسن علیہ السلام چھوڑ دو ہمارا ایمان تو تمہارے ایمان کی طرح ہے یہ کہ کر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس سے ہٹ گئے اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا۔ تم نے دیکھا میں نے ان کے ساتھ کیا کیا ہے سب نے اس کی تعریف کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی۔

والذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا

سورۂ احزاب۔ جو لوگ کہ اذیت دیتے ہیں مومنین اور مومنات کو بغیر کسی قصور کے وہ لوگ صریح گناہ اور بہتان اٹھاتے ہیں۔

عن مقاتل بن سلیمان قال انہ نزلت فی علی علیہ السلام وذکر ان نفرا من المنافقین کان یوذونہ ویکذبون علیہ (اخرجہ ابن مردویہ)

مقاتل ابن سلیمان سے مروی ہے کہ یہ آیۂ کریمہ جناب امیر علیہ السلام کے اس واقعہ کی نسبت نازل ہوئی ہے کہ مدینہ کے بعض منافقین آپ کو ایذا دیتے تھے اور جھٹلاتے تھے۔

فی مقعد صدق عند ملیك مقتدر

(سورۃ القمر) بیٹھے وہ اصلی کمرہ میں اپنے اس بادشاہ کے نزدیک جیکا سب کے اوپر قبضہ ہے۔

عن ابادجانہ قال قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخبرنا ان الجنۃ محرمۃ علی الانبیاء حتی تدخلھا وعلی الامم حتی یدخلھا امتک قال بلی یا ابادجانۃ اما علمت ان للہ لواء

من نور و عمودا من یاقوت مکتوب علی ذالک بالنور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آل محمد علیہم السلام خیر البریہ وصاحب اللواء امام یوم القیمۃ وضرب بیدہ علی علیہ السلام قال فسر رسول اللہ صلعم بذلک علیا فقال الحمد للہ الذی کرمنا وشرفنا بک فقال لہ ابشر یا علی علیہ السلام ما من عبد ینتحل مودتک الا بعثہ اللہ معنا یوم القیمۃ ثم قرء فی مقعد صدق اخرجہ ابن مردویہ

ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں کہ آپ نے ہمیں خبر دی ہے کہ جبتک آپ جنت میں تشریف نہیں لیجائیں گے تب تک جنت دوسرے انبیا علیہم السلام پر حرام ہوگی اور جبتک کہ آپ کی امت اس میں داخل نہو اُسوقت تک دوسری امتیں اس میں نہیں جائیں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اے ابو دجانہ کیا تو نہیں جانتا کہ خدائے تعالیٰ کا ایک علم نور سے ہے اور عمود اُسکا یاقوت کا ہے اسمیں لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صاحب علم قیامت کے دن امام ہے۔ پھر آپ نے جناب امیر علیہ السلام کے کندھے پر ہاتھ مار کر اس امر کی تفسیر کی اور فرمایا خدا کا شکر ہے کہ جس نے تیری وجہ سے ہمیں کرامت اور شرف دیا ہے پھر ارشاد کیا خوش ہو یا علی علیہ السلام جو بندہ کہ تیری محبت رکھے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُسکو ہمارے ساتھ اُٹھائے گا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس آیہ کریمہ کو پڑھا۔

وممن خلقنا امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون (سورۂ اعراف)

ہماری خلقت میں سے ایک گروہ ہے کہ جو حق کے ساتھ ہدایت پاتے ہیں اور اسی کی طرف پھرتے ہیں

عن زاذان عن علی علیہ السلام ستفرق ھذہ الامۃ علی ثلث وسبعین فرقۃ اثنتان و سبعون فی النار وواحدۃ فی الجنۃ وھم الذین قال اللہ تعالیٰ وممن خلقنا الخ وھم انا وشیعتی (اخرجہ ابن مردویہ)

زاذان جناب امیر علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ یہ امت عنقریب تہتر فرقوں میں منقسم ہوگی بہتر فرقہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ وہی لوگ ہیں۔ جن کے حق میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس آیہ کو پڑھا اور ارشاد کیا کہ وہ ہم ہیں اور ہمارے شیعہ

طوبیٰ لھم وحسن ماٰب (سورۃ الرعد) خوشی ہے اُن کے لئے اور اچھی بازگشت

عن محمد ابن سیرین قال ھی شجرۃ فی الجنۃ اصلھا فی حجرۃ علی علیہ السلام ولیس فی الجنۃ حجرۃ الا وفیھا غصن من اغصانھا (اخرجہ ابن مردویہ)

محمد ابن سیرین سے روایت ہے کہ طوبیٰ ایک درخت ہے جنت میں - جس کی جڑ جناب امیر علیہ السلام کے گھر میں ہے اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں اُس کی شاخ نہو۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۂ نسا)

اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت کرو تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور ان کی جو صاحب امر ہوں

عن عبد الغفار ابن القاسم قال سالت جعفر بن محمد عن اولی الامر فقال کان علی علیہ السلام واللہ منہم عبد الغفار ابن قاسم سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اولی الامر کی نسبت پوچھا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا علی علیہ السلام انہیں میں سے ہیں

واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ من المومنین والمہاجرین (سورۂ احزاب)

اور قرابت والے بعض بعض سے نزدیک ہیں خدا کے کتاب میں مومنین ومہاجرین میں سے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ذالک علی علیہ السلام لانہ کان مومنا مہاجرا اذا رحم (اخرجہ ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت میں جس کا ذکر ہے وہ جناب امیر علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ مومن و مہاجر اور اہل قرابت تھے۔

وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم

(سورہ یونس) اور بشارت دی ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے ہیں تحقیق اُن کے لئے ہے قدم سچائی کا اپنے پروردگار کے پاس عن جابر بن عبد اللہ قال نزلت ھذہ الایۃ فی ولایۃ علی علیہ السلام (ابن مردویہ)

جابر ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ یہ آیت جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی ولادت کی نسبت نازل ہوئی

من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا وہم من فزع یومئذ آمنون ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوہہم فی النار (سورۂ نمل)

جو کوئی شخص لائے نیکی پس اُس کے لئے بہتر ہے اس سے اور وہ خوف سے اس دن کے امن میں ہے اور جو کوئی لائے بُرائی پس اوندھا گرایا جائے گا آگ میں۔

عن علی علیہ السلام قال الحسنۃ حبنا والسیئۃ بغضنا (ابن مردویہ)

جناب امیر علیہ السلام سے یہ آیہ وافی ہدایہ کی نسبت مروی ہے کہ نیکی ہماری محبت ہے اور برائی ہمارا بغض ہے۔

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیمٰھم (سورۃ الاعراف)

اور اعراف پر ایسے لوگ ہوں گے کہ ہر شخص کو اس کی علامت سے پہچانیں گے۔

عن علی علیہ السلام قال نحن اصحاب الاعراف من عرفناہ بسیماہ ادخلناہ الجنۃ (ابن بیع)

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اصحاب اعراف ہم ہیں جس شخص کو ہم اس کی علامت سے پہچانیں گے داخل جنت میں ہوں گے۔

اسی کو امام ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھا ہے مگر جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ اصحاب اعراف میں عباس حمزہ اور جعفر علیہم السلام کو بھی شامل کر دیا ہے۔

ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدون

(سورۃ الزخرف) جب ابن مریم کی مثال پیش کی گئی تب ہی تیری قوم چلانے لگی۔

عن علی علیہ السلام قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان فیك مثلا من عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام احبہ قوم فھلکوا فیہ وابغضہ قوم فھلکوا فیہ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المنافقون اما یرضون ان لہ مثلا من عیسیٰ فنزلت ھذہ الآیۃ واخرجہ البزار وابو یعلیٰ والحاکم والنطیری۔

جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یا علی علیہ السلام تجھ میں یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے کہ ایک قوم نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ اس میں ہلاک ہو گئی اور ایک قوم نے ان سے بغض رکھا یہاں تک کہ وہ انہیں ہلاک ہوئی پھر آپ نے فرمایا کیا منافق راضی نہیں ہے کہ اُن کے لئے عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ولتعرفنھم فی لحن القول (سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور البتہ پہچان لیگا

تو اُن کو ان کی بات کی دُھب سے۔

عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالیٰ لتعرفنھم فی لحن القول ببغضھم علی ابن ابیطالب علیہ السلام
اخرجہ ابن مردویہ ابن عساکر والسیوطی فی در المنثور

ابوسعید خدری سے روایت ہے اس آیہ کے متعلق کہ البتہ پہچان لے گا تو اُن کو بات کے ڈھب سے یعنی علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے بغض کے ساتھ

ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ اولٰئک عنھا مبعدون

(سورۂ انبیا) جنکو آگے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی اور وہ اُس سے دور رہیں گے۔

عن النعمان ابن بشیر ان علیا تلا ھذہ وقال انا منھم اخرجہ ابن مردویہ)

نعمان ابن بشیر سے مروی ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے اس آیہ کو پڑھا اور فرمایا میں انھیں میں سے ہوں

فاما من اوتی کتابہ بیمینہ

(سورۂ الحاقہ جسکو ملا اُسکا لکھا ہوا اس کے داہنے ہاتھ میں عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ فاما من کتابہ بیمینہ ھو علی ابن ابیطالب علیہ السلام (اخرجہ ابن مردویہ ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ جس کے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا وہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں۔

امام واحدی نے اپنی تفسیر میں جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ حضرت حمزہ سید الشہدا علیہ السلام کا نام بھی لکھا ہے

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

(سورۂ نحل) پس پوچھو تم اہل ذکر سے اگر نہیں جانتے ہو۔ عن جابر ابن عبد اللہ قال قال علی علیہ السلام نحن اھل الذکر (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ)

جابر ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے کہ ہم اہل ذکر ہیں۔

واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر

سورۂ توبہ

اور پکارنا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن

ھو علی علیہ السلام حین اذان وذکرھا احمد بن حنبل فی مسندہ حین ارسل ابوبکر مع البراۃ ثم اتبعہ بعلی علیہ السلام وقد امرت ان لا یبلغھا الا انا او رجل منی

اس آیت میں جسکا ذکر ہے وہ جناب امیر علیہ السلام ہیں جب انھوں نے لوگوں کو مکہ میں جاکر پکارا چنانچہ امام احمد حنبل نے رحمۃ اللہ علیہ مسند میں اسکا ذکر کیا ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برآت دے کر بھیجا پھر اُن کے بعد جناب امیر علیہ السلام کو روانہ کیا اور انھوں نے سورۂ برات ان سے لے لی اور مکہ والوں کو حج میں جاکر حضرت کی طرف سے سنائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا کہ اس سورہ کو یا میں لیجا سکتا تھا یا وہ آدمی جو میرا ہو

ومن شاقق الرسول من بعد ما تبین لھم الھدیٰ

(سورہ) محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اور جب کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کھل چکی راہ کی بات

عن ابی جعفر علیہ السلام قال فی امر علی علیہ السلام (اخرجہ ابن مردویہ)

جناب امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں کے لئے نازل ہوئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کے امر میں تنازع کرتے تھے۔

ویؤت کل ذی فضل فضلہ

(سورۂ یونس) اور دی جائے گی ہر بزرگی والے کو بزرگی

عن ابی جعفر علیہ السلام قال ھو علی ابن ابیطالب علیہ السلام (ابن مردویہ)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اسی آیہ سے مراد علی مرتضیٰ علیہ السلام ہیں

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا

(سورہ فاطر) ورثہ دی ہم نے اُن لوگوں کو کتاب جنکو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا۔

عن علی علیہ السلام قال نحن اولئک (اخرجہ ابن مردویہ)

جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم انھیں لوگوں میں سے ہیں۔

وتواصوا بالصبر

(والعصر) اور آپس میں وصیت کرتے ہیں صبر کی

عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال انھا نزلت فی علی علیہ السلام (ابن مردویہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

(تا آخر آیہ (سورہ حم) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور وہ لوگ کہ اُن کے ساتھ ہیں سخت ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں۔

عن موسی ابن جعفر عن آبائہ علیہ وعلیہم السلام انها نزلت فی علی علیہ السلام (ابن مردویہ)
جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے آبائے کرام علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر علیہ السلام کے لئے اُتری ہے

کفی اللّٰہ شہیدا بینی وبینکم ومن عندہ علم الکتاب

(سورۂ رعد) کافی اللہ تعالےٰ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ جس کو خبر ہے کتاب کی

عن محمد ابن حنفیہ رضی اللہ عنہ انہ قال ومن عندہ علم الکتاب علی ابن ابیطالب علیہم السلام اخرجہ حافظ ابونعیم والثعلبی والنطیری۔

محمد ابن حنفیہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیت میں ومن عندہ علم الکتاب سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں

حتی تاتیھم البینہ … من بعد ما جاءتھم البینہ

(سورہ بینہ) جب تک کہ پہنچی اُنکو کھلی بات

عن ابن جریج فی قولہ تعالیٰ حتی تاتیھم البینہ قال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی قولہ تعالیٰ من بعد ما جاءتھم البینہ وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین (اخرجہ ابن منذر والسیوطی)

ابن جریج حتی تاتیھم البینہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور من بعد ما جاءتھم البینہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل مراد ہیں

یا ایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المومنین

سورۃ الانفال) اے نبیؐ کافی ہے تجکو اللہ اور جو ساتھ ہوا ہے تیرے مومنوں سے

عن محمد ابن علی ابن الحسین علیہم السلام فی قولہ تعالیٰ یا ایھا النبی حسبک اللّٰہ ومن اتبعک من المومنین قال نزل فی علی علیہ السلام

جناب امام محمد باقر علیہ السلام اس آیۂ وافی ہدایہ کی تفسیر میں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجکو اللہ اور وہ مومنوں سے تیرے ساتھ ہوا ہے کافی ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام شان میں نازل ہوئی ہے۔

فاستوی علیٰ سوقہ (سورۃ الفتح) پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر

عن الحسن علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ فاستوی علی سوقہ قال استوی الاسلام بسیف علی ابن ابیطالب علیہ السلام اخرجہ النطیری

جناب امام حسن علیہ السلام اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر یعنی کھڑا ہوا اسلام جناب امیر علیہ السلام کی تلوار سے

والشفع والوتر سورۃ الفجر قسم ہے جفت اور طاق کی۔

عن الحسین ابن علی علیہم السلام فی قولہ تعالیٰ والشفع والوتر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الشفع الحسن والحسین علیہم السلام والوتر علی ابن ابیطالب علیہ السلام اخرجہ النطیری

جناب امام حسین علیہ السلام اس کی تفسیر میں روایت فرماتے ہیں کہ جناب سرور موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ شفع سے مراد حضرات حسنین علیہم السلام ہیں اور وتر سے جناب امیر علیہ السلام مقصود ہیں

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (سورۃ الانفال)

اور نہیں ہے اللہ کہ اُن کو عذاب دے حالانکہ تو اُن کے درمیان ہے

اشار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی وجود ذالک المعنی فی اھل بیتہ وانھم امان لاھل الارض کما کان ھو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امان لھم ومنہا النجوم امان لاھل السمٰوٰت واھل بیتی امان لامتی (صواعق محرقہ)

اس کے معنی کی طرف جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہلبیت میں اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ اہل زمین کے لئے امان ہیں جس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے لئے امان تھے چنانچہ ان حدیثوں میں ایک حدیث یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے امان ہیں اور میری امت کے لئے امان ہیں میرے اہلبیت علیہم السلام۔

امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل آیات وحدیث میں امیر المومنین علیہ السلام کے القاب

اَسَد قال ابن الاعرابی فاطمۃ بنت اسد ام علی علیہ السلام حاملا بعلی وابو طالب غائب فوضعتہ فسمتہ اسدا لتحیی بہ ذکر ابیہ فلما قدم ابو طالب سماہ علیا

رابواقیت لابی عمرالزاهدی
ابن اعرابی کا قول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد حمل سے تھیں اور اُن کے وضع حمل کے وقت باہر گئے تھے۔ اور جناب امیر علیہ السلام متولد ہوئے تو جناب فاطمہ بنت اسد نے اپنے والد کے نام پر اُن کا اسد نام رکھا کہ ان کے والد کا نام ان کے ذریعہ سے زندہ رہے جب ابطالب تشریف لائے تو اُن کا نام علی رکھا۔

حیدر قال عطاء انما سمیتہ امہ حیدرہ بدلیل قول یوم خیبر شعر
انا الذی سمتنی امی حیدرہ تذکرہ خواص الامہ
عطا کہتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام حیدر رکھا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ خیبر کے روز آپ نے رجز میں فرمایا ہے۔ میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر یعنی شیر رکھا ہے اس رجز کے متعلق دایہ مرحب والی روایت بھی مشہور ہے۔ جس کی شہرت اس درجہ تک پہنچی ہوئی ہے کہ مولف کو اس کی تصریح ایسی ضروری نہیں دریافت کے لئے ملاحظہ ہو جلاء العیون ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ اور مناقب الاصحاب نجم الدین فخر الاسلام ابو بکر بن محمد بن الحسین ترمذی

علی اس نام کے متعلق روایات مشہور جلد اول کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ اب بارِ دیگر اُن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ابوالحسن عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو کان البحر مداداو الاشجار اقلاما والانس کتابا والجن حسابا ما احصو فضائلک یا ابالحسن اخرجہ الدیلمی۔
ابن عباس سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر تمام دریا روشنائی ہوں اور درخت قلم۔ تمام جن لکھنے والے تاہم تیرے فضائل کا انحصار اے ابوالحسن نہیں ہوگا۔

ابوالحسین عن علی قال کان الحسن یدعون فی حیوۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ اباحسن والحسین یدعونی اباحسن ولا یدیان ابا الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما مات دعونی اباھما۔ اخرجہ الخوارزمی فی المناقب
جناب امیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت کے زمانہ حیات میں جناب امام حسن مجکو ابا حسین کہتے تھے اور حسین ابالحسن کہا کرتے تھے اور مجکو اپنا باپ نہیں سمجھتے تھے بلکہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا باپ سمجھتے تھے جب حضرت رحلت فرما گئے تو مجھے ان دونوں نے ابا حسن اور ابا حسین کہنا چھوڑ دیا

ابو محمد خوارزمی کہتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام اس کنیت سے بھی پکارے جاتے تھے کیونکہ محمد ابن حنفیہ کا نام محمد تھا۔ جن کے پیدا ہونے کی بشارت آنحضرت نے جناب امیر علیہ السلام کو دی تھی۔

ابوالریحانتین عن جابر قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی قبل موتہ بثلاث سلام علیک یا ابا الریحانتین اوصیک بریحانتی فی الدنیا فعن قلیل ینهد رکناک واللّٰہ خلیفتی علیک فلما قبض رسول اللّٰہ قال هذا احد الرکنین الذی قال رسول اللّٰہ فلما ماتت فاطمہ قال هذا الرکن الاخر (اخرجہ احمد حنبل وابوبکر ابن مردویہ)

جابر سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت کو وفات سے تین روز پہلے حضرت امیر سے فرماتے ہوئے سنا تھا کہ اے ابو الریحانتین تجھ پر سلام ہو میں تجھے دونو پھول کے پودوں کے لئے دنیا میں وصیت کرتا ہوں عنقریب تیرے دونوں رکن جاتے رہیں گے اور پروردگار میرا خلیفہ اور نگہبان تجھ پر رہے گا۔ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوگیا جناب امیرؑ فرمانے لگے۔ یہ دونوں رکنوں میں سے پہلا رکن تھا جس کی نسبت آنحضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔ پھر جب جناب فاطمہ رحلت کر گئیں جناب امیرؑ نے فرمایا یہ دوسرا رکن تھا

ابوتراب علمائے اہل تشیعہ نے اس کی وجہ تسمیہ کی نسبت یہ روایت نقل کی تھی جس کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ جناب سیدہ نے زمین کو اپنے شوہر سے باتیں کرتے ہوئے سنا اور متعجب ہوکر جناب رسالتمآبؐ سے ساری کیفیت بیان کی تو آنحضرت نے فرمایا کہ تمہارا تعجب بیجا ہے۔ تمہارا شوہر ابوترابؑ ہے۔

علمائے اہل سنت والجماعت میں اس کی نسبت دو فرقہ ہیں اور دونو فرقوں نے مختلف اسباب اس کے بیان کئے ہیں۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تو یہ عبارت درج ہے

عن سہل ابن سعد قال استعمل علی المدینۃ رجل من آل مروان قال فدعا سہل بن سعد فامرہ ان یشتم علیا قال فابی سہل فقال اما اذا ابیت فقل لعن اللّٰہ ابا تراب فقال سہل ما کان لعلی اسم احب الیہ وان کان لیفرح اذا دعی بہ فقال لہ اخبرنا عن قصتہ لم سمی ابا تراب فقال جاء رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم بیت فاطمۃ فلم یجد علیا فقال این ابن عمک فقالت کان بینی وبینہ شئ فغاضبنی فخرج ولم یقل عندی فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الانسان انظر این هو فقال رسول اللّٰہ هو فی المسجد راقد فجاء رسول اللّٰہ وهو مضطجع قد سقط رداءہ عن شقہ فاصابہ تراب فجعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم یمسحہ عنہ ویقول قم یا ابوتراب

(اخرجہ البخاری و المسلم)

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مروانیوں میں سے کوئی مدینہ کا عامل مقرر ہو کر آیا اور سہل بن سعد کو بلا کر کہنے لگا تو جناب علی علیہ السلام کو گالیاں دے سہل نے انکار کیا عامل نے کہا اگر تو اس سے انکار کرتا ہے تو صرف اتنا ہی کہدے کہ نعوذ باللہ جناب ابو تراب پر ..... ہو سہل نے کہا جناب امیر کے نزدیک اس نام سے کوئی نام زیادہ تر پیارا نہ تھا جب آپ اس نام سے پکارے جاتے تو نہایت خوش ہوتے۔ عامل نے کہا ہمیں بتلا کہ جناب امیر علیہ السلام کا نام ابو تراب کیوں رکھا گیا۔ سہل نے کہا کہ ایک روز جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب سیدہ صلوات اللہ و سلامہ علیہا سے پوچھا تیرا چچا زاد بھائی کہاں ہے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا ہم دونوں میں باہم شکر رنجی ہو گئی تھی وہ غصہ ہو کر چلے گئے ہیں اور آج گھر میں قیلولہ نہیں کیا۔ آنحضرت نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا کہ جاکر دیکھو کہ وہ اسوقت کہاں پر تشریف رکھتے ہیں اس شخص نے عرض کیا کہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ سرور کائنات مسجد میں تشریف لے گئے اور انکو سوتا ہوا پایا اور دیکھا کہ کندھے سے ردا اتری ہوئی ہے اور پہلو مٹی سے آلودہ ہو رہا ہے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان کے بدن سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے اٹھ اے ابو تراب۔ اٹھ اے ابو تراب

نیز اسی روایت کو ابو بکر الخوارزمی نے ابن عباس کی روایت سے اور امام احمد حنبل اور امام نسائی نے اور امام حاکم نے مناقب۔ خصائص اور مستدرک میں اس واقعہ کو عمار یاسر کی روایت سے اس واقعہ کو اور طرح پر لکھا ہے۔ اگر ہم انکو جمع کریں تو طول کا باعث ہوگا

ابو السبطین عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صعد المنبر فخطب الناس محمد اللہ و اثنی علیہ فوعظ و خوف و حذر ثم بکا و قال این علی ابی طالب علیہ السلام فوثب علی قائما علی قدمیہ فقال ھا انا یا رسول اللہ فقال ادن منی فدنا منہ و ضمہ الی صدرہ و قبل بین عینیہ ثم بکا حتی ساحت دموعہ علی خدیہ فقال یا علی صوتہ یا معشر المسلمین ھذا علی ابن ابی طالب ھذا شیخ المھاجرین و الانصار ھذا اخی و ابن عمی و ختنی ولحمی و دمی۔ ھذا ابو السبطین الحسن و الحسین سیدی شباب اھل الجنۃ ھذا مفرج الکرب عنی ھذا اسد اللہ فی ارضہ و سیفہ المسلول علی اعدائہ فعلی مبغضیہ لعنۃ اللہ و لعنۃ اللاعنین و اللہ منہ بری و انا منہ بری فمن احب ان یبرء من اللہ و منی فلیبرء منہ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب (اخرجہ ابو سعد عبد الملک بن ابی عثمان محمد الواعظ الخرگوشی فی شرف النبوۃ)

ابن عباس روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خطبہ ارشاد کیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد وعظ میں بیان فرمایا۔ لوگوں کو آخرت کا خوف دلایا اور وعدہ ہائے الٰہی سے ڈرایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہاں ہیں۔ جناب امیرؑ جلدی سے اٹھیں کر اپنے دونوں قدم پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا یا رسول اللہ میں تو یہیں حاضر ہوں۔ حضرت نے انکو اپنے نزدیک بلایا جب وہ نزدیک گئے تو آپ نے انکو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور رونے لگے یہاں تک کہ رخسار مبارک پر آنسو جاری ہو گئے پھر باآواز بلند ارشاد کیا کہ اے گروہ اہل اسلام یہ علی ابن ابیطالب شیخ المہاجرین والانصار ہیں یہ میرے بھائی۔ میرے ابن عم میرے داماد میرے گوشت اور میرے خون ہیں۔ یہ ابوالسبطین یعنی امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے باپ ہیں جو اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں یہ مجھسے تکلیف کے دور کرنے والے ہیں۔ یہ خدا کی زمین پر خدا کا شیر ہے اور اس کے دشمنوں کے لئے برہنہ شمشیر ہے اس کے دشمنوں پر خدا اور خدا کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اللہ ان سے میں بیزار ہوں۔ پس اگر کوئی خدا کی اور میری بیزاری کو چاہتا ہو وہ اس سے بیزاری اختیار کرے تم حاضرین میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ غائبوں کو اسسے آگاہ کرے۔

امیرالمومنین اس لقب کے متعلق علامہ دیلمی اور خوارزمی نے مناقب اور فردوس الاخبار میں صحابہ کبار کے متعدد لوگوں سے روایت کی ہے اور اپنی روایات کی اسناد کو حضرت عبداللہ ابن عباس انس بن مالک بریدہ۔ سالم مولا علی ابن ابیطالب علیہ السلام حذیفہ بن الیمان ابو رافع مولی ام المومنین عائشہ اور معاویہ بن ثعلبۃ اللیثی تک پہنچایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو سوانح عمری حضرت امام علی علیہ السلام از صفحہ ۱۰۱ تا ۱۸۱۔

امام المتقین عن عبد اللہ ابن سعد ابن زرارۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لیلۃ اسری بی انتھیت الی ربی عزوجل فاوحی الی فی علی بثلاث انہ سید المسلمین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین اخرجہ الامام الحاکم و ابو نعیم وابن مردویہ وابن قانع عبد اللہ ابن سعد ابن زرارہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے شب معراج میں جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہنچے تو پروردگار نے مجکو علی کے تین القاب القا فرمائے کہ وہ مسلمانوں کا سردار۔ متقیوں کا امام اور سفید ہاتھ اور منہ والوں کا پیشوا ہے۔

ولی المتقین عن علی علیہ السلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انک سید المسلمین وولی المتقین وقائد الغر المحجلین۔ اخرجہ الامام علی ابن موسیٰ الرضا

علیہ التحیۃ والثنا فی مسندہ جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ علی مسلمانوں کا سردار سچوں کا دوست اور سفید منہ اور ہاتھ والوں کا پیشوا ہے۔ سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام ص ۲۰ باسناد موسی رضا علیہ السلام

سید الصادقین عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی سید الصادقین رتذکرہ خواص الامۃ فی احوال الائمہ لبط ابن جوزی

ابن عباس سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی علیہ السلام سچوں کا سردار ہے

سید المسلمین عن النواس ابن سمعان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی مرحبا بسید المسلمین حین جاءہ علی ابن ابیطالب اخرجہ الدیلمی

نواس ابن سمعان کہتے ہیں کہ جب جناب امیر علیہ السلام خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے تھے تو حضرت انکو مرحبا اے مسلمانوں کے سردار کہکر پکارتے تھے

اس حدیث کو علامہ ابوبکر ابن مردویہ نے عبداللہ ابن سعد ابن زرارہ اور انس کی روایت سے بھی لکھا ہے ملاحظہ ہو سوانح عمری حضرت علی علیہ السلام ص ۲۱

سید المومنین عن جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اوحی الیّ فی علی ثلاثۃ اشیاء لیلۃ اسری بی انہ سید المومنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین (اخرجہ الدیلمی)

جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بتحقیق شب معراج میں پروردگار نے مجکو علی کے تین لقب القا فرمائے کہ وہ مومنوں کا سردار۔ متقیوں کا امام اور سفید منہ اور ہاتھ والوں کا پیشوا ہے

سید العرب عن الحسن ابن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادعوا لی سید العرب یعنی علیا فقالت عائشۃ الست سید العرب قال انا سید ولد آدم وعلی سید العرب فلما جاءہ ارسل الی الانصار فاتوہ قال ھذا سید العرب فاحبوہ بحبی واکرموہ بکرامتی فان جبرئیل اخبرنی بالذی قلت لکم عن اللہ عزوجل (قال ابونعیم فی حلیۃ الابرار ورواہ ایضا ابوالبشر عن سعید ابن جبیر واخرجہ محب الطبری فی الریاض النضرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی لیلی عن الحسن قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انس انطلق فادع سید العرب الی آخر الحدیث

جناب امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے فرمایا عرب کے سردار کو میرے پاس لاؤ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کیا آپ عرب کے سردار نہیں آپ نے فرمایا میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں - علی عرب کے سردار ہیں - جب علی تشریف لائے حضرت نے انصار کو بلا بھیجا جب تمام انصار حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا یعنی جناب علی علیہ السلام تمام عرب کے سردار ہیں - میری دوستی کی وجہ سے ان کو دوست رکھو اور میری عزت کی وجہ سے ان کی عزت کرو بہ تحقیق جبرئیل علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام مجکو دیا جو میں نے تم سے بیان کیا

اس حدیث کو علامہ بیہقی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے - خطیب نے اپنی تاریخ میں اور علامہ دارقطنی نے بھی اسکو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو - سوانح عمری ص ۲۲

سید فی الدنیا والاخرۃ عن ابن عباس قال نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الی علی فقال انت سید فی الدنیا و الاخرۃ (اخرجہ ابو عمر والحاکم والخطیب وزاد فیہ الدیلمی من احبک فقد احبنی و حبیبک حبیب اللہ و من ابغضک فقد ابغضنی و بغضیک بغض اللہ الویل لمن ابغضک من بعدی

ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و الہ وسلم نے جناب امیر کی طرف نظر فرماکر ارشاد کیا تو دنیا و آخرت کا سردار ہے ابو عمر اور حاکم اور خطیب بغدادی نے اس حدیث کو اسی قدر لفظوں سے روایت کیا ہے کہ شیرویہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں یہ لفظ اس حدیث کے ساتھ اور روایت کئے ہیں کہ یا علی جس نے تجھے محبت کی اُسنے مجھ سے محبت کی اور تیرا دوست خدا کا دوست ہے اور جس نے تجھ سے بغض کیا اس نے مجھ سے بغض کیا اور تیرا دشمن خدا کا دشمن ہے - ایسا افسوس ہے جو میرے بعد تجھ سے بغض رکھے

قائد الغر المحجلین عن عبد اللہ بن حکیم الجہنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ تبارک و تعالی اوحی فی علی ثلاثۃ اشیاء لیلۃ اسری بی بانہ سید الوصیین - سید المومنین و امام المتقین و قائد الغر المحجلین (اخرجہ الطبرانی

عبد اللہ ابن حکیم الجہنی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا کہ شب معراج میں جناب ایزدی نے ہمکو علی علیہ السلام کے تین خطاب القا فرمائے کہ وہ مومنوں کے سردار اور متقیوں کے امام اور جس کے منہ اور ہاتھ اور پاؤں سفید اور نورانی ہیں اُن کے پیشوا ہیں یعنی اُن کو بہشت کی طرف لیجانے والے ہیں۔

یعسوب الدین عن علی علیہ السلام ان النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

قال علی یعسوب الدین والمومنین والمال یعسوب المنافقین (اخرجہ ابن عدی نقلت عن صواعق محرقہ)

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بہ تحقیق جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے علی علیہ السلام مومنوں کا بادشاہ ہے اور مال منافقوں کا بادشاہ ہے۔

اسی روایت کو علامہ دیلمی نے حضرت سلمان الفارسی کی اسناد سے لکھا ہے۔

صدیق الاکبر عن معاذة العدویہ قالت سمعت علیا علی المنبر البصرہ یقول انا صدیق الاکبر وعن ابی ذر غفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی انت اول من امن بی وصدق وانت صدیق الاکبر (الریاض النضرہ لمحب الطبری واخرجہ الحاکم نقلت من الریاض النضرہ۔

معاذ عدویہ سے روایت ہے کہ بصرہ کے منبر پر میں نے جناب امیر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں صدیق اکبر ہوں اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

اسی کی ایسی روایت کو۔ طبری۔ دیلمی اور طبرانی نے حضرت سلمان اور ابی ذر غفاری رضی اللہ عنہم کی اسناد سے لکھا ہے اور امام نسائی نے خصائص میں اور امام احمد حنبل نے مناقب میں اور حاکم نے مستدرک میں اور حافظ ابو بکر معروف بہ ابن ابی شیبہ نے اپنی سنن میں اور ابن عاصم نے اپنی سنن میں اور حافظ ابو نعیم نے حلیہ میں اور عقیلی نے عباد بن عبد اللہ کی اسناد سے اس روایت کو لکھا ہے اور انھوں نے پھر اسکو معاذة العدویہ سابق روایت کی اسناد سے علامہ ابن قتیبہ نے کتاب معارف میں درج کیا ہے تفسیر ابن الحجام میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی اسناد سے اور ابو جعفر عقیلی نے جناب امیر علیہ السلام کے اسناد سے طولانی حدیث اس کی نسبت لکھی ہے ان علمائے کرام کے علاوہ امام بخاری نے بھی جناب امیر علیہ السلام کے صدیق ہونیکی حدیث کو ان الفاظ میں مندرج صحیح فرمایا ہے۔

عن ابن عباس، وابو یعلی فی قولہ تعالےٰ من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم قال علی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الصدیقون ثلاثۃ۔ حبیب النجار مومن الیاسین الذی قال یا قوم اتبعوا المرسلین وحزقیل مومن من آل فرعون الذی اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وعلی ابن ابیطالب وھو افضلہم۔ اخرجہ بخاری واحمد

ابن عباس اور ابی یعلے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ اول حبیب النجار و الیاسین (یعنی جناب عیسٰی علیہ السلام کے حواریین) پر ایمان لانیوالا۔ جسنے یہ کہا تھا اے لوگو تینوں کی اطاعت کرو دوسرا حزقیل۔ گروہ فرعون سے ایمان لانیوالا جس نے یہ کہا تھا اے لوگو تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے اور تیسرا علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہے۔ کہ ان سے افضل ہے۔

فاروق الاعظم

عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی انت صدیق الاکبر والفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق والباطل (الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الطبری)

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے کہتے ہوئے سنا ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر ہو اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق اور باطل میں فرق کرو گے اس روایت کو دیلمی اور طبرانی نے بھی حضرت سلمان الفارسی کے اسناد سے لکھا ہے اور خوارزمی اور عبدالبر نے بھی ابی لیلٰی کی اسناد سے درج کیا ہے

خاتم الوصیین

عن انس قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انس اسکب لی وضوء فتوضئ وصلی ثم انصرف فقال یا انس اول من یدخل علی الیوم امیرالمومنین و سید الوصیین وخاتم المسلمین وامام الغر المحجلین فجاء حتی علی ضرب الباب فقال من ھذا یا انس فقلت علی قال افتح لہ فدخل (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ)

انس کہتے ہیں مجھے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے انس پانی وضو کو لا میں حضرت نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر آپ میری طرف لوٹ پڑے اور ارشاد فرمایا آج جو شخص کہ سب سے پہلے میرے پاس آئیگا وہ امیرالمومنین خاتم الوصیین سید المسلمین اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کا امام ہے۔ اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے اور دروازہ کھٹکٹایا۔ آنحضرت نے ارشاد کیا انس کون ہے میں نے عرض کی کہ جناب امیر ہیں حضرت نے فرمایا دروازہ کھولدو۔ میں نے دروازہ کھولدیا جناب امیر علیہ السلام اندر تشریف لائے۔

خیر الوصیین

عن انس قال بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الآن یدخل سید المسلمین وامیرالمومنین وخیر الوصیین (اخرجہ الدیلمی وابن مردویہ) اذ طلع علی علیہ السلام۔ انس روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا ابھی اسیوقت سید المسلمین امیرالمومنین اور خیرالوصیین آئیگا اتنے میں جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے۔

الوصی عن ابو ایوب انصاری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرض مرضۃ فاتتہ فاطمۃ علیہا السلام تعودہ فلما رات مابرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الجہد والضعف استعبرت فبکت حتی سال الدموع علی خدیہا فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا فاطمۃ ان لکرامۃ اللہ ایاک زوجتک من اقدم مسلما واکثرہم علما واعظمہم حلما ان اللہ تعالی اطلع الی اہل الارض اطلاعۃ فاختارنی منہم فبعثنی نبیا مرسلا ثم اطلع اطلاعۃ فاختار منہم بعلک فاوحی اللہ الی ان زوجہ ایاک واتخذہ وصیا اخرجہ الدارقطنی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس والحاکم وابی ھریرہ

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب جناب سرور انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کے لئے تشریف لائیں حضور پر ضعف و تکلیف کو دیکھ کر رونے لگیں حتی کہ دونوں رخسار مبارک پر اشک جاری ہو گئے یہ دیکھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ اللہ کی خاص مہربانی تیرے حق میں تھی کہ میں نے تیرا نکاح ایسے کے ساتھ کیا ہے کہ وہ اسلام لانے میں سب سے مقدم اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا اور حلم میں سب سے بڑا ہے خدا نے زمین کے رہنے والوں کو خوب دیکھ کر ان میں سے مجکو انتخاب کیا اور مجھے نبی مرسل بنایا۔ پھر دوبارہ اچھی طرح دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب کیا اور مجھے وحی بھیجی کہ میں اس کے ساتھ تیرا نکاح کردوں اور اس کو اپنا وصی بناؤں۔

دارقطنی نے اس کی ایسی حدیث بیان کی ہے۔ اور ابوبکر ابن مردویہ اور طبرانی نے بھی دوسرے الفاظ میں اس کے ایسے مضمون کو درج کیا ہے اور امام بغوی نے معجمہ میں اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں بریدہ کی اسناد سے اس لقب کو امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب کیا ہے اور امام احمد ابن حنبل نے مناقب میں اس مضمون کو ادا کیا ہے اور ابن خضرمی نے اس کی توثیق کی ہے اور علامہ ابن سراج نے اس حدیث کو لکھا ہے اور ابن خوارزمی نے بھی اس کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے ان علماء کی عبارتؐ سے قطع نظر کرکے اس کے صحیح ہونے کے ثبوت میں اب ہم جمع بین الصحیحین حمیدی کی عبارت ذیل میں درج کرکے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

عن الاسود ابن یزید قال ذکروا عند ام المومنین عائشۃ ان علیا کان وصیا وروایۃ انہ ذکر انہم قالوا انہ وصی فلم تنکر بل ذکرت انھا قد سمعت ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین وفاتہ الجمع بین الصحیحین للحمیدی

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ لوگوں نے ام المومنین عائشہ سے پوچھا کہ علی علیہ السلام وصی تھے دوسری روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے روبرو سے کہا کہ وہ وصی ہیں ام المومنین نے انکی تکذیب نکی بلکہ ذکر کیا کہ میں

نے خود اسباب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات کے وقت سنا ہے

امام البررہ عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال علی امام البررہ وقاتل الفجرہ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ اخرجہ الحاکم فی المستدرک

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بالتحقیق جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ارشاد کیا ہے کہ علی نیکوکاروں کا امام اور بدکاروں کا قاتل ہے۔ فتحمند ہوا جس نے کہ اسکی مدد کی اور چھوڑ گیا جس نے کہ اسکو چھوڑا

قاتل الفجرہ نقل ابو اسحاق الثعلبی فی تفسیرہ یرفعہ بسندہ الی ابن عباس قال بینما عبد اللہ ابن عباس علی شفیر زمزم یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذ قال الرجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ابن عباس سالتک باللہ من انت فقال یا ایھا الناس من عرفنی فمن لم یعرفنی فانا ابو ذر الغفاری سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاتین والا صمتا یقول علی ابن ابیطالب قائد البررۃ قاتل الفجرہ منصور من نصرہ مخذول من خذلہ

امام ابو اسحاق ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں اور اس حدیث کی اسناد کو جناب عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچاتے ہیں کہ ایک روز ابن عباس زمزم کے کنوئیں کے پاس بیٹھے تھے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بیان فرماتے تھے۔ ابن عباس نے قسم دے کر کہا کہ بتا تو کون ہے وہ کہنے لگا اے لوگو جس نے کہ مجھے پہچانا سو پہچانے اور جس نے کہ نہیں پہچانا ہو اب پہچان لے کہ میں ابی ذر غفاری ہوں میں نے سنا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیان فرماتے تھے میں نے اپنے دونوں کانوں سے سنا ہے ورنہ میرے کان بہرے ہو جائیں کہ آپ جناب امیر علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرماتے تھے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نیکوکاروں کے پیشوا اور بدکاروں کے قاتل ہیں۔ فتحمند وہ شخص ہے جس نے اس کی مدد کی اور چھوڑا گیا وہ شخص جس نے کہ اسے چھوڑ دیا۔

صاحب اللوایۃ عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی برزۃ وانا اسمع یا ابا برزہ ان اللہ عزوجل عھدا لی فی علی ابن ابیطالب انہ رایۃ الھدیٰ ومنار الایمان وامام الاولیاء ونور جمیع من اطاعنی یا ابا برزہ علی ابن ابیطالب امینی غدا فی القیامۃ وصاحب رایتی ومفاتیح خزائن رحمۃ ربی وھو الکلمۃ التی الزمتھا المتقین (اخرجہ ابن مردویہ)

انس ابن مالک کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم ابی برزہ سے فرماتے تھے اور میں سنتا تھا

کہ اے ابا برزہ خدا تعالےٰ نے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے نسبت مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہدایت علم اور ایمان کا نشان اور اولیاء کا امام ہے اور حقیقت کہ میری اطاعت کرنے والے ہیں۔ ان سب کا نور ہے اے ابا برزہ علی کل قیامت کے روز میرا امین اور علم بردار ہے۔ علی میرے خزانوں کی کنجی ہے اور وہ ایک پاک کلمہ ہے جسکو متقیوں نے اپنے لئے لازم کیا ہے۔

مقیم الحجہ عن عبد اللہ ابن مسعود قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما خلق اللہ تعالیٰ آدم ونفخ فیہ من روحہ عطس آدم فقال الحمد للہ اوحی اللہ الیہ احمد نی عبدی بعزتی لولا عبدان ارید ان اخلقھما فی دار الدنیا ما خلقتک قال الٰھی یکونان منی قال نعم یا آدم ارفع راسک وانظر فرفع راسہ فاذا مکتوب علی العرش لا الٰہ الا اللہ محمد نبی الرحمۃ و علی مقیم الحجۃ۔ اخرجہ الخطیب فی المناقب

عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب پروردگار نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی تو آدم نے چھینکا اور الحمد پڑھا پروردگار نے فرمایا میرے بندے نے میرا شکر کیا مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم ہے اگر میں اپنے دو بندوں کو دنیا میں پیدا کرنے کا ارادہ نکرتا میں تجھے ہرگز پیدا نکرتا تو حضرت آدم نے عرض کیا کہ وہ دونوں بندے مجھ سے پیدا ہونگے ارشاد ہوا کہ ہاں اے آدم اپنے سر کو اٹھا کر دیکھ حضرت آدم نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ محمد رحمت کا نبی ہے اور علی علیہ السلام حجت کا قایم کرنے والا ہے۔

اسد اللہ عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صعد المنبر فخطب الناس فحمد اللہ فاثنی علیہ فوعظ وخوف وحذر ثم بکا فقال این علی ابن ابیطالب علیہ السلام فوثب علی قائما علی قدمیہ فقال ھا انا یا رسول اللہ ادن منی فدنی عنہ فضمہ الی صدرہ وقبل بین عینیہ وبکی حتی سالت دموعہ علی خدہ وقال یا علی صوتہ یا معشر المسلمین ھذا شیخ المہاجرین والانصار ھذا اخی وابن عمی وختنی ولحمی ودمی ھذا ابو السبطین الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ ھذا مفرج الکرب عنی ھذا اسد اللہ فی ارضہ وسیف المسلول علی اعدائہ فضل مبغضہ لعنۃ اللہ اللاعنین واللہ منہ بری وانا منہ بری فمن احب ان یبرا من اللہ ومنی فلیبرا منہ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور خطبہ

پڑھا حمد و ثنا کے بعد وعظ بیان فرمایا اور خوف دلایا اور ڈرایا پھر اشکبار ہوئے اور کہا کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام کہاں ہیں جناب امیر علیہ السلام جست کر کے اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں یہاں حاضر ہوں۔ حضرت نے فرمایا میرے نزدیک آجاؤ جناب امیرؑ آنحضرت کے پاس گئے۔ حضرت نے اُن کو سینہ سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور رونے لگے یہاں تک کہ چشمان مبارک پر اشک جاری ہو گئے پھر بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں مہاجرین و انصار کا شیخ یہ میرا بھائی اور چچا کا بیٹا۔ میرا داماد۔ اور میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ یہ سبطین حسن اور حسین علیہم السلام جو جوانان اہل جنت کے سردار ہیں ان کا باپ یہ ہے یہ مجھ سے تکلیف کو دور کرنے والا یہ خدا کی زمین پر اسکا شیر ہے۔ یہ خدا کے دشمنوں کے لئے خدا کی برہنہ شمشیر ہے۔ اس کے دشمنوں پر خدا اور اس کے فرشتوں کی پھٹکار ہو اس کے دشمن سے خدا بیزار ہے۔ میں بھی اس سے بیزار ہوں پس جو شخص کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیزاری کو چاہتا ہو وہ اس سے بیزار ہو جائے کہ تم حاضرین غائبین کو یہ اطلاع دو

حجۃ اللہ عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انا و علی حجۃ اللہ علی عبادہ اربعین الحافظ ابی بکر محمد ابن ابی نصر انی ابی بکر العنوانی

انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے میں اور علی علیہ السلام خدا کے بندوں پر خدا کی حجت ہیں

علامہ دیلمی اور علامہ النقاش نے بھی اُن حدیثوں کو اپنی اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔

رایۃ الھدیٰ عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لابی برزہ و انا اسمع ان اللہ عزوجل عہد الی فی علی انہ رایۃ الھدیٰ و منار الایمان اخرجہ ابن مردویہ

انس ابن مالک سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ابی برزہ سے فرما رہے تھے اور میں سن رہا تھا کہ اے ابابرزہ پروردگار نے مجھ سے علی علیہ السلام کے حق میں عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم اور ایمان کا نشان ہے۔

ولی اللہ عن علی علیہ السلام و ابوذر غفاری رضی اللہ علیہ و آلہ وسلم لما اسری بی رایت علی باب الجنۃ مکتوبا بالذھب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ و حبیب اللہ و علی ولی اللہ و فاطمۃ امۃ اللہ والحسن صفوۃ اللہ علی ماغضبہم لعنۃ اللہ (اخرجہ الدیلمی)

علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ شب معراج میں

ہم نے جناب فردوس کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا کہ محمد خدا کا حبیب ہے - علیؑ خدا کا دوست ہے - فاطمہ پروردگار کی خادمہ ہے اور حسنین علیہم السلام خدا کے برگزیدہ ہیں اُن کے دشمنوں پر خدا کی لعنت ہو۔ خوارزمی نے بھی اس حدیث کو درج کیا ہے ۔

صفوۃ اللہ عن ابن عباس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی صحن الدار نائما واذا راسہ فی حجر دحیۃ الکلبی فدخل علی فقال السلام علیک کیف اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال بخیر قال لہ دحیۃ انی لاحبک وان لک مدحۃ ازفہا الیک انت امیر المومنین وقائد الغر المحجلین انت ولد آدم ماخلا النبیین والمرسلین لواء الحمد بیدک یوم القیمۃ تزف انت وحزبک مع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحزبہ الی الجنان زفا وقد افلح من تولاک وخسر من تخلاک محبو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوک ومبغضو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبغضوک لن ینالھم شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادن منی یا صفوۃ اللہ فاخذ راسہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوضعہ فی حجرہ فاستیقظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال ماھذہ الھمھمۃ فاخبرہ الحدیث قال لم یکن دحیۃ کان جبرئیل سماک باسم سماک اللہ بہ وھو الذی القی محبتک فی صدور المومنین ورھبتک فی صدور الکافرین (اخرجہ ابوبکر ابن مردویہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلعم اپنے دولت خانہ کے صحن میں استراحت فرماتے تھے اور سر مبارک دحیہ کلبی کی آغوش میں تھا کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے سلام کے بعد حضرت کا مزاج پوچھا - دحیہ نے جواب دیا کہ خیریت سے ہیں اور کہا کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور تیرے پاس تمہاری تعریف کہ تم سے میں بیان کرتا ہوں کہ آپ امیر المومنین قائدُ الغر المحجلین اور انبیا و مرسلین کے سوا تمام اولاد آدم کے سردار ہیں قیامت کے روز لواء الحمد تمہارے ساتھ میں ہوگا اور تمہارا گروہ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اُن کے گروہ کے ساتھ جنت کی طرف اتر آنا ہو جائے گا - بتحقیق رستگار ہوا جس نے تمہاری محبت کی اور نقصان اُٹھایا اُس نے جس نے کہ تمکو چھوڑ دیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تمہارے دوست ہیں اور اُن کے دشمن تمہارے دشمن ہیں جناب سولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شفاعت انہیں ہرگز نصیب نہوگی آ برگزیدہ خدا و ندعالم میرے پاس تشریف لائیے - پس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا سر اقدس اپنی آغوش سے اٹھا کر ان کی آغوش میں رکھدیا اتنے میں سرکار بیدار ہوئے فرمایا یہ کیا ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تمام سرگذشت بیان کی فرمایا یہ دحیہ کلبی نہیں تھے - یہ جبرئیل تھے تمہارا

نام تم سے بیان کرنیکو آئے تھے جو کہ خدا تعالےٰ نے تمہارا رکھا ہے وہ خدا جسنے کہ تمہاری محبت کو مومنوں کے سینہ میں اور تمہارے رعب کو کافروں کے دلوں میں ڈالا ہے۔

شیخ المہاجرین والانصار عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم صعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال بعد ماقال این علی فوثب علی قائماً علی قدمیہ فقال ھا انا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ادن منی فدنی منہ وضمہ الی صدرہ وقال باعلی صوتہ یا معشر المسلمین ھذا علی ابن ابی طالب ھذا شیخ المہاجرین والانصار (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر خطبہ ارشاد کیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد جو کہنا تھا کہکر فرمایا علی علیہ السلام کہاں ہیں جناب امیر علیہ السلام جست کرکے اپنے دونو پاوں پر کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم میں یہاں حاضر ہوں حضرت نے فرمایا قریب آجاؤ جناب امیر حضرت کے پاس گئے حضرت نے اُنکو اپنی چھاتی سے لگا کر باآواز بلند فرمایا اے مسلمانو یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام مہاجرین و انصار کا شیخ ہے

قسیم النار والجنۃ عن حذیفہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم یا علی انت قسیم النار والجنۃ وانت تقرع باب الجنۃ وتدخلھا احبائک بغیر حساب اخرجہ الدیلمی وابن المغازلی وقاضی عیاض فی شفاء

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے ہو اور تم جنت کے دروازے کھٹکھٹاؤ گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب کے داخل کروگے اسی حدیث کو قریب قریب علامہ دار قطنی نے صواعق محرقہ اور جواہر العقدین سے لکھا ہے

وارث رسول اللہ عن ابی اسحاق قال سئلت قثم ابن عباس کیف ورث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم دونکم قال لانہ کان اولنا بہ لحوقاً واشدنا بہ لزوقاً واخرجہ الحاکم واخرجہ احمد والنسائی عن عبد اللہ ابن عباس کان علیاً فی حیوۃ النبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم واللہ لاینقلب علی اعقابنا بعد اذ ھدانا اللہ لئن مات او قتل لاقاتلن علی ماقاتل علیہ حتی اموت واللہ انی لاخوہ وولیہ وابن عمہ ووارثہ ومن احق بہ منی (احمد والنسائی)

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے قثم ابن عباس سے پوچھا کہ تم لوگوں کے سوا علی علیہ السلام جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیونکر وارث قرار دے گئے ہیں۔ قثم نے جواب دیا اسلئے کہ وہ حضرت ہم سے پہلے جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے اور ہم سے زیادہ حضرت کے ملاقات میں رہے۔

امام احمد حنبل نے مناقب میں اور امام نسائی نے خصائص میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام آنحضرت صلعم کی حیات میں فرمایا کرتے تھے کہ پروردگار فرماتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال فرما جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے خدا کی قسم ہے ہم ہرگز اپنی ایڑیوں کے بل نہ لوٹیں گے جبکہ خدائے تعالیٰ نے ہمکو ہدایت فرمائی ہے۔ اگر جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحلت فرما جائیں یا قتل ہو جائیں ہم لڑیں گے جبیر وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ ہم بھی مارے جائیں خدا کی قسم ہے میں اُن کا بھائی اور چچا کا بیٹا وارث ہوں مجھسے اور کون زیادہ حقدار ہے۔

ان علماء کے علاوہ علامہ خوارزمی نے مناقب میں اور امام بغوی نے معجم میں۔ دیلمی نے فردوس الاخبار میں ابن جریر نے تہذیب الآثار میں مختلف عبارات میں اس حدیث کے مضمون کو درج کیا ہے۔

خلیفۃ رسول اللہ عن علی علیہ السّلام قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین خلفنی علی المدینۃ خلفتک لتکون خلیفتی قلت کیف اتخلف عنک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی ا خرجہ الطبرانی فی الاوسط

جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب غزوہ تبوک میں حضرت مجھے اپنے پیچھے چھوڑ کر تشریف لے جانے لگے تو فرمایا ہم تجھے اس لئے اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں کہ تو ہمارا خلیفہ ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے پیچھے کس طرح رہ سکتا ہوں۔ فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے ہارون کی جگہ موسیٰ سے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اس حدیث کو علامہ دیلمی نے فردوس الاخبار میں دو طریقوں سے لکھا ہے

منار الایمان عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لابی برزۃ یا ابا برزۃ ان اللہ عزوجل عھد الی فی علی علیہ السلام انہ رایۃ الھدی منار الایمان لابن مردویہ)

انس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابو برزہ سے فرما رہے تھے کہ اے ابا برزہ۔ بتحقیق اللہ عزوجل نے علی علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم اور ایمان کی

نشانی اس طرح ہے۔

امام الاولیا عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا لی یونس ان اللہ عزوجل عہد الی فی علی علیہ السلام انہ رایت الھدی ومنار الایمان وامام الاولیا ابن مردویہ

انس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو برزہ سے فرماتے تھے کہ تحقیق اللہ عزوجل نے مجھ سے علی علیہ السلام کی نسبت عہد کیا ہے کہ وہ ہدایت کا علم ایمان کا نشان اور اولیا کا امام ہے

صاحب اللواء عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی انت تغسل جثتی و تودی دینی و تواربنی فی حفرتی و تفی بذمتی وانت صاحب لوائی فی الدنیا والآخرۃ اخرجہ الدیلمی)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے یا علی علیہ السلام تم میرے جثّہ کو غسل دوگے۔ میرے قرض کو ادا کروگے اور مجھکو میری قبر میں دفن کروگے اور جو کچھ میرے ذمّہ ہوگا پورا کروگے اور تم دنیا و آخرت میں میرے صاحب علم ہو۔

الھادی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما نزل قولہ تعالٰی انما انت منذر و لکل قوم ھاد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انا المنذر و علی ھاد (اخرجہ ابو نعیم فیما نزل فی القرآن فی علی علیہ السلام

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب یہ آیہ کریمہ (تو ڈرانیوالا ہے اور ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی ہے) نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں منذر ہوں اور علی علیہ السلام ہادی ہیں

ناصر رسول اللہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بلال ابن الحارث و ابی الحمرا قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما اسری بی الی السماء رایت علی ساق العرش مکتوبا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وایدتہ و نصرتہ بعلی اخرجہ الدیلمی)

ابن عباس اور بلال ابن الحارث اور ابی الحمرا رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے شب معراج کو میں نے عرش کے ساق پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہم نے اس کی تائید اور نصرت علی سے کی۔

صالح المومنین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالٰی وصالح المومنین قال ھو علی ابن ابیطالب (اخرجہ ابن عساکر و ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور

ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار تعالیٰ کے اس قول میں کہ (وصالح المومنین) سے علی ابن ابیطالب مراد ہیں۔ اسی روایت کو اسماء بنت عمیس کی اسناد سے حافظ ابونعیم۔ ابن ابی حاتم اور علی متقی نے کنز العمال میں درج کیا ہے۔

مولی المومنین قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم غدیر خم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ غدیر خم میں جس کا میں مولا ہوں اسی کا علی مولا ہے اس حدیث کی پوری تحقیق خم غدیر کے واقعہ میں لکھی گئی ہے۔ ومن شاء فلیرجع الیہ

منجز الوعد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن ابیطالب علیہ السلام ینجز وعدتی ویقضی دینی (اخرجہ الدیلمی)

ابن عباس یا ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی ابن ابیطالب علیہ السلام میرے وعدے کو پورا کرنیوالے اور میرے قرض کو ادا کرنیوالے ہیں۔

قاتل الناکثین والقاسطین والمارقین۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہ تعالیٰ فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون نزلت فی علیہ علی السلام انہ ینتقم من الناکثین والقاسطین والمارقین

جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا اس آیہ وافی ہدایہ کی شان نزول میں۔ جسکا ترجمہ یہ ہے کہ داگر ہم تجھے لے جائیں تو بھی ان سے انتقام لینے والے ہیں) یہ آیت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ میرے بعد عہد توڑ نیوالوں۔ ظالموں اور دین سے نکلجانے والوں کے ساتھ لڑے گا۔

المرتضیٰ عن علی علیہ السلام قال اخرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذات یوم صلی فی طرفات المدینۃ اذ مررنا بنخل من نخلھا فصاحت نخلۃ اخری ھذا النبی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھذا علی المرتضیٰ علیہ السلام ثم جزنا ھا فصاحت ثانیہ بثالثۃ ھذا موسیٰ واخوہ ھارون اخرجہ الخوارزمی وابن یوسف الکنجی الشافعی فی کفایۃ الطالب

جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے بعض رستوں میں جارہا تھا۔ ناگاہ ہم ایک نخلستان میں ہوکر گذرے۔ ایک نخل دوسرے نخل سے پکار کر کہنے لگا یہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر ہم آگے نکل گئے

ایک دوسرا نخل تیسرے نخل سے کہنے لگا یہ موسیٰ ہیں اور وہ اُن کے بھائی ہارون ہیں۔

۱ الشاہد عن عباد ابن عبد اللہ الاسدی قال سمعت علیا یقول وھو علی المنبر ما من قریش رجل الا وقد نزلت فیہ ایۃ و آیتان فقال رجل فما نزل فیک فغضب ثم قال اما انک لو لم تسالنی علی رؤس القوم ما حدثتک ویحک ھل تقرأ سورۃ ھود ثم قرأ افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام بینۃ من ربہ وانا شاھد منہ اخرجہ ابن مردویہ وفقیہ ابن المغازلی وابن ابی حاتم وابن عساکر والسیوطی فی الدر المنثور

عباد ابن عبد اللہ الاسدی کہتے ہیں میں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش میں سے کوئی ادمی ایسا نہیں ہے جس کے حق میں ایک یا دو آیتیں نازل نہوئی ہوں۔ ایک شخص نے پوچھا آپ کی شان میں کون سی آیت نازل ہوئی ہے۔ جناب امیر علیہ السلام غصہ ہوکر فرمانے لگے اگر تو سب کے سامنے نہ پوچھتا تو میں ہرگز تجھے نہ بتاتا۔ افسوس ہے تونے سورہ ہود میں نہیں دیکھا افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو علی بینۃ من ربہ ہیں اور من یتلوہ شاہد منہ میں ہوں

۲ الشہید عن ام المومنین عائشۃ قالت رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التزم وقبلہ وھو یقول بابی الوحید الشہید۔ (اخرجہ ابو یعلی فی مسندہ وابن حجر فی الصواعق ام المومنین بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علی علیہ السلام کو بغل میں لئے ہوئے ہیں اور اُن کو چوم رہے ہیں اور فرماتے ہیں میرا باپ قربان ہو۔ یہ وحید ہے اور شہید ہے

الراکع عن مجاھد عن ابن عباس رض فی قولہ تعالیٰ وارکعوا مع الراکعین فی علی علیہ السلام خاصۃ لانہ اول من رکع مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ الطبرانی فی الخصائص وابو نعیم وفقیہ ابن المغازلی (تذکرہ خواص الامۃ)

مجاہد ابن عباس سے روایت ہے کہ آیۃ ارکعوا مع الراکعین میں خاصکر جناب امیر علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ وہی سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکوع میں شریک ہوئے ہیں۔

الساجد عن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام عن آبائہ علیہم السلام فی قولہ تعالیٰ تراہم رکعا سجدا انزلت فی علی علیہ السلام اخرجہ فقیہ ابو الحسن بن المغازلی

جناب موسیٰ کاظم ؑ اپنے آبائے کرام سے روایت فرماتے ہیں کہ آیہ تراہم رکعا جناب امیر کی شان میں نازل ہوئی ہے

الصفی عن علی علیہ السلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی انت صفی وصیی

(اخرجہ النسائی)

جناب امیر علیہ السلام روایت فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم مجھے فرماتے تھے کہ یا علی تم برگزیدہ اور امین میرے ہو۔

الامین عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی باب حطہ من دخلہ کان مومنا ومن خرجہ کان کافرا (اخرجہ الدارقطنی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ علی علیہ السلام توبہ کا دروازہ ہے جو شخص کہ اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو شخص اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

مثیل ھارون قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (اخرجہ المسلم)

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے۔

نفس رسول عن سعد ابن ابی وقاص قال لما نزلت ھذہ الایۃ فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم دعا رسول اللہ صلعم علیا و فاطمہ وحسنا وحسینا علیا و فاطمۃ وحسنا وحسینا فقال اللھم ھولاء اھل بیتی (اخرجہ احمد والمسلم والترمذی والنسائی وغیرھم عن جابر عن عبد اللہ قال انفسنا محمد وعلی وابنائنا الحسن والحسین ونسائنا فاطمہ (اخرجہ الحاکم) سعد ابن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب آیہ کریمہ فقل تعالوا الخ نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جناب علی فاطمہ حسن حسین کو بلایا اور کہا پروردگار عالم یہ ہیں میرے اہلبیت اس آیت میں جناب علی انفسنا سے اور حسنین ابنائنا سے اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سے نسائنا مراد ہیں۔ علاوہ ان علمائے کرام کے ابن النجار اور علامہ دارقطنی نے اس مضامین کو مختلف عبارت میں لکھا ہے۔

سیف اللہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا علی ابن ابیطالب علیہ السلام ھذا سیف اللہ المسلول علی اعدائہ (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام خدا کی برہنہ شمشیر ہے خدا کے دشمنوں پر

علامہ سمہودی نے اپنی کتاب خلاصۃ الوفا باخبار دار المصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس مضمون کو ایک طولانی روایت کے عبارت میں جابر ابن عبد اللہ کی اسناد سے لکھا ہے۔

ذوالاذن الواعی

عن مکحول عن علی علیہ السلام فی قولہ تعالیٰ ولتعیہا اذن واعیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سألت اللہ ان یجعلہا اذنک یا علی واخرجہ الدیلمی)

مکحول اس آیت کی تفسیر میں جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ دیاد رکھے گا اس کو یاد رکھنے والا) آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مجھے فرمایا یا علیؑ میں نے خدا سے التجا کی ہے کہ وہ یاد رکھنے والا کان تیری بنا دے

علامہ دیلمی نے پھر اس حدیث کو بریدہ کی اسناد سے بھی لکھا ہے۔

قاضی دین رسول اللہ

عن علی علیہ السلام قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی الیمن قاضیا وانا الحدیث السن فقلت یا رسول اللہؐ تبعثنی الی قوم یکون بینہم احداث ولا علم لی بالقضاء قال اللہ عزوجل لیہدی لسانک ویثبت قلبک قال فما شککت فی قضاء بین اثنین داخرجہ احمد والنسائی والحاکم۔

جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ مجکو جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجتے ہیں جس میں اکثر جھگڑے ہوا کریں گے اور مجھے قضا کا علم نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا پروردگار تیری زبان کو ہدایت کرے گا اور تیرے دل کو ثابت رکھے گا۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں اس کے بعد مجھے کبھی دو شخصوں کے جھگڑوں کے فیصل کرنے میں شک پیدا نہیں ہوا۔

امام احمد حنبل نے علاوہ اس کے دو اور طریقوں سے اس حدیث کو لکھا ہے۔ جس کے رواۃ کا سلسلہ انس ابن مالک اور حمید ابن عبداللہ تک پہنچایا ہے۔

وزیر رسول اللہ

عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اخی ووزیری وخیر من اخلفہ بعدی علی ابن ابیطالب اخرجہ الخوارزمی۔

سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام میرا بھائی۔ میرا وزیر ہے اور جنکو میں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں اُن سب سے بہتر ہے۔

علامہ ابو اسحٰق احمد بن محمد الثعلبی نے اپنی تفسیر اسناد رفیعہ سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے زبانی اس حدیث کے مضمون کو بہت طولانی عبارت میں لکھا ہے۔ تاریخ ابو الفدا میں دعوت قریش کے واقعہ میں بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

خیر البشر عن عقبہ بن سعد العوفی قال دخلنا علی جابر ابن عبد اللہ وقد سقط حاجباً علی عینیہ فسالناہ عن علی علیہ السلام فرفع حاجبیہ فقال ذالک من خیر البشر اخرجہ احمد وعن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی خیر البشر من ابی فقد کفر (اخرجہ ابن مردویہ

عقبہ ابن سعد العوفی سے روایت ہے کہ ہم جابر ابن عبد اللہ کے پاس گئے اور ان کی ابرو کے بال ان کی آنکھوں سے نیچے ڈھلکے ہوئے تھے۔ ہم نے جناب امیر علیہ السلام کی نسبت دریافت کیا وہ اپنی آنکھوں سے ابرو کے بال اٹھا کر کہنے لگے کہ وہ تو خیر البشر ہے اور علامہ ابن مردویہ نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ علی علیہ السلام خیر البشر ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا

ذو القرنین عن علی ابن ابیطالب علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی ان لک فی الجنۃ کنزاً وانک ذو القرنیھا (اخرجہ احمد فی المناقب وابن ابی شیبہ والحکیم الترمذی والحاکم والمسندرک وابو نعیم وسبط ابن جوزی فی تذکرہ خواص الامۃ

جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا علی تیرے لئے بہشت میں ایک خزانہ ہے اور تو اسکا ذو القرنین ہے یعنی دونوں طرف کا مالک ہے۔

اس لقب کی نسبت علمائے کرام نے بہت سی روایتیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ہم صرف تین روایتوں کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

عن المطلب بن عبد اللہ بن خنطب عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوصیکم بحب ذی قرنیھا اخی وابن عمی علی ابن ابیطالب علیہ السلام فانہ لایحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق من احب فقد احبنی ومن ابغضہ فقد ابغضنی (اخرجہ احمد فی المناقب)

مطلب ابن عبد اللہ ابن خنطب اپنے والد سے روایت کرتا ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے تھے کہ میں تمکو اس امت کے ذو القرنین سے محبت کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ بتحقیق اس سے محبت نکرے گا مگر مومن اور بغض نہیں کرے گا مگر منافق جنے اس سے محبت کی مجھ سے محبت کی جس نے اس سے بغض کیا مجھ سے بغض کیا۔

عن مجاھد قال قیل لابن عباس رضی اللہ عنہ ما تقول فی شان علی ابن ابیطالب علیہ السلام فقال واللہ احد الثقلین سبق بالشہادتین وصلی القبلتین وبایع البیعتین وھو ابو السبطین الحسن والحسین وھو مولای ومولی الثقلین ومثلہ فی الامۃ مثل ذی القرنین

وردت علیہ الشمس مرتین (اخرجہ اخطب خوارزمی)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تم علی علیہ السلام کی شان میں کیا کہتے ہو، جواب دیا واللہ وہ بزرگ چیزوں میں سے ایک ہی (قرآن اور اہلبیت اور وہ دونوں شہادتوں کے ادا کرنے والے (لا الہ اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم) دو قبلوں کی طرف نماز پڑھنے والے (بیت المقدس اور مکۂ معظمہ) دونوں بیعت کرنے والے (بیعت عقبہ اول جو مکہ میں واقع ہوئی اور بیعت رضوان جو درخت سمرہ کے نیچے حدیبیہ میں ہوئے۔ سبطین کے باپ (یعنی امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کے والد بزرگوار اور وہ میرے اور تمام جن وانس کے مولا ہیں اور اس امت میں وہ ذی القرنین کی مثال ہیں اور ان کے لئے آفتاب کو دو دفعہ رجعت ہوئی ہے۔

قال مجد الدین فیروز آبادی فی القاموس۔ ذو القرنین۔ اسکندر رومی لانہم دعاہم اللہ تعالیٰ فضربوہ علی قرنہ الایمن فمات فاحیاہ اللہ تعالیٰ فضربوا علی قرنۃ الایسر فمات احیاہ اللہ تعالیٰ او لانہ بلغ قطری الارضین او لضفیرتین لہ والمنذر بن ماء السماء لضفیرتین کانتا فی قرنیہ راسہ وعلی ابن ابیطالب علیہ السلام لقولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا علی علیہ السلام ان لک فی الجنۃ بیتا ویروی کنزاً وانک لذو قرنیہا ای ذو طرفی الجنۃ وملکہا اعظم یملک ملک الجنۃ کما ملک ذو القرنین جمیع الارض او ذو قرنی الامۃ فاضمرت وان لم یتقدم ذکرہا او ذو جبلیہا للحسن والحسین علیہما السلام او ذو شجتین فی قرنیہ راسہ احدہما من عمرابن عبدود والثانیہ من ابن ملجم لعنہما اللہ

ذو القرنین اسکندر رومی کو کہتے ہیں اس وجہ سے کہ جب سکندر نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت کی تو انھوں نے اس کے سر کی ایک طرف تلوار ماری کہ وہ شہید ہوگئے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا بعد اس کے پھر وہ لوگوں کو دعوت کرنے لگے تو ان لوگوں نے اس کے سر کی طرف دوسری طرف تلوار ماری کہ وہ شہید ہوگئے بعد اس کے دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ ذو القرنین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ زمین کے دونوں طرف پہنچے تھے اس سبب سے کہ ان کے سر پر دو کاکلیں تھیں، اور منذر بن ماء السماء کو بھی ذو القرنین کہتے ہیں جو شاہان عراق میں سے تھا، اور جناب امیر کو بھی ذو القرنین کہتے ہیں جناب سرور انبیاء۔ ان کے باب میں فرمایا ہے کہ یا علی تیرے لئے بہشت میں ایک گھر ہے یا خزانہ ہے اور تو اس کا ذو القرنین ہے یعنی بہشت اور اس کے ملک عظیم کے دونوں طرف کا مالک ہے اور تو کل بہشت کی سیر کرے گا جس طرح کہ ذو القرنین نے کل زمین کی سیر کی تھی یا کہ آپ اس امت کے ذو القرنین ہیں۔ یہیں ضمیر مونث کی اس حدیث میں امت کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا مرکز پہلے نہیں

یا یا اس سبب سے کہ آپ اس امت کے دو بزرگواروں کے والد ہیں یعنی جناب امام حسن اور امام حسین علیہ السلام
یا اس سبب سے کہ آپ کے سر اقدس کے دونوں طرف دو زخم لگے ہیں۔ پہلا عمر ابن عبدود سے اور دوسرا ابن ملجم ملعون سے
ان علماء کے علاوہ علامہ ابن عاصم نے اپنے سنن اور ابن المنذر ابن مردویہ ابن الانباری اور ابن عبد الحکم نے۔
کنز العمال سے روایت کو لکھا ہے۔

خاصف النعل عن زر قال لما کان یوم الحدیبیہ خرج الینا اناس من المشرکین من رؤسائھم فقالوا قد خرج ابناؤنا و رقابنا و انما خرجوا من خدمتنا فارددھم الینا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یا معشر قریش لتنتھن عن مخالفۃ امر اللہ او لیبعثن علیکم من یضرب رقابکم الذین قد امتحن اللہ قلوبھم التقوی قال بعض اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم من اولئک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قال منھم خاصف النعل و کان اعطی علیا نعلہ یخصفہ (اخرجہ الترمذی و ابو داؤد

زر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے روز ہمارے پاس مشرکین کے چند رئیس آئے اور کہنے لگے ہماری لونڈی اور غلام تمہارے پاس چلے آئے ہیں اور وہ ہماری خدمت کرنے سے بھاگ گئے ہیں۔ وہ ہمکو واپس دیدو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اے قریش کے لوگو تم خدا کی حکم کی مخالفت کرنے سے باز آؤ ورنہ تیرا ایسے لوگ بھیجے جائیں گے جو تمہاری گردن ماریں گے خدا نے تقویٰ کے ساتھ اُن کے قلوب کا امتحان لیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعض صحابیوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا ایک اُن میں سے جوتا سینے والا ہے۔ حضور نے اپنا جوتا جناب امیر علیہ السلام کو سینے کے لئے دیا تھا۔
امام احمد اور نسائی اور طبرانی اور ابن جریر الطبری نے بھی اس حدیث کو لکھا ہے۔

الصادق عن عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین قال علی علیہ السلام لانہ سید الصادقین (اخرجہ الثعلبی فی تفسیرہ و ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء والسیوطی فی تفسیرہ الدر المنثور و سبط ابن جوزی فی تذکرہ خواص الامۃ و ابوبکر ابن مردویہ و ابن عساکر عن ابی جعفر

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جسکا ترجمہ یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ کیونکہ وہ تمام صادقوں کے سردار ہیں۔

الطاھر عن ابی سعید الخدری فی قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا قال نزلت ھذہ الآیۃ فی خمسۃ فی النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ

السلام والحسن علیہ السلام والحسین علیہ السّلام و فاطمۃ علیہا السّلام (اخرجہ احمد فی الطبرانی وابن جریر فی تاریخہ۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت جسکا ترجمہ یہ ہے (کہ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور کرے تم سے نجاست کو اپنے گھر والو (اہل بیت علیہم السلام) اور پاک کرے تمکو خوب پاک کرنا۔ صرف پانچ شخصوں کی شان میں یہ نازل ہوئی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام اور حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام اور جناب سیدہ علیہا السلام۔

الصادق المومن عن جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی علیہ السلام انت اول المسلمین اسلاماً و انت اول المومنین ایماناً (اخرجہ ابن مردویہ)

جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے علی علیہ السلام تو تمام مسلمانوں سے اسلام لانے کی رو سے پہلا ہے اور تو سب مومنوں سے ایمان لانے کی رو سے مقدم ہے

انزع البطین عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ تعالی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی علیہ السّلام ان اللہ تعالی قد غفرلک ولولدک ولاھلک ولشیعتک فابشر فانک الانزع البطین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے یا علی علیہ السلام تحقیق خداتعالے نے تجھے بخشدیا ہے اور تیری اولاد کو اور تیرے اور تیرے شیعوں کو پس تم لوگوں کو اس کی خوشخبری بیان کرو تحقیق تو انزع البطین ہے۔

اسی روایت کو محب طبری نے ابی سعید تیمی کی اسناد سے ریاض النضرہ میں لکھا ہے۔

العابد عن حارث ابن سعد ابن ابی وقاص عن ابیہ قال کان لعلی علیہ السلام بیت فی المسجد کان یتعبد فیہ کما کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اخرجہ الخوارزمی

حارث ابن سعد ابن ابی وقاص اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام کے لئے مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسجد میں حجرہ بنا ہوا تھا جس میں کہ وہ عبادت کیا کرتے تھے

الزاھد عن قبیصہ قال ما رایت ازھد الناس من علی ابن ابیطالب علیہ السّلام مجمع الاحباب فی مناقب الاصحاب

قبیصہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص لوگوں میں زاہد نہیں دیکھا

کاسر الاصنام عن علی علیہ السلام قال انطلقت انا و النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حتی اتینا الکعبۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وقال اصعد علی منکبی فصعدت علی منکبہ فذھبت لانھض بہ فرای ضعفا وجلس لی نبی اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وقال اصعد علی منکبی فصعدت علی منکبہ قال یخیل الی انی لو شئت لنلت افق السماء حتی صعدت علی البیت وعلیہ تمثال صفر او نحاس فجعلت ازاولہ عن یمینہ وشمالہ ومن بین یدیہ وخلفہ حتی اذا مکنت منہ قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اقذف بہ فقذفت بہ فتکسر کما تکسر القواریر ثم نزلت انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و نستبق حتی تواربنا بالبیوت خشیۃ ان یلقانا احد من الناس (اخرجہ احمد فی المناقب والحاکم فی المستدرک

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دفعہ میں اور جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کعبہ میں گئے حضرت نے مجھے بٹھایا اور آپ میرے کاندھے پر سوار ہوئے میں اٹھنے لگا تو حضرت نے میرا ضعف دیکھ کر فرمایا تو میرے کندھے پر سوار ہو میں دوش اقدس پر سوار ہوا تو گویا یہ خیال ہو سکتا تھا کہ میں چاہوں تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاؤں یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا چھت پر ایک مورت پیتل یا لوہے کی تھی اسے میں نے آگے۔ پیچھے داہنے اور بائیں ہلانے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے اکھاڑ لیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا پھینکدے میں نے اسے پھینکدیا وہ بیت شیشہ کی طرح چور چور ہو گیا پھر میں اتر آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور میں بھاگ کر گھر میں چھپ گئے۔ تاکہ ہمکو کوئی نہ دیکھے

الساقی عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی علی علیہ السلام خمس ھو احب الی من الدنیا وما فیھا اما واحدۃ فھو تکاء بین یدی عزوجل حتی یفرغ من الحساب و اما الثانیہ فلواء الحمد بیدہ آدم ومن ولدہ تحتہ واما الثالثہ فواقف علی عقر حوضی یسقی من عرف من امتی واما الرابعہ فساتر عورتی ومسلمی الی ربی عزوجل واما الخامسہ فلست اخشی علیہ ان یرجع زانیا بعد احصان ولا کافرا بعد ایمان (اخرجہ احمد)

ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ جناب رسالخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے علی علیہ السلام میں پانچ ایسی باتیں ہیں کہ ہمارے نزدیک دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں۔ اول یہ ہے کہ وہ خدا کے سامنے مجھ پر تکیہ لگائے رہے گا یہانتک کہ وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوم یہ کہ لواء الحمد اس کے ہاتھ میں ہوگا

ور آدم اور آدم کی اولاد ان کے پیچھے ہو گی۔
سوم یہ کہ وہ میرے حوض کے پیچھے کھڑا رہے گا اور جسکو میری امت میں پہچانتا ہو گا اُسے بُلائے گا چہارم یہ کہ وہ میرے ستر کا ڈھانپنے والا اور مجکو میرے خدا کے سپرد کرنے والا ہے۔ پنجم یہ کہ میں اُس کی نسبت ہرگز خائف نہیں کہ وہ اپنی عفت کے بعد زنا کر سکے یا ایمان کے بعد کافر بن سکے۔

الحبیب عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ اتخذ لی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وان قصری فی الجنۃ وقصر ابراھیم علی نبینا وعلیہ السلام فی الجنۃ متقابلان وقصر علی علیہ السلام بین قصری وقصر ابراھیم فیا لہ حبیب بین خلیلین (حاکم ودیلمی)

حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کو خلیل بنایا تھا میرا اور حضرت ابراہیم کا قصر آمنے سامنے جنت میں ہو گا اور علی علیہ السلام کا قصر ہمارے قصروں کے درمیان ہو گا۔ کیا مبارک ہے اُس کے لئے جسکا حبیب دو خلیلوں کے درمیان ہو۔

بیضۃ البلد عن ابن الحسن المدائنی قال لما قتل علی ابن ابیطالب عمرو ابن عبدود ونعی الی اختہ عمرۃ فقالت من ذالذی اجترا علیہ فقالوا علی ابن ابیطالب علیہ السلام فقالت کانت منیتہ علی ید کفو کریم ما سمعت بافخر من ھذا فانشات

لو کان قاتل عمرو غیر قاتلہ ... لکنت ابکی علیہ آخر الابد
لکن قاتلہ من لا نظیر لہ ... من کان یدعی قدیما بیضۃ البلد

(مطالب السئول) ابو الحسن مدائنی سے مروی ہے کہ جب جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے عمرو ابن عبدود کو قتل کیا اور اس کی ہمشیرہ کو اُس کے قتل کی خبر لگی وہ پوچھنے لگی کہ اس پر کس نے اقدام کیا لوگوں نے کہا علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے کہنے لگی اس کی موت کفو کریم کے ہاتھ سے واقع ہوئی ہے میں نے اس سے کوئی زیادہ فخر والا بیان نہیں سُنا۔ پھر یہ مرثیہ کہا۔ اگر عمرو کا قاتل اس کے سوا کوئی اور ہوتا تو میں ہمیشہ اس پر روتی۔ لیکن اسکا قاتل تو وہ ہے کہ جس کا مثل کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اور وہ ہمیشہ سے بیضۃ البلد پکارا جاتا ہے۔

المہدی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ تعالیٰ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ولوا علیا تجدوہ ہادیا مہدیا اخرجہ ابن عبد البر فی الاستیعاب

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تم علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بناؤ گے تو سو تم ہادی اور مہدی پاؤ گے۔

طود النہی عن ربعی بن خراش قال استاذن عبد اللہ ابن عباس علی معاویہ وقد تلافت عندہ بطون قریش وسعید بن العاص جالس عن یمینہ فنظر الیہ معاویۃ مقبلا قال یا سعید لا یقبن علی ابن عباس مسائل یعنی بجوابها قال السعید لیس مثل ابن عباس یعنی بمسائلک فلما جلس قال معاویۃ ما تقول فی علی قال رحم اللہ ابو الحسن علیہم السلام کان واللہ علم الهدی وکهف الوری وطود النهی الی آخر حدیث اخرجہ ذخائر العقبی وینابیع المودۃ فی القربی واخرجہ الطبرانی فی الکبیر فی مسند عبد اللہ ابن عباس

ربعی بن خراش سے روایت ہے کہ عبد اللہ ابن عباس معاویہ سے ملنے کو گئے اور داخل ہونے کا اذن مانگا معاویہ کے پاس دشمن کے قبائل کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے سعید بن العاص بھی اس کے داہنے طرف بیٹھا ہوا تھا۔ معاویہ متوجہ ہو کر کہنے لگا میں عبد اللہ ابن عباس سے ایک بات تو پوچھوں گا کہ جس کے جواب میں وہ عاجز ہو جائیں گے۔ سعید کہنے لگے ابن عباس جیسا شخص ہرگز کسی بات سے عاجز نہیں ہو سکتا جب ابن عباس معاویہ کی محفل میں پہنچ کر بیٹھ گئے تو معاویہ نے ان سے پوچھا کہ تم علی علیہ السلام کے حق میں کیا کہتے ہو ابن عباس نے کہا خدا ابو الحسن علیہ السلام پر رحم کرے وہ بخدا وہ ہدایت کے نشان تھے اور مخلوقات کے پشت و پناہ و ستون اور عقل کے پہاڑ تھے (الی آخرہ)

دابۃ الجنۃ عن عمر ابن حموح ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعمر ابن الخطاب هل اریک دابۃ الجنۃ تاکل الطعام وتشرب الشروب وتمشی فی الاسواق قال هذا دابۃ الجنۃ واشار الی علی علیہ السلام اخرجہ الطبرانی فی الکبیر

عمر بن حموح سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر ابن الخطاب سے فرمایا تمہیں جنت کا چوپایہ دکھاؤں جو کھانا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے پھر فرمایا یہ جنت کا چوپایہ ہے اور جناب علی مرتضی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔

ایلیا عن علی علیہ السلام قال لما اخذت الرایۃ یوم خیبر قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امض لها فجبرئیل معک والنصر امامک والرعب مبثوث فی صدور القوم واعلم یا علی علیہ السلام انهم یجدون فی کتبهم ان الذی یدخل علیهم اسمہ ایلیا فاذا لقیتهم فقل انا علی فانهم یخذلون انشاء اللہ تعالی فقال علی فمضیت لها حتی اتیت الحصن فقال

لی حبر من اخبارهم من انت فقلت له انا علی ابن ابیطالب علیه السلام قد علوتم وما
انزل علی موسیٰ انکار (اخرجه ابن مردویه)

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب خیبر کے روز میں نے علم کو ہاتھ میں لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد کیا جاؤ جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں اور فتح تمہارے آگے آگے ہے تمہارا رعب قوم کے دلوں میں بھرا ہوا ہے اے علی جان لے کہ یہود اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ جو شخص ان کو ہلاک کرے گا اس کا نام ایلیا ہوگا جب تو ان سے ملے تو کہیو کہ میں علی ہوں خدا نے چاہا تو وہ شکست کھا جائیں گے جناب امیر فرماتے ہیں کہ جب میں قلعہ کے قریب پہنچا علمائے یہود سے ایک عالم نے مجھ سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے میں نے کہا علی ابن ابیطالب علیہ السلام وہ یہودی بولا کہ تم بیشک غالب ہوگے قسم ہے اس کی جو موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل کیا گیا

فقأت عین الفتنة عن زر ابن حبیش انه سمع علیا یقول انا فقأت عین الفتنة ولو لا انا ما قوتل اهل النهروان ولو لا ان اخشی ان یترکوا العمل لانبأتکم بالذی قضی الله عز وجل علی لسان نبیکم لمن قاتلهم مبصرا ضلالتهم عارفا بالهدی الذی نحن علیه اخرجه النسائی

زر ابن حبیش سے منقول ہے جناب امیر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ میں نے فتنہ کی آنکھ پھوڑ ڈالی ہے اگر میں نہ ہوتا تو نہروان والوں سے جنگ نہ کی جاتی اور اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تم کام چھوڑ بیٹھو گے البتہ میں تم کو بتاتا اس چیز کو جو خدائے عز وجل نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری کیا ہے اس شخص کے لئے جو ان کی گمراہی کا دیکھنے والا ہے اور اس ہدایت کا عارف ہے کہ جس پر ہم ہیں

امیر النحل ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال لعلی علیه السلام انت یعسوب المؤمنین والمال یعسوب المنافقین ومن ههنا قیل له امیر النحل (حیوة الحیوان)

تحقیق کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ تم مومنوں کے یعسوب ہو اور مال و دولت منافقوں کا یعسوب ہے یعنی بادشاہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ اسی وجہ سے جناب امیر علیہ السلام کو امیر النحل کہتے ہیں علمائے اہل سنت اس لقب کی دوسری روایت بیان کرتے ہیں جو اس سے زیادہ باعتبار لقب اور واقعات کے اثبات کے قابل ہے

ذو البرقة علی ابن ابیطالب لقب به العباس بن صاحب قاموس اللغة فی البرق

مجد الدین فیروز آبادی قاموس میں لکھتے ہیں کہ ذو البرقہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا خطاب ہے

کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حنین کے دن آپ کو اسی لقب سے پکارا تھا
اسی کے قریب قریب منقب میں بھی عبارت درج ہے

مثل عیسی عن علی علیہ السلام ان فیک مثلا من عیسی احبہ قوم فھلکوا فیہ وابغضہ قوم فھلکوا فیہ فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المنافقون اما یرضون لہ مثلا من عیسی فنزلت ھذہ الآیۃ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون اخرجہ البزار وابو یعلی والحاکم والطبری

جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ یا علی تو عیسی مریم علیہ السلام کے مانند ہے کہ ایک قوم نے اس سے یہاں تک محبت کی کہ وہ اس میں ہلاک ہوگئے اور ایک قوم نے اس سے بغض رکھا یہاں تک کہ وہ اس میں ہلاک ہوگئے پھر آپ نے ارشاد کیا - کیا منافق راضی نہیں کہ وہ عیسی کے مانند ہیں آیت نازل ہوئی اور جب کہاوت لائے مریم کے بیٹے کو تب سے تیری قوم لگتی ہے اس سے چلانے

القرم عن عبد المطلب بن ربیعہ بن الحارث قال اجتمع ربیعہ ابن الحارث والعباس ابن عبد المطلب قال للمطلب بن ربیعہ والفضل ابن عباس ائتیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقولا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد بلغنا ما نری من السن فاحببنا ان تتزوج وانت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابر الناس واوصلھم ولیس عند ابونا ما یصدقان عنا فاستعملنا علی الصدقات فلیؤدی الیک ما یؤدی العمال ونصب ما کان فیھا من رفق فبینا ھما فی ذالک اذا جاء علی ابن ابیطالب علیہ السلام فقال لنا لا تفعلا واللہ لا یستعمل منکم احد علی الصدقات فقال ربیعہ ھذا من حسدک وقد نلت طھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلم نحسدک علیہ فالقی علی رداءہ ثم اضطجع ثم قال انا ابو الحسن علیہ السلام القرم واللہ لا ابرح مقامی ھذا حتی یرجعا الیکما ابنا کما الجواب ما بعثما بہ الی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما رجعا ولا ذھبنا الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت ابر الناس واوصل الناس وقد بلغنا النکاح فجئنا لتؤمرنا علی بعض ھذہ الصدقۃ فنؤدی الیک ما یؤدی الناس ونصیب کما یصیبون فسکت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم قال ان الصدقۃ لا ینبغی لآل محمد انما ھی اوساخ الناس اخرجہ ابو داؤد والنسائی والطبرانی فی المعجم الکبیر فی مسند ربیعہ ابن الحارث -

عبد المطلب ابن ربیعہ ابن حارث ناقل ہے کہ ایکدفعہ میرے والد ربیعہ اور عباس ابن عبد المطلب مجھ سے اور فضل ابن عباس سے کہنے لگے تم دونو آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم ہم جوان ہوگئے۔ ہم نکاح کرنا چاہتے ہیں آپ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور قرابت والوں کے لئے صلہ رحم عمل میں لانے والے ہیں ہمارے والد ہماری طرف سے مہر ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ حضور ہمکو عامل زکواۃ مقرر فرما دیں تاکہ جس طرح سے دوسرے عامل ادا کرتے ہیں ہم بھی ادا کیا کریں اور ہمیں بھی اس سے فائدہ حاصل ہو جائے ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے اور ہم سے فرمانے لگے تم آنحضرت صلعم کے پاس نجاؤ۔ واللہ حضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم تم میں سے ایک کو بھی زکواۃ پر مقرر نفرمائیں گے۔ ربیعہ نے یہ سُنکر کہا آپ یہ بات حسد کی وجہ سے کہتے ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی دامادی سے مشرف ہوگئے تو ہم نے حسد نہ کیا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ سُنکر اپنی ردائے مبارک زمین پر بچھادی اور لیٹ گئے اور کہنے لگے میں ابو الحسنؑ شیر نر ہوں۔ بخدا میں اس مقام سے نہ ہٹوں گا جتبک تمہارے دونوں لڑکے جواب سے لے نہ لوٹیں گے جب وہ واپس آئے تو بیان کرنے لگے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم آپ سب سے زیادہ سخی اور صلہ رحم کے بجا لانے والے ہیں۔ ہم جوان ہو گئے ہیں اور نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ ہم حضور کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ حضور ہمکو صدقات پر عامل مقرر فرمائیں تاکہ جس طرح سے لوگ ادا کرتے ہیں ہم بھی ادا کریں اور جو فائدہ انکو ملتا ہے ہمکو بھی ملے حضرت تھوڑی دیر کے لئے ساکت ہو گئے۔ پھر فرمانے لگے آل محمد صلی اللہ علیہ و الہ اجمعین کو صدقات کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ (صدقات) ہاتھوں کی میل ہے۔

یہ وہ القاب ہیں جو قریب قریب فریقین کے نزدیک مشہور اور معتبر ہیں اس کے علاوہ کتب امامیہ میں اس سے کہیں زائد القاب آپ کے درج ہیں مولوی سید طٰہٰ مہدی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب روضۃ الصادقین میں ان القاب کی پوری تفصیل درج ہے وہیں دیکھنا فلیرجع الیہ

اور حقیقت یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ و علی آبائہ و ابنائہ سلام اللہ تعالیٰ کی ذات مجمع الصفات سے ایسے ہی محاسن اور مکارم کا بیقدر ذخیرہ تھی جس کی وجہ سے کہ جتنے القاب اور خطاب زمانہ اور اہل زمانہ نے اپنے خلوص اور اعتقاد کے اعتبار سے نہ پہنچائیں وہ تعجب انگیز نہیں بلکہ یقینی امر ہے۔ آج ہمکو پیشوایان اسلام اور یادگاران حضرت خیر الانام علیہ السلام کے متبرک سلسلہ میں کسی حضرت کا مبارک نام نہیں دکھلائی دیتا جو ان سے برابر اسقدر متعدد اور کثیر القاب

و آواز سے سننسو نزدیک و دور ہوا ہو۔

وھذا فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

عبدہ احقر سید اولاد حیدر

غفر اللہ لہ ولوالدیہ

تمام شد

[illegible] اسناد مع دعائے ہلال مترجم [illegible] ترکیب ختم سورۂ فاتحہ **قیمت** علاوہ محصول ڈاک ۱۰ر

الانوار معظم یعنی حرز المومنین

اس کتاب کا تاریخی نام الانوار المعظم ہے اور دوسرا نام بحیثیت معانی و مطالب حرز المومنین رکھا گیا۔ اس کتاب میں عجیب و غریب اعمال و عملیات نادرہ کو فراہم کیا ہے کہ جن کی تعریف سے پیرایۂ قلم عاجز ہے۔ چنانچہ مصنف نے پہلے حصہ میں خواص سورہائے قرآنی مع ترتیب خواندگی و ختم عمل کے حصہ دوم میں ادعیہ دوازدہ ساعت روزمرہ کے متعلق جو منسوب ائمہ طاہرین و انبیائے ذوالکرام ہیں سبع و دعائے ہفتہ ناموس و دعائے ہفتہ یکرد و دعائے سیفی و سر قدسیہ و عرائض جہت کشائش روزی وغیرہ حصہ سوم میں نماز قضائے حاجات حصہ چہارم حرزہائے مجرب ہر ایک امر کے لئے حصہ پنجم میں ترکیب نکحت بیفا و ادعیہ خاص بتا بر رفع امراض وغیرہ وغیرہ ہیں **قیمت** ۸عہ)

انتقام

حجر ابن عدی جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ایک برگزیدہ صحابی تھا۔ معاویہ نے اُسے قتل کر[illegible] اس بے رحمانہ قتل سے اُس کے خاندان والوں پر ایک سخت مصیبت ٹوٹ پڑی وہ سب کے سب تباہ و برباد ہوگئے، حجر ابن عدی کی دختر ہلی نے اس جوش میں سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آخر کار خواہش انتقام کی بھڑ[illegible] ہوئی آگ کے شعلے یزید پلید پسر معاویہ کے خرمن ہستی کو خاک سیاہ کر گئے۔

یہ مضمون ایک فارسی تاریخ سے لے کر نہایت سلیقہ کے ساتھ زمانہ موجودہ کی روش پر قلمبند کیا گیا ہے مگر بلحاظ حالات بھی کچھ تذکرۂ آگئے ہیں۔ حسن و عشق کی چاشنی ہے مگر فرضی نہیں **قیمت** ۵ر

برہان احداث و بدعت

یہ مختصر لیکن نہایت مفید اور مدلل رسالہ عالیجناب السید محمود الحسن صاحب تحصیلدار پنشنر کی تالیفات سے ہے جناب مصدق الصدر نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے احداث و بدعت کو نہایت مفصل و مشرح اور واضح طور سے بیان فرما کر بدعتی لوگوں کو جہنم کا حقیقی وارث ثابت کیا ہے نیز یہ امر کہ سب سے پہلے کس نے بدعت کا بدنما خلعت زیب جسم کیا ہے خداوند کریم مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے **قیمت** ار

کلام المتین الموسوم بلاغ المبین

کتب مناظرہ میں ایک [illegible] اور مفید اضافہ جس کا دوسرا نام البلاغ المبین ہے۔ مولفہ عالیجنا[illegible] حافظ جناب حافظ [illegible] حسین صاحب مدرس مدرسہ سلفیہ شہر [illegible] یہ مختصر مگر [illegible] ہزار کتابوں کا [illegible] داد ہے جنہوں [illegible] نے انتہائی عرق ریزی اور محنت شاقہ گوارا [illegible] تالیف فرمایا ہے محض اس لئے کہ [illegible] اردو [illegible] اس مجموعہ کے ذریعہ [illegible] تحقیقات [illegible] معلومات مذہبی [illegible] یقین ہے یہ وقت مناظرہ بانی [illegible] ہوجائیں یہ کتاب نہایت تہذیب اور متانت کے ساتھ [illegible] جابجا کتب اہل سنت کے حوالہ

مع نام کتاب صفحہ سطر اور چھاپہ درج ہیں تاکہ معترض کو جائے اعتراض باقی نہ رہے ضخامت ۵۰ صفحہ -

قیمت ساڑھے سات آنہ -

سفینۃ النجات ادعیہ یہ کتاب مستطاب جو دعاؤں کا مخزن ہے جن کی ہر ایک برادر مومن کو اکثر اوقات با امید بر آمد حاجات پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے چھپ گئی ہے - چونکہ پہلے یہ کتاب زبان فارسی میں تھی اور فی زمانہ زبان فارسی روز بروز ہندوستان سے عنقا ہوتی جاتی ہے لہذا تمام دعاؤں اسناد کا ترجمہ بزبان اردو جناب مولانا مولوی **خواجہ عابد حسین** صاحب قبلہ سے کرا کے طبع کر دیا ہے تاکہ کسی برادر ایمانی کو دعاؤں کی ترکیب اور فوائد و علت کے سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے **قیمت** ۱۰/

مجموعہ مخمسات یہ بے نظیر مجموعہ شہداے کربلا علیہم السلام کے غم دالم میں دل سوز و دلگیر - فصیح و بلیغ شعر کی آتش بیانیوں کا چیدہ اور انتخابی حصہ ہے جسقدر مخمسے ہیں سب اعلیٰ درجہ کی تصانیف اور مضامین درد انگیز کے ناقل ہیں، میش و انیس دبیر ان مصائب اور انیسان ماتم کے پُر جوش طبائع کی شہرت کے نتائج ذاکرین شائقین نے دیکھا ہے دل ذوق و شوق سے مشتری بنا ہے جن آرزو مند کو سود منظور ہو جلد ہی ... جائیے - فوراً درخواست خریداری ہوئی تو بیقین غالب ہے کہ دیر طلبی میں ظفر یابی کو داغ حسرت اٹھانا ہوگا - **قیمت** ۱۰/

تحفۃ العارفین مباحث توحید و عدل و نبوت میں کتاب مستطاب حدیقہ سلطانیہ سے منتخب کر کے زبان اردو میں لکھی گئی ہے اور بشرف ملاحظہ جناب ممتاز العلماء اعلی اللہ مقامہ مشرف ہو چکی ہے، رسالہ در اصل حدیقہ سلطانیہ کا اردو خلاصہ ہے - مجتہدین لکھنؤ کی مہروں سے مزین ہے **قیمت** ۴/

معجزہ رد الشمس جناب امیر کے لئے آفتاب کا غروب ہو کر پلٹ آنا ایک ایسا معجزہ ظاہر و باہر ہے جس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں لیکن جن لوگوں کو بصیرت سے حصہ نہیں ملا وہ روز روشن میں آفتاب کے طلوع سے انکار کئے دیتے ہیں - لہذا ضرور ہوا کہ اہل سنن کی مستند کتب سے اس واقعہ کا ثبوت دیا جائے - ہمارا دعوے یہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ رجعت شمس کے ثبوت میں اس وقت تک زبان اردو میں ایسا رسالہ نہیں لکھا گیا ضخامت ۵۰ صفحہ کاغذ عمدہ چکنا - اس عمدگی پر قیمت بھی زیادہ نہیں صرف ۴/ رکھی ہے -

المشتہر سید صغیر حسن مطبع یوسفی دہلی